الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب مستطاب

پیراہن یوسفی

ترجمہ دفتر اول

مثنوی مولوی معنوی

از طبع معارف آگاہ

مولوی محمد یوسف علی شاہ چشتی نظامی گلشن آبادی ملک مالوہ

در مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ حلیۂ طبع پوشید

باہتمام بی۔ بی۔ کپور سپرنٹنڈنٹ

۱۹۲۸ء

قیمت ے ؍

فہرست مضامین دفتر اول پیراہن یوسفی ترجمہ مثنوی مولوی معنوی

بہ عون صناع مکین و مکان بفضل خلاق زمین و زمان نسخہ

عجب نغز و نادر ہے یہ ترجمہ | سخن کی لطافت کو ہے مکتفی | جو تھا سارے عالم کو ہر دل عزیز | رکھا نام

پیراہن یوسفی

ترجمہ دفتر اول

مثنوی معنوی

از طبع معارف آگاہ مولوی محمد یوسف علی شاہ ولد محمد جلال الدین خان ملقب بہ بانکے میاں چشتی نظامی گلشن آبادی مُلک الوند

مطبع نامی منشی نولکشور لکھنؤ میں حسب دستور سابق مطبوع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ یعنی اے اللہ کہ تو نے وجود آدم کو نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُوْحِیْ سے بانوا کیا اور علم الاسما سے گویا خدایا تو نے حسن وعشق کو پیدا کیا اور خود عشق بازی کی چال چلا کر اسماکو نور ظہور دیا اور ظہور کو نور پر مبتلا کیا خالقِ مخلوق کو خود سے پیدا کیا اور معرفت سے خود شیدا کیا اور درود بھیج اوپر محمدؐ کے ایسا محمدؐ کہ لولاک اُسکی شان ہے اور لامکان اُسکا مکان ہے ایسا محمدؐ کہ تیرا ہمنام وہمکلام ہے اور تیری کرسی وعرش اُسکا زینہ اور بام ایسا محمدؐ کہ خالق ومخلوق مین واسطہ ہے اور آدم وعالم مین رابطہ ایسا محمدؐ کہ گلشن ہستی اُس سے آباد ہے اور باغ نیستی اُس سے شاد اور اوپر آل محمدؐ کے ایسی آل کہ سرداری وسیدی عالم کی اُس کے لیے زیبا ہے اور ولایت صغریٰ اور کبریٰ اُسکے واسطے پیدا ایسی آل کہ مدارج امامت وخلافت اُسپر تمام ہے اور شہادت خفی وجلی اُسپر اختتام ایسی آل کہ اُسکی برکت سے جہان کو قیام ہے اور تمام عالم اُسکا غلام ہے اور برکت وسلامتی کہتا اُنکی دعا اور برکت سے کلام ہم غلامون کا مقبول اور فیضان رحمت کا ہم پر نزول ہو آمین یارب العالمین۔ واضح ہو کہ اس فقیر پر تقصیر کمترین بندگان درگاہ محمد یوسف علی شاہ ولد محمد جلال الدین خان ملقب بانکے میان چشتی نظامی زنبیل شاہی گلشن آبادی واقع ملک مالوہ نے بہ رہبری عنایت ایزدی وبہ دعاے مرشدی ومولائی عاشق پاکباز معشوق بے نیاز مست الست قلندر زبردست رحیم ہر گدا وشاہ جناب عبد الرحیم شاہ درویش شاہجہان پوری مدظلہم اللہ تعالیٰ کے ترجمہ لفظی مثنوی مولانا جلال الدین رومی معنوی قدس سرہ مین کوشش کی نام اُسکا پیراہن یوسفی ترجمہ مثنوی معنوی رکھا جبکہ یہ داستان روباہ وخر واقع پانچوین دفتر کے پہونچا اس حقائق پُر اسرار سے غیب گوئی مولانا کی ظاہر

ہوئی اور مشیت ایزدی و خواہش معنوی بھیر کھلی **قولہ** -

یوسفان غیب لشکر می کشند

تنگہای قند مصری می رسند
شہرہا فردا پُر از شکر شود

اشتران مصر را رو سوی ماست
شکر ارزانست ارزان تر شود

بشنوید ای طوطیان بانگ دست

پس اس شکر میں چند اشعار حقائق آمیز تشبیہ و تنزیہ بلباس مدح و تعریف تمیداً لکھے کہ بوے مثنوی پیراہن یوسفی سے جلوہ گر ہوئی **مؤلفہ**

مرحبا ای لحن داؤدی مرے
زیر و بالا دم کا تیری زیر و بم
گر مزامیر من سے تو نالہ کرے
تیری نیرنگی سے میں حیران ہوں
ہر زبان سے اپنا کہتا راز ہے
مرحبا اب ظاہر ہی تو تشبیہ میں
ظاہر و باطن کو اپنے گر کہوں
اس صباحت اور ملاحت پر جہان
ہی محمد یوسف اب یان میرا نام
راتیں ان کو دیکھتے ہو آنکھ سے
اس لئے پایا ہی یوسف نے جمال
پیرہن میں یوسفی کے معنوی
ہی جمال اور ہی جلال احمد احد
کیونکہ دو آنکھیں مری ہیں ای کلیم

مرحبا ای تار طنبوری مرے
مضطرب کرتا ہی مجھکو دمبدم
گر گلو کی نای سے نغمہ کرے
پر میں بیرنگی کا اب خواہاں ہوں
ہر بیان میں تو ہی بس دمساز ہی
پر دکھا دے آپ کو تنزیہ میں
آنکھیں کھل جاویں تیری ہر دو فنون
چاند و سورج سا کریں قربان جان
کہ ملاحت اور صباحت ہی تمام
نے سیاہی اور سفیدی جانتے
کہ ہوا یوسف ہی یان بستر جلال
ہی جلال الدین جلال ظاہری
مجتمع دونوں ہوئی اس جا پہ خود
اک مذاق اور دوسرے عبد الرحیم

ہمدمی سے تیری میں خورسند ہوں
تیری دمسازی پہ میں حیران ہوں
جانتا ہوں میں تجھے ای یار مست
مضطرب کرتی تری تلقین ہے
اب تو اپنی صورت اصلی بنا
بولا ای جو بای اسرار نہان
گر جمال یوسفی ظاہر کروں
سیر اظاہر جان اس تشبیہ سے
یہ سیاہی اور سفیدی آنکھ کی
آب حیوان دیکھ تو ظلمت میں ہی
پس جلال الدین رومی معنوی
جب جمال اور رہے جلال یکجا بہم
اس نظر سے دیکھ تو یہ مثنوی
گرچہ ظاہر دین پہ ہے میں ایک

اس ترے رشتے کا میں پابند ہوں
تیری گویائی پہ میں قربان ہوں
تو جو کچھ ظاہر ہوا روز الست
پر نہیں کھلتی تری تمکین ہے
تاکہ تمکین ہو مجھے تلوین کی جا
کیا کروں اب ظاہر و باطن بیان
اور محمد کے میں باطن سے کہوں
تاکہ باطن جانے تو تنزیہ سے
پس ملاحت اور صباحت ہی مری
اور جمال اندر جلال پاک کے
پیرہن سے جا ہی بوے یوسفی
ایک ہو جاوی وجود اور پس عدم
ہی جمال یوسفی میں معنوی
نور دیکھو چاند و سورج میں ہی اک

بسم اللہ الرحمن الرحیم سلہ مرحبا ای لحن الخ چونکہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ حال اپنا پردہ دوزجان میں بیان فرماتے ہیں کہ تا اہل وجد و سماع اسرار نغمے سے بہرہ یاب ہوں نظر یاران اسپر توحیدے بھی سرگذشت مع مجاہدہ مرشدان و عالم دوران و مسکن خویش نشان کو رموز توحید نشینی میں بیان کیا تا ناظرین مذاق پر حال میرا آئینہ وحدت سے بخوبی منکشف ہو لحن داؤدی و تار طنبوری مراد اس روح سے ہے کہ نفخت جسکی شان میں حق تعالیٰ فرماتا ہے پس یہ اشارہ اسی روح کی طرف ہے فافہم ۱۲ سلہ بولا ای جو بای الخ یہ جواب روح کا ہی ۱۲ سلہ ہو محمد یوسف الخ ظاہر نام مترجم کا و باطن اشارہ ہی طرف حسن صوری و معنوی کے کہ جسکو مرج البحرین حق تعالیٰ نے فرمایا ہوا اور اسی حسن کے دید کو مشاہدہ تشبیہ و تنزیہ کہتے ہیں چنانچہ آگے مقام دید کا بیان ہی فافہم ۱۲ سلہ آب حیوان الخ چونکہ جلال ظہور اجمالی و جمال ظہور تفصیلی کو کہتے ہیں پس نور جمال نے نور جلال سے ظہور کیا ہی اسواسطے یوسف نے یہاں جمال پایا ہی کہ سر جلالی ہی کیونکہ انوار ہاے انبیا نور محمدی سے پیدا ہیں پس دید جمال کی جلال میں اور دید جلال کی جمال میں ہی الغرض میرے والد کا نام جلال الدین ہی اور ولد مرید کا ہوا کرتا ہی پس میں سر جلال ہوں اور مولانا کا بھی نام جلال الدین ہی اسواسطے جلال مجھ میں نہان ہی کیونکہ باپ سے بیٹا پیدا ہوتا ہی اور پھر باپ بیٹے سے ظہور رکھتا ہی پس یہی حال اب اس مثنوی کا ہے جلال و جمال باہم ملے ہوئے ہیں اور اصل میں نور احد کو جلال و نور احمد کو جمال کہتے ہیں پس معلوم کر روح کا ثابت ہی کہ یہ سب ظہور میرا ہی اگر کسی کو میری دید نہیں ہی الامر شد در کار ہی فافہم ۱۲ سلہ کیونکہ دو آنکھیں مولوی محمد دلدار علی متخلص مذاق بدایونی میرے پیر و مرشد کا اسم مبارک

میری آنکھوں کی ہین یہ دو مردمک
دیر کی آنکھین مذاق اور یہ حیم
آنکھین یہ مرشد ہین از راہ نظر
اس دوا کو اعتباری جانیو
باطنا مرشد کی ظاہر جا گمان
زین محمد ساتھ اسمٰعیل خان
زینت کعبہ ہے اسمٰعیل سے
جب محمد مل گئے اسمٰعیل ہو
یہ مؤخر اب مقدم ہو گئے
گلشن آباد اسکا نام ہے اس لیے
چشم نرگس گوش کا غنچہ دہن
اسکو بیت اللہ جانو در جہان
اول و آخر و ظاہر باطنا
جیسے ظاہر باطن اس تاریخ مین
تھا ہر اتشبیہ کر کر بس تمام
بس تو اس تشبیہ کو تنزیہ سے
سن سنے جسم معنوی کا تو بیان

دید میری انسے ہے بے دو شک
زین محمد کے یہ حد مین دونون میم
دید کی دیتی ہین یہ سب کو خبر
اعتباری شے کو لا شے مانیو
خلق مین یہ ہین اولی الامر جہان
اس زمانے مین اولی الامر جہان
رونق قبلہ محمد سے دیکھے
حاجی حرمین جان و تن کرد
کہ ہو الاول ہو الآخر دہ ہے
جاورہ پاؤ تم اسمین جان سے
سرو قد اسمین ہین سیب ذقن
یہ ہے قالب ذات حق ہے اسکی جان
ایک باطن مین دوئی ہے ظاہرا
بارہ سے تیرانوے ہجری سے ہین
باطنا تنزیہ مین اب کر کلام
معنوی کی مثنوی مین دیکھ لے
ذکر پرچے مین کری ہے جو بیان
سن تو اب اس پرچے مین یوسفی

انسے ہین ظاہر ہوں یہ مجھ مین نہان
میم کی آنکھین محمد کی دلا
عین یہ ہین انکی عینیت تو جان
فرض ہے طاعت اولی الامر جہان
چشم پوشی جس نے کی ان سے نہان
قبلۂ دل کی ہے رونق انکے ساتھ
دی بہار مکہ اسمٰعیل نے
وان محمد پیچھے اسمٰعیل کے
گلشن آباد تن کے کعبہ کا
اسمین ہر اک مرغ خوش الحان ہے
عالم کبری کا بانکا قلب ہے
عکس جابجا منعکس ہین مل گیا
ظاہرا تشبیہ تنزیہ ہو گئی
ظاہر و باطن تو صحیح دیکھو گر
ظاہرا تشبیہ لکھے یوسفی
ان مزامیر و نین ہے اسرار حق
جیسے جسم احمدی مین حق کلام
لکھتے ہین کیا مثنوی مین معنوی

راز باطن میرا ان سے ہے عیان
اور جدا باقی ہے جسم مصطفٰے
عین مردم خلق مین دیکھو عیان
بعدہ امر رسول انس و جان
یان بھی ندعا ہے دہ نذر اندعاون
آبروئے کعبہ کی جان انکے ہاتھ
اور محمد نے ثمر اس سے لیے
یان خد پہلے اسمٰعیل کے
جو ہے اسمٰعیل نواب خدا
طوطی دل بلبلان جان ہے
کیونکہ اسمٰعیل یان پیدا ہوے
نیستی ہستی ہوئی فانی صفا
باطنا تنزیہ تشبیہ ہو گئی
مثل ابجد یہ حساب ہو جلوہ گر
باطنا تنزیہ لکھے معنوی
یعنی ان جسموں مین ہے اسرار حق
کرتا ہے بندہ دعا آپ سے والسلام

۱ ہین محمد ساتھ وزیر احتشام الدولہ نواب محمد اسمٰعیل خان بہادر فیروز جنگ رئیس گلشن آباد عرف جاورہ واقع ملک مالوہ محمد الفقرا و دستگیر درویشان شمع افروز دین محمدی سالک مسالک طریقہ حق جلی زاد اللہ عشقہ و نورانی محبتہ کہ یہ محمد ولی نعمت عہد کے ہین مناقب انکے بحقائق زیب اوراق کیے گئے فافہم ۱۲۔

۲ گلشن آباد الی آخرہ نام اس شہر قدیم کا جاورہ ہے مگر بسبب رونق افزائی و دار اسلامی داغ اس کفرستان ملک مالوہ کے محتشم الدولہ نواب غوث محمد خان بہادر شوکت جنگ مغفور و مبرور نے نام اسکا گلشن آباد رکھا اس طرح کہ اس عالم تن معموری تن سے راحت و آسایش ہے نظر ان توجہ اسکی تشبیہ بدن بیان کی فافہم ۱۲۔

۳ جیسے ظاہرا الی آخرہ تاریخ اختتام ترجمہ کے سنہ ۱۲۹۳ھ ہے نظر ان تاریخ صوری و معنوی پورے مصرع مین روح سے مثال تشبیہ و تنزیہ کے بیان کیے کہ ناظرین اوراق ہذا مین ہین و سال سے آگہی تمام ہو ۱۲۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغاز دفتر اوّل پیراہن یوسفی ترجمہ مثنوی معنوی

ترجمہ مثنوی معنوی		پیراہن یوسفی	
اور جدائی سے شکایت کرتی ہے	سن[1] تو نے سے کیا حکایت کرتی ہے	وز جدائیہا شکایت می کند	بشنو از نے چون حکایت میکند
مرد و زن روتے ہیں نالے سے مرے	جب[2] کاٹا ہے نیستان سے مجھے	از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند	کز نیستان تا مرا ببریدہ اند
تا کہوں میں شرح درد اشتیاق	پارہ[3] پارہ کردے سینے کو فراق	تا بگویم شرح درد اشتیاق	سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
ڈھونڈھتا ہے پھر زمانہ وصل سے	جو[4] رہا ہے دور اپنی اصل سے	باز جوید روزگار وصل خویش	ہر کسی کو دور ماند از اصل خویش

بسم اللہ الرحمن الرحیم حواشی پیراہن یوسفی ترجمہ مثنوی معنوی مصنفہ سید محمد یوسف علی شاہ چشتی نظامی زنبیل شاہی

ؔ۱ سن تو نے سے الخ اے لوگو تم سن لو کہ میری جان کیا حکایت بیان کرتی ہے اور جدا ہونے یار سے شکایت کرتی ہے حکایت قصۂ گذشتہ کو کہتے ہیں اور شکایت معشوق سے فراق کا گلہ کرنے کو کہتے ہیں یعنی میری نے جان حکایت و شکایت گذشتہ اپنے ظاہری کے مانند بیان کرتی ہے چنانچہ کل مثنوی میں اس حکایت و شکایت کا بیان ہے پس شعر آئندہ بیان شکایت ہے فافہم ۱۲ **ؔ۲** جب کاٹا ہے الخ جب سے بیان مراد روز میثاق ہے اور نیستان سے مراد حقیقت محمدی اور مرد و زن سے مراد جمیع اجسام بشری ہے کہ کل جسم مرد یا زن میں یعنے روز میثاق سے قضاء و قدر نے مجھ نے جان کو نیستان حقیقت محمدی سے جدا کیا ہے میں اُسکے فراق میں ہر جسم کے اندر نالان ہوں کہ بسبب مرد و زن میرے ہی نالے سے گریان ہیں کیونکہ سب جانیں ایک ہیں چنانچہ ایک کے رونے سے سب رونے لگتے ہیں جیسے کہ نے ظاہری کی صدا سن کر غافل رونے لگتے ہیں کہ جانتے نہیں کہ یہ درد کس سبب سے پیدا ہوا ہے اسی طرح پر نے جان ہر جسم میں نالہ کرکے لوگوں کو رُلاتی ہے مگر کوئی نہیں جانتا اس لیے شعر آئندہ میں شکستگی دل کی چاہتی ہے کہ شرح درد فراق کی بظاہر بیان کروں کہ سب اس راز کو جان لیں اگر کوئی کہے کہ اس فراق سے جان کو کیا غرض ہے جواب یہ ہے کہ نے فراق کے وصال کا مزہ نہیں کیونکہ ہر شے ضد سے معلوم ہوا کرتی ہے اگر مچھلی دریا سے باہر نہ آوے قدر دریا کی اُسے کیونکر معلوم ہووے پس مزہ وصال کا بے فراق نہیں ہوا سواسطے احسن خالق نے مخلوق کو فراق دیا کہ بعد آگہی فراق و بیقراری کے لذت وصال کی پائے جسقدر آگہی فراق ہو درد زیادہ ہے واللہ اعلم ۱۲ **ؔ۳** پارہ پارہ الخ پارہ پارہ سینے سے مراد شق صدر و شکستہ دلی ہے کہ تاریکی قلب پیدا ہو چنانچہ نے ظاہری جب تک سوراخ دار نہیں ہوتی ہے صدا نہیں دیتی ہے اسی طرح نے جان جب تک شکستہ دل و درد عشق سے نہیں ہوتی ہے عوارف بیان نہیں کرتی ہے پس نے جان فراق یار سے تمنی ہے کہ درد فراق تو مجھکو اب شکستہ دل کردے تاکہ حرارت درد اشتیاق کے انکشاف انوار باطن سے میں بیان کروں کہ وہ یار مجھسے راضی ہو بموجب حدیث نبوی من احب شیأ فاکثر ذکرہ یعنے جو دوست رکھتا ہے کسی شے کو پس زیادہ کرتا ہے ذکر اسکا یا زیادہ ذکر کرنے سے جذب یار پیدا ہووے شعر اسکا شاہد حال ہے ۱۲ **ؔ۴** جو رہا ہے دور الخ ہر ایک اپنی اصل پر عاشق اور وصال کا طالب ہے بموجب حدیث نبوی کل شی یرجع الی اصلہ یعنے سب سے پہلے اپنی اصل کو رجوع کرتی ہے اسیطرح نے جان عوارف درد عشق از راہ نالے کے ہر کسی سے بیان کرکے راہ وصال یار کی ڈھونڈھتی ہے کہ شاید کوئی وسیلہ ہاتھ آئے چنانچہ شعر آئندہ اسکا مصداق حال ہے کہ جو بندہ یابندہ ہوا کرتا ہے واللہ اعلم ۱۲

من بہر جمعیتے نالان شدم	جفت خوشحالان و بدحالان شدم	[۱] میں ہر اک مجلس میں نالان ہو چکی	نیکبختون اور بدون میں مل چکی
ہر کسے از ظن خود شد یار من	از درون من نجست اسرار من	[۲] دو گمان مجھسے ملے سب یار ہو	پر نہ ڈھونڈھا مجھ میں کچھ اسرار کو
سر من از نالۂ من دور نیست	لیک چشم و گوش را این نور نیست	[۳] بھید میرا کب مرے نالے سے دور	لیک چشم اور گوش کو ذاس سے نور
تن ز جان و جان ز تن مستور نیست	لیک کس را دید جان دستور نیست	[۴] تن سے جان اور جان سے تن مخفی نہیں	پر کسی نے دید جان پائی نہیں
آتش ست این بانگ نای و نیست باد	ہر کہ این آتش ندارد نیست باد	[۵] آگ ہے یہ آواز نائی نے ہوا	آگ یہ جس میں نہو وہ ہو فنا
آتش عشق ست کاندر نے فتاد	جوشش عشق ست کاندر مے فتاد	[۶] عشق کی ہے آگ نے کے درمیان	عشق کا ہے جوش مے کے درمیان
نے حریف ہر کہ از یارے برید	پردہایش پردہای ما درید	[۷] آگئی ہے نے یار جو بے یار ہے	پھاڑے پردے اُسکے پردون نے ہے
ہمچو نے زہرے و تریاقے کہ دید	ہمچو نے دمساز و مشتاقے کہ دید	[۸] زہر و ہم تریاق مثل نے کہان	ہمدم و مشتاق مثل نے کہان

سلہ میں ہر اک الخ جان مولانا کی کہتی ہے کہ میں مانند نے ظاہری کے ہر مجلس نیکون و بدون میں یعنی محفل اہل حال و اہل قال میں شریک ہوئی اور عوارف و در آمیز جان کیسے کر کوئی میرا محرم نہ ہوا اور میرا مطلب بر آئے شعر آئندہ کہتے ہیں ۱۲ سکہ دو گمان الخ یعنی ہر ایک اپنے گمان میں مجھ سے یار ہو کر ملا مگر میرے اسرار کو نجانا کہ یہ کیون نالہ کرتی ہے یعنی ہر ایک میری صدا پر مفتون اور وجد پیدا ہونے سے رویا مگر یہ نجانا کہ یہ کس کی صدا ہے ۱۲ سکہ بھید میرا الخ نے جان کہتی ہے کہ مثل نے ظاہری کے میرا بھید کہ صداے الستی ہے میرے نالے میں موجود ہے لیکن چشم و گوش کو وہ نور نہیں ہے کہ اُسکو پہچان سکے یعنی چشم بینا و گوش شنوا نہیں ہے اسواسطے میرے نالے کا راز کسی کو معلوم نہوا اور اسے تامل ہے کہ آنکھ صدا کی گوش سے تعلق رکھتی ہے چشم سے نہیں پس مولانا نے چشم کو بیان گوش کے ساتھ کیون بیان کیا بعد تامل واضح ہوا کہ گوش دلال چشم ہے یعنی جبکہ سنتے ہیں مزہ دیکھتے ہیں کیونکہ دیکھی تمام نہیں ہوتی ہے اور جبکہ ایک حواس رنگین ہوتا ہے دوسرے حواس کو رنگین کرتا ہے چنانچہ روز میثاق ذات مطلق نے خود کو بصداے الست ظاہر کیا کہ گوش نے شنا اور جلوہ نکیا کہ چشم دیکھتی اس لیے کہ سُننے سے ہر ایک مشتاق ہوتا ہے اور دیکھنے سے عین اسواسطے یار نے خود کو صدا کی راہ سے ظاہر کیا کہ لوگ مشتاق تہ ہر ایک دیدار کے طالب ہون چنانچہ اقرار دیدار کا بعد حشر نشر کے کیا گیا تا اس لالچ سے سب لوگ بندگی مین کوشش کرین اس لیے مولانا نے بیان چشم و گوش کے ساتھ بیان کیا ہے کہ میرا بھید میرے نالے سے دور نہیں ہے مگر چشم و گوش غافلون کو وہ نور نہیں ہے کہ صداے نادر سنکر طالب دید کے ہون چنانچہ وہ دوسرے شعر میں حال دید کا بیان کرتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ سکہ تن سے جان الخ دید علم سلوک میں مشاہدہ کے معنی صوفیہ نے یہ لکھے ہیں رایت ربی علی حجاب رقیق یعنی دیکھا میں نے رب اپنے کو اوپر پردہ باریک میں ہے واضح ہو کہ رب ہر جسم کا علیحدہ ہے کیونکہ جس اسما کا وہ جسم مظہر ہے وہی اسما اُس جسم کا رب ہے بقول بحر العلوم اور بموجب حدیث قدسی عرفت ربی بربی یعنی پہچانا میں نے رب اپنے کو ساتھ رب اپنے کے پس مشاہدہ اسما کو علم الیقین کہتے ہیں چنانچہ خداوند عالم نے بھی بہ نسبت آدم علیہ السلام کے فرمایا ہے وعلم آدم الاسماء کلہا یعنی تعلیم کیا آدم کو کل اسمون سے پس یہی مشاہدہ اسمون کا کمال عرفان ہے پھر جاے صفات و ذات پس دید جان سے جذب پیدا ہوتا ہے جیسے کہ مراقبے میں مکاشفہ ہوتا ہے اسی طور سے ملاحظہ ہے شاہد و غرض کہ نے جان کہتی ہے کہ میں ہر تن کے اندر ہون اور پوشیدہ نہیں ہون لیکن کسی کو مشاہدہ حاصل نہیں ہے کہ گوش شنوا سے مجھے از راہ نالہ کے جسمون میں تلاش کر کے مشاہدہ کرے پس مولانا اس شعر سے توحید وجودی ثابت کرتے ہیں اور حسن پرستی کا راستہ بتاتے ہیں الا اسکے سمجھانے کو مرشد درکار ہے کیونکہ مولانا نے اکثر مقام دید کے مثنوی میں بیان کیے ہیں اور یہی سبب ہے حقائق مثنوی کے لوگون کی سمجھ میں نہیں آتے پس شائقین کو چاہیے کہ اول مقام دید کا مرشد سے حاصل کرے بعد مثنوی کو دیکھے تب راز مولانا کے کامل سمجھ میں آوینگے واللہ اعلم ۱۲ سکہ آگ ہے الخ اس شعر میں مولانا نے جان کو تشبیہ نے ظاہری کے پیرائے میں بیان فرمائے ہیں آواز نائی کا بانگ آتش کا رکھتا ہے جس دل میں گیا جلا دیا اسکو ہوا نہ سمجھو کہ نائی نے اس نے میں پھونکا ہے پس دل میں یہ آتش صدا آنے کی اثر رکھتا ہے درد دل فنا ہو یہ بے ذوق دیتا ہے کہ دل کو قناعت حاصل ہو پس یعنی جان ہے جو آواز کہ نکلتی ہے وہ آواز ذات مطلق کی ہے کہ صداے الستی جسکو کہتے ہیں اور اُسمین آتش عشق کی ہے اور ہواے نفسانی سے یہ آواز نہیں ہے جس والے نے جسکو پہچانا اُسکے دل میں اثر کیا کیونکہ اثر کا ہونا تحت شناخت پر ہے اس شعر میں مولانا قائل ہوگئے ہیں عادت انا باللہ کی بعد و دیتے ہیں اور اس پردے میں تعلیم وحدت کی کرتے ہیں جیسے کہ جان بھی مستی ہے ایسے ہی ظاہری کے اندر نے جان کی صدا میں آتش عشق پیدا ہو دل فنا ہو کہ یہاں دنیا میں ہے چنانچہ شعر دوسرے میں عشق کا ثبوت ہے ۱۲ سکہ عشق کی آگ الخ جو کہ صدا آنے سننے سے اہل سماع کو وجد و مستی پیدا ہوتی ہے اور سوز و گداز مولانا فرماتے ہیں کہ اس نے کے اندر نائی کے دم کا ہوا نہیں ہے آگ ہے عشق کی جیسے کہ جوش عشق کا نے کے اندر ہے کہ بیخود اور کو مست پُر سوز و گداز کرتا ہے اسیطرح صداے نے کی اہل سماع کو مست بیخود کرتی ہے پس یہی حال نے جان کا ہے قوال ہے اور اہل سماع کو وجد و بیخودی پیدا ہوتی ہے اور غفلت دور ہوتی ہے دوسرا شعر اسکا اثبات ہے ۱۲ شہ آگئی ہے الخ یعنی نے یار اس

نے حدیث راہ پر خون می کند | قصہ‌ہاے عشق مجنون می کند
محرم این ہوش جز بیہوش نیست | مر زبان را مشتری جز گوش نیست
در غم ما روزہا بیگاہ شد | روزہا با سوزہا ہمراہ شد
روزہا گر رفت گو رو باک نیست | تو بمان ای آنکہ جز تو پاک نیست
گر نبودی نالۂ نے را ثمر | نی جہان را پر نکردی از شکر
در نیابد حال پختہ ہیچ خام | پس سخن کوتاہ باید والسلام
ہر کہ جز ماہی ز آبش سیر شد | دانکہ بی روزیست روزش دیر شد
بند بگسل باش آزاد ای پسر | چند باشی بند سیم و بند زر
گر بریزی بحر را در کوزۂ | چند گنجد قسمت یک روزۂ
کوزۂ چشم حریصان پر نشد | تا صدف قانع نشد پر در نشد
ہر کرا جامہ ز عشقی چاک شد | او ز حرص و عیب کلی پاک شد
شاد باش ای عشق خوش سودای ما | اے طبیب جملہ علتہاے ما
ای دوای نخوت و ناموس ما | ای تو افلاطون و جالینوس ما

پر خطر رستے کی ذکر کرتی ہے بات | عشق مجنون کہتی ہے قصّوں کی سات
رازداں اس ہوش کا بیہوش ہے | کیونکہ خواہندہ زباں کا گوش ہے
اپنے غم میں ہوگیا بیوقت روز | روز ہمدم ہوگیا ہمراہ سوز
دن گیا تو جانے دو کچھ ڈر نہیں | تو رہو تجھ سا کوئی بہتر نہیں
گر نہ ہوتا نے کا نالہ با اثر | نے جہاں کو کیسے کرتی پر شکر
گر نہ پائے حال پختہ کوئی خام | بس سخن کوتاہ کر باقی سلام
جو کہ جز ماہی رکھے سیری آب | جو کہ بے روزی ہو دن اُسکے خراب
قید سے اب تو نکل آزاد ہو | سیم و زر کی قید میں کب تک رہے
تو جو اک دریا کو کوزے میں کرے | بس بھری تو روزی اک دن کی بھرے
تنگ چشم حارصاں کب پر ہوئی | جب صدف قانع ہوئی پر در ہوئی
جسکا جامہ عشق سے بس چاک ہے | حرص اور عیبوں سے وہ کل پاک ہے
خوش ہو اے عشق خوش سودا مرے | اے طبیب جملہ علتہا مرے
اے تو میرے دردِ ناموس ہے | اے تو افلاطون و جالینوس ہے

سلہ پر خطر الخ پس صداے نے میں خوف و خطر بھرا ہے کس واسطے کہ ظاہر الکلام اُسکا قصہ و حکایت ہے کہ نفس کو اُس سے لذت و کیفیت پیدا ہوتی ہے مگر باطن میں عاشقوں کے باتیں ہیں کہ ضلالت و گمراہی بے رہبر کے ہوتی ہے اسی طرح ترجمہ عارفوں کا ہے کہ بے ہدایت مرشد کے اسکے قول کو بطور قصہ و حکایت کے بیان کرنا گمراہی میں پڑنا ہے کیونکہ فہم اسکی مشکل ہے چنانچہ آئندہ شعر کو دیکھو ۱۲ سکہ رازدان الخ اس نے کی دھنین باطن کے ہوش کی ہیں اسکا راز دان کوئی جائے کہ جو دھن سامع میں بیہوش ہو جیسے کہ زبان کے کلام کو گوش سمجھتا ہے کہ سبب بےخبری کے وہ بے خود ہے یعنی اس کے رموز کا اہل شریعت جانتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ سکہ اپنے غم میں الخ اس طلب اہل دنیوی ہیں دن ہمارے حسرت کے گذر گئے اور اب دن بیوقت ہوا یعنی آخر عمر ہسنگی دی گئی اور ہم پر موجب آفت کی ہوئی ۱۲ سکہ دن گیا الخ دن اگر گذر گیا تو گذر جانے دو کچھ ڈر کی بات نہیں ہے کیونکہ اے رسول اللہ تم ہمارے پہنچے ہو تو دائم و قائم ہو کہ تم سے بہتر کوئی نہیں ہے ہمارے اندک توجہ میں ہمکو سب کچھ حاصل ہے ۱۲ شہ گر نہ ہوتا الخ اگر بیان سے عارفوں کا اثر نہ رکھتا تو شرع ظاہری اہل جہان کو معرفت کیسے کرتا اور لوگ لذت پذیر معرفت الٰہی سے کیونکر ہوتے ۱۲ سکہ گر نہ پائے حال الخ بے بہرہ و خام لوگ اگر عارفوں کا کچھ کار میں حال پاتے ہیں اور آگہی نہ رکھیں تو اس امر میں کچھ نہ کہو بلکہ خاموش ہو کہ خاموشی بہتر ہے باقی سلام ہے شارحین لکھتے ہیں کہ مولانا علیہ الرحمۃ نے بسبب جوش وارد کے یہ اٹھارہ شعر لکھکر اپنے عمامہ میں رکھ لیے تھے کہ صبح کو حضرت حسام الدین صاحب نے بسبیل تذکرہ الٰہی ... مولانا سے کہا کہ آپ آخر عمر میں عوارف میں لکھتے ہیں اگر کوئی مثنوی ... تحریر فرمائیں تو ... جب مولانا نے فی الفور اس پرچہ اشعار کو عمامہ سے نکال کر حسام الدین صاحب کو دیا انہوں نے پسند کیا پس وہ ... انھیں اشعار کو دیباچہ قرار دیکر قصہ شروع کر دیا ۱۲ سکہ جو کہ جز الخ تین قسم کے انسان ہیں ایک تو ماہی ہیں اس دریاے نامتناہی کے کہ مراد عارفین سے ہے کہ انکو مشاہدہ جمال الٰہی سے سیری نہیں ہوتی دوسرے زاہد و عابد کہ زہد و تقوی ظاہری پر قانع ہو کر آب معرفت سے سیری رکھتے ہیں تیسرے بے بہرہ کہ خواہشات دنیوی میں پڑے ہیں ۱۲ شہ قید سے الخ تو اب قید سے نکل کر تو آزاد ہے تو سیم و زر کی قید میں کیا پڑا ہے کب تک اور کہاں تک رہے گا ۱۲ سکہ جسکا جامہ الخ جسکا جامہ عشق سے چاک ہے وہ کلی طور پر پاک ہے ۱۲ سلہ خوش رہو الخ مولانا عشق کی تعریف بیان فرماتے ہیں جاننا چاہیے کہ عشق و محبت ایک ہی چیز کا نام ہے کیونکہ عشق کے گیارہ درجہ ہیں اول درجہ کا نام اُنس اور ساتویں درجہ کا محبت اور گیارہویں درجہ کا نام عشق ہے پس زیادہ محبت کو عشق کہتے ہیں اور یہی قرآن میں ہے بقول بحر العلوم اور یہ عشق بھی صفت خدا کو ملدو بھی صفت ملک بھی صفت انسان کی ہے جبکہ عشق انسان کامل میں طاری و ساری ہوتا ہے تو کل رگ رگ و اعضا اعضا و روح و لحم و پوست میں بجز دوست کے غیر کو نہیں چھوڑتا ہے پس مولانا فرماتے ہیں کہ اے عشق تو خوش سودا ہمارا ہے اور تو طبیب کل مرضوں کا میرا ہے اور تو میرے دارو ناموس ہے اور تو ہی افلاطون و جالینوس ہے اور بسبب عشق کے جسم خاکی کو افلاک پر ...

جسم خاک از عشق بر افلاک شد ... کوه در رقص آمد و چالاک شد
عشق جان طور آمد عاشقا ... طور مست و خر موسیٰ صعقا
دو دہان داریم گویا ہمچو نے ... یک دہان پنہانست در لبہای وے
دمدم این نائی از دمہای اوست ... ہای و ہوی روح از ہیہای اوست
یک دہان نالان شده سوی شما ... ہای و ہوی در فگنده در سما
لیک داند ہر کہ او را منظرست ... کین فغان این سری ہم زان سرست
با لب دمساز خود گر جفتمے ... ہمچو نے من گفتنیہا گفتمے
ہر کہ او از ہمزبانے شد جدا ... بے نوا شد گرچہ دارد صد نوا
چونکہ گل رفت و گلستان درگذشت ... نشنوی ان پس ز بلبل سرگذشت
سر حق پنہانست اندر زیر و بم ... فاش اگر گویم جہان برہم زنم
آنچہ نے گوید درین اندر دو باب ... گر بگویم من جہان گردد خراب
جملہ معشوق ست و عاشق پردهٔ ... زنده معشوق ست و عاشق مردهٔ
چون نباشد عشق را پروای او ... او چو مرغے ماند بے پر وای او
من چگونہ ہوش دارم پیش و پس ... چون نباشد نور یارم ہمنفس
عشق خواہد کین سخن بیرون بود ... آئینہ غماز نبود چون بود
آئینہ جانت دانی چرا غماز نیست ... زانکہ زنگار از رخش ممتاز نیست

جسم خاکی عشق سے افلاک پر ... کوه بھی ناچا اور کہ تھا چالاک تر
طور کی جان عشق یار ہو گیا ... طور مست و خر موسیٰ صعقا
دو دہان[1] رکھو ہیں گویا مثل نے ... ایک دہن پوشیده اسکے لب میں ہے
نائے کے دم کی یہ دمسازی بھی ... اسکی ہو ہا ہے یہ ہو ہا جان کی
دوسرا تیری طرف نالان ہوا ... ہائے ہو کو آسمان میں بھر دیا
پرده دانے ہے کہ جو بینا ہوا ... اس دہن کی سن ہے میں ہی صدا
سب[2] لب ہمدم کے میں ہوتا اگر ... مثل نے کے بھید کہتا سربسر
ہمزبان سے جو ہوا اپنے جدا ... لاکھ سامان رکھے پھر ہی بینوا
گل گیا جبکہ گلستان کب رہا ... ماجرا بلبل کا پھر کس نے سنا
بھید[3] حق کا زیر و بم میں ہے چھپا ... گر کہا کہدوں جہان ہو درہم
جو کہ نے کہتی ہے اندر دو باب ... گر کہوں میں ہو جہان بالکل خراب
سب[4] تماشا معشوق ہے پرده عاشقان ... زنده ہے معشوق مرده عاشقان
عشق کو خواہش نہ اسکی ہو رہی ... وه مثال مرغ بے پر ہے اخی
پیش و پس کا کیسے کچھ ہو مجھکو شعور ... جو نہ ہمدم یار کا ہو میرے نور
عشق کی خواہش ہے کھل جاوے راز ... کیا کرے آئینہ ہے گویائی انا
آئینہ کیوں راز گو تیرا نہیں ... زنگ میں آلوده جان تیرے تئیں

[1] دو دہان رکھو ہیں الخ مولانا اپنا حال ظاہر کرتے ہیں [illegible] جان کا حال در پرده کہتے ہیں اب ظاہر کہتے ہیں کہ اس نے کے مانند کہ جسکا حال [illegible] لکھا ہوں [illegible] ایک دہن ہے کہ ذات حق میں پوشیده ہے واہو سے جان کی نائی کی [illegible] دوسرا دہن [illegible] تیری طرف سے نالان ہے لیکن اس راز کو وہ سمجھتا ہے کہ جو چشم بینا رکھتا ہے کہ نے جان کے اس دہن میں صدا اس دہن کی ہے یعنی [illegible] واللہ اعلم [2] لب [illegible] اگر [illegible] اور اپنے ہمدم کے لب سے لب ہوتا مثل نے جان کا بھید [illegible] اپنے ہمزبان سے جدا ہو گیا تو وه سامان رکھے مفلس و بینوا ہے جبکہ گل گیا اور گلستان نہ رہا اور بلبل کا قصہ [illegible] اسی لئے جب یار سے جدا ہو رونق اسکی کب ہو وے ۱۲۔
[3] بھید حق الی آخره شعر زیر و بم تار دو طبلہ [illegible] باریک کو کہتے ہیں اور آواز خوش زیر و بم کے ملنے سے ہوتی ہے اسواسطے مراد وحدت میں [illegible] کی طرف اشاره کرتے ہیں اور لغت میں زیر و بم آواز باریک و موٹے تار کو کہتے ہیں پس مولانا نے جان کے دو دہن کا نالہ بیان کرتے ہیں کہ جو [illegible] بھید حق کا چھپا ہے اگر میں اسکو ظاہر کہدوں تو سارا جہان خراب و برباد ہو جاوے کس واسطے کرنے کا کسنا کوئی نہیں سمجھتا [illegible] اور زیر و بم اسکا آنکھوں سے [illegible] کوئی نہیں دیکھتا ہے گویا مولانا مقام وحدت کو بتاتے ہیں پس یہ ارشاد مرشد [illegible] اسکی دشوار ہے ۱۲ [4] سب جہان الخ شعر جہان کل حقیقت ہے عاشق نام پردے کا ہے اور معشوق زنده ہے اور عاشق مرده ہے یعنی اس پوست تن کا نام عاشق ہے باقی جو کچھ ہے وه مغز دوست تن کو مردگی ہے اور [illegible] زندگی پس جس کسی کی خواہش عشق کی نہ ہو وه مثال مرغ بے پر کے عاجز ہے پیش و پس میں خیال کیسے کچھوں جو یار کا نور میرا ہمدم نہو عشق تو چاہتا ہے کہ یہ راز تعبیر ہو جاوے مگر تیرا آئینہ دل صاف نہیں ہے جو کہ آئینہ تیرا راز گو نہیں ہے جان سے کہ وه زنگ میں آلوده ہے پس اسکو تو صاف کر ۱۲۔

تورا او در یمین و یسر تحت و فوق	بر سر و برگردنم چون تاج و طوق	زیر و بالا دہنے بائین اُسکا نیا	بس سراپا یار رکھتا ہے مجھ مین ظہور
رو تو زنگار از رخ او پاک کن	بعد از آن آن نور را ادراک کن	جا تو رُخ سے زنگ اُسکے پاک کر	بعد از اس نور کو ادراک کر
آئینہ گر زنگ آلایش جداست	پر شعاع از نور خورشید خداست	زنگ سے آئینہ جب ہووے صفا	تب ہو تابان نور خورشید خدا
این حقیقت را شنو از گوش دل	تا برون آئی بکلی زآب و گل	گوش دل سے اس حقیقت کو سنو	تا کہ آب و گل سے تم بالکل چھٹو
فہم اگر دارید جان را رہ دہید	بعد از آن از شوق پا در رہ نہید	گر سمجھ ہے جان کو رستا بتا	شوق سے اُسمین قدم کو تو بڑھا

حکایت عاشق شدن بادشاہ بر کنیزک و خریدن آن بادشاہ آن کنیزک را و رنجور شدن او

حکایت عاشق ہونا بادشاہ کا لونڈی پر اور بعد خریدنے کے بیمار ہونا اُس کا اور معالجہ کرنا طبیبون کا

بشنوید ای دوستان این داستان	خود حقیقت نقد حال ماست آن	(۲) سنو اس داستان کو تم سنو	ہے حقیقت حال میرا نقد دو
نقد حال خویش را گر پی بریم	ہم ز دنیا ہم ز عقبی برخوریم	(۳) نقد حال اپنا اگر ہم جان لین	دین و دنیا کے ہمین ثمرے لین
بود شاہی در زمانی پیش ازین	ملک دنیا بودش و ہم ملک دین	(۴) بادشاہ اگلے زمانے مین تھا ایک	ملک دنیا تھا اُسے اور دین نیک
اتفاقاً شاہ شد روزی سوار	با خواص خویش از بہر شکار	اتفاقاً شاہ ہوا اک دن سوار	اور مصاحب لے گیا بہر شکار

(۱) زیر و بالا الخ یہ شعر نور یار کا گرد اگرد مجھ مین سراپا ظہور رکھتا ہے تو جا زنگ رخ آئینہ دل سے پاک کرو اگر بعد اُس نور کو مجھ مین دیکھ کر تا تجھکو اُس الٰہی معلوم ہووے کہ مین سراپا راز الٰہی سے پُر ہون جبکہ تیرا آئینہ صاف ہو تو نور خورشید خدائیت تیرے آئینہ پر ظاہر ہو اب تم گوش دل سے حقیقت مثنوی کو سنو تاکہ کثافت آب و گل تن سے تم چھٹو اگر سمجھ ہے تم جان کو رستہ بتادو اور قدم راہ سلوک مین بڑھاؤ کہ یہ کل مثنوی علم سلوک مین لکھتے ہین چنانچہ اول حکایت مرشد کی تعریف مین ہے کہ مرشد ایسا ہونا چاہیے کہ کید نفس و سبب دنیا سے روح کو چھڑا دیوے اور دوسری حکایت مین قیاس کا حال لکھا ہے کہ پاکون کو اپنا سا قیاس نہ کرنا چاہیے بلکہ مرشد کو طلب کرنا چاہیے کہ تا رہبر ہوا اور پیران ریا کار سے خود کو بچانا چاہیے کہ وہ خود و دیگر جہان کو خراب کرتے ہین چنانچہ تیسری حکایت اُنکے فریب مین لکھتے ہین غرضکہ سالک کے ساتون مقام کا سب حال سب مثنوی مین لکھا ہے ہم ہر جا پہ ہر مقام پر ان ساتون مقام سلوک کا حال لکھین گے ۱۲ (۲) حکایت اول التعریف پیر مین مولانا نے تمام مثنوی نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین لکھی ہے اگر بظاہر قصہ و حکایت ہین مگر معنی مین کل تعریف ہوئی ہے ناظرین کو چاہیے کہ تمام مثنوی مین ہر جا و مقام پر پیش حضور کو رکھین کہ سب مضامین قصون کے آپکی مدح مین چسپان ہوتے ہین چنانچہ اس شروع حکایت مین بادشاہ مراد ہے روح سے اور لونڈی مراد ہے نفس امارہ سے اور پسر بزرگ مراد ہے دولت دنیا سے اور طبیب الٰہی مقصود ہے ذات بابرکات سرور کائنات سے بلباس پیر کہ بحکم الٰہی انہون نے کہ لونڈی نفس کو عشق دنیا سے چھڑا کر بادشاہ روح کے مطیع کیا چنانچہ ہر ایک قصے کو ایسی علامتون کے ساتھ ملاحظہ کرین تا کہ فیضیاب سعادت سے ہوویں واللہ اعلم ۱۲ (۳) دوستو الخ ایک شعر مولانا فرماتے ہین کہ اے دوستو تم اس داستان کو سنو اور یہی حال میرا سمجھو کہ میرے شاہ روح شکار معرفت کا کھیلنے صحرائے دنیا مین آئے اور لونڈی نفس کے دام عشق مین پھنس گئے یا یہ کہ تمام مثنوی عارف تلوین و تمکین مین ہے اور مولانا کو مقام دید کا انکشاف ہوا ہے تو مولانا لکھتے ہین کیفیت مین یہی حال میرا ہے اے دوستو تم سنو فافہم ۱۲ (۴) نقد حال اپنا الخ ایک شعر مولانا تجاہل عارفانہ کرتے ہین کہ حقیقت مین یہ حال میرا ہے مگر یہ نقد حال اپنا اگر ہم جان لین تو دین و دنیا کے ثمرے ہمکو ملین یعنی یہ حال تو ہم پر گذر رہا ہے مگر ہمکو معلوم نہین ہے ۱۲ (۵) بادشاہ الخ یہ شعر ایک بادشاہ دیندار یعنی عارف کامل زمانہ سابق مین تھا اور شکار کو صحرا مع مصاحبین کے گیا ۱۲۔

بہر صیدی شد او بر کوہ و دشت	ناگہان در دام عشق او صید گشت	ڈھونڈتا[1] تھا جنگل میں پہنچا تھا شکار	عشق نے اسکو کیا اپنا شکار
یک کنیزک دید شہ بر شاہراہ	شد غلام آن کنیزک جان شاہ	ایک[2] لونڈی راہ میں شہ کو ملی	شہ کی جان لونڈی کی بندہ ہو گئی
مرغ جانش در قفس چون می طپید	داد مال و آن کنیزک را خرید	مرغ جان[3] بیتاب جب تن میں ہوا	مال دیکر مول لونڈی کو لیا
چون خرید او را و بر خوردار شد	آن کنیزک از قضا بیمار شد	جو خریدا[4] اور ثمر اس کا چکھا	وہ ہوئی بیمار از راہ قضا
آن یکے خر داشت پالانش نبود	یافت پالان گرگ خر را در ربود	خر تھا[5] اک کے پاس اور پالان نہ تھا	پایا پالان گرگ خر کو لے گیا
کوزہ بودش آب می نامد بدست	آب را چون یافت خود کوزہ شکست	کوزہ اک کے پاس اور پانی نہ تھا	کوزہ ٹوٹا جو اسے پانی ملا
شہ طبیبان جمع کرد از چپ و راست	گفت جان ہر دو در دست شماست	سب[6] طبیبوں سے کہا یہ شاہ نے	جان دونوں کی تمہارے ہاتھ ہے
جان من سہل است جان جانم اوست	دردمند و خستہ ام درمانم اوست	جان[7] میری سہل جانی جان ہے وہ	میں ہوں صاحب داد درمان ہے وہ
ہر کہ درمان کرد مر جان مرا	برد گنج و در و مرجان مرا	جسنے[8] میری جان کا درمان کیا	گوہر و مرجان سے اس کو بھرا
جملہ گفتندش کہ جانبازی کنیم	فہم گرد آریم و انبازی کنیم	بولے[9] سب اس سے کہ جانبازی کرین	پہلے ہم سب مل کے باہم سوچ لین

سلہ ڈھونڈھتا الخ ایک شعر مولانا قضیۂ الٰہی کا بیان کرتے ہیں کہ دنیا کا معاملہ برعکس ہے کہ وہ بادشاہ خود تلاش شکار میں تھا کہ دام عشق میں پھنس گیا اور عشق کا دام کیا ہے جاننا چاہیے کہ عورت ہے عورت کیا چیز ہے اور مرد کیوں اسپر شیدا ہے اور انبیا علیہم السلام کو دنیا کی چیزوں میں عورت کیوں پسند ہوئی اور آدم صلوٰۃ اللہ علی نبینا کو باوجود نعمای جنت کے عورت سے کیوں تسکین ہوئی اور جسکو عنین کو عورت کی خواہش نہیں ہے اسکو عشق الٰہی بھی نہیں ہے معلوم ہوا کہ عورت مظہر خاص الٰہی ہے اور مظہر اتم خاص الخاص اسکو کہتے ہیں اور آدم کے دل سے پیدا ہوئی ہے اور عشق اسکا عین عشق الٰہی ہے مگر محرم اسکا ہزار میں ایک ہے صحبت اسکی مشاہدہ کامل ہے اور بسبب ہونے مقام دید کے گراہی بھی اتم رکھتی ہے اسیواسطے خداوند عالم نے بھی قید محرم و نامحرم کی رکھی ہے راز اسکا آگے لکھونگا ۱۲ سلہ ایک لونڈی الخ ایک شعر بادشاہ نے ایک عورت کو راہ میں ہنگام تلاش شکار کے دیکھکر از راہ عشق کے مول لیا گویا جان بادشاہ کی شاہ حق بسبب عشق کے اس لونڈی کی غلام و بندہ ہو گئی کیونکہ اسکے ظاہر پر مبتلا ہوا اور از راہ مشاہدے کے اسکے معنی کو نہ دیکھا آئندہ حال اسکا لکھونگا ۱۲ سلہ مرغ جان الخ ایک شعر بادشاہ جب عشق لونڈی میں بیتاب ہوا اور اسکو خرید لیا یعنی اپنا ملک لونڈی نفس کو کیا غلط ہوا یعنی بادشاہ جان پر باطن اسکا عاشق و غلام ہوا اور بظاہر اسکو اپنا خادمہ کیا اسواسطے اہل دنیا کا نفس غالب روح پر ہے اور بندگی انسان کی اسمین ہے کہ نفس کو مغلوب روح کا رکھے کہ تا روح بسبب اپنے غلبے کے اپنی اصل کو رجوع کرے اور نفس کو اپنا ہمرنگ کرکے اپنے ساتھ لے جاوے اسی کو المومنون لایموتون کہتے ہیں کیونکہ موت کا اطلاق اوپر نفس کے ہے بموجب کل نفس ذائقۃ الموت ۱۲ سلہ جو خریدا الخ ایک شعر بادشاہ نے جب اسے خریدا اور ثمرہ پایا قضا کار وہ لونڈی بیمار ہو گئی اور وہ عیش بادشاہ پر تلخ تھا گویا بادشاہ حقیقی نے اسکو غلط فہمی سے اس معشوقہ مجازی کو اس بادشاہ عارف پر وبال کر دیا کیونکہ سنت اللہ اسی پر جاری ہے کہ جو اسکا خواہندہ غیر کو چاہے غیرت الٰہی اسپر وبال کر دیتی ہے ۱۲ سلہ خر تھا الخ ۲ شعر مولانا اسکی مثال دیتے ہیں کہ ایک کے پاس خر تھا اور پالان تلاش کرتا تھا کہ تا خر سے نفع اٹھاوے جبکہ پالان پایا تو خر کو بھیڑیا لے گیا یا ایک کے پاس کوزہ تھا پانی نہ تھا جبکہ پانی پایا کوزہ ٹوٹا یعنی اس شے کے ہونے میں دونوں میں حسرت ہے پناہ دے اللہ اس سے ۱۲ سلہ سب طبیبوں سے الخ ایک شعر بادشاہ نے طبیبوں کی جانب توجہ کی اور استمداد چاہی اور کہا کہ جان میری اور میرے معشوق کی تمہارے ہاتھ میں ہے گویا انکو شافی مطلق جانا یعنی اس صورت میں بھی رجوع غیر کی جانب کی ۱۲ سلہ جان میری الخ ایک شعر طبیبوں سے کہا کہ میری جان سہل ہے مجھے اسکا غم نہیں ہے مگر وہ معشوقہ میری جان کے برابر ہے یعنی میری جان کی زندگی اس سے ہے اگر وہ نہ ہوئی تو میری جان کا رہنا مشکل ہے یعنی شاہ روح نے غلطی سے غیر کو بسبب عشق مجازی کے موجب حیات سمجھا ۱۲ سلہ جسنے الخ ایک شعر اور طبیبوں کو طمع دیا ہے کہ جسنے میری جان کی دوا کی ہے گوہر و مرجان سے اسکا دامن بھر دینگا یعنی نفع دنیا کا اٹھایا ۱۲ سلہ بولے سب الخ ۲ شعر سب طبیبوں نے کہا کہ ہم حتی الوسع کوشش اس معالجہ میں کرینگے مگر اول ہم باہم مشورہ کر لیں کس واسطے کہ ہر ایک ہم میں سے مسیحائے زمان ہے اور ہر درد کی دوا ہمکو معلوم ہے لیکن طبیبوں نے انشاءاللہ نہ کہا اگر اپنی حکمت کو با اثر جانا اور اللہ کو وہ امر نہ منظور ہوا پس مولانا فرماتے ہیں کہ انشاءاللہ انہوں نے بسبب تمردی کے نہ کہا اسواسطے کہ انشاءاللہ حضوری میں روا نہیں ہے کہ وہ اپنا فعل فعل حق کا جانتے ہیں گویا مولانا رفع اعتراض مقدر کرتے ہیں واللہ اعلم ۱۲

هر یکے از ما مسیح عالمے ست / هر الم را در کف ما مرہمے ست
گر خدا خواهد نه گفتند از بطر / پس خدا بنمودشان عجز بشر
ترک استثنا مرادم قسوتیست / نے همی گفتن که عارض حالتیست
ای بسا ناورده استثنا بگفت / جان او با جان استثناست جفت
هرچه کردند از علاج و از دوا / گشت رنج افزون و حاجت ناروا
آن کنیزک از مرض چون موے شد / چشم شاه از اشک خون چون جوے شد
چون قضا آید طبیب ابله شود / آن دوا در نفع خود گمره شود
از قضا سرکنگبین صفرا فزود / روغن بادام خشکی می نمود
از هلیله قبض شد اطلاق رفت / آب آتش را مدد شد همچو نفت
سستی دل شد فزون و خواب کم / سوزش چشم و دل پر درد و غم
شربت و ادویه و اسباب او / از طبیبان ریخت یکسر آبرو

ہے ہر اک ہم مین مسیحائی یہان / رکھتا ہے ہر درد کی دارو نہان
انشاء اللہ نے تمرد سے کہا / عجز انکو حق نے تب دکھلا دیا
انشاء اللہ ترک ہے غایت مری / دل کی سختی ہے نہ حال عارضی
انشاء اللہ کہتے اکثر ہین نہین / جانین انکی جان حق سے ہین ملین
[1] ہر طریقے سے کیا اسکا علاج / اور زیادہ ہو گیا ابتر مزاج
لونڈی گھل گھل کر ہوئی مانند بال / شاہ کو از بس ہوا اس سے ملال
[2] جو قضا آئے طبیب احمق بنے / اور دوا گمراہ ہو تاثیر سے
[3] سرکے سے صفرا کی افزونی ہوئی / روغن بادام سے خشکی ہوئی
قبض ہڑون سے ہوا اور بند دست / آگ بھڑکی آب سے مانند نفت
[4] دل کی سستی بڑھی اور نیند کم / آنکھ مین سوزش ہوئی اور دل مین غم
بس دوا دارو نے اس بیمار کی / آبروریزی طبیبون کی کری

ظاهر شدن عجز حکیمان از معالجه کنیزک و روی آوردن پادشاه بدرگاه خداوند حقیقی و بخواب دیدن پادشاه مبشر غیبی را و سبب صحت یافتن کنیزک

عاجز ہونا طبیبون کا علاج لونڈی سے اور بعد اسکے رجوع ہونا بادشاہ کا طرف درگاہ بادشاہ حقیقی کے اور خواب مین دیکھنا بادشاہ کا بشیر غیبی کو اور سبب اسکے صحت پانا لونڈی کا

شه چو عجز آن حکیمان را بدید / پا برهنه جانب مسجد دوید
رفت در مسجد سوے محراب شد / سجده گاه از اشک شه پر آب شد
چون بخویش آمد ز غرقاب فنا / خوش زبان بکشاد در مدح و ثنا

[5] عجز شہ نے جو اطبا کا دیکھا / پا برہنہ جانب مسجد گیا
جا کے مسجد مین اور محراب مین / رویا اور بس ڈوبا اشک آب مین
محو بے ہوش جب اسکو ہوا / تب لگا کرنے وہ بس حمد و ثنا

[1] ہر طریقے سے الخ ۲ شعر یس ان طبیبون نے ہر طور پر معالجہ کیا کچھ فائدہ نہ ہوا بلکہ مرض اسکا زیادہ ہو گیا اور وہ لونڈی از بس ضعیف و لاغر ہو گئی اور شاہ کو اس امر سے از بس ملال ہوا غرض کہ جو کوئی دعوی کرتا ہے اور خدا کو شامل نہین کرتا ہے حق تعالے اسکو ذلیل کر دیتا ہے ۱۲ [2] جو قضا آئی الخ ایک شعر جبکہ قضا آتی ہے طبیب کی عقل زائل ہو جاتی ہے اور دوا تاثیر نہین کرتی ہے یعنے آگے حکم خدا کے کسی کی نہین چلتی ہے کس واسطے خدا فرماتا ہے واللہ غالب علے امرہ یعنی اللہ غالب ہے سب کام پر ۱۲ [3] سرکے سے الخ ۲ شعر گویا دوا نے برعکس اثر کیا کہ سرکہ دافع صفرا اور روغن بادام دافع خشکی و ہڑین مسہل ہین مگر بسبب قضا کے دوا نے برعکس اثر کیا گویا آب نے مانند روغن نفت کے اور آتش کو بھڑکا دیا، روغن نفت ایک روغن ہے کہ آب پر اسکو ڈالو اور آگ لگاؤ تو وہ روشن ہوگا اور آب اسکا مانع نہین ہوتا ہے ۱۲ [4] دل کی سستی الی آخرہ ۲ شعر مرض لونڈی کا طبیبون کے معالجہ سے زیادہ ہوا گویا اس معالجہ نے طبیبون کی آبرو کھوئی یہ سب نتیجہ انکے دعوے کا ہے ۱۲ [5] عجز شہ الی آخرہ ۳ شعر جبکہ بادشاہ عجز طبیبون ظاہری سے ناامید ہوا تب خدا کی جانب توجہ کی اور طرف مسجد کے دوڑا اور سجدے مین گرا اور الحاح و زاری کی جبکہ اسکو سمجھ پیدا ہوئی حمد و ثنا کے بعد کہنے لگا ۱۲

کای کمینه بخششت ملک جہان	من چہ گویم چون تو میدانی نہان	[1] گر ترا ادنی کرم ملک جہان	کیا کہون مین جبکہ ہی تو نہان
حال ما و این طبیبان سربسر	پیش لطف عام تو باشد ہدر	حال میرا اور طبیبون کا ہی کیا	آگے رحمت کے تری بار خدا
ای ہمیشہ حاجت ما را پناہ	بار دیگر ما غلط کردیم راہ	[2] تو ہمیشہ میری حاجت کا پناہ	بار دوئم مین نے بھولی ہی یہ راہ
لیک گفتی گرچہ میدانم سرت	زود ہم پیدا کنش بر ظاہرت	[3] بولا تو گرچہ مین جانون تیرا راز	جلد ظاہر کر وہ از راہِ نیاز
چون بر آورد از میان جان خروش	اندر آمد بحر بخشایش بجوش	[4] جو کری فریاد دل سے با خدا	جوش مین دریائے بخشش آگیا
درمیان گریہ خوابش در ربود	دید در خواب او کہ پیری رو نمود	روتے روتے جو وہان تہ سو گیا	خواب مین اک پیر مرد اسکو دکھا
گفت ای شہ مژدہ حاجاتت رواست	گر غریبی آیدت فردا ز ماست	بولا ای شہ خوش ہو برآئی مراد	کل مسافر آئے سمجھنا تو ہو شاد
چونکہ آید او حکیم حاذق ست	صادقش دان کو امین و صادق ست	ہے حکیم حاذق آئے وہ امین	صادق اسکو جانیو باطل نہین
در علاجش سحر مطلق را ببین	در مزاجش قدرت حق را ببین	تو علاج اسکے مین حکمت حق کی دیکھ	اور مزاج اسکے مین قدرت حق کی دیکھ
خفتہ بود آن خواب دید آگاہ شد	گشتہ مملوک کنیزک شاہ شد	[5] تھا وہ خفتہ خواب دیکھا آگہ ہوا	بندہ بوندی کا تھا وہ اب شہ ہوا
چون رسید آن وعدہ گاہ و روز شد	آفتاب از شرق اختر سوز شد	[6] وقت وعدہ آیا اور جو دن ہوا	نکلا خورشید اور جہان روشن ہوا

۱ه گر ترا الخ یہ شعر خداوندا تیری ادنی بخشش ہے ملک دُنیا کا دینا اور تجھسے کیا عرض کرون تو دانائے راز ہے اور حال میرا اور طبیبون کا آگے دریائے رحمت تیرے کے کیا اصل ہے کہ از راہ غفلت کے یعنی تیری نافرمانی کی ۱۲ ۲ه تو ہمیشہ الخ ایک شعر کر یا تو ہمیشہ سے میری حاجتون کا جائے پناہ ہی یا مین دوسری بار راہ تیری بھولا یعنی اول بار صورت لونڈی پر عاشق ہوا اور غیر کو چاہا اور دوسرے طبیبون کی طرف متوجہ ہوکر مدد چاہی اور تیری طرف متوجہ نہوا یہ دو قصور ہوئے تو معاف کر ۱۲ ۳ه بولا تو گرچہ الخ ایک شعر خداوندا تو نے فرمایا گرچہ مین تیرا حال جانتا ہون مگر تو بھی جلد از راہ نیاز کے اُسے ظاہر کرتا مین قبول کرون بموجب اس آیہ کے ادعونی استجب لکم یعنی دعا کرو تم قبول کرونگا مین واسطے تمھارے ۴ه جو کری الی آخرہ شعر بادشاہ نے جو دل سے دعا درگاہ باری مین کی تو دریائے بخشش جوش مین آیا بادشاہ اُسی حالت مین روتا روتا سو گیا خواب مین دیکھا کہ ایک پیر مرد کہتا ہی کہ اے بادشاہ تیری مراد بر آئی کل ایک مسافر میرے مانند آئیگا وہ حکیم حاذق ہی تو اُسکو سچا جانیو اور اُسکے علاج مین حکمت حق کی دیکھیو اور قدرت خدا کی جانیو واضح ہو کہ خواب تین قسم پر ہوتا ہی ایک صالحہ دوسرا کاذبہ صالحہ اسکو کہتے ہین جو خواب مین دیکھا وہی معاملہ ہو اور بیداری مین صورت پکڑے یہ خواب چالیسوان حصہ نبوت کا ہے عارفین اسکو دیکھتے ہین دوسرا صادقہ کہ شی متمثل ہوکر بطرز دیگر معلوم ہوتی ہی اہل تعبیر اسکو معلوم کرلیتے ہین اسمین کفار بھی شریک ہین تیسرا کاذبہ یہ سب کو ہوتا ہے اور اثر نہین رکھتا ہی اور ایک واقعہ ہوتا ہے کہ عارفون کو ہنگام غفلت کے اُسمین راز معلوم ہوتا ہے پس خواب مین اور واقعہ مین یہ فرق ہی کہ خواب مین حواس ظاہری کا دخل نہین ہی اور واقعہ مین حواس ظاہری کا دخل ہی جیسے بیداری مین دخل ہوتا ہی اور خواب اسکو کہتے ہین کہ جان عالم مثال کو بذریعہ روزن دل متوجہ ہوتی ہی اور ساکنان عالم مثال وہ احکام کہ شب قدر کو برس روز کے جاری ہوچکے ہین اطلاع دیتے ہین پس یہ خواب بادشاہ عارف کے بطور واقعے کے تھے کہ ہاتف غیبی نے یہ بادشاہ کو خبر دی تھی واللہ اعلم ۱۲ ۵ه تھا وہ خفتہ الی آخرہ ایک شعر بادشاہ ابتک گویا غافل تھا اب تائید الٰہی سے خبردار ہوا اور تیرگی غفلت کی دور ہوئی اور خود کو جانا کہ مین ابتک غفلت سے بسبب عشق مجازی کے اُس لونڈی کا بندہ تھا اب بادشاہ ہوا اسی طرح پر روح غافلین کی بسبب غفلت کے بندۂ نفس کی ہی جب کہ کرم الٰہی تو بتوجہ مرشد کے بیدار ہوتا ہی جانتا ہے مین حقیقت مین بادشاہ ہوا اسواسطے خداوند عالم فرماتا ہی کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنی ای لوگو یہ نفس تمھارا اللہ نہین ہی مین، شہ ہون پس الٰہ کے معنی نفس کے ہین چنانچہ غافلین اپنے نفس کے بندے ہین اور رات دن اُسکی اطاعت مین پھرتے ہین اور خداوند عالم کی اطاعت نہین کرتے ہین ۶ه وقت وعدہ الخ یہ شعر جبکہ صبح ہوئی اور وقت وعدہ کا آیا بادشاہ جھروکے مین بیٹھا کہ جو دیکھا تھا شب کو ظاہر ہو گویا روح نور باطن کی پیدا ہو یعنے ظلمت و غفلت سے نکلے اور روزن دل پر منتظر ظہور حکم الٰہی کی رہے شعر دوم اسکے شاہد حال ہی ۱۲۔

بود اندر منظرہ شہ منتظر / تا ببیند آنچہ بنمودند سر
دید شخصے فاضلے پر مایۂ / آفتابے در میان سایۂ
می‌رسید از دور مانند ہلال / نیست بود و ہست بر شکل خیال
نیست وش باشد خیال اندر جہان / تو جہانے بر خیالے بین روان
بر خیال صلحشان و جنگشان / وز خیالے نامشان و ننگشان
آن خیالاتے کہ دام اولیاست / عکس مہرویان بستان خداست
آن خیالاتے کہ شہ در خواب دید / در رخ مہمان ہمی آمد پدید
نور حق ظاہر بود اندر ولی / نیک بین باشی اگر اہل دلی
آن ولی حق چو پیدا شد ز دور / از سراپایش ہمی میریخت نور
شہ بجائے حاجبان در پیش رفت / پیش آن مہمان غیب خویش رفت
ضیف غیبی را چو استقبال کرد / چون شکر گوئی کہ پیوست او بورد
ہر دو بحرے آشنا آموختہ / ہر دو جان بے دوختہ بر دوختہ
آن یکے چون تشنہ و دیگر چو آب / وان یکی مخمور و دیگر چون شراب
گفت معشوقم تو بودستی نہ آن / لیک کار از کار خیزد در جہان

شہ جھروکے مین تھا بیٹھا منتظر / تا نمود اُسکا ہو جو دیکھا تھا سر
مرد کامل اک دکھایا آفتاب / ابر کے سایہ مین تھا اک آفتاب
دور سے آتا ہے وہ مثل ہلال / نیست تھا اور ہست بشکل خیال
نیست کی صورت خیال اندر جہان / دیکھ عالم کو خیال اوپر روان
بس خیال اوپر ہے انکا صلح جنگ / اور خیال اوپر ہے انکا نام و ننگ
جن خیالون سے کہ پھنستے اولیا / عکس مہرویان خدا کے باغ کا
جو خیال اُس خواب مین شہ کو دکھا / صورت مہمان مین ہے وہ دکھا
نور حق ظاہر ولی مین ہوتا ہے / گر تو اہل دل ہے اسکو دیکھ لے
دور سے جو وہ ولی حق کا دکھا / سر سے پا تک اسکے پیدا نور تھا
جا دربانون کے شہ آگے بڑھا / آگے اُس مہمان غیبی کے گیا
پیشقدمی کی جو اُس مہمان کی / گویا شکر آن کر گل سے ملی
آشنا اک بحر کے دونون ملے / بے سلے دونون کے جان باہم سلے
ایک تشنہ دوسرا مانند آب / ایک خماری دوسرا مثل شراب
شہ بولا تو ہے یار میرا وہ نہین / کام سے اک کام نکلے آفرین

سلہ مرد کامل الی آخرہ دو شعر ایک مرد کامل کو دیکھا کہ بادشاہ آتا ہے گیا ابر کے سایہ مین ایک آفتاب ہے اور دور سے آتا ہی مثل ہلال کے نیست تھا اور ہست بصورت خیال یعنی منتقین مرشد کی مین یا حضرت رسول مقبول ... کی ہیں کہ وہ حکیم تھی تھے اور روشن مانند آفتاب کے مگر سایہ ابر وجود مین پوشیدہ مانند ہلال کے دیکھنے مین نیست تھے مگر بصورت خیالی ہست دکھلائی دیتے تھے جیسے کہ خیال نیست بھی ہے اور ہست بھی ہے اور خدا کی طرف سے آئے تھے بعد حقائق خیال کے سب شعار تصور کی صفت مین مولانا بیان فرماتے ہین ۱۲ سلہ دو رسے ترجمہ تو خیال عالم مین نیست کی صورت اور تمام عالم خیال پر چلتا ہے خیال سے خوش و غمگین ہیں خیل سے جنگ و صلح کرتے ہین گویا سب خیال کے پابند ہین سیوا اسکے دنیا کو خواب و خیال کہتے ہین اور نہین جانتے کہ خیال کیا شے ہے اور کہان سے آتا ہے آئندہ اسکا حال لکھا جائیگا ۱۲ سلہ جن خیالون سے الخ ایک شعر جن خیالون مین کہ اولیا اللہ گرفتار ہوتے ہین وہ عکس ہے خدا کے باغ مہرویان کا چونکہ مولانا اہل دید ہے مین مقام تشبیہ کو بیان کرتے ہین کہ دنیا باغ خدا ہے اور پیر و مرشد یا خوبان جہان عکس مہر حیثیت مرشد یا معشوق مجازی پس طالبان حق حیثیت حال چہرہ یا پیر ... تشبیہ مین تنزیہ کو کہتے ہین یعنی صورت مین معنی کو مشاہدہ کرتے ہین اور اسی خیال مین گرفتار رہتے ہین بس اسی کو الفقر مشیع الخیال کہتے ہین واللہ اعلم ۱۲
سلہ جو خیال الخ دو شعر جو خواب مین بادشاہ نے دیکھا تھا وہی نہ صورت مہمان سے دیکھا جو کہ نور حق ... اگر تو روشن ضمیر ہے تو اسکو دیکھ لے یعنی وہ بادشاہ عارف روشن ضمیر تھا اُسنے اسرار حق کو پہچان لیا ۱۲ سلہ دور سے الخ ۳ شعر جب دور سے اس ولی حق کو بادشاہ نے دیکھا کہ سراپا نور ہر مثل دربانون کے آگے بڑھا اور پیشقدمی کرکے اس سے ملا جیسے گل سے شکر ملتی ہی ۱۲ سلہ آشنا اک بحر کے الخ ۲ شعر بادشاہ اور وہ مہمان دونون واقف حق کے تھے باطن مین دل ملے باہم ایسے کہ گویا بے سلے سل گئے جیسے ایک تشنہ اور دوسرا آب اور ایک خماری اور دوسرا شراب ہوکر چل اُسکا علت رکھے ۱۲ سلہ بولا تو ہے الخ ایک شعر بادشاہ نے کہا کہ مین تجھی پر عاشق ہوا تھا کہ اُس لونڈی پر تھا ایک کام سے دوسرا کام نکلتا ہی اگر عشق مجازی نہ کرتا حقیقت کو کیسے پاتا کیونکہ المجاز قنطرۃ الحقیقۃ یعنی مجاز پلہر ہی حقیقت کی ہر وا ضح ہو کہ عشق مجازی حقیقی ایکہی چیز ہی فقط سمجھ کا فرق ہی یعنی عاشق مجازی اُسی ذات پر عاشق ہوتا ہی مگر بظاہر اُسکو صورت معشوق جانتا ہی جبکہ حقیقت کھلتی ہی تو حیران ہوتا ہی اور کہتا ہی کہ مین تو اُسی ذات پر عاشق ہوا تھا مجاز کہان غرضکہ سارا سمجھ کا پھیر ہے واللہ اعلم ۱۲—

ای مراتو مصطفی من چون عمر
ازبرای خدمتِ بندم کمر (۱

ای مراتو مصطفےٰ مین چو عمر[۱]
تیری خدمت کے لیے باندھون کمر

درخواستن توفیق رعایت ادب و وخامت بے ادبی

چاہنا توفیق رعایت ادب و ذلت بے ادبی کا

از خدا خواہیم توفیق ادب
بی ادب محروم ماند از لطف رب

بی ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

مائدہ از آسمان در می رسید
بے صداع بیع و بی رنج خرید

از میان قوم موسیٰ چند کس
بے ادب گفتند کو سیر و عدس

منقطع شد نان خوان از آسمان
ماند رنج زرع و بیل و داسمان

باز چون عیسیٰ شفاعت کرد حق
نان فرستاد و غنیمت بر طبق

مائدہ از آسمان شد عائدہ
چونکہ گفت انزل علینا مائدہ

باز گستاخان ادب بگذاشتند
چون گدایان ذلہ ہا برداشتند

کرد عیسیٰ لابہ ایشان را کہ این
دائم ست و کم نہ گردد از زمین

بدگمانی کردن و حرص آوری
کفر باشد نزد خوانِ مہتری

زان گدا رویان نادیدہ ز آز
آن در رحمت بر ایشان شد فراز

من و سلوی ز آسمان شد منقطع
بعد زان خوان نشد کس منتفع

ابر برناید پے منع زکوٰۃ
وز زنا افتد وبا اندر جہات

حق سے چاہا ہو ہمین توفیق ادب[۲]
بے ادب محروم ہین از لطف رب

بے ادب تنہا نہ خود بدتر ہوا
بلکہ اک عالم کو آفت مین رکھا

چرخ سے آتا من و سلوی مدام[۳]
بی کہے اد بے محنت بیدم و دام

قوم موسیٰ مین کئی تھے بد شعور
مانگتے وہ بے ادب بس مسور

ہو گیا موقوف من سلویٰ تبھی
پڑ گئے تکلیف کھیتی مین سبھی

پھر سفارش کی جو عیسیٰ نے بحق[۴]
آیا من سلوے کا انکو پھر طبق

آسمان سے کیون نہو وے مائدہ
جو کہا انزل علینا مائدہ

پھر ادب کرنے لگے گستاخ کم
چون گدا رکھتے بچا کھانا بہم

بسکہ فہمایش انھین عیسیٰ نے کی
یہ نہوگا کم تمھین تا زندگی

بدگمانی اور کرنا حرص کا
کفر نعمت ہے بہ نزدیک خدا

حرص انکو اور گدائی تھی پسند
انپہ دروازہ ہوا رحمت کا بند

آیا من سلوی کا موقوف ہو گیا
پھر کسی کو بھی نہین کھانا ملا

پانی کم برسے نہین دین زکات[۵]
اور ہیضہ بھی زناکاری کے ساتھ

سلہ ای مراتو الی آخرہ ایک شراب مولانا اشارہ کرتے ہین طرف حضرت رسول مقبول صلعم کے وہ حکیم غیبی فرستادہ حق تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور وہ بادشاہ مانند حضرت عمرؓ کے تھا کہ گمراہی سے راستی پر آیا اور خدمت مین حضور کے مستعد ہوا ۱۲۔

سلہ حق سے چاہا ہون الی آخرہ ۲ شعر ہلانا شالا حقایق ادب کے بیان مین فرماتے ہین کہ خداوند عالم سے مین توفیق ادب کی چاہتا ہون کیونکہ بے ادب لطف رب سے محروم ہین اور وہ خود تنہا بلا مین نہین پڑتے ہین بلکہ ایک جہان کو بلا مین ڈالتے ہین یعنی انکی بے ادبی اور گستاخی سے ایک جہان قہر الٰہی مین گرفتار ہوتا ہے کیونکہ سنت اللہ یہی جاری ہے کہ ایک کی شامت گناہ سے جہاز کو ڈوبا دیتا ہے چنانچہ یہ قصہ حضرت موسے علیہ السلام کا اس حال مین بیان کرتے ہین ۱۲ سلہ چرخ سے الی آخرہ ۲ شعر قصہ ہے کہ خداوند عالم امت موسیٰ علیہ السلام کو من سلوی آسمان سے بے سعی و کوشش کے مدام بھیجتا تھا یعنے ترنجبین اور بھونی بٹیر انکے کھانے کو تھا جبکہ انہون نے پیاز و لہسن وغیرہ بقولات کو چاہا اور ایک کھانے پر صبر نہ کیا پس اللہ نے ڈالا انکو کھیتی کی بلا مین ۱۲ سلہ پھر سفارش کی الی آخرہ ۶ شعر جبکہ زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کا آیا اور انکی امت نے بھی وہ من و سلوی چاہا پس دعا عیسیٰ علیہ السلام نے مانگی اللہم انزل علینا مائدۃ من السماء یعنی ای پروردگار میرے نازل کر اوپر میرے خوان آسمان سے چنانچہ پھر من و سلوی آنا شروع ہوا مگر امت عیسیٰ علیہ السلام نے بے ادبی کی وہ کھانا باقی رکھا ہر چند عیسیٰ علیہ السلام نے سمجھایا کہ کھانا تمھارا تمام عمر کم نہوگا از راہ حرص کے خدا سے بدگمانی نہ کرو کہ یہ کفران نعمت ہے چونکہ انکو گدائی پسند تھی اس بے ادبی سے در رحمت کا انپر بند ہو گیا اور من و سلوی کا آنا موقوف ہوا گویا چند لوگون نے یہ بے ادبی کی اور وہ در رحمت سب پر بند ہوا اسیطرح شامت اعمال سے در رحمت مخلوق پر بند ہوتا ہے ۱۲ اللہم احفظنا سلہ پانی کم برسے الخ ۳ شعر مثال دوسری مولانا فرماتے ہین کہ دیکھو شامت اعمال سے ایسی بلائین نازل ہوتی ہین کہ اگر زکوٰۃ نہ دین قحط سالی آئے اور اگر زنا کرین تو ہیضہ پس جو تجکو رنج و غم آئے جان لے کہ وہ تیری گستاخی و بیباکی ہے جان لو کہ وہ مردون کا رہزن خود نامردی ہے خدا کی بلا ہے اسکو امنی مشکل ہے ۱۲ واللہ اعلم۔

هرچه بر تو آید از ظلمات و غم	آن ز بیباکی و گستاخیست هم	جو کہ تجھپر آئے تاریکی و غم	تیری گستاخی ہے بیباکی بہم
هر که بیباکی کند در راه دوست	رهزن مردان شد و نامرد اوست	جو کرین بیباکی راہ یار مین	ہو گئے رہزن و خود نامرد ہین
از ادب پرنور گشته است این فلک	وز ادب معصوم و پاک آمد ملک	ہے ادب سے دیکھو نورانی فلک	ہے ادب سے دیکھو اور پاکی ملک
بد ز گستاخی کسوف آفتاب	شد عزازیلی ز جرات رد باب	گہن سورج کا ہے گستاخی کا پھل	اور شیطان بھی گیا اس سے نکل
هر که گستاخی کند اندر طریق	گردد اندر وادی حیرت غریق	جو طریقت مین کرے گستاخیان	وادی حیرت مین ہون بربادیان
حال شاه و میهمان برگو تمام	زانکه پایانی ندارد این کلام	حال مہمان اور شہ کا کہہ تمام	کیونکہ حد رکھتا نہین ہے یہ کلام

ملاقات شدن بادشاه با طبیب الٰهی که در خواب دیده بود و بشارت به قدوم داده شده بود

ملاقات ہوئی بادشاہ کی ساتھ طبیب الٰہی کے کہ خواب مین اسی دیکھا تھا اور اسکے آنیکی بشارت دیگئی تھی

شه چو پیش میهمان خویش رفت	شاه بود و لیک بس درویش رفت	آگے جو مہمان کے آپنے شہ گیا	شاہ تھا لیکن گیا مثل گدا
دست بگشاد و کنارانش گرفت	همچو عشق اندر دل و جانش گرفت	کھول ہاتھ اسکو بغل مین لے لیا	عشق کی صورت دل و جان مین رکھا
دست و پیشانیش بوسیدن گرفت	وز مقام و راه پرسیدن گرفت	ہاتھ و پیشانی کو اسکے چوم کر	حال رہ منزل کا پوچھا سربسر
پرس پرسان میکشیدش تا بصدر	گفت گنجی یافتم آخر به صبر	باتین کرتا صدر تک لایا اسے	اور کہا اک گنج پایا صبر سے
صبر تلخ آمد و لیکن عاقبت	میوهٔ شیرین دهد پرمنفعت	صبر کڑوا ہے مگر آخر مین وہ	میٹھے پھل دیتا ہے نفع جس سے ہو
گفت ای نور حق و دفع حرج	معنی الصبر مفتاح الفرج	بولا ای نور خدا دافع حرج	معنی الصبر مفتاح الفرج
ای لقای تو جواب هر سوال	مشکل از تو حل شود بی قیل و قال	ای لقا تیری جواب ہر سوال	تجھسے مشکل ہووے حل بے قیل و قال
ترجمان هرچه ما را در دل است	دستگیر هر که پایش در گل است	تو وہی کہتا ہے جو دل مین بسے	ہاتھ پکڑے اسکا جسکا پا پھنسے
مرحبا یا مجتبی یا مرتضی	ان تغب جاء القضا ضاق الفضا	مرحبا اے مجتبیٰ اے مرتضیٰ	گر چھپے تو تنگ ہو ہم پر فضا

سلہ ہے ادب سے الی آخرہ ۳ شعر اب مولانا عمدگی ادب کی بیان فرماتے ہین کہ آسمان بسبب ادب کے نورانی ہے اور فرشتہ بسبب ادب کے پاکی رکھتے ہین آفتاب کو گہن بسبب گستاخی کے ہوتا ہے اور شیطان بھی اسی گستاخی کے باعث مردود و خوار ہے پس جو کوئی طریقت مین گستاخیان کریگا وہ حیرت مین خوار و برباد ہوگا ۱۲ سلہ حال مہمان کا الی آخرہ ایک شعر حال میہمان اور شہ کا لکھ تمام کیونکہ حد نہین رکھتا ہے یہ کلام ۱۲ سلہ آگے جو مہمان کے الی آخرہ ۹ شعر بادشاہ آگے مہمان کے گیا اگرچہ بادشاہ تھا مگر مثل گدا کے بڑھا اور بغلگیر ہوا اور مانند عشق کے جان مین رکھا مولانا ملاقات اولیاء کرام کا حال بیان فرماتے ہین کہ جب اولیا آپس مین ملتے ہین تو انکی جان آپس مین اسی طرح ملتی ہین ظاہر مین دست بوسی کرتے ہین مگر باطن مین ملاقات دلی سے فیض حاصل باہم کرتے ہین اور سلوک منزل و مقام کا حال استکشاف کرتے ہین غرضکہ بادشاہ بعد دریافت حال مہمان کو اپنے صدر مین لایا اور کہا کہ صبر سے یہ گنج پایا ۱۲ سلہ صبر کڑوا ہے الخ ایک شعر صبر اگرچہ کڑوا ہے مگر ثمر شیرین دیتا ہے یعنی بعد رنج کے راحت ہے بموجب اس آیت کے ان مع العسر یسرا یعنی بعد رنج کے راحت ہے ۱۲ سلہ بولا ای الخ ۴ شعر بادشاہ نے کہا کہ اے نور خدا و اے حلال مشکلات و اے معنی الصبر مفتاح الفرج یعنی ضرور کر کنجی صبر خرمندی کی ہے پس شاہ نے تیرا جواب ہر سوال کا ہے اور بے درخواست کی مشکلین میری تجھ سے حل ہین اور تو وہی کہتا ہے کہ جو میرے دل مین ہے اور جو گرفتار ان بلا ہین تو انکی دستگیری کرتا ہے پس یہی سب صفتین ہادی مین ہوا کرتی ہین ۱۲ سلہ مرحبا اے مجتبیٰ الی آخرہ ۲ شعر مرحبا اے تو برگزیدہ و پسندیدہ ہے اگر تو غائب ہو جاوے تو ہمپر فضا تنگ ہے تو ہمارے قوم کا مولی ہے جو کوئی کہ تجھکو نہ چاہے تحقیق وہ ہلاک ہو جیو خداوند عالم انکی نسبت کہتا ہے کہ مین کھینچون طرف آتش کے اشارہ اس آیۃ کی طرف ہے کلا لئن لم ینتہ لنسفعا بالناصیۃ ناصیۃ یعنی اگر بس نہ کرے ابو جہل ایذائے پیغمبر مین تو پکڑونگا مین بال پیشانی اسکے کے اور کھینچون طرف دوزخ کے پس یہ اشارہ رسول مقبول صلعم کی طرف ہے ۱۲ عسہ بالضرور صبر کنجی کشادگی کی ہے ۱۲

انت منی القوم من لا یشتقی	قد دری کلا لئن لم ینته	انت منی القوم من لا یشتقی	قد دری کلا لئن لم ینته
چون گذشت آن مجلس و خوان کرم	دست او بگرفت و برد اندر حرم	جب کہ مجلس اور کھانا ہوچکا	ہاتھ پکڑا اور حرم مین لیگیا
قصهٔ رنجور و رنجوری بخواند	بعد ازان در پیش رنجورش نشاند	قصہ رنجور و رنجوری کہا	اور بٹھایا پاس اسکے بعد جا

بردن بادشاه طبیب غیبی را بر سر بیمار — لیجانا بادشاہ کا طبیب غیبی کو بیمار کے پاس

رنگ روی و نبض و قاروره بدید	هم علاماتش هم اسبابش شنید	نبض قارورہ کو دیکھا اور رنگ	اور علامت پوچھی اور اسباب ڈھنگ
گفت هر داروکه ایشان کرده‌اند	آن عمارت نیست ویران کرده‌اند	بولا جتنے اسکا ہے درمان کیا	اُسنے اس تعمیر کو ویران کیا
بیخبر بودند از حال درون	استعیذ الله مما یفترون	اسکا پہچانا نہین حال درون	استعیذ الله مما یفترون
دید رنج و کشف شد بروی نهفت	لیک پنهان کرد با سلطان نگفت	دیکھی بیماری چھپا اُسپر کھلا	پر چھپایا اور نہین شہ سے کہا
رنجش از صفرا و از سودا نبود	بوی هر هیزم پدید آید ز دود	صفرا و سودا سے بیماری نہ تھی	دود سے لکڑی کی بو سونگھین سبھی
دید از زاریش کو زار دلست	تن خوش است و او گرفتار دلست	جانا رونے سے کہ ہے بیمار دل	تندرست ہے اور رکھے آزار دل
عاشقی پیداست از زاری دل	نیست بیماری چو بیماری دل	دل کی زاری سے ہے ظاہر عاشقی	نہ کوئی ہے رنج جون رنج دلی
علت عاشق ز علتها جداست	عشق اصطرلاب اسرار خداست	رنج عاشق کا ہے رنجون سے جدا	عشق اصطرلاب ہے سر خدا
عاشقی گر زین سر و گر زان سرست	عاقبت ما را بدان شه رهبرست	ہو ادھر سے یا اُدھر سے عاشقی	جانب شہ ہمکو آخر رہبری
هر چه گویم عشق را شرح و بیان	چون بعشق آیم خجل باشم ازان	عشق کا شرح و بیان جو کچھ کیا	عشق تک پہونچا مین شرمندہ ہوا

سلہ جبکہ مجلس اور کھانا الخ ۲ شعر جبکہ وہ تواضع ہوچکی تو بادشاہ نے ہاتھ مہمان کا پکڑا اور محل سرا مین لیجاکر بیمار کے پاس بٹھایا اور حال بیمار کا اور بیماری اُسکی کا بیان کیا یعنے روح نے اُس حکیم غیبی کو دل کے اندر لے جاکر اور حال رنجوری نفس کا بیان کیا واللہ اعلم ۱۲

سلہ نبض و قارورہ الخ ۲ شعر اُس حکیم غیبی نے نبض و قارورہ اُس بیمار کا دیکھا اور علامت و اسباب پوچھی بعدہ فرمایا کہ جسنے اسکا معالجہ کیا گویا اُسنے تعمیر کو ویران کیا ہے اور اسکے کچھ مرض کو نہین پہچانا پس پناہ مانگتا ہون مین اللہ سے اس چیز کی کہ نیت کی ہے اور اُسکی بیماری کو دیکھا تشخیص سے [illegible] حال باطن دریافت کیا اور بادشاہ سے وہ حال نہ کہا ۱۲ سلہ صفرا و سودا الخ ۳ شعر اسکا مرض صفرا اور سودا کے اختلاط سے نہ تھا جیسے کہ لکڑی کا دھوئین کی بو سے حال معلوم ہوتا ہے پس نبض اُس بیمار کے رونے سے جانا کہ اسکو درد دل ہے اور یہ کسی پر عاشق ہے پس بیماری دل کے برابر کوئی مرض نہین ہے گویا یہ سب مرضون مین بدتر مرض ہے ۱۲ سلہ رنج عاشق الخ ۲ شعر عاشق مرتق کا ڈھنگ اور مرضون سے علیحدہ ہوتا ہے کیونکہ عشق اصطرلاب ہے اسرار حدا کا اصطرلاب ترازو آفتاب کو کہتے ہین کیونکہ لغت یونانی مین اصطر ترازو اور لاب آفتاب کو کہتے ہین چونکہ اُس [illegible] کہ آفتاب کا معلوم ہوتا ہے اسی طرح عشق سے حال اسرار الٰہی کا معلوم ہوتا ہے بقول بحر العلوم پس عشق واسطے دریافت راز الٰہی کے اصطرلاب ہے خواہ وہ عشق بندہ کی جانب سے ہو یا ذات مقدس کی جانب سے ہو مگر انجام کار وہ عشق ہمکو جانب شہ کے رہبر ہے واضح ہو کہ عشق ایک کشش کو کہتے ہین اگر وہ کشش دل سے اُس جانب سے پیدا ہوتی ہے تو بندے کو مقام عاشقی کا حاصل ہوگا مگر نتیجہ دونون کا ایک ہے غرض کہ عشق اول معشوق مین پیدا ہوتا ہے اور عاشق کو کھینچتا ہے چنانچہ عشق اگر اُس جانب سے ہے تو اول شہ جان کو جذب پیدا ہوتا ہے اور اگر اس جانب سے ہے تو اُس سبحان کو فیض متابعت واللہ اعلم ۱۲ سلہ عشق کا شرح الخ ۵ شعر عشق کا بیان کرتے ہین مین شرمندہ ہوا اگرچہ زبان ہر شے کو روشن کرتی ہے مگر عشق بے زبان اُس سے زیادہ حال باطن کو روشن کرتا ہے چونکہ قلم لکھنے مین تیز تھا عشق کے موقع پر آتے ہی رکا اور ٹوٹا اور کاغذ پھٹا یعنی قلم کا غذ متحمل عشق کے حال لکھنے کا نہوا بلکہ عقل بھی اسکی شرح مین عاجز ہوئی پس عشق نے خود عشق کی شرح بیان کی اصل یہ ہے کہ عشق ذات حق کی جگہ موقع مشاہدہ کا آیا تو کیفیت اُسکی وہ شدت رکھتی ہے کہ بیان اُسکا تحریر و تقریر سے باہر ہے پس تحریر عشق و شرح اُسکی سے عاجز ہے عشق خود اپنا راز کہے بقول بحر العلوم ۱۲

گرچہ تفسیر زبان روشنگرست	لیک عشق بیزبان روشن ترست	گرچہ روشنگر زبان ہی ظاہرا	لیک عشق بیزبان روشن سوا
چون قلم اندر نوشتن می شتافت	چون بعشق آمد قلم بر خود شگافت	جو قلم بس تیزرو لکھنے مین تھا	عشق کے موقع پہ آیا تو رکا
چون سخن در وصف این حالت رسید	ہم قلم بشکست ہم کاغذ درید	وصف اس حالت کا جب لکھنے لگا	ہم قلم ٹوٹا و ہم کاغذ پھٹا
عقل در شرحش چو خر در گل بخفت	شرح عشق و عاشقی ہم عشق گفت	عقل بھی شرح مین عاجز ہوئی	عشق نے خود عشق کی شرح کی
آفتاب آمد دلیل آفتاب	گر دلیلت باید از وی رو متاب	آفتاب آیا دلیل آفتاب	گر دلیل اب چاہو دیکھو بیحجاب
از وی ار سایہ نشانی میدہد	شمس ہر دم نور جانی میدہد	گرچہ پرتو اسکا دیتا ہی نشان	شمس ہر دم دیتا ہی بس نور جان
سایہ خواب آرد ترا ہمچون سمر	چون برآید شمس انشق القمر	مثل افسانہ کے سایہ نیند لائے	شمس سے شق ہو قمر باہر جو آئے
خود غریبی در جہان چون شمس نیست	شمس جان باقیست کو را امس نیست	شمس سا کوئی نہین کہین سفر	شمس جان باقی ہی او ہر جبے
شمس در خارج اگرچہ ہست فرد	میتوان ہم مثل او تصویر کرد	شمس خارج مین اگرچہ فرد ہے	کبھی تصور مثل اسکا ہوئے
لیک آن شمسی کہ شد مستش اثیر	نبودش در ذہن و در خارج نظیر	لیکن ایسا شمس ہے وہ دلپذیر	ذہن و خارج مین نہین اسکا نظیر
در تصور ذات او را گنج کو	تا درآید در تصور مثل او	گر تصور ذات کو گنج اسکی تو	تا تصور مین مثال آئے بگو
شمس تبریزی کہ نور مطلق ست	آفتابست و ز انوار حق ست	شمس تبریزی کہ مطلق نور ہے	آفتاب اک ہے خدا کے نور سے
چون حدیث روی شمس الدین رسید	شمس چارم آسمان سر در کشید	جبکہ شمس الدین کا ذکر آگیا	شمس چرخ آسمان کا چھپ گیا
واجب آید چونکہ بردم نام او	شرح کردن رمزی از انعام او	واجب آیا نام مین نے جو لیا	شرح کرنا اسکے رمز انعام کا
این نفس جان دامنم برتافتست	بوی پیراہان یوسف یافتست	پکڑا دامن میرا اسدم جان نے	پائی بو یوسف کے پیراہن کی

۵۱ آفتاب آیا الی آخرہ ۲ شعر مولانا مثال اسکی بیان کرتے ہین کہ جیسے آفتاب خود آفتاب کی دلیل ہے کہ ظاہر و بیحجاب کھائی دیتا ہی لغت مین آفتاب پر نور خورشید کو کہتے ہین کہ ہندی مین اسکا نام دھوپ ہے پس پرتو خورشید خورشید کے ہونے پہ دلیل ہی تو نے اسکو ظاہر دیکھا چاہئے جو کہ عیان ہی اسکو بیان کی کیا حاجت ہے بقول استاد کے عیان راچہ بیان اگرچہ پرتو آفتاب کا پتہ بتایا ہے لیکن شمس عشق ہر دم نور جان دیتا ہے کہ حقایق موجودات اس سے ظاہر ہوتے ہین کیونکہ ذات حق موجودات ہے پرتو شمس ظاہر ہوا کہ قمر ہے خواب غفلت لاتا ہے مثل افسانہ کے مگر شمس عشق جب ظاہر ہوتا ہے تو قمر غفلت کو پھاڑ ڈالتا ہے بقول بحر العلوم ۱۲ ۵۲ شمس سا الی آخرہ ۲ شعر شمس خاک سے اندر جہان مین کوئی مسافر نہین ہے کہ رات دن سفر مین گردش کرتا ہے الا شمس جان جب طلوع کرتا ہے ہمیشہ قائم رہتا ہے اگرچہ شمس یک واحد ہے اور خارج مین مثل اسکا نہین ہے عقل خیال مین مثل اسکی لا سکتی ہے، ور شمس ذات کا ذہن و تصور سے پاک ہے پس ذات کو اسکی تو ایکس نے تصور کرتے ہین تا کہ مثل آسکے تیرے تصور مین آئے کیونکہ اسمین سب کچھ ہے بحر العلوم ۱۲ ۵۳ شمس تبریزی الخ ۳ شعر مولانا شمس عشق سے انتقال کرتے ہین طرف شمس الدین تبریزی علیہ الرحمۃ کے کہ مرشد مولانا کے تھے کہ وہ شمس تبریزی ایک مطلق نور آیک آفتاب نور خدا سے کہ انکی صحبت سے شمس عشق مجھ مین روشن ہوا کہ حقایق اس سے کھلا جیسے آفتاب سے سب چیز دکھائی دیتی ہے اسی طرح سے شمس عشق سے حقایق منکشف ہوتے ہین جبکہ ذکر شمس الدین علیہ الرحمۃ کا آگیا تو شمس فلک خجل ہو گیا اسواسطے کہ حقایق عشق سے منکشف ہوتے ہین جیسے نہین ہوتے ہین جبکہ شمس الدین کا ذکر آیا تو شمس چھپ گیا تو مجھکو واجب ہے کہ انکی بخشش و توحید کا مین حال لکھون ۱۲ ۵۴ پکڑا دامن الی آخرہ ۳ شعر ہے کہ جان نے یہ بات مجھسے سنی کہ بخشش انعام شمس الدین کا کو نہ بیان کرونگی بطاقت ہو کر میرا دامن پکڑا اور درپے ہوا کہ حال بیان کر کہ میرا برسون کا حق صحبت تجھپر ہے تا زمین سے آسمان تک روشنی عشق درج کو ہو ۱۲

گر برای حق صحبت سالہا	باز گو رمزی از ان خوشحالہا	حق صحبت سالہا کیواسطے	پھر کہو اُس بھید کو خوشحال سے
تا زمین و آسمان خندان شود	عقل و روح و دیدہ صد چندان شود	تا زمین سے آسمان تک ہو خوشی	عقل و روح اور آنکھ کو ہو روشنی
گفتم ای دور اُفتادہ از حبیب	ہمچو بیماری کہ دور ست از طبیب	پس کہا مینے ای مہجور حبیب	تو ہی مانند مریض بے طبیب
لا تکلفنی فانی فی الفنا	کلت افہامی فلا احصی ثنا	لا تکلفنی فانی فی الفنا	کلت افہامی فلا احصی ثنا
کل شی قالہ غیر المفیق	ان تکلف او تصلف لا یلیق	کل شی قالہ غیر المفیق	ان تکلف او تصلف لا یلیق
من چہ گویم یک رگم ہشیار نیست	شرح آن یاری کہ او را یار نیست	کیا کہوں اک رگ مری ہشیار ہے	یار کی شرح کہ جو بے یار ہے
شرح این ہجران و این خون جگر	این زمان بگذار تا وقت دگر	پھر بیان ہجر اور درد جگر	پھر کبھی کہنا تو اب موقوف کر
خود ثنا گفتن ز من ترک ثناست	کین دلیل ہستی و ہستی خطاست	ہے ثنا کرنا مری ترک ثنا	یہ دلیل ہستی کی ہے ہستی خطا
ہر چہ می گویم موافق چون نبود	پس تکلف نیک نا لایق نمود	کہنا میرا پھر موافق کب ہوا	جب تکلف تمکو نا لایق دکھا
قال اطعمنی فانی جائع	فاعجل فالوقت سیف قاطع	قال اطعمنی فانی جائع	فاعجل فالوقت سیف قاطع
صوفی ابن الوقت باشد ای رفیق	نیست فردا گفتن از شرط طریق	صوفی ابن الوقت ہوتا ہے رفیق	پھر کبھی کہنا یہ نہ شرط طریق
تو مگر خود مرد صوفی نیستی	نقد را از نسیہ خیزد نیستی	مرد صوفی کیا نہیں تو ہوشیار	نیست کرتا نقد کو ہے پس ادھار
گفتمش پوشیدہ خوشتر سر یار	خود تو در ضمن حکایت گوش دار	پس کہا مینے نہان خوشتر ہے راز	ہو حکایت کے ضمن میں آشکار
خوشتر آن باشد کہ سر دلبران	گفتہ آید در حدیث دیگران	ہے وہ بہتر کہ حدیث دلبران	دوسروں کی بات میں ہووے عیان
گفت مکشوف و برہنہ بے غلول	باز گو رنجم مدہ ای بوالفضول	بولی ظاہر اور کھلے تم بات کو	پھر کہو اور رنج مجھکو تم نہ دو

سلہ پس کہا مینے الخ یہ شعر پس مینے اُسنے کہا کہ ای مہجور یار تو مریض بیمار ہے چونکہ تکلیف مت دے کہ مین عالم تجرید مین فنا ہون کہ فہم مرا ناقص ہے مجھ سے تعریف شمس کی نہوسکے گی کیونکہ جسکی عقل بجا نہو وہ کیا کرسکے اور اگر تکلف کرے یا لاف مارے تو روا نہین ہے پس کیا شرح یار کی کہون مین کہ ایک رگ میری ہوشیار نہین ہے یہ بیان ہجر و درد جگر پھر کہونگا اب تو موقوف رکھ کہ ثنا کرنا میری ترک ثنا ہے کس واسطے کہ دلیل ہستی کی ہے اور ہستی خطا ہے پھر کہنا میرا کب موافق ہوا جب کہ تکلف تم کو نالایق دکھائی دیا ۱۲-

سلہ قال اطعمنی الخ یہ شعر جان نے کہا کہ مجکو غذا دے تحقیق مین بھوکھی ہون جلدی کر کہ وقت ہلاکی کا ہے کیونکہ صوفی ابن الوقت ہوتا ہے پھر کبھی کہنا کب شرط طریقت سے ہے اور تو مرد صوفی نہین ہے کہ نقد کو اُدھار پر رکھ کر نیست کرتا ہے غرض کہ صوفی ابن الوقت اور صافی ابو الوقت ہوتا ہے صوفی ابن الوقت اُسکو کہتے ہین کہ وہ مغلوب حال ہوتا ہے جسوقت اسپر حال طاری ہوتا ہے وہ تصرف کرتا ہے اور خوارق اُس سے پیدا ہوتے ہین اور صافی ابو الوقت اُسکو کہتے ہین کہ حال اُسکا مغلوب ہوتا ہے جب وہ چاہتا ہے صاحب حال ہوتا ہے اور تصرف کرتا ہے پس جان کہتی ہے کہ تو صوفی ابن الوقت ہے یہ وقت آیا ہوا ہاتھ سے نہ دے کہ پھر تجھے فرصت بیان کی ملے یا نہ ملے کہ نقد را بنسیہ گذاشتن کار خردمندان نیست ۱۲ سلہ پس کہا مینے الخ یہ شعر مینے کہا کہ بھید یار کا حکایت کے ضمن مین پوشیدہ کہنا بہتر ہے کس واسطے کہ راز یار کا دوسروں کے باتوں مین خوشتر معلوم ہوتا ہے اور در پردہ بیان سے عشرت و لذت رکھتا ہے ۱۲ سلہ بولی ظاہر اور کھلی الخ یہ شعر جان نے جواب دیا کہ تو ظاہر اور کھلم کھلا کہہ اور مجکو تکلیف نہ دے کہ مین اسی بت نفس کے ساتھ پردہ تن مین ہون کیونکر رہون مینے کہا کہ اگر یہ از بے پردہ ہوجاتے تو پھر نہ جسم و پردہ رہیگا نہ تیرے اُسکے نور جلال سے یہ صورت فنا ہوجاویگی اگر تو اسکا ظہور چاہتی ہے تو اندازہ سے چاہ کہ پہاڑ کا بوجھ کاہ سے کب اُٹھ سکتا ہے جیسے کہ آفتاب سے عالم روشن ہے اگر آفتاب نزدیک آجاوے اور اپنی حد اعتدال سے تجاوز کرے تمام عالم جل جاوے اسیطرح تو عالم کی خرابی مت چاہ اور آنکھ بند کر کہ بیان شمس تبریز مثال آفتاب کے ہے جان خراب پائدار ہوجائیگی پس اُس کی ابتدا و انتہا نہین ہے تو اسکو موقوف کر اور اس حکایت کو تمام کرکے بھوکا ہون ۱۲ سلہ جلدی کہ زمانہ شمشیر بران ہے ۱۲-

سلہ تکلیف مت دے کہ عالم تجرید مین فنا ہون مین ۱۲ سلہ مراد مرشد کامل کی تعریف اور مرتبہ کی بزرگی سے ہے ۱۲ سلہ یعنی کلام کسی کی عقل بجا نہین ہے ۱۲ سلہ اگر تکلیف کرے یا لاف مارے نہین لائق ہے ۱۲ سلہ کہنا تو اسکا مجکو گویا بھولا ہون

پرده بردار و برهنه گو ز من	من نه گنجم با صنم در پیرهن	کھول پردہ اور بے پردہ کہو	ساتھ بُت کے کب گذر پردہ مین ہو
گفتم ار عریان شود او در عیان	نی تو مانی نی کنارت نی میان	تب کہا پردہ وہ ہووے اگر	تو نہ رہے اور نہ آغوش و کمر
آرزو می خواه لیک اندازه خواه	بر نتابد کوه را یک برگ کاه	چاہ اُسکو لیکن اندازے سے چاہ	کب اُٹھائے کوہ کو اک برگ کاہ
آفتابی کز وی این عالم فروخت	اندکی گر پیش آید جمله سوخت	روشنی عالم کو ہے خورشید سے	گر ذرا آگے بڑھے عالم جلے
تا نگردد خون دل جان جهان	لب ببند و دیده بر بند این زمان	تا نہو جائے جہان جان تباہ	لب کو اسدم بند کر روک اب نگاہ
بیش ازین آشوب و خونریزی مجو	بیش ازین از شمس تبریزی مگو	اُس سے زیادہ تم خرابی مت کرو	شمس تبریزی سے زیادہ مت کہو
این ندارد آخر و آغاز کو	رو تمام این حکایت باز گو	ابتدا اور انتہا اُس کی کہان	کر تمام اب اس حکایت کا بیان

خلوت طلبیدن طبیب از پادشاه جهت دریافت مرض کنیزک

خلوت چاہنا طبیب کا بادشاہ سے واسطے دریافت کرنی مرض لونڈی کی

چون حکیم ازین سخن آگاه شد	وز درون همداستان شاه شد	جو حکیم اُس بات سے آگہ ہوا	دل سے وہ ہمداستان شہ ہوا
گفت ای شه خلوتی کن خانه را	دور کن هم خویش و هم بیگانه را	بولا اے شہ خالی اپنا گھر تو کر	اپنے بیگانے کو اُس سے دور کر
کس ندارد گوش در دهلیزها	تا بپرسم از کنیزک چیزها	نہ سُنے دہلیز تک کوئی یہ بات	تاکہ پوچھون اب مین اس لونڈی سے بات
خانه خالی کرد شاه و شد برون	تا بپرسد از کنیزک او فسون	گھر کو خالی کرکے شہ باہر گیا	تاکہ لونڈی سے وہ پوچھے ماجرا
خانه خالی کرد و یک دیّار نی	جز طبیب و جز همان بیمار نی	گھر مین پھر کوئی نہین اغیار تھا	اک حکیم اُس جا تھا اور بیمار تھا
نرم نرمک گفت شهر تو کجاست	که علاج اهل هر شهری جداست	[52] پوچھا تیرا شہر ہے اب کونسا	کیون علاج ہر شہر کا ہوتا جدا
واندر آن شهر از قرابت کیست	خویشی و پیوستگی با چیستت	کون ہے اُس شہر مین تیرے سبب	کن سے رشتہ داری ہے تجھکو نصیب
دست بر نبضش نهاد و یک بیک	باز می پرسید از جور فلک	نبض پر رکھہ ہاتھ پوچھا ایک ایک	ماجرا دورِ فلک کا بد و نیک
چون کسی را خار در پایش خلد	پای خود را بر سر زانو نهد	[53] جو کسی کے پاؤن مین کانٹا لگے	پاؤن کو زانو پہ اپنے وہ رکھے

٥١ جو حکیم اس بات سے الخ ۲ شعر جب اس راز سے حکیم خبردار ہوا دل کی راہ سے بادشاہ کو کہا کہ اے بادشاہ تو اپنے خانۂ دل کو ماسوا سے خالی کر تاکہ اس ظاہر تک کوئی اس راز سے آگہ نہو تاکہ لونڈی نفس سے مین حال پوچھون پس بادشاہ روح نے خانۂ دل کو تعلقات و خیالات سے خالی کیا کہ بجز حکیم و بیمار کے کوئی غیر نہ رہا ۱۱ ٥٢ پوچھا تیرا الخ ۳ شعر اُس حکیم غیبی نے بیمار سے پوچھا کہ تو کس شہر کی رہنے والی ہے کس واسطے کہ ہر شہر کا معالجہ علیحدہ ہوتا ہے اور اُن شہرون مین کون تیرے رشتہ دار ہین غرضکہ نبض پر ہاتھ رکھا اور ایک ایک ماجرا گذشتہ اُس بیمار سے پوچھا گویا یہ تعلیم ہے کہ صوفیاے کرام ہنگام تلقین کے مرید کو خلوت گاہ مین تنہا بٹھا کر حال گذشتہ دریافت کرکے نفس امارہ کو صلاحیت دیتے ہین ۱۲ ٥٣ جو کسی کے پاؤن مین الخ ۲ شعر مولانا اسکی مثال فرماتے ہین جیسے کہ ایک شخص کے پاؤن مین کانٹا لگے اور اُس پاؤن کو اپنے زانو پر رکھ کر سوئی سے کانٹے کو ڈھونڈھے اور اگر نہ معلوم ہو اُس خار کو لب سے تر کرے جبکہ کانٹے کے ڈھونڈھنے مین تو یہ مشکل ہے جسکے دل مین خار عشق کا کھٹکا ہو وہ کیونکر معلوم ہو اگر دل کا کانٹا ہر کوئی معلوم کرتا یہ غم و غصہ کاہے کو کھاتا اور تکلیف اُٹھاتا آگے مثال دوسری بیان کرتے ہین ۱۲-

ور بسر سوزن ہمی جوید سرش ۔ ور نیابد می کند بالب ترش
خار در پا شد چنین دشوار یاب ۔ خار در دل چون بود وادہ جواب
خار دل را گر بدیدی ہر خسے ۔ کی غمان را دست بودے بر کسے
کس بزیر دم خر خارے نہد ۔ خر نداند دفع آن بر می جہد
چون جہد آن خار محکم تر زند ۔ عاقلے باید کہ خارے بر کند
خر زبہر دفع خار از سوز و درد ۔ جفتہ می انداخت صد جا زخم کرد
آن لگد کے دفع خار او کند ۔ حاذقے باید کہ بر مرکز تند
آن حکیمے خار چین استاد بود ۔ دست می زد جا بجا می آزمود
زان کنیزک بر طریق داستان ۔ باز می پرسید حال دوستان
با حکیم او رازہا می گفت خوش ۔ از مقام و خواجگان و شہر تاش
سوئے قصہ گفتنش می داشت گوش ۔ سوئے نبض و جستنش می داشت ہوش
تا کہ نبض از نام کی گردد جہان ۔ او بود مقصود جانش در جہان
دوستان شہر خود را بر شمرد ۔ بعد از ان شہر دگر را نام برد
گفت چون بیرون شدی از شہر خویش ۔ در کدامین شہر بودی تو بیش
نام شہرے گفت و زان ہم در گذشت ۔ رنگ روی و نبض او دیگر نگشت
خواجگان و شہرہا را یک بیک ۔ باز گفت از جای و از نان و نمک
شہر شہر و خانہ خانہ قصہ کرد ۔ نے رگش جنبید نے رخ گشت زرد

اور کانٹے کو وہ ڈھونڈھے کوئی سے ۔ جو نہ پائے لب سے وہ چاٹ کرے
پانو مین کانٹا تو مشکل سے ملے ۔ دلمین کانٹے کا ہو کھٹکا کیا کرے
دل کے کانٹا ہر کوئی گر دیکھتا ۔ غم کا صدمہ کب کسی پر پہونچتا
خر کی دم مین کوئی کانٹا رکھے ۔ کودے خر اسکو نہ دفع کر سکے
کودنے سے کانٹا اور مضبوط ہو ۔ چاہیئے عاقل کہ کھینچے خار کو
دفع کرتے خار کو خر دوڑ سے ۔ لاتین مارے آپکو زخمی کرے
دفع کانٹا لات کب اسکی کرے ۔ چاہیے استاد اسکو کھینچ لے
کانٹا چننے مین حکیم استاد تھا ۔ ہاتھ رکھتا جا بجا اور دیکھتا
لونڈی سے وہ بسبیل تذکرا ۔ دوستون کا حال اسکے پوچھتا
حال وہ کہتی تھی اپنا بر ملا ۔ مالکون اور منزلون ہم شہر کا
بات کی جانب تو اسکا کان تھا ۔ نبض کی حرکت پہ اسکا دھیان تھا
کونسی ہے نبض کس کے نام پر ۔ تاکہ مقصد کا ملے اسکے اثر
اپنے یارون شہر کی گنتی کرے ۔ بعد اور شہرون کے یادگی کرے
پوچھا شہر اپنے سے تو جب چلی ۔ کون سے شہر مین تو زیادہ رہی
نام وہ شہرونکا جبکہ لے چلی ۔ نبض و رنگت کچھ نہ کم زیادہ ہوئی
مالکون شہرونکا اک اک پھر کہا ۔ ہر جگہ پر جو جو کھایا اور پیا
قصہ گھر گھر شہر شہرونکا کہا ۔ رگ ہلی نہ رنگ زرد اسکا ہوا

سلہ خر کی دم مین الخ ۹ شعر مولانا مثال مین تکلف کے فرماتے ہین کہ جیسے کوئی شخص کانٹا خر کی دم مین رکھے ہر چند خر کودے مگر اسکو دور نہ کر سکے اور کودنے سے کانٹا زیادہ مضبوط ہو عقلمند کو چاہیے کہ اسکی دم سے کھینچے بلکہ کانٹا دور کرنے کے واسطے خر لاتین مارے بسبب درد کے اور خود کو زخمی کرے مگر اسکی لاتین اس کانٹے کو دور نہ کر سکین چاہیے کہ کوئی استاد اس کانٹے کو کھینچے الغرض وہ حکیم کانٹا چننے مین استاد تھا وہ جا بجا ہاتھ رکھکر دیکھتا اور لونڈی سے بسبیل تذکرہ اسکے دوستون کا حال پوچھتا تھا اور وہ لونڈی حال اپنے مالکون اور منزلون اور شہرون کا کہتی تھی پس حکیم کا باتون کی طرف کان تھا اور نبض کی طرف دھیان تھا اس لیے کہ اسکی نبض کس کے نام پر چھٹی ہے کہ مقصد کا اسکے پتہ چلے ۱۲ سلہ اپنے یارون الخ ۷ شعر اس لونڈی نے اپنے یارون اور شہرون کی گنتی کی بعد اسکے اور یارون و شہرون کی گری اور پوچھا کہ شہر اپنے سے جبکہ چلی کون سے شہر مین زیادہ رہی جب نام شہرون کا لے چکی تو نبض و رنگت اسکی کچھ کم و زیادہ نہوئی بعدہ حال پھر مالکون کا و شہرون کا کہا اور جو جو کھایا و پیا تھا بیان کیا اور گھر گھر و شہر شہر کا ذکر کیا نہ رگ ہلی نہ زرد رنگ ہوا نبض اسکی جیسی تھی ویسی ہی رہی جبکہ سمرقند کا ذکر شیرین آیا دفعتًا اس نے آہ سرد درد سے کھینچی اور اشک آنکھون سے جاری ہوئے پس معلوم ہوا کہ یہ کسی پر عاشق ہے اور مرض عشق مین گرفتار ہے ۱۲۔

نبض او بر حال خود بد بے گزند	تا بپرسید از سمرقند چو قند	نبض اُسکی جیسی تھی ویسی رہی	تا سمرقند اُسنے میٹھی بات کی
آہ سردے برکشید آن ماہ رو	اشک از چشمش روان ہمچو جو	آہ کھینچی سرد اُس نے زرد سے	اور جاری اشک آنکھوں سے ہوئے
گفت بازرگانم آنجا آورید	خواجہ زرگر در آن شہرم خرید	بولی سوداگر وہان لایا مجھے	اور زرگر نے خریدا تھا مجھے
در بر خود داشت شش ماہم فرو	چون بگفت از آتش غم برفروخت	بیچا مجھکو چھ مہینے رکھ بہم	یہ کہا اور بھڑکی اُسکی نار غم
نبض جست و روی سرخ و زرد شد	کز سمرقندی زرگر فرد شد	نبض کودی رنگ زرد اُسکا ہوا	ہے سمرقندی یہ زرگر کا پتا
چون ز رنجور آن حکیم این راز یافت	اصل آن درد و بلا را باز یافت	جو حکیم آگہ ہوا اس راز سے	اصل بیماری کی جانی ناز سے
گفت کوی او کدام است در گذر	او سرپل گفت و کوی غاتفر	بولا کوچہ رستہ اُسکا کونسا	غاتفر کوچہ سرپل راستہ
گفت آنگہ آن حکیم باصواب	آن کنیزک را کہ رستی از عذاب	تب حکیم باصفا نے یہ کہا	لونڈی سے خوش ہو گئی تیری بلا
گفت دانستم کہ رنجت چیست زود	در علاجت سحرہا خواہم نمود	مین نے جانی درد کی تیرے دوا	سحر کرتا ہون کہ جلدی ہو شفا
شاد باش و ایمن و فارغ کہ من	آن کنم با تو کہ باران با چمن	خوش رہو بے ڈر رہو فارغ رہو	وہ کرون تجھسے جو بارش باغ کی
من غم تو می خورم تو غم مخور	بر تو من مشفق ترم از صد پدر	مین ترا غم کھاتا ہون تو غم نہ کھا	مین ترا مشفق پدر سے ہون سوا
ہان و ہان این راز را با کس مگو	گرچہ شاہ از تو کند بس جستجوی	تو خبردار اب کسی سے راز کو	مت کہو گر پوچھے شہ بھی چپ رہو
تا توانی پیش کس مکشای راز	بر کسے این در مکن زنہار باز	ہو سکے جب تک کسی سے راز کو	مت کہو مت کھولو ہرگز در کو تو
چونکہ اسرارت نہان در دل شود	آن مرادت زودتر حاصل شود	گو چھپاؤ بھید اپنے دلمین گر	تیری حاصل ہو مراد اب جلد تر
گفت پیغمبر کہ ہر کو سر نہفت	زود گردد با مراد خویش جفت	بولے پیغمبر چھپاوے راز جو	پس مراد اپنی کو جلدی پاوے وہ
دانہ چون اندر زمین پنہان شود	بعد ازان سرسبزی بستان شود	جو زمین مین دانہ پوشیدہ رہے	بعد وہ سرسبز اور تازہ رہے
زر و نقرہ گر نبودندی نہان	پرورش کے یافتندے زیر کان	سیم و زر پوشیدہ گر ہوتا نہین	پرورش کب پاتا وہ زیر زمین

سـ۱ف بولی سوداگر الخ ۹ شعر لونڈی نے کہا کہ مجھکو ایک سوداگر سمرقند مین لایا اور ایک زرگر نے مجھے خریدا اور چھ مہینے مجھے اپنے ہم صحبت رکھا پس یہ کہا کہ آتش عشق اُسکے کی بھڑکی اور نبض کودی اور رنگ زرد ہوا جو کہ حکیم دانا تھا معلوم کیا یہ سمرقندی زرگر پر عاشق ہے اور اُسکو عشق کا آزار ہے پوچھا کہ سمرقند مین وہ کہان رہتا ہے کہا غاتفر محلہ اور سرپل راستہ اُسکا ہے پس حکیم نے لونڈی سے کہا کہ تو اب خوش ہو تیری بلا گئی مین نے مرض کی دوا تیری جانی تجھکو اب جلد شفا ہوگی اب تو خوش رہو مین تیرے ساتھ اب وہ کرونگا کہ جو بارش باغ کے ساتھ کرتی ہے مین تیرا غم کھاؤنگا تو اب غم نہ کھا کہ مین تیرا پدر سے زیادہ مشفق ہون ۱۲۔

سـ۲ف تو خبردار الخ ۴ شعر اب تو خبردار کسی سے اپنا راز نہ کہنا اگر بادشاہ بھی پوچھے اور ہرگز اس راز کا دروازہ کسی پر مت کھولنا اگر تو اپنا بھید دل مین پوشیدہ رکھے گی تیری مراد جلد پوری ہوگی مولانا تعلیم فرماتے ہین کہ جو تجھکو مرشد سے راز پہونچے اُسکو پوشیدہ رکھ کہ تا نور پیدا ہو اور تاثیر جلد کرے چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الحدیث من کتم سرہ حصل امرہ یعنی جس نے چھپایا بھید اپنا اُسنے مقصد پایا ۱۲۔

سـ۳ف جو زمین مین الی آخرہ ۲ شعر مولانا مثال اسکی فرماتے ہین کہ دیکھو جو دانہ زمین میں پوشیدہ رہتا ہے بعد کو سرسبز و شاداب ہوتا ہے اور سیم و زر اگر زمین مین پوشیدہ نہ ہوتا تو پرورش کب پاتا گویا راز اخفا کرنے سے کمال کو پہونچتا ہے ۱۲۔

وعدہ ہا و لطفہاے آن حکیم / کرد آن رنجور را ایمن ز بیم
وعدہ ہا باشد حقیقی دلپذیر / وعدہ ہا باشد مجازی تاسہ گیر
وعدۂ اہل کرم گنج روان / وعدۂ نااہل شد رنج روان
وعدہ را باید وفا کردن تمام / ور نخواہی کرد باشی مرد خام

اُس حکیم اللہ کے اقرار نے / خوف زائل کر دیا بیمار سے
کرتا ہے وعدہ حقیقی بس خوشی / کرتا ہے وعدہ مجازی بیکلی
وعدۂ اہل کرم ہے جاے گنج / وعدۂ نااہل دیوے فکر و رنج
چاہیے ہے وعدہ بس کرنا وفا / جو نچاہے کرنا وہ ہے بے حیا

در یافتن آن طبیب الٰہی رنج کنیزک را و بادشاہ را وا نمودن
تب اُس طبیب الٰہی نے لونڈی کا مرض پہچانا اور بادشاہ کو اُس سے اطلاع دیا

آن حکیم مہربان چون راز یافت / صورت رنج کنیزک باز یافت
بعد ازان برخاست عزم شاہ کرد / شاہ را زان شمۂ آگاہ کرد
گفت شاہ اکنون بگو تدبیر چیست / در چنین غم موجب تاخیر چیست
گفت تدبیر آن بود کان مرد را / حاضر آریم از پئے این درد را
قاصدی بفرست کاخبارش کند / طالب این فضل و ایثارش کند
مرد زرگر را بخوان زان شہر دور / با زر و خلعت بدہ او را غرور
تا شود محبوب تو خوشدل بدو / گردد آسان این ہمہ مشکل بدو
چون ببیند سیم و زر آن بینوا / بہر آن گردد ز خان و مان جدا
زر خرد را والہ و شیدا کند / خاصہ مفلس را کہ خوش رسوا کند

اُس حکیم مہربان نے راز کو / پا لیا اور لونڈی کے دل کے رنج کو
بعدہٗ نزدیک شہ کے وہ گیا / شہ کو تھوڑے بھید سے آگہ کیا
بولا شہ اب اسکی کیا تدبیر ہے / ویسے غم مین کیون بھلا تاخیر ہے
بولا یہ تدبیر ہے اُس مرد کو / لاوین ہم تا ہو شفا اس درد کو
بھیجو قاصد تا خبر اُسکو کرے / تا وہ خواہشمند بخشش کا رہے
مرد زرگر کو بلاؤ شہر سے / دی کے خلعت کر دو بے غم دہر سے
تا ترا محبوب خوشدل اُس سے ہو / اور یہ آسان تیری مشکل اُس سے ہو
سیم اور زر جب کہ دیکھے وہ کثیر / چھوڑ دے گھر اور وطن اپنا فقیر
عقل کو زر والہ و شیدا کرے / خاص کر مفلس کو وہ رسوا کرے

۵۱ اُس حکیم اللہ کے الخ ایک شعر اُس حکیم کے اقرار نے اُس بیمار کے خوف و بیماری کو رفع کیا اسی طرح مرشد کی تلقین راز سے جمعیت باطن پیدا ہوتی ہے اور خوف و رجا سے نجات پاکر خالصاً مخلصاً یار کے واسطے ریاضت کرتا ہے اسی سبب سے صوفیہ کہتے ہین کہ الایمان بین الخوف والرجاء یعنی ایمان درمیان خوف و رجا کے ہے یعنی نہ خوف ہو نہ رجا ہو عبادت خاص خدا کیواسطے کرتا ہے فافہم ۱۲۔

۵۲ کرتا ہے وعدہ الی آخرہ ایک شعر حقیقی وعدہ تسکین دیتا ہے دل کو اور وعدہ مجازی بیقرار کرتا ہے جان کو چنانچہ قرآن مین اوفوا بعہدی اوف بعہدکم یعنی تم وفا کرو میرے عہد کو اور مین وفا کرون تمھارے عہد کو ۱۲۔

۵۳ وعدہ اہل کرم الخ ۲ شعر وعدہ اہل کرم کا ایک گنج روان ہے اور وعدہ نااہل کا جان کو رنج دیوے بس وعدہ کو وفا کرنا چاہیے اور جو نچاہے بیحیا ہے کہ اُسکے بھروسے پر مخلوق خراب و برباد ہوتی ہے لکھا ہے کہ وعدہ خلافی کرنا کفر ہے کیونکہ ارواح ان نے بروز الست قالوا بلیٰ کہا اور دنیا مین آکر شریک پیدا کیا اس وعدہ خلافی کے باعث وہ کافر ہوے پس وعدہ خلافی بدتر فعل ہے فافہم ۱۲۔

۵۴ اُس حکیم مہربان نے الخ ۳ شعر اُس حکیم نے جب کہ راز لونڈی کا دریافت کیا تو بادشاہ سے راز کچھ کہا بادشاہ بولا کہ اسکی پھر کیا تدبیر ہے اور دفع غم مین کیون تاخیر ہے ۱۲۔

۵۵ بولا یہ تدبیر الی آخرہ ۶ شعر حکیم نے کہا کہ اُس زرگر کو سمرقند سے بلاؤ کہ اس بیمار کو شفا ہو اور قاصد بھیجو تا اُسکو خبر کرے کہ وہ خواہشمند بخشش ہو اور خلعت دیکر اُسکو بے غم کر دو تاکہ محبوب تیرا اُس سے خوشدل ہو اور مشکل تیری آسان ہو کیونکہ جب وہ مال کثیر دیکھے گا اس طرح سے جلا وطنی اختیار کریگا پس مولانا مذمت زر کی فرماتے ہین کہ مال و زر عقل کو فریفتہ کرتا ہے اور خاص کر مفلس کو رسوا کرتا ہے اگرچہ آسودگی عقل کو لاتا ہے مگر مرد عاقل ہونا چاہیئے کس واسطے کہ مال دنیا گمراہی و برائی مین بسبب طمع کے ڈالتا ہے اور عقل ظاہری کو کجی کی طرف لے جاتا ہے اسواسطے فقیری بہتر ہے آسودگی دنیا سے فافہم ۱۲۔

زر اگرچه عقل می آرد و لیک ۔ مرد عاقل باید او را نیک نیک

زر اگرچہ عقل لاتا ہے مگر ۔ مرد عاقل چاہیے ہو پیشتر

فرستادن پادشاه رسولان را بسمرقند در طلب زرگر

بھیجنا بادشاہ کا قاصد کو طرف سمرقند کے واسطے لانے زرگر کے

چونکه سلطان از حکیم این را شنید ۔ پند او را از دل و جان برگزید

گفت فرمان ترا فرمان کنم ۔ هر چه گوئی آنچنان کن آن کنم

پس فرستاد آنطرف یک دو رسول ۔ حاذقان و کافیان بس عدل

تا سمرقند آمدند آن دو امیر ۔ پیش آن زرگر ز شاهنشه بشیر

کای لطیف استاد کامل معرفت ۔ فاش اندر شهرها از تو صفت

نک فلان شه از برای زرگری ۔ اختیارت کرد زیرا مهتری

اینک این خلعت بگیر و زر و سیم ۔ چون بیائی خاص باشی و ندیم

مرد مال و خلعت بسیار دید ۔ غره شد از شهر و فرزندان برید

اندر آمد شادمان در راه مرد ۔ بیخبر کان شاه قصد جانش کرد

اسپ تازی برنشست و شاد تاخت ۔ خونبهای خویش را خلعت شناخت

ای شده اندر سفر با صد رضا ۔ خود بپای خویش تا سوء القضا

در خیالش ملک و عز و مهتری ۔ گفت عزرائیل رو آری بری

چون رسید از راه آن مرد غریب ۔ اندر آوردش به پیش شه طبیب

جو حکیم حق سے اس شہ نے سنا[1] ۔ جان و دل سے وہ پذیرا کر لیا

بولا تیرے حکم پر اب میں چلوں ۔ جیسا تو فرمائے ویسا میں کروں

ایک دو قاصد کو بھیجا اس طرف ۔ عقل و دانش میں جو رکھتے تھے شرف

تا سمرقند آئے وہ دونوں بشر ۔ دی بشارت شہ سے زرگر کو خبر

ای عجب استاد کامل معرفت ۔ شہروں میں مشہور ہے تیری صفت

اب فلانے شہ نے بہر زرگری ۔ تجھکو بلوایا براہ برتری

اب یہ خلعت لے تو اور سیم و زر ۔ اور مصاحب ہو چلے وان پر اگر

مال و خلعت دیکھا زیادہ مرد نے[2] ۔ چل دیا غرہ میں اس شہر سے

بسکہ خوش خوش مرد وان تو چلا ۔ یہ نہ جانا قصد جان شہ نے کیا

خوش چلا کر کے سواری اسپ پر ۔ خونبہا خلعت کو اپنا جان کر

ای سفر کر سو رضا سے تو چلا ۔ اپنے پانوں سے تو خود سوئے قضا

جو خیال اسکے میں ملک و مال تھا ۔ بولا عزرائیل جا پھل پائیگا

جبکہ پہونچا اس سفر سے وہ غریب[3] ۔ اس شہ کے لے گیا اسکو طبیب

[1] جو حکیم حق سے الخ، شعر بادشاہ نے جو یہ حکیم سے سنا جان و دل سے قبول کیا اور کہا کہ تیرے حکم کے بموجب چلوں اور تو جیسا فرمائے ویسا کروں پس ایک دو قاصد ہوشیار کو جانب سمرقند کے بھیجا کہ انھوں نے اس زرگر کو بادشاہ کی طرف سے بشارت دی اور کہا کہ اے نادر استاد تیری صنعت شہروں میں مشہور ہے فلانے بادشاہ نے تجکو زیور بنانے کے واسطے طلب کیا ہے یہ خلعت و زر لو اور اگر وہان چلے تو بادشاہ اپنا مصاحب کرے ۱۲۔

[2] مال و خلعت دیکھا الخ۔ شعر زرگر نے جو مال و خلعت زیادہ دیکھا از راہ طمع کے وطن چھوڑ کر چل دیا اور خوش خوش روانہ ہوا اور یہ نہ جانا کہ بادشاہ نے قصد اسکی ہلاکی کا کیا ہے پس گھوڑے پہ سوار ہو کر چلا اور خلعت اور زر کو خونبہا اپنا جانا ای شخص تو اپنی رضا سے اس سفر کو چلا گویا اپنے پانوں سے طرف قضا کے گیا جو کہ اسکے خیال میں ملک و مال تھا عزرائیل نے کہا کہ جا جیسا تو نے کیا ہے ویسا پائیگا غرضکہ طمع دنیا کا انجام خراب ہے ۱۲۔

[3] جبکہ پہونچا اس سفر سے الخ، شعر جب کہ وہ زرگر آیا حکیم اس کو بادشاہ کے پاس لے گیا کہ تا اسکو شمع معشوقہ شاد پر مثل پروانہ جلا دے پس بادشاہ نے تعظیم کی اور خزانہ دیا اور تعلیم کی کہ زیور قسم بازوبند و حمائل و پازیب و ظروف ہر قسم کے تیار کرے کہ بادشاہ کے لایق ہوں زرگر نے زر لے کر کام جاری کیا مگر اس جنگ زرگری سے غافل تھا جنگ زرگری اس تکرار کو کہتے ہیں کہ بظاہر مخالفت و باطن موافق ہو واسطے فریب دینے دوسرے کے باہم تکرار کریں چونکہ اکثر زرگر یہ امر کرتے ہیں اس واسطے زرگروں کے نام سے یہ جنگ یعنی فریب مشہور ہے واللہ اعلم ۱۲۔

پیش شاہنشاہ بردندش بناز	تا بسوزد بر سر شمع طراز	آگے شہ کے لے گیا خوشحال تر	تا جلاوے اُسکو شمع یار پر
شاہ دید او را بسے تعظیم کرد	مخزن زر را بدو تسلیم کرد	شہ نے دیکھا اُسکو اور تعظیم کی	اور خزانہ سونپ کر تعلیم کی
پس بفرمودش کہ برسازد ز زر	از سوار و طوق و خلخال و کمر	اس قسم کے زیور اب تیار کر	بازو بند اور طوق گردن اور کمر
ہم ز انواع اوانی بے عدد	کان چنان در بزم شاہنشہ سزد	اور برتن ہر طرح کے تو بنا	جو کہ لائق ہوں رہ شاہونکے سدا
زر گرفت آن مرد و شد مشغول کار	بیخبر از حالت این کارزار	لے کے زر جلدی کری کاریگری	بیخبر زرگر بجنگ زرگری
پس حکیمش گفت کای سلطان مہ	آن کنیزک را بدین خواجہ بدہ	سلہ پس حکیم اُسوقت بولا شاہ سے	اپنی وہ لونڈی تو اس زرگر کو دے
تا کنیزک در وصالش خوش شود	آب وصلش دفع آن آتش شود	تا کہ لونڈی کو ہو صحبت سے سرور	آب وصل اُسکے سے آگ اسکی ہو دور
شہ بدو بخشید آن مہروی را	جفت کرد آن ہر دو صحبت جوی را	ساتھ اُس کے کر دیا بیمار کو	یار سے فرحت ہوئی بس یار کو
مدتے شش ماہ میراندند کام	تا بہ صحت آمد آن دختر تمام	چھ مہینے تک رہے دونوں بہ کام	صحت آخر پائی لونڈی نے تمام
بعد ازان از بہر او شربت بساخت	تا بخورد و پیش دختر می‌گداخت	سلہ۲ پھر بنا کر شربت اک اسکو دیا	سامنے لونڈی کے وہ گھلنے لگا
چونکہ زشت و ناخوش و رخ زرد شد	اندک اندک در دل او سرد شد	جب کہ بدصورت ہوا اور رنگ زرد	تھوڑا تھوڑا دل ہوا اُس کا سرد
عشقہای کز پے رنگے بود	عشق نبود عاقبت ننگے بود	سلہ۳ واسطے رنگت کے جو ہوتا ہے عشق	وہ ندامت آخری رکھتا ہے عشق
کاشکے آن ننگ بودی یکسری	تا نرفتی بر وی این بد داوری	گر ندامت جانتا یہ پیشتر	ظلم یہ اُسپر نہوتا بیشتر
خون دوید از چشم ہمچون جوی او	دشمن جان وے آمد روی او	چشم سے اُسکے بہا خون نہر سا	دشمن جان شئے خوب اُسکا ہوا
دشمن طاؤس آمد پر او	اے بسا شہ را بکشتہ فر او	دشمن طاؤس ہے بس اُسکا پر	قتل شاہونکو کرائے اُنکا فر
چونکہ زرگر از مرض بدحال شد	در گدازش شخص او چون نال شد	اُس مرض سے بدہیئت زرگر ہوا	تار کے مانند گھل گھل کر ہوا
گفت من آن آہوم کز ناف من	ریخت آن صیاد خون صاف من	سلہ۴ بولا آہو میں وہ ہوں صیاد نے	واسطے نافہ کے مارا ہے مجھے

سلہ پس حکیم اُسوقت الخ ۲ شعر یعنی حکیم نے بادشاہ سے کہا کہ لونڈی کو اسکی صحبت سے بہرہ مند ہو اور وصل سے اسکے آگ اُسکی بجھے جبکہ لونڈی کو اُس کے سپرد کیا پس یار کو صحبت یار سے فرحت ہوئی اور چھ مہینے تک وہ دونوں ہم صحبت رہے آخر لونڈی کو صحت کامل ہوئی واضح ہو کہ صوفیائے کرام کے یہاں طالب سے ترک خواہش دنیا کرانے کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ بعد ارشاد مرشد کے اپنی توجہ سے مقام مشاہدہ کا طالب کی روح پر انکشاف کر دیتا ہے کہ روح طالب کی اسکی وحدانیت سے عالم جذب میں رہتی ہے کہ نفس امارہ بالکل خواہش دنیوی سے بیخبر ہوتا ہے چنانچہ سالک مجذوبوں کے یہاں یہی طریقہ جاری ہے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مرشد طالب کو حسب دلخواہ خواہشات نفسانی سے سیر کر کے آہستہ آہستہ چاشنی گیر مذاق باطن کرتا ہے حتی کہ نفس طالب بسبب سیری کے خواہشوں سے متنفر ہو جاتا ہے جیسے کہ اس حکیم غیبی نے لونڈی کو عشق زرگر سے سیر کیا ۱۲ سلہ۲ پھر بنا کر شربت الی آخرہ ۲ شعر اس حکیم نے پھر بنا کر شربت زرگر کو دیا کہ وہ لونڈی کے روبرو گھلنا شروع ہوا جبکہ وہ رنگ زرد و بدصورت ہوا لونڈی کا اُس سے تھوڑا تھوڑا دل سرد ہوا ۱۲ سلہ۳ واسطے رنگت کے الی آخرہ ۵ شعر اسپر مولانا حقایق بیان فرماتے ہیں کہ جو اہل عشق رنگ و بو کی صورت پر عاشق ہوتا ہے آخر کو ندامت اٹھاتا ہے اگر ندامت پہلے سے جانتا تو ظلم اُسپر نہوتا پس وہ زرگر رویا کہ روی خوب اُسکا دشمن جان ہوا جیسے طاؤس کا پر دشمن جان اُسکا ہے اور بادشاہوں کو انکا کر و فر قتل کراتا ہے پس وہ زرگر اُس مرض سے بدصورت ہوا اور گھل گھل کر مانند تار کے بنا ۱۲ سلہ۴ بولا آہو الی آخرہ ۳ شعر مولانا قول زرگر کو تشبیہ میں بیان فرماتے ہیں کہ میں وہ آہو ہوں کہ صیاد مجھکو نافہ کے واسطے ہلاک کرتے ہیں اور مرغ جنگل ہوں کہ شکاریاں مجکو دانہ کے واسطے کشتہ کرتے ہیں فافہم ۱۲ —

ای من آن روباہ صحرا کز کمین	سر بریدندم برای پوستین	میں ہی وہ روباہ ہوں زیر زمین	میرا سر کاٹے ہیں بہر پوستین
ای من آن پیلم کہ زخم پیلبان	ریخت خونم از برای استخوان	میں وہ ہاتھی ہوں کہ ہاتھی بان نے	مارتے ہیں دانت کی بس واسطے
آنکہ کشتستم پی مادون من	می نداند کہ نخسپد خون من	مجھکو مارا جیسے ہے اپنے لیے	خون ہے کب میرا بے بدلا لیے
بر من ست امروز و فردا بر ویست	خون چون من کس چنین ضایع کیست	آج مجھپر واقعہ کل اوسپہ ہو	خون مجھ جیسے کا ضایع کیسے ہو
گرچہ دیوار افگند سایہ دراز	باز گردد سوی او آن سایہ باز	گرچہ سایہ طول ہو دیوار کا	لوٹ آتا ہی پھر اُس کے زیر پا
این جہان کوہ است و فعل ما ندا	سوی ما آید نداہا را صدا	یہ جہان ہے کوہ فعل اپنا ندا	لوٹ آتی ہے ندا ہوکر صدا
این بگفت و رفت در دم زیر خاک	آن کنیزک شد ز درد و رنج پاک	یہ کہا اور چل دیا وہ زیر خاک	ہوگئی وہ لونڈی بیماری سے پاک
زانکہ عشق مردگان پاینده نیست	چونکہ مرده سوی ما آینده نیست	عشق مردوں کا نہیں ہی پایدار	کیونکہ مردہ پھر نہ آسے زینہار
عشق زندہ در روان و در بصر	ہر دمی باشد ز غنچہ تازہ تر	عشق بس زندہ کا اندر جان کے	ہر گھڑی غنچے سے تازہ تر ہے
عشق آن زندہ گزین کو باقی ست	وز شراب جانفزایت ساقی ست	عشق اُس زندہ کا کر باقی ہی وہ	اور ہی جان سے ترا ساقی ہی وہ
عشق آن بگزین کہ جملہ انبیا	یافتند از عشق او کار و کیا	عشق کر اُسکا کہ سب نبیوں نے جو	پایا اُسکے عشق سے کار نکو
تو مگو مارا بدان شہ بار نیست	با کریمان کارہا دشوار نیست	مت کہو شہ تک رسائی ہی نہیں	کام مشکل کچھ کریموں سے نہیں

در بیان آنکہ کشتن مرد زرگر باشارۂ الٰہی بود نہ بخیال باطل

مارنا مرد زرگر کا خدا کے اشارے سے تھا نہ خواہش نفسانی سے

کشتن آن مرد بر دست حکیم	نے پی اُمید بود و نے ز بیم	اُس حکیم حق نے مارا جو اُسے	ذر جلکے واسطے نے خوف کے
او نکشتش از برای طبع شاہ	تا نیامد امر و الہام از الٰہ	اسنے کب مارا اُسے شہ کے لیے	جبتلک الہام آیا حق سے ذات

سلہ مجھکو مارا جس نے ہے ای آخرہ ۵ شعر پس جسنے مجھکو اپنی خواہش کے لیے ہلاک کیا ہے خون میرا بے بدلا لیے کب رہیگا اگر آج مجھپر واقعہ ہے تو اُسپر کل ہوگا اور خون مجھ جیسے کا کیسے ضایع ہوگا اگرچہ سایۂ دیوار دراز ہوتا ہے مگر وہ پھر سایہ پورا اُسی دیوار پر آتا ہے یہ جہان مانند کوہ کے ہے اور فعل ہمارا مانند آواز کے ندا ہماری صدا ہوکر لوٹ آتی ہے یعنی دُنیا مین جو کوئی کسی کے ساتھ جو کرتا ہے وہی آخر اُسکو ملتا ہے بقول اُستاد گر چاہ کن را چاہ در پیش ہو غرضکہ اس زرگر نے یہ کہا اور دُنیا سے چل دیا اور وہ لونڈی مرض عشق اُسکے سے چھوٹی فافہم ۱۲ سلہ عشق مردون کا انح ۵ شعر مولانا اب عشق مجازی کا نتیجہ بیان کرتے ہین کہ عشق اہل دُنیا کا مُردہ ہے پائدار نہین ہے کیونکہ مُردہ لوٹ کر نہین آتا ہے عشق زندہ کا اندر جان کے غنچہ سے زیادہ تر و تازہ رہتا ہے اس لیے عشق اُس زندہ کا کر ذات مقدس ہے تو کر کہ وہ باقی ہے اور شراب جان سے تیرا ساقی ہے وہی کا تو عشق کر کہ سب انبیا نے اُسی کے عشق سے سروری و برتری پائی ہے اور یہ تو مت کہہ کہ شہ تک رسائی نہین ہے کس واسطے کہ وہ کریم ہے اور کریمون سے یہ امر مشکل نہین ہے غرضکہ تو دُنیا کو کہ فانی ہے چھوڑ اور خدا کی محبت باقی ہے اختیار کر واللہ اعلم ۱۲ سلہ اُس حکیم حق نے الی آخرہ ۲ شعر اُس حکیم الٰہی نے جو اُس زرگر کو مارا تو خوف رجا کے واسطے نہین اور نہ اُس بادشاہ کے واسطے مگر حکم الٰہی سے پس جو امر کہ فقیر سے سرزد ہوتا ہے گو بظاہر وہ فعل خلاف شرع یا خلاف عقل یا خلاف احکام شرعیہ ہو مگر نزدیک خدا کے وہ امر بہتر ہوتا ہے مخلوق اس فقیر کو مطعون و متہم کرتی ہے مگر اُسکو کچھ نقصان نہین ہوتا ہے کس واسطے کہ وہ فعل اُسکا خواہش نفسانی سے نہین ہوتا ہے جو کہ دانا فہیم ہین وہ اس امر کو نہین پہچانتے ہین ورنہ یہ کہ بھید اُنکا کون جان سکتا ہے پس چاہیے کہ اگر وہ راز اُنکا معلوم نہو تو بُرائی کے ساتھ اُنکو یاد نہ کرنا چاہیے اور گمان نیک رکھنا چاہیے فافہم ۱۲

آن پسر را کش خضر ببرید حلق	سر آنرا در نیابد عام خلق	خضر نے اُس طفل کا کاٹا جو حلق	بھید پا سکتی ہے کب عام خلق
آنکہ از حق یابد او وحی و خطاب	ہرچہ فرماید بود عینِ صواب	جس نے حق سے پایا الہام و خطاب	جو کرے وہ کام بالکل ہے صواب
آنکہ جان بخشد اگر بکشد رواست	نائب ست و دست اُو دستِ خداست	خواہ بخشے یا وہ مارے ہے روا	دست اُس نائب کا ہے دست خدا
ہمچو اسمٰعیل پیشش سر بنہ	شاد و خندان پیش تیغش جان بدہ	مثل اسمٰعیل سر پیش اُسکے رکھ	اور خوشی سے آب تیغ اُسکا تو چکھ
تا بماند جانت خندان تا ابد	ہمچو جانِ پاک احمد با احد	تا ہمیشہ جان تیری خوش رہے	جیسے احمد کی احد سے جان ہے
عاشقانِ جام فرح آنگہ کشند	کہ بدستِ خویش خوبان شان کشند	عاشق اُسدم جام فرحت کا پیئے	ہاتھ سے جو یار کے اپنے مرے
شاہ آن خون از پے شہوت کرد	تو رہا کن بدگمانی و نبرد	شہ نے شہوت کے لیے مارا نہین	بدگمانی تجکو یان کرنا نہین
تو گمان کردی کہ کرد آلودگی	در صفا غش کے ہلد پالودگی	تو گمان مت کر گنہ اُسنے کیے	کب صفائی مین کدورت بس ملے
بہر آنست این ریاضت وین جفا	تا بر آرد کورہ از نقرہ صفا	اس لیے ہے یہ ریاضت اور جفا	تا کہ چاندی ہو کٹھالی مین صفا
بہر آنست امتحانِ نیک و بد	تا بجوشد بر سر آرد زر زبد	اس لیے ہے نیک و بد کا امتحان	تا کہ سونے کا ہو میل اس سے عیان
گر نبودے کارش الہام الٰہ	او سگے بودے درانندہ نہ شاہ	گر نہوتا کام اُس کا از الٰہ	ایک درندہ ہوتا کتا نہ وہ شاہ
پاک بود از شہوت و حرص و ہوا	نیک کرد او لیک نیک بدنما	پاک تھا رکتا نہ تھا حرص و ہوا	نیک کام اُسنے کیا پر بدنما
گر خضر در بحر کشتی را شکست	صد درستی در شکستِ خضر ہست	خضر نے دریا مین کشتی توڑی گر	سو درستی تھی شکستِ خضر پر

سلہ خضر نے اُس طفل کا الی آخرہ ۳ شعر مولانا اس امر کی مثال فرماتے ہین کہ جیسے خضر علیہ السلام نے اُس طفل کو مارا اور کسی نے اُسکا راز نہ جانا پس جو شخص الہام الٰہی پاتا ہے جو وہ کرے عین صواب ہے خواہ وہ مارے یا بخشے دست نائب کا دست خدا ہے جاننا چاہیے کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ نائب خدا ہین اور نائب اُسکو کہتے ہین جو سب کام کرے پس نائب کا فعل عین فعل مُنیب کا ہوتا ہے اس لیے نسبت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خداوند عالم فرماتا ہے آیہ کریمہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم یعنی جس کسی نے بیعت کی تجہ سے اے محمد پس اُنھون نے بیعت کی اللہ سے ہاتھ اللہ کا فوق ہے اوپر ہاتھون اُنکے کی چونکہ پیران طریقت نے یہ بیعت جاری رکھی ہے حکمت اسمین یہ ہے کہ انبیا نائب خدا کے ہین اور اولیا نائب رسول ہین اولیا خدا کے نائب کے نائب ہین اس صورت مین دست اولیا دست رسول اور دست رسول دست خدا ہے جسنے اولیا کے دست پر بیعت کری اُسنے خدا کے دست پر بیعت کی پس محبت اولیا کی عین محبت خدا اور رسول کی ہے اس صورت مین فعل انبیا و اولیا کے عین فعل خدا کے ہین طالب کو چاہیے کہ فعل مرشد مین کچھ شک نہ لاوے اور جو کہے اُسپر عمل کرے فافہم ۱۲ سلہ مثل اسمٰعیل الی آخرہ ۱۰ شعر مثال دیگر مولانا فرماتے ہین کہ اے طالب مثل اسمٰعیل کے اُنکے آگے سر رکھ اور آب تیغ اُسکا خوشی سے نوش کر تا ہمیشہ جان تیری خوش رہے جیسے جان احمد کی احد سے خوش ہے عاشق اُسدم بادہ نوش فرحت ہوتا ہے کہ یار کے ہاتھ سے قتل ہو پس بادشاہ نے زرگر کو از راہ شہوت کے نہین مارا تجکو بدگمانی نہ کرنا چاہیئے اور یہ بھی گمان نہ کر کہ اُس سے گناہ ہوا اس واسطے کہ صفائی مین کدورت نہین ملتی ہے اور بدگمانی اپنی چھوڑ دو بموجب آیہ کریمہ کے ان بعض الظن اثم یعنی تحقیق بعضے گمان گناہ ہو جاتے ہین اس لیے ریاضت و مجاہدہ رکن ہے کہ چاندی یقین کی کٹھالی مین صاف و پاک ہو جاتی اور نیک و بد کا امتحان بھی اسیواسطے ہے کہ کھرا اور کھوٹا معلوم ہو جاوے اگر فعل بادشاہ کا خدا کی طرف سے نہوتا تو وہ بادشاہ نہوتا ایک کتا درندہ ہوتا اگرچہ بادشاہ پاک اور حرص و ہوا اس فعل نیک مین تھا لیکن یہ کام بدصورتی سے کیا کہ مورد بدگمانی عام ہوا اسی طرح اہل اللہ سے بطور شطحیات کے قول و فعل سرزد ہوتے ہین اور عوام اسکو ممنوع و بدتر جانتے ہین شطحیات لغت مین اسکو کہتے ہین کہ بظاہر خلاف شرع ہو اور باطن داخل شرع ہو ۱۲ سلہ خضر نے دریا مین الی آخرہ ۵ شعر مولانا اسکی مثال بیان فرماتے ہین کہ جیسے خضر علیہ السلام نے دریا مین کشتی کو توڑی مگر اس شکستگی مین سو درستی تھی ولیکن وہین موسیٰ علیہ السلام نے باوصف نبوت کے غلطی کھائی پس تو بے بال و پر کے ہواے بدگمانی مین نہ اڑ فعل خضر علیہ السلام کا کل سُرخ تھا تو خون مت جان اور عقل کے مست کو تو مجنون دیوانہ مت کہہ اگر قتل مسلمان کا انکا کام ہوتا تو مین اسکا ذکر کرنا تو کافر تھا کیونکہ کشتی کی موج سے عرش عظیم ہلتا ہے لہذا بدگمانی کو تو راہ نہ دے واللہ اعلم ۱۲۔

دہم موسیٰ با ہمہ نور و ہنر	شد ازان محجوب تو بے پر مپر	وہم سے موسیٰ نے با وصف ہنر	کھائی غلطی تو نہ آڑ بے بال و پر
آن گل سرخ ست تو خونش مخوان	مست عقلست او تو مجنونش مخوان	سرخ گل ہے اسکو تو خون مت کہے	عقل کا ہے مست مجنون مت کہے
گر بدی خون مسلمان کام او	کافرم گر بردمے من نام او	ہوتا اگر قتل مسلمان اسکا کام	ہوتا مین کافر جو لیتا اسکا نام
مے بلرزد عرش از مدح شقی	بدگمان گردد ز مدحش متقی	عرش کانپے جبکہ ہو مدح شقی	مدح سے اسکی ہو بدظن متقی
شاہ بود و شاہ بس آگاہ بود	خاص بود و خاصۂ اللہ بود	شاہ[1] تھا اور شاہ بس آگاہ تھا	خاص تھا اور خاصۂ اللہ تھا
آن کسی را کش چنین شاہی کشد	سوی تخت بہترین جائے کشد	جس کسی کو مارا ایسے شاہ نے	تخت گہ عالی کی جانب وہ کھینچے
نیم جان بستاند و صد جان دہد	آنچہ در وہمت نیاید آن دہد	نیم جان ہے تو سو جان اسکو دے	وہ جو تیرے وہم سے باہر ہووے
قہر خاص ست از برای لطف عام	شرع می ارزد روا بگذار کام	قہر خاص اک لطف ہے وہ عام پر	شرع مین یہ ہے روا تو در گذر
گر ندیدے سود او در قہر او	کے شدی آن لطف مطلق قہر جو	قہر مین گر فائدہ اس کے نہ تھا	قہر کو کب لطف مطلق ڈھونڈھتا
طفل می لرزد ز نیش احتجام	مادر مشفق دران غم شاد کام	طفل روتا ہے حجامت سے مدام	مان شفیق اس غم سے اسکے شاد کام
تو قیاس از خویش می گیری ولیک	دور دور افتادہ بنگر تو نیک	تو نے اپنے پر قیاس اسکا کیا	غور سے کیجو اُس سے دور اب تو پڑا
پیشتر آ تا بگویم قصۂ	بو کہ یابی از بیانم حصۂ	آگے آ تجھکو کہون مین قصہ ایک	پائے تو تیرے بیان سے حصہ ایک

حکایت مرد بقال و روغن ریختن طوطی

حکایت[3] مرد بقال کی اور روغن گرا دینا طوطی کا

[1] شاہ تھا اور شاہ الی آخرہ سو شعر یعنی وہ بادشاہ عارف باللہ و خاصہ خدا تھا جسکو ایسا بادشاہ کہ وہ جائے عالی کی طرف کھینچے یعنی بلند مرتبہ پائے اگر وہ نیم جان ہے تو سو جان دے جو کہ تیرے گمان سے باہر ہے ۱۲۔

[2] قہر خاص اک لطف ہے الی آخرہ ۵ شعر قہر جو خاصون پر ہووے وہ عامون کے لیے لطف ہے کیونکہ شریعت مین درست ہے کہ عام اس سے عبرت پذیر ہووین گے اور ایسا کام نہ کرین گے کہ تا آفت مین پڑین جیسے کہ یہ اُمت مرحومہ اور اُمتون کا حال سُن کر عبرت پذیر ہوئی اور بسبب عدم گمراہی کے قہر الٰہی سے بچے یا یہ کہ خاصان خدا کا قہر کرنا عوام کے واسطے لطف ہے کیونکہ اگر وہ سخت گیری نہ کرتے تو عوام راستی پر کیونکر آتے اگرچہ بظاہر اُنکا قہر ہے مگر باطن وہ لطف عام پر ہے کہ بلا سے بچایا پس دوسرے شعر مین کہتے ہین کہ اگر اُسکے قہر مین فائدہ نہ تھا تو لطف مطلق کہ قہر سے حاصل ہے تو ایسا جیسے طفل حجامت سے روتا ہے اور مادر مشفق اُسکے غم سے شاد ہوتی ہے پس اے شخص تو نے اپنے پر اولیاء اللہ کو قیاس کیا ہے غور سے تو دیکھ کہ اُس زمانہ سے تو دور ہے آ ایک قصہ اس قیاس کے باب مین تجھ سے کہون تا تجکو اس سے نفع ہو چنانچہ یہ قصہ طوطی و بقال اسکی مثال مین مولانا فرماتے ہین اور اسی قصہ کے ضمن مین طلب مرشد کامل کی بتاتے ہین اور چونکہ علم سلوک مین پہلا مقام طلب کا ہے اُسکا حال بیان کرتے ہین اور پیران ریاکار سے بچاتے ہین واللہ اعلم ۱۲۔

[3] حکایت دوم قیاس مین ۱۲۔

بود بقالی مر او را طوطیی / خوش نوا و سبز و گویا طوطیی
بر دکان بودی نگہبان دکان / نکتہ گفتی با ہمہ سوداگران
در خطاب آدمی ناطق بدی / در نوای طوطیان حاذق بدی
خواجہ روزی سوی خانہ رفتہ بود / بر دکان طوطی نگہبانی نمود
گربہ برجست ناگہ از دکان / بہر موشی طوطیک از بیم جان
جست از صدر دکان سوی گریخت / شیشہای روغن گل را بریخت
از سوی خانہ بیامد خواجہ اش / بر دکان بنشست فارغ خواجہ وش
دید پر روغن دکان جامہ چرب / بر سرش زد گشت طوطی کل ز ضرب
روزکی چندے سخن کوتاہ کرد / مرد بقال از ندامت آہ کرد
ریش بر می کند و می گفت ای دریغ / کآفتاب نعمتم شد زیر میغ
دست من بشکستہ بودے آن زمان / چون زدم من بر سر آن خوش زبان
ہدیہ ہا میداد ہر درویش را / تا بیابد نطق مرغ خویش را
بعد سہ روز و سہ شب حیران و زار / بر دکان بنشستہ بد نومید وار
با ہزاران غصہ و غم گشتہ جفت / کای عجب این مرغ کے آید بگفت
می نمود آن مرغ را ہرگون شگفت / وز تعجب لب بدندان می گرفت
دمبدم می گفت با او ہر سخن / تا کہ باشد اندر آید در سخن

ایک تھا بقال[1] طوطی اُسکے پاس / سبز رنگ اور گفتگو سے اُسکی آس
تھی نگہبان وہ دکاں کی دن و رات / سب خریداروں سے کرتی نیک بات
آدمی کی گفتگو بس یاد تھی / طوطیوں کی نطق میں اُستاد تھی
مرد بقال ایک دن گھر جو گیا / طوطی کو دوکان حوالے کر گیا
کود دی گربہ پہ موش پر دکان میں / ڈر گئی بس طوطی اپنی جان میں
بھاگ کر طوطی جو ایک جانب گئی / روغن گل کی بھری ہانڈی گری
گھر سے بقال آیا جو دکان پر / دیکھا بس دوکان کو روغن سے تر
ماری طوطی کے چپت بقال نے / طوطی گنجی ہو گئی اُس ضرب سے
اُسنے چندے بات جو کوتاہ کی / شرم سے بقال نے بس آہ کی
ڈاڑھی اپنی نوچتا اور کرتا آہ / چھپ گیا ابر میں نعمت کا ماہ
ہاتھ میرا ٹوٹا ہوتا اُس گھڑی / کس لیے اُسکے چپت میں نے جڑی
نذر کرتا تھا ہر اک درویش کو / تا کرے پھر طوطی اُسکی گفتگو
تین رات و تین دن حیران تھا / اور دکان پر بیٹھا وہ بیجان تھا
اور ہزاروں غصہ غم کھانے لگا / پھر سے طوطی سے اپنی تا ہوا
ہر طرح پر راضی کرتا مرغ کو / چاہتا ہو نوٹوں کو وہ حیران ہو
ہر گھڑی اُس سے وہ کرتا کچھ بیان / باتیں کرنے کو وہ تا کھولے زبان

[1] ایک تھا بقال الی آخرہ، اشعر مولانا مثال میں قیاس کے حکایت فرماتے ہیں کہ ایک بقال کے پاس طوطی تھی از بس ہوشیار اور سخن گو دوکان کی نگہبان رہتی اور جو خریدار آتا اُس سے خوش کلامی کے ساتھ باتیں کرتی جیسے انسان باتیں کرتا ہے ایک دن بقال گھر گیا اور طوطی کو دوکان سونپ گیا اتفاقاً بلی چوہے پر کودی اُسکے خوف سے طوطی کے چھپنے میں بوتل روغن گل کی گر گئی بقال نے دوکان کو تر پایا تو ایک چپت طوطی کے سر پر لگایا طوطی اُسکی ضرب سے گنجی ہو گئی بس طوطی نے چند روز باتیں کرنا موقوف کیں تو بقال نے اس رنج سے آہ کی اور ڈاڑھی نوچی اور کہا کہ میرا ماہ ابر میں چھپ گیا واضح ہو کہ مولانا اس طوطی کے پیرائے میں حال قبض و بسط کا کہ مقام طلب میں طالب کو واقع ہوتا ہے بیان فرماتے ہیں کہ جو میرے طوطی دل حالت بسط میں عوارف تشبیہ سے گویا تھی اور دوکان وجود کی نگہبانی کرکے ہمنشین کو خوش کرتی تھی گربہ نفس کی خواہشوں سے بسبب روغن گل حب دنیوی کے، دل میں کثافت پیدا ہوئی پس گوشمالی باطن سے طوطی دل کو قبض ہو لاؤ ماہ دیدۂ باطن کا کہ نعمت لازوال ہے ابر ظلمت میں چھپا ہر چند ڈاڑھی نوچی اور آہ و زاری کی اور کہا کہ کیوں میں نے چپت ماری اور درویشوں کو نذر دی اور تین رات دن اس غم میں بیٹھا رہا مگر طوطی گویا نہیں ہوئی بلکہ واسطے گویا ہونے کی صورتیں اُسکو دکھائیں قاعدہ ہے کہ طوطی کو جب تعلیم باتیں کرنا سکھاتا ہے تو آئینہ اُسکے روبرو رکھکر معلم پس آئینہ خود باتیں کرتا ہے طوطی عکس اپنا آئینہ میں دیکھکر اپنا ہم جنس جانتی ہے اور معلم کی باتوں کو اُسی عکس کی باتیں جان کر بسبب ہم جنس کے وہ باتیں خود کرنے لگتی ہے بقول حافظ شیرازی شعر در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند آنچہ استاد ازل گفت ہمان می گویم۔ اس نظر سے اس بقال نے طوطی کو صورتیں دکھلائیں کہ تا پھر گویا ہو جو کہ اہل دید نظر بازی کا سیر تشبیہ کی کرا نداز حسن پرستی کرتے ہیں اور بہنگام قبض کے اس شغل کو زیادہ استعمال میں لاتے ہیں تا کہ قبض رفع ہو اور بعضے بہ صحبت مرشد کے ساتھ ذریعہ قبض کو توڑتے ہیں تا کہ نور بسید ارشن ہو جبکہ قبض ان شغلوں سے نہیں جاتا ہے تو جانتے ہیں کہ یہ بستگی اُدھر سے ہے تو سعی نہیں کرتے ہیں پھر وہ قبض خود کھل جاتا ہے خدا کی طرف سے فافہم۔

بر امید آنکه مرغ آید بگفت / چشم او را با صور میکرد جفت

بلکہ باتین کرنے کی امید پر / صورتین اسکو دکھاتا بیشتر

جولقی سر برہنہ میگذشت / با سر بی مو چو پشت طاس و طشت

آیا ناگہ اک برہنہ سر گدا / سر سے گنجا مثل طاس و طشت تھا

آمد اندر گفت طوطی آن زمان / بانگ بروے زد بگفتش در عیان

کھولا طوطی نے زبان کو تب گھڑی / دیکے آواز اسکو یہ کہنے لگی

از چه اے کل با کلان آمیختی / تو مگر از شیشه روغن ریختی

کس لیے اے گنجے گنجون سے ملا / تجھسے بھی روغن کا کیا شیشہ گرا

از قیاسش خنده آمد خلق را / کو چو خود پنداشت صاحب دلق را

سب قیاس اسکے پر ہنسنے لگی / کر گدا کو جانا مانند آپ کے

کار پاکان را قیاس از خود مگیر / گرچه ماند در نوشتن شیر و شیر

مت قیاس اپنا سا کر کار فقیر / گرچہ لکھنے مین ہے یکسان شیر و شیر

جمله عالم زین سبب گمراه شد / کم کسے ز ابدال حق آگاه شد

سارا عالم اس لیے گمرہ ہوا / کم کوئی ابدال سے آگہ ہوا

کافران را دیدهٔ بینا نبود / نیک و بد در دیدشان یکسان نمود

کافرون کو دیدۂ بینا نہ تھا / نیک بد کو دیکھتے تھے ایک سا

همسری با انبیا برداشتند / اولیا را همچو خود پنداشتند

انبیا سے ہمسری کرنے لگے / اولیا کو مثل خود کہنے لگے

گفت اینک ما بشر ایشان بشر / ما و ایشان بستهٔ خوابیم و خور

کہتے اب ہم ہین بشر یہ بھی بشر / کھانے سونے کا ہے دونون مین اثر

این ندانستند ایشان از عمی / هست فرقے در میان بے منتها

کور باطن تھے نہ سمجھے بھید یہ / فرق ہم مین اُنمین ہے بے انتہا

هر دو گون زنبور خوردند از محل / لیک شد زین نیش و زان دیگر عسل

دونون کھائین کھیان اک چیز کو / نیش اک سے دوسرے سے شہد ہو

هر دو گون آهو گیا خوردند و آب / زین یکی سرگین شد و زان مشک ناب

دونون آہو کھائین گھاس اور آب کو / لید اک سے دوسرے سے مشک ہو

هر دو نی خوردند از یک آبخور / آن یکے خالی و آن پر از شکر

دونون نے پانی پئین اک جا اگر / ایک خالی دوسری ہو پر شکر

صد هزاران این چنین اشباه بین / فرقشان هفتاد ساله راه بین

لاکھون ایسی ہین مثالین جان لے / راہ ستر سال کا فرق اُنمین ہے

این خورد گردد پلیدی زو جدا / وان خورد گردد همه نور خدا

یہ جو کھائین ان سے سرگین ہو جدا / وہ جو کھائین ہووے گلزار خدا

مطلب آیا ناگہ الی آخرہ۔ ناگاہ ایک گدا برہنہ سر گنجا وہان آیا پس طوطی نے اُسے دیکھ کر کہا کہ اے گنجے تو گنجون کے پاس کیون آیا کیا تجھسے بھی شیشہ روغن کا گرا ہے پس سب لوگ اُسکے قیاس پر ہنسنے لگے چنانچہ خلق کا بھی یہی حال ہے بموجب اس مثل کے کہ **المرء یقیس علی نفسہ** یعنے ضرور کر آدمی قیاس کرتا ہے اور پر غیر اپنے کے مولانا مضمون اُسکا فرماتے ہین کہ اے شخص تو نیکون کو اپنا سا قیاس نہ کر اگرچہ لکھنے مین شیر اور شیر ایک صورت کا ہے اس لیے سب عالم گمراہی مین پڑا ہے اور ابدال حق سے کم خبردار ہے ابدال سات تن ہین اولیا حق مین سے اور انتظام دنیا کا وہ کرتے ہین اور ابدال اُنکو اسواسطے کہتے ہین کہ جو ساتون مین سے ایک سفر کو جاتا ہے تو اپنی صورت کا دوسرے کو متعین کر جاتا ہے عوام کو اُسکا جانا معلوم نہ ہو ابدال اسکو کہتے ہین کہ قلب ماہیت ہوگیا ہو یعنے صفات ذاتیہ بشری اُس سے بدل گئی ہون اسواسطے ہر ولی اللہ کو ابدال کہتے ہین کافرون نے بوجہ دیدۂ بینا نہونے کے انبیا سے ہمسری کی اور کہا کہ تم مین ہم مین کیا فرق ہے بس رسول کھاتا ہے طعام اور پھرتا ہے بازار مین قالوا ما انتم الا بشر مثلنا یعنی کہتے تھے کہ نہین ہو تم مگر آدمی مانند ہمارے اور یہ نہ جانا کہ ہم مین اور اُنمین باطنا فرق لا حد ہے مطلب دونون کھائین کھیان الی آخرہ ۵ شعر تک مثال تفریق بشری مین مولانا فرماتے ہین بموجب حدیث الناس معادن الحدیث یعنی آدمی مختلف قسم کے ہین مثل کانون سونے چاندی کے جیسے کہ دو کھیان ایک جا سے کھاتی ہین ایک مین نیش دوسرے مین شہد پیدا ہوتا ہے یا دو آہو ایک جا سے آب و دانہ کھاتے ہین اور ایک مین لید دوسرے مین مشک ہوتا ہے یا دو نے ایک جا سے پانی پیتے ہین ایک خالی اور دوسری مین شکر ہوتی ہے اور بہت مثالین ایسی ہین کہ انمین فرق ستر سال کی راہ کا ہے پس یہ جو کھائین اُس سے نور خدا پیدا ہو یہ جو کھائین نجل تسد پیدا ہو کیونکہ یہ زمین شورہ زمین پاک ہے یہ پری اور وہ فرشتہ افلاک اگرچہ ظاہر مین صورت دونون کی یکسان ہے جیسے آب شور و شیرین صاف ہین مگر صاحب ذوق فرق اُسکا واقعہ مین جان لیتا ہے پس وہ کون مزا جانتا ہے کہ جو صاحب ذوق ہے اور بے چکھے شہد و موم کا مزہ کیونکر معلوم ہو

این خورد زاید ہمہ بخل و حسد	وان خورد زاید ہمہ نور احد	یہ جو کھائیں پیدا ہو بخل و حسد	وہ جو کھائیں پیدا ہو نور احد
این زمین پاک و آن شورست و بد	این فرشتہ پاک و آن دیوست و دد	یہ زمین پاک وہ شور اور بری	یہ فرشتہ پاک وہ دیو و پری
ہر دو صورت گر بہم ماند رواست	آب تلخ و آب شیرین را صفاست	دونون صورتگر ہو یکسان ہے روا	پانی کھارا میٹھا رکھتا ہے صفا
جز کہ صاحب ذوق کہ شناسد بیاب	او شناسد آب خوش از شورہ آب	وہ ہی پہچانے جو صاحب ذوق ہے	تلخ و شیرین آب مین جو فرق ہے
جز کہ صاحب ذوق نشناسد طعوم	شہد را ناخوردہ کے داند ز موم	وہ مزا جانے جو صاحب ذوق ہو	بے چکھے کب جانے موم و شہد کو
سحر را با معجزہ کردہ قیاس	ہر دو را بر مکر بنہادہ اساس	۵۱ معجزہ پر سحر کو رکھین قیاس	کہتے ہین کہ مکر ہے دونون کے پاس
ساحران با موسیٰ از استیزہ را	برگرفتہ چون عصاے او عصا	جادوگر موسیٰ سے بس لڑنے کو آئے	اک عصا لائے وہ مانند عصا
زین عصا تا آن عصا فرقیست ژرف	زین عمل تا آن عمل راہی شگرف	فرق ان دونو عصا مین ہے بڑا	فرق ان دونون عمل مین ہے بڑا
لعنۃ اللہ این عمل را در قفا	رحمۃ اللہ آن عمل را در وفا	لعنۃ اللہ اس عمل پر کرتے ہین	رحمۃ اللہ اس عمل پر پڑھتے ہین
کافران اندر مری بوزینہ طبع	آفتے آمد درون سینہ طبع	۵۲ ہمسری مین کافران بندر مثال	دل مین آئے با طبع انکو وبال
ہر چہ مردم می کند بوزینہ ہم	آن کند کز مرد بیند دمبدم	جو کہ مردم کرتے ہین بندر کرین	کرتے ہین جو دیکھتے مردم سے ہین
آن گمان بردہ کہ من کردم چو او	فرق را کے داند آن استیزہ جو	ہے گمان ہم مثل انکے کرتے ہین	فرق نہ کرتے وہ اپنی راے مین
این کند از امر و آن بہر ستیز	بر سر استیزہ رویان خاک ریز	حکم سے وہ کرتے ہین یہ جنگ سے	خاک ڈالو اب تم اہل جنگ پے
آن منافق با موافق در نماز	از پے استیزہ آید بے نیاز	وہ منافق جو نمازین پڑھتے ہین	ان موافق سے بباطن لڑتے ہین
در نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ	با منافق مومنان در برد و مات	حج زکوٰۃ و روزہ و صلوٰۃ مین	برد مومن کو موافق مات مین
مومنان را برد باشد عاقبت	بر منافق مات باشد آخرت	مومنون کو عاقبت مین برد ہے	اور منافق آخرت مین مات ہے
گرچہ ہر دو بر سر یک بازی اند	لیک با ہم مرغزی و رازیند	گرچہ اک بازی مین دونون غرق ہین	پر جدا وہ غرب سے تا شرق ہین
ہر یکے سوے مقام خود رود	ہر یکے بر وفق نام خود رود	ہر کوئی اپنے مقامون پر چلے	ہر کوئی بس اپنے نامون پر چلے

۵۱ معجزہ پر سحر کو الی آخرہ یہ شعر جیسے کفار معجزہ انبیا کو سحر پر قیاس کرکے کہتے تھے کہ دونون مین مکر و فریب ہے جادوگر موسیٰ سے لڑنے کو آئے اور ایک عصا موسیٰ کے عصا کے مقابل مین لائے فرق ان دونون عصا مین از حد تھا اور دونون عمل مین فرق بہت تھا لعنۃ اللہ اس عمل پر کرتے ہین اور رحمۃ اللہ اس عمل پر پڑھتے ہین ۱۲ ۵۲ ہمسری مین الی آخرہ یہ شعر یعنی ہمسری مین انبیا علیہم السلام کے کافر بندر کے مانند ہین کہ باطبع انکے دل مین آفت و وبال پیدا ہوتا ہے اور جو حرکت مردم کرتے ہین بندر بھی کرتے ہین کیونکہ جو مردم سے دیکھتے ہین خیال کرتے ہین کہ ہم مثل مانند مردم کے کرتے ہین اور کچھ فرق اپنی راے مین نہین کرتے ہین پس مردم حکم سے کرتے ہین اور بندر از راہ پرخاش کے پس تم خاک ڈالو اوپر اہل پرخاش کے وہ منافق جو نمازین پڑھتے ہین باطن موافق سے لڑتے ہین نماز روزہ حج زکوٰۃ مین مومنون کو جیت اور منافقون کو ہار ہے اور مومنون کو آخرت مین جیت ہے اور منافقون کو آخرت مین ہار ہے اگرچہ ایک بازی مین دونون غرق ہین ولیکن مشرق سے مغرب تک فرق ہین ہر ایک اپنے مقام کے بموجب عمل کرتا ہے اور ہر ایک اپنے نام کے موافق چلتا ہے کیونکہ اگر مومن اسکو کہین تو خوش ہو اور اگر منافق کہین تو ناخوش ہو پر غضب اسکا موجب اسکی ذات سے ہے اور نام اسکا معیوب اسکی ذات سے کس واسطے کہ مومن جو فعل نیک کرتا ہے تو نام مومن بھی نیکی کے سبب سے ہے اور منافق جو کام کرتا ہے تو نام منافق بھی برائی کے سبب ہے اس واسطے کہ ہر آدمی مومن کہنے سے خوش ہوتا ہے اور منافق کہنے سے ناخوش تو فعل کا اثر نام مین ہوتا ہے اور انسان اپنے فعلون کو نہین دیکھتا ہے اور نیکنامی چاہتا ہے ہر انسان کو چاہیے کہ اپنے فعلون کو دیکھے اور راستی اختیار کرے مرتبہ نام کا مدعی نہ چاہے فافہم ۱۲

مومنش خوانند جانش خوش رود ۔ ور منافق تند و پر آتش شود
نام او محبوب از ذات ویست ۔ نام این مبغوض ز آفات ویست
میم و واو و میم و نون تشریف نیست ۔ لفظ مومن جز پے تعریف نیست
گر منافق خوانیش این نام دون ۔ ہمچو کژدم مے خلد در اندرون
گر نہ این نام اشتقاق دوزخ است ۔ پس چرا در وے مذاق دوزخ است
زشتی این نام بد از حرف نیست ۔ تلخی آن آب بحر از ظرف نیست
حرف ظرف آمد درو معنی چو آب ۔ بحر معنی **عندہ ام الکتاب**
بحر تلخ و بحر شیرین ہم عنان ۔ درمیانش **برزخ لایبغیان**
وان کہ این ہر دو زیک اصلی روان ۔ در گذر زین ہر دو رو تا اصل آن
زر قلب و زر نیکو در عیار ۔ بے محک ہرگز ندانی ز اعتبار
ہر کرا در جان خدا بنہد محک ۔ مر یقین را باز داند او ز شک
آنکہ گفت **استفت قلبک** مصطفے ۔ آن کسے داند کہ پر بود از وفا
در دہان زندہ خاشاک ار جہد ۔ آنگہ آرام کہ بیرونش نہد
در ہزاران لقمہ یک خاشاک خورد ۔ چون در آمد حس زندہ پے برد

مومن اسکو گر کہیں تو خوش ہو وہ ۔ اور منافق گر کہیں تو غصہ ہو
نام محبوب اسکا اسکی ذات سے ۔ نام معیوب اسکا اس آفات سے
[سلہ] حرف مومن سے نہ کچھ تشریف ہے ۔ لفظ مومن سے فقط تعریف ہے
گر منافق اسکو کہوین تو یہ نام ۔ مثل بچھو کاٹے باطن میں مدام
گر نہ دوزخ سے یہ نکلا نام ہے ۔ مثل دوزخ کیون یہ کرتا کام ہے
بد ہے زشتی نام بد کے حرف سے ۔ پانی وہ کھارا نہیں ہے ظرف سے
حرف ہیں ظرف انمیں معنی مثل آب ۔ معنی دریا **عندہ ام الکتاب**
کھاری میٹھا جاری دریا یکسان ۔ انکے اندر **برزخ لایبغیان**
جاری دو اک اصل سے ہیں جان لے ۔ چھوڑ دے دریا کو بل تو اصل سے
زر کا کھوٹا اور کھرا پن آشکار ۔ بے کسوٹی ہو نہ ہرگز اعتبار
حق تعالی جسکے رکھدے جان میں ۔ ہو یقین اسکو نہ وہ شک میں ہیں
جو کہیں **استفت قلبک** مصطفے ۔ جانے وہ جسمیں کہ ہو بوئے وفا
[سلہ] منہ میں زندہ کے اگر تنکا گرے ۔ اسکے بے تھوکے بھلا کب کل پڑے
سیکڑوں لقموں میں اک تنکا جو آئے ۔ حس زندہ منہ میں اسکے جان جائے

سلہ حرف مومن سے نہ کچھ الی آخرہ۔ اس شعر حرف مومن سے کچھ خلعت تو نہیں ملتا ہے فقط ایک تعریف اگر منافق اسکو کہیں تو مثل بچھو کے اسکے باطن میں کاٹے پس معلوم ہوا کہ نام منافق دوزخ سے نکلا ہے کہ کام دوزخ کا کرتا ہے پس برائی انسان کی نام بد سے نہیں جیسے پانی میں شوریت ظرف کے سبب سے نہیں ہوتی ہے پس حرف مانند ظرف کے ہیں اور معنی انمیں مانند آب کے اور دریا ہے معنی نزدیک اللہ کے ہے بموجب آیہ کریمہ یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب یعنے مٹا دیتا ہے اللہ اس چیز کو چاہتا ہے اور لکھ دیتا ہے اور نزدیک اسکے لوح محفوظ ہے کہ جسکو چاہتا ہے وہ مٹا دیتا ہے کیونکہ دو دریا تلخ یا شیرین یعنی جلال و جمال کے یکسان انکے جاری ہیں اور انکے درمیان **برزخ لایبغیان** یعنے حد فاصل ہے کہ ایک دوسرے پر غلبہ نہیں کر سکتا ہے پس وہ دونوں ایک اصل سے جاری ہیں تو دونوں کو چھوڑ اور اصل کو جان کس واسطے کندن کا کھوٹا کھرا پن بے کسوٹی کے ظاہر نہیں ہوتا ہے پس حق نے کسوٹی جان رکھدی ہے اسکو درجہ یقین کا ملتا ہے اور شک سے چھوٹتا ہے چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے الحدیث **استفت قلبک** یعنی فتوی چاہو تم قلب اپنے سے **واضح** ہو کہ خداوند عالم نے ہر ایک بشر کے دل میں صفت رکھی ہے کہ سچ بات پر یقین آتا ہے اور جبتک کہ اس امر میں جھوٹ ہوتا ہے ہرگز یقین نہیں آتا ہے مگر جس کسی کا کہ قلب سلیم ہوتا ہے اور نور باطن سے مقام کشود کو پہونچتا ہے اسوقت جو قلب کہتا ہے سچ ہوتا ہے اسکو رسائی اپنی اصل میں ہوتی ہے اسکو فتوی لینا قلب سے درست ہے کیونکہ خطرات نفسانی بھی قلب میں ہوتے ہیں بجز صاحب دل کے تمیز خطرات قلبی و خطرات نفسانی میں کوئی نہیں جانتا ہے اس لیے بجز صاحب دل اور نکو فتوی قلب پر چلنا طریقت میں جائز نہیں چنانچہ اسکی مثال مولانا فرماتے ہیں ۱۲ سلہ منہ میں زندہ کے الی آخرہ ۲ شعر جیسے منہ میں زندہ کے اگر ایک تنکا آجاوے بے تھوکے اسکے چین نہ پڑیگا اور سیکڑوں لقموں میں ایک تنکا آجاوے حس زندہ کی اسکے منہ میں پہچان لیتی ہے پس اہل دل زندہ کو فتوی قلب سے درست ہے نہ اہل دل مردہ کو فافہم ۱۲

حس دنیا نردبان این جہان	حس عقبے نردبان آسمان	اُس جہان کی سیڑھی حس دنیوی	آسمان کی سیڑھی حس اخروی
صحت این حس بجوئید از طبیب	صحت آن حس بجوئید از حبیب	صحت اِس حس کی طلب کر از طبیب	صحت اُس حس کی طلب کر از حبیب
صحت این حس ز معموری تن	صحت آن حس ز تخریب بدن	صحت اِس حس کی درستی تن کی ہے	صحت اُس کی حس کی خرابی تن کی ہے
شاہ جان مر جسم را ویران کند	بعد ویرانیش آبادان کند	شاہ جان اس تن کو ویران کرے ہے	بعد وہ آباد اُس کو رکھتا ہے
ای خنک جانے کہ عشق آن	بذل کرد او خان و مان و ملک و مال	جان وہ اچھی عشق کے جو واسطے	مال و گھر اپنا کیا برباد ہے
کردہ ویران خانہ بہر گنج زر	وز ہمان گنجش کند معمورتر	گھر خزانے کے لیئے ویران کیا	اُس خزانے سے اُسے پھر بھر دیا
آب را ببست و جو را پاک کرد	بعد از آن در جو روان کرد آب جو	نہر کو کر صاف پانی روک کر	پھر تو پانی جاری کرے ایسے
پوست را بشگافت پیکان را کشید	پوست تو بعد از آنش بردمید	چھال کھینچے جلد کو بس چیر کر	جلد تازی آئی پھر اُس جای پر
قلعہ ویران کرد از کافر ستد	بعد از آن برساختش صد برج و سد	کافرون سے قلعہ لے ویران کیا	پھر کیا دیوار و برج اُسمین بنا
کار بیچون را کہ کیفیت نہد	اینکہ گفتم از ضرورت می دہد	کام بیچون کا بیان کب ہو سکے	یہ کہے مین نے ضرورت سے کہے
گہ چنین بنماید و گہ ضد این	جز کہ حیرانی نباشد کار دین	گاہی ایسا گاہی کا ہے خلاف	دین کے کامون مین حیرانی ہی صاف
کاملان کز سر تحقیق آگہ اند	بیخود و حیران و مست و والہ اند	جو کہ کامل بھید سے آگاہ ہین	مست و بیخود عاشق اللہ ہین
نی چنان حیران کہ پشتش سوی اوست	بل چنین حیران کہ غرق و مست دوست	ایسا نہ حیران کہ اس سے ہو لپنی	بلکہ وہ حیران کہ اُسمین ہو نفی
آن یکی را روی او شد سوی دوست	وین یکی را روی او خود روی اوست	ایک خود در و یار کی جانب کھے	دوسرا خود یار کا رو ہی کہے

سلہ اس جہان کی الی آخرہ ۶ شعر ہین یہ حس دنیا اُس جہان کی سیڑھی ہے یہان دنیا سے مُراد حواس ظاہری کہ پانچ ظاہر کے اور پانچ باطن کے ہین اور وہ اس عالم مین تصرف کرتے ہین جیسے خواب ہر بشر کے روحی کام دیتے ہین اولیاے کرام کی بیداری مین دو نوا کام دیتے ہین اور انھین حسون کے وسیلے سے وہ کام کرتے ہین شعر دوسرے مین مولانا کہتے ہین کہ صحت اِس حس کی طبیب سے طلب کر اور صحت اُس حس کی مرشد سے طلب کر وہ صحت اس حس کی خرابی تن کی ہے یعنی بسبب ارشاد مرشد کے نفس کشی کرنے سے وہ حس بیدار ہوتے ہین اشارہ ظرف سے ریاضت و ذکر فکر کی ہے شعر دوسرے مین کہتے ہین کہ شاہ جان جسم کو اول ویران کرتا ہے اور بعدہ آباد پس وہ جان بہتر ہے کہ عشق کے واسطے گھر و مال برباد کرے ۱۲۔

سلہ گھر خزانے الخ ۵ شعر گھر خزانے کے لیئے ویران کیا اور اُس خزانے کو اُس سے پھر بھر دیا اب مولانا مثال مین حواس باطن کے کھولنے کا طریقہ بتاتے ہین کہ اول تو حواس کو کہ آب کے مانند ہین روک اور نہر دل کو ذکر و فکر سے صاف کر بعدہ اُن جواہر کو کھولدے کہ کچھ کدورت بدن اور نفسانی اُسمین اثر نہ کریگی کیونکہ بقول ہر چہ در کان نمک رفت نمک شد گویا یہ گھر کا ویران کرنا اور گنج ویرانے مین بھرا ہے چھال تیر کو جلدی چیر کر نکال کہ تاجلدی اس جا پر آجاے یا کافرون سے قلعہ چھین کر ویران کر اور پھر از سر نو تعمیر کر پس خداوند عالم کی نعمتون کا حال کب بیان ہو سکے یہ جو کچھ کہ مین نے کہا ہے ضرورت سے کہا ہے کبھی وہ ایسا ہے کہ اور کبھی برخلاف اُس کے کیونکہ دین کے کامون مین از بس حیرانی ہے ۱۲۔

سلہ جو کہ کامل بھید سے الی آخرہ ۳ شعر جو کامل کہ راز سے آگاہ ہین مست مدہوش ہین اور عاشق اللہ ہین اور ایسے حیران نہین ہین کہ اُس سے بیزار ہون بلکہ ایسے حیران ہین کہ اُسمین غرق و مست ہین بعضے اُسمین رو طرف یار کے رکھتے ہین یعنی مقلد شیخ ہین اور بعضے یار کی شان ہین یعنی فانی الشیخ ہین بموجب اس حدیث انا احمد بلا میم من رانی فقد رای الحق یعنی مین احمد بے میم کا ہون جسنے دیکھا مجکو اُسنے دیکھا حق کو فہم من فہم ۱۲۔

در دی سرسری می نگر میدار پاس	بو کہ گردی تو ز خدمت رو شناس	ہر ذ ہراک کا دیکھ اور کر تو خیال	ہو یقین خدمت سے تو ہو اہل حال

در فرق میان محقق و مدعی حدیث النظر الی وجہ العالم عبادۃ

فرق درمیان محقق و مدعی کے بموجب حدیث النظر الی وجہ العالم عبادۃ

دیدن دانا عبادت این بود	فتح ابواب سعادت این بود	ہے عبادت دیکھنا دانا کا رو	یہ سعادت کا ہے رستہ جان تو
ای بسے ابلیس آدم روے ہست	پس بہر دستے نباید داد دست	ہیں بہت ابلیس آدم شکل میں	ہاتھ مت دے ہر کسی کے ہاتھ میں
زانکہ صیاد آورد بانگ صفیر	تا فریبد مرغ را آن مرغ گیر	بس لیے دنیا شکاری ہے صفیر	تا کہ دھوکا مرغ کھا کر ہو اسیر
بشنود آن مرغ بانگ جنس خویش	از ہوا آید بیابد دام پیش	مرغ سن آواز اپنے جنس کی	آن پھنستا دام میں ہے آپ سے
حرف درویشان بدزد مرد دون	تا بخواند بر سلیمے زان فسون	قول صوفی کا چرا کر بد قال	بس سے کرتے ہیں سلیمونکا خیال
کار مردان روشنی و گرمی است	کار دونان حیلہ و بے شرمی ست	روشنی گرمی ہے بس مردونکا کام	حیلہ بے شرمی ہے نا اہلونکا کام
خرقہ پشمین از برای گد کنند	بو مسیلم را لقب احمد کنند	خرقہ پشمین مانگنے کو پہن لین	بو مسیلم کا لقب احمد کہین
بو مسیلم را لقب کذاب ماند	مر محمد را اولو الالباب ماند	بو مسیلم کا لقب کذاب ہے	اور محمد تو اولو الالباب ہے
آن شراب حق ختامش مشک ناب	بادہ را ختمش بود گند و عذاب	مشک کی مہر اس شراب حق پہ ہے	آخرت کی مہر وہ بادہ رکھے

داستان بادشاہ جہودان کہ نصرانیان را میکشت

داستان بادشاہ جہودیونکی کہ نصرانیونکو بسبب

سے رو ہر ایک کا دیکھ الی آخرہ ۳ شعر مولانا شناخت مرشد کی تعلیم فرماتے ہین کہ تو شدہ ہر ایک کا دیکھ اور خیال کر یقین کر کہ تو اس کسب سے بافیت ست صاحب حال ہو چنانچہ یہ حدیث سند مین لاتے ہین النظر الی وجہ العالم عبادۃ یعنی عبادت ہے دیکھنا عالم کا منھ اور یہ راستہ ہے سعادت کے حاصل ہونے کا یعنی جس نے مرشد کامل کا منھ دیکھا پہچانا اور اسکی پیروی کی سعادت دارین کی گویا حاصل کی اسکو زیارت بزرگان کفارت گناہ کہتے ہین اور یہ کسب مقام دید سے تعلق رکھتا ہے کہ ہیئت مرشد کی طالب کے قلب مین مرشد کے منھ دیکھنے سے قائم ہو جاتی ہے مگر پیران بیدا سے بچنا چاہیے کہ رہزنان راہ سلوک ہین چنانچہ آگے مولانا فرماتے ہین ۲، سے اے بہت ابلیس الخ ۳ شعر اے بہت ابلیس انسان کی صورت ہین تو ہر کسی کے ہاتھ مین ہاتھ نہ دے یعنی بہت پیران ریاکار ہین کہ دعوی درویشی کا کرتے ہین اس معنے سے کچھ خبردار نہین ہین اور نہ طالبون کی راہ قائم کر کے رہبری کر سکتے ہین پس تو ہنگام خاص طلب کے دھوکا نہ کھا کہ وہ مثل صیاد کے سیٹی بجاتے ہین کہ مرغ دھوکے کھا کر انکے دام مین پھنستے ہین اور مرغ جانتے ہین کہ یہ آواز ہمارے ہم جنس کی ہے اسی طرح وہ بد قول ہین کہ کلام صوفیون کا چرا کر بیان کرتے ہین اور سلیم ابلہون کو جھکاتے ہین روشنی و گرمی دل مردان کا کام ہے اور حیلہ و بے شرمی نامردون کا کام ہے خرقہ پشمی مانگنے کو پہنتے ہین اور مسیلم کا نام احمد رکھتے ہین یعنے اپنے کو بزرگ کہلاتے ہین پس مولانا فرماتے ہین کہ مین بو مسیلم کا لقب تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کذاب رکھا ہے اور محمد تو بادشاہ ہین۔ ۶۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اس شراب حق پر مشک کی مہر ہے اور اس بادہ پر عذاب آخرت کی مہر ہے بموجب آیہ کریمہ یسقون من رحیق مختوم ختامہ مسک یعنی پلائی جائیگی شراب خالص سے اور مہر اسکے اوپر مشک کی ہے ۱، سے داستان بادشاہ جہودان الی آخرہ مولانا یہ داستان ان ریاکار کے مکروں دغا مین تحریر فرماتے ہین کہ جو طالبان خدا کو بہنگام طلب کے نفع دنیا پانے کے واسطے گمراہ کرتے ہین ۱۲ —

بہر تعصب ملت خود حکایت آن استاد و شاگرد

تعصب مذہب کے قتل کرتا تھا متعلق حکایت استاد شاگرد کے

بود شاہی در جہودان ظلم ساز / دشمن عیسیٰ و نصرانی گداز
عہد عیسیٰ بود و نوبت آن او / جان موسیٰ او و موسیٰ جان او
شاہ احول کرد در راہ خدا / آن دو دمساز خدائے را جدا
گفت استاد احولی را کاندرآ / رو برون آر از وثاق آن شیشہ را
چون درون خانہ احول رفت زود / شیشہ یک بود و بچشمش دو نمود
گفت احول زان دو شیشہ من کدام / پیش تو آرم بکن شرحے تمام
گفت استاد آن دو شیشہ نیست رو / احولی بگذار و افزون بین مشو
گفت ای استا مرا طعنہ مزن / گفت استا زان دو یک را برشکن
چون یکی بشکست ہر دو شد ز چشم / مرد احول گردد از میلان و خشم
شیشہ یک بود و بچشمش دو نمود / چون شکست آن شیشہ را دیگر نبود
خشم و شہوت مرد را احول کند / ز استقامت روح را مبدل کند
چون غرض آمد ہنر پوشیدہ شد / صد حجاب از دل بسوی دیدہ شد
چون دہد قاضی بدل رشوت قرار / کی شناسد ظالم از مظلوم زار
شاہ از حقد جہودانہ چنان / گشت احول کالامان یا رب امان
صد ہزاران مومن مظلوم کشت / کہ پناہم دین موسیٰ را و پشت

اک جہودون میں تھا ظالم بادشا / دشمن ایک عیسیٰ و نصرانی کا تھا
عہد عیسیٰ کا تھا وہ دور زمان / جان وہ موسیٰ کی موسیٰ اسکی جان
احولی[۳] راہ خدا مین شہ نے کی / تن کیے دو ہمدم مین کی اسنے دوئی
بولا اک استاد احول سے کہ جا / گھر مین تو اور باہر اس شیشے کو لا
گھر مین احول بس گیا وہ دوڑ کے / شیشہ اک تھا اور اسی ان دو دیکھے
بولا احول شیشہ دو ہین کونسا / لاؤن تیری پاس اسے مجکو بتا
دو نہین شیشے کہا استاد نے / احولی اور دو دلی کو تو چھوڑ دے
بولا ای استاد تو طعنے کو چھوڑ / بولا استاد ایک ان دو مین سے تو توڑ
ایک کو توڑا تو دونون گم گئے / مرد احول ہووے خشم و حرص سے
شیشہ اک تھا پر اسے دیکھے تھے دو / دوسرا اب ہو جو توڑا ایک کو
خشم و شہوت مرد کو احول کرے / استقامت روح کی زائل کرے
جب[۴] غرض آئی ہنر سب چھپ گئے / لاکھ پردے دل سے آنکھون پر پڑے
دل مین رشوت لینا جب قاضی کے ہو / جانے کب ظالم کو وہ مظلوم سے
شاہ کینہ سے جہودون کے ہوا / ایسا احول کہ امان دیوے خدا
مارا لاکھون مومن و مظلوم کو / کہ پناہ ہون دین موسیٰ کا نکو

سلہ اک جہودون مین الخ دو شعر یعنی ایک بادشاہ یہودی ظالم تھا وہ عیسیٰ علیہ السلام و نصرانیون کا دشمن تھا اور وہ زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کا تھا مگر وہ بادشاہ یہ نہین جانتا تھا کہ عیسیٰ موسیٰ کی جان ہے اور موسیٰ عیسیٰ کی جان اور انمین کچھ فرق نہین بموجب آیۂ کریمہ لانفرق بین احد من رسلہ یعنی نہین فرق ہے درمیان کسی کے رسولون سے ہم سلہ احولی راہ خدا مین الی آخرہ ۹ شعر بادشاہ نے احولی خدا کے کام مین کی اور دونون ہمدم خدا کو جدا جدا بنایا یعنی موسیٰ و عیسیٰ کو علیحدہ علیحدہ بنایا اور وہ درحقیقت ہمدم خدا تھے ہمدم اس دوست کو کہتے ہین کہ ایک جان ہو پس وہ دونون بلحاظ حقیقت مین ایک تھے اور شاہ نے انکو جدا جدا جان کر امت عیسیٰ پر کہ نصرانی ہین ظلم کیا اور احول اسکو کہتے ہین کہ سبب کج بینی ہونے کے ایک شی دو دکھائی دیتی ہین چنانچہ مولانا مثال فرماتے ہین کہ استاد نے احول سے کہا کہ گھر مین جا کر ایک شیشہ اٹھا لا احول نے دیکھا کہ وہان دو شیشے ہین استاد سے پوچھا کہ کونسا شیشہ لاؤن پس استاد نے کہا کہ ایک شیشہ ہے تو احولی کو چھوڑ دے اسنے کہا کہ ای استاد تو طعنہ نہ دے استاد نے کہا کہ ایک شیشہ ان دونون مین سے توڑ ڈال جبکہ اسنے ایک کو توڑا دونون ٹوٹ گئے پس اسی طرح انسان حرص و غضب سے احول ہوتا ہے اور روح کی استقامت اور قناعت کھوتا ہے ۱۲ سلہ جب غرض آئی الخ ۲ شعر جب کہ غرض درمیان مین آئی ہنر سب چھپ گئے اور لاکھون پردے آنکھون پر دل سے پڑے جیسے قاضی کے دل مین غرض رشوت کی آتی ہے تو ظالم مظلوم مین کچھ فرق نہیں جانتا ہے پس انسان کو غرض باطل کی طرف لیجاتی ہے ۱۲ سلہ شاہ کینہ سے الخ ۲ شعر بادشاہ بسبب کینہ جہودون کے ایسا احول ہوا کہ خدا پناہ دے اور سیکڑون مظلومون کو مارا کہ مین پشت پناہ دین موسیٰ کا ہون یعنی صد ہا اہل قوم عیسیٰ کو اسنے ہلاک کیا واللہ اعلم ۱۲۔

آموختن وزیر مکر بر بادشاه را

او وزیری داشت گبر و عشوه‌ده — کو بر آب از مکر بربستی گره
گفت ترسایان پناه جان کنند — دین خود را از ملک پنهان کنند
کم کش ایشان را که کشتن سود نیست — دین ندارد بوی مشک و عود نیست
سر پنهانست اندر صد غلاف — ظاهرش با تست و باطن بر خلاف
شاه گفتش پس بگو تدبیر چیست — چارهٔ این مکر و این تزویر چیست
تا نماند در جهان نصرانیی — نی هویدا دین و نی پنهانیی
گفت ای شه گوش و دستم را ببر — بینیم بشکاف و لب در حکم مر
بعد از آن در زیر دار آور مرا — تا بخواهد یک شفاعت‌گر مرا
بر منادی گاه کن این کار تو — بر سر راهی که باشد چارسو
آنگهم از خود بران تا شهر دور — تا در اندازم در ایشان صد فتور
چون شوند آن قوم از من دین پذیر — کار ایشان سر بسر شوریده گیر
در میان شان فتنه و شور افگنم — کاهرمن حیران بماند از فنم
آنچه خواهم کرد با نصرانیان — آن نمی آید کنون اندر بیان
چون شمارندم امین و رازدان — دام دیگرگون نهم در پیش شان
وز حیل تفریقیم ایشان را همه — و اندر ایشان افگنم صد دمدمه
تا بدست خویش خون خویشتن — بر زمین ریزند کوته شد سخن

سکھلانا وزیر کا مکر بادشاہ کو

تھا[1] وزیر اُس شاہ کا آفت بھرا — مکر سے پانی پہ دیتا تھا گرا
بولا نصرانی پناہ دین کریں — دین اپنا شاہ سے پنہاں رکھیں
مار انکو مت مارنا اچھا نہیں — مشک نہ عود ہے کہ تجھکو بو دین
سر پوشیدہ ہے اندر صد غلاف — وہ تری ظاہر مطیع باطن خلاف
شاہ بولا اسکی تدبیر اب بتا — کہ علاج اس مکر و حیلے کا ہے کیا
تا نہ اک عالم میں نصرانی رہے — اور نہ ظاہر دین و نہ مخفی رہے
بولا اے شہ کاٹ میرے ناک کان — اور دست و لب کو با حکم گران
بعد لا دار کے نیچے مجھے — اور کوئی میری شفاعت تا کرے
بر سر رہ بس تو ایسا کام کر — تا کہ ہو چہار و طرف یہ مشتہر
شہر سے تو ڈال اپنے مجھکو دور — تا کہ ڈالوں انمیں جاکر سو فتور
جب وے سیکھے قوم مجھسے دین کو — کام بالکل انکا ابتر خوار ہو
ڈالوں[2] میں اُس قوم میں فتنہ و جنگ — ہووے شیطان مکر سے اُس کے دنگ
وہ کروں نصرانیوں کے ساتھ میں — ماجرا اسکا نہ آئے قال میں
جبکہ پہچانیں وہ مجھکو رازدان — دوسرا پھر میں بچھاؤں جال وان
لوں میں حیلہ سے فریبوں میں انہیں — اور ڈالوں انکے اندر آفتیں
تا وہ ہاتھ اپنے سے اپنا خون و تن — پیس میں پر ڈالیں کوتہ کر سخن

[1] تھا وزیر اُس شاہ کا الخ لا شعر ایک وزیر اُس بادشاہ کا تھا بہت چالاک کہ مکر سے پانی میں گرہ دیتا تھا اُسنے بادشاہ سے کہا کہ نصرانی اپنا دین بچانے کو تجھ سے چھپاتے ہیں اُنکو تو کم مار کر مارنا اچھا نہیں ہے اور دین اُنکا کچھ شک نہیں ہے کہ وہ بو دیوے کیونکہ اُنکا بھید پوشیدہ ہیں سو غلافوں میں بظاہر تیرے وہ مطیع ہیں وے باطن میں مخالف ہیں شاہ نے کہا کہ اُسکی کچھ تدبیر بتا کہ علاج اس مکر و فریب کا کیا ہے تا کہ ایک نصرانی عالم میں نہ رہے اور نہ اُنکا ذکر ظاہر و مخفی رہے وزیر نے کہا کہ اے بادشاہ تو میرے ناک کان ہاتھ لب کو کاٹ اور بعدہٗ دار کے نیچے مجھے لا کہ کوئی شخص میری جان بخشی کرے یہ کام بر سر بازار کر کہ سب میں مشہور ہو تو اپنے شہر سے دور ڈال دے تا کہ میں اُنمیں فساد ڈالوں فافہم ۱۲ـ

[2] ڈالوں میں الی آخرہ شعر وزیر نے کہا کہ اُس قوم میں فتنہ و فساد ایسا ڈالوں کہ شیطان بھی سن کر حیران ہو اور وہ کروں نصرانیوں سے کہ بیان میں نہ آوے جبکہ وہ مجھکو اپنا رازدار جانیں تو دوسرا فریب کروں اور آفتوں میں ڈالوں تا وہ اپنے ہاتھ سے آپکو ہلاک کریں پس مولانا تعلیم فرماتے ہیں اس امر کی کہ قرب سلطان و امرا میں لوگ اپنی سرخروئی کے واسطے مخلوق کو آزردہ دیتے ہیں اور خدا سے نہیں ڈرتے ہیں اور مکر و فریب کو دانائی جانتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ـ

تلبیس اندیشیدن وزیر با نصاریٰ و مکر او

پس بگویم من بسر نصرانیم / ای خدای رازدان میدانیم
شاه واقف گشت از ایمان من / وز تعصب کرد قصد جان من
خواستم تا دین ز شه پنہان کنم / آنچه دین اوست آن ظاہر کنم
شاه بوئی برد از اسرار من / متہم شد پیش شه گفتار من
گفت گفت تو چو در نان سوزن ست / از دل من تا دل تو روزن ست
من از آن روزن بدیدم حال تو / حال دیدم کے نیوشم قال تو
گر نبودی جان عیسیٰ چاره ام / او جہودانه بکردی پاره ام
بہر عیسیٰ جان سپارم سر دہم / صد ہزاران منتش بر جان نہم
جان دریغم نیست از عیسیٰ ولیک / واقفم بر علم دینش نیک نیک
حیف می آید مرا کان دین پاک / درمیان جاہلان گردد ہلاک
شکر یزدان را و عیسیٰ را که ما / گشته ایم این دین حق را رہنما
از جہودی و جہودان رسته ام / تا بزناری میان را بسته ام
دور دور عیسیٰ است ای مردمان / بشنوید اسرار کیشش را بجان
چون شمارندم امین و مقتدا / سر نہندم جمله جویند اہتدا
چون وزیر آن مکر را بر شه شمرد / از دلش اندیشه را کلی ببرد
کرد با وی شاه آن کاری که گفت / خلق حیران ماند زان راز نہفت
برد در سوائیش میان انجمن / تا که واقف شد ز حالش مرد و زن

فریب سوچنا وزیر کا ساتھ نصرانیون کے اور مکر کرنا اُسکا

[۱] پس کہون کہ مین ہون نصرانی سِر / ای خدا تو جانے مجھکو خوب تر
شاہ ایمان سے مرے واقف ہوا / مارنا چاہا تعصب سے مرا
چاہا شہ سے دین پوشیدہ رکھون / جو کہ دین اُسکا ہے وہ ظاہر کرون
شاہ میرے بھید سے واقف ہوا / شہ کو میری بات مین شک آگیا
بولا سوزن نان مین تیری بات ہے / میرے دل سے روزن اک دل تک ہے
دیکھا اُس روزن سے تیری حال کو / اب مین کب سنتا ہون تیرے قال کو
گر نہوتی مجھپہ عیسیٰ کی مدد / شاہ میرے ٹکڑے کرتا بے عدد
واسطے عیسیٰ کے جان دیتا ہون مین / اُسکا احسان جان پر رکھتا ہون مین
[۲] جان تک مجھکو دریغ عیسیٰ سے کب / جانتا ہون علم دین اُسکا مین سب
مجھکو حسرت ہے کہ اُسکا دین پاک / جاہلون کے درمیان ہوئے ہلاک
شکر حق کا اور عیسیٰ کا کہ مین / بس ہوا ہون رہنما اُس دین مین
اور جہودی و جہودون سے چھٹا / مین نے اُس زنار کو جب سے لیا
دور دورہ اب ہے عیسیٰ کا سنو / اُسکے مذہب خاص کے تم بھید کو
جب وہ جانین اپنا مجکو پیشوا / سر رکھین سب پائین مجھسے فائدہ
[۳] جب وزیر اُس مکر کو تبلا چکا / شہ کے دل سے فکر بالکل بے گیا
جو کہا تھا ویسے ہی شہ نے کیا / خلق حیران تھی نہ بھید انپر کھلا
پس کیا رسوا اُسے دربار مین / تاکہ شہ واقف ہو ہر اک بازار مین

[۱] پس کہون کہ مین ہون' الخ ۸ شعر اب وزیر اپنی تدبیر مجوزہ کو بادشاہ سے بیان کرتا ہے کہ ای بادشاہ مین اُن نصرانیون سے یہ کہون کہ پسر نصرانی ہون اور خدا مجکو خوب جانتا ہے بادشاہ جہود میرے ایمان سے واقف ہوا اور تعصب سے مجھے مارنا چاہا مین نے چاہا تھا کہ مین دین اپنا پوشیدہ کرون اور جو دین اُسکا ہے وہی ظاہر کرون لیکن بادشاہ میرے راز سے واقف ہوا اور میری بات مین اُسکو شک آگیا کہ تیری بات ایسی ہے جیسے روٹی مین سوئی کہ ایک روزن میرے دل مین سے تیرے دل مین ہے پس مین نے اُس روزن سے تیرے حال کو دیکھا اب مین تیری بات کب سنتا ہون پس اگر حضرت عیسیٰ کی مجھپر مدد نہوتی شاہ میرے ٹکڑے کر ڈالتا گویا مین اُسکے عیسیٰ کے جان دیتا ہون اور اُسکا احسان اپنی جان پر رکھتا ہون ۱۲ [۲] جان تک مجکو الی آخرہ ۶ شعر یعنی جان عیسیٰ سے مجھکو کب دریغ ہے اور مین دین عیسیٰ کا سب جانتا ہون مجکو حسرت ہے کہ اسکا دین پاک جاہلون مین برباد ہو شکر خدا اور عیسیٰ کا کہ مین اُسکے دین مین رہنما ہون اور جہودون و جہودی سے مین نے نجات پائی جب سے مین نے اُس زنار کو باندھا ہے چونکہ اب دور دورہ عیسیٰ کا ہے اور اسکی ذات خاص کا بھید تم مجھ سے سنو غرضکہ جب مجکو وہ اپنا پیشوا جانین تو سر رکھین اور مجھ سے فائدہ پائین ۱۱ [۳] جب وزیر الخ ۳ شعر جبکہ وزیر بادشاہ کو دیکھ کر یہ مکر مجوزہ تبلا چکا تو شاہ کے دل سے وہ فکر دور ہوگئی اور جیسے کہا تھا ویسے ہی کیا کہ مخلوق حیران تھی یہ بھید انپر نہ کھلا پس بادشاہ نے رسوا کیا کہ تا سب خبردار ہون ۱۲

راند او را جانب نصرانیان	کرد در دعوت شروع او بعد از آن	بھیجا اسکو جانب نصرانیان	پس ہدایت کی شروع اسنے وہان
چون چنان دیدند ترسایان ورا	می شدند اندر غم او اشکبار	جب نصاری نے یہ دیکھا حال یہ	اُسکے ازبس ہو گئے وہ غمگسار
حال عالم این چنین ست ای پسر	از حسد می خیزد اینہا سر بسر	حال عالم کا بھی ایسا ہے پسر	کہ حسد سے پیدا ہو یہ سر بسر

جمع آمدن نصاری با وزیر و راز گفتن او با ایشان
جمع ہونا نصاری کا وزیر کے پاس اور اسکا بھید بیان کرنا انکے ساتھ

صد ہزاران مرد ترسا گرد او	اندک اندک جمع شد در کوی او	سیکڑوں نصرانی پاس اُس شخص کے	تھوڑے تھوڑے آ کے ان جمع ہوئے
او بیان می کرد با ایشان براز	سر انگلیون و زنار و نماز	وہ بیان کرتا تھا اُنسے با نیاز	بھید انجیل اور زنار و نماز
او بیان می کرد با ایشان فصیح	دائما ز اقوال و افعال مسیح	وہ بیان کرتا تھا اُنسے بس صحیح	ہر گھڑی سب فعل اور قول مسیح
او بظاہر واعظ احکام بود	لیک در باطن صفیر و دام بود	ظاہرا تھا تو وہ احکام تھا	پر وہ باطن میں صفیر و دام تھا
بہر این بعضی صحابہ از رسول	ملتمس بودند مکر نفس غول	مصطفے سے سب صحابہ اس لیے	پوچھتے تھے مکر و شیطان نفس کے
کو چہ آمیزد ز اغراض نہان	در عبادتہا و در اخلاص جان	کہ وہ کیا غرضون سے پنہان ملتی ہین	بس عبادت مین و اخلاص مین
فضل ظاہر را نجستندی ازو	عیب باطن را بجستندی کہ کو	فضل ظاہر کو نہ اُنسے ڈھونڈھتے	عیب باطن کو بس اُنسے پوچھتے
مو بمو و ذرہ ذرہ مکر نفس	می شناسیدند چون گل از کرفس	ذرہ ذرہ مکر و حیلے نفس کے	مثل بوئے گل و خس پہچانتے
گفت زان فضلے حذیفہ با حسن	تا بدان شد وعظ و تذکیر حسن	جو حذیفہ سے حسن نے پایا فضل	وعظ انکا اس سبب کہتا تھا فضل
موشگافان صحابہ جملہ شان	خیرہ گشتندی دران وعظ و بیان	اُن صحابہ مین تھے جو باریک بین	وعظ سے حیران تھے اُنکے اہل دین

۱ بھیجا اسکو الی آخرہ ۲ شعر پس بادشاہ نے اُس وزیر کو طرف نصرانیون کے بھیجا کہ اُسنے اُنکو ہدایت کرنا شروع کیا جب کہ نصرانیون نے یہ حال خراب اُسکا دیکھا تو ازبس غمخواری کرنے لگے ۱۲۔

۲ حال عالم کا الخ مولانا اسکے حقایق فرماتے ہین کہ یہی حال اس عالم کا ہے کہ حسد سے یہ معاملہ ہوتا ہے صوفیہ کرام فرماتے ہین کہ حسد جمیع اخلاق ذمیمہ کی جڑ ہے جسمین کہ حسد خلق ہو وہ بے نصیب اور حسد کہ خدا کے واسطے ہوتا ہے اُسکو غبطہ کہتے ہین پس حسد و غبطہ مین یہ فرق ہے کہ حسد مین محسود کی زوال نعمت چاہتا ہے اور غبطہ مین زوال نعمت نہین مانند اسکے مانند اور نعمت کی منتہ سے خواہش واسطے کرتا ہے یہ درست ہے فافہم ۱۲۔

۳ سیکڑون نصرانی الخ ۲ شعر صدہا نصرانی پاس اُس وزیر کے جوق جوق جمع ہوئے اور وہ اُنسے بیان کرتا تھا حال انجیل اور زنار و نماز کا اور اقوال افعال صحیح حضرت مسیح کے کہتا تھا اگرچہ ظاہر مین وہ واعظ احکام تھا لیکن باطن مین وہ سیٹی و دام تھا کہ اُن نصرانیون کو مانند مرغ کے دھوکا دے کر پھانستا تھا اسی طرح پر پیران ریاکار لوگون کو اپنے دام مین پھانستے ہین ۱۲۔

۴ مصطفے سے الی آخرہ ۶ شعر مولانا اس ہدایت کے حقایق فرماتے ہین کہ اس طرح محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ مکر نفس کا پوچھتے تھے کہ وہ کیا چیز ہے کہ غرضون کے سبب سے عبادت و اخلاص جان مین شامل ہوتا ہے اور فضائل ظاہر کو نہین دریافت کرتے تھے بلکہ عیب باطن کو استفسار کرتے تھے پس صحابہ ذرہ ذرہ مکر نفس کو مثل بوے گل و خس کے جانتے تھے چنانچہ وعظ حسن بصری قدس سرہ کہ حذیفہ الرحمی سے حاصل کیا تھا ازبس اثر رکھتا تھا کہ جو اُن صحابہ مین باریک بین تھے اُنکے حال اثر وعظ سے حیران تھے غرضکہ صحابہ صلاحیت ظاہری کا حال رسول اللہ سے نہین پوچھتے تھے کیونکہ زہد و تقوی سے اگر ظاہر درست ہے اور باطن نفس کا خراب ہے تو وہ تقوی کس کام کا ہے اسواسطے صلاحیت باطن کو دریافت کرتے اور نصرانی اُس وزیر سے صلاحیت ظاہری ڈھونڈھتے تھے اور باطن سے بے خبر تھے اسواسطے آفت و بلا مین پڑے فافہم ۱۲۔

متابعت نصاری آن وزیر جہود را

دل بدو دادند ترسایان تمام	خود چہ باشد قوت تقلید عام
در درون سینہ مہرش کاشتند	نائب عیسیش می پنداشتند
او بسر دجال یک چشم لعین	ای خدا فریادرس نعم المعین
صد ہزاران دام و دانہ است ای خدا	ما چو مرغان حریص بینوا
دمبدم پابستۂ دام توایم	ہر یکی گر باز و سیمرغی شویم
می رہانی ہر دمی ما را و باز	سوی دامی می رویم ای بی نیاز
ما درین انبار گندم می کنیم	گندم جمع آمدہ گم می کنیم
می نیندیشیم آخر ما بہوش	کاین خلل زگندم ست از مکر موش
موش تا انبان ما حفرہ زدہ است	وز فنش انبار ما ویران شدہ است
اول ای جان دفع شر موش کن	وانگہ اندر جمع گندم کوش کن
بشنو از اخبار آن صدر صدور	لا صلوٰۃ تم الا بالحضور
گر نہ موشی دزد در انبان ماست	گندم اعمال چل سالہ کجاست

متابعت کرنا نصرانیونکا اُس وزیر جہودی کے ساتھ

اُسکے[1] نصرانی ہوئے پیرو تمام	اصل کچھ رکھتی نہین تقلید عام
مہر[2] اُسکی اپنی دلمین رکھتے تھے	نائب عیسیٰ اُسے وہ کہتے تھے
وہ پسر دجال کا نا لعین	اے خدا فریادرس تو ہے معین
سیکڑون[3] ہین دام و دانہ اے خدا	ہم مثال مرغ پر حرص و ہوا
ہم پھنسے ہردم ہین تیرے دام مین	باز اور سیمرغ گر ہون کیا کرین
تو چھڑائے ہمکو ہردم اور ہم	پھر پھنسین پھندے مین آکر دمبدم
ہم یہان گندم کو جمع کرتے ہین	اس ذخیرہ کو ہم اپنے کھوتے ہین
ہمنے نے سوچا یہ آخر ہوش سے	ہے خلل گندم مین مکر موش سے
موش نے سوراخ کوٹھے مین کیا	اُس سے یہ غلہ مرا ویران ہوا
پہلے اے جان موش کا شر دفع کر	پھر تو کر گندم کو جمع اپنے گھر
ہے حدیث مصطفیٰ سن لو ضرور	لا صلوٰۃ تم الا بالحضور
موش[4] کوٹھی مین اگر نہ چور ہے	گندم چل سال عمل کے کیا ہوے

سلہ اُسکے نصرانی ہوئے الی آخرہ وہ جملہ نصرانی اُسکے پیرو ہوئے پس تقلید عام کچھ اصل نہین رکھتی ہے جیسے فی زماننا عوام الناس پیران ریاکار سے باتین تابل لکی سنکر معتقد ہوتے ہین اور چند روز مین بسبب عدم حصول ذوق الحق کے شورش نفس سے بد اعتقاد ہوکر روگردان ہوتے ہین واللہ اعلم ۱۲ سلہ۲ مہر اُسکی الی آخرہ ۲ شعر نصرانی محبت اُسکے اپنے دل مین رکھتے ہین اور اُسکو نائب عیسیٰ علیہ السلام کا جانتے تھے اور وہ پسر دجال لعین کا تھا پس ای خدا تو مددگار ہے ہماری فریاد سن غرض کہ مولانا آن پیران ریاکار کے آفتون سے مناجات درگاہ الٰہی مین کرتے ہین شعر آئندہ مین ۱۲ سلہ۳ سیکڑون ہین الخ ۸ شعر اے خدا صدہا دام مکر و فریب کے ہین اور ہم مانند مرغان حرص و ہوا کے ہردم تیرے دام مین پھنسے ہین باز و سیمرغ اگر ہم ہون کیا کرسکین تو ہردم ہمکو دام سے چھڑاتا ہے اور ہم پھر دام مین پھنستے ہین ہم یہان گندم نیکیون بکثرت جمع کرتے ہین اور اس ذخیرے کو اپنے کھوتے ہین اور یہ از راہ ہوش کے نہ سوچا کہ خلل گندم نیکی مین موش نفس امارہ کا ہے کہ اس کوٹھی وجود مین موش نفس نے سوراخ کیا ہے در اُس سے یہ غلہ نیکیون کا تباہ ہوتا ہے پس اے جان اول تو موش کا شر دور کر پھر تو گندم عمل کو جمع کر کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے الحدیث لا صلوٰۃ تم الا بالحضور یعنی نماز نہین پوری ہوتی ہے الا ساتھ حضور قلب کے واضح ہو کہ طریقت مین حضوری اسکو کہتے ہین کہ قلب خطرات نفسانی و خطرات شیطانی و خطرات ملکی سے بالکل پاک ہوکر مشاہدہ مین غرق ہوا اور دل کا نام قلب اسواسطے رکھا ہے کہ جب نفس کا غلبہ ہوتا ہے تو دل اُسکی طرف پلٹ جاتا ہے اور جب روح کا غلبہ ہوتا ہے تو دل اُسکا متبع ہوتا ہے اسواسطے نام اسکا قلب رکھا ہے اور کتب صوفیہ مین یہ حدیث اس طور پر لکھی ہے لا صلوٰۃ الا بحضور القلب یعنے نہین نماز ہوتی ہے الا ساتھ حضور قلب کے پس قلب پاک ہونا تینون خطرات سے واسطے حضوری کے ضرور ہے واللہ اعلم ۱۲ سلہ۴ موش کوٹھی مین الخ ۳ شعر اگر موش کوٹھی تن مین چور نہین ہے تو گندم عمل چالیس برس کے کیا ہوے اور ریزہ ریزہ نیکی ہر دن کی کیون نہ میرے ذخیرہ مین جمع ہوئی کسواسطے کہ شرار آتش کا چقماق سے نکلے تو سوختہ دل اُسکو از خود پکڑنے معمول ہے کہ شرر چقماق پارچہ سوختہ مین اثر کرتا ہے اور دوسرے پارچہ مین اثر نہین کرتا ہے باعث یہ ہے کہ سوختہ مین آتش مردہ کا کچھ اثر ہوتا ہے اسواسطے شرر چقماق کہ آتش لطیف ہے اثر کرتا ہے اور دوسرے پارچہ مین نہین اسیطرح جو دل کہ آتش عشق مرشد سے سوختہ ہوتا ہے حرارت فیضان عمل کو لطیف سے قبول کرتا ہے پس مولانا اس مثال من عمل نیک کا دل مین اثر نہونے کا باعث بیان فرماتے ہین شعر آئندہ شاہد حال ہے فافہم ۱۲

ریزه ریزه صدق هر روزه چرا / جمع می ناید درین انبار ما
بس ستاره آتش از آهن جهید / وان دل سوزیده پذرفت و کشید
لیک در ظلمت یکی دزدی نهان / می نهد انگشت بر استارگان
می کشد استارگان را یک بیک / تا که نفروزد چراغی در فلک
چون عنایاتت شود با ما مقیم / کی بود بیمی ازان دزد لئیم
گر هزاران دام باشد هر قدم / چون تو با مایی نباشد هیچ غم
هر شبی از دام تن ارواح را / می رهانی می کنی الواح را
می رهند ارواح هر شب زین قفس / فارغان نے حاکم و محکوم کس
شب ز زندان بیخبر زندانیان / شب ز دولت بیخبر سلطانیان
نی غم و اندیشهٔ سود و زیان / نی خیال این فلان آن فلان
حال عارف این بود بیخواب هم / گفت ایزد هم رقود زین مرم
خفته از احوال دنیا روز و شب / چون قلم در پنجهٔ تقلیب رب
آنکه او پنجه نبیند در رقم / فعل پندارد بجنبش از قلم

ریزه ریزه نیکی ہر دن کی مرے / کیون نہ جمع میرے غلہ مین ہوئی
آگ کا نکلے شرر چقماق سے / سوختہ دل اسکو از خود کھینچ لے
پر سیاہی مین چھپا اک چور ہے / ان شرارون پر ہے وہ انگلی رکھے
اور چھپاتا ہے شرارا ایک ایک کو / تا چراغ افلاک پر روشن نہ ہو
ساتھ ہووے جو عنایت تیری جب / کب ہمین اُس چور بد کا خوف ہو
گر ہزارون دام ہون ہر ہر قدم / تو جو اپنے ساتھ ہو پھر کیا ہے غم
روح کو ہر رات تن کے دام سے / تو چھڑا کر دل ان تختہ کو ارے
اس قفس سے روح چھوڑے رات کو / اور محکومی سے فارغ بس نہ ہو
شب کو قیدی قید سے خود بیخبر / اور شہ دولت سے اپنی بے اثر
اور نہ کچھ غم نفع او نقصان کو / نہ وہ جانے کون ہے اور کون تھا
حال یہ عارف کا بیداری مین ہے / حق بھی کہتا ہے رقود اس از سے
حال دنیا سے جو سویا روز و شب / چون قلم کے پھیرے اسکو دست رب
جو کہ لکھنے مین نہ دیکھے دست کو / وہ قلم کا فعل جانے اے کہو

تمثیل مرد عارف و تفسیر آیۃ اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتہا

مثال مرد عارف کی اور تفسیر اس آیۃ کی اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتہا

سلہ پر سیاہی مین چھپا الی آخرہ ۔ شعر لیکن سیاہی مین ایک چور چھپا ہوا ہے کہ اُن شرارون پر انگلی رکھ دیتا ہے اور شرر کو بجھا دیتا ہے کہ چراغ فلک پر روشن نہوین جو عمل نیکی سے ایک نور کا ذرہ دل مین پیدا ہوتا ہے نفس کا ذکر ظلمت قلب مین پوشیدہ ہے اس ذرہ نور کو زائل کر دیتا ہے کہ چراغ نور فلک پر روشن نہو کیونکہ چور روشنی مین رسوا ہوتا ہے اسواسطے مولانا تعلیم فرماتے ہین کہ اول ایمان تو اس موش نفس کے شر کو دور کر اور پھر گندم عمل نیک کو جمع کر کر نفع کامل حاصل ہو ۱۲ سلہ ساتھ اپنے ہو عنایت الخ ۲ شعر مولانا مناجات کرتے ہین کہ اے یار حبیب تیری عنایت ہمارے ہمراہ ہو تو ہمین چور سے پھر کیا خوف ہے اگر ہزارون دام قدم قدم پر ہون جب تو ساتھ ہو تو ہمین کیا غم ہے مولانا اسکی شان بیان فرماتے ہین اشعار آیندہ مین ۱۲ سلہ روح کو ہر رات الخ ۴ شعر یعنے تو ہر شب روح کو دام تن سے چھوڑا کر تختی دل کو نقوش خطرات نفسانی سے صاف کرتا ہے اور روح قفس تن سے ہر شب کو چھوٹ کر محکومی سے بیغم ہوتی ہے شب کو قیدی قید سے بے خبر اور بادشاہ دولت سے بے اثر اور نہ کچھ غم نفع و نقصان کا اور نہ وہ جانتے ہین کون ہے اور کون تھا اسی طرح بیداری مین تو ہمکو غلبہ نفس سے چھڑا دے چنانچہ یہ حال عارف کا شعر آیندہ مین فرماتے ہین خافہم ۱۲ سلہ حال یہ عارف الخ ۳ شعر حال یہ عارف کا بیداری مین ہے کہ جو اور ون کا خواب مین ہوتا ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے آیہ کریمہ تحسبہم ایقاظا و ہم رقود یعنی جانتے ہو تم اُنکو بیدار حالانکہ وہ ہین خفتہ احوال دُنیا سے جو روز و شب مانند قلم کے دست خدا اُنکو پھیرتا ہے جو کہ لکھنے مین پنجہ کو نہ دیکھے تو وہ اس فعل کو قوت قلم کا جانے یعنے عارف ظاہر مین احوال دُنیا سے خفتہ ہین جو حرکت کہ اُنسے سرزد ہوتی ہے مانند قلم کے دست خدا سے ہوتی ہے اسواسطے اُنکی روح بیداری مین مانند نفوس عاقل کے اس شب دُنیا مین بے تعلق و بے غم نفع نقصان غلبہ نفسانی سے رہتی ہے اور ہمیشہ اس عالم مین سیر کرتی ہے اور مولانا نے روح شب مین اسواسطے فرمائی کہ اکثر لوگ شب کو خفتہ ہوتے ہین اور روح اُنکی دام تن سے چھوٹتی ہے چونکہ اصطلاح صوفیہ مین شب سے مراد دُنیا ہے اسواسطے عارف بھی دُنیا مین خفتہ ہین اور اس عالم مین بیدار ہو جب آیہ کریمہ مرقومہ بالا کے خافہم ۱۲

شمۂ زین حال عارف وانمود	خلق را ہم خواب حسی در ربود
رفت در صحرائے بیچون جانِ شان	روح شان آسودہ و ابدان شان
ترک روز آخر چو با زرین سپر	ہندوئے شب را بہ تیغ افگند سر
میل ہر جانے بسوئے تن شود	ہر تنے از روح آبستن بود
از صفیرے باز دام اندر کشی	جملہ را در دام و در داور کشی
چون کہ نور صبحدم سر بر زند	کرگس زرین گردون پر زند
فالق الاصباح اسرافیل وار	جملہ را در صورت آرد زان دیار
روحہائے منبسط را تن کند	ہر تنے را باز آبستن کند
اسپ جانہا را کند عاری ز زین	سر النوم اخ الموت ست این
لیک بہر آنکہ روز آیند باز	بر نہد بر پائے شان بند دراز
تا کہ روزش وا کشد زان مرغزار	وز چراگاہ آردش در زیر بار
کاش چون اصحاب کہف آن روح را	حفظ کردی یا چو کشتی نوح را

حالِ عارف سے ذرا ظاہر کیا	خلق کو بس خوابِ حسی نے کیا
جان اُنکی لامکان کو بس گئی	روح و تن آرام سے اُنکی رہی
ترک نے بس دن کی زرین ڈھال لے	کاٹا سر ہندوئے شب کا تیغ سے
جان سب مائل ہوئی سوئے بدن	روح سے پھر پُر ہوا ہر ایک تن
پھر تو پھانسے دام مین دیکر صفیر	حکم حاکم مین کرے سب کو اسیر
جبکہ نورِ صبح ہو پھر جلوہ گر	کرگس زرین اڑے بس چرخ پر
فالق الاصباح اسرافیل وار	لائے تن مین ان سبکو ایکبار
منبسط روحونکو کرتا ہے بدن	اور بھرتا اس سے ہے ہر ایک تن
اسپِ جان کو زین سے کرتا ہی تہی	بھید النوم اخ الموت ہے یہی
دن کو تا آجائین واپس اسلیے	باندھتا ہے ڈور لانبی پانون سے
تا کہ دن کو کھینچ لا اُنکے تئین	اُس چراگاہ سے وہ لا زیر زین
کاش جون اصحاب کہف اُس روح پر	نگہبان ہوتا جو کشتی نوح کے

۵۱ حال عارف سے الی آخرہ ۲ شعر خداوند عالم نے اصحاب کہف کے حق مین عارف کے حال سے تھوڑا سا ظاہر کیا واسطے آگاہی مخلوق کے کہ مخلوق یہ خواب حسی لے گئی کہ تاکیف بیخودی عارف کی اس خواب حسی کی راحت سے معلوم کرین کہ اس طرح عارف بیخودی مین راحت و آرام سے ہے گویا یہ خواب حسی نمونہ عارفون کی مدہوشی و بیخودی کا ہے کہ حق تعالی نے انسان کو از راہ عنایت کے عطا کیا ہے کہ جان اُنکی ہر شب مین جا ہی کم کسیر باطن سے لذت پذیر ہو پس جان اُنکی لامکان کو گئی اور روح تن اُنکے آرام سے رہا ۵۲ ترک نے بس دن الخ ۵ شعر جبکہ ترک روز نے زرین ڈھال لے کر ہندوئے شب کو تیغ سے ہلاک کیا اور دن ہوا اُس عالم سے طرف بدن راجع ہوئین اور روح سے پھر ہر بدن پُر ہوا پھر اُن مرغان جان کو آواز دیکر دام باطن مین پھانسے اور جبکہ حاکم حکم مین اسیر کرے یعنی پھر شبکو اُس عالم مین جانون کو تو بلائے جب کہ نور صبح جلوہ گر ہوا اور کرگس زرین آسمان پر اوڑے یعنی دن ہوا ہو فالق الاصباح یعنی کھولنے والا صبح کا اسرافیل کے مانند پھر اُس عالم سے بدن مین سب جانون کو لاتا ہے اور کرتا ہے روح منبسط کو بدن اور پُر کرتا ہے اُس سے ہر ایک تن یعنی شب کو مثال روز حشر کے اسرافیل کے مانند پیدا کرتا ہے ۵۳ اسپ جان کو الخ ۲ شعر اسپ جان کو زین تن سے خالی کرتا ہے یہی راز ہے النوم اخ الموت کا یعنی نیند بہن ہے موت کی واضح ہو کہ موت سے تا بعث یہی کیفیت جانون پر رہیگی جیسے خواب مین رنج و راحت جان کو ہوتا ہے اور روز بعث یہی معلوم ہوگا کہ ہم خواب سے بیدار ہوئے الا خواب سے ایک ڈور لانبی جان کے پانون پر باندھتا ہے اس لیے کہ تا دن کو پھر واپس بدن کو چلی آئے تا کہ دن کو اس چراگاہ سے اُسے کھینچ کر زیر زین پھانسے پس وہ ڈور لانبی دم کی ہے کہ جان کو تن سے تعلق رہتا ہے واللہ اعلم ۱۲۔
۵۴ کاش چون اصحاب الخ ۵ شعر کاش اُس روح پر مانند اصحاب کہف کے یا مانند کشتی نوح کے نگہبان تو ہوتا ہوش و بیداری کے طوفان سے گوش و چشم اور جان دل نجات پاتے جیسے اصحاب کہف کی جانین اس عالم مین اس تیری نگہبانی کے سبب سے بادشاہ ظالم سے نجات پاکر خوش و خرم ہین ہماری جان بھی طوفان بیداری و ہوش سے امن مین وہان آتی اور یہ شعر قطعہ بند ہے اے شخص جب اصحاب کہف عالم مین تیرے پاس و روبرو اسوقت ہین اور وہ یار غار تجھ سے باتین کرتے ہین مگر تیرے چشم گوش پہ مہرین ہین جان تو کہ یہ تو پوشیان کسواسطے ہین مہرین حق کی تیرے چشم گوش پر لگی ہین اسواسطے تجکو وہ نہین معلوم ہوتے ہین لینی اصحاب کہف عارفین ہین عالم مین تیرے پاس موجود اسوقت ہین اور وہ تیرے یار غار ہین اور تجھسے باتین کرتے ہین کہ تیرے ہمکلام نہین ہین کہ انکو تو پہچانے علاوہ تیری یہ دو پوشیان بسبب نہونے عشق کے ہین اگر عشق سے تیرا دل بیدار ہوتا تو تو انکو پہچانتا حکایت آیندہ اسکے مصداق حال ہے واللہ اعلم ۱۲۔

تا ازین طوفان بیداری و هوش	وا رهیدی این ضمیر و چشم و گوش	ہوش و بیداری کے تا طوفان سے	گوش و چشم و جان و دل سب چھوٹی
ای بسا اصحاب کهف اندر جهان	پهلوی تو پیش تو هست این زمان	ای بہت اصحاب کہف عالم میں ہیں	تیرے پاس اور سامنے اس وقت ہیں
یار با تو غار با تو در سرود	مهر بر چشم است و بر گوشت چه سود	تجھ سے باتیں کرتے ہیں و یار غار	تیری چشم و گوش پر مہریں ہیں یار
باز دان کز چیست این روپوش‌ها	ختم حق بر چشم‌ها و گوش‌ها	جان تو رو پوشیاں ہیں کس لیے	مہر حق کی ہے لگی کان آنکھ پے

سوال کردن خلیفه از لیلی و جواب او را | سوال کرنا خلیفہ کا لیلی سے اور جواب دینا اسکا

گفت لیلی را خلیفه کان توی	کز تو مجنون شد پریشان و غوی	تو ہی ہے لیلی[1] خلیفہ نے کہا	جسکے اوپر قیس دیوانہ ہوا
از دگر خوبان تو افزون نیستی	گفت خامش چون تو مجنون نیستی	حسن میں اوروں سے تو افزون نہیں	بولی وہ چپ رہ کہ تو مجنون نہیں
دیدهٔ مجنون اگر بودی ترا	هر دو عالم بی‌خطر بودی ترا	آنکھ مجنون کی تجھے ہوتی اگر	دونوں عالم تجھکو ہوتے بے خطر
با خودی تو لیک مجنون بیخود است	در طریق عشق بیداری بد است	بیخودی مجنون کو تجھکو ہے خودی	عشق کے رستے میں بیداری بری
هر که بیدار است او در خواب‌تر	هست بیداریش از خوابش بتر	خواب میں ہے وہ کہ جو بیدار ہے	اسکی بیداری بری ہے خواب سے
هر که در خواب است بیداریش به	مست غفلت عین هشیاریش به	خواب آئے کی تو بیداری ہے خوب	مست غفلت کی تو ہشیاری ہے خوب
چون بحق بیدار نبود جان ما	هست بیداری چو در بندان ما	میری[2] جان حق سے نہو بیدار اگر	ہے وہ بس بیداری چون قید بشر
جان همه روز از لگدکوب خیال	وز زیان و سود وز خوف زوال	جان پامالی سے دن بھر فکر کے	اور زوال و خوف و نقص و نفع کے

[1] تو ہی ہے لیلی الخ ۔ شعر یک خلیفہ نے لیلے سے کہا کہ وہ تو ہی لیلی ہے جس پر مجنون مرتا ہے کچھ تو اوروں سے زیادہ حسین نہیں ہے لیلی نے جواب دیا کہ چپ رہ تو مجنون نہیں ہے اگر چشم مجنون کی تجکو ہوتی تو تو دونوں عالم سے بےخوف ہوتا کیونکہ جس کو عشق ہوتا ہے وہ چشم بینا و گوش شنوا رکھتا ہے پس مجنون بے خود ہے اور تو با خود ہے عشق کی راہ میں بیداری بری ہے بیداری سے عقل معاش ہے کیونکہ عقل معاش خراب ہے اور بیداری معاد ہے پس تو عقل معاد پیدا کر تو جانے کہ لیلی کیا ہے اور کیا چیز رکھتی ہے پس خواب میں وہ ہے کہ جو بیداری ظاہر رکھتا ہے اور اس کی بیداری خواب سے بدتر ہے یعنی جو دنیا کے کام میں چالاک ہے اور خود کو بیدار جانتا ہے وہ درحقیقت خواب غفلت میں ہے اور جو کہ خواب بیہوشی میں ہیں وہ خواب میں بیدار ہیں اور جو کہ مست غفلت کے ہیں وہ خواب میں بیدار ہیں فہم من فہم ۱۲

[2] میری جان حق سے الخ ۔ شعر اگر میری جان حق سے بیدار نہو وہ بیداری مثل زندان کے ہے اور وہ جان دن بھر پامالی اہوال و نفع و نقصان و خوف زوال سے نہ صفائی و لطافت رکھتی ہے اور نہ افلاک پر جانے پاتی ہے پس وہ شخص خواب میں ہے کہ جو ہر ایک خیال سے امید رکھے اور اس سے باتیں کرے نہ خیال ایسا ہو کہ اس سے حال پیدا ہو پس وہ خیال اسپر سو طرح کا وبال ہے واضح ہو کہ مولانا خیال تفریق بیان فرماتے ہیں کہ ایک خیال مقدمہ مالیخولیا و مراقبت کا ہوتا ہے کہ انسان دل میں منصوبے دنیا کے باندھتا ہے شیخ چلی کے اور کبھی اسمیں روتا ہے اور کبھی ہنستا ہے اور چلتے و بیٹھتے ہاتھ ہلا کر باتیں کرتا ہے وہ محض خواب غفلت ہے اور ایک ہوا جسمیں جسم خطرات نفسانی سے کہ ہنگام فکر کے طالبوں کو کی حرارت عشق و خواہشات نفسانی دنیا کے خیالات پیدا ہوتے ہیں اور اس سے مراد وہ ہی غفلت دیں ہے ان اصل خیال وہ ہے جو طالب بموجب ارشاد مرشد کے شغل میں یا بسبب استیلاء عشق کے حیات مرشد سے یا انکشاف تشبیہ اور تنزیہ سے مخاطب ہو کر ناز و نیاز کی باتیں یار سے کرے چنانچہ ہر مجاز کی بات اسی قسم سے ہے بلکہ جذب و حال اس سے پیدا ہو وہ عین بیداری ہے اور اسی خیال صحیح کو فقیری کہتے ہیں پس مولانا خیال ناقص کا حال مثال میں آیندہ فرماتے ہیں فہم من فہم ۱۲

زصفای مانندش نے لطف فر	ز بسوے آسمان او سفر	زصفائی ز لطافت وہ رکھے	اور نہ جانے پائے وہ افلاک پے
خفتہ آن باشد کہ او از ہر خیال	دارد امید و کند با او مقال	خواب مین وہ ہے کہ وہ ہر فکر سے	رکھے اُمید اُس سے اور باتین کرے
نی خیان کاز خیال آید بحال	آن خیالش گردد او را صد بال	ز خیال ایسا کہ ہوئے اُس سے حال	وہ خیال ایسا ہوا اُسکا سو بال
دیو را چون حور بیند او بخواب	پس ز شہوت ریزد او با دیو آب	خواب مین [سله] دیکھا پری سان دیو کو	اُسکے ساتھ ہم صحبتی شہوت سے ہو
چونکہ تخم نسل در شورہ بریخت	او بخویش آمد خیال از وی گریخت	بیج بویا شور مین جو نسل کا	ہوش آیا تو خیال اُس سے گیا
ضعف سر بیند ازان و تن پلید	آہ ازان نقش پدید ناپدید	تن پلید اور ضعف سر نے پائی راہ	نقش اُس پیدا و ناپیدا سے آہ
مرغ بر بالا پران و سایہ اش	می دود بر خاک پران مرغ وش	مرغ [سله] اوپر اُڑتا سایہ خاک پے	اُڑتا جاتا ہے مثال مرغ کے
ابلہے صیاد آن سایہ شود	می دود چندانکہ بے مایہ شود	بیوقوف ہے وہ شکاری سایہ کا	یان تلک دوڑا کہ عاجز ہو گیا
بیخبر کان عکس آن مرغ ہوا ست	بیخبر کہ اصل آن سایہ کجاست	یہ نہ جانا سایہ ہے اُس مرغ کا	اور نہ جانا یہ کہ اصل اُسکی ہے کیا
تیر اندازد بسوئے سایہ او	ترکشش خالی شود در جستجو	تیر سے مارے وہ طرف اُس سایہ کے	خالی ترکش ہو گئے اور وہ بے
ترکش عمرش تہی شد عمر رفت	از دویدن در شکار سایہ تفت	ترکش اُسکی عمر کا خالی ہوا	اور شکار سایہ مین دوڑا تھکا

در تحریص متابعت ولی مرشد

بیچ حرص دلانے متابعت مرشد ولی اللہ کے

سایہ یزدان چہ باشد دایہ اش	وا رہاند از خیال سایہ اش	سایہ [سله] حق کا کیا ہے دایہ اُسکی ہے	کہ چھڑاتی ہے خیال و سایہ سے

سله خواب مین دیکھا الی آخرہ ۳ شعر جیسے ایک نے خواب مین دیو کو پری کی صورت دیکھا اور اُس سے اندازہ شہوت جماع کیا گویا تخم بویا زمین شور مین نسل کا ثمر حاصل نہوا جب ہوش آیا تو وہ خیال گیا تن پلید اور ضعف دماغ اُس شخص پیدا و ناپیدا سے پایا اور کچھ حاصل نہ ہوا اسی طرح یہ خیالات دُنیا کے ہین واللہ اعلم ۱۲ سله مرغ اوپر اُڑتا الخ ۵ شعر مثال دوسری اس خیال ناقص کی مولانا فرماتے ہین کہ جیسے ایک مرغ ہوا پر اُڑتا ہے اور اُسکا سایہ زمین پر مثل مرغ کے اُڑتا ہے پس بیوقوف ہے وہ صیاد کہ سایہ کے پیچھے دوڑا اور تھکا اور نہ جانا کہ مرغ کا سایہ ہے اور اُسکی اصل کیا ہے اور تیر اس سایہ کی طرف مارا کہ ترکش خالی ہوا اور شکار مین سایہ کے دوڑا اور تھکا گویا ہر روز چوبیس ہزار تیر دم کے مرغ خیال کے سایہ پر خرچ کئے اور آخر کچھ ہاتھ نہ آیا پس خیال ناقص سایہ ہے اس خیال صحیح کا کہ وہ بمنزلہ مرغ کے ہے حال خیال ناقص کا درمیے ہے وہ خواب غفلت مین ہے اور مدار کار عمر کا دم کے شمار پر ہے لمولفہ واللہ اعلم ۱۲ سله سایہ حق کا کیا ہے الخ ۷ شعر سایہ حق کا کیا ہے دایہ ہے کہ وہ خیال و سایہ دُنیا سے چھڑا دیتا ہے یعنی وہ مرشد اولیاے کرام ہین کہ پرورش کرکے راہ راست پر لاتے ہین وہ بندۂ خدا سایۂ خدا ہے اور یہ تمام عالم ہے مُردہ اور وہ زندہ خدا ہے پس یہ عالم مُردہ ہے اور اولیاء کرام زندہ بحق ہین کیونکہ وہ فنا فی اللہ باقی باللہ ہین جو کہ زندگی خدا کے نزدیک سزاوار ہے اسواسطے مولانا اولیاے کرام کو سایہ زندہ کہتے ہین پس تو جلد دامن اُنکا پکڑ تا آفت آخر زمان سے تجکو امن ہو چنانچہ نسبت اولیا کے حق تعالی فرماتا ہے آیہ کریمہ الم تر الی ربک کیف مد الظل یعنی آیا نہین دیکھتے ہو تم طرف قدرت پروردگار اپنے کے کیسا پھیلایا ہے سایہ کو وہ نقش اولیا ہے دلیل خورشید کی خدا ہے جیسے دھوپ دلیل ہے آفتاب کی تو حق کو لیکر صحراے سلوک مین جا اور لا احب الآفلین کہہ مانند خلیل اللہ کے یعنی نہین دوست رکھتا ہون ڈوبنے والے کو جیسے خلیل ہے دوست نہ رکھا ایسے نور منظور ہے کو کہ تا پند ہین ... دست پڑ اور سایہ سے کہ مرشد ہے جاہل اور دوست مت رکھ فناپذیر کو واضح ہو کہ مولانا عاشق رسول اللہ ہین اور مثنوی نعت مین لکھی ہے بس ضیاء الحق حسام الدین سے مراد رسول اللہ ہین ناظرین مثنوی کو چاہیے کہ جس جایہ نام آئے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے مُراد جانین بلکہ ہر جا پیش نظر حضور کو رکھیے کہ مضامین مثنوی کے چسپان ہوتے ہین کیونکہ مولانا کی نظر بھی ہر قصہ حکایت ۴ مین حضور کے نعت کی جانب ہے فہم من فہم ۱۲

سایۂ یزدان بود بندۂ خدا | مردۂ این عالم و زندۂ خدا
دامن او گیر زوتر بیگمان | تا رہی از آفتِ آخر زمان
کیف مد الظل نقش اولیاست | کو دلیلِ نورِ خورشیدِ خداست
اندرین وادی مرو بی این دلیل | لا احب الآفلین گو چون خلیل
رو ز سایہ آفتابی را بیاب | دامنِ شہ شمس تبریزی بتاب
رہ ندانی جانبِ این سور و عرس | از ضیاء الحق حسام الدین بپرس
ور حسد گیرد ترا در رہ گلو | در حسد ابلیس را باشد غلو
کو ز آدم ننگ دارد از حسد | با سعادت جنگ دارد از حسد
عقبۂ زین صعب‌تر در راہ نیست | ای خنک آن کس حسد ہمراہ نیست
این جسد خانۂ حسد آمد بدان | کز حسد آلودہ گردد خاندان
خانہا از حسد گردد خراب | بازشاہی از حسد گردد غراب
گر جسد خانۂ حسد گردد ولیک | آن جسد را پاک کرد اللہ نیک
یافت پاکی از جناب کبریا | جسم تیرہ از کبر و از حقد و ریا
طہرا بیتی بیان پاکی است | گنج نور است ار طلسمش خاکی است
چون کنی بر بی حسد مکر و حسد | زان حسد دل را سیاہی ہا رسد
خاک شو مردان حق را زیر پا | خاک بر سر کن حسد را ہمچو ما

سایہ اللہ کا ہے وہ بندۂ خدا | مردہ ہے عالم اور زندہ خدا
جلد دامن اسکا پکڑو بیگمان | تا نہ آئے آفتِ آخر زمان
کیف مد الظل ہے نقش اولیا | وہ دلیلِ نور خورشید خدا
جانا ہے جنگل میں ہرگز بے دلیل | لا احب الآفلین کہہ چون خلیل
سایہ ہے خورشید سے تو جلد ڈھونڈ | شمس تبریزی کے دامن کو نہ چھوڑ
گر نہیں ہے تجھکو اب رہ کی سوجھ | یہ ضیاء الحق حسام الدین سے پوچھ
گر حسد[سلہ] پکڑے ترا رہ میں گلو | کہ حسد میں ہے غلو شیطان کو
وہ حسد سے گھٹا ہے آدم سے ننگ | اور حسد سے باسعادت اسکو جنگ
اس سے گھاٹی راہ میں مشکل نہیں | ہے وہ اچھا جسکا حاسد دل نہیں
بن گیا ہے گھر حسد کا یہ جسد | خاندان کل ہووے آلودہ حسد
خاندان اسکا حسد سے ہو تباہ | زاغ بنجا دے حسد سے بازشاہ
گھر جسد[سلہ] خانہ حسد کا ہو ولیک | اس حسد کو حق کرے پاک اور نیک
پائی پاکی اسنے بس اللہ سے | جو کہ تن کبر و ریا کینہ رکھے
طہرا بیتی ہے پاکی کا ظہور | گو طلسم خاک ہے پر گنج نور
بے حسد پر گر کرے مکر و حسد | اس حسد سے دل ہو کالا اور حسد
خاک پا مردان حق ہو یہ ہے رنگ | خاک ڈال تو حسد پر میرے رنگ

در بیان حسد کردن وزیر جہود

بیچ بیان حسد کرنے وزیر جہود کے

آن وزیرک از حسد بودش نژاد | تا بباطل گوش و بینی باد داد

وہ وزیر اک تھا حسد کا بس اسیر | ناک کان اپنے کٹائے جھوٹ پر

سلہ گر حسد پکڑے الخ شعر اگر اس راہ طلب میں تجکو حسد پیدا ہو کہ حسد میں شیطان کو غلبہ ہے اور بسبب حسد کے اسکو آدم سے ننگ ہے اور سعادت سے جنگ پس اس حسد کے سوا اور کوئی گھاٹی اس راہ میں مشکل نہیں ہے آدمی وہ اچھا ہو کہ حسد نہیں رکھتا ہے اور جسکا جسد گھر حسد کا ہوگیا ہے تو اسکا خاندان کل حسد میں گرفتار ہوگا بلکہ اس حسد سے وہ خاندان تباہ ہوگا اور بادشاہی زاغ بنجائیگا پس تجکو اے طالب چاہیئے کہ جسد کو حسد سے بچا واللہ اعلم۔ سلہ گھر جسد خانہ حسد کا ہو الخ شعر اگر جسد خانہ حسد کا ہے ولیکن حق تعالی اس حسد کو پاک وصاف کر دیگا اور جو جسم کہ کبر و کینہ و ریا کا رکھتے اسنے بھی پاکی پائی اللہ سے چنانچہ حق تعالی نے فرمایا ہے آیہ کریمہ ان طہرا بیتی للطائفین پاک کرو تم گھر ہمارے کو کہ کعبہ ہے واسطے طائفین کے پس مولانا فرماتے ہیں کہ پاکی گھر سے مراد پاکی دل ہے کہ وہ گنج نور ہے گو طلسم خاکی اسپر ہے جسم کا پس تم پاک کرو خانہ دل کو حسد کبر و کینہ دنیا سے واسطے تجلی حق کے کہ دل کے اندر تجلی طواف کرتی ہے اور جو بے حسد یعنی اولیا پر حسد کرے اس حسد سے دل سیاہ ہو پس تو مرشدوں کا خاکپا ہو اور خاک ڈال اس حسد پر میرے ہمرنگ ہو وافہم۔ سلہ وہ وزیر اک تھا الخ شعر وزیر جہودی حسد سے پیدا ہوا تھا کہ جھوٹ کے واسطے اسنے اپنے ناک کان کٹوائے اس طمع پر کہ حسد کے نیش کا زہر جسم میں ان مسکینوں کے اثر کرے مولانا اسکے حقایق فرماتے ہیں کہ جو کوئی شخص حسد یعنی کرتا ہے وہ آپ کو بے کان و ناک کا کرتا ہے یعنی اسکے ناک کان باطن کے تلف ہو جاتے ہیں اور ناک اسے کہتے ہیں کہ بو یار کی سونگھے اور وہ بو اسکو کوے یار تک لے جائے پس جسکو بو نہو وہ بے ناک کا ہے اور بو وہ بو ہے کہ دین پاک سے ہو اور پائی ہو اور ناشکری کی کفران نعمت اس سے ہوا اور ناک اسکی کٹی پس تو شکر کر اور اسکے شاکر و نکا بندہ ہو اور آگے انکے مردہ ہو اور ہمیشہ زندہ رہو کس واسطے کہ اس وزیر نے جو حسد کیا ناک کان ظاہری اسکے کٹے ایسے ہی جو کوئی حسد میں

پر اُمید آن کو ز نیش حسد | زہر او در جان مسکینان رسد
ہر کسی کو از حسد بینی کند | خویش را بے گوش و بے بینی کند
بینی آن باشد کہ او بوی برد | بوی او را جانب کوئے برد
ہر کہ بویش نیست بے بینی بود | بوی آن بویست کان دینی بود
چونکہ بوئے برد و شکر آن نکرد | کفر نعمت آمد و بینیش خورد
شکر کن مر شاکران را بندہ باش | پیش ایشان مردہ شو پایندہ باش

اس طمع پر کہ حسد کے نیش سے | سم اثر جان مین مساکین کے کرے
جو کوئی کرتا حسد بینی ہے وہ | کرتا ہے بے ناک و بے کان آپ کو
ناک اُسے کہتے ہین سونگھے جو کہ بو | اور بو لے جائے اُسکو تا بہ کو
جسکو بو اُسکی نہو بے ناک ہے | بو وہ بو ہے کہ ہو دین پاک سے
لے گیا بو اور ناشکری کرے | کفر نعمت آئے ناک اُسکی کٹے
شکر کر اور شاکرون کا بندہ ہو | آگے اُنکے مُردہ ہو اور زندہ ہو

فہم کردن حاذقان نصاری مکر وزیر را | پہچان لینا دانایان نصاری کا مکر وزیر کو

چون وزیر از رہزنی مایہ مساز | خلق را تو بر میاور از نماز
ناصح دین گشتہ آن کافر وزیر | کردہ او از مکر در لوزینہ سیر
ہر کہ صاحب ذوق بود از گفت او | لذتے میدید و تلخے جفت او
نکتہا مے گفت او آمیختہ | در جلاب و قند زہری ریختہ
ہان مشو مغرور زان گفت نکو | زانکہ دارد صد بدی در زیر او
ہر کہ باشد زشت گفتش زشت دان | ہرچہ گوید مُردہ آنرا نیست جان
گفت انسان پارۂ انسان بود | پارۂ از نان یقین کہ نان بود
زان علی فرمود نقل جاہلان | بر مزابل ہمچو سبزہ ست ای فلان
بر چنان سبزہ ہر آنکو بر نشست | بر نجاست بیشکے بنشستہ است
بایدش خود را بشستن از حدث | تا نماز فرض او نبود عبث

جون وزیر اب رہزنی سے لے نہال | خلق کو تو مت نماز و حق نکال
دین کا ناصح ہوا کافر وزیر | مکر سے حلوے مین ڈالا اُسنے سیر
جو تھا صاحب ذوق اُسکی بات سے | پاتا اک تلخی تھا وہ لذات سے
نکتے وہ کہتا تھا مل بس انہین | زہر دیتا تھا گلاب و قند مین
تو نہو مغرور اُسکی بات پے | سو بُرائی اُسمین ہین اسواسطے
جو کہ زشت ہے باتین اُسکی زشت جان | جو کہین مُردہ نہین ہے اُسمین جان
بات انسان کی ہے جز انسان کا | نان ہے وہ جو ہے پارہ نان کا
دی علیؓ نے یہ مثال جاہلان | کہ اُنکا مزبل پہ ہے سبزہ عیان
ایسے سبزے پر اگر بیٹھا کوئی | بے شبہہ بیٹھا نجاست پر وہی
دور کر اپنے سے تو اب یہ حدث | تا نماز فرض نے ہووے عبث

سلہ جون وزیر الخ یہ شعر ای تو وزیر کے مانند واسطے مال کے خلق اللہ کو نیاز و نماز حق سے رو گردان نہ کر کیونکہ وہ وزیر ناصح و وعظ دین ہوا اُسنے از راہ مکر و دغا کے حلوے مین لہسن ملایا یعنی ہدایت مین گمراہی کو چھپایا جو کہ نصرانیون مین صاحب ذوق تھے اُس میٹھاس مین تلخی کا مزا پاتے تھے وہ نکتہ مجمل اُسنے بیان کرتا تھا گویا زہر قند و گلاب مین ملا دیتا تھا اب مولانا آگے حقایق بیان فرماتے ہین ۱۲۔

سٹہ تو نہو مغرور الخ یہ شعر ایسے پیرون کی باتون پر تو مغرور ہو اگر سو بُرائیان اُسمین ہین کیونکہ جو بُرا ہے اُسکی باتین بھی بُری ہین اور جو مُردہ دل کہتا ہے اُسکی باتین بے جان ہین کس واسطے کہ کلام انسان کا جز انسان ہے جیسے ٹکڑا روٹی کا روٹی ہے اسواسطے قال و حال مین فرق ہے گو ظاہر دونون ایک ڈھنگ کہین قال دوسرے کے واقعہ گذرے کی باتون کو کہتے ہین اور حال اپنے واقعہ گذرے کی باتونکو کہتے ہین پس حال کی باتون مین اثر ہے اور قال کی باتون مین اثر نہین ہے جو عارفون کا باطن اثر پذیر ہے اُسکا کلام بھی اثر پذیر ہے اہل مذاق اسکو پہچان لیتے ہین اور جاہلون کی باتون مین اثر نہین ہے چنانچہ جاہلون کی نسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مثال فرمایا ہے قولہ نعم الجاہل کروضۃ فی مزبلۃ یعنی جاہل کی تحسین مثل اس سبزے کے ہین کہ نجاست پر اُگا ایسے پر اگر کوئی بیٹھے بے شبہہ نجاست پر بیٹھا ہے تو خود کو اُس نجاست سے پاک کرنا تیرا فرض ہے عبث نہو یعنی باطن کو آلایش دنیا سے پاک کرنا چاہئے تا معرفت الٰہی سے کہ فرض ہے محروم نہ رہ فافہم ۱۲۔

ظاہرش میگفت در رہ چست شو ۔ وز اثر میگفت جان را سست شو
ظاہرا کہتا کہ دین میں چست ہو ۔ اور اثر سے کہتا جانکو سست ہو

ظاہر نقرہ گر اسپیدست و نو ۔ دست و جامہ می سیہ گردد ازو
ظاہرا چاندی تو دکھتی ہے سفید ۔ دست و جامہ ہو سیہ ای ناامید

آتش ارچہ سرخ رویست از شرر ۔ تو ز فعل او سیہ کاری نگر
سرخرو آتش شرر سے گرچہ ہے ۔ فعل سے اسکے سیاہی دیکھ لے

برق گرچہ نور آید در نظر ۔ لیک ہست از خاصیت دزد بصر
برق روشن گرچہ آتی ہے نظر ۔ لیک دیتی ہے بصر کو وہ ضرر

ہرکہ جز آگاہ و صاحب ذوق بود ۔ گفت او در گردن او طوق بود
جز علاوہ اہل ہوش و ذوق تھا ۔ اسکی باتوں کے وہ پھندے میں پھنسا

مدتی شش سال در ہجران شاہ ۔ شد وزیر اتباع عیسیٰ را پناہ
چھ برس تک ہجر شہ میں وہ وزیر ۔ رکھتا تھا عیسائیوں پر دار و گیر

دین و دل را کل بدو بسپرد خلق ۔ پیش امر و نہی او می مرد خلق
دین و دل اپنا اُسے دیتی تھی خلق ۔ آگے اُسکے حکم کے مرتی تھی خلق

آخر الامر از برائے آن مراد ۔ تا دہد چون خاک ایشان را بباد
الغرض اس اپنے مقصد کے لیے ۔ تا کیا برباد انھیں جون خاک کے

پیغام شاہ پنہانی بسوئے وزیر پر تزویر ۔ پوشیدہ پیغام بھیجنا بادشاہ کا طرف اُس وزیر مکار کے

در میان شاہ و او پیغام ہا ۔ شاہ را پنہان بدو آرام ہا
شاہ کے اُسکے تھے آپس میں پیام ۔ شہ کو پنہاں اس سے تھی تسکین تمام

پیش او بنوشت شہ کای مقبلم ۔ وقت آمد زود فارغ کن دلم
شاہ نے لکھا اُسے ای راز دان ۔ وقت ہے کر میری فارغ جلد جان

انتظارم دیدہ و دل بر رہ ست ۔ زین غمم آزاد کن گر وقت ہست
منتظر ہوں آنکھ و دل تکتا ہے راہ ۔ کر مجھے بے غم اگر ہے دستگاہ

گفت اینک اندرین کارم شہا ۔ کافگنم در دین عیسیٰ فتنہا
بولا شاہا ہوں اسی میں کام میں ۔ ڈالوں فتنے دین میں عیسیٰ کے میں

۵۱ ظاہرا کہتا الخ اب قصہ کی طرف مولانا رجوع فرماتے ہیں کہ وہ وزیر ظاہر میں کہتا تھا کہ دین کی طرف چست و چالاک ہو اور اثر ہدایت سے جان کو کہتا تھا کہ سست ہو چنانچہ مثال اسکی فرماتے ہیں ۱۲۔

۵۲ ظاہرا چاندی الخ ۲ شعر جیسے چاندی ظاہر میں صاف و سفید دکھائی دیتی ہے مگر ہاتھ و کپڑا اُس سے سیاہ ہوتا ہے یا سرخرو آتش شرر سے اگرچہ ہو مگر فعل سے اسکے سیاہی پیدا ہے یا برق روشن اگرچہ ہے لیکن بصارت کو ضرر دیتی ہے اسی طور پر پیران ریاکار کی ہدایت و تعلیم ہے واللہ اعلم ۱۲۔

۵۳ جو علاوہ الخ ۲ شعر اور جو لوگ کہ سوائے اہل ذوق و دانا کے تھے یعنی نادان اسکی باتوں میں گرفتار ہوئے اور اُسنے چھ برس تک نصرانیوں پر بادشاہ سے جدا ہو کر حکومت کی اور ایک مخلوق اپنا دین و دل اسکو دیتی اور آگے کہا اُسکے کے مرتی کہ اُسنے اپنے مقصد و حرص و ہوا کے لئے اُن نصرانیوں کو مانند خاک کے برباد کیا جس طرح ریاکار بادشاہ حقیقی سے غافل ہو کر غرض دُنیا کے لیے مخلوق کو تباہ کرتے ہیں واللہ اعلم ۱۲

۵۴ شاہ کے اُسکے الخ۔ اشعر بادشاہ اُس سے پوشیدہ پیام کرتا تھا اور تسکین تمام رکھتا تھا پس بادشاہ نے اُسے لکھا اے محرم کار اب وقت ہے تو میری جان کو اس غم سے جلد فارغ کر کہ میں منتظر ہوں اور جسم و دل جو جویان راہ ہے اگر تجھکو دست قدرت ہے تو تو مجھکو مطمئن کر وزیر نے جواب دیا کہ ای شاہ میں اسی کام میں ہوں کہ آفتیں دین عیسیٰ میں ڈالوں اور قوم عیسیٰ کے واسطے انتظام کے بارہ سردار تھے اور ہر ایک گروہ ایک ایک سردار کا مطیع و فرمانبردار تھا پس وہ بارہ سردار اُس وزیر مکار کے دل و جان سے تابع ہو گئے اعتماد اُن سب کو اس کے کہنے کا ہوا اور اقتدا اُنکو اس کے طریقہ پر تھا اگر وہ انکو مرجانے کے واسطے کہتا وہ بارہ سردار اُسی وقت جان دیتے پس اُس وزیر جہودی نے سب کو خراب کیا اور مکر سے آفت میں ڈالا یہ حال پیران ریاکار کا ہے عیاذاً باللہ ۱۲

قوم عیسی را بُد اندر دار و گیر / حاکمان شان دہ امیر و دو امیر
ہر فریقے مر امیرے را تبع / بندہ گشتہ میر خود را از طمع
این دہ و آن دو امیر و قوم شان / گشتہ بندۂ آن وزیر بدنشان
اعتماد جملہ بر گفتار او / اقتدای جملہ بر رفتار او
پیش او در وقت و ساعت ہر امیر / جان بدادی گر بدو گفتی بمیر
چون زبون کرد آن جہود کژ جملہ را / فتنہ انگیخت از مکر و دغا

قوم عیسیٰ کی تھی اندر دار و گیر / اور حاکم اُنکے تھے بارہ امیر
ہے گروہ ہر اک مطیع اک میر کا / اور طمع سے میر کا تابع ہوا
دہ جو تھے کچھ قوم کے بارہ امیر / ہو گئے دل جان سے تابع وزیر
اعتماد اُن سب کو اُسکی قال پر / اقتدا اُن سب کو اسکی چال پر
بس اُسی وقت اور اُسی دم جو وزیر / کہتا مرنے کو تو مرتا ہر امیر
اُس جہودی نے کیا سب کو خراب / مکر سے بس ڈالے فتنے بیحساب

تخلیط وزیر در احکام انجیل و مکر آن

گڈمڈ کرنا وزیر کا احکام انجیل کو ازراہ مکر و فریب کے

ساختہ طوماری بنام ہر یکے / نقش ہر طومار دیگر مسلکے
حکمہای ہر یکے نوعی دگر / این خلاف آن ز پایان تا بسر
در یکی راہ ریاضت را و جوع / رکن توبہ کردہ و شرط رجوع
در یکی گفتہ ریاضت سود نیست / اندرین رہ مخلصی جز جود نیست
در یکی گفتہ کہ جوع و جود تو / شرک باشد از تو با معبود تو
جز توکل جز کہ تسلیم تمام / در غم و راحت ہمہ مکرست و دام
در یکی گفتہ کہ واجب خدمت است / ورنہ اندیشۂ توکل تہمت است

نام پر ہر اک کے اک لکھی کتاب[۵۱] / ہر طریقے پر علیحدہ تھی کتاب
حکم تھا ہر ایک کا نوعی دگر / یہ خلاف اُسکا تھا پاسے تا بسر
ایک میں لکھا ریاضت اور جوع[۵۲] / رکن توبہ کا ہے اور شرط رجوع
ایک میں لکھا ریاضت کچھ نہیں[۵۳] / مخلصی بے جود نہ ہو بالیقین
ایک میں لکھا کہ بھوک اور جود سے[۵۴] / شرک ہوتا ہے تجھے معبود سے
جز توکل اور جز تسلیم کے / رنج اور راحت میں مکر و دام کے
ایک میں لکھا ہے خدمت واجبات[۵۵] / اور توکل پر ہے چلنا واہیات

۵۱ نام پر ہر ایک کے الخ ۔ شعر اُس وزیر مکار نے ہر ایک سردار کے نام ایک ایک کتاب تصنیف کی اور ہر ایک کتاب میں مختلف مذہب طریقہ لکھا اور ہر ایک کے احکام دوسرے ڈھنگ پر تھے گویا ابتدا سے انتہا تک اختلاف بھرا تھا پس مولانا بظاہر اختلاف وزیر کا فرماتے ہیں ولیکن معنی میں اہل سلوک کو توحید کا رستہ بتاتے ہیں کہ یہ سب اگرچہ بظاہر ہر ایک دوسرے کے ہیں الا اپنے اپنے موقع پر سب درست ہیں اور اصل میں ایک ہیں کیونکہ سب احکام الٰہی ہیں اور طالب کو اُسپر عمل کرنا ضرور ہے ناظرین کو چاہیے کہ ان احکام کے ظاہری معنی پر نظر رکھیں ۱۲ ۵۲ ایک میں لکھا ریاضت الخ ایک میں لکھا تھا کہ ریاضت و بھوک رکن توبہ و شرط رجوع ہے یعنی طالب کو اول چاہیئے کہ توبہ و رجوع بحق کرے اور توبہ کیواسطے ریاضت اور بھوک ضرور ہے کہ اسمیں شکستگی نفس ہے اور بے شکستگی نفس کے توبہ قبول نہیں ہے اس صورت میں یہ حکم درست ہے اور اگر بنظر مکر وزیر کے دیکھیں کہ ریاضت و بھوک رکن توبہ ہے تو توبہ طفیلی ہوئی اور طفیلی توبہ درست نہیں ہے ۱۲۔
۵۳ ایک میں تھا کہ ریاضت کچھ شی نہیں مخلصی بغیر جود کے نہوگی یہ بھی درست ہے کہ سالک کو جود بھی چاہیے کہ حق راہی دینے سے ہوتا ہے کیونکہ السخی حبیب اللہ مگر جو کہ نفس پر بسبب حب مال کے کمال شاق ہے اور اگر بطمع جود ریاضت کو چھوڑ دے بموجب مکر وزیر کے تو نادرست ۱۲ ۵۴ ایک میں لکھا تھا کہ بھوک الخ ۔ شعر ایک میں لکھا تھا کہ بھوک و جود سے شرک ہوتا ہے سوائے توکل و تسلیم کے رنج و راحت میں مکر ہے حقیقت میں اگر ریاضت و جود کو اپنی کوشش سے سمجھے شرک ہے و نادرست ہاں ریاضت و جود کو توفیق الٰہی سے جانکر ازراہ توکل و تسلیم کے کرے درست ہے کیونکہ بے توکل و تسلیم کے راہ سلوک میں کام کرنا جائز نہیں ۱۲ ۵۵ ایک میں لکھا تھا کہ خدمت کرنا واجب ہے اور توکل پر چلنا واہیات یہ بھی درست ہے کہ خالی توکل سے کیا ہوتا ہے خدمت و طاعت واسطے عبد کے ضرور ہے کیونکہ بندہ کو واسطے بندگی کے پیدا کیا ہے فقط توکل پر بیٹھ رہنا گمراہی اور بے خدمت مرشد کے سلوک محال ہے اور اگر فقط خدمت کرے و توکل ترک کرے نادرست ہے فافہم ۱۲۔

ور یکی گفته که امر و نهی هاست　　بهر کردن نیست شرح عجز ماست
تا که عجز خود ببینیم اندران　　قدرت حق را بدانیم آن زمان
ور یکی گفته که عجز خود مبین　　کفر نعمت کردن ست آن عجز بین
قدرت خود بین که این قدرت ازوست　　قدرت تو نعمت او دان که هوست
ور یکی گفته کزین دو در گذر　　بت بود هر چه بگنجد در نظر
ور یکی گفته مکش این شمع را　　کاین نظر چون شمع آمد جمع را
از نظر چون بگذری و از خیال　　کشته باشی نیم شب شمع وصال
ور یکی گفته بکش باکے مدار　　تا عوض بینی یکے را صد هزار
که ز کشتن شمع جان افزون شود　　لیلیت از صبر تو مجنون شود
ترک دنیا هر که کرد از زهد خویش　　بیش آمد پیش او دنیا و بیش

ایک[1] نے لکھا کہ نہی اور امر ہے　　واسطے کرنے کے نہ بل عجز کے
تاکہ اپنے عجز کو ہم جان لین　　قدرت حق کو ہم اُسدم مان لین
ایک[2] نے لکھا نہ دیکھ اب عجز تو　　کفر نعمت ہے جو دیکھے عجز کو
قدرت اپنی دیکھ قدرت اسکی ہے　　تیری قدرت اسکی نعمت جان لے
ایک[3] نے لکھا کہ ان دونو کو چھوڑ　　بت ہین تیری راہ مین منہ انسے موڑ
ایک[4] نے لکھا بجھا مت شمع کو　　یہ نظر جون شمع آئی جمع کو
چھوڑ دیوے گر نظر تو اور خیال　　نیم شب مین دی بجھا شمع وصال
ایک[5] نے لکھا نہ ڈر تو اسکو مار　　اک کے بدلے مین تو پائے سو ہزار
جان زیادہ ہووے جو شمع بجھے　　تیری مجنون ہووے لیلی صبر سے
ترک دنیا جسنے کی بس زہد سے　　دنیا اسکو پہلے سے زیادہ ملے

سـ۱ ایک نے لکھا کہ امر و نہی الخ ۲ شعر ایک نے لکھا گیا کہ امر و نہی واسطے کرنے کے نہین بلکہ عجز کے واسطے ہے تاکہ ہم اپنا عجز جانین اور قدرت حق کو پہچانین یہ بھی درست ہے کہ فقط امر و نواہی کے کرنے سے کیا ہوتا ہے بلکہ امر و نواہی کے واسطے سے اپنا عاجز ہونا سمجھین کہ ہم از حکم حاکم کچھ نہین کر سکتے ہین جبکہ امر و نواہی سے نفس عاجز ہوگا تو راہ سلوک طے ہوگی اور بغیر عجز نفس کے خالی امر و نواہی سے کیا فائدہ ہے اور اگر امر و نواہی سے اپنے کو محض عاجز و مجبور جانین بموجب مکر وزیر کے نادرست ہے کہ یہ مذہب جبریون کا ہے ۱۲۔

سـ۲ ایک نے لکھا نہ دیکھ الخ ۲ شعر ایک نے لکھا کہ اپنے عجز کو نہ دیکھ کفران نعمت ہے اپنی قدرت کو دیکھ کہ وہ قدرت حق کی نعمت اسکی ہے یہ بھی درست ہے کہ قدرت حق نے دی ہے واسطے ادائے امر و نواہی کے اگر خود کو بالکل عاجز و مجبور جانے کہ کفران نعمت ہے اور اگر یہ جانے کہ خدا نے ہمکو قدرت دی ہے اور اپنے افعال پر قادر ہین مثل قدرت اسکی کے نادرست ہے بموجب مکر وزیر کے یہ مذہب قدریون کا ہے ۱۲

سـ۳ ایک نے لکھا کہ ان دونون کو الخ ایک نے لکھا تھا کہ ان دونون عجز و قدرت کو چھوڑ کہ یہ تیرے بت راہ ہین یہ بھی درست ہے کہ جبر و قدر راہ طریقت مین بت ہے بموجب قول من شغلک عن اللہ فہو صنمک یعنی جو شغل کہ سوائے اللہ کے ہے وہ بت راہ ہے یعنی نہین اپنے کو جانو اور اگر کل جبر و قدر کو چھوڑے تو مذہب موجب سوفسطائیہ بموجب مکر وزیر درست ہے ۱۲۔

سـ۴ ایک نے لکھا بجھا مت شمع کو الخ ۲ شعر ایک نے کہا کہ مت بجھا اس شمع کو کہ یہ نظر مانند شمع کے دی ہے اگر اس نظر و خیال کو تو نے چھوڑا گویا نیم شب کو شمع وصال کی بجھائی یہ بھی درست ہے کہ جو کچھ صورتین دنیا مین دکھائی دیتی ہین مظہر مثل شمع کے ہین کہ حق اسمین دکھائی دیتا ہے انکو نظر سے دور کرنا گویا شمع وصال حق کو بجھانا ہے تاکہ مشاہدہ حق دنیا مین پھر کس سے ہوگا اور یہی طریقت مین ارشاد کسب ہے مقام دید کا اور اگر مکر وزیر کے موجب جانین کہ ان مظاہر کو نظر سے دور نہ کرین کہ دید انکی دید حق کی ہے اور انکی عبادت کرنا چاہیے کہ یہ وصال ہے محض نادرست ہے کیونکہ صنعت سے صانع کو جاننا کفر ہے بقول بحر العلوم ۱۲۔

سـ۵ ایک نے لکھا نہ ڈر تو الخ ۲ شعر ایک نے کہا کہ مت ڈر اسکو مار ایک کے عوض پائے گا سو ہزار جان زیادہ ہو جو شمع بجھے تجھپہ لیلی عاشق ہو اگر صبر کرے اور جس نے دنیا زہد سے ترک کی اسکو دنیا پہلے سے زیادہ ملے گی یہ بھی درست ہے کہ ان خیالات کو کہ مظاہر ہین نظر سے دور کرنا تجلی حق کی دیکھے اور شمع جان زیادہ ہوتی ہے اور دید حق حاصل ہو جیسے ترک دنیا سے دنیا زیادہ ہوتی ہے اور بموجب مکر وزیر کے اس مظاہر سے دور رہے تا لذت نفس پائے و دنیا حاصل ہو و شمع جان زیادہ ہو ترک دنیا نہ کر بلکہ حاصل کر یہ نادرست ہے فافہم ۱۲۔

دریکی گفته که آنچت داد حق — بر تو شیرین کرد در ایجاد حق
بر تو آسان کرد و خوش آنرا بگیر — خویشتن را در میفگن در زحیر
دریکے گفته که بگذار آن خود — کان قبول طبع تو ردست و بد
راہہاے مختلف آسان شده — ہریکی را ملتے چون جان شده
گر میسر کردن حق ره بدے — ہر جہود و گبر ازو آگه شدے
دریکے گفته میسر آن بود — که حیات دل غذای جان بود
ہر که ذوق طبع باشد چون گذشت — بر نیارد ہمچو شوره ریع و کشت
جز پشیمانی نباشد ریع او — جز خسارت پیش نارد بیع او
آن میسر نبود اندر عاقبت — نام او باشد معسر عاقبت
تو معسر از میسر باز دان — عاقبت بنگر جمال این و آن
دریکے گفته که استادے طلب — عاقبت بینی بیابی در حسب
عاقبت دیدند ہر گون امتے — لاجرم گشتند اسیر زلتے

ایک[1] مین لکھا دیا جو حق نے ہے — تجھپہ شیرین کردیا اللہ نے
کردیا آسان تجھپر وہ تو لے — رنج محرومی مین ہرگز مت پھنسے
ایک[2] مین لکھا کہ ملک اپنی کو چھوڑ — بد ہی مرغوب طبع منھ اس سے موڑ
مختلف راہین ہین سب آسان ہوئین — ملتین سب کو مثال جان ہوئین
حق کو راحت کرنا ہوتا راہ کا — ہر جہود و گبر اسکو جانتا
ایک[3] مین لکھا کہ بس راحت ہے وہ — کہ حیات دل غذای جان ہو جو
جو کہ مرغوب طبع کو چھوڑ دے — جون زمین شورہ ثمرہ کب ملے
جز پشیمانی نہ کچھ نے سے حصول — جز خسارہ کے نہ قیمت سے وصول
عاقبت مین وہ نہین راحت بنے — نام اسکا رنج ہووے جان لے
رنج کو راحت سے اب تو جان لے — اب جمال اسکا و اسکا دیکھ لے
ایک[4] مین لکھا طلب استاد کر — تو حسب مین عاقبت مین ہو بشر
عاقبت نے دیکھا ہر امت کو ہی — ذلتون مین پڑ گئے اسواسطے

[1] ایک مین لکھا کہ جو حق نے الخ ۸ شعر ایک مین تھا کہ جو تجکو حق نے دیا تجھپر شیرین کیا اور آسان کیا تو وہ لے اور محروم مت رہ یہ بھی درست ہے کہ جو تجھے حق نے دیا اسپر صابر و راضی ہو زیادہ نہ چاہ اور مکر وزیر یہ ہے کہ جو تجھپر حق نے آسان کیا ہے وہ کر اور رنج ترک نواہی مین مت پڑ یہ نادرست و مذہب ملحدون کا ہے ۱۲ [2] ایک مین لکھا کہ ملک اپنے الخ ۳ شعر ایک مین تھا کہ اپنے ملک کو چھوڑ کہ مرغوب طبع بدتر ہے اور یہ مختلف راہین سب کو آسان ہین اور ملتین سب کو مثل جان ہین اگر یہ راہین راحت خدا کرتا سب جہود و گبر ناخدا ہوتے یہ بھی درست ہے کہ اپنی عقل سے خواہشات طبع کو چھوڑ اور تابع شریعت کا ہو جو شرع نے نجات مین تجھپر آسان کیا ہے اسکو اختیار کر اگر موافق خواہش کے راہ نزدیک حق کے ہوتی سب گبر و ترسا گمراہ نہوتے اور بموجب مکر وزیر کے یہ ہے کہ اپنے ملک سے تو دور رہ کہ عمل پسند طبع نادرست اور برا ہے بلکہ سب کے تابع رہ جو سب کرین وہ تو بھی کر اگرچہ طاعت ہو اور اگر بموجب طبع کے راحت ہوتی تو سب جہود و ترسا اس سے آگاہ ہوتے یہ بے قید ہونا درست ہے ۱۲ [3] ایک مین لکھا کہ بس راحت ہے الخ ۵ شعر ایک مین تھا کہ وہ راحت ہے کہ حیات دل و غذاے جان ہے جو مرغوب طبع کو چھوڑ دے جون زمین شور کب ثمر پائے بجز پشیمانی کے کہنے سے کیا حاصل ہے اور بجز خسارہ کے نہ کچھ قیمت سے وصول نہ ہوگا آخر مین نہ کچھ راحت ہے اور نام اسکا رنج ہووے تو رنج کو راحت سے جان لے اور دونون کا خیال آخر دیکھ لے یہ بھی درست ہے کہ وہ راحت کو جو حیات دل و غذاے جان ہے اور مشاہدہ حق اس سے ہوتا ہے اس مرغوب طبع کو اگر چھوڑ دو بجز پشیمانی و نقصان کے نہ ملے اور عاقبت مین وہ راحت رنج ہووے اور بموجب قول وزیر کے یہ ہے کہ وہ راحت جس سے خوشی دل و لذت جان و درستی ہے اور فرق نفسانی کو اپنے اس مرغوب الطبع کو اگر چھوڑے پشیمانی و حسرت ہے اور اگر دم راحت و رنج نہووے نادرست ہے ۱۲ [4] ایک مین لکھا کہ طلب استاد کو الخ ۲ شعر ایک مین تھا کہ استاد طلب کر کہ عاقبت بین مردم نے خود عاقبت بینی جو کی اسواسطے ذلتون مین پڑے اگر عاقبت بینی طلق اختلاف دین نہوتا یہ درست ہے کہ تو استاد مرشد کو پیدا کر تب عاقبت بینی ملے عام مردون نے بے مرشد عاقبت بینی کی ذلتون مین پڑے پس مرشد ڈھونڈھ کہ اتصال مع اللہ حاصل ہو اور مکر وزیر یہ ہے کہ استاد ہنرمند طلب کر کہ عاقبت بینی آموز دنیا مین حاصل ہو عام بلا استاد انجام کو دیکھا پس جو تیرے دل مین ہنرمند کے کہنے سے آئے وہ کر خواہ طاعت ہو یا معصیت یا درست ہی خافہم ۱۲-

عاقبت دین نباشد دست باف	ورنہ کے بودی ز دینہا اختلاف	عاقبت بینی نہیں ہے دستیاب	اختلاف دین نہ ہوتا بے حساب
در یکے گفتہ کہ استا ہم توئی	زانکہ استاد آشنا سا ہم توئی	ایک[۱] مین لکھا کہ استاد ہے تو ہی	کیونکہ استا کا شناسا ہے تو ہی
مرد باش و سخرۂ مردان مشو	رو سر خود گیر و سرگردان مشو	مرد ہوا اور تابع مردان نہ ہو	جا تو قائم ہو و سرگردان نہ ہو
در یکی گفتہ کہ این جملہ یکی است	ہر کہ او دو بیند احول مرد کیست	ایک[۲] مین لکھا کہ سب کچھ ایک ہے	مرد احول ہے جو دو دیکھے اُسے
در یکی گفتہ کہ صد یک چون بود	این کہ اندیشد مگر مجنون بود	ایک[۳] مین لکھا کہ نہ اک کیونکہ ہو	یہ جو سوچے اسکو دیوانہ کہو
ہر یکے قولیست ضد یک دگر	چون یکے باشد بگو زہر و شکر	ایک[۴] کی ضد دوسرے کا قول تھا	زہر و شکر ایک کیونکر ہو بھلا
در معانی اختلاف و در صور	روز و شب بین خار و گل سنگ و گہر	اختلاف اندر معانی لفظ کے	رات و دن اور خار گل کو دیکھ لے
تا ز زہر و از شکر در نگذری	کے تو از گلزار وحدت بو بری	جب[۵] تلک چھوڑے نہ شکر زہر تو	اب ملے گلزار وحدت سے یہ بو
وحدت اندر وحدتست این مثنوی	از سمک رو تا سماک ای معنوی	وحدت اندر وحدت اک ہے مثنوی	جا زمین سے آسمان تک معنوی

در بیان آنکہ اختلاف در صورت و روش ست نہ در حقیقت
بیچ بیان اس بات کے کہ اختلاف صورت مین ہے نہ حقیقت مین

زین نمط زین نوع دہ طومار و دو	بر نوشت آن دین عیسیٰ را عدو	اس[۶] طرح بارہ کتابون کو لکھا	اُس عدوے دین عیسیٰ نے لا

۱ ایک مین لکھا کہ اُستاد ہے تو ہی الخ یہ شعر ایک مین تھا کہ اُستاد تو ہے کیونکہ اُستاد کا جاننے والا آپ تو ہے مرد ہوا اور مردون کا تابع نہ ہو اور قائم رہ۔ سرگردان نہو یہ بھی درست ہے کہ اُستاد مرشد اصل تو ہی ہے کیونکہ اپنی صداقت سے تو نے مرشد ڈھونڈھا ہے یعنی مریدی نقش اعتقاد مرید پر ہے تو جلد حاصل کر کے ہادی ہو پیر مرشد سے کیا ہوتا ہے جمعیت حاصل کر پریشان نہو مگر وزیر یہ تاکہ تو ہی اُستاد ہنرمند ہے جو تیرے دل مین آئے وہ پیر کا پابند نہو گا اگرچہ وہ نبی اللہ ہو یہ نادرست ہے ۱۲ ۲ ایک مین لکھا کہ سب کچھ ایک ہے الخ ایک شعر ایک مین تھا کہ کل ایک ہے وہ احول ہے کہ جو دیکھے دو اُسے بھی درست ہے کہ تمام موجودات حقیقت مین ایک حق ہے بس ابتدا سے انتہا تک واحد ہے حقیقت کو دو دیکھنا احولی ہے اور یہی معنی وحدت وجودی کے ہین اور مکر وزیر یہ ہے کہ جو موجود ہے سب ایک ہے پس تمیز حلال و حرام کا جاتا رہے فعل و ترک واجب یکسان معلوم ہون یہ نادرست ہے ۱۲ ۳ ایک مین لکھا کہ نہ اک کیونکر ہو ایک شعر ایک مین تھا کہ سو شے ایک کیونکر ہو اس بات کو جو سوچے وہ دیوانہ ہے اگر غیریت اعتبارات کے ثابت کرنے سے مُراد ہے تاکہ حفظ مراتب رہے درست ہے اور اگر غیریت حقیقت کے ثابت کرنے سے مُراد ہے تو یہ کلام دیوانہ کا ہے اور نادرست ہے ۱۲ ۴ ایک کی ضد الخ ۲ شعر مولانا فرماتے ہین کہ بظاہر کلام ان کتابون کا ایک دوسری کی ضد تھا پس زہر و شکر آپس مین ایک کیونکر ہو کس واسطے اختلاف معنی و لفظ مین رات و دن خار و گل کے موجب ہے یعنی بظاہر اختلاف لفظون مین تھے کہ ایک حکم دوسرے کی ضد معلوم ہوتا ہے مگر معنی مین وہ موافق بموجب احکام واقعیت کے نہین کہ طالب کو ہنگام سلوک کے مقام طلب مین مرشد یہ سب باتین تلقین فرماتے ہین چونکہ مولانا یہ مقام طلب کا لکھتے ہین اسواسطے احکام طلب واسطے تعلیم مبتدی کے بحیلہ وزیر تحریر فرماتے ہین اس طرح پر پیران ریاکار ناآگہی سے ظاہر تصوف کی باتین بنا کر احمقون کو گمراہی مین ڈالتے ہین چنانچہ شعر آئندہ مین اس توحید کا بیان کرتے ہین فافہم ۱۲ ۵ جب تلک چھوڑے الخ ۲ شعر جب تک زہر و شکر وحدت سے تجھے ملے یعنی تمیز شکر و زہر کا جبتک ہے کا وحدت تجکو حاصل نہ ہوگی چنانچہ توحید ہزار کو ایک اور ایک کو ہزار کرنے کو کہتے ہین پس مولانا فرماتے ہین کہ یہ مثنوی وحدت اندر وحدت ہے تو اے معنوی اب زمین سے آسمان تک۔ جا یعنی جادۂ حقیقت کی جانب جا آگے حقیقت کا حال لکھتے ہین فہم من فہم ۱۲ ۶ اس طرح پر بارہ کتابون کو لکھا الخ ۵ شعر اسی طرح پر بارہ کتب انکو اس عدوے دین عیسیٰ نے لکھا مگر یکرنگی عیسیٰ سے اسکو خبر نہ تھی اور مزاج خم عیسیٰ کو نہ جانتا تھا واضح ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک رنگریز کے یہان مہمان تھے اور کپڑے ہر رنگ کے رنگنے کو آئے تھے اتفاقاً رنگریز کسی کام کو گیا تھا عیسیٰ علیہ السلام نے سب کپڑے ایک خم مین ڈالکر خود مشغول تھے جب رنگریز نے آکر کپڑے نہ پائے حیران ہوکر پوچھا اور ایک خم مین اپنے کپڑے پائے خفا ہوا اور کہا کہ یہ مختلف رنگنے کو آئے تھے ایک خم مین سب خراب ہوئے آپ نے کہا کہ جسی جسی رنگ کے ہو نکالے تو ہر ایک رنگ کے تھے وہ رنگریز مسلمان ہوا پس مراد خم عیسیٰ سے بیان مولانا نے خم عیسیٰ سے مراد جسم مرشد رکھی ہے کہ اس خم تن مرشد مین ہزارون رنگ یعنی صفات

مختلف ہین پس وہ خم مثال آفتاب کے ہے جو کپڑے کا ہے سادہ و یکرنگ ہو مانند ضیاے آفتاب کے یعنی جو جان طالب کی سلوہ دیکر یکرنگ ہوتی اور خم مرشد مین ڈوبکر تمام صفات مین

او ز یکرنگی عیسی بو نداشت — وز مزاج خم عیسی خو نداشت
جامۂ صد رنگ ازان خم صفا — ساده و یکرنگ گشتی چون ضیا
نیست یکرنگی کزو خیزد ملال — بل مثال ماهی و آب زلال
گرچه در خشکی هزاران رنگهاست — ماهیان را با یبوست جنگهاست
کیست ماهی چیست دریا در مثل — تا بدان ماند خدای عز و جل
صد هزاران بحر و ماهی در وجود — سجده آرد پیش آن دریای جود
چند باران عطا باران شده — تا بدان آن بحر درافشان شده
چند خورشید کرم افروخته — تا که ابر و بحر جود آموخته
چند خورشید کرم تابان شده — تا بدان آن ذره سرگردان شده
پرتو دانش زده بر آب و طین — تا شده دانه پذیرنده زمین
خاک امین و هرچه در وی کاشتی — بی خیانت جنس آن برداشتی
این امانت زان عنایت یافتست — شمس عدلش بر سرش بر تافتست
تا نشان حق نیارد نوبهار — خاک سرها را نسازد آشکار
آن جوادی که جمادی را بداد — این خبرها وین امانت وین سداد
آن جماد از لطف چون جان میشود — زمهریر از قهر پنهان می شود
آن جمادی گشت از فضلش لطیف — کل شیء من ظریف هو ظریف
مر جمادی را کند فضلش خبیر — عاقلان را کرده قهر او ضریر

اسکو یکرنگی عیسے سے نہ بو — اور مزاج خم عیسے سے نہ خو
کرتا رنگا رنگ وه خم صفا — ہوتا اگر اک رنگ جامہ جون ضیا
نہ وه یکرنگی کہ جس سے ہو ملال — بلکہ مثل ماہی اور آب زلال
گرچہ خشکی مین ہزارون رنگ ہین — مچھلیان خشکی سے رکھتی جنگ ہین
کون مچھلی کیسا دریا فی المثل — مثل انکے کب خداء عز و جل
سیکڑون دریا و مچھلی جسم مین — سجده اس دریائے بخشش کو کرین
ہوئی بارش بخششون کی چند بار — اسپہ دریا تب ہوا گوہر نثار
چمکا کتنی بار خورشید کرم — سیکھے تا جود ابر و دریا نے بہم
آفتاب جود چمکا چند بار — ذرے سرگردان ہوے تب اور نثار
آب و گل پر ذات نے پرتو کیا — تب زمین نے دانہ اپنے مین لیا
خاک امین ہے تو نے بویا اسمین جو — بے خیانت اس سے پائی جنس کو
یہ امانت اس عنایت سے ملی — چمکا شمس عدل اسپر جو اخی
تا نشان حق کا نہ پائے نوبہار — خاک نے کرتی ہی اسرار آشکار
اس جمادی کو دیا جواد نے — یہ خبر اور یہ امانت جان لے
وه جمادی لطف سے ہوتا ہی جان — زمہریر اس قہر سے بس ہے نہان
ہو جمادی فضل سے اسکے لطیف — کل شیء من ظریف هو ظریف
فضل دانا ہر جمادی کو کرے — قہر نابینا عقیلون کو رکھے

سلہ کون مچھلی الخ ۹ شعر کیسی ماہی و کیسا دریا مثال مین ذات عز و جل کے مانند ہو کیونکہ صدہا دریا و ماہی جسم مین ہیں وہ اس بحر وجود کو کرتے ہین جان مثل ماہی اپنی اصل کو سجدہ کرتی ہے بخشش کی بارش چند بار برسی تب دریا گوہر بار ہوا اور کئی بار خورشید کرم چمکا تا ابر و دریا نے اس جود سے بخشش سیکھی اور کتنی بار خورشید کرم چمکا تب ذرہ سرگردان و نثار ہوے آب و گل پر ذات نے پرتو ڈالا تب زمین نے دانا قبول کیا خاک امین ہے جو تو نے اسمین بویا بے خیانت اس سے پایا یہ امانت اس عنایت کے باعث ملی ہے جو کہ شمس عدل اسپر چمکا ہے جب تک تو بہار نشان حق کا نہ پائے خاک بھیدون کو نہ ظاہر کرے گویا حق سے جب تک بہار نشان نہین پاتی ہے خاک اسرار نہین ظاہر ہوتی ہے یعنی وحدت سے کثرت نہین پیدا ہوتی ہے فافہم ۱۲ سلہ اس جمادی کو الخ ۸ شعر اس جمادی کو حق نے یہ خبر اور امانت دی ہے تب وہ جمادی لطف حق سے جان ہوئی ہے اور زمہریر یعنی برف اسکی قہر سے پوشیدہ ہوں وہ جمادی فضل سے اسکے ہوتا ہے لطیف بقول استاد کل شیء من ظریف هو ظریف یعنی کل شی بہتر ہوتی ہے بہتر سے فضل جمادی کو دانا کرے اور قہر عاقلون کو نابینا۔ واضح ہو کہ مولانا نے یہ مجاز و حقیقت کا بیان کیا کہ حقیقت نے صورت مجاز کو قاعدے کے سامنے بنایا پس ایک وحدت مین کثرت بنی ہی کہ جمادی کی صورت مین کثرت بنی ہی طالب حق کو چاہیے کہ مقام طلب مین رہے واللہ اعلم ۱۲

جان و دل را طاقت این جوش نیست / با کہ گویم در جہان یک گوش نیست
ہر کجا گوشی بُد از وی چشم گشت / ہر کجا سنگی بُد از وی یشم گشت
کیمیا ساز ست چہ بود کیمیا / معجزہ بخش ست چہ بود سیمیا
این ثنا گفتن ز من ترک ثناست / کین دلیل ہستی و ہستی خطاست
پیش ہست او بباید نیست بود / چیست ہستی پیش او کور و کبود
گر نبودے کور از وی بگداختے / گرمی خورشید را بشناختے
ور نبودے او کبود از تعزیت / کے فسردے ہمچو یخ این ناحیت

جان و دل مین جوش کیسے رکھون / گوش شنوا کہین نہین کس سے کہون
کان تھا جس جا وہ چشم اُس سے ہوا / سنگ تھا جس جا پشم اُس سے بنا
کیمیا گر ہے وہ کیا ہے کیمیا / معجزہ بخش ہے وہ کیا ہی سیمیا
ہے ثنا کرنا مرا ترک ثنا / یہ دلیل ہستی اور ہستی خطا
آگے اُسکے ہست کے تو نیست بن / ہست ہونا کیا ہی اندھا تیرہ پن
گر نہ اندھا ہوتا گلتا اس سے تو / جانتا تو گرمی خورشید کو
گر نہوتا تیرہ پن کا غم تجھے / مثل یخ کب جمتا اندر دہر کے

در بیان خسارت وزیر درین خدعہ و مکر

بیان گمراہی وزیر کا اُس مکر و فریب مین

ہمچو شہ نادان و غافل بُد وزیر / پنجہ می زد با قدیم ناگزیر
ناگزیر جملہ گان حی قدیر / لایزال و لم یزل فرد بصیر
با چنان قادر خدای کز عدم / صد چو عالم ہست گرداند بدم
چونکہ چشمت را بخود بینا کند / صد چو عالم در نظر پیدا کند
گر جہان پیشت بزرگ و بی تفست / پیش قدرت ذرہ میدان کز نیست
این جہان خود حبس جانہای شماست / ہین روید آن سو کہ صحرای شماست

مثل شہ نادان وہ غافل تھا وزیر / لڑتا تھا وہ باشہنشاہ قدیر
اُسکے سب محتاج وہ حی قدیر / لایزال و لم یزل فرد نعیم
ایسے حق سے جو کہ از راہ عدم / ایسے سو عالم کرے ہست اکدم
تجکو بینا آپ سے گر وہ کرے / ایسے سو عالم وہ دکھلاوے تجھے
یہ جہان تجکو بڑا گرچہ دکھے / اُسکے آگے ذرہ اک معدوم ہے
قید خانہ تیری جان کو ہے جہان / ہوش کر اور بھاگ سوے لامکان

سلہ جان و دل مین الی آخرہ ہم شعر یہ جوش وحدت جان و دل مین کیسے رکھون کہ ایک گوش شنوا نہین ہو کس سے کہون گوش جس جا پر تھا اُس بیان وحدت سے چشم بینا ہوا اور سنگ جس جا پر تھا پشم ہوا اب گوش شنوا نہین ہو کہ جس سے اسرار وحدت بیان کرون وہ وحدت خود کیمیا بنانے والی ہے کیمیا کیا چیز ہے کس واسطے کیمیا تو مس جماد کو طلا کرتی ہی اور توحید تو دل مُردہ کو زندہ کرتی ہی وہ خود معجزہ بخش ہے سیمیا کیا ہی یعنی وحدت خود آگاہ کرنے والی ہے ہمارے بیان کی کیا حاجت ہے پس ترک ثنا کرنا میری عین ثنا ہی کیونکہ ثنا کرنے سے دلیل ہستی پائی جاتی ہے اور ہستی کور باطن ہے اسواسطے حضرت نے فرمایا حدیث لا احصی ثناء علیک یعنی ثنا تیری ہم نہین کر سکتے اسی طرح توحید کا بیان کیسے ہو سکتا ہے آیندہ شعر مین برائی ہستی دنیا کی بیان فرماتے ہین فافہم ۱۲

سلہ آگے اُسکے الی آخرہ ۳ شعر آگے ہستی کے تو نیست ہوا اور ہست ہونا کور باطنی تیرہ دلی ہے اگر تو کور باطن ہوتا اُس سے گلتا اور جانتا گرمی خورشید کو اور اگر تیرہ دلی کا غم ہوتا تو مثل یخ کے کب رہتا یعنی جما رہتا یعنی تو دنیا مین بسبب ظلمت کے جمتا ہی اگر تو حق کو جانتا مثل برف کے گلتا و نیست ہوتا پس تو خود اپنے کو نیست کر کہ ہستی دنیا کی بری ہے فافہم ۱۲

سلہ مثل شہ نادان الی ۷ شعر وزیر مکار مثل بادشاہ جہود کے غافل و نادان تھا کہ بادشاہ مطلق سے لڑتا تھا کیونکہ اُسکے سب محتاج اور وہ لایزال و لم یزل فرد و نعیم ہے یعنی ہمیشہ ہوگا اور ہمیشہ ہوا ہے یکتائی اور بینائی مین ایسے حق کے ساتھ لڑتا ہے کہ جس نے از راہ عدم کے ایسے سو جہان یکدم سب ہست کیے اگر وہ اپنے سے تجکو بینا کردے ایسے سو عالم دکھلاوے یہ جہان اگرچہ تجکو بڑا دکھتا ہے آگے اُسکے ذرہ معدوم ہے یہ جہان تیری جان کو قید خانہ ہے تو ہوش کر اور لامکان کیطرف جا کیونکہ یہ جہان محدود ہے اور بیحد ہے اور نقش و صورت اوس معنی کا پردہ ہے یعنی اے طالب یہی صورت حجاب حق کی ہین تو صورتون کا پابندہ نہو اور اُس بادشاہ مطلق سے تو باغی بھی نہو بلکہ اوسکو طلب کر کہ اوسکی ایسی قدرت ہے چنانچہ آیندہ شعر مین قدرت حق کا بیان ہے فافہم ۱۲

اینجهان محدود وآن خود بی‌حدست	نقش و صورت پیش آن معنی سدست	یہ جہان محدود وبےحد وہ جہان	نقش صورت پردہ اُس معنی کا جان
صد هزاران نیزهٔ فرعون را	در شکست آن موسی با یک عصا	لاکھوں نیزے لشکر فرعون کے	توڑے موسیٰ نے عصاے پاک سے
صد هزاران طب جالینوس بود	پیش عیسی و دمش افسوس بود	سیکڑوں حکمت تھی جالینوس کی	اُس دم عیسیٰ کے آگے ہیچ تھی
صد هزاران دفتر اشعار بود	پیش حرف امیش آن عار بود	سیکڑوں دفتر تھے جو اشعار کے	حرف اُمی کے وہ آگے خوار تھے
با چنان غالب خداوندی کسے	چون نمیرد گر نباشد او خسے	ایسے غالب حق کے کوئی سامنے	کیوں نہ جان دے گر نہیں وہ پوچ ہی
پس دل چون کوه را انگیخت او	مرغ زیرک با دو پا آویخت او	دل او کھیڑا کوہ کی تھا مثل جو	اُلٹا بس لٹکایا دانا مرغ کو
فهم و خاطر تیز کردن نیست راه	جز شکسته می‌نگیرد فضل شاه	نہ ذکاوت سے ملی ہی حق کی راہ	دل شکستہ کو ہی لیتا فضل شاہ
ای بسا گنج آگنان گنج کاو	کان خیال اندیش را شد ریش گاو	ای بہت سے اہل دولت گنج سے	ریش گاؤ آخر ہوئے مکار کے
گاو که بود تا تو ریش او شوی	خاک چه بود تا حشیش او شوی	گاؤ کیا ہی ریش اُسکی تو بنے	خاک کیا ہی گھانس اُسپر تو جمے
زر و نقره چیست تا مفتون شوی	چیست صورت تا چنین مجنون شوی	کیا ہی سیم و زر کہ تو مفتون بنے	کیا ہی صورت جسکا تو مجنون بنے
ای پسر این باغ تو زندان تست	ملک و مال تو بلای جان تست	یہ ترا باغ اے پسر زندان ہی	مال تیرا سب بلاے جان ہی
آن جماعت را که ایزد مسخ کرد	آیت تصویرشان را فسخ کرد	اُس جماعت کو کہ حق نے مسخ کی	آیت تصویر اُن کی نسخ کی

سلہ لاکھوں نیزے الی آخرہ ۴ شعر لاکھوں نیزے لشکر فرعون کے ایک موسیٰ کی عصا سے ٹکڑے ہوئے سیکڑوں حکمت جالینوس کی عیسیٰ اور اُسکے دم کے آگے مسخ تھی اور سیکڑوں دفتر اشعار کے آگے بکلام امی لقب کے خوار تھے یعنی آگے کلام فصیح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سبعہ معلقہ ذلیل وخوار تھے پس ایسے خداوند غالب کے روبرو کیوں نہ جان دے اگر وہ پوچ نہیں ہے یعنی اے بادشاہ زبردست کے روبرو اگر تو پوچ نہیں ہے تو کیوں نہیں جان دیتا ہے اور نیست اپنے کو کیوں نہیں کرتا ہے کہ تا تیری ترقی ہو آئندہ شعر میں اُسکے غالب ہونے کا بیان ہے فافہم ۱۲ سلہ دل او کھیڑا الخ ۲ شعر جو دل کہ مثل کوہ کے تھے اُنکو اُکھیڑا اور مرغ دانا کو اُلٹا لٹکایا یعنی وہ مالک ایسا قدیر ہے کہ جسنے اُسکی طرف رجوع نہ کی سخت بلا میں مبتلا کرتا ہے عقل ذکاوت سے راہ حق کی نہیں ملتی ہے فضل حق دل شکستہ کو قبول کرتا ہے مولانا اُسکی اب نظیر دیتے ہیں کہ بہت اہل دولت گنج سے ریش گاؤ مین مانند اس وزیر مکار کے مبتلا ہوے یعنی احمق بنے اور کچھ حصول نہیں ہوا پس وہ گاؤ کیا ہے کہ تو اُسکی ریش بنے اور وہ خاک کیا ہے کہ تو اُسکا گھاس ہوتا ہے کہ سیم وزر کیا ہے کہ تو مفتون ہوتا ہے اور صورت کیا ہے کہ تو اُسکا مجنون ہوتا ہے یہ تیرا باغ دُنیا قید خانہ ہے اور یہ سب مال تیرا بلاے جان ہے تجھکو اس سے کچھ نفع نہ پہونچے گا تو اس دُنیا کو چھوڑ کر حق سے مل چنانچہ مولانا آیندہ خرابی اہل دُنیا کا حال بیان فرماتے ہین واللہ اعلم ۱۲ سلہ اس جماعت الخ ۲ شعر اس جماعت نصرانی کو کہ حق تعالیٰ نے مسخ صورت سے کیا گویا صورت اُنکی آیت قرآن تھی کہ نسخ کیا وہ عورت کہ اپنے کام بد سے شرمندہ ہوئی حق نے اُسکو مسخ کرکے زہرہ کیا پس اس عورت کا زہرہ مین جانا مسخ ہے اور یہ آب وگل ہونا مسخ نہیں ہے کیونکہ روح طرف افلاک کے جاتی ہے اور آب وگل کے سبب سے تو طرف اسفل کے رہتا ہے پس تونے آپ کو اس جسم علوی سے سفلی مین مسخ کیا اس سے بدتر او مسخ کیا ہے کہ مسخ اعلیٰ کو چھوڑکر مسخ ادنیٰ کیا گویا اسپ ہمت اپنے کو پیچھے ہٹایا او آدم مسجود کا کچھ مرتبہ نہ جانا یعنے مثل زہرہ کے وجود سفلی سے علوی ہونا مسخ اعلیٰ کا ہے اور روح کا جسم عنصری مین غافل ہوجانا مسخ سفلی وادنیٰ ہی گویا تو آدم مسجود ملایک سے بے ہمتی سے مسخ سفلی بنا اور زہرہ کہ ایک عورت بدکار تھی وہ سفلی سے مسخ علوی بنی پس مولانا طالب کی قلب ماہیت کا بیان اس مسخ مین فرماتے ہین کہ مرشد کی توجہ طالب کے اخلاق ذمیمہ بدل کر اخلاق محمودہ کو پہونچادیتا ہے پس غرض مولانا کی بیان اس مسخ علوی سے ہی کہ طالب یہ مسخ علوی حاصل کرے یا مسخ سے قلب ماہیت کا بیان اس مسخ مین فرماتے ہین کہ مرشد کی توجہ طالب کو اخلاق ذمیمہ سے بدل کر اخلاق محمودہ کو پہونچا دیتی ہے پس غرض مولانا کی بیان اس سے مسخ علوی حاصل کرنا ہے یا مسخ سے قلب ماہیت باطنی مراد ہے کہ ہر بشر کی باطنی ہیئت صورت حیوانی ہے بسبب گناہ کے وہ اخلاق ذمیمہ اسکا نشان ہے جب صحبت مرشد سے صورت باطنی سے مسخ ہوکر انسان ہوتی ہے تو اخلاق محمودہ پیدا ہوتے ہین

سلہ چنانچہ اُمت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی دور مسخ صورت ظاہری سے کتنی ی منہ ۱۲

چون زن از کار بد شد روی زرد	مسخ کرد او را خدا و زہرہ کرد	زن جو بدکاری سے شرمندہ ہوئی	مسخ کر حق نے اسے زہرہ کری
عورتے را زہرہ کردن مسخ بود	آب و گل گشتن نہ مسخ است اے عنود	تن کا زہرہ ہونا یہیں مسخ ہے	آب و گل سے تو طرف اسفل کے ہی
روح مے پرد سوے چرخ برین	سوے آب و گل شدے در اسفلین	روح جاتی ہے طرف افلاک کے	آب و گل سے تو طرف اسفل کے ہی
خویشتن را مسخ کردی زین سفول	زان وجودے کہ بدآن رشک عقول	مسخ اس سفل مین اپنے کو کیا	اس بدن سے جو بنا علوی سے تھا
پس ببین کین مسخ کردن چون بود	پیش آن مسخ این بغایت دون بود	اس سے بدتر مسخ اب کیا اور ہے	مسخ عالی چھوڑ کر دانا بنے
اسپ ہمت سوی آخر تاختے	آدم مسجود را نشناختے	اسپ ہمت کو ہٹایا پستر ین	آدم مسجود کو جانا نہیں
آخر آدم زادۂ اے ناخلف	چند پنداری تو پستی را شرف	سلہ آخر آدم زادہ ہے اے ناخلف	کب تلک جانیگا پستی کا شرف
چند گوئی من بگیرم عالمے	این جہان را پر کنم از خود ہمے	تو کہے کب تک کہ مین عالم کو لون	اس جہان کو یک قلم خود سے بھر دون
گر جہان پر برف گردد سر بسر	تاب خور بگدازدش از یک نظر	گر جہان بھر جاے سارا برف سے	پرتو خورشید سے دم مین گلے
وزر او و زر او چون صد ہزار	نیست گرداند خدا از یک شرار	سلہ مکر اسکا اور مکر ایسے سو ہزار	نیست کر دے اک شرر سے کردگار
عین آن تخییل را حکمت کند	عین آن زہراب را شربت کند	عین اس تخییل کو حکمت کرے	عین اس زہراب کو شربت کرے
در خرابی گنجہا پنہان کند	خار را گل جسمہا را جان کند	وہ یقین اہل گمان کو بسکہ دے	کینہ سے ظاہر محبت کو کرے
آن گمان انگیز را سازد یقین	مہرہا رویاند از اسباب کین	وہ یقین اہل گمان کو بسکہ دے	کینہ سے ظاہر محبت کو کرے
پرورد در آتش ابراہیم را	ایمنی روح سازد بیم را	آگ مین پالے ہے ابراہیم کو	روح پر ایمن کرے ہے بیم کو
از سبب سازیش من سودائیم	وز سبب سوزیش سوفسطائیم	اسکے اسبابون سے مین سودائی ہون	اسکی بے سببی سے سوفسطائی ہون
در سبب سازیش سرگردان شدم	وز سبب سوزیش ہم حیران شدم	اسکے اسبابون مین سرگردان ہون	اسکی بے سببی سے مین حیران ہوا

مکر کردن وزیر و در خلوت نشستن و شور افگندن در قوم | مکر کرنا وزیر کا اور خلوت مین بیٹھنا اور شور مچا دینا قوم مین

چون وزیر ماکر و بد اعتقاد	دین عیسی را بدل کرد از عناد	سلہ جو وزیر بے حیا مکار نے	دین کو عیسی کے بدلا مکر سے

سلہ آخر آدم زادہ الخ یہ شعر تو آدم زادہ ناخلف ہے کب تک تو پستی دنیا کو بہتر سمجھے گا اور کب تک تو کہے گا کہ مین سب دنیا کو لون اور خود سے تمام عالم کو پر کردون اگر تمام جہان برف سے پر ہو دم بھر مین پرتو خورشید سے گل جاے یعنی پرتو خورشید حق تجھکو مثل برف کے گلا دے اور یہ جہان تیرے کچھ کام نہ آئے اور جب کہ وہ عنایت فرماتا ہو تو کل سیئات کو بہتر کر دیتا ہے چنانچہ آگے اسکا بیان ہے فافہم ۱۲۔

سلہ مکر اسکا الخ، شعر مکر اس شخص کا اور ایسے ہزار مکر ایک شرر سے وہ خالق نیست کر دے اور عین اس خیالات کو حکمت کر دے اور عین اس زہراب کو شربت کرے گنج ویرانہ مین وہ پوشیدہ کرے اور خار کو گل جسم کو جان کرے اہل گمان کو یقین دے اور کینہ سے محبت عناو ظاہر کرے آگ مین ابراہیم کو پالے و خوف سے پر خوف کو ایمن کرے پس مین اسکے ان اسبابون سے دیوانہ ہون اور اسکی بے سببی سے سوفسطائی ہون سوفسطائی ایک فرقہ حکماے یونان سے تھا کہ حقائق کا منکر تھا غرض کہ اسباب عالم کی حقیقت کو مین نہین جانتا ہون پس اسکے اسبابون مین سرگردان ہون اور اسکی بے سببی مین حیران ہون کہ وہ جسکو چاہتا ہو بے سررشتہ و قانون مقررہ عنایت فرماتا ہے فافہم ۱۲

سلہ جو وزیر بے حیا الخ یہ شعر اس وزیر بے حیا مکار نے دین عیسی کو مکر سے بدلا اور ایک تازہ مکر اس نے کیا کہ وعظ گوئی کو چھوڑ کر خلوت اختیار کی مرید اسکے شوق کے مارے بیتاب و پر سوز رہے اور وہ بیٹھا چلہ مین چالیس روز مخلوق دیوانہ تھی اسکے شوق و فراق و وصال و قتال سے پس ۴

مکر دیگر آن وزیر از خود ببست	وعظ را بگذاشت و در خلوت نشست	مکر اک تازہ کیا اُسنے وہین	وعظ چھوڑا اور ہوا خلوت نشین
در مریدان درفگند از شوق سوز	بود در خلوت چہل پنجاہ روز	شوق کے مارے مریدونکو تھا سوز	وہ رہا چلے مین بس چالیس روز
خلق دیوانہ شدند از شوق او	از فراق حال و قال و ذوق او	خلق دیوانہ تھی اُسکے شوق سے	اور فراق حال و قال و ذوق سے
لابہ و زاری ہمی کردند و او	از ریاضت گشتہ در خلوت دوتو	یہ خوشامد کرتی اور زاری بیان	وہ ریاضت سے تھا چلے مین کمان
گفتہ ایشان بیتو ما را نیست نور	بی عصاکش چون بود احوال کور	۵۱ بولے بے تیرے نہ ہمکو نور ہی	بے عصاکش جیسے عاجز کور ہی
از سر اکرام و از بہر خدا	بیش ازین از خود مکن ما را جدا	تو کرم سے ہمکو از بہر خدا	اس سے زیادہ مت کر اپنے سی جدا
ما چو طفلانیم و ما را دایہ تو	بر سر ما گستران آن سایہ تو	مثل کودک ہم ہماری دایہ تو	تو ہمارے سر پہ ڈال اُس سایہ کو
گفت جانم از محبان دور نیست	لیک بیرون آمدن دستور نیست	بولا تم سے جان مری کب دور ہی	باہر آنے کا نہین دستور ہے
آن امیران در شفاعت آمدند	وان مریدان در ضراعت آمدند	۵۲ وہ امیر اُنکی سفارش کرتے تھے	اور مرید الحاح و زاری کرتے تھے
کانچہ بدبختیست ما را اے کریم	از دل و دین ماندہ ما بیتو یتیم	کیا ہماری بدنصیبی ہے کریم	دین و دل سے ہم ہین بے تیرے یتیم
تو بہانہ میکنی و ما ز درد	میزنیم از سوز دل دمہای سرد	تو بہانہ کرتا ہی ہم درد سے	آہ کرتے ہین تو دلمین سوز ہی
ما بگفتار خوشت خو کردہ ایم	ما ز شیر حکمت تو خوردہ ایم	خوش کلامی کی تری عادت ہین	شیر حکمت کی تری حاجت ہمین
اللہ اللہ این جفا با ما مکن	لطف کن امروز را فردا مکن	۵۳ اللہ اللہ ظلم ہم پر تو نہ کر	لطف کر آج اور کل پر تو نہ دھر
میدہد دل مر ترا کین بیدلان	بیتو میگردند از بیحاصلان	تجکو دل دیتے ہین بھولے تمام	بے ترے ناکام ہودین یہ مدام
جملہ در خشکی چو ماہی می طپند	آب را بگشا ز جو بردار بند	مثل ماہی ہین طپان خشکی مین سب	چھوڑ پانی کھول دے تو نہر اب

۵۱ بولے بے تیرے الخ یہ شعر سب نے وزیر سے کہا کہ اے مُرشد بے تیرے بے نور ہین جیسے بے عصاکش کے اندھا مجبور و عاجز ہے یعنی تیرے نور کے پنہان ہونے سے مثل اندھون کے ہم خراب حال ہین تو کرم سے ہمکو بہر خدا اس سے زیادہ خود سے دور نہ کر ہم مثل لڑکون کے اور تو مانند دایہ کے ہے پس تو ہمپر اپنے سایہ کو قائم رکھ وزیر نے جواب دیا کہ تم سے میری جان کب دور ہے ولیکن باہر آنے کا دستور نہین ہے یعنی وہ ہیئت میری جان ہے کہ تمھارے دل مین قائم ہے مگر باہر آنے کی مجھکو اجازت نہین اب تم مجھکو بباطن دیکھو فافہم ۱۲۔

۵۲ وہ امیر اُنکی الخ یہ شعر وہ امیر اُنکی سفارش کرتے اور مُرید الحاح و زاری رکھتے ہین اور کہتے کہ اے کریم کیا ہماری بدنصیبی ہے کہ بے تیرے دین و دل سے ہم یتیم ہین یعنی تو ہمارے دین و دل کا پدر ہے کہ بے تیرے دین و دل خراب ہے اسواسطے مرشد کو پدر روحی کہتے ہین کہ ارواح مُریدون کی روح مُرشد سے پیدا ہے جیسے ارواح مُریدون کی روح مرشد سے پیدا ہے اور اُس روح مین مرشد کی روح تصرف کرتی ہے اولیا اس امر کو کوئی نہین دریافت کرسکتا ہے پس اس صورت سے مُرید پیر کی اولاد ہے تو ہم سے بہانہ کرتا ہے اور ہم درد سے آہ و زاری کرتے ہین ہم تیری شیرین کلامی سُننے کے عادی ہین اور شیر حکمت کے حاجتمند تو ہمکو خود سے دور نہ کر کہ ذوق تیرا ہمکو بجائے جان و ایمان ہے پس یہی حال طالب صادق کا مُرشد کے ساتھ ہوتا ہے فہم من فہم ۱۲۔

۵۳ اللہ اللہ الی آخرہ یہ شعر اللہ اللہ تو ہم ظلم نہ کر لطف تو آج کر اور کل روز محشر پر نہ رکھ ہم تجکو دل دیتے ہین یہ سب دل بے تیرے ناکام ہین مثل ماہی کے خشکی مین سب تڑپتے ہین نہر پانی اپنی کو کھول دے تو آب فیضان کو جاری کر۔ اس زمانے مین تجسا کوئی نہیں ہے اور انہ ایسا تو ہی مخلوق کا فریاد رس ہے گویا مولانا اس سب کو نعت نبوی مین جو بیان کرتے ہین کہ بعد وفات حضور صحابہ کا بھی حال ہوا تھا فافہم ۱۲

۱

ایکہ چون تو در زمانہ نیست کس	اللہ اللہ خلق را فریاد رس	ای زمانے مین نہ تجسا کوئی کس	اللہ اللہ خلق کے فریاد رس

دفع کردن وزیر مُریدان و اتباع خود را

دفع کرنا وزیر مریدون کا واسطے متابعت اپنی کے

گفت ہان اے سخرگان گفتگو	وعظ و گفتار زبان و گوش جو	بولا ہان ای قیدیان گفتگو	وعظ اور باتون کی تمکو جستجو
پنبہ اندر گوش حس دون کنید	بند حس از چشم خود بیرون کنید	روئی کو تم ٹھونسو اندر کان کے	جسکا پردہ تم اُٹھاؤ آنکھ سے
پنبہ آن گوش سر گوش سرست	تا نگردد این کران باطن کرست	گوش باطن کا ہی پنبہ گوش سر	تا نہو یہ کردہ باطن کا ہے کر
بیحس و بیگوش و بیفکرت شوید	تا خطاب ارجعی را بشنوید	بحس و بے کان اور بے حرص ہو	تا خطاب ارجعی کو تم سنو
تا بگفت و گوی بیداری دری	تو ز گفت خواب کے بوی بری	قال و بیداری مین جبتک تم رہو	خواب کی باتونکو تم پھر کب سنو
سیر بیرونیست قول و فعل ما	سیر باطن ہست بالای سما	سیرے قول و فعل سیر ظاہری	آسمانون پر ہے سیر باطنی
حس خشکی دید کز خشکی بزاد	موسیٰ جان پای در دریا نہاد	حس خشکی دیکھی خشکی زاد نے	جان کے موسیٰ کا پا دریا مین ہی
سیر جسم خشک بر خشکی فتاد	سیر جان پا در دل دریا نہاد	سیر جسم خشک خشکی پر کرے	سیر جان دریا کے دل مین پار ہے
چونکہ عمر اندر رہ خشکی گذشت	گاہ کوہ و گاہ صحرا گاہ دشت	عمر تیری راہ خشکی مین گئی	گاہ کوہ و گاہ صحرا مین کٹی
آب حیوان را کجا خواہی تو یافت	موج دریا را کجا خواہی شکافت	آب حیوان کو کہان تو پائیگا	موج دریا مین کہان تو جائیگا
موج خاکی فہم و وہم و فکر ماست	موج آبی صحو و سکرست و فناست	موج خاکی فہم و وہم و فکر ہا	موج آبی سکر اور صحو و فنا
تا درین فکری ازان سکری تو دور	تا ازین مستی ازان جامے نفور	فکر یہ جبتک ہی دور اس سکر سے	مستی یہ جبتک ہی وہ دُر کب ملے

سله اب مولانا انکشاف ہونے باطن کا طریقہ فرماتے ہین کہ جو طالب کو ہنگام طلب کے مرشد تعلیم و تلقین کرتا ہے پس اُس وزیر نے کہا کہ اے مقیدان قال تمکو وعظ سُننے کی جستجو ہے روئی کو تم اپنے کانون مین ٹھونسو اور پردہ حس کا آنکھون سے اُٹھاؤ یعنی چشم دل سے دیکھو کیونکہ گوش ظاہر گوش باطن کے واسطے پنبہ ہے یعنی حجاب ہے جب تک یہ گوش ظاہر کا بہرا نہوگا باطن کا گوش بہرا رہے گا پس تو بے حس و بے فکر ہو تا خطاب تو سُنے آیۂ کریمہ ارجعی الی ربک یعنی رجوع ہو تم طرف اپنے رب کے یعنی تم اپنے حواس ظاہری کو معطل کرو تب حواس جان کے تمھارے کھلین کیونکہ یہ حواس ظاہری مانع ہین حواس باطنی کے چنانچہ صوفیہ کرام یہان اُسکو ذکر کہتے ہین کہ راز سربستہ اُسپر کھُلے جیسے خاندان مین اُسکو مراقبہ و مکاشفہ اور بعضے مین ملاحظہ و مشاہدہ کہتے ہین اور مقام طالب کو یہ بہت ضروری ہی فافہم ۱۲

سعه قال و بیداری مین الخ ۵ شعر قال و بیداری مین تم جب تک رہوگے خواب کی باتین تم کو کب سنائی دینگی اسی طرح تم جب تک حواس ظاہری کے پابند رہوگے سیر حواس باطنی کب ہوگی میرے قول و فعل کی سیر ظاہری اور افلاک کی سیر باطنی ہے حس خشکی دیکھی خشکی زاد نے جان کے موسیٰ کا پانون دریا مین ہے یعنی تم میرے قال کو جو جستجو کرتے ہو یہ سیر ظاہری ہے تم آسمان کو جاؤ کہ جان موسیٰ میرے اُس دریائے معنی مین ہے وہ سیر باطنی تمکو وہان کی بتائیگی فافہم ۱۲۔

سعو سیر جسم خشک الی آخرہ ۶ شعر کیونکہ جسم خشک خشکی پر سیر کرے اور جان کی دریائے دل مین سیر ہے پس عمر تیری راہ خشکی مین گذری کبھی کوہ کبھی صحرا مین گئی آب حیوان کو تو کب پا سکتا ہے اور موج دریا مین کہان تو جا سکتا ہے موج خاکی فہم و وہم فکر ہے اور موج آبی تفکرات دُنیوی ہین جب تک بیفکر ہے اُس فکر سے تو دور ہے اور جب تک یہ مستی دُنیا ہے وہ دُرہ وحدت کب پا سکے یہ گفتگو ظاہری مثل غبار آئینہ دل کے ہی تو خاموشی کی عادت کر تاکہ آئینہ دل تیرا نور معرفت سے روشن ہو اور سیر باطن کی جاری ہو فافہم ۱۲۔

گفتگوی ظاہر آمد چون غبار	مدتی خاموش کن ہین ہوشدار	گفتگو ظاہر کی ہے مثل غبار	خامشی کی کر تو عادت ہوشیار

مکر کردن مریدان کہ خلوت را بشکن

مکر کرنا مریدون کا کہ خلوت کو چھوڑ دے

جملہ گفتند اے حکیم رخنہ جو	این فریب و این جفا با ما مگو	بولے وہ سب اے حکیم عیب جو[1]	ہم سے مت کر یہ فریب اور مکر تو
چون پذیرفتی تو ما را ز ابتدا	مرحمت کن ہمچنین تا انتہا	ابتدا سے جو کیا ہمکو قبول	انتہا تک رحم وہ ہی رکھ نزول
ضعف و عجز و فقر ما دانستۂ	درد ما را ہم دوا دانستۂ	تو ہمارے ضعف سے آگہ ہوا	تو ہمارے درد کی جانے دوا
چارپا را قدر طاقت بار نہ	بر ضعیفان قدر قوت کار نہ	جانور پر قدر طاقت بار رکھ	عاجزون پر قدر قوت کار رکھ
دانۂ ہر مرغ اندازۂ وی ست	طعمۂ ہر مرغ انجیری کی ست	دانہ ہر مرغ اپنے انداز سے لے	طعمۂ ہر زاغ کیا انجیر ہے
طفل را گر نان دہی بر جای شیر	طفل مسکین را ازان نان مردہ گیر	شیر کی جا طفل کو روٹی جو دے	طفل عاجز کی وہ روٹی جان لے
چونکہ دندانہا بر آرد بعد ازان	ہم بخود گردد دلش جویای نان	جبکہ نکلین دانت اسکے بعد وہ	خود کرے روٹی کی دل سے جستجو
مرغ پر نارستہ چون پران شود	لقمۂ ہر گربۂ دران شود	مرغ بے پر کا اگر از خود اڑے	گربۂ مکار کا لقمہ بنے
چون برآرد پر شود پران بخود	بی تکلف بی صفیر نیک و بد	پر نکل آئین تو خود اڑنے لگے	بے تکلف بخیر پھرنے لگے
دیو را نطق تو خامش میکند	گوش ما را گفت تو ہش میکند	دیو کو گویائی تیری چپ کرے[2]	اور ہمارے گوش کو وہ ہوش دے
گوش ما ہوش ست چون گویا توئی	خشک ما بحر ست چون دریا توئی	ہوش ہمارے گوش کا تیرا خیال	خشک ہمارا بحر تو دریا مثال

سلہ بولے وہ سب الی آخرہ ۹ شعر ان مریدون نے کہا اے حکیم عیب جو ہم سے یہ مکر و فریب تو نہ کر ابتدا سے جو تو نے ہمکو قبول کیا ہے انتہا تک وہی رحم ہمپر تو رکھ کہ تو ہمارے ضعف سے آگاہ ہوا اور ہمارے درد کی دوا تو جانتا ہے جانور پر انکی طاقت کے لایق بار رکھ اور عاجزون سے انکی طاقت کے لایق کام لے دانہ ہر مرغ کی غذا انجیر نہ ہووے شیر کی جا اگر طفل کو تو روٹی دیوے وہ ہلاک ہووے جبکہ اسکے دانت نکلین تو روٹی چاہے مرغ بے پر و بال اگر خود اڑے اور بخوف پھرے تو لقمہ بلی کا بنے یعنی جب ہمکو استعداد ہو اس وقت اگر ہمکو تو جدا کرے تو ہم متحمل اسکے ہو سکتے ہین واللہ اعلم ۱۲۔

سٹہ دیو کو گویائی الی آخرہ ۲ شعر دیو نفس کو گویائی تیری خاموش کرے اور ہمارے گوش ہوش دے یعنی تیری وعظ گوئی سے خطرہ ہوا جس نفسانی موقوف ہو اور استیلاء شوق سے دور ہو کیونکہ صحبت مرشد ایک ساعت کی بہتر ہے طاعت ستر روز سے پس ہوش ہمارے گوش کا تیرا قال ہے ہمارا خشک بحر نہ رہے جب دریا تو ہے خاک تیرے ساتھ بہتر ہے افلاک سے اور آسمان زمین تک روشن ہے تیرے ساتھ سے بے تیرے ہم علوی ہین خاک پر اور بے تیرے ہم سفلی ہین افلاک پر صورت رفعت و بلندی رکھتا ہے آسمان اور معنی بلندی رکھتی ہے پاک جان صورت بلندی رکھتا ہے جسم اور جسم معنی کے مقابل ہے اسم یعنی اگرچہ جسم صورت بلندی ہی مگر معنی کے مقابل ایک اسم ہے بے اصل اللہ اللہ تو ہماری جان کی طرف دیکھ کر لا تقطعنا نقد طال الحزن یعنی ناامید مت کر ہمکو کہ غم ہمارا بڑھ گیا ہے داغ ہو کر مولانا اس داستان مین کیفیت فراق طالب کی مرشد سے بیان فرماتے ہین کہ مریدون و مشتاقون پر ہنگام فراق مرشد کے یہ حالت طاری ہوتی ہے اور مرشد قصداً ہنگام کسب کے مریدون کو خود سے فراق دیتے ہین کہ ابتلا کے عشق ترقی مقامات سلوک ہووے واللہ اعلم ۱۲۔

باتو مارا خاک بهتر از فلک	ای سماک از تو منور تا سمک	خاک بہتر تیرے ساتھ افلاک سے	آسمان روشن زمین تک تجھ سے ہے
بیتو ما را بر فلک تاریکی ست	باتو ای مه این زمین تاریکی است	بے ترے سفلی ہین ہم افلاک پر	ساتھ ترے علوی ہین ہم اب خاک پر
صورت رفعت بود افلاک را	معنی رفعت روان پاک را	صورت رفعت کہے ہے آسمان	معنے رفعت کہے ہے پاک جان
صورت رفعت برای جسمهاست	جسمها در پیش معنی اسمهاست	صورت رفعت کو رکھتا جسم ہے	جسم معنی کے مقابل اسم ہے
الله الله یک نظر بر ما فگن	لا تقنطنا فقد طال الحزن	الله الله دیکھ ہمارا جان و تن	لا تقنطنا فقد طال الحزن

جواب گفتن وزیر که خلوت را نمی شکنم — جواب دینا وزیر کا کہ مین خلوت کو نہین چھوڑ سکتا ہون

گفت حجت های خود کوته کنید	پند را در جان و در دل ره کنید	بولا[٥١] حجت اپنی کو تم کوتہ کرو	یہ نصیحت جان و دلمین تم رکھو
گر امینم متهم نبود امین	گر بگویم آسمان را من زمین	گر امین ہون متہم کب ہو امین	آسمان کو گر کہون ہے زمین
گر کمالم با کمال انکار چیست	ور نیم این زحمت و آزار چیست	گر مین کامل ہون تو پھر انکار کیون	اور نہین ہون نہین تو پھر اصرار کیون
من نخواهم شد ازین خلوت برون	زانکه مشغولم باحوال درون	مین نہین نکلونگا بس خلوت سے اب	کیونکہ مشغول اب ہوا ہون ساتھ رب

اعتراض کردن مریدان از خلوت وزیر بار دیگر — اعتراض کرنا مریدونکا خلوت پذیری وزیر سے

جمله گفتند ای وزیر انکار نیست	گفت ما چون گفتهٔ اغیار نیست	بولے[٥٢] سب ہمکو وزیر انکار نے	نے ہمارا کہنا جون اغیار کے
اشک دیده است از فراق تو دوان	آه آه است از میان جان روان	روتے ہم ہین بس جدائی سے تری	آہ نکلے جان سے حسرت بھری
طفل با دایه نه استیزد ولیک	گرید او گرچه نه بد داند نه نیک	بچہ دایہ سے نہین لڑتا ولیک	روتا ہے گرچہ نجانے بد و نیک
ما چو چنگیم و تو زخمه میزنی	زاری از ما نی تو زاری میکنی	ہم مثال چنگ و سازندہ تو ہے	ہم نہین کرتے ہین نالہ تو کرے

سـ٥١ بولا حجت اپنی الی آخرہ ۴ شعر وزیر نے کہا کہ اب تم اپنی حجت چھوڑ دو اور نصیحت میری اپنی جان و دل مین رکھو اگر مین امین ہون تو امین متہم کب ہوتا ہے گو مین زمین کو آسمان کہون واگر مین کامل ہون تو انکار کسواسطے اور اگر جاہل ہون تو اصرار کیون ہے مین خلوت سے نہ نکلونگا کہ اب مین مشغول ساتھ خدا کے ہون واضح ہو کہ مولانا ان دلائل سے شکوک طالبون کے دور کرتے ہین کہ مرشد کو اول بخوبی سمجھکر اپنا مرشد کرے اور پھر خطرات نفسانی سے دور رہے مرشد کو لازم ہے کہ شکوک خطرات نفسانی کو ایسے دلائل سے دفع کرے تاکہ مرید گمراہی مین نہ پڑے فافہم ۱۲۔

سـ٥٢ بولے سب ہمکو الی آخرہ ۸ شعر سب نے کہا کہ اے وزیر ہمکو تجھسے انکار نہین ہے اور نہ ہمارا کہنا مانند اغیار کے ہے ہم تیری جدائی سے روتے ہین اور حسرت سے جان آہ کرتی ہے جیسے بچہ دایہ سے نہین لڑتا ہے ولیکن روتا ہے اگرچہ نیک و بد نہین جانتا ہے ہم مثال چنگ ہین اور تو اسکا سازندہ یعنی بجانے والا ہے اور ہم نہین نالہ کرتے ہین تو کرتا ہے ہم مثل نی اور تو اسمین ہے ہم مثل کوہ کے ہین صدا تیری ہے ہم مثل شطرنج ہین بردوبات مین زیر و مات ہمارا تجھسے ہے ہم کیا ہین تو ہماری جان ہے تاکہ ہم تیرے ہمراہ رہین ہم فنا ہین اور ہماری ہستی فنا ہی تو وجود مطلق ہے فانی کی صورت واضح ہو کہ مولانا یہان پر فنا فی الشیخ کا مقام بیان کرتے ہین کہ جب محبت مرشد کی طالب پر قائم ہوتی ہے تو خود کو عین مرشد صورت و معنی مین جانتا ہے حتی بظاہر ا متمثل مرشد اور آنکی نظر مین بھی دیکھے اسکو نکتا ہے اسکو مقام فنا فی الشیخ کا کہتے ہین چنانچہ اشعار مین اسی مقام کا بیان ہے واللہ اعلم ۱۲

ما چه نائیم و نوا در ما ز تست	ما چو کوهیم و صدا در ما ز تست	هم هین مثل نی نوا هم مین تری	مثل کُہ هم هین صدا هم مین تری
ما چو شطرنجیم اندر برد و مات	برد و مات ما ز تست ای خوش صفات	هم هین جون شطرنج برد و مات مین	تو ہمارا برد و مات هم کیا کهین
ما که باشیم ای تو ما را جان جان	تا که ما باشیم با تو درمیان	هم هین کیا ای تو ہماری جان جان	تا کہ هم رہوین تیرے ہمرہ یہان
ما عدمهائیم و هستی‌های ما	تو وجود مطلقی فانی نما	هم فنا هستی ہماری بھی فنا	تو وجودِ مطلقے فانی نما
ما همه شیران ولی شیر علم	حمله‌شان از باد باشد دم‌بدم	شیر هم سب هین ولے شیر علم	حملہ آنکا ہی ہوا سے دمبدم
حمله‌مان پیدا و ناپیداست باد	آنکه ناپیداست هرگز کم مباد	حملہ ظاہر ہے نہ ظاہر ہے ہوا	جو نہ ظاہر ہے رہے وہ دائما
باد ما و بود ما از داد تست	هستی ما جمله از ایجاد تست	ہی ہماری ہستی تیری داد سے	اور ہستی کل تری ایجاد سے
لذت هستی نمودی نیست را	عاشق خود کرده بودی نیست را	لذتِ ہستی دکھائی نیست کو	عاشق اپنا کر لیا بھی نیست کو
لذت انعام خود را وا مگیر	نقل و باده جام خود را وا مگیر	لذتِ بخشش کو اپنی تو نہ چھین	اور شراب و نقل پیالہ کو نہ چھین
ور بگیری کیست جست و جو کند	نقش با نقاش چون نیرو کند	گر نہ پوچھے کون پھر ڈھونڈھے تجھی	نقش کیا نقاش پر قدرت رکھے
منگر اندر ما مکن در ما نظر	اندر اکرام و سخای خود نگر	تو نہ باطن کو ہماری کر نظر	رکھ تو اپنی جود و بخشش پر نظر
ما نبودیم و تقاضامان نبود	لطف تو ناگفتهٔ ما می‌شنود	ہم نہ تھے اور کچھ تقاضا بھی نہ تھا	بے کہے تیری عنایت ذی سنا
نقش باشد پیش نقاش و قلم	عاجز و بسته چو کودک در شکم	نقش ہے نقاش کے یون سامنے	جیسے بچہ پیٹ مین عاجز رہے
پیش قدرت خلق جمله بارگه	عاجزان چون پیش سوزن کارگه	خلق یون ہے آگے قدرت اُسکی کے	جیسے عاجز کارخانہ سوئی سے
گاه نقش دیو و گه آدم کند	گاه نقش شادی و گه غم کند	گاہ نقشِ دیو گہ آدم کرے	گاہ نقشِ شادی و گہ غم کرے

سلہ شیر ہم سب ہین الی آخرہ ۸ شعر مولانا اس پہلو مین مقام توحید کا فرماتے ہین اور مقام غیب کو کھولتے ہین کہ طالب کو ابتدا مین بتمام طلب توحید ضرور ہے کہ تصور کرے تاکہ توحید علمی سے توحید عالی کا انکشاف ہو فنافی الشیخ سے فنافی الرسول و فنافی اللہ کو پہونچے اسی کو صحیح الخیال کہتے ہین اگرچہ ہم کل انسان شیر ہین ولیکن شیر علم کے ہین اور ہوات دمبدم حملہ کرتے ہین کہ جیسے بادشاہ اپنے علم کے پھریرے پر شیر علم لکھتے ہین کہ ہنگام مقابلہ لشکر کے اُس پھریرہ کو کھول دیتے ہین کہ ہوا سے تصویر شیر حرکت کرے پس مولانا کہتے ہین کہ حملہ ہمارا ظاہر ہے ولے ہوا ظاہر نہین ہے اور جو ظاہر نہین ہے وہ ہمیشہ قائم ہے پس تو نے یہ ہوا و ہستی ہمکو دی اور سب ایجاد عالم کو تو نے نیست کرکے اپنا عاشق کر لیا ہے پس تو لذت بخشش اپنی کو ہم سے مت چھین شراب و نقل و پیالہ کو ہم سے نہ لے کہ تیرے خواہندہ ہین کیونکہ ہر شے اصل کی عاشق ہے اگر تو لے لیگا تو پھر تجھے کون تلاش کرے گا اور نقش کیا نقاش کا کر سکے گا پس تو ہمارے باطن کو نہ دیکھ اپنی بخشش و جود کو دیکھ کیونکہ ہم نہ تھے اور نہ ہمارا کچھ تقاضا ہے تو نے ہم پر یہ عنایت کی ہے مولانا اس پیرائے مین توحید وجودی کا حال بیان کرتے ہین کہ خالق کا مخلوق کے ساتھ یہ معاملہ ہے پس طالب کو یہ سمجھنا چاہیے کہ جو کچھ ہے وہ ذات مقدس ہے فافہم ۱۲۔

سلہ نقش ہر نقاش کے الی آخرہ ۶ شعر نقش نقاش کے سامنے اس طرح ہے جیسے بچہ پیٹ مین عاجز ہے اُسکی قدرت کے آگے سب مخلوق ایسی ہے جیسے کارخانہ ایک سوئی سے عاجز ہے کبھی دیو اور کبھی آدم کرتا ہے اور کبھی نقش شادی و کبھی غم کرتا ہے نہ ہمارے ہاتھ مین قدرت ہے کہ دفع کرین ، ورنہ گویائی کہ نفع و نقصان کہین قرآن مین تو پڑھ کہ حق تعالی نے کہا ہے آیہ کریمہ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی یعنی اے محمد جس وقت نہ پھینکا تو نے جنگ پھینکا ولیکن پھینکا اللہ نے تیر یہ کیسے پھینکین وہ کب ہم نے پھینکا ، ہم کمان اور تیر پھینکنے والا ہر عدد واضح ہو کہ یہ آیت نسبت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ بدر مین نازل ہوئی فہم من فہم ۱۲۔

دست نی تا دست جنباند بدفع　　نطق نی تا دم زند از ضر و نفع
تو ز قرآن باز خوان تفسیر بیت　　گفت ایزد ما رمیت اذ رمیت
گر بپرانیم تیر آن کی ز ماست　　ما کمان و تیر اندازش خداست
این نه جبر این معنی جباری است　　ذکر جباری برای زاری است
زاری ما شد دلیل اضطرار　　خجلت ما شد دلیل اختیار
گر نبودی اختیار این شرم چیست　　وین دریغ و خجلت و آزرم چیست
زجر استادان بشاگردان چراست　　خاطر از تدبیرها گردان چراست
ور تو گوئی غافل است از جبر او　　ماه حق پنهان شد اندر ابر او
ہست این را خوش جواب ار بشنوی　　بگذری از کفر بر دین بگروی
حسرت و زاری که در بیماری است　　وقت بیماری همه بیداری است
آن زمان که میشوی بیمار تو　　میکنی از جرم استغفار تو
می نماید بر تو زشتی گنه　　میکنی نیت که باز آیم بره
عهد و پیمان میکنی که بعد ازین　　جز که طاعت نبودم کار گزین
پس یقین گشت آنکه بیماری ترا　　می ببخشد هوش و بیداری ترا
پس بدان این اصل را ای اصل جو　　هر کرا درد است او برده است بو
هر که او بیدار تر پر درد تر　　هر که او آگاه تر رخ زرد تر
گر ز جبرش آگهی زاریت کو　　جنبش زنجیر جباریت کو

ہاتھ نا تا ہاتھ سے دفع کرے　　نطق نا تا نفع و نقصان سے کہے
پڑھ تو قرآن سے تو پھر تفسیر بیت　　کہتا ہے حق ما رمیت اذ رمیت
تیر ہم پھینکیں وہ کب ہم سے ہوا　　ہم کمان اور تیر پھینکے ہے خدا
معنی[1] جباری کا ہے یہ جبر نے　　ذکر جباری ہے زاری کے لیے
زاری اپنی ہے دلیل عجز کار　　خجلت اپنی ہے دلیل اختیار
اختیار اب گر نہیں خجلت ہے کیون　　یہ دریغ اور شرم اور ذلت ہے کیون
مارے شاگردونکو استا کس لیے　　دل کا تدبیرون سے پھرنا کس لیے
گر کہے تو وہ ہے وہ غافل جبر کے　　ماہ حق پوشیدہ اسکے ابر سے
ہے جواب اک خوب اسکا گر سنے　　کفر چھوڑ اسلام تو حاصل کرے
حیرت[2] و زاری کہ بیماری میں ہے　　وقت بیماری کے بیداری میں ہے
جس گھڑی ہوتا ہے بس بیمار تو　　جرم سے کرتا ہے استغفار تو
دیکھتا ہے زشتی اعمال تو　　کرتا ہے نیت کہ پاؤن راہ کو
عہد کرتا ہے کہ اسکے بعد مین　　ذکر ونگا کام مین جز طاعتین
بس یقین سے جانا بیماری تجھے　　بخشتی ہے ہوش و بیداری تجھے
جان تو اس اصل کو ای اصل جو　　جسکو اسکا درد ہو پاتا ہے بو
جو کہ ہے بیدار تر پر درد تر　　جو کہ ہے آگاہ تر رخ زرد تر
جبر[3] اسکا جانا پھر زاری کہان　　دیکھے تو زنجیر جباری کہان

[1] معنی جباری کا ہے الی آخرہ ۶ شعر یہ جبر نہیں ہے ذکر جباری کا ہے واسطے زاری کے اپنی زاری عجز کار کی دلیل ہے اور اپنی خجلت اختیار کی دلیل ہے اب اگر اختیار نہیں تو خجلت کیون ہے یہ دریغ شرم اور ذلت کے لیے ہے فافہم ۱۲ [2] حیرت وزاری الی آخرہ ۷ شعر حیرت وزاری کہ بیماری مین ہے وقت بیماری خوف پیدا ہوتا ہے کیونکہ جس دم تو بیمار ہوتا ہے اپنے گناہون سے استغفار کرتا ہے اور اپنی زشتی گناہون سے ڈرتا ہے اگر راہ راست ڈھونڈھتا ہے اقرار کرتا ہے کہ اسکے بعد بجز طاعت کے کچھ کام نہ کرونگا پس معلوم ہوا کہ بیماری تجھکو ہوش و بیداری دیتی ہے اے اصل جو تو اپنی اصل کو جان کہ جسکو اسکا درد ہوتا ہے وہ اسکی بو پاتا ہے پس مولانا آگہی حق کا سبب بیان کرتے ہین کہ جسکو درد ہوتا ہے وہ مانند بیمارون کے حق کو پہچانتا ہے کہ جو بیدار زیادہ ہے پر درد زیادہ ہے جو کہ آگاہ زیادہ ہے رخ زرد زیادہ ہے پس درد عشق باعث بیداری حق ہے فافہم ۱۲-

[3] جبر اسکا الی آخرہ ۵ شعر جبر اسکا دیکھا پھر زاری کہان ہے دیکھے تو زنجیر جباری کہان ہے کیسے مقید زنجیر کا آزادی کرے ڈنڈی لکڑی تھم کیسے بنے کب اسیر زندان آزادی کرے کب گرفتار بادشاہی کرے اگر تو کہے کہ میرا پاؤن پہنچتا ہے اور سپاہی شاہی مجھ پر کھڑا ہے عاجزون پر پھر سپاہی ہن نہ کر کیونکہ عاجزون اور مجبورون سے یہ امر بعید ہے واضح ہو مانا جواب غفلت جبر کا دیتے ہین اگر تو مجبور رکھتا ہے تو پھر حکومت عاجزون پر کیون کرتا ہے اور عاجز کسی پر حاکم کب ہوتا ہے فافہم ۱۲

بستہ در زنجیر راوی چون کند	چوب اشکستہ عبادی چون کند	بستہ کیا زنجیر کا زاری کرے	ٹوٹی لکڑی ہو تو تھم کیسے بنے
کے اسیرِ حبس آزادی کند	کے گرفتارِ بلا شادی کند	کب اسیر حبس آزادی کرے	کب گرفتارِ بلا شادی کرے
در ہمی بینی کہ پایت بستہ اند	بر تو سرہنگان شہ بنشستہ اند	گر تو دیکھے کہ مرا پایا ہے پھنسا	ہے سپاہی شاہ کا تجھ پر کھڑا
پس تو سرہنگی مکن با عاجزان	زانکہ نبود طبع و خوی عاجزآن	عاجزون پہ پھر سپاہی پن نہ کر	عاجزون سے ہے یہ عادت دور تر
چون تو جبر او نمی بینی مگو	ور ہمی بینی نشانِ دید کو	ف۱ جبر اسکا تو نہ دیکھے چپ رہو	اور اگر دیکھے نشان اسکا کہو
در ہر آنکاری کہ میلستت بدان	قدرتِ خود را ہمی بینی عیان	تجکو ہے جس کام مین رغبت بیان	قدرت اپنی دیکھے تو اسمین عیان
در ہر آن کاریکہ میلت نیست و خواست	اندران جبری شوی کاین از خداست	اور نہین جس کام مین رغبت تجھے	نکی جبری جانے تو اللہ سے
انبیا در کار دنیا جبری اند	کافران در کار عقبی جبری اند	کار دنیا مین ہین جبری مرسلان	کار عقبی مین ہین جبری کافران
انبیا را کار عقبیٰ اختیار	کافران را کار دنیا اختیار	کار دنیا مین نبی کو اختیار	کار دنیا مین شقی کو اختیار
زانکہ ہر مرغی بسوی جنس خویش	میپرد او در پس و جان پیش پیش	ف۲ جو کہ ہر اک مرغ اپنے جنس کو	جای تو جان آگے اسکی اس سے ہو
کافران چون جنس سجین آمدند	سجن دنیا را خوش آئین آمدند	جنس دوزخ کے ہیں کفار ہین	دوزخ دنیا پسند آئی انھین
انبیا چون جنس علیین بدند	سوی علیین بجان و دل شدند	ف۳ انبیا جو جنس علیین کے تھے	جان و دل سے سوی علیین گئے
ای خدا بنما تو جان را آن مقام	کاندرو بے حرف میروید کلام	اے خدا دکھلا تو جان کو وہ مقام	جسمین بے حرف و صدا آئے کلام
این سخن پایان ندارد لیک ما	باز گوئیم آن تمامی قصہ را	انتہا یہ بات تو رکھتی نہین	پھر بیان کرتا ہون قصہ اے امین

ف۱ جبر اسکا تو نہ دیکھے الی آخرہ ۵ شعر اگر تو جبر اسکا نہین دیکھتا ہے خاموش رہ اور اگر دیکھتا ہے نشان اسکا بتا کیونکہ تجکو جس کام کی طرف رغبت ہے قدرت اپنی تو اس کام مین دیکھتا ہے اور جس کام کی تجکو رغبت نہین ہے جبری بن کر اسکو اللہ کی طرف سے جانتا ہے پس دنیا کے کام مین انبیا علیہم السلام جبری ہین اور عقبیٰ کے کام مین کافر جبری ہین دنیا کے کام مین نبی کو اختیار ہے عقبیٰ کے کام مین کافرون کو اختیار ہے واضح ہو کہ مولانا اہل دنیا کا بیان کرتے ہین کہ خواہشات نفسانی مین اپنا اختیار بیان کرتے ہین عبادات و طاعات مین خدا کے اختیارات بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم ناچار مجبور ہین اور طاعت نہین کر سکتے ہین اور انبیا و اولیا دنیا کے کام مین مجبور ہین وہ بحکم خدا کام کرتے ہین ناچاری سے پس عاقل کو چاہیے کہ پیروی انبیا و اولیا کی کرے اور طاعت خدا مین کوشش بلیغ رکھے اور مجبور نہو فافہم ۱۲-

ف۲ جو کہ ہر اک مرغ الی آخرہ ۲ شعر چونکہ ہر مرغ اپنی جنس کی طرف جاتا ہے جان اسکی آگے جاتی ہے جنس دوزخ کی جو کہ کفار ہین اس سبب دنیا انکو پسند ہے یعنی دنیا کو دوزخ کہا ہے بموجب حدیث شریف الدنیا سجن المومن و جنة الکافر جیسے دنیا دوزخ ہے مومن کو و جنت کافر کو ہے چونکہ کفار جنس دوزخ کی ہین اس لیے دنیا کو جنت جانتے ہین اور مومن جنس جنت کے ہین دنیا انکو دوزخ ہے چنانچہ آئندہ شعر مین اسکا بیان ہے فہم من فہم ۱۲-

ف۳ انبیا جو جنس الی آخرہ ۳ شعر انبیا علیہ السلام چونکہ جنس جنت کے تھے جان و دل سے طرف مقام جنتون کے گئے اب مولانا مناجات فرماتے ہین کہ اے خدا تو جان کو وہ مقام عنایت کر جسمین کلام بے حرف و صدا سنے یعنی وصال کامل دے کہ گفت و شنید کی جا نہو انتہا اس راز کی نہین ہے پھر مین قصہ وزیر کا بیان کرتا ہون واللہ اعلم ۱۲-

نومید کردن وزیر مریدان را در نقض خلوت خود

نا اُمید کرنا وزیر کا مُریدونکو خلوت کے چھوڑنے مین

آن وزیر از اندرون آوا زداد	کای مُریدان از من این معلوم باد	١ وہ وزیر اندر سے بولا تم سُنو	اے مُریدو مجھسے تم اس بات کو
کہ مرا عیسیٰ چنین پیغام کرد	کز ہمہ یاران و خویشان باز گرد	کہ مجھے پیغام عیسےٰ نے دیا	کہ تو سب یاروں سے اپنے ہو جُدا
روی بر دیوار کن تنہا نشین	وز وجود خویش ہم خلوت گزین	ہو تو حیران اور تنہا رہ بشر	اور وجود اپنے کی تو خلوت بھی کر
بعد ازین دستوری گفتار نیست	بعد ازین با گفتگویم کار نیست	بعدہ نے حکم کرنے بات کا	بعدہ کہنے کا مجھکو کام کیا
الوداع ای دوستان من مُردہ ام	رخت بر چارم فلک بر بردہ ام	الوداع اے دوستو مرتا ہون مین	آسمان چوتھے پر اب جاتا ہون مین
تا بزیر چرخ ناری چون حطب	من نسوزم در عنا و در عطب	مثل ہیزم چرخ ناری کے تلے	کون اس رنج و تعب مین بس جلے
پہلوی عیسےٰ نشینم بعد ازین	بر فراز آسمان چارمین	بعدہ عیسےٰ کے پہلو مین ہون	آسمان چوتھی پہ جا اپنی کرون
وانگہانی آن امیران را بخواند	یک بیک تنہا بہر یک حرف راند	اُسدم اُسنے اُن امیرون کو بُلا	بس جُدا ہر ایک سے تنہا کیا

ولیعہد ساختن وزیر ہر یک امیر را جُدا جُدا

ولیعہد کرنا وزیر کا ہر ایک امیر کو جُدا جُدا

نائب حق و خلیفہ من توئی	گفت ہر یک را بدین عیسوی	٢ حق کا نائب تو خلیفہ ہے مرا	دین عیسےٰ مین یہ ہر اک سے کہا
وان امیران دگر اتباع تو	کرد عیسیٰ جملہ را اشیاع تو	تا مطیع تیرے رہین سارے امیر	تابع عیسےٰ نے کیے تیرے امیر

ا وہ وزیر اندر سے بولا الخ ۸ شعر مولانا اس داستان مین مقام موتوا قبل ان تموتوا بیان فرماتے ہین کہ جب طالب کو کشود باطن ہوتا ہے اور جان اُسکی لذائذ سیر باطنی سے ذائقہ پذیر ہوتی ہے تو لذائذ غذائی کو ترک کرکے متوجہ باطن کی ہوتی ہے پس اُس وزیر نے خلوت مین کہا اے مُریدو مجھسے یہ بات سنو کہ مجھے عیسیٰ علیہ السّلام نے پیغام دیا ہے کہ تو سب یاران دُنیا کو چھوڑ دے اور تو حیران و تنہا رہ بلکہ وجود سے بھی گوشہ کر و بعدہ اُسکے مجھے بات کرنے کا حکم نہین ہے بعد اُسکے مجھے کہنے کا کیا کام ہے الوداع اے دوستون مین مرتا ہون اور آسمان چوتھے پر اب جاتا ہون اس چرخ ناری کے تلے مثل ہیزم کے رنج و تعب دُنیا سے کیون جلون بعدہ عیسیٰ کے پہلو مین رہون اور آسمان چوتھے پر اپنی جا کرون اُسدم اُسنے اُن بارہ امام امیرون کو جُدا جُدا بُلا کر تنہائی مین سمجھایا گویا اسی طرح پر جان طالب کی متوجہ عالم باطن کے ہو کر فنافی الرسول ہوتی ہے اور بارہ یارون نفسانیہ مین کہ حسد و بُغض و کبر و کینہ و بخل و ریا و غیرہ و شہوت و غضب و غمازی و کذب و عذاب مین فساد ڈال دیتا ہے کہ شورش اُنکی تنگ جسم مین بسبب مخالفت کے ہونے پائے واللہ اعلم ١٢۔

٢ حق کا نائب الی آخرہ ١١ شعر ہر ایک سے کہا دین عیسیٰ مین تو ہی حق کا نائب اور میرا خلیفہ ہے تا سب امیر تیرے مطیع رہین کہ عیسےٰ نے تیرے تابع سب کو کیا ہے اگر کوئی تجھسے سرکشی کرے تو مار یا قید کر اور مین جب تک زندہ رہون یہ راز ظاہر نہ کرنا اور نہ کسی سے کہنا اور جب تک مین نہ مرون اس دعویٰ حکومت سے خبردار نہ کرنا اور بعدہ یہ کتاب احکام مسیح ہر ایک کو پڑھ کر ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ بُلا کر یہ کہنا کہ مجھ سوا کوئی نائب نہین ہے دین خدا ہی ہی ہر ایک سے کہا اور جو ایک کو کہا وہی دوسرے کو کہا اور ہر ایک کو ایک کتاب جُدا دی کہ وہ ضد ایک دوسرے کے تھین وہ سب کتابین آپس مین مختلف تھین مثل حروف الف با تا کے اور احکام آپس مین اُن کتابون کے ایک دوسرے کی ضد تھے جیسے مین نے اوپر کہا ہے واللہ اعلم ١٢۔

ہر امیرے کو کشہ گردن بگیر ... یا بکش با خود ہمیدارش اسیر
لیک تا من زندہ ام این را مگو ... تا نہ میرم این ریاست را مجو
تا نہ میرم من تو این پیدا مکن ... دعوی شاہی و استیلا مکن
اینک این طومار و احکام مسیح ... یک بیک تو خوان تو بر امت فصیح
ہر امیرے را چنین گفت او جدا ... نیست نائب جز تو در دین خدا
ہر یکے را کرد اندر سر عزیز ... ہر چہ آنرا گفت این را گفت نیز
ہر یکے را او یکے طومار داد ... ہر یکے ضد دگر بد المراد
جملگی طومارہا بد مختلف ... ہمچو شکل حرفہا یا تا الف
حکم این طومار ضد حکم آن ... پیش ازین کردیم این ضد را بیان

سرکشی تجھسے اگر کوئی کرے ... یا تو مار اُسکو دیا کر قید اُسے
جب تلک زندہ ہون میں کہنا نہیں ... میرے مرنے تک یہ کچھ کرنا نہیں
مین مرون جبتک تو یہ ظاہر نہ کر ... دعوی شاہی سے تو ماہر نہ کر
یہ کتاب اب تو و احکام مسیح ... بس سُنا ہر ایک کو پڑھکر فصیح
یہ کہا ہر ایک سے اُسنے جُدا ... تجھ سوا نائب نہیں دین خدا
اُسنے ہر اک سے کہا یہ ماجرا ... جو کہا اُس سے وہی اس سے کہا
دی ہر اک کو اک کتاب اُسنے جدا ... تھی ہر اک ضد دوسرے کی بر ملا
سب تھیں آپس مین کتابین مختلف ... مثل شکل حرفہا یا تا الف
حکم باہم ضد کتابونکی عیان ... اور پر اُس ضد کا کیا مین نے بیان

کُشتن وزیر خود را در خلوت از مُریدان

خود ہلاک کرنا وزیر کا مُریدون سے خلوت کر کے

بعد ازان چل روز دیگر در ببست ... خویش کشت و از وجود خود برست
چونکہ خلق از مرگ او آگاہ شد ... بر سر گورش قیامت گاہ شد
خلق چندان جمع بر سر گور او ... موکنان جامہ کنان در شور او
کان عدد را ہم خدا داند شمرد ... از عرب وز ترک و ز رومی و کرد
خاک او کردند بر سرہا خویش ... درد او دیدند درمان ہا خویش
آن خلائق بر سر گورش مہی ... کردہ خون را از دو چشم خود رہی
جملہ از درد فراقش در فغان ... ہم شہان و ہم کہان و ہم مہان

اُسنے اور چالیس دن چلہ کیا[۵۱] ... خود کو مارا قید تن سے خود چھٹا
اُسکے مرنے سے جو خلق آگہ ہوئی[۵۲] ... گور پر اُسکے قیامت گہ ہوئی
ہو گئے سب جمع اُسکی قبر پر ... بال نوچے پھاڑے کپڑے سر بسر
اُنکی گنتی سے خدا کو علم ہے[۵۳] ... رومی و ترک و عرب اور کرد سے
خاک اُسکی ڈالے اپنے سر پہ جو ... اپنا درمان دیکھا اُسکے درد کو
گور پر اک ماہ اُسکی خلق سب ... خون رو رو کر بہاتی روز و شب
درد فرقت مین سب اُسکے چیختے ... ہم امیر و شاہ ہم چھوٹے بڑے

۵۱ اُسنے اور چالیس دن الی آخرہ ایک شعر پھر وزیر نے اور چلہ کیا اور اُسمین خود کو ہلاک کر کے قید تن سے رہا ہو گیا مولانا تعلیم فرماتے ہین کہ ہنگام کسب باطن کے اگر ایک چلہ سے تصفیہ کامل نہو تو دوسرا تیسرا چلہ کرے کہ ہم تزکیہ و ہم تصفیہ حاصل ہو اور جان تعلقات نفسانیہ سے چھوٹے فافہم ۱۲ ۵۲ اُسکے مرنے سے الی آخرہ ۲ شعر مخلوق جو اُسکے مرنے سے آگاہ ہوئی اُسکے گور پر ایک قیامت برپا ہوئی سب اُسکے گور پر جمع ہوے بال سر کے نوچے اور کپڑے غم سے پھاڑے فافہم ۱۲ ۵۳ انکی گنتی الخ ۱۱ شعر اُنکی تعداد کا علم خدا کو ہے اُسکی قبر کی خاک اپنے سر پر ڈالی اور یہ اپنے درد کا علاج سمجھا اُسکی قبر پر رات دن خلقت روتی اور اپنا خون بہاتی تھی اور اُسکی جدائی کے درد سے سب چیختے تھے خواہ کوئی فقیر تھا یا بادشاہ تھا ایک مہینہ اس حال مین گذرا اسکے بعد سب نے کہا کہ امیرون مین اسکی جگہ کون بیٹھے گا کہ ہم سب اسکو اسکی جگہ جانین اور اُسکا اتباع کرین اور اُسکو امام جانین اور اُس سے اپنے کام پورے کرین اور سب اُسکا حکم مانین اور اُسکا دامن تھامین اگر سورج چھپ گیا تو چراغ کو اُسکا جانشین کرین اگر روے یار سامنے نہین آتا تو اُسکا نائب اسکا سامنہ ہو اگر گلاب کا پھول نہین تو عرق گلاب اُسکی بو دیگا اگر خدا یہان ظاہر نہین تو پیغمبر نائب خدا ہین فافہم ۱۲۔

بعد ماہی خلق گفتند ای کمان	از امیران کیست بر جایش نشان
تا بجای او شناسیمش امام	تا کہ کار ما ازو گردد تمام
سر ہمہ بر اختیارش او نہیم	دست بر دامان و دست او زنیم
چونکہ شد خورشید و ما را کرد داغ	واجب آمد بر مقام او چراغ
چونکہ شد از پیش دیدہ روی یار	نائبے باید ازو مان یادگار
چونکہ گل بگذشت و گلشن شد خراب	بوی گل را از کہ جوئیم از گلاب
چون خدا اندر نیاید در عیان	نائب حق اند این پیغمبران

بعد اک مہ خلق نے سب نے کہا	کون امیرون مین سے بیٹھے اُسکی جا
تا اُسے ہم اُسکی جا جانین امام	اور ہووے اُس سے کام اپنا تمام
حکم پر سر اُسکے ہم رکھین سبھی	ہاتھ دامن اُسکا ہم پکڑین سبھی
جو گیا خورشید اپنا دیکھے داغ	چاہیے اُسکی جگہ پر اک چراغ
جو گیا اب سامنے سے روے یار	نائب اُسکا چاہیے ہو یادگار
گل گیا جبکہ گلستان ہو خراب	گل کی بو پوچھ کون سے یعنی گلاب
جو خدایان پر نہوتا ہے عیان	حق کے نائب ہین یہ سب پیغمبران

طلب کردن اُمت عیسےٰ علیہ السّلام کہ ولیعہد از شما کدام

طلب کرنا اُمت عیسےٰ علیہ السّلام کا کہ ولیعہد تم مین سے کون ہے

نی غلط گفتم کہ نائب با منوب	گر دو پنداری قبیح آید نہ خوب
نی دو باشد تا توئی صورت پرست	پیش او یک گشت کز صورت برست
چون بصورت بنگری چشمت دو است	تو بنورش درنگر کان یک تو است
لاجرم چون بر یکے افتد بصر	آن یکے باشد دو ناید در نظر
نور ہر دو چشم نتوان فرق کرد	چونکہ بر نورش نظر انداخت مرد

نی غلط بولا کہ نائب بامنیب	دو اگر جانے قباحت ہو نصیب
دو ہین وہ جبتک تجھے صورت دکھے	ایک وہ جانے جو صورت سے چھٹے
دیکھے تو صورت تو دو آنکھین دکھین	نور اُسکا دیکھ تو وہ ایک ہین
کس لیے جو ایک شے دیکھے بصر	ایک ہو وہ دو نہین آتے نظر
فرق دونون چشم مین کب کر سکے	تو نظر ڈالے جو اُسکے نور پے

سلہ نی غلط بولا الی آخرہ ۲ شعر نہین مین نے غلط کہا کہ نائب اسکا ساتھ منیب کے اگر دو جانیگا قباحت لازم آئیگی جب تک وہ دو ہین کہ تو صورت دیکھتا ہے جو کہ صورت سے چھٹا وہ ایک جانتا ہے اب مولانا قول اول سے کہ انبیا کو نائب حق کہا گریز کرتے ہین اور کہتے ہین کہ وہ نہین ہین مین نے غلط کہا اگر نائب کو ساتھ منیب کے دو جانے کا قباحت لازم آئیگی وہ دو جب تک ہین کہ تو صورت دیکھتا ہے جب کہ صورت کو تو چھوڑ دے ثابت ہوا کہ خلیفہ اُسکو کہتے ہین کہ صورت مین دو دکھائی دیتی ہے اور معنی مین ایک ہو پس کل انسان خلیفہ زادہ ہین چنانچہ مولانا آگے اُسکے مثالین بیان فرماتے ہین اور کسب دید کی تعلیم کرتے ہین اس نظر کو یہ مثالین کفایت کرتی ہین من فہم ۱۲
سلہ دیکھے تو صورت الی آخرہ ۳ شعر تو اگر صورت دیکھے تو دو آنکھین تجھکو دکھین اور اُسکے نور کو تو دیکھے تو ایک دیکھے کیونکہ جو ایک شے کو بصارت دیکھتی ہے وہ ایک سی ہوتی ہے دو نظر نہین آتی ہین اگر تو نظر اُسکے نور پر ڈالے تو فرق دونون چشم کے نور مین کب کر سکے پس ظاہر مین دو آنکھین ہین ولیکن نور اُن دونون کا ایک ہے اسی طرح اللہ و رسول ظاہر مین دو ہین اور باطن مین اُن دونون کا نور ایک ہے اسواسطے اللہ کا نام نور ہے و رسول کا نام بھی نور ہے نور مین فرق نہین ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ قرآن مین فرماتا ہے آیہ کریمہ لانفرق بین احد من رسلہ یعنی فرق نہین کرتا ہون مین درمیان ایک کے رسول سے یعنی سب مجھسے ملے ہین چنانچہ آیندہ مثال اسکی مولانا فرماتے ہین فافہم ۱۲۔

در بیان آنکہ جملہ پیغمبران حق اند کہ لانفرق بین احد من رسلہ

وہ چراغ ار حاضر آری در مکان
فرق نتوان کرد نور ہر یکے

ہر یکے باشد بصورت غیر آن
چون بنورش روے آری بیشکے

اطلب المعنی من الفرقان قل
لانفرق بین آحاد الرسل

گر تو صد سیب و صد آبی بشمری
صد نماند یک شود چون بفشری

اتحاد یار با یاران خوش ست
پای معنی گیر صورت سرکش است

صورت سرکش گدازان کن برنج
تا بہ بینی زیر آن وحدت چو گنج

ور تو نگدازی عنایتہاے او
ہم گدازد ای دلم مولاے او

او نماید ہم بدلہا خویش را
او بدوزد خرقۂ درویش را

منبسط بودیم و یک جوہر ہمہ
بے سر و بے پا بدیم آن سر ہمہ

یک گہر بودیم ہمچون آفتاب
بے گرہ بودیم صافی ہمچو آب

بیچ بیان اس بات کے کہ جملہ پیغمبر حق ہین بموجب اسکے لانفرق بین احد من رسلہ

دس[1] چراغ اک گھر مین گر روشن کرے
ظاہرا صورت ہر اک کی غیر ہے

فرق اُنکے نور مین کب کر سکے
جب نظر ڈالے تو اُنکے نور پے

اطلب المعنی من الفرقان و قل
لانفرق بین آحاد الرسل

گر تو لیوے سو بھی سو سیب کو
اور نچوڑین سو تو ہوین ایک ہو

یار کی یارون[2] سے خوش ہی دوستی
معنی لے تو رکھے صورت سرکشی

صورت سرکش گلا از راہ رنج
تا تو وحدت پاے اسمین مثل گنج

گر گلاوے تو نہین اکبار گی
بس گلا دیگی عنایت یار کی

دل مین وہ اپنے کو دکھلاتا ہی یار
خرقۂ درویش کو سیتا ہے یار

ہم تھے اک جوہر بسیط اُس جا پہ سب
بے سر و پا ہم تھے اور وہ سر تھا رب

اک گہر تھے ہم مثالِ آفتاب
بے گرہ تھے اور صفا ہم مثل آب

سلہ دس چراغ الی آخرہ ۵ شعر اگر دس چراغ ایک گھر مین تو روشن کرے ظاہرا صورت ہر ایک چراغ کی تجھے غیر دکھائی دیتی ہے مگر اُنکے نور مین تو فرق نہ کر سکے جب تو اُنکے نور کو دیکھے طلب کر معنی قرآن سے اور کہو کہ نہین فرق ہے درمیان ایک کے رسولون سے دوسری مثال اسکی مولانا فرماتے ہین کہ اگر تو سو سیب و بہی لیوے اور اُنکو نچوڑے وہ سو ہرگز ہین کہ ایک ہو جاوین کہ اُنکے عرق مین فرق نہین ہی پس معنی مین تقسیم و تعداد نہین ہی اور تجزی و دوئی بھی نہین ہی اس سے ثابت ہوا کہ کوئی رسول معنی حق سے جدا نہین ہی کیونکہ حق تعالی نے نفرق کلمہ متکلم کا فرمایا یعنی مین فرق نہین کرتا ہون درمیان ایک رسول کے خود سے یعنے سب مجھ سے ملے ہین جیسے نور چراغون کے آپس مین ملے ہین فافہم ۱۲ سلہ یار کی یارون سے الی آخرہ ۸ شعر دوستی یار کی یارون سے خوش معلوم ہوتی ہے پس تو معنی کو حاصل کر کہ صورت سرکش ہے اس صورت سرکش کو تکلیف سے گلا وحدت مثل گنج کے ہے کہ اسمین پائے اور اگر تو نہ گلائے گا تو عنایت یار کی اسے گلا دیگی وہ یار دل مین خود کو دکھلاتا ہے اور خرقہ وجود درویش کو خود سیتا ہے کیونکہ ہم تو ایک جوہر بسیط اُس جا تھے بے سر و پا اور جو کچھ سر تھا وہ یار تھا اور ایک گوہر مثل آفتاب تھے بے گرہ اور صاف مثل آب جب کہ وہ نور احد صورت پذیر ہوا تو مثل سایہ کنگرہ کے متعدد ہوگیا جیسے پر تو خورشید بسبب آنگنون کے پانچ جہت سے بظاہر ست دہ معلوم ہوتا ہے اگرچہ چھٹی جہت کوئی ہے مشغول رہتا ہے الا باطن منقسم نہین ہے پس تم اس کنگرہ صورت کو سنگ تحقیق سے توڑ دو تا فرق ان فرقون کا جاتا رہے منجنیق ڈھیکلی کو کہتے ہین کہ زمانہ سابقہ مین پتھر سیمین بھر کر قلعون کو توڑتے تھے واضح ہو کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ طلب کا پتا یار کے ملنے کا بتاتے ہین کہ وہ ذات اول یوہی تھی اور پھر صورتون مین آئی اور از راہ کسب لیے خرد و تزکیہ تصفیہ سے صاف کر دل مین یار کو تلاش کر تاکہ یار ملے چنانچہ حضور نے اسی کو حدیث مین فرمایا ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ یعنی جسنے پہچانا نفس ذات اپنی کو اُسنے پہچانا رب اپنے کو فہم من فہم ۱۲-

چون بصورت آمد آن نور سره	شد عدد چون سایہ‌ہاے کنگرہ	آیا جب صورت مین وہ نور احد	مثل سایہ کنگرے ہوگئے عدد
کنگرہ ویران کنید از منجنیق	تا رود فرق از میان این فریق	کنگرے تم توڑ دو پتھر مار کے	فرق ان فرقون کا تا جاتا رہے

در بیان آنکہ انبیا علیہم السلام را گفتند کلموا الناس علی قدر عقولہم وقال رسول اللہ علیہ السلام امرنا ان تنزل الناس منازلہم

بیچ بیان اس بات کے کہ انبیا علیہ السلام نے فرمایا ہے کلموا الناس علی قدر عقولہم وقال رسول اللہ علیہ السلام امرنا ان تنزل الناس منازلہم

شرح این را گفتمی من از مرے	لیک ترسم تا نہ لغزد خاطرے	شرح[سلہ] کہتا مثل خود مین جانکر	ایک ڈرتا ہون نہو دل مین خطر
نکتہا چون تیغ الماس ست تیز	گر نداری تو سپر وا پس گریز	تیز نکتے مثل تیغ الماس کے	بھاگ اُٹھ نہ سپر گر تو رکھے
پیش این الماس بے اسپر میا	کز بریدن تیغ را نبود حیا	بے سپر اس تیغ کے آگے نہ آ	قتل مین نے تیغ کو ہووے حیا
زین سبب من تیغ کردم در غلاف	تا کہ کژ خوانی نخواند برخلاف	اس لیے یہ تیغ مین نے کی غلاف	ناسمجھ تا کہ نہ سمجھین بر خلاف
آمدیم اندر تمامی داستان	در وفاداری جمع دوستان	آیا اب مین سوے ختم داستان	اور وفاداری جمع دوستان
کز پس آن پیشوا برخاستند	بر مقامش نائبے می خواستند	بعد اُسکے پیشوا وہ سب اوٹھے	اور نیابت چاہی اُسکی جا پے

منازعت کردن امرا با یکدیگر

لڑنا امیرون کا آپس مین ایک دوسرے سے

یک امیرے زان امیران پیش رفت	پیش آن قوم وفا اندیش رفت	اک[عہ] امیرون سے امیر آگے بڑھا	آگے قوم اُس با وفا کے وہ گیا

سلہ شرح کتا الی آخرہ • شرح سب کو اپنے مانند مین سمجھکر شرح اس توحید کی کہتا لیکن ڈرتا ہون کہ لوگون کے دل مین خطرہ شکوک نہ پیدا ہون یہ نکتہ تیز مثل تیغ الماس کے ہین اگر تو سپر نہین رکھتا ہے اُٹھ بھاگ اور بے سپر اُس تیغ کے آگے مت آ کہ قتل کرنے مین اس تیغ کو حیا نہین ہے اس تیغ کو مین نے غلاف کیا ہے تا کہ ناسمجھ اسکو برخلاف نہ سمجھین اب مین آیا طرف ختم داستان کے اور وفاداری جمیع دوستون مین بعد یک ماہ سب امیر آمادہ نیابت اُس وزیر کے ہوے مولانا فرماتے ہین کہ جب تک مرشد سے استعداد ادراک توحید کی اے طالب تو حاصل نہ کرے تب تک توحید کو مت دیکھ کہ یہ تیغ بران ہے تا کہ اتحاد مین تجھکو نہ ڈالے اور نقصان عظیم نہ پہونچاے جیسے کہ فی زماننا لوگ ناسمجھی سے علانیہ توحید رسمی بیان کرتے ہین اور اسکی مکافات سے کور باطن ابدی ہوتے ہین عیاذاً باللہ ۱۲۔

عہ اک امیرون سے الی آخرہ • اشعر ایک امیر اُن امیرون سے آگے بڑھا اور اُس قوم باوفا کے روبرو گیا اور کہا کہ مین نائب اُس مرد کا ہون اور نائب عیسیٰ علیہ السلام ہون ہر فرد کا اور یہ کتاب دیکھو میری دلیل سے کہ اُسکی نیابت کے مین لایق ہون دوسرا اور ایک امیر بڑھا اور دعوی خلافت کا کیا اور اُسنے بھی ایک کتاب اپنی بغل سے نکالی یہان تک کہ دونون باہم لڑنے لگے یا ایک دوسرا امیر بھی لڑنے کو آمادہ ہوے یا ہاتھ مین ہر ایک کے تیغ کتاب تھا اور لڑتے باہم مانند پیلان مست کے ہر ایک امیر کا ایک لشکر بڑا تھا اور تلوارین چھین کر لڑتا تھا لاکھون ترسائی وہان مارے گئے اور سر بریدہ کے وہان تودے لگ گئے دونون جانب خون کے ریلے بہے۔ ورتوا مین خاک کے پہاڑ کھڑے ہوگئے گویا مولانا تعلیم فرماتے ہین کہ طالبان صادق کو چاہیے کہ بے تحقیق ہر ایک کے معتقد اور پیر و مرید نہ ہووین کہ پیران ریاکار اپنے نفع ذات کے واسطے اس طرح خانہ دلون مین فتور ڈالتے ہین کہ پھر اُس سے نجات مشکل ہے واللہ اعلم ۱۲۔

گفت اینک نایب آن مرد من / نایب عیسی منم اندر زمن
اینک این طومار برهان من ست / کاین نیابت بعد ازو آن منست
آن امیر دیگر آمد از کمین / دعوی او در خلافت بد همین
از بغل او نیز طوماری نمود / تا بر آمد هر دو را خشم و جحود
آن امیران دگر یک یک قطار / برکشیده تیغهای آبدار
هر یکی را تیغ و طوماری بدست / در هم افتادند چون پیلان مست
هر امیری داشت خیلی بیکران / تیغها برکشیدند آن زمان
صد هزاران مرد ترسا کشته شد / تا ز سرهای بریده پشته شد
خون روان شد همچو سیل از چپ و راست / کوه کوه اندر هوا از گرد خاست
تخمهای فتنه‌ها کو کشته بود / آفت سرهای ایشان گشته بود
جوزها بشکست و آن کو مغز داشت / بعد کشتن روح پاک نغز داشت
کشتن و مردن که بر نقش تن است / چون انار و سیب را بشکستن است
انچه شیرین ست یان شد یاردانگ / وانچه پوسیده ست نبود غیر بانگ
انچه پر مغز ست چون مشک پاک / وانکه پوسیده ست نبود غیر خاک
انچه با معنی ست خود پیدا شود / وانچه بی معنی ست خود رسوا شود
رو بمعنی کوش ای صورت پرست / زانکه معنی بر تن صورت پرست
همنشین اهل معنی باش تا / هم عطا یابی و هم باشی فتا

بولا نائب ہون لیکن اس مرد کا / نائب عیسیٰ مین ہون ہر فرد کا
یہ کتاب اب ہے مری دیکھو دلیل / اس نیابت کا ہوا ہون مین کفیل
دوسرا اک اور امیر اس دم بڑھا / دعویٰ اُسنے بھی خلافت کا کیا
اک کتاب اُسنے نکالی پاس سے / یان تلک کہ دونون مل لڑنے لگے
دوسرے میرون نے بھی صف باندھکر / کھینچین تلوارین بدوی یکدگر
ہاتھ مین ہر ایک کے تیغ و کتاب / لڑتے باہم مثل پیل پُر عتاب
ہر امیر ایک رکھتا تھا لشکر بڑا / کھینچ کر شمشیر آپس مین لڑا
لاکھون ترسائی وہان مارے گئے / اور بریدہ سر کے وان تودے لگے
ہر دو جانب خون کے ریلے بہے / گرد ہوا مین خاک سے بس بن گئے
تخم فتنون[1] کا وہ اُن مین بو گیا / ایک آفت اُنکے سر پر رکھ گیا
جوز ٹوٹے جو کہ رکھتا مغز تھا / بعد مردن روح رکھتا نغز تھا
قتل اور مرنا کہ نقش تن پہ ہے / ٹوٹنا مثل انار و سیب کے
جو کہ میٹھا تھا وہ باقیمت ہوا / جو گلا تھا جز صدا اُسمین نہ تھا
جو کہ ہے پُر مغز ہے چون مشک پاک / جو گلا ہے اُسمین وہ ہے مثل خاک
جو کہ[2] بامعنی ہے خود شہرت کرے / جو کہ بے معنی ہے خود رسوا رہے
جا ای ظاہر بین تو اب معنی کو پا / کیونکہ معنی تیرے تن مین ہے بھرا
ہمنشین تو اہل معنی کا رہو / تاکہ بخشش اور عنایت تجھ پہ ہو

[1] تخم فتنون کا الی آخرہ ۔ شعر وہ وزیر تخم فتنون کا نصرانیون مین بو گیا اور ایک آفت اُنکے سر پر رکھ گیا مولانا اسکی مثال بیان فرماتے ہین کہ وہ مثل جوز کے ٹوٹے کہ جو بامغز تھا اور بعد مرنے کے روح اُسکی نادر تھی قتل اور مرنا کہ نقش تن پر ہے وہ ٹوٹنا مثل انار سیب کے جو کہ میٹھا تھا وہ باقیمت ہوا اور جو گلا تھا اُس سے بجز صدا کے نہ نکلا جو کہ پُر مغز ہے وہ مانند مشک پاک کے ہے اور جو اسمین گلا ہے وہ مانند خاک کے ہے جو کہ بامعنی ہے وہ مشہور ہے اور جو کہ اُنکے ضد ہے رسوا ہو حال اہل معنی و بے معنی کا بیان فرماتے ہین کہ وجود انسان مثل جوز کے ہین جو کہ بے مغز ہین اُسمین بجز قال کے اور کچھ نہین ہے اور جو کہ اہل معنی ہین وہ بامغز ہین وہ مثل انار و سیب کے باقیمت ہین وہ پُر نفع ہین اور اُنکی عالم مین شہرت ہوتی ہے اور بے معنی رسوا و ذلیل ہوتے ہین پس آیندہ شعر مین مولانا ہدایت کرتے ہین فافہم ۱۲۔

[2] جو کہ بامعنی ہے الخ ۔ شعر جا اے ظاہر بین معنی کو حاصل کر کیونکہ معنی تیرے جسم مین پڑ ہے تو خدمت مین اہل معنی کے بیٹھ تاکہ کرم انکا تجھ ہو یعنی مرشد کامل کی صحبت اختیار کر اسکی عنایت سے تو اپنے معنی کو پاوے اور جان بے معنی تو بدن مین ایسی ہے جیسے تیغ چوبی غلاف کے اندر رہے تو باقیمت ہے جب کہ باہر نکلے بیکار و لایق جلانے کے ہے یعنی بغیر مرشد کامل کی صحبت کے بجز نقصان و شرمساری کے کچھ اصل نہین ہوتا ہے واللہ اعلم ۱۲۔

جان ز معنی درین تن بی خلاف	هست همچون تیغ چوبین در غلاف	جان بے معنی بدن میں بے خلاف	تیغ چوبین جیسے ہو اندر غلاف
تا غلاف اندر بود با قیمت است	چون برون شد سوختن را آلت است	تا غلاف اندر سے ہے قیمت دار ہے	نکلے جب باہر ہے لایق نار کے
تیغ چوبین را مبر در کارزار	بنگر اول تا نگردد کار زار	[۱] تیغ چوبین جنگ میں مت لیکے جا	دیکھ پہلے کام ہو ابتر ترا
گر بود چوبین برو دیگر طلب	ور بود الماس پیش آ با طرب	گر ہو چوبین دوسری تلوار لا	تیغ الماسی ہے گر بیخوف جا
تیغ را زرادخانهٔ اولیاست	دیدن ایشان شما را کیمیاست	ہے سلح خانہ میں تلوار اولیا	ہے زیارت اُنکی تمکو کیمیا
جمله دانایان همین گفته همین	هست دانا رحمة للعالمین	جملہ دانا نے کہا از رہ یقین	بس ہیں دانا رحمة للعالمین
گر اناری میخری خندان بخر	تا دهد خنده ز دانهٔ او خبر	[۲] گر تو لے ہے نار خندان کو تو لے	خندگی اسکی خبر دانہ سے دے
ای مبارک خنده‌اش کو از دهان	می نماید دل چو دُر از درج جان	ای مبارک خندہ اسکا منہ ہے دل	دل دکھائے دُرج جیسے لعل کو
نامبارک خندهٔ آن لاله بود	کز دهان او سواد دل نمود	نامبارک خندہ اس لالہ کا تھا	دلکی ظلمت اُسنے منہ سے دی بتا
یک زمانے صحبت با اولیا	بهتر از صد ساله طاعت بی ریا	صحبت اک دم اولیا کی خوب ہے	سو برس کی بے ریا طاعات سے
گر تو سنگ خاره و مرمر شوی	چون بصاحب دل رسی گوهر شوی	[۳] سنگ خارا در کرمر گر تو ہو	اہل دل سے جو ملے گوہر تو ہو
مهر پاکان درمیان جان نشان	دل مده الا بمهر دلخوشان	دل میں پاکونکی محبت تو بٹھا	دل کسی کو تو نہ دے جز اولیا
کوی نا امیدی مرو امید هاست	سوی تاریکی مرو خورشید هاست	راہ نومیدی نہ چل امید ہے	سوئے تاریکی نہ جا خورشید ہے

[۱] تیغ چوبین الی آخرہ یہ شعر تو جنگ میں تیغ چوبین لیکر نہ جا اول اُسکو دیکھ لے کہ کام ابتر تیرا نہو اگر یہ چوبین ہے تو دوسری تیغ الماسی لاؤ پھر بیخوف جا اس سلح خانہ دنیا میں تیغ اولیا ہیں اور زیارت اُنکی کیمیا ہے یعنی پیران ریاکار تیغ چوبین ہیں کہ معرکۂ نفس و شیطان میں کام نہ آئیں اسواسطے جملہ داناؤں نے کہا ہے کہ مرشد رحمة للعالمین یعنی واسطے خلق کے رحمت ہیں چنانچہ مولانا شناخت اُنکی مثال میں بتاتے ہیں فافہم ۱۲۔

[۲] گر تو لے ہے الخ یہ شعر اگر تو لیتا ہے تو انار کھلا لے کہ کھلنا اسکا دانۂ دل کی خبر دیتا ہے اے شخص اُسکا کھلنا مبارک ہے اُسکا منہ دل کو دکھاتا ہے جیسے ڈبہ لعل کو اندر سے بتاتا ہے اور لالہ کا کھلنا نامبارک ہے کہ اسکا منہ سیاہی دل کی بتاتا ہے پس صحبت ایک دم اولیا کی بہتر ہے سو برس کی بے ریا طاعت سے واضح ہو اکہ چہرہ ہر ایک کا مظہر حال دل ہے یعنی جو دل میں خوشی وغم ہوتا ہے چہرہ بتا دیتا ہے جیسے کہ آثار خوشی کے خندہ دہنی سے معلوم ہوتے ہیں اور یہ آثار غم کے گریہ چشم سے اسی طرح رنگ ڈھنگ چہرہ کا دل کے حال غم وغصہ وخوف ورجا ویاس وہراس کو بتا دیتا ہے یعنی ہنسی و گریہ سے اور چہرہ کے رنگ ڈھنگ سے حالت دل کی پہچانتے ہیں اسی طور پہ عارف نور اور ظلمت دل مرشدان صادق وکاذب کو علامات چہرے سے پہچان لیتے ہیں جسکو کہ مقام دید کا مرشد نے انکشاف کر دیا ہے اور توحید حال اسپر کھل گئی اور اگر منہ سے مراد دہن کی لیویں تو معنی ان شعروں کے یہ ہوویں گے کہ کلام جو مرشد کے دہن سے نکلے وہ دل بیداری و مردگی سے خبر دیتا ہے طالبان عارف اُسکو پہچان لیتے ہیں پس طالب کو چاہیے کہ ان پتوں سے مرشد کامل کو پہچانے اور اُسکی صحبت میں رہے کہ صحبت ایک ساعت کی اُسکی سو برس کی طاعت بے ریا سے بہتر ونافع تر ہے آیندہ اسی کا بیان ہے فافہم ۱۲۔

[۳] سنگ خارا الی آخرہ یہ شعر سنگ سخت اور سنگ مرمر اہل دل کی صحبت سے تو گوہر ہے تو دل میں پاکوں کی محبت قائم کر اور بجز اولیا کے دل کسی کو نہ دے اور راہ نا امیدوں کی نہ چل کہ اُمید ہے اور جانب تاریکی کے نہ جا کہ خورشید ہے دل تجھے لے جاوے جانب اہل دل کے لے اور جسم تجھے کھینچے طرف قید آب و گل کے کیونکہ ہر ایک کو اپنی اصل کے جانب رجوع ہوا کرتی ہے فافہم ۱۲

دل ترا در کوی اہل دل کشد	تن ترا در حبس آب و گل کشد	دل تجھے کھینچے یہ کوئے اہل دل	تن تجھے کھینچے بہ قید آب و گل
ہین غذاے دل بدہ از ہمدلے	رو بجو اقبال را از مقبلے	اہل دل سے لے غذا اور دل کو دے	اور تو اقبال کو مقبل سے لے
دست زن در ذیل صاحب دولتے	تا ز افضالش بیابی رفعتے	اہل دولت کا تو دامنگیر ہو	پائے اُسکے فضل سے درجات کو
صحبت صالح ترا صالح کند	صحبت طالح ترا طالح کند	صحبت صالح تجھے صالح کرے	صحبت طالح تجھے طالح کرے

نعت تعظیم محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم که در انجیل بود

نعت تعظیم محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ انجیل مین تھی

بود در انجیل نام مصطفے	آن سر پیغمبران بحر صفا	مصطفے کا نام تھا انجیل مین	انبیا کے جو کہ وہ سردار ہین
بود ذکر حلیہا و شکل او	بود ذکر غزو و صوم و اکل او	آپ کے حلیہ کا اُسمین ذکر تھا	ذکر غزوہ روزہ و افطار کا
طائفہ نصرانیان بہر ثواب	چون رسیدندے بدان نام و خطاب	اک گروہ اُنمین نصاری کا جو تھا	دیکھتا جس جا پہ نام مصطفے
بوسہ دادندے بران نام شریف	رو نہادندے بران وصف لطیف	چومتے وہ سب اُسے بہر ثواب	اور ادب سے لیتے وہ نام و خطاب
اندرین فتنہ کہ گفتم آن گروہ	ایمن از فتنہ بدند و از شکوہ	فتنۂ مذکور مین بس وہ گروہ	امن و امان مین رہا از رہ شکوہ
ایمن از شر امیران و وزیر	در پناہ نام احمد مستجیر	شر امیرون اور وزیر شوم سے	نام احمد کی پناہ مین وہ رہے
نسل ایشان نیز ہم بسیار شد	نور احمد ناصر آمد یار شد	اور اُنکی نسل بھی از بس ہوئی	نور احمد نے مدد اُنکی کری
وان گروہ دیگر از نصرانیان	نام احمد داشتندی مستہان	دوسرے لیتے نصارے جو مدام	نام احمد کا حقارت سے تمام
مستہان و خوار گشتند از فتن	از وزیر شوم رائے شوم فن	وہ ذلیل اور خوار فتنون سے ہوئے	جو وزیر شوم نے برپا کیے

۱؎ اہل دل سے الی آخرہ ۳ شعر اہل دل سے تو غذا دل کی حاصل کر اور مقبل سے اقبال لے اور اہل دولت باطن کا دامن تو پکڑ تا اُسکے فضل سے تجھے درجات حاصل ہون کیونکہ صحبت نیک کی تجھے نیک کرے اور صحبت بد کی بد کرے غرض کہ مولانا طالب کو اس حکایت سے تعلیم فرماتے ہین کہ اول مرشد کامل کو تو حاصل کر اور پیران ریاکار سے خود کو بچا بعدہ اگر مرشد کامل تجھے دستیاب ہو تو اُنکی صحبت کو غنیمت جان کر اُس سے علیحدہ نہو کیونکہ تکمیل سیر سلوک صحبت مرشد کی راہ سلوک مین جزاے عظیم ہے پس اعتقاد مرشد سے رکھنا نجات دارین ہے جیسے کہ اُن نصرانیون مین بعضے گروہ نے حال حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا انجیل مین پڑھ کر بسبب خوش اعتقادی کے نجات دارین حاصل کی اسیطرح تو بھی اے طالب اعتقاد مرشد رکھ کہ تا راہ سلوک تجھے ملے چنانچہ اسکا حال آگے مولانا بیان فرماتے ہین فافہم ۱۲

۲؎ مصطفے کا نام تھا انجیل مین الی آخرہ ۱۲ شعر نام مبارک محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ سردار کل انبیا کے ہین انجیل مین تھا کہ انکے حلیہ شریف و غزوات و روزہ و افطار کا ذکر تھا ایک گروہ اُن نصرانیون مین تھا جس جا حضور کا نام مبارک دیکھتے از راہ ثواب کے چومتے اور ادب سے نام مبارک لیتے پس وہ گروہ اس فتنہ وزیر مین آفتون سے امن مین رہے اور شر امیرون و وزیرون سے نام احمد کی پناہ مین بچے اور اُنکی نسل از بس ہوئی و مدد اُنکی نور احمد نے کی وہ کہ بسبب طغیان نام احمد کا حقارت سے لیتے تھے اس فتنہ مین ذلیل و خوار تھے اور بس ذلیل و خوار ہو کر خود سے محروم و بے راہ ہوگئے اور اُن کتابون باطلہ سے ملک و دین اُنکا خراب و برباد ہوا پس مولانا اسکا نتیجہ آیندہ شعرون مین بیان فرماتے ہین فافہم ۱۲

مستان خوار گشتند آن فریق	گشته محروم از خود و شرط طریق	پس ذلیل و خوار ہو کر وہ فریق	خود سے محروم اور ہوا بے طریق
هم مخبط دین شان و حکم شان	از پی طومارهای کژ بیان	حکم و دین انکا ہوا بالکل خراب	ان کتابون باطلہ سے بیحساب
نام احمد چون چنین یاری کند	تا که نورش چون مددگاری کند	نام احمد[۱] ایسی جب یاری کرے	کیون نہ نور انکا مددگاری کرے
نام احمد چون حصاری شد حصین	تا چه باشد ذات آن روح الامین	نام احمد جب قلعہ مضبوط ہو	کیا کہون روح الامین کی ذات کو
بعد ازین خونریز درمان ناپذیر	کاندر افتاد از بلای آن وزیر	بعدہ جھگڑا بڑا ان مین پڑا	جو وزیر فتنہ گر نے کی دغا

حکایت بادشاہ جہود دیگر کہ در ہلاک دین عیسیٰ علیہ السلام جہد کرد

حکایت[۲] دوسرے بادشاہ جہودی کی کہ بربادی دین عیسیٰ علیہ السلام مین کوشش کرتا تھا

یک شه دیگر ز نسل آن جهود	در هلاک قوم عیسی رو نمود	اک[۳] جہودی بادشاہ اس نسل کا	قوم عیسیٰ کی ہلاکت مین پڑا
گر خبر خواهی ازین دیگر خروج	سوره بر خوان والسما ذات البروج	گر کرے معلوم تو اسکا خروج	پڑھ تو سورہ والسما ذات البروج
سنت بد کز شه اول بزاد	این شه دیگر قدم بر وی نهاد	پہلے شہ سے بد ہوئی سنت ادا	دوسرے شہ نے قدم اسپر رکھا
هر که او بنهاد ناخوش سنتی	سوی او نفرین رود هر ساعتی	جس[۴] کسی نے رکھی جو سنت بری	وہ برائی اسکو پہونچے ہر گھڑی

سلہ نام احمد ایسی جب الی آخرہ ۲ شعر نام احمد ایسی یاری کرے تو کیون نہ نور مبارک آپکا پھر مددگاری کرے جب کہ نام احمد ایک قلعہ مضبوط ہے پس آپ کی ذات کہ روح الامین ہے کیا کچھ ہوگی پس جو کوئی کہ آپ کی ذات پاک کو پہونچا وہ اسنے دنیا و عقبیٰ کو حاصل کیا اور بر خود داد ہوا بعدہ ایک فساد عظیم اس قوم نصرانیون مین بسبب فتنہ گری اس وزیر مکار کے پڑا کہ آج تک وہ بارہ ٹوپی موجود ہین غرضکہ مولانا اس حکایت مذکورہ سے مقام طلب مین طالبون کو پیران ریاکار زمانہ سے آگہی دیتے ہین کہ پیر لوگ ایسا مکر و فریب کرکے مخلوق کو آفت مین ڈالتے ہین پس تم اے طالبو ایسے پیران ریاکار سے بچو اور پیر کامل معتقدون کے ساتھ ایسی یاری و مددگاری کرتے ہین کہ دنیا مین انکا نام و نسل باقی رہتا ہے اور عقبیٰ مین وہ سرداری پاتا ہے اللہم آمین یارب العالمین نافہم ۱۲۔

سلہ یہ حکایت مولانا علیہ الرحمۃ تعلیم خوش اعتقادی نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین کہ دوسرے بادشاہ جہودی کے ظلم سے امن و امان مین رہیگا فرماتے ہین کہ اگر طالب اپنے مرشد سے بہنگام طلب کے خوش اعتقاد رہے گا آفات دنیا سے بچے گا اور ضمن مین اس حکایت کو نعت حضور کی لکھے ہین ناظرین کو اسکا خیال پیش نظر رکھنا چاہیئے فہم من فہم ۱۲ سلہ اک جہودی بادشاہ الی آخرہ ۳ شعر ایک بادشاہ جہودی اسی نسل کا خرابی قوم عیسیٰ علیہ السلام مین آمادہ ہوا اگر تو اسکے خروج و ظہور کا حال معلوم کرنا چاہے تو قرآن مین سورہ والسماء ذات البروج کو پڑھ لے کہ اس سورت مین قصہ اس بادشاہ جہود کا لکھا ہے اسکے پہلے بادشاہ سے جو کہ سنت بدتر جاری ہوئی دوسرے اس بادشاہ نے بھی پیروی کی پس مولانا اسکے حقائق بیان فرماتے ہین ۱۲ سلہ جس کسی نے الی آخرہ ۲ شعر جس کسی نے کہ ایجاد سنت بدتر کی وہ برائی اسکو ہمیشہ پہونچے گی بوجہ اسکے کہ یہ دلانکو تواول کا فرہ بیمعنی مت ہو تم اول انکار والے ساتھ اسکے وہم حدیث شریف من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا واجر من عمل بہا من بعدہ غیر ان ینقص من اجورہم شیئا ومن سن سنۃ سیئۃ فلہ وزرہا ووزر من عمل بہا الی یوم القیمۃ من غیر ان ینقص من اوزارہم شیئا یعنے جسنے مسنون کیا سنت نیک کو پس واسطے اس شخص کے اجر اس سنت کا ہے اور اجر اسکا جو عمل کرے پیروی اس بات کے کہ انکے اجرون مین سے کچھ کم کیا جاوے اور جسنے بری سنت جاری کی تو اسکا بوجھ اور جسنے اسپر عمل کیا اسکے گناہ اسپر ہے بغیر اسکے کہ کم ہو بوجھون انکی مین سے کچھ نیک سب اس عالم سے گذر گئے اور سنت انکی رہ گئی اور لیئون پر لعنت رہ گئی پس ان بدون کی جنس سے

نیکوان رفتند و سنتہا بماند ۔ وز لئیمان ظلم و لعنتہا بماند
چل بسے سب نیک و سنت رہ گئی ۔ اور لئیموں سے بھی لعنت رہ گئی

تا قیامت ہر کہ جنس آن بدان ۔ در وجود آید بود رویش بدان
تا قیامت اُن بدون کی جنس سے ۔ جو ہو پیدا اُس طرف راغب رہے

رگ رگ ست این آب شیرین آب شور ۔ در خلایق میرود تا نفخ صور
شور شیرین[۱] آبجو جو رگ رگ مین ہے ۔ تا قیامت خلق مین جاری رہے

نیکوان را ہست میراث از خوش آب ۔ آنچہ میراث ست اورثنا الکتاب
نیک کو میراث ہی شیرین خوش آب ۔ جو کہ ہی میراث اورثنا الکتاب

شد نثار طالبان ار بنگری ۔ شعلہا از گوہر پیغمبری
ہے نثار[۲] طالبان گر دیکھے تو ۔ گوہر پیغمبری سے شعلہ کو

شعلہا با گوہران گردان بود ۔ شعلہ آن جانب رود ہم کان بود
گوہرون کے ساتھ شعلے پھرتے ہین ۔ کان کی جانب کو شعلے جاتے ہین

نور روزن گرد خانہ می دود ۔ زانکہ خور برجی برجی میرود
روزنون کا نور گھر مین پھرتا ہے ۔ کیونکہ سورج برجون برجون چلتا ہے

ہر کرا با اختری پیوستگیست ۔ مر ورا با اختر خود ہمتگی ست
جو تعلق[۳] جس ستارے سے رکھے ۔ ساتھ وہ اپنے ستارے کے رہے

طالعش گر زہرہ باشد در طرب ۔ میل کلی دارد و عشق و طلب
جسکے طالع مین اگر زہرہ پڑے ۔ وہ طلب اور عشق مین رغبت کرے

ور بود مریخی و خونریز خو ۔ جنگ و بہتان و خصومت جوید او
اور اگر مریخ ہو خونریز خو ۔ وہ لڑائی ڈھونڈھے اور بہتان کو

اخترانند از ورای اختران ۔ کا حتراق و نحس نبود اندر ان
ان ستارون کے ستارے ہین سوا ۔ احتراق و نحس سے وہ ہین جدا

سایران در آسمانہای دگر ۔ غیر آن ہفت آسمان مشتہر
ہین وہ پھرتے دوسرے افلاک پے ۔ ہین علاوہ ساتون ان مشہور کے

راسخان در تاب انوار خدا ۔ نے بہم پیوستہ نے از ہم جدا
تاب نور حق مین ہین ثابت قدم ۔ نہ جدا ہین نہ ملے ہین وہ بہم

[۱] شور شیرین آب الی آخرہ ۔ شعر آب شور شیرین سوت سوت مین ہے اور تا قیامت خلق مین جاری رہے نیک کو میراث آب شیرین جو کہ میراث ہے اورثنا الکتاب کی یعنی ورثہ فرمایا ہم نے کتاب کا پس آب شیرین مراد ہدایت علم باطن سے ہے کہ کتاب الٰہی یعنی قرآن شریف وہ علم میراث حق ہے کہ نیکون کو دیا گیا ہے کہ وہ مظہر ہدایت و ہادی ہونے ہین ثابت ہوا کہ یہ ہدایت مرشدون کی ورثہ حق ہے کہ انکو عنایت ہوا ہے پس مرشد سے بد اعتقاد و روگردان ہونا حق سے باغی ہونا ہے اسی واسطے صوفیہ کرام باغی مرشد کو کافر طریقت کہتے ہین عیاذاً باللہ ۱۲۔

[۲] ہے نثار طالبان الخ ۔ شعر مولانا فرماتے ہین کہ ورثہ حق جو قرآن مین ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر طالب حق کو پہونچا ہے یعنی اگر تو دیکھے طالبون کو بخشش ہے شعلہ گوہر پیغمبری سے اور وہ شعلہ گوہرون کے پھرتے ہین اور جہان کان اُنکی ہوتی ہے ادھر کو وہ شعلہ جاتے ہین یہان شعلہ سے مراد کمالات سلوک ہے یعنی کمالات سلوک ہر ولی اللہ کو رسول اللہ سے پہونچے ہین اور انھین کے جانب لوٹتے ہین جیسے روزن خانہ سے نور خورشید گھر مین پھرتا ہے کیونکہ خورشید برجون برجون پھرتا ہے گویا حرکت پرتو کی حرکت خورشید سے ہی اسیطرح کمالات سلوک ایک سے دوسرے کو پہونچا تو بہ خورشید محمدی کے سبب سے اب مولانا اولیاء کرام سے طالبون کو وہ نور فیض پہونچنے کا ستارون کی تشبیہ مین بیان فرماتے ہین کیونکہ خورشید سے نور ستارون کو پہونچتا ہے چنانچہ اُسکی مثال مین آگے فرماتے ہین فافہم ۱۲

[۳] جو تعلق الی آخرہ ۔ شعر جو تعلق جس ستارے سے رکھتا ہے وہ ساتھ اپنے ستارے کے پھرتا ہے یعنے جسکے طالع مین اگر زہرہ ہے وہ طلب اور عشق و رغبت رکھتا ہے اور اگر مریخ اسکے طالع مین پڑے تو وہ لڑائی مین پڑے اور ڈھونڈھے بہتان کو ان ستارون سے اہل طالع کو یہ اثر پیدا ہوا ہے پس اُن ستارون سے علاوہ اور ستارہ ہین کہ احتراق و نحوست سے وہ پاک ہین اور دوسرے افلاک پر گردش کرتے ہین اور وہ ان ساتون آسمان مشہورہ سے علاوہ ہین وہ ستارے نایاب نور حق مین ثابت قدم ہین اور جدا ہین پس جس کسیکا طالع ان ستارون سے ہو اس کا نفس مغلوب و عاجز ہو خشم اُسکا خشم مریخی کے مانند نہو بلکہ منقلب ہو منقلب بصورت یعنے ستارہ دنیا کہ اسپر شدائد عظام مین بلحیہ حدیث نبوی صحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم یعنی اصحاب میرے مثل تارون کے ہین جسکی اقتدا کرینگے ہدایت پاؤگے کیونکہ اصحاب بسبب مشاہدہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی داخل ہین پس جسکا تابع جس ولی اللہ کرام کے شمول ہو وہ اُس راہ ہدایت پاتا ہے بحر العلوم فافہم ۱۲۔

ہر کہ باشد طالع وزان بخوم نحس او کفار سوزد در رجوم
جسکا طالع اُن ستارون سے ہو جو نفس کا فر جسم سوز اُسکا بس ہو

خشم مریخے نباشد خشم او منقلب رو غالب و مغلوب خو
خشم اُسکا خشم مریخی نہ ہو منقلب ہو غالب اور مغلوب خو

نور غالب ایمنی از کسف و غسق درمیان اصبعین نور حق
نور غالب امن ظلمت سے رکھے[1] اصبعین نور حق مین جو کہ ہے

حق فشاند آن نور را بر جانہا مقبلان برداشتہ دامانہا
حق نے جانون پر جو نور افشان کیا مقبلون نے دامنون کو بھر لیا

وان نثار نور ہر کو یافتہ روی از غیر خدا بر تافتہ
جس کسی نے نور افشان وہ لیا[2] غیر حق سے اُسنے سرگردان کیا

ہر کرا دامان عشقے نابدہ زان نثار نور بے بہرہ شدہ
جسکا دامن عشق سے پیدا نہ تھا نور افشان سے وہ بے بہرہ ہا

جزوہا را رویہا سوی کل است بلبلان را عشق بازی گل است
جزو کو خواہش اور رغبت کل سے ہی بلبلونکو عشق روی گل سے ہی

گاو را رنگ از برون و مرد را از درون جو رنگ سرخ و زرد را
گاو کا باہر سے رنگ اور مرد کا[3] رنگ سرخ اور زرد اندر سے تو پا

رنگہای نیک از خم صفاست رنگ زشتان از سیاب جفاست
رنگ نیکون کا ہے با خم صفا رنگ زشتون کا سیہ آب جفا

صبغۃ اللہ نام آن رنگ لطیف لعنۃ اللہ بوی این رنگ کثیف
صبغۃ اللہ نام ہی رنگ لطیف[4] لعنۃ اللہ بو رکھے رنگ کثیف

انچہ از دریا بہ دریای رود از ہمانجا کاید آنجای رود
آیا جو دریا سے دریا کو گیا آیا جس جا سے ہی اُس جا کو گیا

از سر کہ سیلہای تیز رو ورتن ما جان ست عشق آمیز رو
کوہ پر سے سیل جاتی تیز ہے تن سے جاتی جان عشق آمیز ای

آتش افروختن بادشاہ و بت در پہلوے آتش نہادن کہ ہر کہ سجود بت کند از آتش رہائی باید

آگ روشن کرنا بادشاہ کا اور ایک بت آگ کے پاس رکھنا کہ جو بت کو سجدہ کرے آگ سے رہائی پاوے

[1] نور غالب الی آخرہ ۲ شعر یعنی کہ وہ نور غالب طالب کا ظلمت دُنیا سے امن رکھے کیونکہ وہ نور حق کی دو انگلیون مین ہے حق نے جانون پر جو نور افشان کیا مقبلون نے دامنون کو اپنے اُس نور فیضان سے بھر لیا اور کامیاب ہوے اللہم زد فزد ۱۲۔

[2] جس کسی نے الی آخرہ ۳ شعر جس کسی نے وہ نور افشان کیا ماسواے اللہ سے وہ روگردان ہوا عشق سے جسکا دامن پیدا نہین ہوا اُس نور افشان سے بے بہرہ رہا کیونکہ جزو کو رغبت کل سے ہے اور بلبلون کو عشق وگل سے ہے - پس وہ نور محمدی ہے کہ عاشقون نے اُنکو پایا اور اپنی اصل کو رجوع کی اور جسکو عشق نہین وہ بے بہرہ رہا آیندہ مثال فرماتے ہین فافہم ۱۲۔

[3] گاو کا الی آخرہ ۲ شعر گاو کا رنگ باہر سے ہے اور مردون کا رنگ سرخ وزرد تو اندر سے پا رنگ نیکون کا خم صفا سے ہے اور رنگ زشتون کا سیہ آب جفا سے ہے فافہم ۱۲۔

[4] صبغۃ اللہ الخ ۲ شعر صبغۃ اللہ یعنی اللہ کا نام ہے رنگ لطیف کا اور لعنۃ اللہ بو اور رنگ کثیف رکھے جو دریا سے آیا دریا کی جانب گیا اور جس جاسے آیا اُسی جا کو گیا جیسے کوہ پر سے تیز رو جاتی ہے اُسی طرح جان عشق آمیز معشوق اصل کی طرف جاتی ہے واللہ اعلم ۱۲۔

آن جہودِ سگ ببین چہ رای کرد — پہلوے آتش بتے برپای کرد
کان کہ این بت را سجود آرد برست — ور نیارد در دلِ آتش نشست
چون سزاے آن بتِ نفس او نداد — از بتِ نفسش بتِ دیگر بزاد
مادرِ بتہا بتِ نفسِ شماست — زانکہ آن بت مار این بت اژدہاست
آہن و سنگست نفس و بت شرار — آن شرار از آب می گیرد قرار
سنگ و آہن ز آب کے ساکن شود — آدمی با این دو کے ایمن شود
سنگ و آہن در درون دارند نار — آب را بر نارشان نبود گذار
ز آب چون نار برون کشتہ شود — در درونِ سنگ و آہن کے رود
آہن و سنگ ست اصل نار و دود — فعل ہر دو کفرِ ترسا و جہود
بت سیہ آبست در کوزہ نہان — نفس مر آبِ سیہ را چشمہ دان

اُس جہودی کو تو دیکھا کیا کیا — آگ کے پاس اُسنے اک بت کو رکھا
بت کو سجدہ جو کرے تب تو بچے — ورنہ دلمین آگ کے ڈالین اُسے
نفس کے بت کو نہ دی اُسنے سزا — نفس کے بت سے وہ بت پیدا ہوا
مان بتونکی ہے بتِ نفس اب ترا — کیونکہ وہ بت سانپ یہ بت اژدہا
نفس سنگ آہن ہے اور بت ہے شرار — وہ شرر پانی سے پاتا ہے قرار
پر نہ سنگ آہن ہو ساکن آب سے — آدمی ان دو سے اب کیسے بچے
سنگ و آہن کے ہے اندر آگ کے — آب کو اُس آگ پر غلبہ نہ ہے
آگ باہر کی بجھاتا آب ہے — کب وہ جائے سنگ مین چقماق ہو
سنگ آہن جو ہین اصل نار و دود — ہین یہ دونون فعل ترسا و جہود
[۵۳] بت سیہ آب ایک ہے کوزہ مین نہان — نفس کو آبِ سیہ کا چشمہ جان

[۵۱] اُس جہودی الخ ہم شعر مولانا اس داستان مین حال خرابی دُنیا و بربادی نفس پرستون کا بیان فرماتے ہین کہ دُنیا مثل آتش سوزان و نفس اماّرہ مانند ایک بت کے ہے جیسے اُسکی پرستش کی یہی دنیا اُسکو باعث خرابی ہوئی اُس بادشاہ جہود نے دیکھو کیا کیا کہ آتش روشن کی اور بت اُسکے پاس رکھا جو بت کو سجدہ کرے تو بچے ورنہ اندر اس آتش کے پڑے اُسنے نفس کے بت کو سزا دی کہ نفس بت سے وہ بت پیدا ہوا یہ بت تیرا سب بتون کی ماں ہے کیونکہ وہ بت سانپ اور بت نفس تیرا اژدہا ہے پس مولانا ازراہ حقائق کے بیان فرماتے ہین کہ ای شخص نفس تیرا سب بتون و دُنیا کی ماں ہے یعنی کل بت دُنیا کے اسی نفس اماّرہ سے پیدا ہوے ہین واضح ہو کہ بت غیر اللہ کو کہتے ہین کہ مانع حق پرستی کے ہو اس سبب خداوند عالم نے اول مرتبہ مین لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو کہا ہے یعنے نفس کی پرستش کرنے کو منع فرمایا ہے کہ ای ہو گویا نفس اماّرہ تمھارا الہ یعنی معبود باطلہ ہے اسکی تم تابعداری و پرستش نہ کرو اور اُسکو چھوڑ دو اللہ کو کہ معبود برحق ہے پوجو اور اُسکے رسول کو مانو کیونکہ تمام مخلوق اپنے نفس کے بت ہین کہ روز و شب اُسکی اطاعت مین رہتے ہین کچھ تعلق آلہ ان بتون سے سنگین کے واسطے نہین ہے نقل ہے کہ کسی عارف نے حضرت مولانا خلیل الرحمن صاحب مرحوم سے سوال کیا کہ لا الہ الا اللہ کے معنی کیا ہین کہا کہ نہین ہے کوئی بت مگر اللہ ہے کہا لا الہ الا اللہ کلمہ آدم صفی اللہ بھی تھا حالانکہ بت کی اختراع اور بت تراشی سے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے عہد مین ہوئی ہے پس آدم علیہ السلام کو کسی بت کی نفی کو کہا تھا مولانا نے جواب دیا کہ حق نے بروز میثاق بت آدم کے ساتھ پیدا کیا ہے کہ حق نے قرآن مین فرمایا ہے آیہ کریمہ افرایت من اتخذ الٰہہ ھواہ یعنی دیکھا تو نے اس کسی کو کہ اپنا خواہش کو کہ وہ بت اُسکا ہے پس ثابت ہوا کہ اصل سب بتون کی نفس اماّرہ ہے اور اسکی نفی کو حق نے فرمایا ہے چنانچہ اشعار مین مولانا اس نفس کا حال فرماتے ہین واللہ اعلم ۱۲ [۵۲] نفس سنگ الخ ہ شعر نفس و سنگ آہن چقماق ہے اور بت شرر ہے پس شرر پانی سے بجھتا ہے لیکن سنگ و آہن پانی سے نہین قرار پکڑتا ہے پس آدمی ان دو سے کیونکر نجات پائیگا کہ سنگ و آہن کے اندر آگ ہے اور پانی اس آگ پر غالب نہین ہو سکتا ہے آگ باہر کی پانی بجھا دیتا ہے مگر سنگ چقماق مین نہین جا سکتا ہے سنگ وہ آہن جو کہ ہین اصل آگ کی ہے پس یہ دونون فعل کفر ترسا و جہود کے ہین واضح ہو کہ سنگ و آہن سے مراد غضب و شہوت نفسانی ہے جو شرر بت پیدا ہوتا ہے آب ہدایت مرشد اُسکو دفع کرتا ہے لیکن آب ہدایت غضب و شہوت نفس کو دفع نہین کرتا ہے لیکن آب ہدایت مرشد اُسکو دفع کرتا ہے پس انسان ان دونون سے کیونکر بچے الا بہ توفیق الٰہی و ریاضت و جانفشانی اور ترسا و جہود نے اُنھین سنگ و آہن غضب و شہوت کو اپنا معبود گردانا ہے و کفر و ضلالت مین پڑے ہین اسی کی مثال دوسرے شعر مین آگے فرماتے ہین ۱۲
[۵۳] بت سیہ الخ ۱ شعر بت سیہ آب ایک کوزہ مین پڑا ہے اور نفس کو اسی آب سیاہ کا چشمہ جان ہے بت تراشیدہ مانند سیل آب سیاہ کے نفس گویا ایک چشمہ جاری ہے کہ بت آب کمدر کے مانند کوزہ مین ہے وہ اُسکا چشمہ نفس بد کو جان ہے بت کوزہ کا ایک پارۂ سنگ توڑے اور آب چشمہ اُسکو اچھا کرے آب کوزہ کا اگر فانی ہو اگر چہ چشمہ باقی رہا پس تو شبانت کا بت سہل ہے نفس کے توڑنے کو آسان سمجھنا جہل ہے واضح ہو کہ آب سیاہ سے مراد کفر معصیت ہے پس کفر معاصی اگرچہ بت و دیگر نفس اسکا چشمہ ہے یعنی کفر و معاصی نفس سے پیدا ہوتے ہین خیال کفر و معاصی کو اندک تدبیر کفایت کرتی ہے مگر واسطے نفس کے بڑی تدبیرات و اللہ اعلم ۱۲

آن بت منحوت چون سیل سیاہ ۔ نفس بتگر چشمہ پر شاہراہ
بت تراشیدہ ہے چون سیل سیاہ ۔ نفس بت گر ایک ہے چشمہ براہ

بت درون کوزہ چون آب کدر ۔ نفس شومت چشمہ آن ای مصر
بت مکدر آب سا کوزہ مین ہے ۔ اُس کا چشمہ نفس بت کو جانیے

صد سبو را بشکند یکپارہ سنگ ۔ وآب چشمہ میرہاند بے درنگ
سو سبو کو توڑدے اک پارہ سنگ ۔ آب چشمہ پھینکدے ہوے بے درنگ

آب خم و کوزہ گر فانی شود ۔ آب چشمہ تازہ و باقی بود
آب خم و کوزہ گر فانی ہوا ۔ آب چشمہ تازہ اور باقی ہوا

بت شکستن سہل باشد نیک سہل ۔ سہل دیدن نفس را جہل ست جہل
توڑنا بت کا تو سہل اور سہل ہے ۔ نفس کو ہلکا سمجھنا جہل ہے

صورت نفس ار بجوئی ای پسر ۔ قصۂ دوزخ بخوان با ہفت در
گر ہے[۱] دید نفس کی خواہش تجھے ۔ ہفت در دوزخ کا قصہ دیکھ لے

ہر نفس مکرے و در ہر مکر ازان ۔ غرق صد فرعون با فرعونیان
اسکا ہر دم مکر ہر اک مکر مین ۔ سیکڑون فرعون سرکش غرق ہین

در خدای موسیٰ و موسیٰ گریز ۔ آب ایمان را ز فرعونی مریز
جا خدای موسیٰ اور موسیٰ کے پاس ۔ آب ایمان کو نہ فرعونی سے ڈھا

دست را اندر احد و احمد بزن ۔ اے برادر وار از بوجہل تن
ہاتھ[۲] مین احد و احمد کے ہاتھ دے ۔ بھاگ تو بوجہل سے اس جسم کے

آوردن بادشاہ جہود زنے را با طفل و انداختن او طفل را در آتش و بسخن آمدن طفل درمیان آتش

لانا بادشاہ جہود کا ایک عورت کو مع طفل اُسکے اور ڈالنا طفل کو آگ مین اور باتین کرنا طفل کا آگ مین

یک زنے با طفل آورد آن جہود ۔ پیش آن بت آتش اندر شعلہ بود
ایک[۳] زن با طفل وہ لایا جہود ۔ آگے اُس بت کے جو تھی آتش بدود

گفت ای زن پیش این بت سجدہ کن ۔ ورنہ در آتش بسوزی بے سخن
بولا اے زن سجدہ اس بت کو تو کر ۔ ورنہ آتش میں جلے گی بے خطر

[۱] گر ہے دید نفس کی الخ ۳ شعر اگر تو صورت نفس دیکھنا چاہتا ہے تو سات در کے دوزخ کا قصہ پڑھ لے یعنی نفس ایک دوزخ ہے اور اسکے سات دروازے ہیں یعنی سات اعضاے جسم کے دہن دست و پا چشم و گوش و منی و زبان و فرج کہ اس راہ سے وہ معصیت کرتا ہے اسکا ہر دم مکر ہے اور ہر مکر مین سیکڑون فرعون سرکش غرق ہین تو موسیٰ و خدای موسیٰ کی طرف جا اور آب ایمان اپنے کو فرعونی کے حوالے نکر یعنی یہ نفس فرعون ہے اور دعوی خدائی کا کرتا ہے تو اسکی خدائی سے بھاگ اور موسیٰ و خدای موسیٰ کی پناہ مین جا کہ اس سے تجھکو نجات ملے موسیٰ و خدای موسیٰ سے مراد احد و احمد ہے آئندہ شعر اسکی خبر ہے [۲] ہاتھ مین احمد کے اب تو خدا اپنا احد اور احمد کے ہاتھ مین دے اور ابوجہل سے جسم کے پرہیز کر یعنی ابوجہل تیرا نفس بد ہے تو اس جسم سے بھاگ اور خدا اور رسول کو طلب کر تاکہ تیری نجات ہو ورنہ اس بت نفس کے سبب سے تو آتش دوزخ مین جلیگا [۳] ایک زن الخ ۱۰ شعر وہ بادشاہ جہود ایک عورت با طفل اس بت کے روبرو لایا کہ جہان آتش شعلہ زن تھی اور اس زن سے کہا کہ اس بت کو سجدہ کر ورنہ آتش مین ڈالی جائیگی چونکہ وہ عورت مومنہ تھی اس نے سجدہ اُس بت کو نہین کیا اُسکے بچے کو چھینکر آگ مین ڈالا جب اُس عورت نے دل اُٹھایا ایمان سے اُس نے چاہا تھا کہ بت کو سجدہ کرے کہ طفل نے آواز دی کہ اے مادر مین زندہ ہون تو اندر آتش کے آ اے اماں کہ دیکھ لے تو کہ مین یہان خوش ہون اگرچہ ظاہر مین مین آتش کے اندر ہون یہ آتش نظربندی ہے واسطے پردہ کے ورنہ رحمت ہے یہ بندہ کیواسطے اندر آ کہ تو حق کی دلیل دیکھتا تو جانے عشرت خاصان خدا کی اندر آ کر دیکھ کہ یہ آب آتش کے مانند ہے اس جہان سے کہ یہ آتش آب کے رنگ ہے اور بھید ابراہیم کا دیکھ کہ اُسے آتش گلزار ہوئی ہے غرضکہ مولانا اس داستان مین بلا تکلیفات دنیا کا بیان فرماتے ہین کہ اے طالبو مین نے اس نفس امارہ کی پرستش سے روگردانی کی اور آسائش و لذائذ دنیا کو چھوڑا اور آتش ریاضت و مجاہدہ مین گرا اسکو تماشا اس عالم مین باطنی اس جہان مین دکھائی دیا کہ یہ ریاضات سلوک برائے نام ایک پردہ ہے کہ بظاہر تکلیف دکھائی دیتی ہے دیکن بباطن آسائش

بود آن زن پاک دین و مومنه   سجدهٔ آن بت نکرد آن مومنه
طفل از وی بستد در آتش فگند   زن بترسید و دل از ایمان بکند
خواست تا او سجده آرد پیش بت   بانگ زد آن طفل کانی لم امت
اندر آ مادر که من اینجا خوشم   گرچه در صورت میان آتشم
چشم بندست آتش از بهر حجیب   رحمت است این سر برآورده ز جیب
اندر آ مادر ببین برهان حق   تا ببینی عشرت خاصان حق
اندر آ و آب بین آتش مثال   از جهانی کاتش ست آبش مثال
اندر آ اسرار ابراهیم بین   کو در آتش یافت سرو و یاسمین
مرگ می دیدم گه زادن ز تو   سخت خوفم بود افتادن ز تو
چون بزادم رستم از زندان تنگ   در جهانی خوش هوای خوب رنگ
این جهان را چون رحم دیدم کنون   چون درین آتش بدیدم این سکون
اندرین آتش بدیدم عالمی   ذره ذره اندرو عیسی دمی
نک جهانی نیست شکل هست ذات   وان جهانی هست شکل بی ثبات
اندر آ مادر بحق مادری   بین که این آتش ندارد آذری
اندر آ مادر که اقبال آمدست   اندر آ مادر مده دولت ز دست
قدرت آن سگ بدیدی اندر آ   تا ببینی قدرت فضل خدا
من ز رحمت میکشانم پای تو   کز طرب خود نیستم پروای تو
اندر آ و دیگران را هم بخوان   کاندر آتش شاه بنهادست خوان

تھی وہ عورت مومنہ اور پاک دین   سجدہ اس بت کو کیا اس نے نہین
آگ مین بچے کو ڈالا چھین کے   دل اٹھایا زن نے تب ایمان سے
بت کو چاہا اسنے تا سجدہ کرون   طفل نے آواز دی مین تو زندہ ہون
اندر آ اے مان کہ مین خوش ہون یہان   گو بظاہر آگ کے ہون درمیان
ہے نظر بند آگ پردے کے لیے   نور رحمت ہے یہ بندے کے لیے
اندر آ مان دیکھ لے برہان حق   تا تو دیکھے عشرت خاصان حق
اندر آ کے دیکھ اب آتش کا ڈھنگ   اس جہان سے کہ ہے آتش آب رنگ
دیکھ آ کر بھید ابراہیم کے   کہ اسے آتش ہوئی گلزار ہے
لہ تیرا جننا موت تھا میرے لیے   تجھ سے چھٹنا ہے بھلا میرے لیے
پیدا ہو کر چھوٹا قید تنگ سے   آیا اس دنیا مین جو خوش رنگ ہے
یہ جہان مثل رحم مجھ کو ہوا   جب مجھے آرام آتش مین ملا
عہ دیکھا ہے وہ عالم اندر آگ کے   ذرہ ذرہ مثل عیسیٰ آمین ہے
یہ جہان ہے نیست صورت ہست کے   نیست کی صورت جہان وہ ہست ہے
آ یہان اے مان بحق مادری   دیکھ آتش مین نہین ہے آذری
اندر آ اے مان تو دیکھ اقبال کو   اندر آ اے مان تو دولت کو نہ کھو
قدرت اس کتے کی دیکھی اندر آ   دیکھ لے اب قدرت فضل خدا
مین محبت سے بلاتا ہون تجھے   ورنہ مین خوش ہون نہین پروا مجھے
اندر آ اور دوسرون کو بھی بلا   آگ مین اک خوان ہے شہ نے رکھا

لہ تیرا جننا الخ ۹ شعر تجھے پیدا ہونے کے وقت مین نے موت جانی اور تجھ سے علیحدہ ہونے کے وقت راحت جانی پیدا ہو کر چھوٹا قید تنگ سے اور اس جہان مین آ کر فراخ ہو لیا یہ جہان مجھکو مثل رحم مادر پر آرام دکھائی دیا مولانا اس پیرایہ مین اس جہان کی تنگی اور اس جہان کی فراخی بیان کرتے ہین کہ جیسے اس جہان دنیا کی بہ نسبت رحم تنگ و تاریک ہے اسی طرح اس جہان باطن کی بہ نسبت یہ دنیا تنگ و تاریک ہے جس کو ریاضت و مشقت سلوک مین کشود عالم باطن ہوا اور وہان کی سیر و طیر کرنے لگا تو یہی کیفیت بیان کریگا جو یہ لڑکا بیان کرتا ہے غرضکہ مولانا طالبون کی استقامت اور ذوق و شوق بڑھاتے ہین آئندہ اس عالم کا بیان ہے فافہم ۱۲ عہ دکھا ہے وہ عالم الخ ۸ شعر ایک عالم دیکھا اس آگ کے اندر کہ ذرہ ذرہ عیسیٰ کا دم رکھتا ہے یہ جہان نیست ہے ہست کی صورت اور وہ جہان ہست ہے نیست کی صورت اے مادر اندر آ تجھے قسم ہے مادری کی کہ یہ آتش نہین رکھتی ہے آتش پن اندر آ کہ اقبال آیا ہے اندر آ اور یہ دولت ہاتھ سے نہ دے قدرت تو نے اس کتے کی دیکھی اب اندر آ تو دیکھے قدرت فضل خدا کی مین از راہ محبت کے تجھے بلاتا ہون ورنہ مین خوش ہون مجھے پروا نہین ہے تو اندر آ اور دوسرون کو بھی بلا کہ بادشاہ نے ایک خوان نعمت کا رکھا ہے اور تم سب پروانے کے مانند آؤ اندر آگ کے یہ سو بار رکھتی ہے واضح ہو کہ ہر ایک اجسام و اشیا کا دنیا مین بھی سیر و تماشا ہے اگر کشود مرشد کی عنایت سے نصیب ہو کہ ہر شے مین دروازہ ہے اس عالم کا اور کھلنا ان دروازون کا منحصر ہے کھلنے دروازہ دل پر بس اسی کو چشم بینا و گوش شنوا کہتے ہین فافہم ۱۲

اندر آئید اے ہمہ پروانہ وار / اندرین آتش کہ دارد صد بہار
۱ آؤ اندر سب کے سب پروانہ وار / آگ مین آؤ کہ رکھتی ہے بہار

اندر آئید اے مسلمانان ہمہ / غیر عذب دین عذابست آن ہمہ
اندر آؤ اے مسلمانو سبھی / تم عذاب اس دین سوا جانو سبھی

اندر آئید و ببینید اینچنین / سرد گشتہ آتش گرم چنین
اندر آ کر دیکھو اب تم اسطرح / گرم آتش بجھ گئی ہے کسطرح

اندر آئید اے ہمہ مست و خراب / اندر آئید اے ہمہ عین عتاب
اندر آؤ اے سبھی مست و خراب / اندر آؤ اے سبھی عین عتاب

اندر آئید اندرین بحر عمیق / تا کہ گردد روح صافی در حریق
آؤ اس دریا مین آؤ سب کے سب / تا صفائے روح کا ہو یہ سبب

مادرش انداخت خود را اندرو / دست او بگرفت طفل مہر خو
اسکی مان نے ڈالا اسمین آپ کو / طفل نے ہاتھ اسکا پکڑا شاد ہو

اندر آمد مادر آن طفل خرد / اندر آتش گوئی دولت را ببرد
آئی مادر آگ مین لڑکے کی جو / پایا اُس نے دولت ایمان کو

مادرش ہم زان نسق گفتن گرفت / در صفت لطف حق سفتن گرفت
اسکی مان بھی ویسے ہی کہنے لگی / وصف لطف حق ادا کرنے لگی

بانگ می زد در میان آن گروہ / پر ہمیشد جان خلقان از شکوہ
اور پکارا اُس نے سب مخلوق کو / پر ہوئی جان خلق کی بیتاب ہو

نعرہ می زد خلق را کای مردمان / اندر آتش بنگرید این بوستان
آگ مین کیسی تھی لوگون سے کہان / آگ مین دیکھو کھلا ہے بوستان

اندر افگندن مردمان خود را در آتش از سر ذوق
ڈالنا آدمیون کا اپنے کو آگ مین بسبب ذوق کے

خلق خود را بعد ازان بے خویشتن / می فگندند اندر آتش مرد و زن
۲ بعدہ سب مرد و زن بیتاب ہو / ڈالتے تھے آگ مین خود آپ کو

بے موکل بے کشش از عشق دوست / زانکہ شیرین کردن ہر تلخ از دوست
بے کشش بے جذب عشق یار سے / کیونکہ شیرین تلخ کو وہ کرتا ہے

تا چنان شد کان عوانان خلق را / منع می کردند کآتش در میا
جب ہوا یہ وہ سپاہی خلق کو / منع کرتے آگ مین تم مت گرو

آن یہودی شد سیہ رو و خجل / شد پشیمان زین سبب بیمار دل
وہ یہودی رو سیہ چون گل ہوا / اور پشیمانی سے مردہ دل ہوا

کاندر آتش خلق عاشق تر شدند / در فنای جسم صادق تر شدند
آگ مین مخلوق عاشق تر ہوئی / اور فنای تن مین صادق تر ہوئی

مکر شیطان ہم در و پیچیدہ شکر / دیو ہم خود را سیہ رو دید شکر
مکر شیطان اس پہ لپٹا شکر ہے / رو سیہ خود دیو آیا شکر ہے

سلہ آؤ اندر الخ شعر اے مسلمانو تم سب اندر آؤ اور سوا اس دین کے سب کو عذاب جانو دیکھو اندر آ کر اس طرح کہ آتش گرم کس طرح سرد ہوئی ہے اندر آؤ اے مست و خراب اندر آؤ کل عین عتاب آؤ تم اس دریائے گہرے مین تا تمھاری روح صفا ہووے پس اسکی مان نے آپ کو اس آتش مین گرا دیا اس طفل نے خوش ہو کر اسکا ہاتھ پکڑا جب کہ اس کی مان آتش مین آئی دولت ایمان کی پائی اور ویسے ہی اس کی مان بھی کہنے لگی اور وصف حق کا کرنے لگی اور اُس نے پکار کر ایسا مخلوق کو کہا کہ جانین مخلوق کی خوف سے پر ہو گئین اور وہ مخلوق کو کہتی تھی کہ دیکھو لوگو آگ مین گلستان کھلا ہے غرضکہ جو آتش عشق مین داخل ہو ثابت قدم رہا انجام کو پہونچا اور سیر و تماشائے راہ سلوک کو پایا اور دوسرون کو دعوت کرتا رہا اسی کو پیر یا مرید کہتے ہین فافہم ۱۲ سلہ بعدہ سب الخ شعر بعدہ سب مرد و زن بیتاب ہو کر اُس آتش مین آپ کو ڈالتے تھے بے کشش و بے جذب عشق یار کے کس واسطے کہ وہ ہر تلخ کو شیرین کرتا ہے جبکہ یہ امر دیکھا تو سپاہیون نے منع کیا کہ تم آتش مین نہ جاؤ اور وہ بادشاہ یہودی روسیاہ خجل ہوا اور پشیمانی سے مردہ دل ہوا پس اس آتش مین مخلوق عاشق تر ہوئی اور جسم کے فنا کرنے مین صادق تر ہوئی اور اس شیطان کا مکر اسی پر لپٹا شکر ہے اور شیطان نے خود کو روسیاہ دیکھا شکر ہے واضح ہو کہ مولانا اس داستان مین ریاکارون کے مکافات عمل کا بیان کرتے ہین کہ جو کوئی گمراہی مین کسی کی کوشش کرے گا آخرکار شرمسار ہوگا اور خداوند عالم اس مخلوق بے جرم کو گمراہی مین ہدایت کرے گا اور جو شخص کام برا کرتا ہے آخر کو اسی کے سر پر پڑتا ہے چنانچہ آگے مولانا اسکی مثال مین قصہ لکھتے ہین ۱۲

آنچه می مالید بر روی کسان	جمع شد در چهرهٔ آن ناکسان	دوسرے کو منہ پہ جو ملتا تھا وہ	پایا اپنے منہ پہ وہ انجام کو

کژ ماندن دهان آن شخص که نام پیغمبر علیه السلام را به تمسخر می برد

ٹیڑھا منہ ہو جانا اس شخص کا کہ جو نام پیغمبر علیہ السلام کو تمسخر سے لیتا تھا

آنکه بدرید جامهٔ خلق چست	شد دریده آن او زیشان درست	پھاڑتا تھا جو کہ جامہ خلق کا[1]	پھٹ گیا اسکا درست اُنکا ہوا
آن دهن کژ کرد و از تسخر بخواند	نام احمد را دهانش کژ بماند	ٹیڑھا مُنھ کر کے تمسخر سے لیا	نام احمد کا تو مُنھ ٹیڑھا ہوا
باز آمد کای محمد عفو کن	ای ترا الطاف علم من لدن	آیا پھر وہ اے محمد عفو کر	تجھ پہ ہے الطاف لطف دادگر
من ترا افسوس می کردم ز جهل	من بدم افسوس را منسوب و اهل	میں بُرا کہتا تھا تجھکو جہل سے	اس برائی کے میں خود ہوں اہل سے
چون خدا خواهد که پرده کس درد	میلش اندر طعنهٔ پاکان برد	جسکو حق چاہے کہ رسوا کرے	طعنۂ پاکان کی رغبت اسکو دے
چون خدا خواهد که پوشد عیب کس	کم زند در عیب معیوبان نفس	جسکا حق چاہے چھپانا عیب کو	وہ نہ ہوگا دوسروں کا عیب جو
چون خدا خواهد که مان یاری کند	میل ما را جانب زاری کند	جب ہماری حق مددگاری کرے	ہمکو راغب جانب زاری کرے
ای خنک چشمی که آن گریان اوست	ای همایون دل که آن بریان اوست	آنکھ وہ اچھی کہ گریاں بہر یار	وہ مبارک دل کہ بریاں بہر یار
از پی هر گریه آخر خنده ایست	مرد آخر بین مبارک بنده ایست	بعد ہر گریہ کے آخر خندہ ہے	مرد آخر بین مبارک بندہ ہے
هر کجا آب روان سبزه بود	هر کجا اشک روان رحمت شود	آب جاری ہو جہاں سبزہ اُگے[2]	چشم گریاں ہو جہاں رحمت ملے
باش چون دولاب نالان چشم تر	تا ز صحن جانت بر روید خضر	چشم تر دولاب کی صورت رہے	صحن جان پر سبزہ تاکہ رستہ ہو
رحمت فرمود سید عفو کرد	چون ز جرأت توبه کرد آن روی زرد	عفو سید نے کیا بس رحم سے	توبہ جرأت سے جو کی اس شخص نے
رحم خواهی رحم کن بر اشکبار	رحم خواهی بر ضعیفان رحمت آر	رحم چاہے رحم کر غمگین پہ تو	رحم چاہے رحم کر مسکین پہ تو

[1] پھاڑتا تھا الخ ۹ شعر جو کہ جامہ خلق کا پھاڑتا تھا اسی کا پھٹ گیا اور دوسروں کا درست ہوا مُنھ ٹیڑھا کر کے جو تمسخر سے نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لیا منھ ٹیڑھا ہو گیا پھر وہ آیا اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھکو معاف کرو کہ تجھ پہ الطاف لدنی ہے میں بُرا کہتا تھا تم کو جہل سے اب معلوم ہوا کہ اس کا اہل میں خود ہوں کیونکہ خدا جس کا پردہ فاش کرنا چاہتا ہے اسکو یہ عادت ڈالتا ہے کہ وہ نیک لوگوں کی برائیاں تلاش کرتا اور انکے عیوب فاش کرتا ہے۔ اسی طرح جسکو حق چاہے عیب چھپانا وہ کم دوسروں کا عیب گو ہووے جبکہ حق ہماری مدد کرتا ہے تو وہ زاری کی طرف ہمکو رغبت دیتا ہے سچ یہ ہے کہ آنکھ وہ اچھی ہے کہ اسکے واسطے گریاں رہے اور دل وہ مبارک ہے کہ یار کے واسطے بریان رہے کیونکہ بعد گریہ کے خندہ ہوتا ہے اور مرد آخر بین بندہ خوب ہے واضح ہو کہ مولانا اس گستاخی کے بیان میں حقائق فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہیئے کہ عیب جوئی نیکوں کی نہ کرے کہ دین و دنیا میں انجام بہتر ہوگا بلکہ بہ نسبت مردان حق کے حسن ظن و خوش اعتقاد رکھنا چاہیے اور انکی صورت و افعال پر جرح و قدح نہ کرنا چاہیئے کہ وہ بدظنی آخر کو اپنی وبال جان ہوگی بکاء و زاری کی عادت کرے اس سے ثمرہ نیک پیدا ہوتا ہے چنانچہ آگے اسکی مثال فرماتے ہیں فافہم ۱۲

[2] آب جاری الخ ۴ شعر جس جا کہ آب جاری ہو سبزہ پیدا ہوا اور جس جا کہ چشم گریان ہو رحمت نازل ہو چشم تر مثل دولاب کے ہو کہ ایک پر ایک خالی ہوتی ہے تاکہ صحن جان تیرا ہمیشہ سرسبز رہے یعنی دولاب کی ایک چشم پر اور ایک خالی سے مراد گریہ مسلسل ہے تاکہ زندگی رحمت حق تعالیٰ سے جان جلد تر تازہ ہووے پس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے از راہ رحم کے عفو تقصیر اسکی کی جبکہ توبہ اس شخص نے گستاخی کی کی مولانا اس نتیجہ میں ہدایت کرتے ہیں کہ اے طالب اگر تو رحم حق سے چاہے تو غمگینوں پر رحم کر اور اگر رحم چاہتا ہے تو مسکینوں پر رحم کر یعنی جیسے دوسروں پر تو رحم کریگا تو حق تجھ پر رحم کریگا اگر مغفرت چاہتا ہے تو دوسروں کو مغفرت کر کیونکہ سنت اللہ اسی پر جاری ہے فافہم ۱۲

عتاب کردن جہود آتش را کہ چرا نمی سوزی و جواب او

غصہ کرنا جہودی کا آگ پر کہ کسو واسطے نہیں جلاتی اور جواب دینا آگ کا

رو بہ آتش کرد شہ کای تندخو	آن جہان سوز طبیعی خوت کو
چون نمی سوزی چہ شد خاصیتت	یا ز بخت ما دگر شد نیتت
می نبخشائی تو بر آتش پرست	آنکہ نہ پرستد ترا چون او برست
ہرگز اے آتش تو صابر نیستی	چون نہ سوزی چیست قادر نیستی
چشم بند است اے عجب یا ہوش بند	چون نسوزاند چنین شعلہ بلند
جادوی کردت کسے یا سیمیاست	یا خلاف طبع تو از بخت ماست
گفت آتش من ہمانم آتشم	اندر آ تا تو ببینی تابشم
طبع من دیگر نہ گشت و عنصرم	تیغ حقم ہم بدستوری برم
بر در خرگہ سگان ترکمان	چاپلوسی کردہ پیش میہمان
ور بخرگہ بگذرد بیگانہ رو	حملہ بیند از سگان شیرانہ او
من ز سگ کم نیستم در بندگی	کم ز ترکی نیست حق در زندگی
آتش طبعت اگر شادی دہد	اندرو شادی ملیک دین نہد
چونکہ غم بینی تو استغفار کن	غم بامر خالق آمد کار کن
چون بخواہد عین غم شادی شود	عین بند پاے آزادی شود
باد و خاک و آب و آتش بندہ اند	با من و تو مردہ با حق زندہ اند
پیش حق آتش ہمیشہ در قیام	ہمچو عاشق روز و شب پیچان مدام
سنگ بر آہن زنی آتش جہد	ہم بامر حق قدم بیرون نہد

آگ سے شہ نے کہا اے شعلہ خو	کیا ہوئی تیری جلادینے کی خو
کیا جلانے کی ہوئی عادت تری	بدلی قسمت سے مری نیت تری
تجھ سے بچتے نہیں آتش پرست	جو نہ پوجیں کیوں نہیں ہوتے وہ پست
آگ ہے اے آگ تو صابر نہیں	پھر جلانے پر تو کیوں قادر نہیں
ہوش اڑے ہیں یا ہوئی ہے آنکھ بند	پھونکتے کیونکر نہیں شعلے بلند
تجھ پہ جادو کر دیا یا سیمیا	یا فقط مجھ سے ہوئی ہے تو خفا
آگ بولی میں ابھی تک آگ ہوں	اندر آ آتے ہی تجھکو پھونک دوں
نے طبیعت بدلی نے عنصر مرے	تیغ حق ہوں کاٹتی ہوں حکم سے
در پہ کتا قیصر کے دربان کا	آشنا رہتا ہے بس مہمان کا
گر کوئی بیگانہ آئے قصر پر	دوڑے کتا اس پہ مثل شیر نر
بندگی میں میں نہیں کتے سے کم	زندگی میں حق نہ دربان سے ہے کم
آتش طبع تجھے گر خوش کرے	امر حق سے اس خوشی کو جان لے
جو کہ غم دیکھے تو استغفار کر	حکم حق سے آیا ہے غم کا اگر
وہ جو چاہے عین غم ہووے خوشی	قید تجھکو عین ہو آزادگی
بندہ آب و خاک و باد و آگ ہے	مردہ ہم سے زندہ حق کے سامنے
پیش حق دائم رکھے آتش قیام	مثل عاشق رات دن پیچان مدام
آگ نکلے سنگ و آہن جو لڑے	حکم حق سے وہ قدم باہر رکھے

سلہ قولہ آگ سے الخ ۲ شعر آگ سے اس بادشاہ نے کہا کہ اے تیز رو وہ کیا ہوئی تیری جلانے کی خو وہ تیزی کیا ہوئی کہ تو نہیں جلاتی ہے کیا میری قسمت سے تیری نیت بدل گئی تو تو آتش پرستوں کو نہیں چھوڑتی ہے پھر جو پوجے اسکو تو کیونکر چھوڑتی ہے اے آتش تو ہرگز صبر نہ کر اور جو تو جلاتی نہیں ہے تو کس سبب سے قدرت نہیں ہے یہ نظر بندی ہے یا ہوشمندی کہ تیرا شعلہ بلند جلاتا نہیں ہے کہ تجھ پر جادو کر دیا یا تو نکار کر یا کسی نے کہ تو مجھ سے خفا ہو گئی ہے پس آتش نے بادشاہ کو جواب دیا ۱۲ سلہ آگ بولی الخ ۲ شعر آگ نے کہا میں تو وہی آتش ہوں مجھ میں تو آ کر دیکھ لے کہ کیا تیزی رکھتی ہوں نہ طبیعت بدلی میری نہ عنصر امیا تو تیغ حق ہوں کاٹتی ہوں حکم سے کیونکہ خدا سب پر قادر ہے مثال آگے فرماتے ہیں ۱۲ سلہ در پہ کتا الخ ۳ شعر جیسا ایک سگ دربان کا لشکر کے در پر مہمان کا آشنا رہتا ہے اور جو بیگانہ آتا ہے مثل شیر کے اس پر حملہ کرتا ہے اور میں بندگی میں کتے سے کم نہیں ہوں اور حق اپنی زندگی دنیا میں دربان سے کم نہیں ہے یعنی وہ سے بادشاہ و دربان تو اپنے مالک کا یگانہ و بیگانہ ہی دوست و دشمن کو پہچانتا ہے پس تو مجھ کو کہتے ہے اور حق کو دربان سے کمتر جانتا ہے مولانا اسکے حقائق آگے بیان فرماتے ہیں ۱۲ سلہ آتش طبع الخ ۵ شعر کہ اگر آتش طبیعت کی تجھکو غمگین کرے اسکے خوش کو حکم حق سے جان لے اور آتش طبیعت کی تجھکو خوشی دے اسکو حکم حق سے جان لے کوئی شے بغیر حکم حق کے کچھ نہیں کر سکتی ہے اگر تو غم دیکھے استغفار کر کہ حق کے حکم سے یہ غم آیا ہے اگر وہ چاہے عین غم کو خوشی کر دے اور عین قید کو آزادی کر دے آب و خاک و باد و آتش سب بندے ہیں ہم سے مردہ ہیں اور ساتھ حق کے زندہ ہیں اس سے ثابت ہوا کہ کل موجودات پیش حق زندہ ہیں کیونکہ حق کی تسبیح کرتے ہیں بموجب آیت کریمہ و ان من شیء الا یسبح بحمدہ یعنی کوئی بھی چیز نہیں ہے کہ تسبیح حق تعالی کی نہیں کرتی ہو اس سے کل موالید ثلاثہ کا زندہ ہونا ثابت ہوا اور یہی اختلاف ہے درمیان اہل کشف و اہل نظر کے ۱۲ بحر العلوم سلہ پیش حق الخ ۲ شعر آگے حق کے پیش

سنگ و آہن خود سبب آمد ولیک	تو ببالاتر نگر اے مرد نیک	لہ سنگ و آہن خود سبب آیا ولیک	کر تو بالا پر نظر اے مرد نیک
کاین سبب را آن سبب آورد پیش	بے سبب کے شد سبب ہرگز ز خویش	عہ لایا ظاہر اس سبب کو وہ سبب	بے سبب کے کب پیدا ہو سبب
این سبب را آن سبب عامل کند	باز گاہے بے بر و عاطل کند	اس سبب کو وہ سبب عامل کرے	اور کبھی اسکو وہ بے حاصل کرے
وان سبب ہا کانبیا را رہبر ست	آن سبب ہا زین سبب ہا برتر ست	انبیا کے جو سبب ہین راہبر	ان سبب سے وہ سبب ہین بیشتر
این سبب را محرم آمد عقل ما	وان سبب ہا راست محرم انبیا	اس سبب کی عقل ہے آگاہ کار	اس سبب کے انبیا ہین راز دار
این سبب چہ بود بتازی گو رسن	اندرین چہ این رسن آمد بفن	سہ کہتے ہین عربی مین رسّی کو سبب	چاہ دنیا مین یہ رسّی ہے سبب
گردش چرخ این رسن را علت ست	چرخ گردان را ندیدن زلت ست	چرخ کی گردش ہے رسّی کا سبب	چرخ والے کو نہ دیکھے ہو تعب
این رسن ہای سبب اندر جہان	ہان و ہان زین چرخ سرگردان مدان	عہ اس سبب کی رسّیون کو تو یہان	چرخ سرگردان سے مت جان اے میان
تا نمانی صفر و سرگردان چو چرخ	تا نسوزی تو ز بے مغزی چو مرخ	تا نہ صفر و چرخ سے سرگردان رہے	تا نہ بن کر چیڑ کو تو جلتا رہے
باد و آتش می شوند از امر حق	ہر دو سرمست آمدند از خمر حق	باد و آتش امر حق سے ہوتی ہین	مست دونون خمر حق سے ہوتی ہین
آب حلم و آتش خشم اے پسر	ہم ز حق بینی چو بکشائی نظر	حلم کا آب اور آتش خشم کی	حق سے پائے تو جو سمجھے اے اخی
گر نبودی واقف از حق جان باد	فرق چون کردی میان قوم عاد	گر نہ ہوتی حق سے واقف جان باد	فرق کب کرتی میان قوم عاد

لہ سنگ و آہن الخ ۲ شعر پس تو سنگ و آہن ظلم کا باہم شمار کر مثل مرد و زن کے اس سے آتش پیدا ہو کیونکہ سنگ و آہن اس عالم مین سبب آیا ہے تو بالا پر نظر کر کہ فعل سبب کا ہوتا ہے چنانچہ آگے اس سبب و مسبب کی تشریح کا بیان ہے کافہم ۱۲

عہ لایا الخ ۴ شعر اس سبب کو وہ سبب ظاہر لایا ہے اور بے سبب کے کب یہ سبب پیدا ہوا اس سبب کو وہ مثل عامل کرے اور کبھی اسکو وہ بیکار کرے انبیا کے جو سبب راہبر ہین ان سبب سے وہ برتر ہین اس سبب سے وہ مثل محرم ہے اور اس سبب سے انبیا راز دار ہین واضح ہو کہ سنگ و آہن واسطے آتش کے سبب ہین اور سبب ہین آخر سبھون کا سبب درحقیقت حق ہے کہ خالق جمیع اشیا اور انکے اسباب کو واسطے حکمت کے پیدا کیا ہے اور وہ سبب کہ انبیا علیہم السلام کے رہبر ہین وہ اسباب شاہدہ وحی ہیں کہ اسباب معاش اور اسباب معاد سمی نہیں کہ وہ سبب جلو اسباب معاش کو بھی عامل کبھی معطل کرتے ہیں پس ان اسباب کو انبیا جانتے ہیں نہ زبدۃ العلوم آئندہ اس کا بیان ہے ۱۲۔

سہ کہتے ہین الخ ۲ شعر عربی مین سبب رسی کو کہتے ہین الغرض یہ سبب اس چاہ دنیا مین رسی ہین اور گردش چرخ اسی رسی کا سبب ہے اگر چرخ کے پھرانے والے کو نہ دیکھے نقصان ہے جیسے کہ چاہ مین رسی کے واسطے پانی کھینچنے کی چرخی مین لٹکاتے ہین جبکہ انسان چرخی کو پھراتا ہے تو چرخی کو رسی حرکت دیتی ہے اور رسی کی حرکت سے پانی کھنچتا ہے اسطرح ایک سبب کا دوسرا سبب عامل ہے چنانچہ کہا گیا کہ گردش چرخ سے فصلیں ہوتی ہین اور عناصر سے اشیا صورت پکڑتے ہین پس ایک سبب پر دوسرا سبب ہے انتہا سببون کا ذات باری ہے چنانچہ مولانا آگے فرماتے ہین ۱۲

عہ اس سبب کے الخ ۵ شعر دنیا مین اس سبب کی رسی کو چرخ سرگردان سے مت جانے کہ مثل صفر کے خالی و مثل چرخ کے سرگردان رہے تو اور مثل چوب چیڑ کے جلے تو چیڑ ایک درخت ہے کہ اس کی لکڑی مثل مشعل کے جلتی ہے اور کوہستان مین چراغ کی جا اُسے روشن کرتے ہین۔ باد آتش حکم حق سے دونون مست ہین اور شراب حق کی پیتے ہین حلم کا پانی اور خشم کی آگ اگر تو دیکھے حق سے جانے اور اگر جان باد حق سے واقف ہوتی تو کب فرق کرتی قوم عاد مین پس ان سببون دنیا کو اسباب چرخ وغیرہ سے مت جان بلکہ خالق کی جانب جان کہ باد و آتش جو کچھ کرتے ہین بحکم حق سے کرتے ہین پس فعل ان کا فعل حق کا جان چنانچہ اس کی مثال مین قصہ ہود علیہ السلام کا آگے مولانا لکھتے ہین واللہ اعلم ۱۲

قصہ ہلاک کردن باد قوم ہود علیہ السلام را

هود گرد مومنان خطے کشید | نرم می شد باد کانجا می رسید
ہر کہ بیرون بود زان خط جملہ را | پارہ پارہ می شکست اندر ہوا
ہمچنین شیبان راعی می کشید | گرد بر گرد رمہ خطے پدید
چون بجمعہ میشد او وقت نماز | تا نیارد گرگ آنجا ترک تاز
ہیچ گرگے در نرفتے اندران | گوسپندے ہم نہ گشتی زان نشان
باد حرص گرگ و حرص گوسفند | دائرہ مرد خدا را بود بند
ہمچنین باد اجل با عارفان | نرم و خوش ہمچو نسیم بوستان
آتش ابراہیم را دندان نزد | چون گزیدہ حق بود چونش گزد
آتش شہوت نسوزد اہل دین | باغیان را بردہ تا قعر زمین
موج دریا چون بامر حق بتاخت | قوم موسیٰ را ز قبطی وا شناخت
خاک قارون را چو فرمان در رسید | با زر و تختش بقعر خود کشید
آب و گل چون از دم عیسیٰ چرید | بال و پر بکشاد مرغے شد پرید
از دہانت چون بر آید حمد حق | مرغ جنت سازدش رب الفلق
ہست تسبیحت بجائے آب و گل | مرغ جنت شد ز نفخ صدق دل
کوہ طور از نور موسیٰ شد برقص | صوفی کامل شد و رست او ز نقص

قصہ ہلاک کرنا ہوا کا قوم ہود علیہ السلام کو

مومنون[1] کے گرد کھینچا ہود نے | دائرہ تا باد وان نرمی کرے
جو کہ باہر دائرہ کے رہ گئے | پارہ پارہ وہ ہوا سے ہو گئے
ایسے ہی شیبان راعی کھینچتا | بکریوں کے گرد اپنی دائرہ
جبکہ وہ جاتا نماز جمعہ کو | تا نہ کوئی گرگ در پے اُنکا ہو
دائرہ مین گرگ پھر آتا نہین | اور نہ بکری جاتی باہر کہین
بکریوں کی حرص حرص گرگ بھی | دائرہ مین مرد حق کے بند تھی
عارفون سے ایسے ہی باد اجل | نرم خوش ہے جون نسیم بے خلل
کب[2] جلائے آگ ابراہیم کو | حق کا ہو جو یار کیسے کاٹے وہ
اہل دین کو نار شہوت کب جلائے | باغیون کو خاک کے اندر ملائے
موج دریا آئی حکم حق سے جب | سبطیون کو قبطیون سے جانا تب
خاک قارون کو جو ہو پہنچا حکم رب | اُسنے نگلا تخت و زر کو اُسکے سب
آب و گل نے جو دم عیسیٰ چرا | مرغ ہو کر بس اُڑا اندر ہوا
تیرے مُنہ سے نکلے جو حمد خدا | مرغ جنت اسکو حق کر دے سدا
تیری تسبیح اگ بجائے آب و گل | مرغ جنت ہو بہ نفخ صدق دل
طور[3] رقصان نور موسےٰ سے ہوا | صوفی کامل بنا نقصان کیا

[1] مومنون کے گرد الخ، شعر ہود علیہ السلام نبی نے مومنون کے گرد دائرہ ایک کھینچا کہ تا باد وہان نرمی نہ کرے جو کہ باہر دائرہ کے رہ گئے وہ سب ہوا سے پارہ پارہ ہو گئے ایسے ہی شیبان اپنی بکریون کے گرد دائرہ کھینچتا تھا جبکہ وہ جمعہ کی نماز کو جاتا تھا تا نہ کوئی گرگ اُن کے در پے ہو دائرہ مین گرگ نہین آتا تھا اور نہ بکری کوئی دائرہ سے باہر جاتی تھی حرص بکریون کی اور حرص گرگ کی حق کے دائرہ مین بند تھی اُس کے حقائق مولانا آگے فرماتے ہین کہ ایسے ہی عارفون کے باد اجل خرم و خوش ہے مانند نسیم بے خلل یعنی اجل عارفون کے اختیار مین ہے بحکم خدا کہ نرمی کے ساتھ پیش آتی ہے جیسے اور عناصرون کی مثال فرماتے ہین

[2] کب جلائے الخ، شعر کب جلائے آتش ابراہیم علیہ السلام کو کیونکر کاٹے حق پیارے کو اہل دین کو آتش شہوت کب جلائے اور باغیون کو خاک مین ملائے موج دریا حکم حق سے جب آئے سبطیون اور قبطیون سے فرق کرے خاک قارون کو جب حکم ہوا اُس نے نگل لیا اُس کے زر و تخت کو آب و گل نے جو دم لیا عیسیٰ علیہ السلام سے چکھا مرغ بنکر ہوا پر اُڑا اُس کے حقائق مولانا فرماتے ہین کہ ایسی حمد جب تیرے منہ سے نکلے اسکو مرغ جنت حق کر دے تیری تسبیح ہے بجائے آب و گل کا مرغ جنت ہے نفخ صدق دل سے یعنی جیسے دم عیسیٰ آب و گل مین ایک بخار پیدا ہوا اور اس بخار سے مرغ شپرہ پیدا ہو کر اڑا اسی طرح تیری تسبیح سے ایک بخار آب و گل پیدا ہوا اور اُس سے تیری حمد مرغ جنت ہو اور نفخ اُسمین تیرا صدق دل ہو تاکہ اُس سے تجھکو نفع حاصل ہو واللہ اعلم۔

[3] طور رقصان الخ، شعر کوہ طور رقعہ موسیٰ علیہ السلام سے رقص مین آیا اور صوفی کامل بنا اور نقصان گیا کیا تعجب ہے اگر طور صوفی بھی ہوا جسم موسیٰ بھی تو ایک ہستی سے تھا یعنی اخر موسیٰ سے یہ مرتبہ طور کو حاصل ہوا غرضکہ عنصر دوستان حق کے ہین اختیار مین بحکم خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے یہ عناصر کہ سبب ہیں کچھ نہین کر سکتے ہین اے طالب تو ان سبب جہان پر نظر نہ رکھ سبب حقیقی پر نظر رکھ اور تیغ سے خوف کر اور کسی سے نہ ڈر واللہ اعلم

چہ عجب گر کوہ صوفی شد عزیز	جسم موسیٰ از کلوخے بود نیز	کیا عجب گر طور صوفی ہو گیا	جسم موسیٰ ڈھیلا اک مٹی کا تھا
این عجائب دید آن شاہ جہود	جز کہ طنز و جز کہ انکارش نبود	یہ عجب کیا جہودی شاہ نے	تھا نہ کچھ جز طنز اور انکار کے

طنز و انکار کردن بادشاہ جہود و نصیحت کردن ناصحان را

طعنہ و انکار کرنا بادشاہ جہودی کا اور ناصحون کی نصیحت کرنا

ناصحان گفتند از حد مگذران	مرکب استیزہ را چندین مران	بولے سب ناصح کہ حد سے مت گذر	ظلم کا گھوڑا نہ اتنا تیز کر
بگذر از کشتن مکن این فعل بد	بعد ازین آتش مزن در جان خود	قتل کرنا چھوڑ یہ ہے فعل بد	مت جلا جان اپنی یون کر کے حسد
ناصحان را دست بست و بند کرد	ظلم را پیوند در پیوند کرد	ناصحون کو قید اُسنے بس کیا	ظلم پر ظلم اضافہ کر دیا
بانگ آمد کار چون اینجا رسید	پای دار اے سگ کہ قہر ما رسید	آئی بانگ اب ظلم حد سے بڑھ گیا	رہ تو اے سگ قہر آتا ہے مرا
بعد ازان آتش چہل گز بر فروخت	حلقہ گشت و آن جہودان را بسوخت	آگ چالس گز پھر اک روشن ہوئی	اور یہودی ان مین وہ آتش زنی

برجستن آتش جہل کبر

کودنا آگ جہالت کبر کا

اصل ایشان بود آتش ز ابتدا	سوی اصل خویش رفتند انتہا	اصل انکی آگ تھے پہلے سے جو	پھر گئی آخر مین اپنی اصل کو
ہم ز آتش زادہ بودند آن فریق	جزوہا را سوی کل باشد طریق	فرقہ وہ پیدا ہوا تھا آگ سے	کل کی جانب پاے جاتا جزو ہے
ہم ز آتش زادہ بودند آن خسان	حرف میراثنا ز نار و دخان	ابھی وہ سگ پیدا ہوئے تھے آگ سے	دود و آتش کی وہ باتین کرتے تھے
آتشے بودند مومن سوز و بس	سوخت خود را آتش ایشان چو خس	یک آتش تھی وہ مومن سوز بس	اپنی آتش مین جلے وہ مثل خس
آنکہ او بودست ام الہاویہ	ہاویہ آمد مر او را زاویہ	جو کوئی ٹھہرا ہے ام الہاویہ	ہاویہ ہی ہوگا اُس کا زاویہ

۵۱ یہ عجب کیا الخ ۲ شعر یہ عجائبات اُس بادشاہ جہود نے دیکھے مگر طنز و انکار کو نہ چھوڑا ناصحون نے کہا کہ تو اتنا ظلم نہ کر قتل کرنا چھوڑ کہ فعل بد ہے اور اُس آتش ظلم مین اپنی جان کو نہ جلا پس ناصحون کو اُس نے قید کر دیا گویا ایک ظلم پر اور ظلم کیا غیب سے آواز آئی کہ اب ظلم حد سے گذر گیا تحمل کیے گئے کہ میرا قہر اب پہنچا بعد چالیس گز آتش بلند ہوئی اور ان جہودون کو گھیر کر جلا دیا واضح ہو کہ جو ظلم غیر پہ اسیطے کرتا ہے آخر کو خود اسی ظلم مین گرفتار رہتا ہے کیونکہ یہ عالم جائے مکافات ہے اسی واسطے خداوند عالم نے ظالمون کی جگہ دوزخ کی ہے کہ دوزخ پیدا ہوئے ہین اور ظالمون کو دوزخ کھینچتا ہے چنانچہ اسی کا آگے بیان ہے عیاذاً باللہ ۔ ۵۲ اصل انکی الخ ۵ شعر اُن جہودون ظالم کی جا اول سے اصل آتش تھی آخر کو وہ اپنی اصل کو گئے وہ گروہ آتش سے پیدا ہوا تھا سو اسطے جزو اپنے کل کی جانب جاتا ہے جو کہ وہ گروہ آگ سے پیدا ہوا تھا اسلیے آگ کی باتین کرتا تھا یعنی ظلم آتش سے جلانیکا کرتا تھا گویا وہ ایک آتش مومن سوز تھا کہ اپنی آتش مین وہ خود جلا تھا جس کسی کا ٹھکانا ہاویہ یعنی دوزخ ہے آخر کو اسکی ہاویہ قیام گاہ ہے چنانچہ مولانا آگے رہ نہ فرماتے ہین واضح ہو کہ اس قول مولانا سے ثابت ہوا کہ خداوند عالم نے کفار کو جنس نار دوزخ سے پیدا کیا ہے پس انجام کو وہ اپنی اصل کو جاوینگے اور ہمیشہ دوزخ مین رہینگے اور مسلمانون کو جنس جنت سے پیدا کیا ہے وہ اپنی اصل کو جاوینگے اور ہمیشہ جنت مین رہینگے چونکہ جنس کو جنس مین تکلیف نہین ہوتی پس کفار دوزخ مین کیونکر تکلیف پائینگے جیسے مرغابی کو پانی مین تکلیف نہین ہوتی ہے اور مرغ ہوائی کو تکلیف ہے ہان مسلمان بسبب گناہون کے جو دوزخ مین واسطے تھوڑے دن کے ڈالے جائینگے تکلیف انکو ہو تو درست ہے کہ وہ غیر جنس دوزخ کے ہین ورنہ کرم سمندر کو آتش مین راحت ہے پس یہ راز عقل سے باہر ہے اسکو اہل کار جانتے ہین زیادہ اسکو مین نہیں لکھ سکتا کہ شرع مانع ہے فہم من فہم ۔

مادر فرزند جویان وی است / اصلها مر فرعها را در پی است
آب اندر حوض گر زندانی است / باد نشفش میکند کارکانی است
می رہاند می برد تا معدنش / اندک اندک تا نہ بینی بردنش
وین نفس جانہای ما را ہمچنان / اندک اندک دزدد از حبس جہان
تا الیہ یصعد اطیاب الکلم / صاعدا منا الی حیث علم
ترتقی انفاسنا بالانتقا / متحفا منا الی دار البقا
ثم یاتینا مکافات المقال / ضعف ذاک رحمۃ من ذی الجلال
ثم یلجینا الی امثالہا / کی ینال العبد مما نالہا
ہکذا تعرج و تنزل دائما / ذا فلا زالت علیہ قائما
پارسی گوئیم یعنی این کشش / زان طرف آید کہ آمد آن چشش
چشم ہر قومی بسوئی ماندہ است / کان طرف یکروز ذوقی راندہ است
ذوق جنس از جنس خود باشد یقین / ذوق جزو از کل خود باشد ببین

مادر اپنے طفل کی جویان رہے / اصل بس ہوتی ہر اپنے شاخ کے
حوض مین قیدی اگرچہ آب ہے / باد اسے کھینچے کہ ہر اک کان سے
اسکو معدن تک اڑا لیجاتی ہے / تھوڑا تھوڑا تا نہ لے جانا دکھے
اسطرح یہ دم چرائے جان کو / تھوڑا تھوڑا قید سے عالم کے دم
چڑھتا ہے اسکی طرف اچھا کلام / ہمسے۔ اور وہ جو ہر دانائے تمام
چڑھتے ہین بانفاس تا دار البقا / تحفے لیجاتے ہین ہم سے اتقا
دیتا ہے ہم کو مکافات مقال / اس سے دونی وہ خداوند جلال
ہمکو دے پھر غیبت حسن کلام / تا کہ پائین ہم وہ جو پایا مدام
حشر تک چڑھتے اترتے ہین یونہی / کم نہین ہوتی ہے یہ حالت کبھی
فارسی کہتا ہون یعنی یہ کھنچاؤ / اسطرف سے ہو جہانسے ہر گاؤ
آنکھ ہر اک قوم کی اس سو ہے / کہ جہان اک روز پایا ذوق ہے
جنس کو ہے ذوق اپنے جنس سے / جزو رکھتا ذوق اپنے کل سے ہے

سلہ مادر اپنے طفل کی الخ ۹ شعر جیسے مادر اپنے بچون کو ڈھونڈھتی ہے اور اصل اپنی شاخ کے درپے رہتی ہے حوض مین اگرچہ آب قید ہے باد اسے کھینچتی ہے کہ وہ ایکدن ہی کان سے ہے یعنی آب باد ایک اصل سے ہین اسواسطے اپنی جنس کو کھینچتی ہے اور لیجاتی ہے اسکو معدن تک تھوڑا تھوڑا کر کے لیجاتی ہے اسکو کوئی نہین دیکھتا ہے چنانچہ مولانا اسکے حقائق بیان فرماتے ہین کہ اسیطرح باد دم جان کو چراتی ہے تھوڑا تھوڑا قید اس جہان سے روز اسکی طرف اوپر کو کھینچتا ہے کلام پاک اور جاتا ہے اس مکان تک کہ حق جانتا ہے اور جاتے ہین قول ہمارے ہمراہ کر دو تحفہ ہین قیامت تک اور بعد پہونچنے دو گونہ جزا اقوال و دوچند آتی ہے حضرت حق سے بعدہ بیقرار ہمکو کرتی ہے وہ جزا دونی اتقین تو مومن کی طرف کرتا وہی بدلا دو چند پھر ہمکو دے اسیطرح انفاس اوپر چڑھتے ہین اور بس یہی عروج نزول تا قیامت رہتا ہے یعنی انفاس پاک انسان کے ہر دم اصل تک جاتے ہین وہ عوض اسکے دو چند رحمت حق کی لاتے ہین اور پھر دو چند انفاس جاتے ہین اور چار چند آتے ہین تا قیامت کہ اسکے حساب کی کچھ انتہا نہین ہے اب فارسی مین مولانا اسکو بیان فرماتے ہین واللہ اعلم ۱۲ سلہ فارسی مین الخ ۱۳ شعر فارسی مین راز مین کہتا ہون کہ یعنی کشش ادھر سے ہے کہ جدھر سے عشق ہے اور آنکھ اسطرح سے ہوتی ہے کہ جہان ایک روز ذوق پایا ہے وہ نتیجہ یہ کہ مولانا یہان جذب جان کا اشارہ بیان فرماتے ہین کہ جب طالب کی جان بعد تزکیہ و تصفیہ کے بمقام تشبیہ لذت سیر تخلیہ کی جس پتے مین یعنی انسان یا مرد یا زن یا بچہ جو ہو یا دوا یا صدائے نغمہ یا بوئے خوش مین پاتی ہے ہر دم وہر لحظہ اسکی تلاش مین رہتی ہے گویا یہی نتیجہ شغل کا ہے اور اصل مین شغل اسی کو کہتے ہین جان طالب کی انکشاف کرکے اس تماشہ مین رہے یہ سیر دید کی ابتدا ہے فافہم ۱۲ سلہ جنس کو ہے ذوق الخ ۱۴ شعر جنس کو ذوق اپنی جنس سے ہے اور جزو ذوق اپنے کل سے رکھتا ہے یا شاید وہ جنس کے قابل ہو اور جو اس سے ملا تو اسکی جنس کے جیسے آب و نان ہماری جنس نہ تھی اور جنس ہماری ہو کر قوت بجود دی مگر جنسیت آپ نہین رکھتا ہے مگر اعتبار اسکے کہ جنس جان اور اگر بجز غیر جنس سے ذوق ہو تو وہ شاید مانند ہماری جنس کے ہو اور جو کہ مانند ہے وہ عارضی ہے اور عارضی شے باقی نہین رہتی انجام کار اسکی مثال مولانا فرماتے ہین کہ جیسے مرغ کو اگرچہ سیٹی سے ذوق ہوتا ہے مگر جنس اپنی نہین پاتا ہے تو متنفر ہوتا ہے مثال دوسرے تشنہ کو اگرچہ سراب دیکھ کر ذوق ہوتا ہے جبکہ وہان پہونچتا ہے تو بھاگتا ہے تلاش پانی مین کیونکہ سراب مانند آب کے اور سیٹی مانند آواز مرغ کے ہے پس مرغ اور تشنہ اسکی مرغ کے مانند دیکھکر دوڑتے ہین اور نہ پا کر ہاتھ کے بھاگتے ہین مثال تیسری جیسے مفلس اگرچہ کھوٹے طلا کو دیکھکر خوش ہوتا ہے مگر دکان صراف مین رسوا ہوتا ہے تا کہ تجھکو گمراہ نہ کرے اور دغا کر کے چاہ مین تجھکو نہ ڈالے یعنی اپنے کو مانند مرشدان کامل کے جبہ و دستار سے آراستہ کرکے باتین کامل کی بیان کرتے ہین یہ جنس غیر جنس ہے اور ناقابل کو مثل زر خالص ہے اگر کامل نہ کرو ورنہ دار الضرب آخرت مین تو رسوا ہوگا اور اسکے نفس اپنی سمجھ و تعین پر پڑیگا جیسے کہ شیر خرگوش کے مکر و دغا سے بسبب کج فہمی کے چاہ مین ڈوبا چنانچہ مولانا اس شیر کی حکایت آگے لکھتے ہین فافہم ۱۲

تا مگر آن قابل جنسے بود ۔ چون بدو پیوست جنس او شود
ہمچو آب و نان کہ جنس ما نبود ۔ گشت جنس ما و اندر ما فزود
نقش جنسیت ندارد آب و نان ۔ ز اعتبار آخر آن را جنس دان
ور ز غیر جنس باشد ذوق ما ۔ آن مگر مانند باشد جنس را
آنکہ مانند ست باشد عاریت ۔ عاریت باقی نہ ماند عاقبت
مرغ را گر ذوق آید از صفیر ۔ چونکہ جنس خود نیابد شد نفیر
تشنہ را گر ذوق آید از سراب ۔ چون رسد در وے گریزد جوید آب
مفلسان گر خوش شوند از زر قلب ۔ لیک آن رسوا شود در دار ضرب
تا زر اندودیت از رہ نفگند ۔ تا خیال کژ ترا چہ نفگند

تا کہ شاید جنس کے قابل ہووہ ۔ جو ملا اس سے تو اسکی جنس ہو
جنس انسان جیسے آب و نان نتھی ۔ جنس انسان ہو کے قیمت ہمکو دی
شکل جنسیت نہ رکھے آب و نان ۔ اعتبار آخر کو اُس کا جنس جان
گر ہمین ہو ذوق جنس غیر سے ۔ شل ہو شاید ہماری جنس سے
جو کہ ہے مانندہ ہے عاریت ۔ عاریت باقی نہ رہوے عاقبت
ذوق ہو سیٹی سے گرچہ مرغ کو ۔ جو نہ پائے جنس نفرت اسکو ہو
ذوق ہو تشنہ کو گر دیکھے سراب ۔ جو وہان پہونچے تو بھاگے سوے آب
خوش ہو مفلس کھوٹے سکے سے اگر ۔ ہووہ دار الضرب مین رسوا اگر
تا طمع تجھکو نہ کچھ گمرہ کرے ۔ تا نہ چہ مین فکر کج ڈالے تجھے

قصہ نخچیران و بیان توکل و ترک جہد کردن

قصہ شکارون کا اور بیان توکل و ترک کرنا کوشش کا

از کلیلہ باز خوان این قصہ را ۔ و اندران قصہ طلب کن حصہ را
طائفہ نخچیر در صحراے خوش ۔ بود شان با شیر دایم کشمکش
بسکہ آن شیر از کمین در می ربود ۔ آن چرا بر جملہ ناخوش گشتہ بود
حیلہ کردند آمدند ایشان بشیر ۔ کز وظیفہ ما ترا داریم سیر
جز وظیفہ در پے صیدے میا ۔ تلخ بر ما تا نگردد این گیا

پڑھ کلیلہ سے تو اب اس قصہ کو ۔ اور اس قصہ مین پا تو حصہ کو
اک گروہ صید صحرا مین تھا ۔ شیر کے ہاتھون تھا جھگڑے مین پڑا
شیر اُن کو گھات سے تھا مارتا ۔ وہ چراگہ بن گئی اُن کو بلا
حیلہ کرکے آئے وہ نزدیک شیر ۔ کہ رکھین تجھکو غذا سے خوب سیر
تو مقرر کے سوا مت کر شکار ۔ تو نہ ہو رہنا یہان کا ہمکو بار

جواب دادن شیر نخچیران را و بیان خاصیت جہد

جواب دینا شیر کا شکارون کو اور بیان خاصیت کوشش کی

گفت آرے گر وفا بینم نہ مکر ۔ مکرہا بس دیدہ ام از زید و بکر

بولا اچھا گر نہ ہو یہ کوئی مکر ۔ دیکھے اکثر مین نے مکر زید و بکر

ا ؎ یہ قصہ مولانا نے کم ہمتی و کج فہمی طالبون مین فرماتے ہین کہ جان مانند شیر کے ہے اور نفس مانند خرگوش کے جان اپنی کوشش حصول معرفت کو حیلہ سازی توکل نفس سے چھوڑ کر قانع لذات پر رہی اور آخر کار اپنے خیال کج سے خرگوش نفس کے کہنے مین آکر چاہ دنیا مین ہلاک ہوئی چنانچہ قصہ اسکا کتاب کلیلہ دمنہ سے مولانا نے لیکر لکھا ہے کلیلہ و دمنہ گیدڑ رہتے کہ انکی حالت مین کسی حکیم نے ایک کتاب لکھی ہے کہ قصے اسکے عجیب و غریب ہین بس اس کتاب کا نام کلیلہ دمنہ ہے ۱۲ ۲ ؎ پڑھ کلیلہ سے الخ ۲ شعر تو کلیلہ سے اب قصہ کو پڑھ اور قصہ سے ایک حصہ نصیحت حاصل کر کہ ایک صحرا مین گروہ صیدون کا تھا اور وہ شیر کے ہاتھ سے آفت مین پڑا ۱۲ ۳ ؎ شیر ان کو الخ ۳ شعر شیر انکو اکثر گھات کے مارتا تھا کہ چراگاہ اُن پر آفت و بلا تھا حیلہ کرکے وہ سب صید نزدیک شیر کے آئے کہ ہم تجھکو پیٹ بھر کر کھانے کو دین تو ہمکو بجز وظیفہ کے شکار نہ کر اور یہ چراگاہ ہمپر تلخ نہ کر شیر نے جواب دیا ۱۲ ۴ ؎ بولا اچھا الخ ۲ شعر شیر نے کہا کہ اچھا اگر مین وفا دیکھون اور اسباب پر مکر نہ پاؤن کیونکہ مین نے بہت مکر دیکھے ہین زید و بکر کہ انسانون کے قول و فعلون سے مین نے رنج اٹھائے ہین اور سانپ بچھو کے نیش پائے ہین مولانا آگے اسکے حقائق فرماتے ہین کہ نفس کا بچھو اندر گھات کے ہے اور مکر و فریب مین بدتر خلق سے جیسکے کان نے حدیث شریف لا یلدغ المومن من جحر واحد مرتین معنی نہین کاٹا جاتا ہے مومن ایک سوراخ سے دو بار سنی اُسنے اس قول پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بجان و دل قبول کیا ہے یعنی مومن ایک بار تجربہ کرکے پھر دوبارہ دھوکا نہین کھاتا ہے بموجب اس قول کے

من ہلاک قول و فعل مردمم	من گزیدہ زخم مار و کژدمم	قول و فعل انسان کا ہوں مارا ہوا	سانپ بچھو کا ہوں میں کاٹا ہوا
گژدم نفس از درونم در کمین	از ہمہ مردم بتر در مکر و کین	نفس کا بچھو ہے اندر گھات کے	مکر و حیلہ میں ہے بدتر خلق سے
گوش من لایلدغ المؤمن شنید	قول پیغمبر بجان و دل گزید	جبسے ہے لایلدغ المؤمن سنا	قول پیغمبر پہ وہ عامل ہوا

باز ترجیح نہادن نخچیران توکل را بر جہد | پھر غالب رکھنا شکاروں کا توکل کو اوپر کوشش کے

جملہ گفتند اے حکیم باخبر	الحذر دع لیس یغنی عن قدر	بولے[لہ] وہ سب اے حکیم باخبر	چھوڑ تو ڈر سے نہ ٹلتی ہے قدر
در حذر شوریدن شور و شرست	از توکل کن توکل بہترست	خوف میں ہے شور و شر بیحد بھرا	جا توکل کر کہ ہو تیرا بھلا
با قضا پنجہ مزن اے تند و تیز	تا نگیرد ہم قضا با تو ستیز	تو قضا کے ساتھ میں پنجہ نہ کر	تو نہ آمادہ قضا ہو جنگ پر
مردہ باید بود پیش حکم حق	تا نیاید زخم از رب الفلق	حکم حق کے سامنے مردہ تو ہو	تا نہ حق سے رنج پائے اے نکو

باز ترجیح نہادن شیر جہد را بر توکل و تسلیم | پھر غالب رکھنا شیر کا کوشش کو اوپر توکل و تسلیم کے

گفت آری گر توکل رہبرست	این سبب ہم سنت پیغمبرست	سچ ہے گر رکھے توکل برتری	یہ سبب ہے سنت پیغمبری
گفت پیغمبر بآواز بلند	با توکل زانوی اشتر ببند	یہ کہا حضرت نے بابانگ بلند	کر توکل پر شتر کو پائے بند
رمز الکاسب حبیب اللہ شنو	از توکل در سبب کاہل مشو	رمز الکاسب حبیب اللہ سنو	نے توکل سے سبب میں سست ہو
رو توکل کن تو با کسب اے عمو	جہد می کن کسب مے کن موبمو	جا توکل کسب کے تو ساتھ کر	جہد کو تو کسب کر تو بیشتر
جہد کن جدے نما تا وارہی	ور تو از جہدش بمانی ابلہی	جہد و کوشش کر کہ آفت سے بچے	چھوڑ دے کوشش تو تو دیوانہ ہے

باز ترجیح نہادن نخچیران توکل را از جہد و کسب | پھر غالب رکھنا شکاروں کا توکل کو اوپر کوشش و کسب کے

قوم گفتندش کہ کسب از ضعف خلق	لقمہ تزویر دان بر قدر حلق	قوم بولی[لہ] کسب ضعف خلق سے	مکر کا لقمہ ہے لائق حلق کے

لہ بولے وہ سب الخ ۹ شعر سب نے مل کر کہا کہ اے حکیم باخبر جہد و حزن کو کر دو قضا و قدر کو دفع نہیں کر سکتا کیونکہ خوف کے اندر شور و شر بھرا ہے۔ جا توکل کر کہ توکل بہتر ہے اور قضا کے ساتھ پنجہ نہ ڈال کہ قضا برسر مقابلہ نہ آجائے بلکہ حکم حق کے روبرو تو مردہ رہ کہ حق تجھکو رنج میں نہ ڈالے گویا توکل برتری رکھتا ہے لیکن سبب بھی پیغمبری کی سنت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز بلند فرمایا ہے تو توکل پر شتر کا پاؤں باندھ تذکرہ اسکا یہ ہے کہ ایک شخص نے اصحاب کرام سے اپنے شتر کو مہار ابن چھوڑا اور کہا توکلت علی اللہ یعنی توکل کیا میں نے اوپر اللہ کے جناب رسالتمآب نے سنکر فرمایا کہ اعقلہا و توکل علی اللہ یعنی پاؤں باندھو اُسکا اور توکل کرو اوپر اللہ کے سنو رمز الکاسب حبیب اللہ یعنی یقین کر کہ کسب کرنیوالا دوست اللہ کا ہے اور توکل سے اندر سبب کے سست نہ ہو تو جا توکل ہمراہ کسب کے اور جہد و کوشش زیادہ کر کہ آفت سے بچے اور اگر یہ کریگا تو احمق ہوگا گویا شیر نے جہد کو توکل پر بموجب حدیث شریف کے غالب کیا ۱۲

لہ قوم بولی الخ ۳ شعر قوم نے شیر سے کہا کہ منشاء کسب ضعف ایمان خلق کی وجہ سے ہے کسب کو تو لقمہ مکر کا جان لائق حلق کے کسب بسبب ضعف ایمان کے پیدا ہوا ہے اور غیر پر تکیہ کرنا توکل میں خطا ہے کسب میں توکل کرنا بہتر ہے اور وہ توکل کیلئے خود کو سونپنا یہ محبوب تر ہے مولانا اسکی مثال میں فرماتے ہیں اُسنے توکل کو چھوڑا اور موسیٰ علیہ السلام کے نہ پیدا ہونے میں کوشش کی اُس کی وہ کوشش اُس کے سر کا وبال جان ہوئی چنانچہ آگے مولانا فرماتے ہیں فافہم ۱۲

پس بدانکہ کسبہا از ضعف خلقست — در توکل تکیہ بر غیرے خطاست
نیست کسبے از توکل خوبتر — چیست از تسلیم خود محبوبتر
بس گریزند از بلا سوے بلا — بس جہند از مار سوے اژدہا
حیلہ کرد انسان و حیلہ اش دام بود — آنکہ جان پنداشت خون آشام بود
در ببست و دشمن اندر خانہ بود — حیلۂ فرعون زین افسانہ بود
صد ہزاران طفل کشت آن کینہ کش — وانکہ او می جست اندر خانہ اش
دیدۂ ما چون بسے علت دروست — رو فنا کن دید خود در دید دوست
دید ما را دید او نعم العوض — ہست اندر دید او کلی غرض
طفل تا گیرا و تا پویا نبود — مرکبش جز گردن بابا نبود
چون فضولی گشت و دست و پا نمود — در عنا افتاد و در کور و کبود
جانہاے خلق پیش از دست و پا — می پریدند از وفا سوی صفا
چون بامر اہبطوا بندی شدند — حبس خشم و حرص و خرسندی شدند
ما عیال حضرتیم و شیر خواہ — گفت الخلق عیال للاله
آنکہ او از آسمان باران دہد — ہم تواند کو ز رحمت نان دہد

کسب پیدا ضعف کے باعث ہوا — غیر پر تکیہ توکل میں برا
کسب کچھ اچھا توکل سے نہیں — خو ہم کیا تسلیم سے بہتر کہیں
ہیں[1] بلا سے بھاگتے سوئے بلا — سانپ سے جاتے ہیں سوئے اژدہا
جو کیا حیلہ وہ حیلہ دام تھا — جان جسکو جانا دشمن کا کام تھا
گھر میں دشمن بند دروازہ کیا — حیلۂ فرعون اسی قصہ سے تھا
قتل بس کینہ سے بچوں کو کیا — جستجو جسکی تھی وہ گھر میں رہا
آنکھ[2] میں نقصان ہماری ہیں بھرا — دید حق میں دید اپنی کر فنا
دید اپنی کو ہے دید اُس کی عوض — دید اسکی اپنی ہے کلی غرض
بچہ جبتک بولتا چلتا نہ تھا — باپ کی گردن ہی گھوڑا اسکا تھا
جب نکالے دست و پا ہو کر جوان — رنج و آفت میں پڑا وہ ناگہان
دست و پا سے پہلے جی انسان کا — بس وفا سے اڑتا تھا سوئے صفا
اہبطوا کی قید جب اسیر لگے — قید غصے حرص و شادی کی لگی
ہم عیال حق ہیں اور ہیں شیر خوار — ہے الخلق عیال للاله
آسمان سے پانی جو برسائیگا — نان بھی رحمت سے وہ دلوائیگا

دیگر بار بیان کردن شیر ترجیح جہد بر توکل

پھر بیان کرنا شیر کا غلبہ کوشش کا اوپر توکل کے

[1] ہیں بلا سے الخ ۳ شعر انسان چھوٹی بلا سے بھاگتے ہیں طرف بڑی بلا کے اور سانپ سے بھاگ جاتے ہیں طرف اژدہا کے جو حیلہ کیا وہ دام تھا جان جسکو جانا وہ دشمن تھا دشمن گھر میں تھا اور دروازہ بند کر لیا حیلہ فرعون کا اسی قصہ سے تھا یعنی فرعون نے حضرت موسیٰ کی وجہ سے بہت سے بچوں کو مار ڈالا حالانکہ خود موسیٰ اُسکے یہاں موجود تھے وہی تدبیر اُس کو وبال جان ہوئی اسیطرح مخلوق خدا پر توکل نہیں کرتی ہے اور دشمن جیسے کہ نفس امارہ ہے گھر میں جسم کے موجود ہے وہ تدبیر انکے لیے بلائے جان ہوتی ہے پس توکل کرنا بہتر ہے کوشش سے چنانچہ ثبوت اسکا آگے فرماتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ [2] آنکھ میں نقصان الخ ۸ شعر آنکھ میں ہماری نقصان ہے یعنی ہماری دید کو تو فنا کر کیونکہ دید ہماری کو دید اسکی عوض ہے اور دید ہماری کل غرض ہے یعنی جبتک ہم کو راز سے آگاہی نہیں ہے توکل خدا پر کرنا چاہیئے کہ وہ آگاہ ہے کیونکہ ہماری آنکھ کی جا پر آنکھ حق کی کام دیگی اور دیکھو غرض آگاہ ہونا حق سے ہے اسواسطے توکل خدا پر کرنا اپنی کوشش کرنے سے بہتر ہے جب آگاہ ہو تو اسی وقت کوشش درست ہے جیسے طفل جبتک بولتا چلتا نہیں تھا تو اپنے باپ کی گردن پر چڑھا رہتا ہے جبکہ ہاتھ پاؤں جوان ہوکر نکالے تو رنج و آفت جہان میں پڑا اول جان انسانوں کی طرف خدا کے اڑتی تھی جبکہ اہبطوا کی قید جان پر لگی حرص و غم شادی میں پڑی شان نزول آیہ کا یہ ہے کہ جب آدم علیہ السلام سے گناہ صادر ہوا تو خداوند عالم نے فرمایا آیہ کریمہ وقلنا اہبطوا بعضکم لبعض عدو یعنی آدم و حوا ابلیس و مار طاؤس کو ہم نے کہا نیچے اترو اور زمین کے اس حال میں کہ بعضے تمہارے واسطے بعضوں کے دشمن ہوں پس اسی طور پر جانوں کو خداوند عالم نے اپنے قرب و جوار رحمت سے انتہائے دنیا میں ڈالا پس ہم سب خدا کے عیال شیر خوار ہیں بموجب حدیث شریف الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی من احسن الی عیالہ یعنی خلق عیال خدا کی ہے اور محبوب تر خلق کا نزدیک خدا کے وہ کوئی ہے کہ جسکا عیال اچھی کی ہے اور عیال پرورش کرتے ہیں کہ جسکو غلہ دلایا ہے جو آسمان سے پانی برسائیگا وہ روٹی بھی رحمت سے کھانے کو دیگا پس توکل بہر کیف اولیٰ ہے واللہ اعلم ۱۲

گفت شیر آرے ولے رب العباد — نردبانے پیش پائے ما نہاد
پایہ پایہ رفت باید سوئے بام — ہست جبری بودن اینجا طبع خام
پا بداری چون کنی خود را تو لنگ — دست داری چون کنی پنہان تو چنگ
خواجہ چون بیلے بدست بندہ داد — بے زبان معلوم شد او را مراد
دست ہمچون بیل اشارتہائے او — آخر اندیشی عبارتہائے او
چون اشارتہاش را بر جان نہی — در وفائے آن اشارت جان دہی
پس اشارتہاش اسرارت دہد — بار بردارد ز تو کارت دہد
حاملے محمول گرداند ترا — قابلے مقبول گرداند ترا
قابل امرِ وی قابل شوی — وصل جوئی بعد از آن واصل شوی
سعی شکر نعمتش قدرت بود — جبر تو انکار آن نعمت بود
شکر نعمت نعمتت افزون کند — کفر نعمت از کفت بیرون کند
جبر تو خفتن بود در رہ مخسپ — تا نبینی آن در و درگہ مخسپ
ہان مخسپ اے جبری بے اعتبار — جز بزیر آن درخت میوہ دار

شیر بولا ٹھیک پر اللہ نے — سیڑھی ایک رکھی ہے پیچھے پاؤں کے
پایہ پایہ اس سے جائے سوئے بام — جبری ہوتا ہے یہاں پر طبع خام
پاؤں رکھتا ہے تو کیوں ہوتا ہے لنگ — ہاتھ رکھتا ہے نہ کر پوشیدہ جنگ
بیلچہ آقا نے نوکر کو دیا — بے زبان اس پر کھلا سب مدعا
ہاتھ کو بھی سمجھ تم اک بیلچا — عاقبت بینی ہے اس کا مدعا
جو اشارے اسکے تو دل میں رکھے — اس اشارے کی وفا میں جان دے
ان اشاروں سے کھلے جو بھید راز — کام بنجائے ترا کم ہو گداز
حاملی محمول کر دیگی تجھے — قابلی مقبول کر دیگی تجھے
حکم ماننے اسکا تو قابل ہو تو — وصل ڈھونڈھے بعد واصل ہو تو
سعی کرنا شکر نعمت حق کا ہے — جبر ہے انکار بس نعمات سے
شکر نعمت سے تری نعمت بڑھے — کفر نعمت سے تری نعمت گھٹے
جبر تیرا رہ میں سونا ہے نہ سو — جبتک اسکا اک مکاں دیکھے نہ تو
ہاں نہ سو اے جبری بے اعتبار — سوئیے تو سو زیر نخل میوہ دار

سلہ شیر بولا الی آخرہ ۱۳ شعر شیر نے کہا کہ بات سچ ہے لیکن خدا نے نردبان آگے پاؤں کے رکھی ہے اس سے پایہ پایہ کر کے طرف بام کے چڑھنا چاہیے ورنہ طبع خام یہاں پر جبری حال جبر کا اوپر لکھا پاؤں رکھتا ہے تو کیوں لنگڑا ہوتا ہے اور ہاتھ رکھتا ہے کیوں پوشیدہ جنگ کرتا ہے یعنی خداوند عالم نے دنیا میں اسباب پیدا کیے ہیں اور سبب اس کے متعلق کیے ہیں پس سبب کو کیوں نہیں طلب کرتا ہے کیونکہ دین کی غرض کوشش ہے پس اے طالب وصول الی اللہ میں تو کوشش کر کہ حق تعالے نے اشارات اپنی معرفت کے واسطے پیدا کیے ہیں جو اشارات معلوم کرے گا اس کو اسرار معلوم ہوں گے ۲۰ سلہ بیلچہ الی آخرہ ۹ شعر جیسے بیلچہ آقا نے غلام کو دیا غلام نے بے کہے اس کی غرض کو جان لیا کہ زمین کھود تو کو کہتا ہے ہاتھ کی بشارت مثل بیلچہ کے ہے اگر تو اس کی بشارت کو دل میں رکھے تو اس اشارت کے وفا کرنے میں تو جان دیدے اگر تیری اس کی وفاداری اشارت میں جائے تو اس کی وفاداری میں جان بھی دے ۲۴ سلہ جبر تیرا الخ ۵ شعر تیرا جبر راہ میں سونا ہے تو نہ سو جب تک اس مکان کو نہ دیکھے ہاں مت سو اے جبری بے اعتبار اور اگر سوتا ہے تو زیر درخت میوہ دار کے سوتا ہوا شاخ سے میوہ ٹپکے کہ ہر دم منہ پر خفتہ کے از راہ وفا کے ڈالے جبر سونا ہے درمیان رہزنوں کے پس مرغ بے ہنگام کب امان پا سکتا ہے اگر تو اشاروں کو نہ مانیگا تو زن ہے اور خود کو مرد جانتا ہے پس یہاں جبر سے مراد غفلت بر حق ہے بلکہ چاہیے کہ جد و کوشش کرے اور مکان سے مراد غفلت ہے اور راہ سلوک یعنی راہ سلوک میں اگر کسی مقام مخوف میں تو غافل بسبب جذبے سو تو زیر درخت میوہ دار کے سو کہ مراد تقاضائے جان سے ہے اور غفلت مثل مرغ بے ہنگام کے ہے جو دنیا کی ہلاکت میں ڈالتی ہے از بحر العلوم اور سالک اس غفلت سے رجعت میں پڑتا ہے رجعت سلوک میں لوٹ آنیکو کہتے ہیں اور سالک سکیں کہتے ہیں کہ راہ سلوک میں آگے بڑھتا جائے اور دانا اس کو کہتے ہیں کہ بسبب کسی غفلت کے راہ سلوک میں ٹھہر جائے اور راجع اسکو کہتے ہیں کہ وہ پیچھے لوٹ گئے چنانچہ ذخیرۃ الفوائد میں تحریر ہے حضرت محبوب الٰہی صاحب قدس سرہ کے لکھا ہے کہ راہ سلوک کے مدارج کے سات درجے ہیں اعراض حجاب سلب مزید سلب قدیم تسکین حرمانیت یعنی بار بسبب غفلت نقصانی سالک کے ناخوش ہو کر اول مالک حق سے پھر جاتا ہے پھر عرض یعنی منہ گردانی کرتا ہے اور پھر حجاب یعنی پردہ ڈال دیتا ہے اور پھر سلب مزید یعنی لذت عبادات چھپا تا ہے اور پھر سلب قدیم یعنی عبادت مطلق چھڑا دیتا ہے اور پھر تسکین یعنی طلب سے مطمئن کر دیتا ہے اور پھر عداوت کرتا ہے اگر اسی حالت میں تو بہ قبول نہیں ہوتی اس حالت جو نہ جانے وہ غیرت ہے مرد راہ خدا نہیں ہے نعوذ باللہ منہا۔

تا کہ شاخ افشاں کند ہر لحظہ باد — بر سر خفتہ بریزد نقل و زاد
جبر خفتن در میان رہزناں — مرغ بے ہنگام کے یابد اماں
در اشارتہاش را بینی زنے — مرد پنداری چو بینی زنے
آں قدر عقلیکہ داری گم شود — سر کہ عقل ازوی بپرد دم شود
زانکہ بے شکری بود شوم و شنار — مے برد بے شکر را در قعر نار
گر توکل می کنی در کار کن — کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

شاخ سے ٹپکائے ہر دم تا ہوا — منہ پہ خفتہ کے جو میوہ ہے لگا
جبر سونا ہے میان رہزنان — مرغ بے ہنگام کب پائے اماں
گر اشاروں کو نہ مانے اُسکے تو — زن ہے تو اور مرد جانے آپکو
عقل گم ہو جس قدر کہ تو رکھے [۱] — عقل جس سر سے کہ جائے دم ہے وہ
جو کہ بے شکری ہے عیب و ننگ ہے — آگ میں بے شکر کو داخل کرے
گر توکل کرتا ہے کاموں میں کر — کسب کر اور کر نظر جبار پر

باز ترجیح نہادن نخچیران توکل را بر جہد — پھر غالب رکھنا شکاروں کا توکل کو اوپر کوشش کے

جملہ با وے بانگہا برداشتند — کاں حریصان کایں سبب ہا کاشتند
صد ہزار اندر ہزاراں مرد و زن — پس چرا محروم ماندند از زمن
صد ہزاراں قرن ز آغاز جہاں — ہمچو اژدرہا گشادہ صد دہاں
مکرہا کردند آں دانا گروہ — کہ ز بن برکندہ شد زاں مکر کوہ
کردہ مکر و حیلہ آں قوم خبیث — در زمان ہا در نداری این حدیث
کرد وصف مکرشاں را ذوالجلال — لتزول منہ اقلال الجبال

سب لگے کہنے کہ تجھ سے کیا کہیں — ان حریصوں نے سبب بوئے ہیں
یہ ہزاروں مرد و زن آفاق میں — کس لئے مایوس اور محروم ہیں
اکثر آغاز جہاں سے خلق میں — سو دہن کھولے مثال اژدہے ہیں
مکر وہ اس دانا فرقے نے کیے — کوہ بھی اپنی جگہ سے ہل گئے
مکر جو وہ کیے اس قوم نے — گر نہ ہو اس بات کا باور تجھے
ذکر فرماتا ہے انکا ذوالجلال — لتزول منہ اقلال الجبال

[۱] عقل گم ہو جس قدر کہ تو رکھتا ہے جس سر سے عقل گئی وہ سر نہیں ہے دم ہے جو کہ بسبب عیب و ننگ کے بے شکری کرے حق تعالے آگ میں بے شکر کو ڈالیگا کیونکہ ترک عمل کرنا اشاروں سے بے شکری ہے اور بے شکری کے واسطے دوزخ ہے اگر توکل کرتا ہے کاموں میں کر اور کسب کرکے نظر رکھ جبار پر کہ اس کام کو انجام پر پہونچائے واللہ اعلم ۱۲ [۲] سب لگے کہنے الی آخرہ ۱ شعر سب کہنے لگے کہ ہم تجھ سے کیا کہیں یہ سب سبب حریصان دنیا نے پیدا کیے ہیں لاکھوں مرد و زن دنیا میں کس واسطے مایوس و محروم ہیں اگر کسب میں اثر ہے تو سب اہل دنیا برابر آسودہ رہتے کوئی مفلس اور کوئی آسودہ کیوں ہوتا سیکڑوں ہیں کہ کسب کرتے ہیں اور آسودہ رہتے ہیں اکثر مفلسی میں ابتداے دنیا سے مانند اژدہا کے منہ کھولے ہیں اور رکھا تا اُن کو بے سعی و کوشش پہونچتا ہے جیسے اژدہا ہے کہ جابجا پھرا نہیں جاتا اور رزق اُس کو رازق بھیجتا ہے دانا انسان نے بہت مکر کیے اور پہاڑوں کو جڑ سے اکھیڑا اور مکر و حیلہ بہت کیے اس قوم نے اگر یقین تجھ کو میرے کہنے سے نہیں ہے تو خداوند عالم کر ان کا فرماتا ہے لتزول منہ اقلال الجبال یعنی منصوبہ کران کے مکر سے گرایا پہاڑوں کو یہاں مراد کوہ سے دین ہے یعنی کفاروں نے دین کے نفی میں بہت کوشش و جہد کیا مگر کچھ نہ ہوا جو لکھا تھا اول سے قسمت میں وہی صورت عمل میں آئی پس وہ تدبیروں سے عاجز ہوئے اور حکم قضا سے ناچار ہوئے تو سب کو بجز ایک کام کے مت جان اور جہد و کوشش کو بجز ایک وہم کے مت جان یعنی اس کسب و جہد کا ایک نام ہی نام ہے اصل میں توکل ہے کیونکہ بہ نسبت توکل کے حق نے امر صریح فرمایا ہے بموجب آیہ کریمہ ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ یعنی جس کسی نے توکل کیا اوپر اللہ کے پس وہ کافی ہے اور بہ نسبت کسب کے اشارت میں فرمایا ہے پس صریح اشارات سے غالب ہے بحر العلوم اب مولانا اس کسب کی تردید میں مثالاً ایک قصہ آگے تحریر فرماتے ہیں کہ وہ مرد جان بچانے کو تخت سلیمان علیہ السلام سے ہندوستان کو بھاگا اگر جابر نہیں ہوا تو کچھ کوشش اس کی کام نہ آئی واللہ اعلم ۱۲

جز ہماں قسمت کہ رفت اندر ازل ... روئے ننمود از شکال واز علل
جملہ افتادند از تدبیر کار ... ماند کار و حکمہائے کردگار
کسب جز نامی مداں اے نامدار ... جہد جز وہمی مپندار اے عیار

جو کچھ قسمت میں تمہارا روز ازل ... وہ ہی ظاہر پس ہوا شکل و علل
پس وہ سب تدبیر سے عاجز ہے ... اور رہو سے عاجز خدا کے حکم سے
کسب کو جز نام مت جان اے نکو ... جہد کو جز وہم کے مت جان تو

نگریستن عزرائیل علیہ السلام بر مردے وگریختن او در سرائے سلیمان علیہ السلام و تقریر ترجیح توکل بر جہد و کوشش

دیکھنا عزرائیل علیہ السلام کا ایک شخص کو اور بھاگ آنا اسکا بیچ خدمت سلیمان علیہ السلام کے اور تقریر غلبہ توکل کی کوشش پر

ساده مردے چاشتگاہے در رسید ... در سرا عدل سلیماں در دوید
رویش از غم زرد و ہر دو لب کبود ... پس سلیماں گفتش اے خواجہ چہ بود
گفت عزرائیل در من این چنیں ... یک نظر انداخت پر از خشم و کیں
گفت ہیں اکنوں چہ میخواہی بخواہ ... گفت فرما باد را اے جان پناہ
تا مرا زینجا بہندستاں برد ... بو کہ بندہ کاں طرف شد جاں برد
پس سلیماں کرد بر باد ایں برات ... برد باد آن مرد را در سومنات
تا ز درویشی گریزانند خلق ... لقمہ حرص و امل زانند خلق
ترس درویشی مثال آں ہراس ... حرص و کوشش را تو ہندستاں شناس
باد را فرمود تا او را شتاب ... برد سوئے خاک ہندستاں بر آب

مرد سادہ[1] صبح کو بیتاب ہو ... پس سلیمان کے گیا دربار کو
زرد رو غم سے تھا نیلے منہ تھا ... پس سلیمان نے کہا کیا حال ہے
بولا عزرائیل نے اس طور سے ... اک نظر کی مجھ پہ از رہ خشم کے
بولے مجھ سے جو خواہش تم کی ہو ... بولا اب تم اس ہوا کو حکم دو
تا مجھے لیجائے ہندستان کو ... ہے یقین مجھکو وہاں پر امن ہو
کی سلیمان نے ہوا پر یہ برات ... لیگئی باد اسکو سوئے سومنات
اس طرح بھاگے ہے خلق افلاس سے ... حرص سے روزی کی جویاں خلق ہے
خوف درویشی ہے مثل اس خوف کے ... جان ہندستاں کو حرص و جہد سے
باد کو فرمایا[2] تا اس کو شتاب ... خاک ہندستاں پہ لےگئی بلا آب

[1] مرد سادہ الخ یعنی ایک مرد احمق صبح کو پاس حضرت سلیمان علیہ السلام کے گیا اور غم سے زرد اور نیلے منہ تھا سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا حال ہے بولا کہ عزرائیل علیہ السلام نے ایسا مجھکو دیکھا از راہ خشم و غضب کے فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے مجھ سے بولا کہ آپ اس ہوا کو حکم دیں کہ وہ مجھے ہندوستان لیجائے یقین ہے کہ میں امن پاؤں سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو حکم دیا تو وہ اسکو لیگئی مولانا اس کے حقائق بیان فرماتے ہیں کہ مخلوق اس طرح افلاس سے بھاگتی ہے اور حرص سے رزق کی کوشش کرتی ہے پس اس خوف کے مانند درویشی جان اور مرد سادہ کے ہندوستان جانے افلاس کو ملک الموت جان کہ حرص کوشش کیطرف جاتی ہے اور توکل حق پر نہیں کرتی ہے واللہ اعلم ۱۲ [2] باد کو الخ یعنی باد کو حکم دیا تو وہ اسکو ہندوستان پر لائی جیسے آب پر یعنی وہ شخص جو اڑ لیا آیا جیسے کوئی پانی پر تیرتا ہے دوسرے روز عزرائیل علیہ السلام جو ملے تو سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ تم نے اس مومن کو خشم سے کس واسطے دیکھا تھا کیا تو کوئی اے نیک خدا یہ نادر بیرحم ہے کس واسطے کیا ہے کہ تا وہ آوارہ ہو گریا در ہے عزرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اے شاہ باکمال خدا نے اسکی عقل کھوئی اور خیال کیا کہ اسطے حق تعالٰی نے مجھکو حکم دیا کہ آج ہندوستان میں اسکی قبض جان کر اور میں نے اسکو یہاں دیکھا حیران ہوا اور فکر میں سرگردان تھا کہ اسکے سو پر ہوں تب بھی یہ ہندستان کو نہیں پہونچیگا جب میں بحکم خدا ہندوستان گیا اسکو وہاں پایا اور قبض جان کو کیا اسیطرح تو سب جہان کے کام کو قیاس کر اور آنکھیں کھول کر دیکھ کس سے بھاگیں یعنی خدا سے یہ محال ہے کس سے منھ پھیریں یعنی حق سے پر وبال ہے پس ہوتا یہاں سے توحید بیان فرماتے ہیں کہ وہ محیط ہر شے کا ہے اور ہم میں موجود ہے پس ہم خدا سے کیسے بھاگیں یہ محال ہے اور کس سے منھ پھیریں یعنی حق سے پر وبال ہے واللہ اعلم ۱۲

روز دیگر وقت دیوان و لقا — شہ سلیمان گفت عزرائیل را
کان مسلمان را بخشم از چہ سبب — بنگریدی باز گو ای پیک رب
ای عجب این کردہ باشی بہر آن — تا شود آوارہ او از خانمان
گفتش ای شاہ جہان بی زوال — فہم کژ کردہ نمود او را خیال
کہ مرا فرمود حق کامروز ہان — جان او را تو بہندستان ستان
دیدمش اینجا و بس حیران شدم — در تفکر رفتہ سرگردان شدم
از عجب گفتم گر او را صد پر است — زو بہندستان شدن دور اندر است
چون بامر حق بہندستان شدم — دیدمش آنجا و جانش بستدم
تو ہمہ کار جہان را ہمچنین — کن قیاس و چشم بگشا و ببین
از کہ بگریزیم از خود ای محال — از کہ برتابیم از حق ای وبال

دوسرے دن وہ ملاقی جو ہوئے — شہ سلیمان بولے عزرائیل سے
خشم کو مومن سے اس دم کیا سبب — تمنے دیکھا کچھ کہو اے پیک رب
یہ عجب تمنے کیا ہے اس لیے — تاکہ آوارہ ہو وہ گھر بار سے
بولا اس سے اے شہ والا کمال — عقل کو کج حق نے دکھایا یہ خیال
کہ کہا حق نے مجھے کہ آج ہاں — قبض کر ہندستان میں اسکی جان
دیکھا میں نے اسکو یاں حیران ہوا — اس تفکر سے میں سرگرداں ہوا
تھا تامل میں کہ اسکے پر ہوں سو — تب بھی یہ پہونچے نہ ہندستان کو
میں بحکم حق جو ہندستان گیا — دیکھا واں اسکو تو قبض جاں کیا
اس طرح تو سب جہاں کے کام کو — کر قیاس اور کھول چشم اور دیکھ تو
کس سے بھاگیں ہم خدا سے ہے محال — کس سے ہم پھر جائیں حق سے ہے وبال

باز ترجیح نہادن شیر جہد را بر توکل و فوائد جہد بیان کردن

پھر غالب رکھنا شیر کا کوشش کو اور بیان فائدہ کوشش کا

شیر گفت آری ولیکن ہم ببین — جہدہای انبیا و مرسلین
سعی ابرار و جہاد مومنان — تا بدین ساعت ز آغاز جہان
حق تعالی جہدشان را راست کرد — آنچہ دیدند از جفا و گرم و سرد
حیلہ ہاشان جملہ حال آمد لطیف — کل شی من ظریف ہو ظریف
دامہاشان مرغ گردونی گرفت — نقص‌ہاشان جملہ افزونی گرفت
جہد می‌کن تا توانی ای کیا — در طریق انبیا و اولیا
با قضا پنجہ زدن نبود جہاد — زانکہ این را ہم قضا بر ما نہاد

شیر بولا سچ ہے لیکن دیکھ تو — انبیا کی کوششوں اور جہد کو
سعی ابرار و جہاد مومناں — ابتدا سے آج تک اندر جہاں
انکی کوشش کردی سچ اللہ نے — جو کہ دیکھا گرم و سرد ایام سے
حیلے انکے ہو گئے حال لطیف — کل شی من ظریف ہو ظریف
مرغ گردن پکڑے انکے دام نے — انکے نقصان بنگئے سب فائدے
جب تلک کے ہو سکے کر کوششیں — انبیا و اولیا کی راہ میں
جہد کرنا کچھ نہیں جنگ قضا — کیونکہ یہ ہم پر قضا نے ہے رکھا

ملہ ترجمہ اس شعر کا [illegible] شیر نے کہا [illegible] ہے لیکن تو دیکھ کہ انبیا علیہم السلام کی کوشش و جہد کو اور سعی ابرار و جہاد مومنوں کو ابتدا سے آج تک جہان میں دیکھ انکی کوشش سچ کی اللہ نے جو کچھ دیکھا گرم و سرد زمانہ [illegible] انکے حیلے حال لطیف ہو گئے موجب حدیث شریف کل شی من ظریف ہو ظریف یعنی کل شی اچھے سے اچھی ہے [illegible] انکے نقصان فائدے بنگئے ہیں جب تک تجھ سے ہو سکے کوشش کر طریقہ انبیا و اولیا میں یعنی نبی اللہ واسطے کوشش [illegible] ۵۵ جہد کرنا [illegible] شعر [illegible] جہد کرنا کچھ قضا سے جنگ نہیں ہے کیونکہ قضا نے ہم پر رکھا ہے [illegible] کسی کا [illegible] تو جہد کر [illegible] تو عاجز نہیں ہے طلب مولا میں جہد و کوشش کر [illegible] دنیا کی تلاش [illegible] دنیا میں [illegible] بہتر [illegible] دنیا کے حاصل کرنے میں [illegible] شیطانی [illegible] غالب ہوا [illegible] کام کرے کہ عوام اسکو [illegible] نزدیک خدا کے درست ہے یہ امر بہتر ہے [illegible] مثال [illegible] بیان فرماتے ہیں قاتھم ۱۲

کافرم من گر زیان کردست کس ۔ در رہ ایمان و طاعت یکنفس
ہوں میں کافر گر زیاں ہے کیا ۔ بس کسی کا راہ ایمان میں ذرا

سر شکستہ نیست ہین سر را مبند ۔ یکدو روزے جہد کن باقی بخند
سر نہ ٹوٹا باندھ مت اس سر کو تو ۔ ایک دو دن جہد کر پھر خوش ہو تو

بد محالے جست کو دنیا بجست ۔ نیک حالے جست کو عقبیٰ بجست
بد جگہ ڈھونڈھی جو کی دنیا تلاش ۔ خوش جگہ ڈھونڈھی جو کی عقبیٰ تلاش

مکرہا در کسب دنیا بارد ست ۔ مکرہا در ترک دنیا وارد ست
مکر کرنا کسب دنیا میں برُا ۔ مکر کرنا ترک دنیا میں بھلا

مکر آن باشد کہ زندان حفرہ کرد ۔ آنکہ حفرہ بست آن مکریست سرد
مکر وہ[۵۱] زنداں میں جو دیوے نقب ۔ مکر وہ کیا بند جو کر دے نقب

چیست دنیا از خدا غافل بدن ۔ نے قماش و نقرہ و فرزند و زن
کیا ہے دنیا ہونا غافل یار سے ۔ نے زن و فرزند نے مال سے

مال را گر بہر دین باشی حمول ۔ نعم مال صالح گفت آن رسول
گر تو کر[۵۲] حاصل بہر دین حصول ۔ پاک مال اچھا بتاتے ہیں رسول

آب در کشتی ہلاک کشتی است ۔ آب اندر زیر کشتی پشتی است
آب کشتی میں کرے کشتی تباہ ۔ زیر کشتی آب ہے پشت و پناہ

چونکہ مال و ملک را از دل براند ۔ زان سلیمان خویش جز مسکین نخواند
جو کیا تھا مال کو دل سے جدا ۔ خود سلیمان اسلیے مسکین بنا

کوزۂ سربستہ اندر آب رفت ۔ از دل پر باد فوق آب رفت
منھ بندھا کوزہ جو پانی پر پڑا ۔ دل کی بربادی سے پانی پر بہا

باد درویشی چو در باطن بود ۔ بر سر آب جہان ساکن بود
جسکے[۵۳] دل میں باد درویشی کی ہو ۔ اس جہاں کے آب پر قائم ہو وہ

۵۱ مکر وہ الخ ۲ شعر مکر وہ بہتر ہے جو زندان میں نقب دے اور وہ مکر بد ہے جو نقب کو بند کر دے یہ جہان دنیا زندان ہے اور ہم قیدی ہیں تو اس زندان میں نقب دے کر باہر نکل اور دنیا کیا ہے خدا سے غافل ہونا ہے زن و فرزند اور ملک و مال دنیا نہیں ہے یعنی غفلت حق کو دنیا کہتے ہیں مثلاً کوئی شخص خدا سے غافل ہے اور زر و مال طلب نہیں کرتا ہے وہ دنیا دار ہے اور کوئی زر و مال طلب کرتا ہے اور خدا سے غافل نہیں ہے وہ تارک الدنیا ہے غرضکہ ترک دنیا سے مراد محبت دنیا کو دل سے دور کرنا ہے اگرچہ ظاہر میں زر و مال سے محبت رکھے یہ مسئلہ نازک ہے بحر العلوم ۱۲ ۵۲ گر تو کر الخ ۲ شعر دین کے واسطے اگر تو زر و مال حاصل کرے بموجب حدیث شریف نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنی پاک مال واسطے پاک مرد کے اچھا ہے یعنی واسطے حج کے یا صلہ رحمی ادائے حقوق نان و نفقہ اہل و عیال کے جمع کرے تو بہتر ہے وہ دنیا نہیں ہے بشرطیکہ اُس کی محبت دل میں نہ ہو مثال اس کی مولانا بیان فرماتے ہیں کہ جیسے آب دریا سے کشتی میں آکے کشتی کو تباہ کرے اور نیچے کشتی کے آب پشت پناہ رہے یعنی زر و مال مثال آب دریا کے ہے اور دل انسان کا مانند کشتی کے اگر محبت مال کی دل میں ہے مثل کشتی کے غرق ہے اور اگر دل میں محبت نہیں رکھتا ہے اور مال و دولت رکھتا ہے تو واسطے جمعیت خاطر کے وہ سلوک میں پشت پناہ ہے جیسے آب کے ہونے سے کشتی کو پشتی روانگی ہے چنانچہ سلیمان علیہ السلام نے مال و دولت کو دل سے جدا کیا تھا اور خود مسکین اس لیے بنے تھے اس کی مثال ارشاد فرماتے ہیں جیسے کوزہ منھ بندھا پانی پر پڑا جو کہ دل میں باد محبت ہے پانی پر پھرے اور آب میں غرق نہ ہو اسی طرح محبان خدا کو جو خودی سے خالی ہو اور ہوائے محبت الٰہی سے پر ہوتے ہیں آب دریا پر چلتے پھرتے ہیں چنانچہ انسان زندہ اگر پانی میں گرے ڈوب کر مرے اور جن کی جان تن سے نکل جائے تو آب پر وہ نعش تیرنے لگے حالانکہ وزن جسم ویسے ہی اُس میں موجود ہے پھر کیوں نعش تیرتی ہے بعد تامل واضح ہوا کہ سبب غرق کا اُس کی جان کا وزن ہے جب جان تن سے نکلی اور بدن کو خلا ہوا تو خالی ہونے پر تیرنے لگا اسی طرح پر دوستان حق کی جان بموجب موتوا قبل ان تموتوا ہوائے محبت الٰہی پر ہوتی ہے اس واسطے پانی پر پھرتا ہے اور غرق نہیں ہوتا ہے چنانچہ مولانا اس کا حال آگے بیان فرماتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ ۵۳ جس کے دل الخ ۲ شعر باد درویشی جس کے دل میں پر ہو وہ اس جہان کے آب پر قائم رہے اور آب اس کو غرق نہ کر سکے کہ نفخ حق اس کے دل پر ہو نفخ حق سے مراد باد من لدن یعنی محبت الٰہی ہے۔ باقی اسکا حال آگے ہے ۱۲ فافہم۔

آب نتواند مرا او را غوطه داد — کش دل از نفخهٔ الٰهی گشت شاد
گرچه جمله این جهان ملک وی است — ملک در چشم و دل او لاشی است
پس هان دل بربند و مهر کن — پر کنش از باد کبر من لدن
جهد حق است و دوا حق است و درد — منکر اندر نفی جهدش جهد کرد
کسب کن سعی نما و جهد کن — تا بدانی سر علم من لدن
گرچه جمله این جهان بر جهد شد — جهد کی در کام جاهل شهد شد
زین نمط بسیار برهان گفت شیر — کز جواب آن جبریان گشتند سیر

آب بس غوطہ اسے کب دے سکا — دل میں اسکے نفخ حق کا جو بھرا
گرچہ یہ سارا جہاں ملک اسکا ہے — ملک اسکی آنکھ میں لاشے رہے
بند کر دل اور دہن اور مہر کر — اور باد من لدن کو اسمیں بھر
حق ہے کوشش حق دوا اور درد ہے — کر تو کوشش ترک کوشش کیسے
کسب کر اور جہد کر تو جان سے — تجھ پہ تا علم لدنی سب کھلے
گرچہ یہ سارا جہاں پر جہد ہو — جہد کب جاہل کے منہ میں شہد ہو
شیر نے ایسے دلائل بس کہے — نے جواب ان جبریوں سے بن پڑے

مقرر شدن ترجیح جہد بر توکل

مقرر ہونا غلبہ کوشش کا اوپر توکل کے

روبه و خرگوش و آهو و شغال — جبر را بگذاشتند و قیل و قال
عهدها کردند با شیر ژیان — کاندرین بیعت نیفتد در زیان
قسم هر روزش بیاید بی جگر — حاجتش نبود تقاضای دگر
عهد چون بستند رفتند آن نهان — سوی مرعی ایمن از شیر ژیان
جمع گشتند یکجا آن وحوش — اوفتاده درمیان جمله جوش

لومڑی خرگوش گیدڑ اور ہرن — باز آئے جبر سے چھوڑا سخن
عہد و پیمان شیر سے سب نے کیا — کہ نہ آوے فرق بیعت میں ذرا
حصہ ہر روز پہونچے اسکو ہے کہے — اور تقاضے کی نہ پھر حاجت رہے
عہد کر کے اس گھڑی وہ سب گئے — سوے صحرا شیر سے بے ڈر ہوئے
جمع ہو کر بیٹھے اک جا وہ چرند — درمیان ان کے ہوا فتنہ بلند

سلہ گرچہ یہ سارا جہاں الخ ۲ شعر گرچہ تمام جہان عارف کا ملک ہو مگر اس کی آنکھ میں وہ ملک لاشے و ناچیز دکھائی دے پس تو دل کے دہن کو بند کر اور باد من لدن اس میں بھر یعنی منہ کو قال مشغول کرنے سے اور دل کو خطرات نفسانی کرنے سے روک کیونکہ کوشش و جہد حق ہے اور دوا اور درد بھی حق ہے پس تو کوشش کر اور کوشش کو نہ چھوڑ اور کسب کوشش جان سے کر کہ تا علم من لدن تجھ پر کھلے اگرچہ سارا جہان درد سے پر ہووے مگر جاہل کو مانند شہد کے کب مزا دیوے وصول الی اللہ مختصر اوپر کسب کے ہے توکل محض کے پس شیر نے ایسے بہت دلائل بیان کیے کہ وہ صید لاجواب ہوئے اور سب پر غالب ہوا تب سب نے اطاعت شیر کی اختیار کی جیسے طالب بے معنی نفع دنیا کے واسطے مرید کرتے ہیں اور نادان ان کے قال سنکر بیعت کرتے ہیں اور دعوت کھلاتے ہیں اور نفع دنیا پہونچاتے ہیں اور طلب معنی ان سے کرتے ہیں چنانچہ مولانا آگے بیان فرماتے ہیں ۱۲ سلہ لومڑی الخ ۱ شعر لومڑی خرگوش اور گیدڑ اور آہو وغیرہ نے جب جبر کو چھوڑا توکل اختیار کیا اور عہد و پیمان شیر سے باندھا کہ اس بیعت میں فرق نہ ہوگا یعنی سب شیر کے مرید ہوگئے پس حصہ جدا ہر روز اس کو پہونچایا اور پھر حاجت تقاضا نہ ہوئی عہد کر کے وہ سب اس دم صحرا کو گئے اور شیر سے بیخوف رہے واضح ہو کہ مولانا یہاں کسب طریقت کا حال بیان فرماتے ہیں اور جواب دیتے ہیں ان کو کہ جو بسبب خود پرستی کے بیعت وصول الی اللہ کے منکر ہیں اور نہیں جانتے ہیں کہ اختیار کرنے پیر و مرشد حدیث صحیح آئی ہے من لیس له شیخ فلیس له دین ۱۲ سلہ جمع ہو کر الخ ۱ شعر وہ سب صید جمع ہو کر ایک جا بیٹھے اور انکے درمیان جھگڑا ہوا ہر کوئی کہنے سوچنے لگا اور ہر یک ہر ایک کا درپے ہلاکت ہوا آخر اتفاق ان سب کا اسپر ہوا کہ قرعہ ڈالو جسکے نام قرعہ پڑے بے تامل وہ شیر کی غذا کو جاوے اسی پر سب نے قرار کیا اور قرعہ کو اختیار کیا پس جسکے نام پر قرعہ پڑتا آپ سے وہ جانب شیر کے جاتا ہے قرعہ نجومی پیتل کا بنا لیتے ہیں اور اس پر شکل بروج فلکی لکھتے ہیں اور اس کو سائل کے ہاتھ سے پھنکوا کر زائچہ بنا لیتے ہیں اور عوام ایک شے کو شرط کر کے قرعے پھینکتے ہیں جسکے نام پر وہ شے آتی ہے ہار جیت کرتے ہیں اور اکثر قمار بازی لعب شرطی کرتے ہیں یعنی قرعہ سے جو شے پیدا ہوتی ہے وہ خدا کی جانب سے جانتے ہیں پس چون و چرا اس امر میں نہیں کرتے ہیں پس طالب کو چاہیے کہ اسی طرح اشارات حق کو معاملات دنیوی میں حق کی جانب سے جان کر عمل کرے کہ انجام بخیر ہو فافہم ۱۲

ہر کسے تدبیر و رای میزدی	ہر کسے در خون ہر یک میشدی	ہر کوئی تدبیر کرتا سوچتا	ہر کوئی ہر ایک کا خون چاہتا
عاقبت شد اتفاق جملہ شاں	تا بیاید قرعہ اندر میاں	اتفاق ان سب کا آخر یہ ہوا	درمیان تا قرعہ آئے ظاہرا
قرعہ بر ہر کہ فتد او طعمہ است	بے سخن شیر ژیاں را لقمہ است	قرعہ جسکے نام پر آکر پڑے	بے کہے اس شیر کا لقمہ بنے
ہمبریں کردند آں جملہ قرار	قرعہ آمد سر بسر را اختیار	اسکے اوپر کرلیا سب نے قرار	اور بالکل آیا قرعہ اختیار
قرعہ بر ہر کو فتادی روز روز	سوئے آں شیر او دویدے ہمچو یوز	قرعہ جیسے پڑتا ہر روز آپ سے	مثل چیتا جاتا جانب شیر کے

جواب گفتن خرگوش مر آں نخچیراں را ｜ جواب دینا خرگوش کا ان شکاروں کو

چوں بخرگوش آمد ایں ساغر بدور	بانگ زد خرگوش کاخر چند جور	دور ساغر پہونچا جب خرگوش پہ	چیخا تب خرگوش کبتک ظلم و شر
قوم گفتندش کہ چندیں گاہ ما	جاں فدا کردیم در عہد و وفا	قوم نے اس سے کہا مدت سے ہم	ہیں وفائے عہد میں ثابت قدم
تو مجو بدنامی ما اے عنود	تا نرنجد شیر رو رو زود زود	تو ہماری دیکھ بدنامی نہ کر	تا خفا ہم پر نہ ہووے شیر نر

انکار کردن نخچیراں جواب خرگوش ایشان را ｜ انکار کرنا شکاروں کا اور جواب دینا خرگوش کا اُن کو

گفت اے یاراں مرا مہلت دہید	تا بمکرم از بلا بیروں شوید	بولا[۵] مہلت مجھ کو تم ای یار دو	مکر سے میرے بلا سے تم چھٹو
تا اماں یابد بمکرم جانتاں	ماند ایں میراث فرزندانتاں	جان تمھاری مکر سے میرے بچے	اور یہ اولاد میں ورثہ رہے
ہر پیمبر در میان امتاں	ہمچنیں تا مخلصی میخواندشاں	ہر پیمبر[۶] امتوں کے درمیان	اس طرح سے چاہتے انکی امان
کز فلک راہ بروں شو دیدہ بود	در نظر چوں مردمک پیچیدہ بود	رہ نکلنے کی تھی دیکھی چرخ سے	مثل پتلی کے نظر میں تھے ملے

۵ بولا مہلت الخ یہ شعر خرگوش نے کہا کہ تم مجھ کو اے یار و مہلت دو تاکہ تم میرے مکر کرنے سے اس بلا سے چھوٹو اور تمھاری جان میرے مکر کرنے سے بچے اور تمھاری اولاد میں یہ میراث جاری رہے چنانچہ حقایق اسکے مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۔ ۶ ہر پیمبر الخ یہ شعر ہر ایک پیمبر اپنی امتوں کے درمیان اسی طرح ان کے واسطے امن چاہتے تھے راہ نکلنے کی چرخ سے اُنھوں نے دیکھی تھی اور مثل پتلی کے نظر میں ملے تھے خلق انکو مثل پتلی کے خرد دیکھتی ہے اور پتلی کی بزرگی کو نہیں جانتی تھی واضح ہو کہ مولانا انبیا علیہم السلام کی بزرگی یہاں بیان کرتے ہیں کہ جیسے نظر خانۂ چشم کے ساتوں پردوں سے باہر جاتی تھی اور شکل پتلی آنکھ کے اندر مختصر دکھائی دیتی اور انسان نام اسی نقطہ کا ہے اسی طرح چشم ساتویں طبق آسمان پر مثل پردوں کے ہیں اور انبیا علیہم السلام ہیں مانند پتلی کے چشم قلیل دکھائی دیتی ہیں اور آسمان سے نظر سے بلند باہر آتے ہیں ظاہر جسم انکا اندر آسمان کے رہتا ہے اور معنی انکا مانند نظر کے آتا جاتا ہے کیونکہ نظر و پتلی ایک ہی ہے جیسے قرص آفتاب پرتو آفتاب یعنی جو کہ پتلی بظاہر مختصر و قلیل دکھائی دیتی ہے مگر تمام زمین و آسمان شمس و قمر اسمیں سما جاتے ہیں ایسے ہی اہل اللہ بصورت بشر قلیل سب کو دکھائی دیتے ہیں مگر تمام عالم آئینہ ذرہ ہے اور جیسے دونوں آنکھوں کی پتلیاں ایک ہیں نفس واحد ہیں انبیا علیہم السلام اس چشم فلک کے نور نظر ہیں جیسے نور نظر تمام اعضاء قوائے جسم کو آفتوں سے بچاتا ہے اسی طرح انبیا علیہم السلام اپنی امت کو بچاتے ہیں اور حفاظت نفس سے کرتے ہیں بقول سید عبد الفتاح فہم من فہم ۱۲ ۔

مردمش چوں مردمک دیدند خرد / در بزرگی مردمک کس رہ نبرد

مثل پتلی خرد ان کو دیکھتے / اور نہ پتلی کی بزرگی جانتے

اعتراض کردن نخچیراں بر خرگوش و جواب خرگوش ایشانرا

قوم گفتندش کہ اے خرگوش دار / خویش را اندازۂ خرگوش دار

ہیں چہ لاف است ایں کہ از تو مہتراں / در نیاوردند اندر خاطر آں

معجبے یا خود قضامان در پے است / ورنہ ایں دم لائق چوں تو کے ست

گفت اے یاراں حقم الہام داد / مر ضعیفے را قوی رائے فتاد

آنچہ حق آموخت مر زنبور را / آں نباشد شیر را و گور را

خانہا سازد پر از حلوائے تر / حق برو آں علم را بکشود در

آنچہ حق آموخت کرم پیلہ را / ہیچ پیلے داند آں گوں حیلہ را

آدم خاکی ز حق آموخت علم / تا بہفتم آسمان افروخت علم

نام و ناموس ملک را در شکست / کوری آنکس کہ با حق در شکست

زاہد ششصد ہزاراں سالہ را / پوزبندی ساخت آں گوسالہ را

تا نتاند شیر علم دیں کشید / تا نگردد گرد آں قصر مشید

علمہائے اہل حس شد پوزبند / تا نگیرد شیر زاں علم بلند

اعتراض کرنا شکاروں کا خرگوش پر اور جواب دینا خرگوش کا

قوم بولی اُس سے اے خرگوش رکھ[1] / آپ کو ناچار جوں خرگوش رکھ

ہے یہ نادانی بزرگوں کے تئیں / جو کہ تو خاطر میں لاتا ہی نہیں

ہے قضا ہم سب کی یہ تیرا غرور / ورنہ دعویٰ ہی نہیں تجھکو ضرور

بولا یارو یہ مجھے الہام ہے / رائے حق نے بھیجی عاجز کیلیے

حق نے زنبوروں کو سکھلایا ہے جو / وہ نہ آئے شیر سے اور گور سے

گھر بنا رکھتی ہے با حلوائے تر / حق نے اُنکو علم وہ بخشا مگر

ریشمی کیڑوں کو جوں حق نے دیا / ہاتھیوں سے کب وہ حیلہ ہو سکا

آدم خاکی نے سیکھا حق سے علم / آسمان تک کردیا روشن ہے علم

نام و ننگ اُس سے فرشتوں کا گیا / ہے وہ اندھا جس نے حق سے شک کیا

جو کہ زاہد تھا وہ لاکھوں سال کا[2] / منہ پہ گوسالہ کے پس چھینکا دیا

تا نہ شیر علم دیں نہ پی سکے / تا نہ اس قصر معلے تک پھرے

اہلِ حس کا چھینکا علم ظاہری / تا نہ پی لیں شیر علم حق کبھی

[1] قوم بولی الخ ۹ شعر قوم نے بعیہ خرگوش سے کہا کہ اے خرگوش اس بات پر کان رکھو اور آپ کو ناچار و عاجز مانند خرگوش کے جان یہ تیری نادانی ہے کہ بزرگوں کو خاطر میں تو نہیں لاتا ہے اب ہماری سب کی قضا ہے یا تیرا غرور ہے ورنہ یہ دعویٰ تجھکو کرنا ضرور ہے خرگوش نے کہا کہ اے یارو یہ الہام ہے اور یہ رائے غالب مجھ عاجز کو حق نے بھیجی ہے چنانچہ خرگوش اپنے الہام کی مثالیں بیان کرتا ہے کہ جیسے حق نے زنبوروں کو سکھایا ہے کہ شیر و گور خر سے نہیں ہو سکتا ہے بموجب آیہ کریمہ واوحی ربک الی النحل الی آخرہ یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم وحی کی رب نے تیری طرف زنبور کے گھر بنا کر اسمیں حلوائے تر رکھتی ہیں حق نے انکو وہ علم دیا ہے ریشمی کیڑوں کو حق نے جو سکھایا ہے ہاتھیوں سے وہ حیلہ نہیں ہو سکتا ہے آدم خاکی نے حق سے وہ علم سیکھا کہ آسمان تک علم روشن کردیا اس سے نام و ننگ ہے فرشتوں کا وہ اندھا ہے جس نے حق سے شک کیا یعنی ابلیس نے آدم سے شک کیا کہ در اصل آدم میں حق جلوہ گر تھا واللہ اعلم ۱۲ [2] جو کہ زاہد الخ ۳ شعر جو کہ ابلیس زاہد لاکھوں سال کا تھا اگر وہ ایک بچہ گاؤ کا چھینکا اُس کے منہ پر دیا تھا علم دین کا شیر وہ نہ پا سکے اور اس قصر معلی یعنی جسم آدم تک نہ جا سکے اسیطرح اہل حس کے منہ پر علم کا چھینکا ہے کہ تا وہ شیر علم سے نہ پئیں یعنی بچہ گاؤ کے منہ پر ایک چھینکا باندھتے ہیں کہ وہ بچہ گاؤ کا شیر نہ پی لے پس شیطان کہ معلم الملکوت تھا بسبب نہ پانے اس علم کے جو آدم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے دیا تھا بچہ گاؤ تھا کہ اس کے منہ کو بند کر دیا تھا اسی طرح اہل ظاہر حس کو یعنی علما کو یہ علم چھینکا ہے کہ اُن کو نفع اس علم کا نہیں پہونچتا ہے پس العلم حجاب الاکبر اسی کو کہتے ہیں یعنی ضرور کہ علم حجاب بڑا ہے ۱۲ واللہ اعلم —

قطرۂ دل را یکے گوہر فتاد / کان بگردونہا و دریاہا نداد
چند صورت آخر اے صورت پرست / جان بے معنیت از صورت نرست
گر بصورت آدمی انسان بدے / احمد و بوجہل خود یکساں بدے
احمد و بوجہل در بتخانہ رفت / زیں شدن تا آں شدن فرقیست زفت
ایں در آید سر نہند آں را بتاں / واں در آید سر نہد چوں امتاں
نقش بر دیوار مثل آدم ست / بنگر از صورت چہ چیز او درکم ست
جان کم ست آں صورت با تاب را / رو بجو آں گوہر نایاب را
شد سر شیراں عالم جملہ پست / چوں سگ اصحاب را دادند دست
چہ زیانستش از آں نقش نفور / چونکہ جانش غرقہ شد در بحر نور
وصف صورت نیست اندر خامہ ہا / عالم و عادل بود در نامہ ہا
عالم و عادل ہمہ معنیست بس / کش نیابی در مکان پیش و پس
می زند بر تن ز سوے لامکاں / می نگنجد در فلک خورشید جاں
ایں سخن پایاں ندارد گوش دار / گوش سوے قصۂ خرگوش دار
گوش خر بفروش دیگر گوش خر / کیں سخن را در نیابد گوش خر

قطرۂ دل پر[1] جو اک گوہر رکھا / کہ نہ گردوں اور دریا کو دیا
صورت اے صورت پرست آخر کبٹے / جان بے معنی ز صورت کب چھٹے
ہوتا گر صورت سے انسان آدمی / احمد و بوجہل رکھتے ہمسری
احمد و بوجہل بت خانہ گئے / دونوں کے جانے میں بیحد فرق ہے
ان کو سب اصنام نے سجدہ کیا / اور وہ خود آگے بتوں کے جھک گیا
ہے جو تصویر بشر دیوار پر / اس میں کیا کیا کم ہے کر اس پر نظر
اسمیں سب کچھ ہے مگر ہے جان کم / ڈھونڈھ وہ نایاب گوہر اے صنم
کیوں[2] نہ شیران جہاں کا سر جھکے / جو سگ اصحاب کو وہ دست دے
صورت بد سے اسے کیا ہے زیاں / نور کے دریا میں ڈوبی اسکی جاں
وصف[3] صورت کا نہیں خامہ میں ہے / عالم و عادل لکھا نامہ میں ہے
عالم و عادل تو معنی ہے تمام / تو مکاں میں اسکو کب پائے مدام
لامکاں سے تن میں آتا ہے نہاں / کب سمائے چرخ میں خورشید جاں
انتہا رکھتی نہیں یہ بات ہے / اب سنو قصہ کہ ہے خرگوش کے
گوش خود دے دوسرے اور گوش لے / گوش خر سنتا نہیں یہ بات ہے

ذکر دانش خرگوش و بیان فضیلت

ذکر عقلمندی خرگوش اور بیان بزرگی

سلہ قطرہ دل پر الخ ۲ شعر قطرہ دل کو جو ایک گوہر دیا وہ دریا و آسمان کو نہ دیا یعنی گوہر عرفان الٰہی اے صورت پرست یہ صورت کب تک رہے گی اور تیری جان بے معنی صورت سے نہ چھٹے گی تو کب تک صورتوں کا پابند رہے گا اور عرفان کو نہ چاہے گا کیونکہ اگر صورت سے آدمی ہوتا تو ابوجہل اور مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم برابر ہوتے دیکھئے کہ احمد صلے اللہ علیہ وسلم و ابوجہل دونوں بت خانہ گئے اُن کے اور ان کے جان میں کتنا فرق ہو گئے تو بت نے ان کو سجدہ کیا اور ابوجہل گیا تو اُس نے بت کو سجدہ کیا مثال دوسری جو کہ تصویر بشر کی دیوار پر ہے تو دیکھ اُس میں شے کم ہے جب کہ جان اُس میں صورت سے کم ہو تو اُس گوہر نایاب جان کو تلاش کر کہ انسان میں یہی بہتر چیز ہے اور صورت کچھ چیز نہیں ہے فافہم ۱۲ سلہ کیوں نہ شیران الخ ۲ شعر کیوں نہ شیران جہان کے سر نگوں ہوں کہ جب وہ دستگیری سگ اصحاب کہف کی کرے اس سگ کو بد صورتی سے کیا نقصان ہے جب کہ جان اس کی دریائے نور میں غرق ہو۔ یعنے حق تعالےٰ اس کو قبول کرے گا بظاہر وہ برا ہو پس وہ برائی ظاہری اس کو کچھ نقصان نہیں دے گی باطن بہتر ہونا چاہیے واللہ اعلم ۱۲ سلہ وصف صورت کا الخ ۵ شعر قلم وصف صورت کا نہیں لکھ سکتے ہے عالم و عادل تو معنی یعنی جان ہے پس تو معنی یعنی جان ہے پس تو مکان میں کب اس کو پا سکے کیونکہ لامکاں سے بدن میں وہ پوشیدہ آتی ہے اور کب سماتی ہے خورشید جان آسمان میں یعنی جان مثل خورشید کے روشن ہے اور لامکان کے رہنے والے ہیں اور پوشیدہ جسم انسان میں ہے کہ ادراک حقیقت سی سے ہوتا ہے اور اس قدر بڑی ہے کہ اس آسمان میں وہ سما نہیں سکتی ہے پس یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے اب قصہ خرگوش کا سنو اور گوش خر کو بیچ اور دوسرا گوش خرید کر کہ یہ بات گوش خر سنتا نہیں ہے گوش خر گوش بے معنی کو کہتے ہیں یعنی یہ گوش ظاہر ا چھوڑ ا اور گوش شنوا حاصل کرتا راز اس قصہ کا تجھے حاصل ہو واللہ اعلم ۱۲ —

ومنافع دانش   ونفع عقل کا

رد تو رد و بہ بازی خرگوش بین   مکر و شیر اندازی خرگوش بین
خاتم ملک سلیمان ست علم   جملہ عالم صورت و جان ست علم
آدمی را زین ہنر بیچارہ گشت   خلق دریا ہا و خلق کوہ و دشت
زو پلنگ و شیر ترسان ہمچو موش   زو شدہ پنہان بہ دشت و کہ وحوش
زو پری و دیو ساحلہا گرفت   ہر یکے در جاے پنہان جا گرفت
آدمی را دشمن پنہان بسی ست   آدمی با حذر عاقل کسے ست
خلق خوب و زشت ہست از ما نہاں   میزند بر دل بہر دم کوبشاں
بہر غسل ار در روی در جویبار   بر تو آسیبے زند در آب خار
گرچہ پنہان خار در آبست پست   چونکہ در تو می خلد دانی کہ ہست
خار خار وحیہا و وسوسہ   از ہزاران کس بود نے یک کسہ
باش تا حسہاے تو مبدل شود   تا ببینیشان و مشکل حل شود
تا سخنہاے کیان رد کردہ   تا کیان را سرور خود کردہ

دیکھ[1] مکاری تو اس خرگوش کی   شیر گیری دیکھ اس خرگوش کی
دیکھ تو مہر سلیمان علم ہے   علم صورت ہے مگر جان علم ہے
آدمی کے علم سے عاجز ہوئی   خلق دریا یا خلق کوہ و دشت کی
شیر چیتے مثل موش اس سے ڈریں   وحشی انسے دشت میں چھپتے پھریں
اور کنارہ کش ہوئے دیو و پری   ہر کسی نے اس سے پنہاں جاے لی
آدمی[2] کے ہیں بہت دشمن چھپے   ہے وہ عاقل جو کوئی پر خوف ہے
خلق بد اور نیک ہم سے ہے نہاں   اسکی زد پڑتی ہے دل پر ہر زماں
گر[3] تو جاے غسل کرنے نہر پر   آب میں کانٹوں سے ہو پا کو ضرر
گرچہ زیر آب کانٹا ہے نہاں   جب چبھے پا میں تو ہو تجھکو عیاں
خرخشے[4] حسوں کے او وسوسہ اس کے   سیکڑوں مردم سے ہیں نے ایک سے
تو ذرا دم لے کہ بدلیں حس تمام   حل ہوں مشکل انکو تو دیکھے مدام
تو نے باتیں عاقلوں کی چھوڑ دیں   جاہلوں کی باتیں منظور کیں

بازجستن نخچیران سر اندیشہ خرگوش را   پھر تلاش کرنا شکاروں کا بھید واندیشہ خرگوش کو

سلہ دیکھ مکاری الخ ۔ شعر ردیہ بازی یعنی مکر اور شیر گیری یعنی دشمن قوی کا عاجز کرنا اس خرگوش کا دیکھ اور جان تو کہ مہر سلیمان علیہ السلام کی علم ہے اور صورت کل جہان ہے پس جس انگشتری سلیمان کا کل جہان تابعدار تھا اسی طرح علم لدنی کا سب جہان مطیع ہے مولانا اس مثال کے حقائق ارشاد فرماتے ہیں ۱۲ ۔ سلہ آدمی کے الخ شعر اسی طرح انسان کے علم سے مخلوق بحری و مخلوق بری عاجز و ناچار ہوئی شیر و چیتے مثل موش کے انسان سے ڈرتے ہیں اور جرند انسان سے دشت میں چھپتے ہیں اور دیو و پری کنارہ کش ہوئے در ہر ایک شے انسان سے گوشہ گیر ہوئی انسان کے بہت دشمن خفیہ ہیں اور انسان کے برابر کوئی محتاط نہیں اخلاق نیک ہم سے پوشیدہ ہیں مگر ہر دم ان کی زد ہم پر پڑتی ہے چنانچہ اسکی مثال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں ۱۲ ۔ سلہ گر تو جاے الخ شعر جیسے تو اگر غسل کو نہر پر جائے اور آب میں خار تیرے پاؤں میں چبھے اگرچہ خار خود آب میں پوشیدہ ہے مگر پاؤں میں چبھے جب تجھے معلوم ہو مولانا اسکے حقائق ارشاد فرماتے ہیں ۱۲ ۔ سلہ خرخشے الخ شعر بہت خرخشے حس و وسوسے اکثر انسانوں میں ہیں کچھ ایک ہی میں نہیں ہیں مگر دکھائی نہیں دیتے ہیں تو ٹھہر تا حس تیری بدل جائے اور وہ حس تجھ کو دکھائی دے اور مشکل حل ہو تو نے عاقلوں کی باتیں چھوڑ دیں اور جاہلوں کی باتیں اختیار کیں یعنی خار اخلاق کے مثل آب کے انسان میں پوشیدہ ہیں اور تجھ کو دکھائی نہیں دیتے ہیں اور اس کی زد تیرے دل پر پڑتی ہے جب تیری یہ حس ظاہری بدل جائے گی تو تجھے اس سے نجات ہوگی کیونکہ تو نے صحبت مرشدوں کی چھوڑ دی ہے پس ان کی صحبت اختیار کر تاکہ تیری یہ حس بدل جاے اور وہ علم لدنی تجھ کو حاصل ہو جس کی سب مخلوق تابع ہے واللہ اعلم ۱۲ ۔

بعد ازاں گفتند کاے خرگوش چست	درمیاں نہ آنچہ در ادراک تست	بولے۵۱ سب خرگوش بھید اپنا بتا	ہم بھی سن لیں ہو جو تیرے دلمیں کیا
ایکہ با شیرے تو در پیچیدۂ	بازگو رائے کہ اندیشیدۂ	شیر کے اب تو مقابل میں پڑا	رائے اپنی کو بتا سوچا ہے کیا
مشورت ادراک و ہشیاری دہد	عقلہا مر عقل را یاری دہد	مشورہ سے ہوتی ہی ہشیاری سب	عقل کو عقلوں سے ہی بیداری ہے
گفت پیغمبر بکن اے رای زن	مشورت کالمستشار موتمن	بولے پیغمبر کر دلے اہل فن	مشورت کالمستشار موتمن
قول پیغمبر بجاں باید شنود	بازگو تا چیست مقصود تو زود	قول پیغمبر کا جان سے بس سنو	کیا ترا مقصود ہے ہم سے کہو

پوشیدہ داشتن خرگوش راز از نخچیراں

پوشیدہ رکھنا خرگوش کا بھید کو شکاروں سے

گفت ہر رازے نشاید باز گفت	جفت طاق آید گہے گہ طاق جفت	بولا۵۲ بھید اپنا کہنا مت کبھی	جفت طاق اور طاق جفت آئے کبھی
از صفا گر دم زنی با آئینہ	تیرہ گردد زود با ما آئینہ	گر صفائی کو تو پھونکے آئینہ	ہو مکدر جلد اس سے آئینہ
درمیان ایں سہ کم جنباں لبت	از ذہاب و از ذہب وز مذہبت	کم۵۳ کر دان تین شے کا تم بیان	مذہب و دولت سفر سے ایجان
کایں سہ را خصم ست بسیار و عدو	در کمینت ایستد چوں داند او	کہ عدو کثرت سے ان تینوں کے ہیں	جان لینگے تو لگیں گے گھات میں
در بگوئی با یکے گو الوداع	کل سر جاوز الاثنین شاع	کر تو اک سے گر کہے تو الوداع	کل سر جاوز الاثنین شاع

۵۱ بولے سب الخ ۵ شعر بعدہ سب صیدوں نے کہا کہ اے خرگوش جو تو نے سوچا ہے وہ سب ہم سے بیان کر جو شیر کے مقابل میں پڑا ہے اپنی رائے کو ہمیں بتا کہ تو نے کیا تجویز کیا ہے کیونکہ مشورے سے ہوشیاری آتی ہے اور عقلمندوں سے عقل کو بیداری ہوتی ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الحدیث مشورۃ کالمستشار موتمن یعنی ضرور کر مشورہ دینے والا امین ہے قول پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا جان سے سنو اور کیا تیرا مقصد ہے ہم سے کہو یعنی جو کوئی مشورہ پوچھ ہم آئیں ہیں جو خبر ہم کو معلوم ہوگی ہم تجھ سے کہیں گے گویا اس دلیل سے شکاروں نے اس خرگوش سے حال پوچھا مگر خرگوش نے نہیں کہا اس کے آگے بیان ہے ۱۲

۵۲ بولا ہر بھید اپنا الخ ۲ شعر خرگوش نے کہا کہ اپنا ہر بھید ہرگز کہنا نہ چاہیے کہ کبھی جفت طاق اور طاق جفت ہوتا ہے یعنی معاملہ برعکس ہوتا ہے کہ وہ راز دار آج ہمارا دوست ہے کل جدا ہو کر پھر ہمارے دشمن کا دوست ہو اور راز فاش کرے اس کی مثال مولانا بیان فرماتے ہیں کہ جیسے اگر تو پھونک مارے آئینہ اس پھونک سے مکدر ہو جائے یعنی تشبیہ راز کی آئینہ سے دی ہے کہ جیسے آئینہ پھونک مارنے سے مکدر ہوتا ہے ایسے ہی راز کہنے سے خراب ہوتا ہے یا یہ ہے کہ آئینہ کو بسبب صفائی کے تحمل دم زدن نہیں ہے ایسے ہی مشیر تنگ ظرف سے کہ طاقت اخفائے راز کی نہیں رکھتا ہے پس بہر کیف راز کہنا نہ چاہیے بقول بحر العلوم ۱۲

۵۳ کم کر دان الی آخرہ ۹ شعر ان تینوں چیزوں کو تم بیان نہ کرو مذہب دولت و سفر کو کہ دشمن ان تینوں کے بہت ہیں اور ان کے پیچھے گھات میں لگے رہتے ہیں اور اگر تو کہتا ہے تو ایک سے بموجب حدیث شریف کے کہ کل سر جاوز الاثنین شاع یعنی کل بھید تجاوز کریں دو سے تو مشہور ہوتے ہیں یعنی محدثین نے دو کس اور بعض نے دو لب سے مراد لی ہے یعنی بھید یک کس سے دوسرے تک پہونچا تو فاش ہوا یا دو لب سے نکلا تو فاش ہوا ۱۲ فافہم ـ

گر دو سه پرنده را بندی بهم — بر زمین مانند محبوس از الم
مشورت دارند سرپوشیده خوب — در کنایت با غلط افگن مشوب
مشورت کردی پیمبر بسته سر — گفته ایشانش جواب بی خبر
در مثالی بسته گفتی رای را — تا ندانند خصم از سر پای را
او جواب خویش بگرفتی ازو — وز سوالش می نبردی غیر بو
این سخن پایان ندارد باز گرد — سوی خرگوش و دلاور تا چه کرد

باندھے گر دو تین پرندے بہم — مثل قیدی کے رہیں وہ پر الم
مشورہ کو کریں پوشیدہ تر — اور کنایہ سے غلط افگن سے کر
مشورہ کرتے نبی پوشیدہ تر — دیتے وہ ان کو جواب اور بے خبر
اور مثالوں میں وہ دیتے رائے کو — تا نہ دشمن جانے سر یا پائے کو
اور جواب اپنا وہ لیتے ان سے خیر — تا سوال انکے سے بو پائے نہ غیر
بات یہ بے انتہا ہے لوٹ تو — کر بیاں خرگوش کی اب جستجو

قصہ مکر کردن خرگوش باشیر و بسر بردن

قصہ مکر کرنا خرگوش کا ساتھ شیر کے اور انجام کو پہونچانا

حاصل آن خرگوش رای خود نگفت — کز اندیشید با خود طاق و جفت
با خوش ز نیک و بد نگشاد راز — سر خود با جان خود می راند باز
ساعتی تاخیر کرد اندر شدن — بعد از آن شد پیش شیر پنجه زن
زان سبب کاندر شدن او ماند دیر — خاک را می کند و می غرید شیر
گفت من گفتم که عهد آن خسان — خام باشد خام و سست و نارسان
دمدمهٔ ایشان مرا از خر فگند — چند بفریبد مرا این دهر چند
سخت درماند امیر سست ریش — چون نه پس بیند نه پیش از احمقیش
راه هموارست زیرش دامها — قحط معنی در میان نامها

رائے بتلائی نہیں خرگوش نے — مکر طاق و جفت سوچا آپ سے
راز ہمجنسوں سے اپنے نے کہا — بھید اپنا اپنی جان میں خود رکھا
ایک ساعت دیر کرکے وہ چلا — بعد اسکے شیر کے آگے گیا
جو کہ جانے میں ہوئی تھی اسکے دیر — خاک اڑاتا اور چلاتا تھا شیر
بولا میں کہتا تھا عہد ناکساں — خام ہوتا ہے وہ بے اصل و نشاں
مکر انکے نے مجھے تکلیف دی — دھوکا کب تک دے زمانہ اور بھی
میر احمق سخت تر عاجز ہے — آگا پیچھا جو نہ سوچے جہل سے
راہ صاف اور دام ہیں اسمیں چھپے — قحط معنی کا کتابوں میں دکھے

۵۱ باندھے الخ یہ شعر اگر دو تین پرند کو باہم شریک کرکے تو مثل قیدی کے پر الم پڑے رہیں اسی طرح تو اس راز کو مثل پرندوں کے پابستہ رکھ کر تجھ سے اڑکر نہ جا سکیں مشورہ کو تم کرو پوشیدہ کرکے از راہ کنایہ کے غلطی میں ڈالکر یعنی مشورہ اگر تم کسی مشیر سے چاہو کر اس سے تم رائے لیلو اور وہ تمہارے راز سے خبر نہ ہو اور بسبب کنایہ کے غلطی میں رہے کہ اگر وہ کسی سے کہے بھی تو راز بسبب غلطی مشیر تو فاش نہ ہونے پائے چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ پوشیدہ فرماتے اور ان کو جواب کنایہ و اشارہ میں دیتے بلکہ مثالوں میں رائے کا اظہار فرماتے تاکہ دشمن کو اس کی خبر نہ ہو اور جواب بھی آپ حاصل کرتے اور ان کے سوال کی غیر کو بو بھی نہ معلوم ہوتی یہ بیان بہت طویل ہے پھر خرگوش کے قصہ کی طرف رجوع کرو سید جعفر علی گیسوی ۵۲ رائے بتلائی نہیں الخ یہ شعر خرگوش نے رائے نہیں بتلائی اور مکر آپ ہی سوچا کہ اگر ایسا ہوا تو یوں کروں گا اور اگر ویسا ہوا تو اس طور پر کروں گا اور اپنے ہم جنسوں سے راز نہیں کہا اور بھید پوشیدہ اپنے دل میں رکھا اور ایک ساعت دیر کرکے وہ چلا اور بعدہ شیر کے آگے گیا فافہم ۱۲ ۵۳ جو کہ جانے میں الخ یہ شعر جو کہ اس کے جانے میں دیر ہوئی شیر چلاتا تھا اور خاک اڑاتا تھا اور کہتا تھا کہ عہد نالائقوں کا خام اور بے حاصل ہوتا ہے ان کے مکر نے مجھے تکلیف دی دھوکا مجھے کب تک زمانہ دے گا اب مولانا تعلیم فرماتے ہیں کہ وہ امیر احمق از بس عاجز ہے کہ جو آگا پیچھا جالت سے نہ سوچے رئیس کو لازم ہے کہ انتظام ملکی میں جو امر کرے آغاز و انجام کو سوچ لے ورنہ مثل شیر کے ندامت اٹھائے گا اس کے حقائق مولانا آگے بیان فرماتے ہیں جیسے راہ صاف اور اسمیں دام پوشیدہ ہیں اور قحط معنی کا کتابوں میں دکھائی دیتا ہے ۱۲

لفظہا و نامہا چون دامہاست — لفظ شیرین ریگ آب عمر ماست
عمر چون آبست وقت او را چو جو — خلق باطن ریگ جوی عمر تو
آن یکی ریگی کہ جوشد آب ازو — سخت کمیابست رو آن را بجو
ہست آن ریگ ای پسر مرد خدا — کو بحق پیوست وز خود شد جدا
آب عذب دین ہمی جوشد ازو — طالبان را زو حیات است و نمو
غیر مرد حق چو ریگ خشک دان — کآب عمرت را خورد او ہر زمان
طالب حکمت شو از مرد حکیم — تا ازو گردی تو بینا و علیم
منبع حکمت شود حکمت طلب — فارغ آید او ز تحصیل و سبب
لوح حافظ لوح محفوظی شود — روح او از روح محفوظی شود
چون معلم بود عقلش ز ابتدا — بعد ازان شد عقل شاگردی ورا
عقل چون جبریل گوید احمدا — گر یکی گامی نہم سوزد مرا
تو مرا بگذار زین پس پیش ران — حد من این بود ای سلطان جان
ہر کہ ماند از کاہلی بی شکر و صبر — او ہمی داند کہ گیرد پای جبر
ہر کہ جبر آورد خود رنجور کرد — تا ہمان رنجوریش در گور کرد
گفت پیغمبر کہ رنجوری بلاغ — رنج آرد تا بمیرد چون چراغ

لہ لفظ و نام ہے مثال دام کے — لفظ شیریں ریگ پانی عمر ہے
عمر آب اور وقت اُسکا نہر ہے — خلق باطن ریگ نہر عمر ہے
ریگ اک وہ ہے کہ نکلے اس سے آب — وہ بہت نایاب ہے کر دستیاب
ریگ ہے وہ جان اے مرد خدا — کہ ملے حق سے ہیں وہ خود سے جدا
ان سے پانی دین کا جاری ہوا — طالبوں کو ہے حیات اُنسے سدا
غیر مرد حق کو ریگ خشک جان — تیرے پانی عمر کو کھینچے ہر آن
کر طلب حکمت حکیموں سے کہ تو — تا کہ دانا بینا اس سے ہووے تو
چشمۂ حکمت بنے حکمت طلب — ہووے فارغ وہ بہ تحصیل و طلب
لوح حافظ لوح محفوظی بنے — روح اسکی روح محفوظی بنے
ابتدا میں تھی معلم اسکی عقل — بعدہ شاگرد اُسکے آئی عقل
عقل جوں جبریل احمد سے کہے — اک قدم آگے بڑھوں تو جان جلے
چھوڑ یاں تو تا کہ آگے بڑھ چلا — ہے یہی حد میری اے سلطان جاں
کاہلی سے جو ہے بے شکر و صبر — جانتا ہے وہ کہ پکڑا پائے جبر
جو کہ لایا جبر وہ رنجور ہے — اور رنجوری سے وہ در گور ہے
بولے پیغمبر کہ رنجوری بری — جوں چراغ آخر کو گل کرتی وہی

لہ لفظ و نامہ الخ ۵ شعر لفظ و نام مثال دام کی ہے لفظ شیریں ریگ اور عمر آب ہے یعنی پیران ریا کار مثل راہ کے ظاہر آراستہ رکھتے ہیں اور باطن میں ہزاروں دام مکر و فریب کے پوشیدہ ہیں گویا قال فریب سے بھرا ہی اور لوگوں کے پھانسنے کو دام ہے پس الفاظ شیریں اُن کے مانند ریگ کے ہیں کہ آب عمر ان کی جو سے وضائع کرتے ہیں۔ بحر العلوم عمر آب ہے اور وقت اُس کا نہر ہے اور خلق باطن عمر ہے اور تیرے ریگ میں ضائع ہوتا ہے اور وہ ایک ریگ ہے کہ اُس سے آب نکلتا ہے وہ بہت نایاب ہے تو اسکو حاصل کر اس رنگ کو تو جان کہ مردان خدا کہ وہ خدا سے ملے ہیں اور خود سے جدا ہے کہ آب دین کان سے جاری ہوا اور طالبوں کو ان سے حیات ہے سدا یعنی رہبران کامل خدا سے واصل ہیں کہ طالبوں کو فیض حاصل ہوتا ہے اور فقیر مرد حق کو تو ایک رگ خشک جان کہ تیرے آب عمر کو وہ جذب کرے تو حکیموں معرفت سے حکمت طلب کر کہ تا دانا و بینا اُس سے تو ہووے یعنی حصول معنی تجھ کو ہووے کیونکہ چشمۂ حکمت جو دے طالب حکمت کا اور فارغ ہووے سبب حاصل کرنے سے لوح حافظ لوح محفوظ ہووے اور روح اس کی روح محفوظ ہووے اور روح مدرکات اس کی کہ حکم معرفت سے حاصل آئی ہے لوح محفوظ ہوے کہ تمام اسرار الٰہی اس میں منقش ہیں اور روح اسکی روح اعظم ہے کہ اوروں کو نفع پہونچائے پس مولانا اس مضمون سے اشارہ کرتے ہیں طرف رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ حکم معرفت الٰہی وہ ہیں چنانچہ آگے آپ اس کا حال بیان کرتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ ۲ه ابتدا میں الخ ۳ شعر ابتدا میں عقل اس کی معدوم تھی بعدہ وہ عقل اس کی شاگرد ہوئی عقل کے مانند جبرئیل علیہ السلام کے احمد صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ اگر آگے بڑھوں تو جان میری جلے تو یہاں مجھ کو چھوڑ اور آگے روانہ ہو کہ میری حد یہی ہے اے سلطان زماں یعنی طالبہ جب مقام طلب سے آگے بڑھتا ہے طرف عشق کے عقل اسکو بھی کہتے ہیں کہ جیسے جبرئیل نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہنگام معراج کہا کیونکہ جبرئیل کا نام عقل کل ہے اور اول حضور کو تعلیم کرتے تھے اور بعد نبوت کے تعلیم پاتے تھے یہی حال عقل ہے ساتھ عادت کے ہنگام عروج کے فافہم ۱۲ ۳ه کاہلی سے الخ ۳ شعر اور کاہلی سے بے صبر و شکر رہے ہے وہ جانتا ہے کہ جبر نے پاؤں پکڑ لئے ہیں پس جبر لایا وہ رنجور ہوا اور رنجوری اسکو ہلاک کرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ رنجوری بھی بری ہے بطور مانند چراغ کے آخر کو گل کر دیتی ہے ۱۲

جبر چہ بود بستن اشکستہ را ‖ یا بپیوستن رگ بگستہ را
چون درین رہ پای خود نشکستہ ‖ بر کہ می خندی چہ پا را بستہ
وانکہ پایش در رہ کوشش شکست ‖ در رسید او را براق و بر نشست
حامل دین بود او محمول شد ‖ قابل فرمان بد او مقبول شد
تا کنون فرمان پذیرفتی ز شاہ ‖ بعد ازان فرمان رساند بر سپاہ
تا کنون اختر اثر کردی درو ‖ بعد ازان باشد امیر اختر او
گر ترا اشکال آید در نظر ‖ پس تو شک داری در انشق القمر
تازہ کن ایمان نہ از گفت زبان ‖ ای ہوا را تازہ کردہ در نہان
تا ہوا تازہ است ایمان تازہ نیست ‖ کین ہوا جز قفل آن دروازہ نیست
کردہ تاویل حرف بکر را ‖ خویش را تاویل کن نہ ذکر را
بر ہوا تاویل قرآن می کنی ‖ پست و کژ شد از تو معنی سنی

جبر کیا ہے ٹوٹی ہڈی باندھنا ‖ یا کسی رگ کو ملا کر گانٹھنا
پا جو اس رہ میں نہ ٹوٹا ہے ترا ‖ کس پہ ہنستا ہے جو باندھا تو نے پا
اور اس کوشش میں ٹوٹا جسکا پا ‖ واسطے اسکے براق آیا بھلا
حامل دین تھا وہ محمول اب ہوا ‖ قابل فرمان تھا مقبول اب ہوا
کرتا تھا تعمیل اب تک حکم شاہ ‖ زیر حکم آخر ہوئی اس کی سپاہ
اب تلک اختر اسیں کرتے تھے اثر ‖ بعدہ حاکم ہوا وہ نجم پر
میرے کہنے پر تجھے شک ہے اگر ‖ دیکھ از راہ یقیں شق القمر
تازہ کر ایمان نہ کہنے بات سے ‖ تو ہوا کو تازہ باطن میں رکھے
ایمان تازہ نے جو تازی ہے ہوا ‖ یہ ہوا اک قفل ہے دل پر سدا
حرف قرآن کو الٹتا ہے جو تو ‖ تو پلٹ اپنے کو نے قرآن کو
تو کرے تاویل قرآن با ہوا ‖ معنی روشن ہوا پست اور برا

زیافت تاویل رکیک مگس ‖ زیافت تاویل حقیر مکھی کی

لا ہذا احوالت بدان طرفہ مگس ‖ کو ہمی پنداشت خود را ہست کس
از خودی سرمست گشتہ بی شراب ‖ ذرہ خود را شمردہ آفتاب
وصف بازان را شنودہ در زمان ‖ گفتہ من عنقای وقتم بی گمان
آن مگس بر برگ کاہ و بول خر ‖ ہمچو کشتیبان ہمی افراشت سر

حال تیرا اس مکھی کے ہے مثال ‖ جو کہ سمجھے آپ کو وہ مرد ہے
وہ خودی سے مست ہوئی بے شراب ‖ آپ کو ذرہ نے سمجھا آفتاب
وصف بازوں کا سنا اندر زماں ‖ بولی میں عنقائے وقت اک ہوں یہاں
گھاس پر پیشاب خر میں بیٹھ کر ‖ مثل کشتیبان کے کرتی کر و فر

لہ جبر کیا ہے الخ یہ شعر جبر کیا ہے ٹوٹی ہڈی کو باندھنا اور رگ کٹی کو گانٹھنا ہے اور جو اس راہ میں پاؤں ٹوٹا نہیں ہے تو کس پر ہنستا ہے کس کی نقل کرتا ہے جو پاؤں باندھا ہے اور اس مرد دین کو کوشش میں جسکے پاؤں ٹوٹا ہے اس کے واسطے آیا ہے یعنی لے یا کار تو خود کو فنا فی اللہ جانتا ہے مثل دیا کے انکے واسطے سواری کو براق آیا ہے یعنی مقام عروج انکو تو حاصل ہوا ہے جبکہ دین کا حامل تھا وہ اب محمول ہوا اور جواب قابل قرآن وہ مقبول ہوا جو حکم بادشاہ کی تعمیل کرتا تھا آخر اسکے زیر حکم سپاہ ہے اب تک ستارے اسمیں اثر کرتے تھے بعدہ حاکم وہ ستاروں پر ہوا آخر میرے کہنے پر تجکو شک ہے تو دیکھ لے از راہ یقین کے شق القمر کو یعنی یہ سب حال حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ انھوں نے اول تعلیم حکم الٰہی چالیس برس کیا اور بعدہ انکے تمام زیر حکم ہوا کہ شق القمر ان کا معجزہ ہے واللہ اعلم ۱۲ سے تازہ کر الخ یہ شعر تو ایمان کو تازہ کر خاموشی سے کیونکہ تو نے ہوا وحرص کو باطن میں تازہ رکھا ہے جبکہ ہوا تازہ ہے تو ایمان تازہ نہیں ہے سو اسطے کہ ہوائے دل پر قفل ہے یعنی اے ریاکار جبتک ہوائے نفسانی کو تو غالب رکھیگا ایمان تیرا ضعیف رہیگا پس تو خاموشی اختیار کر کہ نفس کشی ہو اور ایمان غلبہ پکڑے کیونکہ تو ہوائے نفسانی سے حرف قرآن کے پلٹتا ہے پس تو قرآن کو مت بانٹ یعنی تاویلات مت کر اور اپنے کو پلٹ کر اس کجی سے راستی پر تو آئے چنانچہ اس کجی کا حال مولانا مثال دیں آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سے تو کرے الخ یہ شعر تو از راہ ہوا کے قرآن کی تاویل کرتا ہے کہ معنی روشن پست اور برا ہوا سو اب حال تیرا اس مکھی کے مثال ہے کہ اس نے آپ کو سمجھا تھا اور وہ خودی سے مست بے شراب کے ہوئی کہ ذرہ نے خود کو آفتاب سمجھا اور وصف بازوں کا جو زمانہ میں سنا کہا کہ میں عنقائے وقت ہوں پیشاب خر میں ایک گھاس پر بیٹھ کر مثل کشتیبان کے کر و فر کرتی تھی باقی حال آگے ہے فافہم

گفت من کشتی دریا رانده ام — مدتے در فکر آں می مانده ام
اینک ایں دریا و ایں کشتی و من — مرد کشتیبان و اہل رائے و فن
بر سر دریا ہمی اند او عمد — می نمودش اینقدر بیرون ز حد
بود بیحد آں چنیں نسبت بدو — آں نظر کو بیند آنرا راست کو
عالمش چندان بود کش بینش است — چشم چندیں بحر ہم چندینش است
صاحب تاویل باطل چوں مگس — وہم او بول خر و تصویر خس
گر مگس تاویل بگذارد برائے — آں مگس را بخت گرداند ہمائے
آں مگس نبود کش ایں غیرت بود — روح اوئی در خور صورت بود
ہمچو آں خرگوش کو بر شیر زد — روح او کے بود اندر خورد قد

بولی میں نے کشتی و دریا سنا — فکر اس کا مجکو اک مدت رہا
اب یہ دریا اور یہ کشتی اور میں — مرد کشتیباں ہوئی اسوقت میں
بر سر دریا ...لی مارتی — اسکو دکھتا تھا وہ بیحد آگے
اسکو وہ پیشاب تھا بیحد دکھا — کب کسے دکھتا تھا وہ جیسے کہ تھا
فکر اس کی اتنی ہو جتنی نظر — اتنا دریا ہو اسے جتنی بصر
صاحب تاویل مکھی کی مثال — گھانس تصویر اور بول خر خیال
پیر پر تاویل مکھی چھوڑ دے — بخت مکھی کو ہما بیشک کرے
وہ نہ مکھی ہے کہ غیرت ہو اسے — روح لائق اسکی کب صورت کے ہی
شیر را جیسے اس خرگوش نے — روح کب تھی لائق اسکے جسم کے

رنجیدن شیر از دیر آمدن خرگوش

خفا ہونا شیر کا خرگوش کے دیر میں آنے سے

شیر میگفت از سر تیزی و خشم — کز رہ گوشم عدو بربست چشم
مکرہائے جبریانم بستہ کرد — تیغ چوبینشان تنم را خستہ کرد
زیں سپس من نشنوم آں دمدمہ — بانگ دیوان ست و غولان آں ہمہ
بردراں اے دل تو ایشاں را مایست — پوستشاں برکن کشاں جز پوست نیست

شیر کہتا تھا براہ قہر و خشم — گوش کی رہ سے عدو نے باندھی چشم
جبریوں کے مکر نے پھانسا مجھے — انکی تیغ چوب نے مارا مجھے
بعد میں کب سنوں اس مکر کو — ہے صدائے غول اور دیووں کے یہ دم
پھاڑ ڈال انکو ہے دلا کس فکر میں — پوست کھینچ انکا کہ وہ کل پوست ہیں

سلہ بولی الخ شعراور کہا کہ میں نے حال کشتیبان و دریا کا سنا اور فکر اسکی ایک مدت مجھکو رہی اب یہ دریا اور کشتی میں مرد کشتیباں اسوقت ہوں اور اسپر بلی مارتی اور وہ آیا اسکو بیحد دکھائی دیتا اسکو وہ پیشاب بیحد دکھاتا تھا فکر جسکی جسقدر ہوتی ہے اسکو اسی قدر دکھتا ہے اور اتنا ہی دریا ہوتا ہے جتنی بصارت ہوتی ہے صاحب تاویل مکھی کی مثال ہے اور گھانس اور تصویر اور بول خر اسکا خیال ہے واضح ہو کہ مولانا پیران ریاکار کی تاویلات کا حال بیان کرتے ہیں کہ جسقدر انکی ہمت ہے قرآن کے معنی اپنے مطلب کیواسطے تاویل کر کے بیان کرتے ہیں بموجب آیہ کریمہ والذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہم ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ الخ یعنی وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں کجی ہے پس تابعداری کرتے ہیں وہ آیہ متشابہ کی تاکہ اس سے ڈھونڈتے ہیں فتنہ اور ڈھونڈتے تاویلات اور نہیں جانتا ہے کوئی تاویلات مگر اللہ پس اسکی مثال اس مکھی کے مانند ہے یعنی موت یا مثل بول خر کے قلیل ہے اور طالب دنیا اسکے جب فراخ مان کر غرور کرتے ہیں اور عارفوں کی نظر میں تنگ دکھائی دیتی ہے اسواسطے وہ بیزار متنفر ہیں پس اے طالب تاویلات تو مرشد کی رائے پر چھوڑ دے رائے پر پیر کی اگر مکھی ہے تو بخت مکھی کو ہما کر دے یعنی طالب جان کجی میں اگر پیر کی رائے پر اپنی تاویلات عقلی کو چھوڑ دے مکھی سے ہما ہو جاوے وہ مکھی نہیں ہے کہ جسکو غیرت ہے اور روح لائق اسکی صورت کے نہیں ہے یعنی اس چراغ گوش کی روح اسکے جسم خلیق کی لائق نہ تھی کہ اس نے اتنے بڑے شیر کو اپنی رائے سے ہلاک کیا واللہ اعلم ۱۲ سلہ شیر را الخ شعر جیسے شیر کو مارا اس خرگوش نے اس کی روح کب اس کے جسم کے لائق تھی سلہ شیر از خشم و غضب کے کہتا تھا کہ دشمن نے میرے چشم کو براہ گوش بند کیا یعنی دشمنوں نے فریب کی رائے مجھ میں سنا کر اندھا کر دیا کہ میں اس رنج سنگی میں پڑا جبریوں کے مکر نے مجھکو پھنسایا اور انکی تیغ نے مجھ کو مارا بعد میں انکے مکر کو کب سنوں کہ وہ آواز غول دیووں کی ہے اے دل تو کس فکر میں ہے انکو پھاڑ ڈال اور انکا پوست کھینچ کہ وہ کل پوست ہیں باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲۔

پوست چه بود گفتهاے رنگ رنگ ۔ چون زره بر آب کش نبود درنگ
این سخن چون پوست معنی مغز داں ۔ این سخن چون نقش معنی همچو جاں
پوست باشد مغز بدرا عیب پوش ۔ مغز نیکو را ز غیرت غیب پوش
چون قلم از باد بد دفتر ز آب ۔ ہر چه بنویسی فنا گردد شتاب
نقش آبست ار وفا خواہی ازاں ۔ باز گردی دستہاے خود گزاں
باد در مردم ہوا و آرزوست ۔ چون ہوا بگذاشتی پیغام ہوست
خوش بود پیغامہاے کردگار ۔ کو ز سرتا پاے باشد پائدار
خطبۂ شاہاں بگردد وآں کیا ۔ جز کیا و خطبہاے انبیا
زانکه بودش پادشاہاں از ہواست ۔ بارنامہ انبیا از کبریاست
از درمہا نام شاہاں برکنند ۔ نام احمد تا قیامت می زنند
نام احمد نام جملہ انبیاست ۔ چونکہ صد آمد نود ہم پیش ماست
این سخن پایاں ندارد اے پسر ۔ قصہ خرگوش گو و شیر نر

پوست کیا ہے انکی باتیں رنگ برنگ ۔ جیسے لہریں آب پر ہوں بے درنگ
پوست باتیں مغز تو معنی کو جان ۔ باتیں جیسے صورت ہیں معنی ہے جان
پوست ہووے مغز بد کو عیب پوش ۔ مغز خوش کو ہو بغیرت غیب پوش
ہو ہوا سے خامہ کاغذ آب سے ۔ ہو فنا وہ جلد تو جو کچھ لکھے
دم ہے نقش آب گر چاہے وفا ۔ ٹوٹے اس سے ہاتھ اپنا کاٹتا
باد مردم میں ہوا و آرزو ۔ جو ہوا تو چھوٹے وہ پیغام ہو
خوب ہیں پیغامہاے کردگار ۔ کہ وہ سر سے پاؤں تک ہیں پائدار
بدلے خطبہ اور لقب سلطان کا ۔ اور ہی خطبہ ولی و انبیا
چونکہ شاہوں کی وہ جاہ ہے ۔ انبیا کی ہے شکوہ اللہ سے
نام شاہوں کا تو سکہ سے مٹے ۔ نام احمد کا قیامت تک رہے
نام احمد انبیا کل کا ہے نام ۔ سو جو آئے آئے نوے بھی تمام
بات یہ بے انتہا ہے اے پسر ۔ قصہ خرگوش کہہ اور شیر نر

ہم در بیان مکر خرگوش و تاخیر او در رفتن

بیان میں مکر خرگوش کے اور دیر ہونا اسکے جانے میں

در شدن خرگوش بس تاخیر کرد ۔ مکر را با خویشتن تقریر کرد
در رہ آمد بعد تاخیر دراز ۔ تا بگوش شیر گوید یک دو راز

دیر کی جانے میں اُس خرگوش نے ۔ مکر سوچا ایک اپنے آپ سے
بس چلا خرگوش بعد اک دیر کے ۔ کان میں تا راز کہوے شیر کے

لہ پوست کیا ہے الخ ۱۲ ضمیر پوست کیا ہے انکی باتیں رنگ برنگ جیسے آب دریا پر نقوش لہروں کے ہیں باتیں پوست اور معنی کو مغز جان اور باتیں صورت و معنی ہیں جان یہ حال ریاکاروں کا ہے کہ وہ ظاہر پرست ہیں پوست بے مغز بدکا عیب پوش ہے اور مغز نیک کا بھی بسبب غیرت کے عیب پوش ہے یعنی صورت ظاہری ریاکاروں کی عیب کو چھپاتی ہے اور کاملوں کے عیب کو کہ دلمیں اُن کے وہ عیب ہے یعنی معنی غیر الہی غیرت الٰہی سے چھپاتی ہے کہ ان کو نہ پہچانے پس صورت کامل و ناقص کی پردہ دار ہے بحر العلوم ہوا سے قلم اور آب سے کاغذ ہو اور جو تو لکھے وہ جلد فنا ہو کیونکہ وہ نقش بر آب ہے اگر تو اس سے وفا چاہے تو واپس اس سے ٹوٹے ہاتھ کا کاٹتا مردم میں ہوا و آرزو ہے تو جو ہوا چھوڑ دے وہ پیغام ہووے یعنی ہوا کہ انسان میں ہے مانع ہے وصول اللہ سے کلام حق کی اگر اُسے ہوا سے چھوٹے واصل حق ہو جو کلام حق ہے اسیواسطے اس ہوائے نفسانی کو حق تعالیٰ نے معبود باطلہ کہا ہے بموجب آیہ کریمہ افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ یعنی پس دیکھا تو نے اس کو پکڑا اپنی خواہش کو وہ الٰہ ہے اُس کا گویا مقدار بندہ میں بھی نفس پردہ ہے پس پیغام پروردگار بہتر و خوب ہیں کہ وہ سر تا سر پائدار ہیں خطبہ بادشاہوں کے بدل جاتے ہیں اور انبیا اولیا کے خطبے باقی رہتے ہیں کیونکہ بادشاہوں کے جاہ و حشم ہوا ہے اور انبیا علیہم السلام کا تجمل و شکوہ اللہ کی طرف سے ہے اسلئے نام بادشاہوں کا سکہ سے اور نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیا کا نام ہے جبکہ سو میں آئے تو نوے بھی اس میں موجود ہیں یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا میں باقی ہے تو سب انبیا کا نام باقی ہے کیونکہ حقیقت محمدی جامع جمیع حقائق ہے و ولایت محمدی جامع جمیع مقامات اولیا و نبوت محمدی جامع جمیع نبوت انبیا علیہم السلام ہے پس آپ کا نام مثل عدد سو کے ہے کہ نوے اسمیں داخل ہیں بحر العلوم بات یہ ہے بے انتہا قصہ خرگوش و شیر کا کہو فافہم ۱۲ ٭ دیر کی الخ ۱۲ یہ شعر ہے خرگوش نے جانے میں دیر کی اور مکر سوچا اپنے آپ در گیا بعد تھوڑی دیر کے تا کہ کان میں شیر کے راز کہے چنانچہ مولانا اس کے حقائق آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔

تا چہ عالمہاست در سودائے عقل / تا چہ با پہناست این دریائے عقل
بحر بے پایاں بود عقل بشر / بحر را غواص باید اے پسر
صورت ما اندرین بحر عذاب / می رود چون کاسہا بر روے آب
تا نشد پر بر سر دریا چو طشت / چونکہ پر شد طشت در وے غرق شد
عقل پنہان ست و ظاہر عالمی / صورت ما موج یا از وے نمی
ہر چہ صورت مے وسیلت سازدش / زاں وسیلت بحر دور اندازدش
تا نبیند دل دہندہ راز را / تا نبیند تیر دور انداز را
اسپ خود را یاوہ داند وز ستیز / می دواند اسپ خود را تیز تیز
اسپ خود را یاوہ داند آں جواد / و اسپ خود او را کشاں کردہ چو باد
در فغان و جستجو آں خیرہ سر / ہر طرف پرسان و جویان در بدر
کانکہ دزدید اسپم او کو و کیست / اینکہ زیر ران تست اے خواجہ چیست
آرے ایں اسپست لیکن اسپ کو / با خود آ اے شہسوار اسپ جو
وصفہا را مستمع گوید بہ راز / تا شناسد مرد اسپ خویش باز

کس قدر عالم رکھے سودائے عقل / کس قدر چوڑا ہے یہ دریائے عقل
بحر بے پایاں ہے یہ عقل بشر / چاہیے غواص دریا کو پسر
بحر شیریں میں ہماری صورتیں / مثل کاسہ کے ہیں یہ گردش کریں
پر نہ ہو جوں طشت دریا پر رہے / جبکہ پر ہو طشت اسمیں غرق ہے
عقل پنہاں در جہاں ظاہر دکھے / صورتیں ہیں موج و قطرہ بحر سے
جو وسیلہ اپنا صورت کو رکھے / دور دریا اس وسیلہ سے کرے
تا نہ دیکھے دل دہندہ راز کو / تا نہ دیکھے تیر دور انداز کو
اسپ کو اپنے گما جانے بجنگ / تیز دوڑاوے [illegible]
اسپ کو اپنے گما وہ جانتا / [illegible] اسپ [illegible]
چیختا اور ڈھونڈھتا پھرتا اگر / [illegible] پھرتا در بدر
میرے گھوڑے کو چرایا کس نے ہے / [illegible]
ہے یہ گھوڑا پر گیا گھوڑا کہاں / [illegible] اے سوار بے نشاں
سننے والا وصف کہوے راز سے / تاکہ پہچانے اسپ [illegible]

شعر کس قدر عالم کو الخ یہ شعر کس قدر عالم رکھتا ہے سودا عقل کا اور کس قدر چوڑا ہے دریا عقل کا یہ عقل بشری کا دریا بے پایاں ہے تو اس دریا کو غواص چاہیے کہ اسکی تہ سے گوہر شاہوار نکالے یہاں عقل بشری سے مراد ذات حق ہے کہ ہر ایک کو اسکی خواہش ہے اور اسکو کوئی جانتا نہیں ہماری صورتیں اس بحر ذات میں بہ صورتیں مثل کاسہ کے آب پر تیرتی ہیں جیسے طشت جب تک پر نہیں ہوتا ہے تو آب پر تیرتا ہے اور جبکہ پر ہوتا ہے تو غرق ہو جاتا ہے عقل پوشیدہ ہے اور عالم ظاہر دکھتا ہے اور صورتیں مثل موج و قطرہ دریا کے ہیں جو وسیلہ اپنا صورت کو رکھے تو دریا اس وسیلہ کے سبب دور کرے تا نہ دیکھے تیر پھینکنے والے کو یعنی حق کو کہ فاعل مطلق ہے نہ دیکھے پس حق کی ذات مثل دریا کے ہے اور صورتیں عالم کی اس دریا میں مانند موج حباب کے تیرتی پھرتی ہیں جو چیز کہ آب و دریا میں پیدا ہوگی وہ دریا ہے غیر نہیں ہے اسی طرح سب مخلوق اسی ذات میں ہے اندر دیکھ صورت پکڑتی ہے اور پھر فنا اسی میں ہو جاتی ہے پس ذات میں جو ہے ذات ہے غیر نہیں ہے اور خود اپنے صورت سے دور ہے مثل حباب کے آب ذات کو نہیں ہے اسی کا کام ہے وحدت و کثرت و تشبیہ و تنزیہ مگر کلو کی سمجھ سے جدا ہے چنانچہ مولانا اس غفلت کی مثال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

شعر اسپ کو الخ یہ شعر مثلاً کوئی شخص اپنے اسپ کو گما جانے اور دوڑائے وہ اس کو تیز بے درنگ اسپ کو اپنے گما جانتا ہے اور سب اس کو مانند ہوا کے لے کر بھاگا وہ چیختا اور ڈھونڈھتا پھرتا جابجا پوچھتا پھرتا اسپ کو در بدر اور کہتا کہ میرے اسپ کو کس نے چرایا ہے وہ کون ہے کوئی شخص کہے اے خواجہ تو کس چیز پر سوار ہے تو کہے یہ اسپ ہے لیکن وہ اسپ کہاں ہے وہ جواب دے ہوش میں آ اے سوار بے نشان پس سننے والا راز کو وصف کہوے تاکہ وہ اپنے اسپ کو پہچان لے واضح ہو کہ یہاں سوار سے مراد صورت اور اسپ سے مراد ذات حق ہے اسی طرح غافل کو ذات اٹھائے پھرتی ہے اور وہ اپنا مرکب نہیں دیکھتے ہیں اور خود تلاش کرتے پھرتے ہیں پس جو کوئی سننے والا یعنی مرشد مل جاتا ہے تو اس کو اس کے مرکب سے واقف کر دیتا ہے چنانچہ اس مقام کشود کا حال کہ جو مرشد طالب کو ہنگام طلب کے تعلیم کرکے انوار لطائف خمسہ کے کھولتا ہے۔ باقی حال اس کا مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

جان ز پیدائی و نزدیکیست گم / چون شود پر آب لب خشکی چو خم
در درون خود بیفزا درد را / تا ببینی سبز و سرخ و زرد را
کی ببینی سرخ و سبز و بور را / تا نبینی پیش از این سه نور را
لیک چون در رنگ گم شد ہوش تو / شد ز نور آن رنگہا روپوش تو
چونکہ شب آن رنگہا مستور بود / پس بدیدی دید رنگ از نور بود
نیست دید رنگ بے نور برون / ہمچنین رنگ خیال اندرون
این برون از آفتاب و از سہا / وان درون از عکس انوار علا
نور نور چشم خود نور دلست / نور چشم از نور دلہا حاصلست
باز نور نور دل نور خداست / کو ز نور عقل و حس پاک و جداست
شب نبد نور و ندیدی رنگ را / پس بضد آن نور پیدا شد ترا
شب ندیدی رنگہا کان بے نور بد / رنگ چہ بود مہرۂ کور و کبود
گہ نظر بر نور بود آنگہ برنگ / ضد بضد پیدا بود چون روم و زنگ
دیدن نورست آنگہ دید رنگ / وین بضد نور دانی بے درنگ
پس بضد نور دانستی تو نور / ضد ضد را می نماید در صدور

ظاہر و نزدیک سے ہے جان گم / جیسے ظاہر خشک در پانی سے خم
اپنے باطن میں زیادہ کر تو درد / تا کہ دیکھے رنگ سبز و سرخ و زرد
سرخ و سبز و زرد کب تجھکو دکھے / تا نہ دیکھے نور اول تین سے
رنگ میں جو ہوش تیرا گم گیا / رنگ وہ پردہ ہوا اس نور کا
ظلمت شب میں کہ جو چھپتا ہے رنگ / دیکھا تو نے نور سے دکھتا ہے رنگ
رنگ کو دکھلائے رنگ ظاہری / ایسے ہی رنگ خیال باطنی
یہ بظاہر آفتاب و ماہ سے / وہ بباطن عکس نور اللہ سے
نور نور چشم دل کا نور ہے / نور آنکھوں میں ہے دل کے نور سے
پھر ہے نور نور دل نور خدا / کہ وہ نور عقل و حس سے ہے جدا
شب نہ ہوتی تو نہ دکھتا نور رنگ / تو نہ وہ ضد سے دکھے ہے بے درنگ
دیکھا شب کو نور وہ بے رنگ تھا / رنگ کیا تھا ایک تھا مہرہ سیاہ
نور دیکھے پہلے پھر دیکھے تو رنگ / ضد سے ضد ظاہر ہو مثل روم زنگ
نور دیکھ جس گھڑی دکھتا ہے رنگ / نور کا ضد جان اسکے بے درنگ
نور کی ضد سے تو جانے نور کو / ضد کو ضد دکھلائے دل میں دیکھ تو

ظاہر و نزدیک اس شعر ظاہر ہونے و نزدیک ہونے کے باعث سے جان گم ہے جیسے خم اندر آب سے پر دہا ہر خشک لب بسبب مسامات بند ہو کے ہے پس تو اپنے باطن میں درد عشق کو زیادہ کر تا کہ رنگ سرخ و زرد و سبز تجھکو دکھیں سرخ و سبز کب تجھکو دکھیں جب تک کہ ان تینوں سے تو پہلے نور کو نہ دیکھے رنگ میں جو ہوش تیرا گم ہوا تو تو رنگ میں نور کو ہو امثال فرماتے ہیں کہ جیسے ظلمت شب میں رنگ چھپتا ہے اور تو نے دیکھا کہ رنگ دکھتا ہے تو نور ہی سے دکھتا ہے رنگ کو دکھلاتا ہے [illegible] باطنی بظاہر آفتاب و ماہ سے دکھتا ہے وہ باطن عکس نور اللہ سے دکھتا ہے واضح ہو کہ [illegible] باطن [illegible] کا کشف ہوتا ہے تو اول انوار رنگین لطائف خمسہ کے دکھتے ہیں چنانچہ لطیفہ قلب کا رنگ سرخ اور [illegible] لطیفہ [illegible] سفید اور لطیفہ خفی کا رنگ سبز اور لطیفہ اخفی کا رنگ سیاہ ہے اور آگے ایک نور بے رنگ ہے [illegible] سیر کا حال [illegible] فرماتے ہیں کہ جب تک نور مطلق [illegible] ان رنگوں کے نہ کھائی دیگا یہ رنگ لطائف کے سالک پر نہیں کھلیں گے کیونکہ یہ رنگ ایسا ہی نفس میں [illegible] رنگ کا [illegible] اور جیسا کہ اس کو ظلمت شب سے مثال دیتے ہیں [illegible] باطنی کی [illegible] جیسے کوئی [illegible] سرخ [illegible] بسبب نور کے رنگ اس کا دیکھے گا اور شب میں بسبب ظلمت کے دکھائی نہ دے گا اسی طرح رنگ [illegible] کا [illegible] باطن کے سبب دکھائی دیگا چنانچہ اس کا [illegible] آگے شعر میں بیان فرماتے ہیں ١٢ [illegible] نور نور چشم الخ یہ شعر نور چشم کا [illegible] دل کا نور ہے [illegible] نور دل کا نور حق کا [illegible] نور چشم کا نور حق کا ہے اشب [illegible] نہ ہوتی تو رنگ تو نہ دکھتا کیونکہ ضد سے دکھائی دیتا ہے دیکھا تو نے کہ وہ نور بے رنگ تھا [illegible] کیا تھا ایک مہرہ سیاہ تھا پس [illegible] نور دیکھے پھر رنگ [illegible] ضد سے ضد ظاہر ہوتی ہے مثل روم و زنگی کے جس دم کہ تو نے دیکھا رنگ دکھتا ہے پس نور کا ضد اس کو تو جان ہے کہ ضد نور سے تو نور کو جانتا ہے اور ضد کو دل میں دکھلائے تو دیکھ لیوے واضح ہو کہ [illegible] [illegible] رنگ [illegible] ہے پس اول طالب کا سیر رنگ لطائف ضرور ہے کہ ظلمت نفس ضد رنگ لطائف ہے اور رنگ سب [illegible] نور [illegible] چنانچہ اس کا حال [illegible] میں ہوا آگے بیان فرماتے ہیں فہم من فہم ١٢

رنج و غم را حق پے آں آفرید	تا بدیں ضد خوشدلی آید پدید	غم کو پیدا اس لیے حق نے کیا	خوشدلی اس ضد سے تا ہو برملا
پس نہانیہا بضد پیدا شود	چونکہ حق را نیست ضد پنہاں بود	پس نہاں اس ضد سے ہو جاوے عیاں	چونکہ حق کی ضد نہیں ہے وہ نہاں
نور حق را نیست ضدے در وجود	تا بضد او را تواں پیدا نمود	نور حق کی ضد نہیں اندر وجود	تا کہ ضد سے اسکا پیدا ہو شہود
لاجرم ابصارنا لا تدرکہ	وہو یدرک بیں تو از موسیٰ و کہ	اس لیے ابصارنا لا تدرکہ	وہو یدرک دیکھ از موسیٰ و کہ
صورت از معنی چو شیر از بیشہ داں	یا چو آواز و سخن ز اندیشہ داں	صورت و معنی ہیں جیسے بیشہ و شیر	یا چوں آواز و سخن با فکر خیر
ایں سخن و آواز از اندیشہ خاست	تو ندانی بحر اندیشہ کجاست	یہ سخن و آواز اٹھا فکر سے	فکر کا دریا نہ جانے کاں پہ ہے
لیک چوں موج سخن دیدی لطیف	بحر آں دانی کہ ہم باشد شریف	دیکھی جو موج سخن تو نے لطیف	جان لے دریا بھی اسکا ہو شریف
چوں ز دانش موج اندیشہ بتاخت	از سخن و آواز او صورت بساخت	عقل کی جو فکر کی موجیں اٹھیں	صورتیں آواز باتوں سے بنیں
از سخن صورت بزاد و باز مرد	موج خود را باز اندر بحر برد	بات سے صورت بنی وہ گم گئی	موج خود دریا کے اندر جا ملی
صورت از بے صورتی آمد بروں	باز شد کانا الیہ راجعون	آئی بے صورت سے اک صورت بروں	پھر گئی کانا الیہ راجعون
پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتیست	مصطفےٰ فرمود دنیا ساعتیست	پس تجھے ہر دم ہے اک موت و فنا	مصطفےٰ نے ساعۃ دنیا کہا
فکر ما تیریست از ہو در ہوا	از ہوا کے پاید آید تا خدا	فکر ہے اک تیر ہو سے یا ہوا	کب ہوا سے آئے آخر تا خدا
ہر نفس نو می شود دنیا و ما	بے خبر از نو شدن اندر بقا	ہوتی ہے ہر دم نئی دنیا و ہم	بے خبر تجدید سے جو ہیں بہ دم

۵ غم کو پیدا الخ یہ شعر اس لیے حق نے غم کو پیدا کیا ہے کہ خوشدلی اس ضد سے تا ظاہر ہو کہ نہاں اسی ضد سے عیاں ہو وے چونکہ حق کی ضد نہیں اس لیے نہاں ہے نور حق کی ضد نہیں وجود میں تا کہ ضد سے اس کا شہود ہو اس لیے حق نے فرمایا ہے لا تدرکہ الابصار وہو یدرک الابصار یعنی درک نہیں کرتی ہے بصارت چشم کی اور وہ جانتا ہے بصارت پڑیا اس آئینہ کو قصہ موسیٰ اور کوہ میں دیکھ لے تا کہ صحیح ہو کہ درک سے مراد یہاں رویت ذات حق ہے پس دیکھنا ذات حق کو بینائی چشم سے دنیا میں محال ہے اور عارفوں کو جو کہ رویت ہوتی ہے وہ بصیرت چشم دل سے ہوتی ہے چنانچہ مولانا اس آیت سے اشارہ اس بات کا کرتے ہیں کہ موسیٰ نے رب ارنی کہا یعنی رویت حق بچشم بصارت چاہی لن ترانی کو سنا اور پھر تجلی حق کو دیکھ کر بیہوش ہوئے یعنی چشم بصیرت دل سے حق کو دیکھا و مشاہدہ حق کیا پس ثابت ہوا کہ رویت حق کی دنیا میں عارفوں کو دیدۂ بصیرت سے ہوتی ہے اور اس کو تجلی کہتے ہیں اور چشم بصارت سے آخرت میں رویت ذات حق ہوگی بحر العلوم پس مولانا یہاں انکار رویت ذات حق کا دیدۂ بصارت یعنی چشم ظاہر سے بسبب ہونے حدوث کے بیان فرماتے ہیں نہ مشاہدہ تجلیات حق سے فہم من فہم ۱۲ —

۵۳ صورت و معنی الخ یہ شعر صورت معنی ہے مانند بیشہ کے و شیر کے یا مانند آواز و سخن کے کہ فکر سے پیدا ہوں یہ سخن و آواز اٹھتا ہے فکر سے اور فکر کا دریا کوئی نہیں جانتا ہے کہاں پر ہے تو جو موج سخن کو دیکھ لطیف جانے کہ دریا بھی اس کا لطیف ہوگا عقل سے جو فکر موجیں اٹھیں اور آواز سخن سے صورتیں بنیں پس بات سے صورت بنی اور فنا ہوئی موج اپنی دریا کے اندر جا ملی آئی ایک صورت بے صورتی سے باہر اور پھر گئی کانا الیہ راجعون یعنی تحقیق ہم طرف اسکے رجوع ہونے والے ہیں پس تجھے ہے ہر دم ایک فنا و موت کہ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے الدنیا ساعۃ یعنی دنیا ایک ساعت ہے فکر ایک تیر ہے ذات ہو سے ہوا یعنی کب پریشانی سے ہوا سے آئے آخر کو حق تک یعنی کب تشفی ہوں گے واضح ہو کہ مخلوق ہر دم نئی پیدا ہوتی ہے اور فنا ہوتی ہے جیسے دریا عقل کا یعنی ذات سے موج فکر اور اسی سے آواز سخن صورت پکڑتا ہے اور پھر فنا ہو جاتا ہے اسواسطے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو ایک ساعت کہا ہے یہ مسئلہ تجدد امثال کا ہے بعضے صوفی اس کو مانتے ہیں اور بعضے نہیں مانتے ہیں چنانچہ مولانا اس کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۵ ہوتی ہے الخ اشعر دنیا ہر دم پیدا ہوتی ہے ہم تجدد اپنے سے بے خبر ہیں بسبب بقاء و جاری رہنے دم کے ۱۲

عمر همچون جوی نو نو میرسد — مستمری می نماید در جسد
آن ز تیزی مستمر شکل آمدست — چون شرر کش تیز جنبانی بدست
شاخ آتش را بجنبانی بساز — در نظر آتش نماید بس دراز
این درازی مدت از تیزی صنع — می نماید سرعت انگیزی صنع
طالب این سر اگر علامه ایست — نک حسام الدین که سامی نامه ایست
وصف او از شرح مستغنی بود — رو حکایت کن که بیگه میشود

عمر تیری نو آتی ہے جوں آب جو — ویسے ہے دیکھے ہمیشہ اسکو تو
دائرہ تجکو برابر اک دکھے — تو شرر کو تیز گردش جبکہ دے
جلتی لکڑی کو ہلائے تو اگر — اک لکیر اس آگ کی آئے نظر
تیزی صنعت سے یہ عمر دراز — تجکو دکھلاتی ہے وہ صنع فراز
طالب علامہ اگر ہے بھید کا — ہے حسام الدین کو وصف اسکا بڑا
وصف بے پردہ ہے اسکا شرح سے — چل حکایت کہہ کہ جاتا وقت ہے

رسیدن خرگوش بشیر و خشم شیر بر وی

پہنچنا خرگوش کا شیر کے پاس اور خفا ہونا شیر کا اس پر

شیر اندر آتش و در خشم و شور — دید کان خرگوش می آید ز دور
می دود بے دہشت و گستاخ او — خشمگین و تند و تیز و ترش رو
کز شکسته آمدن تہمت بود — وز دلیری دفع ہر ریبت بود
چون رسید او پیش تر نزدیک صف — بانگ بر زد شیر ہان اے ناخلف
من که گاوان را ز ہم بدریده ام — من که گوش شیر نر مالیده ام
نیم خرگوشی چه باشد کو چنین — امر ما را افگند اندر زمین
ترک خواب غفلت خرگوش کن — غرش این شیر اے خرگوش کن

خشم اور غصہ کے اندر شیر نے — دیکھا وہ خرگوش آتا دور سے
دوڑتا آتا ہے بے دہشت و ڈر — ترشرو اور تندخو اور بحیط
جھینپتے کے آنے سے تہمت ہوتی ہے — اور دلیری سے صداقت ہوتی ہے
شیر کے نزدیک تر آیا وہ جب — شیر للکارا کہ ہاں اے بے ادب
میں نے پھاڑا ہے بہت گاؤ کو — اور ملے ہیں کان شیر نر کے جو
ادنی اک خرگوش کہ ایسا کرے — حکم میرے کو زمیں پر ڈالدے
ترک خواب و غفلت خرگوش کر — شیر کی غرش کو اے خرگوش کر

لہ عمر تو نو الخ، شعر یعنی نئی عمر آتی ہے مانند آب جاری نہر کے اور تو اسکو ویسے ہی ہمیشہ دیکھتا ہے واضح ہو کہ یہاں مولانا مسئلہ تجدد امثال کا بیان فرماتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ صورتیں تمام جہان کی ہر دم بدلتی ہیں بعض فنا ہوتی ہیں اور دوسری انکی جا پر پیدا ہوتی ہیں جیسے تو شمع کی شکل صنوبری قائم رکھتی ہے اور روغن ہر دم پیچھے پیچھے پیدا ہوتی جاتی ہے سلسلہ ہے آمد و رفت اسکی دکھائی نہیں دیتی ہے اور اسی تجدد سے ہر شے کا نشو و نما اور انکی افزونی عالم میں ہوتی ہے اور انسان کا حال بھی اسی سبب سے یکساں نہیں رہتا ہے کبھی کچھ کبھی کچھ ہوتا ہے اور عارف اسکو جانتے ہیں کہ وہ ذات ہر دم ایک شان نئی پکڑ جاتی ہے اور پھر گم ہو جاتی ہے یعنی تمام عالم ایک آن واحد میں اصل ذات میں غرق ہو جاتا ہے اور ہر صورت پکڑتا ہے جیسے پانی پچکاری کے اندر سمٹ جاتا ہے اور پھر باہر آتا ہے اسی کو حق تعالے فرماتا ہے آیہ کریمہ کل یوم ہو فی شان یعنی ہر وقت میں اسکی ایک نئی شان ہے مگر مخلوق اس بات کو جان نہیں سکتی ہے آگے بیان فرماتے ہیں کہ تجکو ایک برابر دکھائی دے اگر تو ایک شرر کو گردش تیز دے جیسے جلتی لکڑی کو اگر تو ہلائے ایک لکیر طویل آگ کی تجھ کو نظر آئے گی اسی طرح یہ تیری عمر دراز صنعت سے تجھ کو دکھلائی صنعت دیگا طالب علامہ اگر اس راز کا ہے تو حسام الدین ہے کہ وصف اس کا بڑا ہے وصف اس کا شرح سے بے پردا ہے چل حکایت بیان کر کہ وقت جاتا ہے یعنی اس طور پر عمر انسانی کہ ہر دم تجدد امثال رکھتی ہے اور انسان بسبب تیز رفتار عمر کے خود کو ایسا ہی برقرار جانتا ہے تو حسام الدین جانشین ہے یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس راز سے واقف ہیں کیونکہ مولانا نے حسام الدین نام اصطلاحاً مثنوی میں مقرر فرمایا ہے قائم

سلہ خشم اور غصہ الخ، شعر شیر نے بحالت خشم و غضب خرگوش کو دیکھا کہ دور سے آتا ہے گرز دوڑتا آتا ہے بے خوف و ہراس ترشرو و تندخو و بحیط آگے حقائق امر کے بیان فرماتے ہیں کہ جھینپنے یعنی شرمندہ آنے سے تہمت پائی جاتی ہے یعنی جو صادق ہوتا ہے وہ دلیرانہ آتا ہے اور جو متہم ہوتا ہے وہ شرمسار آتا ہے پھر کے وہ جب نزدیک آیا شیر نے اسکو للکار کر کہا کہ خبردار اے بے ادب میں نے پھاڑا ہے بہت سے گاؤ کو اور گوشمالی دی ہے شیر نر کو ادنی ایک خرگوش ایسا کام کرے کہ میرے حکم کو زمین پر پھینکے چھوڑ اس خواب خرگوش کو اور شیر کی غرش کو اے خرگوش یعنی شیر نے بسبب عدم تحمل کے اس خرگوش کو دھمکایا۔ واللہ اعلم ۱۲

عذر گفتن خرگوش بہ شیر از تاخیر و لابہ کردن

گفت خرگوش الامان عذریم ہست　　گر دہد عفو خداوندیت دست
باز گویم چون تو دستورے دہی　　تو خداوندی و شاہ من رہی
گفت چہ عذر ای قصور ابلہان　　این زمان آیند در پیش شہان
مرغ بوقتی سرت باید برید　　عذر احمق را نمی شاید شنید
عذر احمق بدتر از جرمش بود　　عذر نادان زہر دانائش بود
عذرت اے خرگوش از دانش تہی　　من چہ خرگوشم کہ در گوشم نہی
گفت اے شاہ ناکسے را کس شمار　　عذر استم دیدگان را گوش دار
خاص از بہر زکوٰۃ جاہ خود　　گمرہے را تو مران از راہ خود
بحر کو آبے بہر جوے دہد　　ہر خسے را بر سر و رو می نہد
کم نخواہد گشت دریا زین کرم　　از کرم دریا نگردد بیش و کم
گفت دارم من کرم بر جائی او　　جامۂ ہر کس برم بالای او
گفت بشنو گر نباشم جاے لطف　　سر نہادم پیش اژدرہای عنف
من بوقت چاشت در راہ آمدم　　با رفیق خود سوے شہ آمدم
با من از بہر تو خرگوش دگر　　جفت و ہمرہ کردہ بودند آن نفر
شیر اندر راہ قصد بندہ کرد　　قصد ہر دو ہمرۂ آیندہ کرد
گفتمش ما بندۂ شاہنشہیم　　خواجہ تاشان یکے آن درگہیم

عذر کرنا خرگوش کا شیر سے دیر ہونے میں اور خوشامد کرنا

سلہ بولا خرگوش الاماں معذور ہوں　　امن میں گر حکم ترے سے رہوں
گر اجازت ہو تو حال اپنا کہوں　　تو ہی مالک اور اک عاجز میں ہوں
بولا کیا کہتا ہے احمق پر قصور　　اب تو آیا ہے درگاہ حضور
مرغ بے ہنگام لائق ہے سزا　　عذر احمق کا ہے کب سننا روا
عذر احمق ہے گنہ سے بھی برا　　عذر ناداں زہر دانا کا ہوا
عذر لے خرگوش خالی عقل سے　　میں نہیں خرگوش کہ سن لوں اسے
بولا اے شہ عاجز کی کر مدد　　عذر مظلوموں کا سن نیکے مد
واسطے اپنی زکوٰۃ جاہ کے　　دور مت گمراہ کو کر آپ سے
آب دیتا بحر ہے ہر نہر کو　　سر پہ ہر خاشاک کے رکھتا ہے وہ
اس کرم سے کچھ نہیں دریا ہو کم　　بیش و کم ہوتے نہ دریائے کرم
بولا کرتا ہوں کرم جائے کرم　　قد کے لائق جامہ دیتا ہوں نہ کم
سلہ بولا سن لے گر نہ جائے لطف ہو　　سر رکھا ہے آگے تیرے قہر کے
صبح میں آتا تھا جانب شاہ کے　　اور رفیق اک تھی بس ہمراہ کے
ساتھ میرے اور اک خرگوش تھا　　میرے ہمرہ سارے فرقے نے کیا
قصد رہ میں شیر نے میرا کیا　　پیچھا دونوں آنیوالوں کا کیا
عرض کی ہم بندگان شاہ ہیں　　اور دونوں بندۂ درگاہ ہیں

سلہ بولا خرگوش، یعنی اس شعر خرگوش نے کہا کہ الاماں میں معذور ہوں میں میرے حکم سے اگر اماں پاؤں اور اگر اجازت ہو تو حال اپنا کہوں تو مالک ہے اور میں ایک عاجز ہوں بولا کہ کیا کہتا ہے اے احمق پر قصور اب تو آیا ہے ہمارے حضور میں مرغ بے ہنگام لائق سزا ہے عذر احمق کا کب سننا روا ہے عذر احمق کا گناہ سے زیادہ برا عذر ناداں زہر ہے عقل کا عذر لے ناداں خرگوش ناداں میں گوش خر نہیں ہوں کہ اس کو سنوں خرگوش نے کہا کہ اے شاہ تو عاجز کی مدد کر اور عذر مظلوموں کا نیک ہو سن بتوفیق اپنی زکوٰۃ جاہ کے اور آپ سے رت کو گمراہ کو مت ال، اسکی مولانا بیان فرماتے ہیں جیسے بحر آب دیتا ہے ہر نہر کو اور ہر خاشاک کو اپنے سر پر رکھتا ہے اس کرم سے کچھ نہیں ہوتا ہے دریا کم اور نہ کم زیادہ ہوتا ہے دریائے کرم شیر نے کہا کرم کرتا ہوں کرم کی جگہ پر اور لائق قد کے دیتا ہوں قبا یعنی جو جس لائق ہوتا ہے ویسی قدر اس کو دیتا ہے واللہ اعلم ۔ سلہ بولا سن لے الی آخرہ ۔ شعر خرگوش نے کہا کہ اگر جائے لطف نہیں ہے تو سن لے کہ سر رکھا ہے آگے تیرے قہر کے آج میں صبح کو آتا تھا جانب شاہ کے اور ایک رفیق میرے ہمراہ اور ایک خرگوش تھا اور اس گروہ وحید دن نے میرے ہمراہ کر دیا تھا ایک شیر نے میرے مارنیکا قصد کیا اور قصد ہم دونوں آنے والوں کا کیا اس سے کہا کہ ہم بندگان شاہی ہیں اور ہم دونوں بندے اس درگاہ کے ہیں ۔

گفت شاہنشہ کہ باشد شرم دار / پیش من تو یاد ہر ناکس میار
ہم ترا و ہم شہت را بر درم / گر تو با یارت بگردی از برم
گفتمش بگذار تا بار دگر / روی شہ بینم برم از تو خبر
گفت ہمرہ را گرو نہ پیش من / ورنہ قربانی تو اندر کیش من
لابہ کردیمش بسی سودی نکرد / یار من بستد مرا بگذاشت فرد
ماند آن ہمراہ گرو در پیش او / خون روان شد از دل بیخویش او
یارم از زفتی سہ چندان بد کہ من / ہم بہ لطف و ہم بخوبی ہم بتن
بعد ازین زان شیر این رہ بستہ شد / حال ما این بود با تو گفتہ شد
از وظیفہ بعد ازین امید بُر / حق ہمی گویم ترا الحق مُر
گر وظیفہ بایدت رہ پاک کن / ہین بیا و دفع آن بیباک کن

بولا کیسا[1] بادشاہ تم چپ رہو / ذکر نالائق کا مجھ سے مت کرو
تجھکو تیرے شاہ کو پھاڑوں ابھی / گر تو بھاگے یار کو لے کر کبھی
عرض کی کہ چھوڑ تا بار دگر / شہ کو ہم دیکھیں دیں تیری خبر
بولا ہمراہی کو اپنے رہن دے / ورنہ قربانی تری واجب مجھے
کی خوشامد بھی وہ لیکن بے اثر / یار کو چھینا مجھے چھوڑا مگر
رہن اسکے پاس ہمراہی رہا / خون اسکے دلمیں پانی ہو گیا
یار تھا سہ چند مجھسے بس عظیم / ہم لطیف و ہم مجرب ہم جسیم
آج سے رہ بند ہے اس شیر سے / حال یہ میرا تھا اب تجھ جان لے
ہے وظیفہ بند ہو تو غم سے پُر / سچ میں کہتا ہوں کہ ہی الحق مُر
گر وظیفہ چاہے تو رہ پاک کر / چل تو اس دم دفع وہ بیباک کر

جواب گفتن شیر خرگوش را و روان شدن او

جواب دینا شیر کا خرگوش کو اور روانہ ہونا ا

گفت بسم اللہ بیا تا او کجاست / پیش رو شو گر ہمی گوئی تو راست
تا سزای او و صد چون او دہم / ور دروغ است این سزای تو دہم
اندر آمد چون قلاوزی بہ پیش / تا برد او را بسوی دام خویش
سوی چاہی کو نشانش کردہ بود / چاہ مغ را دام جانش کردہ بود
می شدند آن ہر دو تا نزدیک چاہ / اینت خرگوشی چو آب زیر کاہ
آب کاہی را بہامون می برد / آب کوہی را عجب چون می برد
دام مکر او کمند شیر بود / طرفہ خرگوشی کہ شیری می ربود

بولا[2] بسم اللہ چل وہ ہے کہاں / آگے ہو گر سچ تو کہتا ہے بیاں
اسکو ایسے سو کو بس میں دوں سزا / گر تو جھوٹا ہو تو دوں تجھکو جزا
مثل رہبر کے وہ بس آگے ہوا / جانب دام اپنے اسکو لے چلا
جانب اس چہ کے کہ دیکھا اسنے تھا / دام اسکی جان کا تھا اس کو کیا
بس گئے وہ دونوں تا نزدیک چاہ / اور تھا یہ خرگوش آب زیر کاہ
کاہ کو صحرا سے لیجاتا ہے آب / یہ عجب کہ کوہ کو کر دے خراب
دام مکر اس کا کمند شیر تھا / ہے عجب خرگوش قاتل شیر کا

[1] بولا کیسا بادشاہ الخ ۔ شعر تم چپ رہو ۔ اور اس نالائق کا مجھ سے ذکر نہ کرو تجھکو اور تیرے شاہ کو ابھی پھاڑوں اگر تو اسکے پاس اپنے یار کو لیکر چلا گیا پھر ہم نے کہا کہ ایک بار ہم کو چھوڑ کہ ہم شاہ کو دیکھیں اور تیری خبر دیں اسنے کہا کہ اپنے ہمراہی کو گرو کرے اور قربانی تیری ہے بہت خوشامد کی مگر کچھ اثر نہ ہوا یار کو اس نے چھینا اور مجھ کو چھوڑا اور ہمراہ آیا اسکے پاس رہن رہا اور اسکا خوف رہا دل خون ہو کر پانی ہوا وہ یار مجھ سے سہ چند فربہ تھا اور لطیف و مجرب و جسیم چہرہ راہ بند اس شیر سے ہوئی یہ میرا حال تھا تو جان لے پھر وظیفہ نہ ملے گا تو غم سے پر ہو میں سچ کہتا ہوں کہ الحق مر یعنی سچ کہنا کڑوا ہوتا ہے اگر تو وظیفہ چاہتا ہے تو راستہ کو پاک کر دے ابھی چل دفع اس بیباک کو کر یعنی خرگوش نے از راہ فریب کے یہ مکر بندی کی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شیر مغلوب الغضب ہے اور عقل کم رکھتا ہے میرے دام میں پھنسے گا اس سے ثابت ہوا کہ جو عقل کم رکھتا ہے جلدی میں نہیں تامل کرتا ہے اور جو عقیل ہوتا ہے بسبب دور اندیشی کے جان دینی سہو سمجھتا ہے کیونکہ عقل کا فضل جان کی ہے [2] بولا بسم اللہ الی آخرہ ۔ شعر شیر نے کہا بسم اللہ چل وہ ہے کہاں اور آگے ہو اگر تو سچ کہتا ہے اسکو ایسے سو کو سزا دوں اور اگر تو جھوٹا نکلا تو پھر تجھکو جزا دوں پھر مثل رہبر کے خرگوش آگے ہوا اور شیر کو اپنے دام کی جانب لے چلا اس چاہ کی طرف کہ اسنے اس کو دیکھا تھا اور اسکی جان کا دام کیا تھا پس وہ دونوں نزدیک چاہ کے گئے یہ خرگوش آب زیر کاہ تھا یعنی مکار تھا مثل آب کاہ کو صحرا سے آب لیجاتا ہے یہ عجب ہے کہ آب کاہ کو لیجاتا یعنی خرگوش نے شیر کا یعنی دام مکر کمند کیا ہی کہہ کر چھوڑ دی

بیان فرماتے ہیں فافہم

موسی فرعون را تا رود نیل | می کشد با لشکر و جمع ثقیل
پشہ نمرود را با نیم پر | می شکافد بے محابا مغز سر
حال آن کو قول دشمن را شنود | بین جزای آنکہ شد یار حسود
حال فرعونے کہ ہامان را شنود | حال نمرودے کہ شیطان را شنود
دشمن ار چہ دوستانہ گویدت | دام دان گرچہ ز دانہ گویدت
گر ترا قندے دہد آن زہر دان | گر بتو لطفے کند آن قہر دان
چون قضا آید نبینی غیر پوست | دشمنان را باز نشناسی ز دوست
چون چنین شد ابتہال آغاز کن | نالہ و تسبیح و روزہ ساز کن
نالہ می کن کای تو علام الغیوب | زیر سنگ مکر بد ما را مکوب
یا کریم العفو ستار العیوب | انتقام از ما مکش اندر ذنوب
آنچہ در کون است اشیا آنچہ ہست | وانما جان را بہر حالت کہ ہست
گر سگی کردیم ای شیر آفرین | شیر را مگمار بر ما زین کمین
آب خوش را صورت آتش مدہ | اندر آتش صورت آبی منہ
از شراب قہر چون مستی دہی | نیستہا را صورت ہستی دہی
چیست مستی بند چشم از دید چشم | تا نماید سنگ گوہر پشم یشم

[۱] موسیٰ رود نیل تک فرعون کو | لے گیا اک با سپاہ جنگ جو
نیم پر مچھر نے اُس نمرود کا | بے تامل مغز سر کو کھا لیا
قول دشمن کا سُنے یہ اُسکا حال | یہ سزا دشمن کا جو رکھے خیال
حال [۲] فرعون اک کہ ہامان کی سُنی | حال نمرود اک کہ شیطان کی سُنی
گرچہ دشمن دوستانہ کچھ کہے | دام جانو گرچہ دانہ ہی رکھے
گر تجھے شکر دے اسکو زہر جان | گر کرے الطاف اسکو قہر مان
جب قضا آئے تو دیکھے اسکو پوست | اور جانے ہر دشمن کو تو دوست
جب [۳] کہ ایسا ہو تو زاری کر شروع | روزہ و تسبیح سے کر تو رجوع
نالہ کر اور کہہ کہ اے پروردگار | مکر کے پتھر سے تو مجھکو نہ مار
یا کریم العفو یا بار الٰہ | اب گناہوں کا نہ بدلا مجھسے چاہ
جو کہ دنیا میں ہر شی جیسی کہ ہو | جان کو دکھلائے وہ جس حال سے
گر سگی کی ہینے لے شیر آفرین | شیر کو مجھ پر مسلط کر نہیں
آگ کی صورت تو پانی کو نہ دے | آگ میں پانی کی صورت مت رکھے
جو شراب قہر سے مستی تو دے | نیستوں کو صورت ہستی تو دے
کیا ہے مستی آنکھ مند نا دید سے | تاکہ پشم و سنگ گوہر دیکھ لے

[۱] موسیٰ الی آخرہ ۳ شعر موسیٰ رود نیل تک فرعون کو معہ ایک سپاہ کے لے گیا اور مچھر عاجز نے نمرود کا مغز بے تامل کھا لیا پس جو قول دشمن کا سنے یہ اس کا حال ہے اور جو دشمن کا خیال رکھے یہ اس کی سزا ہے جیسے شیر نے خرگوش کا کہا کیا اور آفت میں پڑا فافہم ۱۲ [۲] حال فرعون الی آخرہ ۴ شعر حال فرعون کا ایک دیکھ لے کہ اس نے ہامان کی سنی اور حال نمرود کا دیکھ لے کہ اس نے شیطان کی سُنی اگرچہ دشمن دوستانہ کہے تو اسکو دام جان اور اگر وہ دانہ سے کہے یعنی دشمن لاکھ نفع کی کہے تو اسکو نقصان جان اگر تجھ کو شکر دے تو اسکو زہر جان اگر لطف کرے تو اسکو قہر جان جب قضا آئے تو اسکو پوست دیکھے اور اپنے دشمن کو دوست جانے یعنی جب دن انسان کے برے آتے ہیں تو الٹی سمجھ ہو جاتی ہے عاقل وہ کہ اس امر کو جان لے اور خدا کی طرف رجوع کر کے مناجات کرے چنانچہ مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں ۱۲ [۳] جب کہ ایسا ہوا الیٰ آخرہ ۸ شعر جب کہ یہ امر ہو تو زاری شروع کرے اور روزہ و تسبیح کے ساتھ رجوع کرے بدرگاہ مجیب الدعوات اور نالہ کر اور کہہ کہ اے پروردگار مجھ کو سنگ مکر سے نہ مار یا کریم العفو یا بار الٰہ اب گناہوں کا مجھ سے بدلا نہ چاہ اور جو دنیا میں ہے جیسے کہ ہے وہ جس حال سے ہے کہ جان کو دکھلا یعنی حقیقت ہر شے کی مجھے دکھا جس طور سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے اعدیث اللھم ارنا الاشیاء کما ھی یعنی اے بار خدا دکھا مجکو ماہیت شے کی جیسی کہ ہے اگر میں نے کتا پن کیا اے شیر آفرین بس شیر کو مجھ پر مسلط مت کر آگ کی صورت پانی مت رکھ جسکو شراب قہر سے تو مستی دیوے نیستوں کو صورت ہستی کی تو دیوے ہستی کیا ہے آنکھ بند ہو دید سے تاپشم و سنگ و گوہر دکھائی دے واضح ہو کہ مولانا یہاں ہستی دید کا حال بیان فرماتے ہیں کہ خداوند عالم جسکو شراب قہر سے مستی دیتا ہے نیست کو صورت ہستی دیتا ہے اور وہ ہستی کیا ہے چشم بند ہونا ہے کہ چشم کو پشم و سنگ گوہر دکھائی دے یعنی جسکو بدمست کرتا ہے مقام مستی سے ہستی میں ڈالتا ہے کہ چشم باطن اسکی دید معنی سے بند ہو جاتی ہے اور کجی سے نظر اسکی اس طرف جاتی ہے اور جسکو مست کرتا ہے مستی دنیا سے ہستی میں ڈالتا ہے کہ چشم ظاہر اسکی دید ظاہر سے بند ہو جاتی ہے اور مستی سے نظر معنی کی طرف جاتی ہے

قصہ سلیمان علیہ السلام و ہدہد و بیان آنکہ چون قضا آید چشمہا بستہ شود

قصہ سلیمان علیہ السلام و ہدہد کا اور بیان اسکا کہ جب قضا آتی ہے آنکھیں بند ہو جاتی ہیں

چون سلیمان را سراپردہ زدند — پیش او مرغان بخدمت آمدند
ہمزبان و محرم خود یافتند — پیش او یک یک بجان بشتافتند
جملہ مرغان ترک کردہ چیک چیک — با سلیمان گشتہ افصح من اخیک
ہمزبانی خویشی و پیوندی است — مرد با نامحرمان چون بندی است
اے بسا ہندو و ترک ہمزبان — اے بسا دو ترک چون بیگانگان
پس زبان محرمی خود دیگرست — ہمدلی از ہمزبانی بہترست
غیر نطق و غیر ایما و سجل — صد ہزاران ترجمان خیزد ز دل
جملہ مرغان ہر یکے اسرار خود — از ہنر وز دانش و از کار خود
با سلیمان یک بیک وا مینمود — از برائے عرضہ خود را می ستود
از تکبر نے و از ہستی خویش — بہر آن تا رہ دہد او را بہ پیش
چون بباید بردہ را خواجہ — عرضہ دارد از ہنر دیباچہ
چونکہ دارد از خریدارش ننگ — خود کند بیمار و شل و کور و لنگ

جب[۱] سلیمان کو جہاں کا شہ کیا — مرغ خدمت میں اک حاضر ہوا
پایا اپنا راز دان و ہمزبان — دوڑا اک اک انکی خدمت میں بجان
چھوڑ دی مرغوں نے سفیہ چیک چیک — تھی سلیمان ساتھ افصح من اخیک
ہمزبانی خویشی اور پیوندی ہی — غیر کی صحبت میں انسان بندی ہے
ترک و ہندو ہیں بہت سے ہمزبان — ترک اکثر دو ہیں چون بیگانگان
پس زبان کی محرمی کچھ اور ہے — ہمزبان سے ہمدلی خوش طور ہے
بے کہے اور بے اشارہ کے سخن — ترجمان اٹھتے ہیں لاکھوں قلب سے
مرغ[۲] ہر اک اپنے کل اسرار کو — اپنے کام اور عقل اور اذکار کو
پس سلیمان سے وہ کہتے ایک ایک — واسطے اظہار کے نہ تھے نیک
نے تکبر اور خودی سے کہتے تھے — بلکہ خواہاں تھے کہ وہ اس سے ملے
جس طرح آقا کو پاتا ہی غلام — کرتا ظاہر ہے ہنر کرکے کلام
جو خریداروں سے رکھتا ننگ ہے — آپ کو بیمار اور لنگڑا کرے

۱ جب سلیمان علیہ السلام کو بادشاہ کیا الخ، شعر جب سلیمان علیہ السلام کو بادشاہ جہاں کا کیا مرغ انکی خدمت میں حاضر ہوے انکو اپنا محرم و ہمزبان جو پایا ہر ایک انکی خدمت میں جان سے دوڑے اور مرغوں نے آواز چیک چیک یعنی بیہودہ گوئی کو چھوڑا اور باتیں کین سلیمان علیہ السلام سے افصح من اخیک یعنی فصیح باتیں جیسے بھائی انسان کرتے ہیں اسکے حقائق مولانا بیان فرماتے ہیں کہ ہمزبانی قریب نزدیک کرتی ہی اور صحبت نامحرم کی مقید کرتی ہی جیسے ترک ہندو میں بہت سی ہمزبان اور بعضے ترک دو ہیں کہ ہمزبان ہو کے بیگانہ ہیں زبان کی محرمی اور کچھ ہی ہمزبان سی ہمدلی بہتر ہی بے کہے اور بے سنے اور بے اشارہ سیکڑوں دلوں میں ترجمے یعنی باتیں کرتے ہیں واضح ہو کہ مولانا ملاقات عارفوں کا حال بیان فرماتے ہیں کہ زبان کی ملاقات سی دل کی ملاقات بہتر ہی کہ عارفین جب آپس میں ہنگام ملاقات کی باتیں کرتے ہیں تو بظاہر خاموش بیٹھتے ہیں اور دلوں میں باتیں کرتے ہیں پس ان قال کی باتوں سے حال کی باتیں بہتر ہیں اور یہ باتیں دل کی جب ہوتی ہیں کہ عشق سی دل زندہ ہو گیا ہوتا ہے فافہم ۲ مرغ ہر اک الی آخرہ ۵ شعر ہر ایک مرغ نے اپنے کل راز کو اور نصیحت اور عقل اور ذکر کو سلیمان علیہ السلام سی کہا ہر ایک یک بات کہنا واسطے اپنے اظہار لیاقت و ہنر کے اور نہ واسطے تکبر و خودی کے کہتا بلکہ چاہتے تھے کہ رسائی ان تک ہو جیسے آقا کو غلام پاتا ہی تو باتیں کرکے اپنا ہنر ظاہر کرتا ہی اور جو خریداروں سی شرم رکھتا ہی تو خود کو بیمار اور لنگڑا ظاہر کرتا ہی کہ تا کوئی خرید نہ کرے یعنی جو کوئی کسی سے ملنا چاہتا ہی تو اپنی خوبی بیان کرتا ہی اور جو ملنا نہیں چاہتا ہے اپنی برائی بتاتا ہے واللہ اعلم ۱۲

نوبت ہدہد رسید و پیشہ اش / وان بیان صنعت اندیشہ اش
گفت اے شہ یک ہنر کان کہترست / بازگویم گفت کوتہ بہترست
گفت برگو تا کدامست آن ہنر / گفت من آنگہ کہ باشم اوج بر
بنگرم از اوج با چشم یقین / من بہ بینم آب در قعر زمین
تا کجا یست و چہ عمق ست و چہ رنگ / از چہ می جوشد ز خاک یا ز سنگ
اے سلیمان بہر لشکر گاہ را / در سفر مے دار این آگاہ را
پس سلیمان گفت شو ما را رفیق / در بیابانہاے بی آب اے شفیق
ہمرہ ما باشی و ہم پیشوا / تا کنی تو آب پیدا بہر ما
تو بیابی بہر لشکر آب را / در سفر سقا شوی اصحاب را
باش ہمراہ من اندر روز و شب / آنکہ چند از عطش لشکر تعب
بعد از ان ہدہد ہمراہ بود / زانکہ از آب نہان آگاہ بود

آئی[۵۱] نوبت پیشہ ہدہد کی جب / اور بیان وصف اندیشہ کی تب
بولا اے شہ ایک ادنیٰ سا ہنر / مین بیان کرتا ہوں لیکن مختصر
پوچھا کہ تو کونسا ہے وہ ہنر / بولا جسدم اڑتا ہوں میں اوج پر
دیکھو نیں اوپر سے باچشم یقین / ایسا پانی جو کہ ہو زیر زمین
کتنا گہرا ہے کہاں کیا رنگ ہی / کس سے نکلے خاک سی یا سنگ سے
اے سلیمان جائے لشکر کیلئے / رکھ مجھے اس کار بہتر کیلئے
پس سلیمان بولے میرے ساتھ ہو / ان بیابان میں کہ رکھے آب جو
تو رہو ہمرہ ہمارے پیشوا / تا بتائے ہم کو تو پانی کی جا
آب لشکر کیلئے تا لائے تو / اور سقا ہو سفر میں تو بکو
رات دن ہمراہ میرے تو رہو / آب سی نے رنج تا لشکر کو ہو
ساتھ انکے بعدہٗ ہدہد رہا / آب مخفی سے جو وہ آگاہ تھا

طعنہ زدن زاغ در دعویٰ ہدہد

طعنہ مارنا زاغ کا اوپر دعویٰ ہدہد کے

زاغ چون بشنود آمد در حسد / با سلیمان گفت کو کژ گفت و بد
از ادب نبود بہ پیش شہ مقال / خاصہ خود لاف و در غین محال
گر مرا ورا این نظر بودی مدام / چون ندیدی زیر مشتی خاک دام
چون گرفتار آمدی در دام او / چون قفس اندر شدی ناکام او
پس سلیمان گفت اے ہدہد رواست / کز تو در اول قدح این درد خاست
چون نمائی مست خود را خوردہ دوغ / پیش من لافی زنی وانگہ دروغ

زاغ[۵۲] سنکر بولا از راہ حسد / اے سلیمان بات ہی یہ جھوٹ بد
ہی ادب سے دور پیش بادشاہ / دعویٰ کرنا وہ بھی دعویٰ جھوٹ کا
ہوتی گر اسکی نظر ایسی مدام / کیون نہ پاتا خاک مین پوشیدہ دام
کیون وہ پکڑا جاتا اندر دام کے / کیون قفس مین پھنستا وہ ناکام سے
پس سلیمان نے کہا ہدہد کہو / دور پہلے میں دکھایا درد کو
لے دہی کھائی یہ کیسی مستی ہی / لاف مارے تو اور اسپر جھوٹ سے

[۵۱] آئی نوبت الیٰ آخرہ ۱۱ شعر جبکہ نوبت اظہار پیشہ ہدہد کی آئی تو ہدہد نے کہا اے شاہ ادنیٰ ہنر اپنا بیان کرتا ہوں لیکن مختصر پوچھا کہ وہ ہنر کونسا ہی کہا کہ جسدم میں بلندی پر اڑتا ہوں مجھ کو دکھائی دیتا ہی اوپر سی بچشم یقین کہ جو آب زیر زمین ہوگیا کتنا گہرا اور کہاں تک اور کس رنگ کا ہی اور خاک سی نکلتا ہی یا سنگ سی دی سلیمان علیہ السلام لشکر گاہ کیلئے مجھکو ہمراہ رکھو اس کام بہتر کیلئے پس سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ تو میرے ہمراہ ہو اس صحرا میں کہ آب نہ رکھتا ہو تو ہمارے ہمراہ رہو بطور رہبر کے تا ہمیں جائے آب بتائے آب لشکر کیلئے تا لائے تو سقائے ہو وے اور رات دن ہمراہ میرے تو رہ آب سے لشکر کو تا رنج نہو بعدہٗ ہدہد ان کے ہمراہ رہا آب مخفی سی جو وہ آگاہ تھا یعنی ہدہد دیدہ معنیٰ کی رکھتا تھا اور آب معنی کو ہر جا پر مشاہدہ کرتا تھا اسواسطے سلیمان علیہ السلام کا ہمزبان و ہمراہ ہوا یعنی جس طالب کو حق تعالیٰ اسست کرتا ہے وہ بنظر باطن کی سبب سے مقبول ہوتا ہی ۱۲

[۵۲] زاغ سنکر الیٰ آخرہ ۶ شعر زاغ نے یہ سنکر از راہ حسد کے بادشاہ سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ وہ بد کہتا ہے اور ادب سے دور ہی بادشاہ کے آگے باتین کرنا اور خاص کر جھوٹی بات کرنا اگر اسکی نظر ہمیشہ سے ایسی ہوتی تو خاک میں پوشیدہ دام کیوں نہ دیکھتا اور کیونکہ پکڑا جاتا اندر دام کے اور کیوں وہ گرفتار ہوتا قفس میں پس سلیمان علیہ السلام نے ہدہد سے کہا کہ پہلے دور میں تونے درد پلایا اے دہی کھائے ہوئے یہ مستی کیسی ہی کہ تو لاف مارتا ہی اور اسپر جھوٹ سی یعنی تعلّی تو کرتا ہی اور از راہ جھوٹ کے جھوٹ کتنا بدترین افعال انسانی سے ہی ہدہد نے جواب شاہ کو بخلاف زاغ دیا

جواب گفتن ہدہد مر سلیمان علیہ السلام را در این طعنہ

جواب دینا ہدہد کا سلیمان علیہ السلام کو اس طعنہ زنی سے

گفت ای شاہ من عور گدا / قول دشمن مشنو از بہر خدا
گر بطلانست دعوی کردنم / من نہادم سر ببر این گردنم
زاغ کو حکم قضا را منکرست / گر ہزاران عقل دارد کافرست
در تو تا کافی بود از کافران / جای گند و شہوتے چون کاف ران
من ببینم دام را اندر ہوا / گر نپوشد چشم عقلم را قضا
چون قضا آید شود دانش بخواب / مہ سیاہ گردد بگیرد آفتاب
از قضا این تعبیہ کی نادرست / از قضادان کو قضا را منکرست

بولا[۱] میرے حق میں ای شاہ ہدا / بات دشمن کی نہ سن بہر خدا
گر مرا باطل ہے دعوی جو کیا / کاٹ میرا سر کہ سر نے رکھا
زاغ حکم حق سے جو منکر ہوا / کتنا ہی عاقل ہو پھر کافر ہوا
جب تلک تجھ میں ہے کاف کافران / جاے گندہ ہے وہ مثل کاف ران
دیکھتا ہوں دام میں اندر ہوا / نے چھپائے چشم میری گر قضا
جو قضا آئے تو دانش ہو بخواب / مہ سیاہ ہو جو گہے آفتاب
کب قضا سے ہے یہ قصہ بھی جدا / ہے قضا سے کر نہ انکار قضا

قصہ آدم علیہ السلام و بستن قضا نظر او را از مراعات صریح نہی و ترک نہی و تاویل

قصہ آدم علیہ السلام اور باندھنا قضا کا نظر انکی کو رعایت صریح نہی سے اور ترک نہی کا کرنا اور تاویل کرنا

بو البشر کو علم الاسما بگست / صد ہزاران علمش اندر ہر رگست
اسم ہر چیزی چنان کان چیز ہست / تا بپایان جان او را داد دست
ہر لقب کو داد آن مبدل نشد / آنکہ چستش خواند او کاہل نشد

علم الاسما[۲] کے ہیں آدم امیر / علم لاکھوں انکے اندر ہیں اسیر
نام ہر اک شے کا ہے جیسی وہ شے / انتہا تک انپہ ظاہر ہو گئے
جو لقب اس نے دیا مبدل نہیں / چست جسکو کہدیا کاہل نہیں

[۱] بولا میرے حق میں الی آخرہ ۷ شعر ہدہد نے کہا کہ اے شاہ اگرچہ میں ایک گدا ہوں مگر تو دشمنوں کی بات نہ سن خدا اگر میرا دعوی باطل ہے تو میرا سر کاٹ حاضر ہے زاغ جو حکم حق سے منکر ہوا ہے لاکھ وہ عقل کی کہے کافر ہوا ہے جب تک تجھ میں ای زاغ کاف کافران ہے ران کا کاف یعنی مقام نہانی عورتوں کا ہے اور وہ جا گندی ہوتی ہے اسیطرح زاغ فرگندگی کا خوار ہے بس کہ مجھ بکتا ہے سے گندگی کھاتا ہے میں تو دام کو ہوا کے اندر سے دیکھتا ہوں اگر قضا میری چشم نہ چھپائے کیونکہ جب قضا آتی ہے عقل سو جاتی ہے جیسے آفتاب جب ماہتاب پر آتا ہے تو ماہتاب سیاہ بے نور ہو جاتا ہے پس یہ کام کا بدل جانا کب قضا سے جدا ہے کیونکہ بے حکم قضا کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا ہے جیسے کہ آدم علیہ السلام باوجود آگہی تمام کے دھوکا کھا گئے اور جنت سے باہر آئے یہ حکم قضا ہے چنانچہ ان کا قصہ آگے اسکی مثال میں مولانا بیان فرماتے ہیں خافہم ۱۲ [۲] علم الاسما کے الی آخرہ ۳ شعر آدم علیہ السلام علم الاسما کے سردار ہیں اور سیکڑوں علم ان کے اندر بھرے ہیں اور نام ہر شے کا کہ جیسے وہ شے ہے انتہا تک انکی حقیقت جانتے ہیں اور لقب جو آدم علیہ السلام نے دیا وہ نہ بدلا اور جسکو چالاک کہدیا وہ کاہل نہ ہوا اور جسکو اسنے مقبول اپنا کیا وہ عزیز و خرم و شاد ہوا جو کہ مومن آخر میں ہے وہ انھیں اول دکھائی دیا اور جو کافر آخر میں ہے وہ انھیں اول معلوم ہوا اور جو کہ کافر آخر میں ہے وہ بھی ان پر مخفی نہیں جو کہ آخر میں مومن ہے وہ مومن ہے اور جو کہ ظاہر میں ہے وہ کافر ہے نام داتا ہے ہر اک شے کا سنو اور اسرار علم الاسما انسے سنو یعنی سیکھ لئے جیسے آدم علیہ السلام کو کل اسما آتے ہے پس مولانا ان اسما کا راز آگے شعروں میں بتاتے ہیں خافہم ۱۲

هر کرا او مقبل و آزاد خواند	او عزیز و خرم و دلشاد ماند	جس کو مقبول اس نے اپنا کر لیا	وہ عزیز اور خرم و شاداں ہوا
هر که آخر مومن ست اول بدید	هر که آخر کافر او را شد پدید	مومن آخر کو پہلے پا لیا	کافر آخر جو ہے وہ بھی کھل گیا
هر که آخر بین بود او مومن ست	هر که ظاهر بین بود او بیدین کس ست	جو کہ آخر بین ہی مومن ہی وہی	ہی جو ظاہر بین وہ بیدین آدمی
اسم هر چیزے تو از دانا شنو	رمز سر علم الاسما شنو	نام دانا سے ہر اک شے کا سنو	بھید در رمز علم الاسما سنو
اسم هر چیزے بر ما ظاهرش	اسم هر چیزے بر خالق سرش	[۱] نام ظاہر کا ہمارے پاس ہے	نام کا باطن خدا کے پاس ہی
نزد موسیٰ نام چوبش بد عصا	نزد خالق بود نامش اژدها	پیش موسیٰ نام لاٹھی کا عصا	پیش خالق نام اسکا اژدھا
بد عمر را نام اینجا بت پرست	لیک مومن بود نامش در الست	یاں عمر کو کہتے تھے سب بت پرست	نام مومن انکا تھا روز الست
آنکه بد نزدیک ما نامش منی	پیش حق این نقش بد که با منی	تھا ہمارے پاس نام اسکا منی	پیش حق یہ نقش تھا کہ با منی
صورتے بد این منی اندر عدم	پیش حق موجود نے بیش و نه کم	اس منی کی ایک صورت در عدم	پیش حق موجود تھی نے بیش و کم
حاصل آمد آن حقیقت نام ما	پیش حضرت کان بود انجام ما	الغرض ہی پیش حق اپنا وہ نام	جیسے ہم آخر میں ہونگے والسلام
مرد را بر عاقبت نامی نهند	نے بران کان عاریت نامی نهند	نام وہ بہتر جو ہو انجام کار	عاریت کے نام کو کیا ہے قرار
چشم آدم کو بنور پاک دید	جان و سر نامها گشتش پدید	[۲] نور حق سے بر کھی جو آدم کی نظر	راز اسم و جان وہ سمجھے سر بسر
چون ملک انوار حق بروے بیافت	در سجود افتاد و در خدمت شتافت	[۳] نور حق انھیں ملایک کو ملا	دوڑے ان کے پاس اور سجدہ کیا
چو ملایک نور حق دیدند ازو	جمله افتادند در سجده برو	نور حق پایا فرشتوں نے یہاں	گر پڑے آدم کو سب سجدہ کناں
مدح این آدم که نامش می برم	قاصرم گر تا قیامت بشمرم	مدح آدم جنکا میں لیتا ہوں نام	حشر تک لکھوں تو ہوگی نا تمام
این همه دانست چون آمد قضا	دانش یک نهی شد بروے غطا	جب ہوا ان پہ حکم قضا	اک خطا سے پردہ سب پہ پڑ گیا

[۱] نام ظاہر الی آخرہ ۲ شعر نام ظاہر ہمارے پاس ہی اور نام کا باطن خدا کے پاس ہی موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک نام لکڑی کا عصا اور پاس خالق کے نام اس کا اژدھا تھا نام عمر رضی اللہ عنہ کا یہاں بت پرست، اور نام مومن انکا اندر الست کے تھا نام اس کا ہمارے پاس منی اور حق کے پاس موجود تھی کم و زیادہ نظاہر آئی وہ حقیقت ہمارے نام کی، اور آخر میں پاس حق کے وہی ہو وے گی نام وہ رکھیں جگہ انجام میں ہو اور جو عارضی ہو اس پر نام اس کا رکھیں نور حق نے دیکھا جان و بھید اس نام کا ان پر کھلا ۱۲ صنع ہو کہ مولانا ظہور اسما کا بیان فرماتے ہیں کہ دنیا میں یہ سب صورتیں کل موجودات کی ظہور اسما ہیں یعنی اسما حق کا ایک ظاہر ہی اور ایک باطن ہی جیسے عصا و اژدھا یعنی صورت بشری پس یہ صورت بشری باطن ہی کہ پیش حق جو تھا کہ ظہور میں آیا اور وہی نام رکھا گیا اور پھر ایسی ہی آخر میں پیش حق رہیگا پس اس صورت بشری سے مراد صورت جان ہی نہ صورت عنصری چنانچہ آدم علیہ السلام نے نور حق سے انھیں اسرار جان کے ان اسما کو دیکھا تھا اور اسی کو علم الاسما حق نے فرمایا ہی اور اسی اسمائے مسمی کو دیکھنا کمال سلوک ہی اور ملائک اس سے لاعلم ہیں اور وجود عنصری میں اسی کے انکشاف کو دید و مشاہدہ و معائنہ حسب مراتب کہتے ہیں یعنی مشاہدہ اسما کو سیر تشبیہ و معائنہ مسمی کو سیر تنزیہ کہتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ [۲] نور حق الی آخرہ [۳] شعر آدم علیہ السلام میں فرشتوں نے نور حق پایا تو دوڑ کر سجدہ کیا تعریف آدم کہ میں انکا نام لیتا ہوں اگر تا قیامت انکا شمار کروں قاصر رہوں مجھ لسے بندکا ہی باوجود اس عقلمندی کے جب حکم قضا آیا ایک نہی سی عقل میں خطا آئی واضح ہو کہ خداوند عالم نے جب آدم علیہ السلام کو جنت میں رکھا واسطے کھانے گندم کے نہی فرمائی بموجب یہ کریمہ لاتقربا ھذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین یعنی مت قریب تم نزدیک ہوگے حکم نہی کے لفظ ہذا کے اجتہاد میں غلطی واقع ہوئی کہ یہ لفظ ہذا واسطے نہی جنس کے تھا یعنی کل جنس گندم کی کھانے کی نہی تھی اور آدم علیہ السلام نے لفظ ہذا نہی مستعد و جانکر گندم کھایا کہ وہ درخت گندم نہیں ہی وہ دوسرا ہی نہی تو اس درخت کی تھی کہ وہ اسجا تھا وہ حقیقت میں وہی درخت ان کے ہمراہ پھرتا تھا اسلیے اسکے اجتہاد میں غلطی ہی تو ہم کیا بڑی اور بقول بحر العلوم یہ کہ حکم نے یہ حجت کی کہ نہیں منع کیا رب تمہارے نے اس درخت سے مگر اسلیے کہ تم اس شجر کے کھانے سے ہوگی بعضاً حسنہ یا کیا ہمیشہ ہو گی جنت میں اس عبرت سے دیں آدم علیہ السلام

کای عجب نہی از پی تحریم بود	یا بتاویلے بُد و توہیم بود	ہے عجب کہ نہی تھی بہر حرام	یا بجے تاویل و توہم کے پیام
در دلش تاویل چون ترجیح یافت	طبع در حیرت سوی گندم شتافت	دل میں جو تاویل کو ترجیح دی	طبع حیران ہو سوے گندم گئی
باغبان را خار چون در پای رفت	دزد فرصت یافت کالا برد تفت	باغبان کے پاؤں میں کانٹا لگا	چور کو فرصت ملی سامان لیا
چون ز حیرت رست باز آمد براہ	دید بُردہ رخت دزد از کارگاہ	ان کو حیرانی سے جب فرصت ملی	دیکھا کل سامان کی چوری ہوئی
ربنا انا ظلمنا گفت و آہ	یعنی آمد ظلمت و گم گشت راہ	ربنا انا ظلمنا بس کہا	یعنی ظلمت آئی رستہ گم ہوا
این قضا ابری بود خورشید پوش	شیر و اژدرہا شود زو ہمچو موش	یہ قضا اک ابر تھی خورشید پوش	اژدہا اور شیر ہو دیں اس سے موش
من اگر دامی نہ بینم گاہ حکم	من نہ تنہا جاہلم در راہ حکم	دام اگر دیکھا نہ میں نے گاہ حکم	میں نہ اک جاہل ہوں اندر راہ حکم
ای خنک آن کو نکوکاری کند	زور را بگذارد و زاری کند	وہ ہی بہتر جو کوئی نیکی کرے	زور اپنا چھوڑے اور زاری کرے
گر قضا پوشد سیہ ہمچون شبت	ہم قضا دستت بگیرد عاقبت	گر قضا پوشیدہ کردے جیسے رات	پھر قضا پکڑے ترا آخر کو ہاتھ
گر قضا صد بار قصد جان کند	ہم قضا جانت دہد درمان کند	گر قضا سو بار قصد جان کرے	پھر قضا جان تجھکو دے درمان کرے
این قضا صد بار اگر راہت زند	بر فراز چرخ خرگاہت زند	گر قضا سو بار رہ سے گم کرے	آسمان پر پھر قضا تجھکو رکھے
از کرم دان آنکہ می ترساندت	تا بملک ایمنی بنشاندت	یہ کرم جو وہ ڈراتا تجھکو ہے	امن کا وہ ملک دیتا تجھکو ہے
چون بترساند ترا آگہ شوی	ورنہ ترساند ترا گمرہ شوی	جو ڈرائے تجھکو تو آگاہ ہو	گر ڈرائے وہ تو گمراہ ہو
این سخن پایان ندارد گشت دیر	گوش کن تو قصہ خرگوش و شیر	بات یہ بیحد ہے اور ہوتی ہے دیر	سن تو اب پھر قصہ خرگوش شیر

پای وا کشیدن خرگوش از شیر چون نزدیک چاہ آمد — پیچھے ہٹنا خرگوش کا شیر سے جو نزدیک چاہ کے آیا

شیر با خرگوش چون ہمراہ شد	پر غضب پر کینہ و بدخواہ شد	شیر جو خرگوش کے ہمراہ ہوا	پر غضب پر کینہ اور بدخواہ ہوا

سلہ ہے عجب الی آخرہ ۵ شعر اسکی توجیہ مولانا بیان فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ یہ نہی تھی واسطے حرام کے یا کہ تھی واسطے تاویل و توہم کے پس جو تاویل کو ترجیح دی طبع حیران ہو کر طرف گندم کے گئی مثال فرماتے ہیں کہ باغبان کے پاؤں میں کانٹا لگا چور کو فرصت ملی سامان لے گیا انکو حیرانی سے جب فرصت ملی تو دیکھا کہ کل سامان چوری گیا کہ ربنا ظلمنا انفسنا یعنی اے رب ہمارے تحقیق ہم نے ظلم کیا نفسوں اپنے پر کہا یعنی ظلمت آئی اور وہ راہ بھولی نتیجہ اسکا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۱ سلہ یہ قضا الی آخرہ ۹ شعر یہ قضا ایک تھی خورشید پوش اور اژدہا شیر پوش سے موش ہو دیں پس ای زاغ اگر میں نے دام ہنگام حکم قضا کے نہ دیکھا تو میں ایک جاہل ہوں اندر راہ حکم حق کے وہ بہتر ہے جو نیکی کرے اور زور اپنا چھوڑے اور زاری کرے گر قضا سیاہ کردے مانند شب کے پھر قضا آخر کو تیرا ہاتھ پکڑے گی اگر قضا سو بار قصد جان کرے گی پھر قضا تجھکو جان دیگی اور علاج کرے گی اور اگر قضا سو بار تجھے گمراہ کرے گی پھر آسمان پر تجھے پہونچا دے یہ کرم اس کا ہے جو تجھکو ڈراتا ہے ملک امن کا تجھکو دیتا ہے اور تجھکو ڈراتا ہے تو خبردار ہو جائیگا اگر تجھکو نہ ڈراوے گمراہ ہو بات یہ بیحد ہے اور دیر ہوتی ہے تو سن قصہ خرگوش شیر کا واضح ہو کہ وہ زمانہ سستی و بدمستی کی محبت بہ بدو زاغ کی ثابت کی ہے کہ بہ دوستی تھی وہ چشم بصیرت دل کی اسکی کھلی تھی اور زاغ کو سستی تھی اسنے بسبب ظاہر کی بینی کے اسپر اعتراض کیا اور انجام کار مقبول ہوا غرضیکہ نتیجہ نکلا کہ آگے نیستانی کی حق سے چاہی تھی وہ یہ سستی ہے کہ اسکی بدو ماہیت اشیا حاصل ہوتی ہے اللہ نصیب کرے فافہم ۱۱ سلہ شیر جو الی آخرہ ۔ شیر خرگوش کو جو ہمراہ ہوا پر غضب اور کینہ اور برائی چاہنے والا ہوا خرگوش دلاور آگے آگے جو کہ تھا وہ پیچھے ہٹا آگے شیر کے چاہ کے پاس آکر جو شیر نے دیکھا کہ خرگوش ٹھہرا اور راہ سے پھرا ہے تو بولا تو کس واسطے الٹا پھرا ہے اپنے پاؤں کو مت روک اور آگے بڑھ خرگوش نے کہا کیا پاؤں یہاں تو ہاتھ پاؤں رہ گئے جان کانپی اور دل گیا جگر سے یعنی خوف سے جان و دل متحرک ہوئے تو دیکھو میرا رنگ منہ کا زرد ہوا اور رنگ رو دل کی خبر دیتا ہے حق جو سیما یعنی پیشانی کو حرف یعنی پہچاننے والا کہتا ہے سو واسطے عارف آنکھ طرف پیشانی کے رکھتا ہے یعنی دل کا حال علامت بشرہ ہی سے معلوم ہوتا ہے بموجب قول خدا تعالیٰ تعرفہم بسیماھم ولتعرفنہم فی لحن القول

بود پیشاپیش خرگوش دلیر / ناگهان پا را کشید از پیش شیر
چونکه نزد چاه آمد شیر دید / کز ره آن خرگوش ماند و پا کشید
گفت پا واپس کشیدی تو چرا / پای را واپس مکش پیش اندر آ
گفت کو پایم که دست و پای رفت / جان من لرزید و دل از جای رفت
رنگ روی را نمی‌بینی چو زر / ز اندرون خود میدهد رنگم خبر
حق چو سیما را معرف خوانده است / چشم عارف سوی سیما مانده است
رنگ و بو غماز آمد چون جرس / از فرس آگه کند بانگ فرس
بانگ هر چیزی رساند زو خبر / تا بدانی بانگ خر از بانگ در
گفت پیغمبر به تمییز کسان / مرء مخفی لدی طی اللسان
رنگ رو از حال دل دارد نشان / رحمتم کن مهر من در دل نشان
رنگ روی سرخ دارد بانگ شکر / رنگ روی زرد دارد صبر و نکر
در من آمد آنچه در وی گشت مات / آدمی و جانور جامد نبات
در من آمد آنکه دست و پا برد / رنگ روی و قوت و سیما برد
آنکه در هر چه در آید بشکند / هر درخت از بیخ و بن او بر کند
این خود اجزا اند کلیات ازو / زرد کرده رنگ و فاسد کرده بو
تا جهان گه صابرست و گه شکور / بوستان گه حله پوشد گاه عور

آگے آگے تھا جو خرگوش دلیر / دفعتہ پیچھے ہٹا وہ پیش شیر
چاہ کے پاس آ جو دیکھا شیر نے / ٹھہرا خرگوش اور پھرا وہ راہ سے
بولا تو کس واسطے الٹا پھرا / پاؤں کو اپنے نہ روک آگے بڑھا
بولا کیسا پا کہ دست و پا گئے / جان کانپی دل گیا بس جائے سے
دیکھ رنگ رو مرا ہے مثل زرد / رنگ دل کی میرے دیتا ہے خبر
حق جو سیما کو معرف کہتا ہے / آنکھ عارف سوئے سیما رکھتا ہے
رنگ و بو مثل جرس ہے راز گو / بانگ اسپ دیتی ہے اسپ کا پتہ
بانگ ہر شے اس کی دیتی ہے خبر / تا تو سمجھے بانگ خر کی بانگ در
بولے حضرت بہر تمییز کسان / مرء مخفی لدی طی اللسان
رنگ رو کا حال دل کی دے نشان / رحم کر مجھ پر محبت رکھ نہان
سرخ رو کی منہ کی ہے آواز شکر / زرد رو کی منہ کی ہے صبر و نکر
مجھ میں وہ آیا کہ جس میں ہیں مات / آدمی وہ جانور جامد نبات
مجھ میں وہ آیا کہ دست و پا گئے / رنگ رو اور طاقت سیما گئے
جس میں وہ آئے تو توڑے اس کو وہ / اور اکھیڑے جڑ سے ہر اک نخل کو
ہیں یہ اجزا تو کل بھی اس سے ہیں / رنگ زرد اور بو کو بس فاسد کیا
ہے جہاں صابر کبھی شاکر کبھی / سبز ہے بستان کبھی بنجر کبھی

سلہ رنگ و بو الی آخرہ ۵ شعر رنگ و بو مثل جرس کے راز گو ہے اور آواز سب بتلاتی ہے اسپ کی آواز ہر شے کی اس کی خبر دیتی ہے تو جانے آواز خر کی آواز در کی حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واسطے تمیز انسان کے فرمایا المرء مخفی فی طی لسانہ لا فی طیلسانہ یعنی مرد پوشیدہ ہے زبان اپنی میں نہ بیچ چادر اپنی میں رنگ منہ کا حال دل سے خبر دیتا ہے مجھ پر رحم کر اور محبت میری دل میں اپنی رکھ منہ کی سرخی شکر کی آواز ہے اور منہ کی زردی صبر کرتی ہے واضح ہو کہ انسان کا چہرہ بادل کی خبر دیتا ہے باطن کی علامت چہرہ کلام و زبان سے ظاہر ہے اور عارفین اسکو پہچانتے ہیں پس یہ راز لب دل سے دریافت ہوگا کتابوں کے پڑھنے سے نہیں
سلہ مجھ میں وہ آیا الی آخرہ ۴ شعر مجھ میں وہ آیا کہ جسمیں سب مات ہیں آدمی و جانور و جماد و نبات یعنی موالید ثلاثہ عالم مجھ میں وہ آیا کہ دست و پا گئے اور رنگ رو اور طاقت سب گئی وہ جسمیں آئے تو اسکو توڑ ڈالے اور ہر ایک درخت کو جڑ سے اکھیڑ ڈالے یہ تو اجزا ہیں ان کے کل بھی اس سے رنگ زرد اور بو سے مات ہیں یعنی یہ اشارہ ہے طرف حکم قضائے حق کے کہ جسمیں حکم قضا آتا ہے وہ عاجز و ناچار ہوجاتا ہے یہ اجزا کا حال ہے ان اجزا عالم کے کلو نکا بھی اس قضا سے یہ حال ہے چنانچہ مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۲ ہے جہاں الی آخرہ ۵ شعر ہے جہاں ہو صابر کبھی شاکر کبھی اور بستان سبز ہو کبھی بنجر کبھی
کبھی خورشید طلوع ہوتا ہے نار کے مانند اور بعد ایک ساعت کے سرنگوں ہوتا ہے آسمان سے سب ستارے نمودار ہوتے ہیں اور ہر لحظہ انجام کار خائف ہوتے ہیں ماہ جو ستاروں کو روشن کرتا ہے اور خود رنج دق سے مانند ہلال گھٹتا ہے زمین باوجود اس بات کے کہ تسکین رکھے زلزلہ سے تپ و لرزہ میں پڑے کوہ بڑے موروثی سے دل خراش اور اندر جان کے پاش پاش ہو جو ہوا روح سے دم میں ملتی ہے جو قضا آئے وہ ہوا ہمیشہ بنے آب شیریں روح کا ہمیشہ ہے لیکن جوش میں پیلا چپلا ہو کر تیز ہو جاتا ہے آتش کہ ہوا سے سرکشی رکھتی ہے ایک ہوا اس کو نیست کر دے جو فلک کہ حال کل کی یہ ہوتی ہے ایک ہوا نے اسے ہلاک کیا حال دریا کا دیکھ کہ اضطراب و جوش کرتا ہے کیسی ہو جو سی دیکھ چرخ سرگرداں کا بھی تلاش کو جان بستر ہے مثل فرزند کے تفصیل ہو کبھی اوج اور کبھی درجہ او حضیض اور پھرتے ہیں سعد و نحس میں کبھی شرف و کبھی صعود کبھی خوشی کبھی زوال کبھی ہبوط کبھی غمی کے جزو وصل کو ان کے اپنا حال

آفتابی کو بر آید نار گون	ساعتی دیگر شود او سرنگون	جب کہ ہو خورشید ظاہر نارگوں	بعد ایک ساعت کے ہوئے سرنگوں
اختران تافته بر چار طاق	لحظه لحظه مبتلای احتراق	آسماں پر سب ستارے نوردار	لحظہ لحظہ ہوں نہاں انجام کار
ماه کو افزود ز اختر در جمال	شد ز رنج دق او همچو هلال	ماہ جو اختر کو دیتا ہے جمال	ہوتا ہے وہ رنج سے مثل ہلال
این زمین با سکون و با ادب	اندر آرد زلزلش در لرز و تب	باوجود اسکے زمیں تسکین رکھے	زلزلہ سے بس وہ تپ لرزہ میں ہے
ای بسا که زین بلای مرده ریگ	گشته است اندر جهان او خرد و ریگ	کوہ موروثی بلا سے دلخراش	وہ ہوا اندر جہان کے پاش پاش
این هوا با روح آمد مقترن	چون قضا آید وبا گشت و عفن	روح سے ملتی ہو ہو دم میں ہے	جو قضا آئے ہوا ہیضہ بنے
آب خوش کو روح را همشیره شد	در غدیری زرد و تلخ و تیره شد	آب شیریں روح کا ہمشیر ہے	نیلا پیلا حوض میں کڑوا بنے
آتشی کو باد دارد در بروت	هم یکی بادی برو خواند موت	آگ کہ رکھے ہوا سے سرکشی	اک ہوا اس کو دکھادے نیستی
خاک کو شد مایهٔ گل در بهار	ناگهان بادی برآرد زو دمار	جو بہار گل کی سرمایہ ہے خاک	اک ہوا کر دیتی ہے اسکو ہلاک
حال دریا ز اضطراب و جوش او	فهم کن تبدیلهای هوش او	حال دریا اضطراب و جوش سے	دیکھ کیسی بدحواسی وہ رکھے
چرخ سرگردان که اندر جستجوست	حال او چون حال فرزندان اوست	چرخ سرگرداں کا بھی تلاش سے	حال ابتر مثل فرزندان کے ہے
گه حضیض و گه میانه گاه اوج	اندرو از سعد و نحسی فوج فوج	گہ حضیض و اوج گہ اوسط میں ہے	پھرتے سیارے ہیں سعد و نحس بے
گه شرف گاهی صعود و گه فرح	گه وبال و گه هبوط و گه ترح	گہ شرف گاہے صعود و گہ خوشی	گہ وبال و گہ ہبوط و گہ غمی
از خود ای جزوی ز کلها مختلط	فهم می کن حالت هر منبسط	اے وہ جزو ہے جو کہ تو کل پر محیط	جان اپنا ہی سا حال ہر بسیط
چون نصیب مهتران درد است و رنج	کمتران را کی تواند بود گنج	جب بڑوں کے آگے حصے رنج کا	جب میسر ہو بھلا چھوٹوں کو گنج
چونکه کلیات را رنج است و درد	جزو ایشان چون نباشد روی زرد	جو کہ کلیات کو ہو رنج و درد	جزو ان کے کیوں نہ ہوویں روئے زرد
خاصه جزوی کو ز اضداد است جمع	ز آب و خاک و آتش و باد است جمع	خاص وہ جزو جو بنے اضداد سے	خاک پانی اور آگ و باد سے
این عجب نبود که میش از گرگ جست	این عجب کین میش دل در گرگ بست	نے عجب کہ بھیڑ بھاگے گرگ سے	یہ عجب کہ بھیڑ یار گرگ ہے
زندگانی آشتی ضدهاست	مرگ آن کاندر میانشان جنگ خاست	زندگی ہے دوستی اضداد کی	مرگ ہے دشمنی اضداد کی
صلح اضداد است این عمر جهان	جنگ اضداد است عمر جاودان	صلح اضداد کی ہے یہ عمر جہان	جنگ اضداد کی عمر جاودان
زندگانی آشتی دشمنان	مرگ و رفتن با اصل خویش دان	زندگانی آشتی دشمنان	مرگ ان کا لوٹنا سوئے مکان
صلح دشمن در میانه عاریت	دل بسوی جنگ دارد عاقبت	صلح دشمن دار کی ہو عاریت	جنگ پر رکھتا ہے دل کو عاقبت

۱ے عجب بڑوں کی کی ۔۔۔ ہے ۱ شعر جبکہ بڑوں کے حصے میں یہ رنج آئے پھر کب چھوٹوں کو میسر ہو دے گنج جبکہ کلیات کو درد و رنج ہووے تو ان کے جزو کو کیونکر نہ درد سے زرد ہوویں خاص وہ جزو جو کہ اضداد سے بنے آب خاک و باد و آتش سے یہ تعجب نہیں کہ بھیڑ بھاگے گرگ سے اور تعجب یہ ہے کہ بھیڑ گرگ کے موافق ہووے یعنی بھیڑ گرگ سے اگر بھاگے تعجب نہیں کہ اسکی ضد ہے مگر یہ تعجب ہے کہ نفس و روح ضد ہیں آپس میں کیوں کر موافق ہوئے ۲ے زندگی ہے آشتی ۔۔۔ ۳ے شعر دوستی اضداد کی زندگی ہے اور دشمنی اضداد کی مرگ ہے یہ عمر جہان کی صلح اضداد کی ہے اور عمر جاوداں جنگ اضداد کی ہے ۔۔۔ یعنی دشمنوں کی زندگی ہے اور واپس لوٹنا طرف مکان کے مرگ ہے صلح دشمنی رکھنے والے کی ہوتی ہے عاریت جنگ پر آخر دل کو رکھتا ہے مصلحت کیونکہ چند روز آپس میں تعلق ہو رکھتے ہیں چند روز ہو آخر کار ہر ایک اپنے جوہر کی طرف پھرے اور ہر ایک اپنی جنس میں جا کر ملے یعنی یہ زندگی اہل جہان کی لان ضد کی موافقت کے باعث سے عارضی ہے کہ نفاق ہر دم ہیں ۔۔۔ ہیں اس زندگی کا کیا اعتبار فافہم ۱۲

روزکے چند از برائے مصلحت / باہم اندر رو وفا و مرحمت
عاقبت ہر ایک بجوہر بازگشت / ہر یکے با جنس خود انباز گشت
لطف باری این پلنگ و رنگ را / الف داد و بد ز ایشان جنگ را
لطف حق این شیر را و گور را / الف داد ست این دو ضد را در وفا
چون جہان رنجور و زندانی بود / چہ عجب رنجور اگر فانی بود
خواند بر شیر او ازین رو پندہا / گفت من پس ماندہ ام زین بندہا

مصلحت سے کیواسطے ہیں چند روز / اتفاق آپس میں رکھیں چند روز
اپنے جوہر کو ہر اک آخر پھرے / جنس میں اپنی ہر اک جا کر ملے
لطف خالق[۱] نے یہ شیر و بھیڑ کو / اتفاق ایسا دیا جھگڑا نہ ہو
لطف حق نے شیر کو اور گور کو / ایسا باہم کر دیا تا ضد نہ ہو
جب جہاں بیمار و زندانی بنے / کیا عجب بیمار گر فانی بنے
شیر کو[۲] ایسی نصیحت سے کہا / بولا ان قید ونسے میں بھی رک رہا

پرسیدن شیر سبب پای واپس کشیدن خرگوش را و جواب او

پوچھنا شیر کا خرگوش سے سبب پیچھے ہٹنے کا اور جواب دینا اسکا

شیر گفتش تو ز اسباب مرض / این سبب گو خاص کاینستم غرض
پای را واپس کشیدی تو چرا / می دہی بازیچہ ام واہی مرا
گفت آن شیر اندرین چہ ساکن ست / اندرین قلعہ ز آفات ایمن ست
یار من بستد ز من در چاہ برد / بر گرفتش از رہ و بیراہ برد
قعر چہ بگزید ہر کو عاقل ست / زانکہ در خلوت صفاہای دل ست
ظلمت چہ بہ کہ ظلمتہای خلق / سر نبرد آنکس کہ گیرد پای خلق
گفت پیش آ زخم او قاہر ست / تو ببین کان شیر در چہ حاضر ست
گفت من سوزیدہ ام زان آتشی / تو مگر اندر بر خویشم کشی
تا بہ پشتی تو ای کان کرم / چشم بگشایم بچہ در بنگرم
من بپشتی تو تانم آمدن / کہ نگہدارم در آن چہ بے رسن
چونکہ شیر اندر بر خویشش کشید / در پناہ شیر تا چہ می دوید

شیر بولا[۳] یہ ہیں اسباب مرض / وہ سبب بتلا جو ہے تیری غرض
یہ بتا تو کس لئے پیچھے ہٹا / دھوکہ دیتا ہے مجھے ای بیحیا
بولا اس چہ میں وہ دشمن شیر ہے / امن اس قلعہ میں آفت سے رکھے
یار کو اس چاہ میں وہ لے گیا / راہ سے پکڑا اسے بے رہ گیا
قعر چہ میں جو رہے عاقل ہے وہ[۴] / جو کہ خلوت میں ہے صافی دل ہے وہ
چہ کی ظلمت خوش ز ظلمتہائے خلق / نے بچا وہ جو کہ پکڑے پائے خلق
بولا[۵] آگے بڑھ کے میں ماروں اسے / دیکھ تو اس چاہ میں وہ شیر ہے
بولا میں ہوں بس جلا اس آگ سے / تو مگر اپنی بغل میں مجھکو لے
تا مدد سے تیری ای سلطان من / آنکھ کھولوں اور دیکھوں چاہ میں
کہ میں آسکتا ہوں پشتی سے ترے / دیکھ لوں اس چہ میں بے رسی کے
شیر نے آغوش میں اسکو لیا / اور پناہ شیر میں چہ تک گیا

[۱] لطف خالق الخ یعنی اس شعر سے خالق نے ان شیر اور بھیڑ دونوں کو ایسا ملا دیا کہ جھگڑا نہ ہو اور لطف حق نے شیر اور گور کو ایسا باہم ملا دیا کہ آپس میں مخالفت نہ ہو یعنی ان چار من عنصر مخالف کو باہم شریک کیا جبکہ جہان بیمار و زندانی ہوئے کیا تعجب ہے کہ اگر بیمار فانی ہو جائے یعنی یہ جہاں دنیا جب ایسا بیمار ہوئے تو اسکے فنا ہونے میں کچھ تعجب نہیں ہے کیونکہ قریب ہلاکت کے ہو گیا ہے غرضکہ ایسا جہاں مستعار پر اعتماد اور بھروسہ کرنا طالب کو نہ چاہیے اور جلد اپنے مطلب طلب کو شش کر کے پورا کرے ورنہ حسرت باقی رہ جائیگی۔

[۲] شیر کو الخ یعنی خرگوش نے شیر کو ایسی نصیحت سے کہا اور بولا کہ میں انہیں قید و نسے کہ جو اوپر بیان کی ہیں رک رہا ہوں شیر نے کہا کہ یہ تو اسباب مرض ہیں وہ سبب مجکو بتلا کہ جو تیری غرض ہے کس واسطے تو پیچھے ہٹا مجھکو دھوکہ دیتا ہے ای بیحیا ہے خرگوش نے کہا کہ وہ شیر اس چاہ میں رہتا ہے اور اس قلعہ کو جانے سے امن اپنی رکھتا ہے یعنی اس چاہ میں وہ شیر عکسی رہتا ہے میرے یار خرگوش کو اس چاہ میں لے گیا ہے راہ سے پکڑ کر اسے بے راہ گیا یعنی راہ کجی میں گیا تھا حق تعالی اسکے مولانا بیان فرماتے ہیں کہ وہ عاقل ہے جو قعر چاہ میں رہتا ہے کیونکہ جو خلوت میں ہے وہ دل صاف رکھتا ہے ظلمت چاہ کی بہتر ہے ظلمت خلق سے اور نہیں بچا وہ جو پیرو ہو خلق کا اور جو ہو سبب مخلوق کا شریک رہا وہ بجز ہلاک ہونے کے نہ بچا۔ قسم ۱۲ ۔

[۵] شیر نے کہا ای خرگوش آگے بڑھ تاکہ میں اسے ماروں تو دیکھ اس چاہ میں وہ شیر ہے خرگوش نے کہا کہ میں اس آتش کا جلا ہوں مگر تو اپنی بغل میں مجھکو لے تامدد سے تیری بادشاہ میں آنکھیں کھولوں اور چاہ میں دیکھوں تو میں تیری مدد سے آسکتا ہوں اور بے رسی کے مجھکو اس چاہ میں نگاہ کرے شیر نے آغوش میں خرگوش کو لیا اور

چونکه در چه بنگریدند اندر آب
اندر آب از شیر و او در تافت تاب

شیر عکس خویش دید از آب تفت
شکل شیری در برش خرگوش زفت

چونکه خصم خویش را در آب دید
مر ورا بگذاشت اندر چه جهید

در فتاد اندر چهی کو کنده بود
زانکه ظلمش بر سرش آینده بود

چہ کے اندر جب کہ جھانکا تو پڑا
عکس اسکا آب میں اور شیر کا

آب میں عکس اپنا دیکھا شیر نے
ساتھ لئے خرگوش کو اک شیر ہے

جو کہ دیکھا دشمن اپنا آب میں
اسکو چھوڑ آپ کودا آب میں

ڈوبا اس چہ میں جو کودا اسنے تھا
کیونکہ آنیوالی اسپر تھی بلا

نظر کردن شیر در چاه و دیدن عکس خود را و عکس خرگوش

دیکھنا شیر کا چاہ میں عکس اپنے اور خرگوش کو

چاه مظلم گشت ظلم ظالمان
این چنین گفتند جمله عالمان

هر که ظالم تر چهش باهول تر
عدل فرمودست بدتر را بتر

ای که تو از ظلم چاهی میکنی
از برای خویش دامی می‌تنی

بر ضعیفان گر تو ظلمی می‌کنی
دانکه اندر قعر چاهی بی‌نهی

گرد خود چون کرم پیله بر متن
بهر خود چه می‌کنی اندازه کن

مر ضعیفان را تو بی خصمی مدان
از نبی اذا جاء نصر الله بخوان

گر تو پیلی خصم تو از تو رمید
نک جزا طیرا ابابیلت رسید

گر ضعیفی در زمین خواهد امان
غلغل افتد در سپاه آسمان

گر بدندانش گزی پرخون کنی
درد دندانت بگیرد چون کنی

شیر خود را دید در چه وز غلو
خویش را نشناخت آن دم از عدو

چاه مظلم ظلم ظالم ہو گیا
اس طرح ہیں جملہ علما نے کہا

جو ہے ظالم چاہ اسکا سخت تر
عدل فرماتا ہے بدتر کو بتر

چاہ جو تو کھودتا ہے ظلم سے
واسطے اپنے بچھاتا جال ہے

گر ضعیفوں پر تو کرتا ظلم ہے
جان تو کہ ڈوبا اندر چاہ کے

کرم ابریشم سا تو خود پر مت تنے
کھود مت چہ اپنی خاطر جلد تنے

تم ضعیفوں کو نہ بے مالک کہو
اور پڑھو اذا جاء نصر اللہ کو

تجھسے دشمن بھاگا گر تو فیل ہے
ہو جزا طیرا ابابیل اب تجھے

گر ضعیف اک امن چاہے خاک سے
شور اسکا اہل گردوں میں پڑے

گر کرے پرخون اسے تو دانت سے
درد ہو دانتوں میں تیری کیا کرے

چاہ میں اپنے کو دیکھا شیر نے
خود کو دشمن سے نہ جانا خشم سے

ترجمہ چہ کے اندر اہ شعر جبکہ چاہ کے اندر جھانکا تو آب میں عکس اس کا اور شیر کا پڑا شیر نے عکس اپنا آب میں دیکھا کہ خرگوش کو ایک شیر لئے ہے جو کہ شیر نے اپنا دشمن دیکھا آب میں تو خرگوش کو چھوڑا اور خود آب میں کودا ہیں ڈوبا اس چاہ میں جو کہ اسنے کھود رکھا تھا کیونکہ اسپر بلا آنیوالی تھی واضح ہو کہ مولانا اس شعر میں حسن مود کا بیان کرتے ہیں کہ جب روح عارف کی نفس مطمئنہ کے ساتھ دریائے شہود میں عکس اپنا مشاہدہ کرتی ہے معشوق جان کر مستغرق ہوتی ہے اور اہل صوفیہ مشاہدہ تشبیہ و تنزیہ اسی کو کہتے ہیں اگر وہ عکس اپنا طالب آئینہ میں دیکھتا ہے تو خود کو جاتا ہے پس یہ مقام عاشقی اور معشوقی کا ہے بقول حضرت خواجہ معین الدین اجمیری ۱۲ ۲ چاہ مظلم الخ آخرہ ۵ شعر ظلم ظالم کا چاہ مظلم ہو گیا اسی طرح جملہ علما نے کہا ہے یعنی چاہ ظلم یک دوزخ ہے تنگ و تاریک چاہ جو کہ ظالم ہے ... چونکہ اس شیر نے ضعیفوں پر ظلم اختیار کیا تھا اور آخر کو چاہ میں ڈوبا گویا یہ چاہ اس شیر کو دنیا میں چاہ مظلم ہو گیا جو کہ ظالم ترہے اسکا چاہ بھی سخت تر ہے ... جو تو ظلم سے چاہ کھودتا ہے واسطے اپنے جال بچھاتا ہے اگر تو ضعیفوں پر ظلم کرتا ہے جان لے کہ تو چاہ میں ڈوبا اسکی مثال مولانا بیان فرماتے ہیں کہ تو کرم ابریشم کی مثال خود پر مت تن ... کرم ابریشم جو اپنے اوپر خانہ ریشم کا بنتا ہے آخر کار اس خانہ کے سبب ... ہوتا ہے پس مولانا مثال دیتے ہیں کہ ... وبال جان ہوگا فافہم ۱۲ ۳ تم ضعیفوں کو الخ آخرہ ۵ شعر تم ضعیفوں کو بے مالک نہ جانو اور اذا جاء نصر اللہ والفتح پڑھو یعنی ... فتح ہوئی ... یعنی ضعیفوں کا حق تعالے مالک ہے جو کہ ظلم مظلوم پر کریگا آخر کو امر خدا سے وہ ظالم تباہ ہوگا جیسے کہ اہل مکہ مقابل میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ... تباہ و برباد ہوئے مثال دوسری اگر تو صاحب فیل ہے اور دشمن تجھسے عاجز ہوا ہے طیرا ابابیل تجھکو جزا ہو یعنی اصحاب فیل کعبہ ... خدا اسکے لشکر کو تباہ کر دیا اسی طرح سے ... تجھکو تباہ کر دیگا مگر اگر ایک ضعیف زمین پر امن چاہے تو آسمان میں شور ... گر دانت اسکے تو کاٹ کر پرخون کرے ... درد ... نازل ہوگی جیسے اس شیر پر ... شیر نے خود کو چاہ میں دیکھا اور غضب کے سبب ... دشمن اس چاہ میں ہے ۱۲

عکس خود را او عدو خویش دید ⁂ لاجرم بر خویش شمشیرے کشید

دیکھا دشمن اپنا اپنے عکس کو ⁂ خود پے کھینچا تیغ کو یہ خشم ہو

اے بسا ظلمے کہ بینی در کساں ⁂ خوی تو باشد در ایشاں اے فلاں

ظلم جو تو دیکھتا ہے غیر میں ⁂ ان میں سب ہوتی ہے تیری ہی ادا

اندر ایشاں تافتہ ہستی تو ⁂ از نفاق و ظلم و بدمستی تو

تیری ہستی نے اثر ان میں کیا ⁂ وہ نفاق ظلم جو کہ تجھ میں تھا

آں توئی و آں زخم بر خود میزنی ⁂ بر خود آندم تار لعنت می تنی

وہ تو ہی ہے ظلم جو خود پر کرے ⁂ تار لعنت اس گھڑی تو خود پر تنے

در خود ایں بد را نمی بینی عیاں ⁂ ورنہ دشمن بودۂ خود را بجاں

نے بدی خود میں دکھے ہے ظاہرا ⁂ ورنہ دشمن تھا تو اپنی جان کا

حملہ بر خود می کنی اے سادہ مرد ⁂ ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد

خود پے حملہ کرتا ہے او بے حیا ⁂ جیسے خود پر شیر نے حملہ کیا

چوں بقعر خوی خود اندر رسی ⁂ پس بدانی کز تو بود آں ناکسی

تجھکو اپنی خو کی جب ہو آگہی ⁂ جانے تو نالائقی مجھسے ہی تھی

شیر را در قعر پیدا شد کہ بود ⁂ نقش او آں کش دگر کس می نمود

شیر کو چہ میں کھلا کہ میں ہی تھا ⁂ نقش میں سے وہ جو جانا غیر کا

ہر کہ دندان ضعیفے مے کند ⁂ کار آں شیر غلط بیں می کند

جو ضعیفوں کا اکھیڑے دانت ہے ⁂ کام اس شیر غلط بیں کا کرے

اے بدیدہ خال بد بر روئے عم ⁂ عکس خال تست آں از عم مرم

تو چچا کے منہ پہ خال بد سے ملے ⁂ نے چچا سے تیرا عکس خال ہے

مومناں آئینہ یک دیگر اند ⁂ ایں خبر را از پیمبر آورند

مومن آئینہ ہیں باہم یکدگر ⁂ یہ حدیث آئی پیمبر سے مگر

پیش چشمت داشتی شیشہ کبود ⁂ زاں سبب عالم کبودت می نمود

نیلی عینک تو لگائے گا مگر ⁂ تجھکو دنیا نیلی آئے گی نظر

گر نہ کوری ایں کبودی داں ز خویش ⁂ خویش را بد گو مگو کس را تو نیش

خود سے نیلا پن تو دیکھ اندھا نہیں ⁂ آپ کو بد کہہ نہ غیروں کے تئیں

مومن ار ینظر بنور اللہ نبود ⁂ عیب مومن را برہنہ چوں نمود

مومن ار ینظر بنور اللہ نہ تھا ⁂ عیب مومن کا بظاہر کیوں دکھا

چونکہ تو ینظر بنار اللہ بدی ⁂ نیکوئی را وا ندیدی از بدی

جو کہ تو ینظر بنار اللہ تھا ⁂ نیکی کو پائے نہ تو بد سے جدا

دیکھا دشمن اپنا الخ شعر دشمن بنایا اپنے عکس کو دیکھا اور بسبب غصہ کے تیغ کھینچی اپنے اوپر جو ظلم دیکھتا ہے غیر میں وہ سب علامتیں تیری ہیں دکھائی دیتی ہیں کیونکہ ہستی نے انمیں اثر کیا ہے بسبب ظلم کے کہ وہ تجھ میں تھا وہ تو ہی ہے کہ تو ظلم خود پر کرے اور لعنت اسدم خود پر کرے یا بدی ظاہر میں نہیں دکھائی دیتی ہے ورنہ دشمن ہوجاتا ہے تو اپنی جان کا خود پہ تو حملہ کرتا ہے او بیحیا جیسے شیر نے خود پر حملہ کیا جبکہ انتہا آگہی ہووے تا تو جانے کہ وہ نالائقی مجھ سے تھی پس شیر کو چاہ میں کھلا کہ وہ میں ہی تھا جو کہ صورت غیر کی مینے جانی تھی چنانچہ مثال اسکی مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ آگے جو ضعیفوں کا الخ شعر کہ ضعیفوں کا دانت اکھیڑے اور کام اس شیر غلط بیں کرے جیسے اس شیر نے غلطی کھائی وہ بھی گویا غلطی میں پڑ سے مثال دوسری جو چچا کے منہ پر خال بد دیکھے وہ چچا کا نہیں ہے تیرے خیال کا عکس ہے حقائق بیان آئے مدیث مومن آئینہ ہیں باہم ایک دوسرے کے کہ یہ حدیث جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمودہ حدیث شریف المومن مرآۃ المومن یعنی مومن آئینہ مومن کا ہے اسکے دو معنے ہیں اگر مومن مراد عارف سے ہے کہ جو ایک عارف کے دلمیں دوسرے عارف کے مقابلہ میں آوے تو وہ حال اس عارف کا ہے کہ اسکے دلمیں پیدا ہوا ہے چنانچہ صوفیہ کرام کے یہاں اسی کو توجہ الکامل کہتے ہیں اور اگر مومن مراد متقی و پرہیزگار ہے تو اس مومن کو اس مومن میں جو دکھائی دیتا ہے وہ اسی کا حال ہے پس یہاں مراد مولانا کی اسی متقی سے ہے چنانچہ اس کے آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ آگے نیلی عینک الخ شعر جو کہ تو نیلی عینک آنکھ پر رکھے اور اسکے باعث تجھکو عالم نیلا دکھائی دے تو خود سے وہ نیلا پن دیکھ اگر اندھا نہیں ہے خود کو بد کہو غیر کو مت کہے کیونکہ مومن اگر ینظر بنور اللہ یعنی دیکھنے والا ساتھ نور اللہ کے نہ تھا تو عیب مومن کا بظاہر کیوں دیکھا یعنی عیب کو ہنر مومن کا کیوں نہ جانا اور جو تو ینظر بنار اللہ یعنے دیکھنے والا ساتھ نار غضب اللہ کے تھا تو نیکی نہ دیکھے بدی سے جدا یعنی ہنر کو عیب کیوں جانا واضح ہو کہ یہاں مومن سے مراد عارف ہے پس عارف جو ینظر بنور اللہ دیکھتا ہے اگر وہ عیب ہے مگر وہ اسکو ہنر جانتا ہے اور جو مردہ دل بنار اللہ دیکھتا ہے تو وہ ہنر کو بسبب بدطینتی کے عیب جانتا ہے جیسے اگر کسب واسطے اہل وعیال کے کہ اسپر واجب ہے کرے وہ گمان لیجاوے کہ یہ حریص ہے یا کوئی شخص کسی کے واسطے حد شرعی کے مارے تو وہ گمان لیجاوے کہ اس پر ظلم کرتا ہے پس مولانا ینظر بنور اللہ کا طریقہ آگے بیان فرماتے ہیں از بحر العلوم فافہم ۱۲

اندک اندک آب بر آتش بزن ‏/ تا شود نار تو نور ای بو الحزن
تھوڑا تھوڑا ڈال پانی آگ پر ‏/ نار تیری نور ہو اے پر حزن

تو بزن یا ربنا آب طہور ‏/ تا شود این نار عالم جملہ نور
ربنا کا ڈال تو آب طہور ‏/ تا یہ عالم کی ہو آتش جملہ نور

آب و دریا جملہ در فرمان تست ‏/ آب و آتش اے خداوند آن تست
آب و دریا سب تیرے فرمان میں ‏/ تیرے اے رب آب و آتش ملک ہیں

گر تو خواہی آتش آب خوش شود ‏/ ور نخواہی آب ہم آتش شود
گر تو چاہے آگ آب خوش بنے ‏/ اور جو چاہے آب بھی آتش بنے

بے طلب تو این طلبمان دادۂ ‏/ بیشمار و عد عطا بنہادۂ
تو نے بے خواہش ہمیں دیں خواہشیں ‏/ اور بے گنتی ہمیں کیں بخششیں

با طلب چون نہی اے حی ودود ‏/ کز تو آمد جملگی جود و جود
پس طلب سے کیوں نہ دے اے تو ودود ‏/ کہ سبھوں نے تجھسے پایا جسم وجود

در عدم کے بود مارا خود طلب ‏/ بے سبب کردی عطاہای عجب
خود طلب ہمکو عدم میں تھی کہاں ‏/ بے سبب ہم پر کی بخشش عیاں

جان و نان دادی و عمر جاودان ‏/ سائر نعمت کہ ناید در بیان
جان دی اور نان عمر جاودان ‏/ ایسی نعمت کا ہو کب ہم سے بیان

این طلب در ما ہم از ایجاد تست ‏/ رستن از بیداد یارب داد تست
یہ طلب ہم میں تیری ایجاد ہے ‏/ ظلم سے چھٹنا بھی تیری داد ہے

بے طلب تو می دہی گنج نہان ‏/ رایگان بخشیدۂ جان و جہان
بے طلب دیتا ہے تو گنج نہان ‏/ مفت بخشی تو نے یہ جان جہان

ہکذا انعم الی دار السلام ‏/ بالنبی المصطفیٰ خیر الانام
دے یونہی انعام تا دار السلام ‏/ صدقہ انکا جو کہ تھے خیر الانام

مژدہ بردن خرگوش سوی نخچیران کہ شیر در چاہ افتاد

خوشخبری لیجانا خرگوش کا طرف شکاروں کی کہ شیر چاہ میں گرا ہوا

چونکہ خرگوش از رہائی شاد گشت ‏/ سوی نخچیران روان شد تا بدشت
جو چھٹا خرگوش از بس خوش ہوا ‏/ ساتھیوں میں اپنے پہونچا کودتا

شیر را چون دید محو ظلم خویش ‏/ سوی قوم خود دوید او پیش پیش
شیر کو دیکھا کہ چہ میں پھنس گیا ‏/ قوم کی جانب گیا وہ دوڑتا

شیر را چون دید کشتہ ظلم خود ‏/ می دوید او شادمان و بار شد
ظلم خود سے دیکھا شیر اب مر گیا ‏/ بھاگا خرگوش اپنے پاؤں چومتا

شیر را چون دید در چہ کشتہ زار ‏/ چرخ می زد شادمان تا مرغزار
شیر کو دیکھا کہ چہ میں مر گیا ‏/ اپنے صحن تک گیا وہ ناچتا

دست می زد چون رہید از دست مرگ ‏/ سبز و رقصان در ہوا چون شاخ و برگ
موت سے چھوٹا بجاتا تالیان ‏/ ناچتا وہ جیسے پتے ڈالیان

لہ تھوڑا تھوڑا ہو شعر تھوڑا تھوڑا پانی اس آگ پر ڈال تاکہ نار تیری نور ہو جائے اور ربنا ظلمنا انفسنا یعنی اے رب میرے ظلم کیا ہمنے نفسوں اپنے پر اسکا آب طاہر ڈال تا یہ نار عالم کی سب نور ہو جائے چونکہ مناجات بدرگاہ حق تعالے مولانا آگے بیان فرماتے ہیں ۱۲ ؎ آب و دریا الخ ہو شعر آب و دریا سب ترے حکم میں ہیں اور آب و آتش سب ترے ملک میں اگر تو چاہے آب بھی آتش ہو تو نے بغیر خواہش کے ہمکو خواہشیں دیں اور بے حساب ہم پر بخشش کی پس طلب سے کیوں نہ تو دے اے خدا کہ سب نے تجھسے جسم و وجود پایا ۱۲

سکہ خود طلب الخ ۵ شعر ہم کو طلب خود عدم میں کہاں تھی تو نے بے سبب ہم پر بخششیں عیاں کیں تو نے جان اور نان اور عمر جاودان دی ایسی نعمت کا کب ہم سے بیان ہو سکے پس یہ طلب ہم میں تیری ایجاد ہیں اور ظلم سے چھٹنا یہ بھی تیری داد ہے بے طلب دیتا ہے تو گنج پوشیدہ اور مفت بخشی تو نے یہ جان جہان پس ایسے انعام دے ہمکو قیامت تک بہ برکت نبی برگزیدہ عالم کی ہے واضح ہو کہ مولانا نے یہ خیال کچھ ان طالبوں کے لئے لکھا ہے کہ طالبان کج بین ہنوز راہ عشق و معرفت سے خبردار نہیں ہوتے ہیں اور یہ سبب جمع دنیا کے اپنے کو مانند اس شیر کے شیر حق ظاہر کرکے بدلائل جد و جہد غافلان اہل دنیا سے بہ عیشت مقرر کرتے ہیں اور آخر کو اس خرگوش نفس کے مکر سے چاہ ذلت میں غرق ہو کر خسر الدنیا والآخرۃ ہوتے ہیں پس طالبان حق کو چاہیے کہ جبتک تکمیل سیر سلوک کی نہ ہو اپنے کو پیشوا نہ گردانے ورنہ انجام کار مانند اس شیر کے خیال کے چاہ گرفتار بلا ہوتے ہیں والعیاذ باللہ ۱۲ سکہ جو چھٹا خرگوش الخ ۸ شعر جبکہ خرگوش اس بلا سے چھٹا از بس خوش ہوا اور اپنے جنسوں کی طرف کودتا گیا شیر کو دیکھا کہ چاہ میں پھنسا وہ قوم کی طرف دوڑتا گیا دیکھا کہ شیر اپنے ظلم سے مر گیا خرگوش پاؤں چومتا بھاگا شیر کو دیکھا کہ وہ چاہ میں مر گیا ہے تو صحن تک وہ ناچتا گیا موت سے جب وہ بچا تو تالیاں بجاتا ناچتا جیسے برگ و شاخ ناچتے ہیں مولانا حقائق اسکے بیان فرماتے ہیں

شاخ و برگ از حبس خاک آزاد شد — سر برآورد و حریف باد شد
برگہا چون شاخ را بشگافتند — تا بہ بالاے درخت اشتافتند
با زبان شطأہ شکر خدا — مے سراید ہر بر و برگے جدا
بے زبان ہر بار و برگ و شاخہا — مے سراید ذکر و تسبیح خدا
کہ پرورد اصل ما را ذو العطا — تا درخت استغلظ آمد فاستوی
جانہاے بستہ اندر آب و گل — چون رہند از آب و گلہا شاد دل
در ہواے عشق حق رقصان شدند — ہمچو قرص بدر بے نقصان شدند
جسمشان رقص و جانہا خود مپرس — وانکہ گردد جان از آنہا خود مپرس
شیر را خرگوش در زندان نشاند — ننگ شیرے کو ز خرگوشے بماند
در چنین ننگے و آنگہ اے عجب — فخر دین خواہی کہ گویندت لقب
اے تو شیرے در تگ این چاہ فرد — نفس چون خرگوش خونت سخت خورد
نفس خرگوشت بصحرا در چرا — تو بقعر این چہ چون و چرا
سوے نخچیران دوید آن شیر گیر — کابشروا یا قوم اذ جاء البشیر
مژدہ مژدہ اے گروہ عیش ساز — کان سگ دوزخ بہ دوزخ رفت باز

[1] ڈالی پتی چھوٹی قید خاک سے — یار ہمدم ہوگئے وہ باد کے
ڈالیوں کو جب کہ پھاڑا برگ نے — تب بلندی پر درختوں کے گئے
با زبان شطأہ شکر خدا — کرتا ہے برگ و ثمر ہر اک جدا
[2] بے زبان ہر شاخ و برگ و بر سدا — کرتا ہے ذکر اور تسبیح خدا
کہ ہماری جڑ کو پالا اے خدا — تا درخت استغلظ آیا فاستوی
آب و گل میں انکی جانیں تھیں پھنسیں — آب و گل سے چھٹیں خوشدل ہوئیں
عشق حق کی چاہ میں رقصاں ہوئیں — بدر کے مانند بے نقصاں ہوئیں
جسم رقصان اور جانوں کا نہ پوچھ — جو ہوا جان اسکے جانوں کا نہ پوچھ
[3] شیر کو قیدی کیا خرگوش نے — ننگ شیری کھوئی خرگوشی نے
ننگ تو اتنا اور اسپر ہے عجب — چاہتا ہے اپنا فخر دین لقب
تو ہے شیر اس چاہ کے اندر دبے — نفس چون خرگوش تیرا خون کرے
نفس خرگوش اب ترا چرتا پھرے — اور گڑھے میں جستجو کے تو ہے
[4] پہنچا نخچیروں میں جب وہ شیر گیر — کابشروا یا قوم اذ جاء البشیر
مژدہ مژدہ اے گروہ عیش گیر — کہ وہ دوزخ میں ہوا کتا اسیر

[1] ڈالی الخ ۲ شعر برگ و شاخ قید خاک سے چھوٹنے تو ہوا کے وہ یار ہمدم ہوگئے شاخ کو جبکہ برگوں نے پھاڑا تب بلندی سے درختوں کے گئے۔ در زبان اخرج شطأہ یعنی خارج کیا اول شاخ اپنی کو اس سے شکر خدا کرتا ہے ہر ایک برگ جدا جدا واضح ہو کہ آیہ نسبت صحابہ کرام کے نازل ہوئی کہ ابتدا اسلام میں کہ یاد حق سے تو غافل نہ ہے اور روز بروز آسودہ ہو دولت ملتی کہ کفار حال انکا دیکھکر غصہ ہوتے تو پس مولانا برگ و شاخ سے بیان مرد طالبان حق کی کرتے ہیں کہ جب طالب دستگیری مرشد کی ظلمت نفس سے چھوٹ کر نور باطن سے سرفراز ہوتے ہیں تو ملنا خرگوش سے خوش ہوتے ہیں اور مانند شاخ و برگ کے شکر حق کا بجا لاتے ہیں فہم من فہم ۱۲ [2] بے زبان الخ ۵ شعر بے زبانی سے ہر ایک شاخ و برگ و ثمر ہمیشہ کرتا ہے ذکر و تسبیح خدا کی کہ ہماری جڑ کو پالا تو نے اے کریم تا درخت استغلظ فاستوی یعنی موٹا ہوا بس برابر آب و گل میں انکی جانیں پھنسی تھیں جبکہ آب و گل سے چھٹیں خوشدل ہوئیں عشق حق میں رقصاں ہوئیں اور مانند بدر کے بے نقصان جسم رقصان اور جانوں کا نہ پوچھ یعنی جس طرح برگ و شاخ حمد خدا اور شکر خالق مطلق کرتے ہیں درجہ کہ مقام فنا و بقا کو پہنچا اور اس کا جسم و جان ہوا اسکا حال کیا بیان ہو سکتا ہے واضح ہو کہ جسم عارفین کا بسبب تزکیہ و تصفیہ کے لطیف مثل جان کے ہوتا ہے چونکہ جان عالم امر سے ہے اور بہنگام سیر کے عالم امر کو جاتی ہے پس جسم بھی ہمراہ جان کے عالم امر کو جاتا ہے کیونکہ جسم مطہر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شب معراج کو گیا تھا پس جس عارف کو مقام فنا فی الرسول کا حاصل ہوا وہی صفت جسم حضور کی اسمیں پیدا ہوتی ہے اسکی نسبت حضور نے فرمایا ہے المومن لا یموت یعنی مومن کی موت نہیں ہے کسواسطے کہ موت نفس کو ہے جب آیہ کریمہ کل نفس ذائقۃ الموت یعنی کل نفس ذائقہ موت کو چکھیں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نفس مومن کا ہمراہ اس عالم میں قائم رہتا ہے کیونکہ یہ نسبت شہدا کے کہا نا پیا حق نے فرمایا ہے اور یہ شغل نفس کا ہے پس یہ جسم بسبب لطافت کے ہمراہ جان کے رہیگا کیونکہ نفس اسی جسم سے تعلق رکھتا ہے اور موت عنصر جسم کے جدا ہونے کو کہتے ہیں ورنہ جان سب کی قائم ہستی ہے پس عارف کا جسم بعد مرجانیکے ہمراہ جان کے رہتا ہے اس سے زندہ رہنا پایا جاتا ہے واللہ اعلم فافہم ۱۲

[3] شیر کو الی آخرہ ۴ شعر شیر کو خرگوش نے قید کیا اور ننگ شیر ہونے کی خرگوش نے کھوئی یعنی روح کہ شیر ہے اور نفس مثل خرگوش کے پس نفس نے روح غافلوں کو چاہ دنیا میں قید کیا اپنے عالم امر کو مثل روح عارفین کے نہیں جا سکتی ہے اے ریاکار غافل یہ شیری ننگ ہے اور اس وقت فخر الدین رازی ہونے کا لقب چاہتا ہے تو شیر ہے اس چاہ دنیا میں ولیکن نفس مانند خرگوش کے تجھکو ہلاک کرتا ہے اور نفس خرگوش تیرا اسیر کرتا پھرتا ہے اور تو چون و چرا کی چاہ میں پڑا ہے یعنی نفس تیرا تجھکو بیکار کر دیتا ہے مزے اڑاتا ہے اور تو شب و روز قیل و قال کی قید میں رہے اور غذا روحی سے محروم ہے بڑے تعجب کی بات ہے فافہم ۱۲ [4] پہنچا نخچیر الخ ۲ شعر قوم کی جانب وہ خرگوش گیا کہ مژدہ ہو جیو تمکو اے قوم کہ خوشخبری دینے کی آئی ہے مژدہ بہت ہو جیو کہ اے گروہ صاحب عیش کہ وہ دوزخ میں اسیر ہوا فافہم ۱۲

مژده مژده کان عدو جان‌ها / کند قهر خالقش دندان‌ها
مژده مژده کز قضا ظالم بچاه / او فتاد از عدل و لطف پادشاه
آنکه از پنجه بسی سرها بکوفت / همچو خس جاروب مرگش پس بروفت
همچو ظلمش دگر کارے نبود / آه مظلومش گرفت و کوفت نود
گردنش بشکست و مغزش بر درید / جان ما از قید محنت وا رهید
گر شد او نابود شد از فضل حق / بر همه دشمن شما را شد سبق

مژدہ مژدہ اس عدو جان کے[1] / بس اکھیڑے دانت حق نے قہر سے
مژدہ مژدہ چاہ مین ظالم وہ اب / ڈوبا از راہ قضا و عدل رب
سر بہت[2] توڑے تھے جس نے ہاتھ کر / مثل خس کے جھاڑا اسکو مرگ نے
جسکو غیر ظلم سے کچھ کام تھا / آہ مظلوموں نے اسکو کھو دیا
گردن اسکی ٹوٹی سر اسکا پھٹا / جان ہماری ہوگئی غم سے رہا
فضل حق سے نیست اب دم ہوگیا / تمکو اس دشمن پہ بس غلبہ کیا

جمع شدن نخچیران گرد خرگوش و ثنا و مدح گفتن او را

جمع ہونا شکاری جانوروں کا نزدیک خرگوش کے اور تعریف و مدح کرنا اسکی

جمع گشتند آن زمان جمله وحوش / شاد و خندان از طرب در ذوق و جوش
حلقه کردند او چو شمعے در میان / سجده کردندش همه صحرائیان
تو فرشته آسمانی یا پری / یا تو عزرائیل شیران نری
هر چه هستی جان ما قربان تست / دست بردی دست و بازویت درست
راند حق این آب را در جوی تو / آفرین بر دست و بر بازوی تو
باز گو تا قصه درمان‌ها شود / باز گو تا مرهم جان‌ها شود
باز گو تا چون سگالیدی بمکر / آن عوان را چون بمالیدی بمکر
باز گو کز ظلم آن رستم‌نما / صد هزاران زخم دارد جان ما
باز گو آن قصه کو شادی فزاست / مر دلم را قوت و دل را غذاست
گفت تایید خدا بود اے مهان / ورنه خرگوشی چه باشد در جهان
قوتم بخشید و دل را نور داد / نور دل مر دست و پا را زور داد

جمع اسدم[3] سب ہوئے واں جانور / خوش تھے اور ہنستے تھے باہم یکدگر
گھیر ا اسکو درمیان وہ شمع تھا / سجدہ کرتے جانور سب اسکو آ
تو فرشتہ آسمانی یا پری / یا تو عزرائیل جان نے شیر کی
تو ہے جو کچھ جان قربان تجھ پہ ہے / سچا غلبہ دست و بازو کو ترے
تجھ میں جاری آب یہ اللہ نے / آفریں ہے دست و بازو کو ترے
پھر کہو قصہ کاری ہو دوا / پھر کہو تا درد جان پائے شفا
پھر کہو کیونکر یہ سوچا مکر سے / اس جوان کو کیسے مارا مکر سے
پھر کہو کہ ظلم اس ظالم سے ہم / زخم رکھتے ہیں ہزاروں جان پہ ہم
پھر کہو قصہ خوشی تا ہمکو ہو / دل کو فرحت اور غذا ہو جان کو
بولا یار و ہے یہ تائید خدا / ورنہ خرگوش اصل کیا رکھے بہا
بخشی قوت مجھکو دل میرے کو نور / نور دل سے ہو بخا دست و پا کو زور

[1] مژدہ مژدہ اس عدو و رانج ۲ شعر مژدہ بہت ہو جیو کہ اس دشمن جان کے حق نے قہر سے دانت اکھیڑے مژدہ بہت ہو جیو کہ اس دشمن جان کو حق نے بسبب تقید و عدل حق کے بے آبرو کیا ہوئی[2] سر بہت الخ تم شعر جس نے کہ سر بہت سے توڑے تھے ہاتھ سے مرگ کے مثل خس و خاشاک کے اسے جھاڑا جسکو سوا ظلم کے اور کچھ کام نہ تھا افسوس مظلوموں نے اسے ہلاک کیا گردن اسکی ٹوٹی سر اسکا پھٹا اور ہماری جان اسکے غم سے چھٹی خدا کے فضل سے اب وہ نیست ہوا اور تمکو اس دشمن پر غالب کیا مولانا تعلیم فرماتے ہیں کہ جو مخلوق کو حق کا حقیر جانکر جبر کرتا ہو کہ عوض اسکے انجام کار منعم حقیقی اسی مخلوق مظلوم کو اسپر مسلط کرتا ہے کہ اس دیر مکافات میں وہ اپنا بدلہ پاتے ہیں ۱۲

[3] جمع اسدم الخ خوش تھے اور ہنستے تھے سب آپس میں سب نے اسکو گھیر ا اور وہ اسکے درمیان میں شمع تھا اور سب جانور اسکو سجدہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تو آسمانی فرشتہ ہے یا پری ہے یا تو شیر کی جان کو عزرائیل ہے تو جو کچھ کہ ہے تجھ میں ہماری جان قربان ہے اور میرے دست و پا کا غلبہ سچا ہے۔ تجھ میں یہ آب جاری اللہ نے کیا ہے میرے دست بازو کو آفریں ہے پھر تو قصہ بیان کر کہ ہماری دوا ہو اور پھر کہو کہ تا درد جان کو شفا ہو پھر کہو کہ کیونکر سوچا مکر سے اور اس شیر کو کیونکر مارا مکر سے پھر کہو کہ ہم بسبب ظلم اوس ظالم کے ہزاروں زخم رکھتے ہیں جان پر پھر کہو قصہ کہ تا ہمکو خوشی ہو اور دل کو فرحت اور جان کو غذا ہو خرگوش نے کہا کہ اوے تائید خدا سے ہے ورنہ خرگوش کی کیا اصل ہے خداوند عالم نے مجھکو وہ قوت اور دل کو نور بخشا اور نور دل کو میرے دست و بازو کو زور بخشا یعنی عارفین کو جبکہ انکو ذات سے نور باطن ہوتا ہے اکثر خوارق پیدا ہوتے ہیں کہ طاقت بشری سے دور ہیں اور عقل اسکو ادراک نہیں کرسکتی ہے اور اسی کو تائید الٰہی کہتے

پند دادن خرگوش نخچیران را که از مرگ خصم شاد مشوید

نصیحت کرنا خرگوش کا شکاروں کو کہ دشمن کے مرنے کے غم خوش نہ ہو

از بر حق می رسد تفضیلها　　باز هم از حق رسد تبدیلها
حق بدو نوبه این تائیدرا　　می نماید اهل ظن و دیدرا
هین بملک نوبتی شادی مکن　　ای تو بسته نوبت آزادی مکن
آنکه ملکش برتر از نوبت تنند　　برتر از هفت انجمش نوبت زنند
برتر از نوبت ملوک باقی اند　　دور دائم روحها باساقی اند
چون به نوبت می دهندان دولتت　　از چه شد پر باد آخر سبلتت
ترک این شرب ار بگوئی یکدو روز　　درکنی اندر شراب خلد پوز
یکدو روزے چه که دنیا ساعتست　　هر که ترکش کرد اندر راحتست
معنی الترک راحة گوش کن　　بعد از ان جام بقارا نوش کن
با سگان بگذار این مردار را　　خرد بشکن شیشه پندار را

حق کی جانب سے بزرگی آتی ہے　　پھر وہی حق سے بدل جاتی ہے
درجہ درجہ ایزد اس تائید کو　　ہے دکھاتا اہل شک اور دید کو
ملک پر نوبت ہے تو شادی نہ کر　　تو ہے قیدی ذکر آزادی نہ کر
ملک اس نوبت سے جنکا ہے بڑا　　انکا رتبہ ہفت انجم سے ہوا
بڑھکے نوبت سے ہیں وہ شاہ بقا　　دور دوروں کا ہے ساقی سے سدا
دی گئی ہے باری پر جو دولت تجھے　　تاؤ پھر مونچھ پہ کیوں تو دیتا ہے
تھوڑے دن گر شرب دنیا کا چھوڑے　　منہ تمارا ہو شراب خلد سے
تھوڑے دن کیا دنیا ساعت ایک ہے　　چھوڑ کر جس سکو بس وہ چین سے ہے
معنی الترک راحة کو سنو　　نوش پھر جام بقا کو تم کرو
چھوڑ کتوں کے لئے مردار کو　　توڑ دے اس شیشۂ پندار کو

سله حق کی جانب سے الی آخرہ ۵ شعر حق کیجانب سے بزرگی آتی ہے اور پھر وہی حق کیجانب سے بدلجاتی ہے حق تعالےٰ درجہ بدرجہ تائید اہل شک واہل دید کو دکھاتا ہے تو ملک پر نوبت ہے خوشی نہ کرنا اور تو قیدی نوبت کا ہے آزادی نہ کر اور ملک انکا اس وقت سے بڑا ہے اور انکا رتبہ ہفت انجم سے ہوا ہے وہ شاہ بقا اس وقت سے بڑے ہیں، دور دوروح کا ساقی مطلق سے سدا ہے یعنی اولیا اکرام کا رتبہ ہفت آسمان سے بڑا ہے اور وہ پابند وقت کے نہیں بلکہ وقت انکا تابعدار ہے اسواسطے انکو ابوالوقت کہتے ہیں اور ان بادشاہان عالم کو درجہ بدرجہ وقت بوقت تائید آتی پہونچتی ہے چنانچہ مولانا اسکی طرف اگلے شعر میں اشارہ فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سله دی ہے باری الی آخرہ ۵ شعر تجھکو دولت تیری باری پر دی ہے پھر تو مونچھ پر تاؤ کیوں دیتا ہے تھوڑے دن اگر تو کھانا پینا دنیا کا ترک کردے تو تیرا منھ تو شراب خلد سے یعنی تجھے مزا ملے، دی ہو تجھے وہ تھوڑے دن کیا ہیں یعنی دنیا ایک ساعت ہے اگر تو اسکو ترک کرے تو راحت ملے یعنی الترک راحة کو سنو اور پھر جام بقا کو نوش کر یعنی ترک کرنا دنیا کا راحت ہے چھوڑ کتوں کیلئے مردار کو اور اس شیشہ کو توڑ دے یعنی ترک دنیا کے دل کو شکستہ کر کر راحت ہوا ہی واسطے صوفیائے کرام نے ہنگام طلب کے شکستگی نفس کیلئے کم خوردن و کم خفتن و کم با خلق آمیختن کمبادی رکھا ہے کہ یہ شکستگی نفس کو اکسیر اعظم ہے [illegible] باطن کی ذائقہ پذیر ہوتی ہے اور دنیا مردار ہے [illegible] اسواسطے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو مردار اور طالب دنیا کو کتا کہا ہے حدیث الدنیا جیفة وطالبها کلاب یعنی دنیا مردار ہے اور طالب اسکا کتا ہے چنانچہ سعدی علیہ الرحمۃ بھی فرماتے ہیں شعر اندرون از طعام خالی دار تا درو نور معرفت بینی سله [illegible] مولانا بحیلہ خرگوش حال مجاہدہ طریقت کا بیان فرماتے ہیں کہ دنیا کا ترک کرنا عین مقام طلب میں طالب کو دل سے جہاد ضروری ہے چنانچہ نسبت اس جہاد کے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنگام واپسی جہاد کے فرمایا ہے اک حدیث رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر یعنی لوٹے ہم جہاد چھوٹے سے طرف جہاد بڑے کے پس حضور نے اعزاز کفار کو جہاد اصغر اور مجاہدہ نفس کو جہاد اکبر فرمایا ہے اس سے ثابت ہوا کہ جو جہاد اصغر میں جان دے شہید اصغر اور جو جہاد اکبر میں جان دے شہید اکبر ہے پس طالبان حق شہید اکبر ہوے واللہ اعلم ۱۲

تفسیر رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر

ای شہان کشتیم ما خصم برون / ماند خصمی زان بتر در اندرون
کشتن این کار عقل و ہوش نیست / شیر باطن سخرۂ خرگوش نیست
دوزخ ست این نفس و دوزخ اژدہاست / کو بدریاہا نگردد کم و کاست
ہفت دریا را در آشامد ہنوز / کم نگردد سوزش آن خلق سوز
سنگہا و کافران سنگ دل / اندر آیند اندرو زار و خجل
ہم نگردد ساکن از چندین غذا / تا ز حق آید مر او را این ندا
سیر گشتی سیر گوید نے ہنوز / اینت آتش اینت تابش اینت سوز
عالمی را لقمہ کرد و در کشید / معدہ اش نعرہ زنان ہل من مزید
حق قدم بر وے نہد از لامکان / آنگہ او ساکن شود از کن فکان
چونکہ جزو دوزخ ست این نفس ما / طبع کل دارد ہمیشہ جزوہا
این قدم حق را بود کو را کشد / غیر حق خود کے کمان او کشد
در کمان ننہند الا تیر راست / این کمان را باژگون کژ تیرہاست

تفسیر رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر

میں [1] نے دشمن مارا یارو ظاہری / پر رہا دشمن بڑا ہے باطنی
مارنا اسکا نہ کار عقل ہے / شیر باطن کب گھٹے خرگوش سے
[2] یہ دوزخ نفس دوزخ اژدہا / کم نہ ہوتا ہے وہ دریا سے ذرا
ساتوں دریا پی لے گر وہ ظاہرا / تب بھی سوزش کم نہ ہو اسکی ذرا
سنگ اور سب کافران سنگدل / اسکے اندر آئیں ہون زار و خجل
اس غذا سے بھی نہ ہو تسکیں اسے / آخر آئے یہ ندا اللہ سے
پیٹ تیرا اب بھرا کہوے نہیں / ہے وہی گرمی و سوز آتشیں
کھائے عالم کو کرے بس ناپدید / معدہ اس کا چیخے ہل من مزید
لامکاں سے حق قدم اسپر رکھے / کن فکاں سے اسکو تب تسکیں ملے
جو ہمارا نفس جزو دوزخ کا ہے / خاصیت کل کی ہمیشہ جزو رکھے
[3] یہ قدم حق کا ہے جو مارے اسے / غیر حق سے کب کمان اسکی کھنچے
پس کمان میں تیر تو سیدھا رکھیں / اس کمان الٹی کے ٹیڑھے تیر ہیں

[1] میں نے دشمن ظاہری الخ یہ شعر خرگوش کہتا ہے اے یارو میں نے دشمن ظاہری کو مار لیا گر دشمن باطنی بڑا ہے اسکا مارنا عقل کا کام نہیں ہے کیونکہ شیر باطن کبھی خرگوش کا مسخر نہیں ہوتا یعنی اگرچہ خرگوش نفس نے از راہ عقل کے شیر جان کو ظاہرا حیلہ دنیا میں قید کیا مگر باطن خرگوش جان کے مقابل میں نفس شیر ہے کہ از راہ عقل کے جال میں آتا ہے چنانچہ آگے اسکا حال مولانا بیان فرماتے ہیں ۱۲ [2] یہ دوزخ الی آخرہ ۸ شعر یہ نفس دوزخ ہے اور دوزخ اژدہا ہے اور دریا سے کم نہیں ہے ساتوں دریا اگر پی لے ظاہرا تب بھی سوزش ذرا اسکی کم نہ ہو سب کفار سنگدل اور سنگ اس کے اندر آئیں زار و خجل ہو دیں اس غذا سے بھی اسے تسکین نہ ہووے اور یہ ندا درگاہ حق سے اسے آئے کہ تیرا پیٹ اب بھرا وہ کہے کہ نہیں وہی گرمی و سوزش ہے کہ عالم کو وہ کھائے اور معدہ اسکا کہے ہل من مزید یعنی اور زیادہ کر دو لامکان سے حق تعالے قدم اوپر رکھے کن فکان یعنی حکم حق سے تب اسے تسکین ملے جو ہمارا نفس دوزخ کا جزو ہے وہ خاصیت کل کی ہمیشہ جزو رکھتا ہے یعنی جس طرح روز محشر دوزخ کو قدم حق سے تسکین ہوگی اسی طرح نفس کو بیعت مرشد سے کہ قدم حق ہے سوزش حرص دنیا سے تسکین ہوتی ہے یہاں ایک نکتہ یاد آیا کہ غذا ہر شے اسکی جنس ہوا کرتی ہے نہ غیر غذا خاک کی خاک اور نور کی نور ہے یعنی نفس کی غذا اشیا خاکی اور روح کی غذا مشاہدہ انوار الٰہی پس دوزخ نفس قدم مرشد سے کیوں ساکن ہو [3] یہ قدم الخ ۳ شعر یہ قدم حق کا ہے جو اسے مارے سوائے حق کے کب کمان اس کی کھینچے یعنی یہ شئے کہ نفس کو مارے وہ قدم حق ہے پس کمان میں تیر سیدھا رکھنا چاہیے کیونکہ اس کمان الٹی نفس کے تیر ٹیڑھے ہیں یعنی جو نفس کج ہے اس کے فعل بھی کج ہیں تو اس کو راہ پر لا تا کہ نفس اس کے راست ہوں تیر کے مانند تو سیدھا جو کہ اس کمان سے چھوٹے تا تو راہ پاوے یعنی نفس امارہ کے مطمئنہ ہونے سے راہ سلوک کی حاصل ہو آگے مقولہ خرگوش کا ہے فافہم ۱۲۔

راست شو چون تیر و وارہ از کمان | کز کمان ہر راست بجہد بیگمان
تیر کے مانند سیدھا ہوگے تو | اس کمان سے چھوٹ جاؤ گے تو

چونکہ واگشتم ز پیکار برون | روے آوردم بہ پیکار درون
جنگ ظاہر سے جو میں فارغ ہوا | جنگ باطن کی طرف رخ کر لیا

قد رجعنا من جہاد الاصغریم | یا نبی اندر جہاد اکبریم
قد رجعنا من جہاد الاصغرم[ع] | یا نبی اندر جہاد اکبریم

قوت از حق خواہم و توفیق و لاف | تا بسوزن برکنم این کوہ قاف
چاہوں حق سے قوت اور توفیق میں | تاکہ کھودوں میں سوئی سے کوہ قاف

سہل شیرے دان کہ صفہا بشکند | شیر آنست آنکہ خود را بشکند
شیر وہ آسان کرے جو صف شکنی | شیر وہ مشکل کہے جو خود کشی

تا شود شیر خدا از عون او | وا رہد از نفس و از فرعون او
تا مدد سے اسکی ہو شیر خدا | نفس سے فرعون سے ہووے رہا

در بیان این شنو یک قصۂ | تا بری از سر گفتم حصۂ
اس[عہ] بیان میں ایک قصہ تم سنو | تاکہ حصہ کچھ تمہیں ...

آمدن رسول قیصر روم نزد عمر خطاب رضی اللہ عنہ برسالت

آنا رسول قیصر روم کا نزدیک عمر خطاب رضی اللہ عنہ کے ایلچی بنکر

بر عمر آمد ز قیصر یک رسول | در مدینہ ساختہ چندے نزول
پاس عمر کے آیا قیصر کا رسول | اور مدینہ میں کیا اس نے نزول

گفت کو قیصر خلیفہ اے حشم | تا من اسپ و رخت را آنجا کشم
بولا وہ قیصر خلیفہ ہے کہاں | تاکہ ہوں جاکر فرو کش میں وہاں

قوم گفتندش کہ او را قصر نیست | مر عمر را قصر جان روشنیست
قوم بولی قصر تو اس کا نہیں | ہے عمر کا قصر جان روشن یقیں

گرچہ از میری ورا آوازہ ایست | ہمچو درویشان مر او را کازہ ایست
گرچہ وہ میری سے بس مشہور ہے | مثل درویشوں کے وہ چھپر رکھے

سلہ جنگ ظاہر اسکو شعر خرگوش کہتا ہے کہ میں جنگ ظاہر سے فارغ ہوا اور جنگ باطن کی طرف میں نے رجوع کیا بموجب حدیث نبوی تحقیق ہوئے ہم جہاد اصغر سے یا رسول اللہ طرف جہاد اکبر کے ہم حق سے چاہتے ہیں توفیق و قوت تاکہ ہم کھودیں سوئی سے یہ کوہ قاف یعنی نفس ۱۲ جو کہ مثل کوہ قاف کے ہے اور ہم بمنزلہ سوئی کے اسکو شکستہ کر کے راستی پر لائیں شیر وہ آسان ہے کہ جو جنگ کرے اور وہ شیر مشکل ہے کہ جو خود کشی کرے یعنی وہ جرأت آسان ہے کہ جو کفار سے لڑے اور وہ جرأت مشکل ہے کہ جو نفس سے لڑے تا مدد سے اسکی شیر خدا ہو اور نفس کے فرعون سے رہا ہو یہ اشارہ طرف مرشد حق کے ہے تا مدد سے مرشد کی مجاہدہ نفس سے کہ فرعون ہے نجات حاصل ہو فہم من فہم ۱۲ عہ تحقیق ہوئے ہم جہاد اصغر سے ۱۲ عصہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طرف جہاد اکبر کے ۱۲ عہ اس بیان میں یعنی شعر اس بیان میں ایک قصہ تم سنو تاکہ راز سے تمہیں حصہ ہو واضح ہو کہ مولانا واسطے طالبوں کے جہاد نفس کا طریقہ تعلیم فرماتے ہیں چنانچہ اوپر جہاد اصغر و جہاد اکبر میں تمہیداً نفس کشی کا حال بیان فرماتے ہیں اب اس جہاد نفس میں قصہ حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کی نفس کشی کا مثالاً بیان فرماتے ہیں کہ طالبان حق کو اس سے نفع ہو پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رسول قیصر روم کا مدینہ منورہ میں آیا اور پوچھا کہ قیصر خلیفہ کا بتا دیجئے کہ تا میں وہاں جاکر فرو کش ہوں لوگوں نے کہا کہ قصر ان کا نہیں ہے مگر قصر جان عمرؓ کا روشن ہے۔ گرچہ بسبب میری کے وہ مشہور ہے مگر مثل درویشوں کے وہ چھپر رکھتے ہے یعنی قصر جان ان کا لامکان ہے مثل آفتاب کے روشن کہ جان ان کی وہاں رہتی ہے۔ اور دنیا میں وہ بسبب خلیفہ ہونے کے مشہور ہیں لیکن ان کا مکان دنیا میں درویشوں کے مانند ایک چھپر گھاس کا ہے یعنی دوستان حق کی جان دجوار رحمت حق میں رہتی ہے اور جسم ان کا دنیا میں ایک مکان خوار و حقیر ہے چنانچہ آگے اس قصر جان کی شناخت بیان کرتے ہیں واللہ اعلم ۱۲

ای برادر چون ببینی قصر او — چونکہ در چشم دلت رست ست مو
چشم دل از موی علت پاک دار — وانگہان قصر عمرؓ را برگمار
ہر کرا ہست از ہوسہا جان پاک — زود بیند حضرت ایوان پاک
چون محمدؐ پاک شد از نار و دود — ہر کجا رو کرد وجہ اللہ بود
چون رفیقی وسوسہ بدخواہ را — کے ببینی ثم وجہ اللہ را
ہر کرا باشد ز سینہ فتح باب — او ز ہر ذرہ ببیند آفتاب
حق پدید ست از میان دیگران — ہمچو ماہ اندر میان اختران
دو سر انگشت بر دو چشم نہ — ہیچ بینی از جہان انصاف دہ
گر نبینی این جہان معدوم نیست — عیب جز انگشت نفس شوم نیست
تو ز چشم انگشت را بردار ہین — وانگہانی ہرچہ میخواہی ببین
نوح را گفتند امت کو ثواب — گفت او ز انسوی و استغشوا ثیاب
رو و سر در جامہا پیچیدہ اند — لاجرم با دیدہ نادیدہ اند
آدمی دید ست باقی پوست نیست — دید آن ست آنکہ دید دوست ست

کیسے دیکھے[51] قصر تو اس کا بھلا — بال تیرے دیدہ دل میں اُگا
چشم دل سے بال علت کا نکال — پھر نظر قصر عمرؓ پر جا کے ڈال
جان ہوس سے پاک جسکی ہوگئی — جلد دیکھے قصر اسکا اے اخی
چون محمدؐ پاک نار و دود سے — جسطرف منہ پھیرے وجہ اللہ ہی
دوست جو تو وسوسہ خطرہ کا ہو — کب تو دیکھے ثم وجہ اللہ کو
جسکا سینہ کھل گیا باطن میں ہو — دیکھے ہر ذرہ میں وہ خورشید کو
دوسروں سے یوں خدا ظاہر ہوا — جیسے تاروں میں ہی جلوہ چاند کا
دو سر[52] انگشت رکھ تو آنکھ پر — پھر جہاں دیکھے تو کچھ انصاف کر
گر نہ دیکھے تو جہاں معدوم ہے — عیب نفس شوم انگلی جان ہے
آنکھ سے انگلی کو تو اپنی اٹھا — دیکھ تو پھر جابجا جو کچھ ظاہرا
نوح سے پوچھا کہ امت با ثواب — ہے کہاں بولے کہ واستغشوا ثیاب
منہ کو کپڑوں میں چھپایا قوم نے — دیدہ نادیدہ ہیں وہ اس لئے
آدمی[53] ہے دید باقی پوست ہے — دیدہ وہ ہے جو کہ دید دوست ہے

[51] کیسے دیکھے الخ شعر تو قصر جان ان کا کیسے دیکھے گا کہ تیرے دل کی چشم میں بال اگا ہے یہاں ایک مرض ہے کہ بال غلاف چشم میں پیدا ہوتے ہیں اور ہر دم اس کے صدمہ سے چشم پر آب بہتی ہے اور اس سے بصارت کم ہو جاتی ہے جبکہ دل میں مرض ہوا تو دل کو بصیرت کب ہوتی ہے پس تو اپنی چشم دل سے بال علت نکال اور اسوقت نظر اس کے قصر دل پر ڈال جان ہوس سے جسکی پاک ہوگئی وہ جلد قصر اسکا دیکھے گا مولانا اس کی مثال ارشاد فرماتے ہیں کہ جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پاک ہوئے نار و دود یعنی ہوا و ہوس سے جسطرف منہ پھیرتے تھے وجہ اللہ کو مشاہدہ کرتے جبکہ تو دوست وسوسہ خطرات کا ہو تو کب دیکھے ثم وجہ اللہ کو یعنی فاینما تولوا فثم وجہ اللہ یعنی جسطرف ہو تم ادھر ذات اللہ کی ہے اور جسکا سینہ باطن میں روشن ہو وے گویا اسکو ہر ذرہ میں آفتاب کھائی دیا اور دوسرے لوگوں میں حق ظاہر یوں دیکھے جیسے ستاروں میں چمکتا ماہ ہے یعنی دل جس کا روشن ہوگیا اسکو ہر بشر میں مشاہدہ ذات حق ایسا ہی ہوگا جیسے ماہ ستاروں میں چمکتا ہے۔
[52] دو سر انگشت الخ شعر مولانا مثال فرماتے ہیں کہ اے شخص تو دو سر انگشت آنکھ پر رکھ پھر جہاں دکھائی دیتا ہے تو ہی انصاف کر اگر تو نہیں دیکھتا ہے تو جہاں معدوم نہیں ہے ظاہر ہیں تو عیب نفس کو انگشت جان ہے اگر تو اس انگشت عیب کو آنکھ سے اٹھائے پھر تو جو چاہے ظاہر دیکھے مثال اسکی مولانا فرماتے ہیں کہ جیسے حق تعالے نے نوح علیہ السلام سے پوچھا کہ امت بہتر تمہاری کہاں ہے عرض کی آیہ کریمہ واستغشوا ثیابہم یعنی منہ چھپایا کپڑوں سے قوم نے باوجود دیدہ کے نادیدہ ہیں اس نے یعنی خداوند عالم نے نوح علیہ السلام سے پوچھا کہ تمہاری امت نیک کہاں ہے انھوں نے عرض کی کہ ہدایت کے انکی بے انگلیاں کانوں میں دیں اور منہ چھپایا پردہ سے یعنی باوجود آنکھیں ہونے کے اندھے و بہرے بنے اور ہدایت کو نہ سنا پس ان کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں۔ ثم
[53] آدمی ہے الخ شعر آدمی ہمہ دید کا ہے اور باقی پوست ہے دیدہ وہ ہے جو کہ دوست کو دیکھے جسکو دوست کی دید نہیں ہے وہ اندھا بہتر ہے اور جسمیں دوست نہیں ہے وہ فنا ہے جیوا واضح ہو کہ دید مشاہدہ حق کو کہتے ہیں اور وہ چار قسم پر ہے ایک دید تشبیہ اور دوسری دید تنزیہ تیسرے دید تشبیہ اسکو کہتے ہیں کہ مرشد طالب کو ہنگام طلب کے انسان و امردان میں مقام زلفین کا چہرہ میں انکشاف کرو دیتا ہے کہ کشود دید سے طالب کو جذب سلوک ہو جاتا ہے اور جذب سے عروج کرکے در تعشق کو پہونچتا ہے اور جبکہ غلبہ اس دید تشبیہ کو ہوتا ہے تو مثل چہرہ کے تمام جسم اور حرکات و سکنات و فعل و قول معشوق ظاہری کا دکھائی دیتا ہے حتی کہ کل حیوان و نباتات و جمادات و عناصر و اجسام و اشکال میں وہی راز کھلتا ہے اور جبکہ درجہ عشق کا شروع ہوتا ہے تو دید تنزیہ عاشق پر کھلتی ہے خواہ از راہ مراقبہ کے خواہ از راہ ملاحظہ کے اور اس دید تنزیہ کی ابتدا میں تجلیات بیرونی دلوامع و دستارے قمر و شمس عاشق کو دکھائی دیتی ہیں بعد ہر لطف سرخ و زرد و سبز وغیرہ کشف ہوتے ہیں جبکہ مرتبہ سوخت کا آتا ہے اور مہر جبروتی ہوئی تو دید تشبیہ و تنزیہ کھلتی ہے بعدہ سیر لاہوتی میں یہ مرتبہ مقام بیرنگی کی معائنہ ہوتی ہے پس مولانا اس مقام کو یہاں بیان فرماتے ہیں کہ آدمی اس دید کا نام ہے کہ بصیرت باطنی ہو اور بصارت ظاہری کو انسان نہیں کہتے ہیں

چونکہ دید دوست نبود کور بہ / دوست کو باقی نباشد دور بہ
جسکو دید دوست نے اندھا کیا / نے ہی جسمیں دوست وہ ہووے فنا

یافتن رسول قیصر روم عمرؓ را خفتہ در زیر خرما بن

پایا رسول قیصر روم کا عمرؓ کو سوتا ہوا نیچے درخت خرما کے

چون رسول روم این الفاظ تر / در سماع آورد شد مشتاق تر
دیدہ را بر جستن عمرؓ گماشت / رخت را و اسپ را ضائع گذاشت
ہر طرف اندر پئے آن مرد کار / میشدی پرسان او دیوانہ وار
کاین چنین مردے بود اندر جہان / در جہان مانند جان باشد نہان
جست او را تا ز جان بندہ شود / لاجرم جوئندہ یابندہ شود
دید اعرابی زنے او را دخیل / گفت عمرؓ اینک بزیر آن نخیل
زیر خرما بن ز خلقان او جدا / زیر سایہ خفتہ بین سایہ خدا
آمد آنجا و از دور ایستاد / مر عمرؓ را دید و در لرزہ فتاد
ہیبتی زان خفتہ آمد بر رسول / حالتے خوش کرد بر جانش نزول
مہر و ہیبت ہست ضد یکدگر / این دو ضد را دید جمع اندر جگر
گفت با خود من شہان را دیدہ ام / پیش سلطانان خوش بگزیدہ ام
از شہانم ہیبت و ترسے نبود / ہیبت این مرد ہوشم در ربود
رفتہ ام در بیشۂ شیر و پلنگ / روے من ز ایشان نگردانید رنگ

جب رسول روم نے قصہ سنا / اور بھی جویا عمرؓ کا وہ ہوا
پس عمرؓ کے ڈھونڈنے کو وہ چلا[1] / مال اسباب اپنا سب ضائع کیا
ہر طرف وہ واسطے اُنکے گیا / مثل دیوانوں کے پھرتا پوچھتا
کہتا تھا ہے آدمی ایسا کہاں / جو جہاں میں مثل جان کے ہو نہاں
ڈھونڈھا ان کو تا کہ وہ بندہ ہے[2] / جس نے ڈھونڈھا اس نے پایا اسلئے
دیکھا اعرابی نے اس مہمان کو / بولی نخلوں میں عمرؓ ہی دیکھ تو
نیچے خرما بن کے عالم سے جدا / سایہ میں سوتا ہے وہ ظل خدا
دور سے وہ کھڑا آ کر ہوا / اور عمرؓ کو دیکھ تھرانے لگا
آیا ان کو دیکھ ہیبت میں رسول / حال نے جان پر کیا اسکی نزول
مہر اور ہیبت ہے ضد یک دگر / دونوں ضد دیکھیں بہم اندر جگر
فکر کی[3] شاہوں کو دیکھا ہے بس / اور سلطانوں کی خدمت کی ہے بس
ایسی ہیبت بادشاہوں کی نہ تھی / ہیبت اسکی ہوش میرے لے اڑی
میں گیا بیشہ میں بس شیروں کے ہوں / پر نہ حال ایسا ہوا میرا زبون

[1] جب رسول الخ شعر جب رسول روم نے یہ باتیں سنیں ازبس عاشق حضرت عمرؓ کا ہوا پس وہ عمرؓ کی تلاش کو نکلا اور مال اسباب اپنا چھوڑا ہر طرف ڈھونڈنے کے واسطے گیا اور مثل دیوانوں کے پوچھتا پھرا اسطرح کا مرد ہو جہاں میں اور پھر جہاں سے وہ مثل جان کے پوشیدہ ہو کیوں نہ خواہندہ اسکا بیقرار ہو فافہم ۱۲

[2] ڈھونڈھا الخ شعر حضرت عمرؓ کو تلاش کیا کہ ان کا بندہ بنے اسلئے جس نے ڈھونڈھا اس نے پایا ایک اعرابی نے اس مہمان کو دیکھا کہ نخلستان میں عمرؓ کو دیکھ لے زیر نخل عالم سے جدا سایہ میں سوتا ہے پس وہ آ کر کھڑا ہوا اور عمرؓ کو دیکھ کر کانپنے لگا اور انکو دیکھ کر وہ رسول ہیبت میں آیا اور ایک حال نے اسکی جان پر نزول کیا یعنی حال اسپر طاری ہوا مہر اور ہیبت کہ آپس میں ضد ہیں دونوں اپنے دل میں دیکھے اور متعجب ہو گیا کیونکہ ہر ضد کا ایک جا جمع ہونا محال ہے مگر اس رسول نے اپنے دل میں ان اضداد کو جمع دیکھا تو متحیر ہوا اور دل میں کہنے لگا آگے حال مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [3] فکر کی الخ شعر اس رسول نے دل میں فکر کی کہ میں نے بہت شاہوں کو دیکھا اور سلطانوں کی خدمت میں رہا ایسی ہیبت شاہوں کو نہ تھی اور انکی ہیبت میرا ہوش لے گئی میں بہت بیشوں میں شیروں کے گیا پر ایسا نہیں گھبرایا اور بہت جنگ میں گیا اور شکستوں میں بھی شیر و دلیر رہا زخم میں نے کھائے اور لوگوں کو مارا میرا دل قوی ایسے بے ہتھیار کے سوتے ہیں خاک پر نفت اور کس لئے کانپتا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ ہیبت حق ہی کی ہے خلق سے نہیں ہے اور ہیبت اس صاحب دل کی ہے جو ڈرا حق سے اور تقوی کیا جنات اور انسان اس سے ڈرتے ہیں ظاہر اور واضح ہو کہ خوف بمقام جلال ہے اور جسمیں اسماء جلالی حق کا ظہور ہے اسکے دیکھنے سے خوف پیدا ہوتا ہے جیسے کہ جانور موذی کے دیکھنے سے خوف ہوتا ہے کیونکہ شان جان جمالی رکھتی ہے اور شان الٰہی رکھتی ہے اور شان جلالی سے فنا پذیر ہوتی ہے پس جس عارف پر شان جلالی منکشف ہوتی ہے وہ لرزان حق سے ہوتا ہے بسبب اثر شان جلالی کے جو کوئی اسکو دیکھتا ہے وہ خود آزردہ ہوتا ہے اور اکثر یہ مقام تلوین میں بسبب جذبے کے عاشقوں میں ہوتا ہے اور ان سے ہر ایک ڈرتا ہے اور مقام تمکین میں کم ہے اور بعضے عارفوں کو ہمیشہ یہ حال بسبب ظہور اسماء جلالی کے رہتا ہے پس جو شخص کہ حق سے ڈرا اس سے سب ڈرتے ہیں اور جو حق سے نہ ڈرا وہ سب سے ڈرتا ہے فافہم ۱۲

پس شدستم در مصاف کارزار — همچو شیر آن دم که باشد کارزار
بس که خوردم بس زدم زخم گران — دل قوی تر بوده ام از دیگران
بے سلاح این مرد خفته بر زمین — من بهفت اندام لرزان چیست این
هیبت حق است این از خلق نیست — هیبت آن مرد صاحب دلق نیست
هر که ترسید از حق و تقوی گزید — ترسد از وی جن و انس و هر که دید
اندرین فکرت بحرمت دست بست — بعد یکساعت عمر از خواب جست
کرد خدمت مر عمر را و سلام — گفت پیغمبر سلام آنگه کلام
پس علیکش گفت او را پیش خواند — ایمنش کرد و به نزد خود نشاند
هر که ترسد مر ورا ایمن کنند — مرد دل ترسنده را ساکن کنند

پس لڑائی میں بھی اکثر میں گیا — اور شکست جنگ میں بھی شیر تھا
زخم کھائے اور مارے میں نے کس — دل قوی سب سے رہا اور دونے بس
بے سلح سوتا ہے یہ تو خاک پر — کانپتا ہے کیوں مرا جسم و جگر
ہیبت حق ہی نہیں یہ خلق سے — اور نہ ہیبت مرد صاحب دلق سے
جو ڈرا ایسی حق سے اور تقوی کیا — جن و انس اس سے ہیں ڈرتے برملا
ہو گیا دست بستہ وہ ہاں فکر سے — کہ عمر بیدار سونے سے ہوئے
پائے بوسی کی عمر کی اور سلام — کیونکہ سنت ہے سلام پھر کلام
ہوئے جواب اسکو بلایا اپنے پاس — اور بٹھایا پاس اپنے بے ہراس
جو کہ ڈرتا ہے اسے ایمن کریں — اور پریشاں دل جو ہو ساکن کریں

بیدار شدن امیر عرب از خواب و سلام کردن رسول روم او را

بیدار ہونا امیر کا خواب سے اور سلام کرنا رسول کا انکو

لا تخافوا هست نزل خائفان — هست در خور از برای خائف آن
آنکه خوفش نیست چون گوئی مترس — درس چه دهی نیست او محتاج درس
خاطر ویرانش را آباد کرد — آن دل از جا رفته را دلشاد کرد

لا تخافوا ہے نزل خائفان — واسطے وہ خائفوں کے ہے بیاں
جو ہے بیخوف اس سے کیا کہئے نہ ڈر — درس عاشق کو نہ دے اے بے خبر
خاطر ویران کو اسکی خوش کیا — اس دل بیہوش کو باہوش کیا

سخن گفتن عمر رضی الله عنه با رسول قیصر روم و سوال رسول قیصر روم از عمر رضی الله عنه

باتیں کرنا عمر رضی اللہ عنہ کا ساتھ رسول قیصر روم کے اور سوال کرنا رسول قیصر روم کا عمر رضی اللہ عنہ سے

بعد از آن گفتش سخنهای دقیق — در صفات پاک حق نعم الرفیق
باتیں ماس سے پھر کریں اسرار کی — اور صفات حق میں بس تکرار کی

سلہ دست بستہ ... شعر وہ اس فکر سے ... کہ عمر خواب سے بیدار ہوئے پائے بوسی عمر کی اس نے کری اور سلام کیا کیونکہ پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے کہ اول سلام کرو اور بعدہ کلام کرو بعد علیک سلام کے اپنے اسکو آپ نے بلایا اور بٹھایا تسلی کر کے ... کہ ڈرتا ہے خداوند عالم اسکو ساکن کرتا ہے اسیطرح اولیا کرام بندگان حق کیساتھ کرتے ہیں کہ وتخلقوا باخلاق اللہ ہوتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ ... لا تخافوا الخ یہ شعر ... لا تخافوا ... نزل خائفان یعنی مت خوف کرو تم اور نخوفی ... واسطے خائفوں کے سبق بیان واسطے خائفوں کے جو کہ بیخوف ہو تو کیسے کہو گے مت خوف کر اور جو لائق درس کے نہیں تو اسکو درس کیا ... کو برعہ اسکی خاطر ویرانہ کو حضرت عمر نے خوش کیا اور اس دل بیہوش کو باہوش کیا ... جسکو خدائے عالم نے باخوف کیا ہو وہ ... لرزان و ترسان رہتا ہے پس ... واسطے خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ اے اہل خوف تم ... مت کرو ... تسلی دی اور خوش کیا ... الخ یعنی بعد اس کے حضرت عمر نے پھر ... اور صفات حق میں ... حال ہر مقام کو جانتے ... مانند جلوہ عروس کے ... خلوت میں ... اس رسول کو ... تلقین فرمایا ...

وز نواز شہائی حق ابدال را	تا بماند او مقام وحال را	اور لطف حق کہ ہے ابدال کو	تاکہ وہ جانے مقام وحال کو
حال چون جلوہ ست زان زیبا عروس	وین مقام آن خلوت آمد با عروس	حال ہی جون جلوہ زیبا عروس	اور مقام آیا ہے خلوت با عروس
جلوہ بیند شاہ و غیر شاہ نیز	وقت خلوت نیست جز شاہ عزیز	جلوہ دیکھے یار اور اغیار ہے	اور فقط خلوت کو پاوے یار ہی
جلوہ کردہ عام و خاصان را عروس	خلوت اندر شاہ باشد با عروس	جلوہ دے ہے خاص عاموں کو عروس	دیکھتی ہی خلوت میں خلوتی کو عروس
ہست بسیار اہل حال از صوفیان	نادرست اہل مقام اندر میان	لاکھوں اہل حال صوفی ہیں یہاں	اور کم اہل مقام اندر میاں
از منازلہای جانش یاد داد	وز سفرہای روانش یاد داد	منزل[۱] جانسے اسے آگاہ کیا	اور سفر کا روح کے قصہ کہا
وز زمانے کز زمان خالی بدست	وز مقام قدس اجلالی ست	اس زمانہ سے کہ وقت اسمیں نتھا	تھی مقام قدس میں جلوہ نما
وز ہوائے کاندرو سیمرغ روح	پیش ازین دیدست پرواز فتوح	اس[۲] ہوا سے جسمیں تھا سیمرغ جان	پہلے اس سے اڑتا اندر لامکان
ہر یکے پروازش از آفاق بیش	وز امید و نہمت مشتاق بیش	ہر اڑان آفاق سے اس کی بڑی	بس امید و حرص سے مشتاق تھی
چون عمر اغیار رو را یار یافت	جان او را طالب اسرار یافت	جو عمر نے پایا یار اغیار کو	پایا اس کی جان کو اسرار جو
شیخ کامل بود و طالب مشتہی	مرد چابک بود و مرکب درگہی	طالب صادق تھا کامل شیخ تھا	مرد تھا چالاک گھوڑا تیز تھا
دید آن مرشد کہ او ارشاد داشت	تخم پاک اندر زمین پاک کاشت	دیکھا مرشد نے کہ اہل رشاد ہی	بویا تخم اندر زمین پاک کے
مرد گفتش کای امیر المؤمنین	جان ز بالا چون در آمد در زمین	مرد بولا اے امیر المومنین	کیسے جان نازل ہوئی اندر زمین

سوال رسول از امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سوال کرنا رسول کا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے

مرغ بے اندازہ چون شد در قفص	گفت حق بر جان فسون خواند و قصص	مرغ[۳] بدان کیوں قفس میں پھنس گیا	بولے جان پر حق نے اک افسوں پڑھا

[۱] منزل جان سے اسکو تا شعر جان کی منزلوں سے اسے آگاہ کیا اور روح کے سفر سے خبردار کیا یعنی جان سلوک میں کس کس منازل کو عروج کرتی ہے اور دیکھ اپنی اصل سے کیسے کیسے سفر کیا اس زمانہ سے کہ وقت اسمیں نتھا اور وہ مقام قدس میں جلوہ فرما تھی یعنی عالم ازل یعنی وقت کا وہاں نہ تھا روح سیر کرتی پھرتی تھی پس مقام عروج و نزول جان و روح سے اسکو آگاہ کیا چنانچہ اس کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [۲] اس ہوا سے تا شعر اس ہوا کی جسمیں مرغ جان اس سے پہلے اڑتا تھا لامکان میں پرواز اسکی آفاق سے زیادہ تھی اور حرص امید سے زیادہ مشتاق تھی یعنی جان لحدیث میں سیر کرتی پھرتی تھی اور یہ قید اسیر نتھی کہ جو عالم اجسام میں ہے پس جو عمر نے اہل عیار کو یار پایا اور اسکی جان کو اسرار جو طالب صادق تھا اور کامل شیخ مرد چالاک تھا اور گھوڑا تیز کل تھا پس مرشد نے دیکھا کہ وہ لائق ارشاد ہے تخم پاک زمین پاک سے بویا یعنی اسیوقت اس کے قلب سلیم میں درد و مستی کا بھر دیا اور صاحب نسبت کر دیا اس رسول نے کہا کہ اے امیر المومنین جان مقام احدیت کیسے زمین پر نازل ہوئی یعنی کثرت میں آئی کیونکہ اس سے جان کی سیر تنزل کا حال بیان فرمایا اسوقت بیان کی بغیر اجازت حال پوچھا چنانچہ آگے حال تنزلات جان کا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [۳] مرغ بدان الخ شعر مرغ اڑنے والا کیسے قفس میں گرفتار ہوا فرمایا کہ جان پر حق نے ایک افسوں پڑھ دیا رسول نے کہا وہ عدم کہ جسکے گوش و چشم نہیں ہیں کیسے وہ بہت افسوں سے جوش میں آیا عمر نے فرمایا کہ باعث دم وہ عدم جلد وہ خوش ہوکر طرف ملک کے دوڑا پھر جب دوسرا افسوں پھونکا تو جلد بھاگے یہاں سے وہ طرف عدم کے یعنی مر گیا جو کہا اس جسم کو جان ہو گیا اور جو کہا کہ خورشید کو روشن ہوگیا خورشید کے کان میں پھر پھونکا تو خوف سے یہاں اس پر سو گہن پڑ گئے مترجم افسوں پھونکنے سے مراد لفظ کن ہے کہ جس شے کے کان میں پھونکا وہ ہست ہو گیا از بحر العلوم ۱۲

بر عدمها کان ندارد چشم و گوش — چون فسون خواند همی آید بجوش
از فسون او عدمها زود زود — خوش معلق میزند سوی وجود
باز بر موجود افسونے چو خواند — زو دو اسپه در عدم دو اسپه راند
گفت با جسم آیتی تا جان شد او — گفت با خورشید تا رخشان شد او
باز در گوشش دمد نکته مخوف — در رخ خورشید افتد صد کسوف
گفت در گوش گل و خندانش کرد — گفت با لعل و خوش و تابانش کرد
تا بگوش خاک حق چه خوانده است — کو مراقب گشت و خامش مانده است
تا بگوش ابر آن گویا چه خواند — کو چو مشک از دیدهٔ خود آب راند
در تردد هر که او آشفته است — حق بگوش او معما گفته است
تا کند محبوسش اندر دو گمان — آن کنم کو گفت یا خود ضد آن
هم ز حق ترجیح یابد یک طرف — زان دو یک را برگزیند زان کنف
گر نخواهی در تردد هوش جان — کم فشار این پنبه اندر گوش جان
پنبهٔ وسواس بیرون کن بگوش — تا بگوشت آید از گردون خروش
تا کنی فهم آن معماهاش را — تا کنی ادراک رمز فاش را
پس محل وحی گردد گوش جان — وحی چه بود گفتن از حس نهان
گوش جان و چشم جان جز این حس است — گوش عقل و چشم حس زان مفلس است

وہ عدم جسکے نہ گوش و چشم ہیں — کیسے فسوں سے وہ آیا جوش میں
اس کے منتر سے عدم بس زود زود — دوڑے خوش ہو کر سوی ملک وجود
پھر کیا موجود پر منتر جو دم — بھیجی بجلد اسکو سوئے ملک عدم
جسم سے جو کچھ کہا وہ جان ہوا — کچھ کہا خورشید سے رخشاں ہوا
پھر جو کہدی ہیبت آگیں کی بات — تو گہن سے ہو گیا سورج بھی مات
کان میں گل کے کہا ہنسنے لگا — لعل کو جو کہدیا تاباں ہوا
کان میں کیا بات خالق نے کہی — خاک چپ اور مراقب ہو گئی
کان میں کیا ابر کے جانے کہا — مثل مشک آب آنکھ سے برسا دیا
وہ تردد میں پریشان ہو گیا — کان میں جس کے معما کہدیا
دو گماں میں قید اسکو تا کرے — وہ کروں کہنا و یا اضداد سے
حق سے پھر ترجیح اک جانب کی پا — ایک ان دو سے وہ کرتا ہے ادا
گر تردد سے تو چاہے ہوش جاں — روئی کو کم رکھ تو اندر گوش جان
کان سے وسواس کی روئی نکال — کان میں تا آئے گردوں سے مقال
تا کہ سمجھے ان معموں کو بھلا — اور ہو ادراک رمزی ظاہرا
وحی کو بس گوش جان تیری سنے — وحی کیا باطن کی حس تجھ سے کہے
گوش و چشم جان سوا اس حس کے ہیں — گوش و چشم عقل مفلس اس سے ہیں

لہ کان میں گل کے الخ شعر گل کے کان میں جو کہا ہنسنے لگا لعل کو جو کہا چمکنے لگا اور خاک کے کان میں کیا بات حق نے کہی جو خاموش اور مراقب ہو گئی اور ابر کے کان میں کیا کہدیا مثل مشک کے آب آنکھ سے برسانے لگا پس تردد سے وہ پریشان ہو گیا جس کے کان میں معما کہدیا تاکہ وہ گمان میں قید اسکو کر لے وہ کہے کہ وہ کہا کروں یا اسکی ضد کروں پھر حق سے ایک جانب کی ترجیح پاکر ایک ان دونوں سے ادا کرتا ہے یعنی انسان کے کان میں جو یہ معما کہا تو وہ دو اندیشہ اضداد کے ہے کہ یہ کروں یا وہ کروں اور پھر حق کی طرف سے ایک جانب کو بہتر جان کر ادا کرتا ہے پس جو فعل انسان کرتا ہے حکم سے کرتا ہے جب حدیث شریف لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ یعنی کوئی شے حرکت نہیں کرتی ہے مگر حکم اللہ سے گویا توحید وجود کا حضرت عمر نے راز کھولا اور مسئلہ شہود بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سے گر تردد سے الخ ۲ شعر اگر تو تردد سے چاہتا ہے کہ ہوش جان کو ہو تو وسواس کی روئی کو گوش میں رکھ خطرات و سواس کو قلب سے دور کر پس کان سے وسواس کی روئی نکال تاکہ باتیں آسمان کی تو سنے اور پھر تو اس معمے کو سمجھے اور رموز ظاہری کا تجھکو ادراک ہو یعنی یہ خطرات نفسانی و عجائب کشود راز باطنی ہیں گوش جان تیری وحی کو سنیں اور وحی کیا ہے حس باطن تجھ سے کہے یعنی جو حس قلب کی ہے وہ وحی ہے اور وحی حق کے فرمانے کو کہتے ہیں پس جس قلب جو کلام حق سے تجھ سے کہے وہ وحی ہے اسیواسطے حضرت نے فرمایا ہے حدیث شریف استفت قلبک یعنی تو تم فتوی اپنے دل سے لو پس مراد اس فتوی سے یہی وحی ہے چونکہ لفظ وحی خاص انبیا علیہ السلام کے واسطے آتی ہے اس لیے صوفیا ریں وحی کو الہام کہتے ہیں جو الہام کو اسوقت اہل دل تمیز کرتا ہے کہ خطرات قلبیہ سے نجات پائے اور تقوی اسکو معین فرمودہ حق جانے اور علاوہ بعد اسکے عمل کرے سب صحیح و درست ہو جیا یعنی مولانا آگے اسکا حال بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سے گوش و چشم الخ ۲ شعر گوش و چشم جان کا کہ اس حس سے سوا اور گوش و چشم عقل کا اس حس سے بے خبر ہے جبر سے عشق بے صبر ہو گیا اور وہ عاشق نہیں ہے جو قیدی جبر کا ہے یہ حق کی ہیبت ہے جبر نہیں ہے تجلی ماہ کی ہے ابر نہیں ہے یعنی جو شخص خود کو عاجز بہت جانتا ہے اس کا عشق جبر کہتا ہے اور وہ سلوک میں کوشش کرتا ہے اور جو خود کو مجبور جانتا ہے کیونکہ مجبوری مانع عشق نہیں ہوتی ہے یہ جبر عاشق معیت حق ہے اور معیت مراد غیبت ہے اور اس غیبت میں بندہ قادر و مختار اور بقدرت اختیار حق کے ہے اپنے از بحر العلوم مولانا آگے اسکا حال لکھتے ہیں فافہم ۱۲

لفظ جبرم را بے صبر کرد　　وانکہ عاشق نیست حبس جبر کرد
جبر سے بے صبر عشق اب ہو گیا　　ورنہ عاشق قید ہے جو جبر کا

این معیت با حق ست و جبر نیست　　این تجلی مہ ست این ابر نیست
یہ معیت حق کی ہے بے جبر ہی　　یہ تجلی مہ کی ہے نے ابر ہے

ور بود این جبر جبر عامہ نیست　　جبر آن امارۂ خودکامہ نیست
جبر ہے[سلہ] گر تو نہیں ہے جبر عام　　یہ نہیں ہے نفس امارہ کا کام

جبر را ایشان شناسند ای پسر　　کہ خدا بگشادشان در دل بصر
جبر وہ پہچان سکتا ہے بشر　　جسکے دل میں کھولدی یزداں نے بصر

غیب و آیندہ بر ایشان گشت فاش　　ذکر ماضی پیش ایشان گشت لاش
غیب و آئندہ سب ان پر کشف ہو　　جانیں لاشے وہ گذشتہ ذکر کو

اختیار و جبر ایشان دیگرست　　قطرہ ہا اندر صدفہا گوہرست
اختیار و جبر ان کا اور ہے　　کہ صدف میں قطرہ بنتا گوہر ہے

ہست بیرون قطرہ خرد و بزرگ　　در صدف دُرہای خردست و سترگ
ہیں وہ باہر قطرے جو چھوٹے بڑے　　ہیں صدف میں موتی وہ چھوٹے بڑے

طبع ناف آہوست آن قوم را　　از برون خون و درونشان مشکہا
ناف آہو کی طرح ہیں وہ تمام　　جسمیں جاکر خون کا ہو مشک نام

تو مگو کین نافہ بیرون خون بود　　چون رود در ناف مشکے چون شود
تو نہ کہہ نافہ تو باہر خون تھا　　مشک جا کر ناف میں کیونکر ہوا

تو مگو این مس برون بد محتقر　　در دل اکسیر چون گشتست زر
تو نہ کہہ تانبا جو باہر تھا حقیر　　کیمیا سے کیوں بنا زر خطیر

اختیار و جبر در تو بد خیال　　چون در ایشان رفت شد نور جلال
اختیار و جبر تجھ میں تھا خیال　　آیا جو ان میں ہوا نور جلال

نان چو در سفرہ است باشد جماد　　در تن مردم شود او روح شاد
خوان میں روٹی تھی اک سی جماد　　پیٹ میں جاکر بنی وہ روح شاد

در دل سفرہ نگردد مستحیل　　مستحیلش جان کند از سلسبیل
خوان میں بدلے نہیں جبتک ہے ہی　　جان بدلے اسکو بس ترکیب سے

قوت جانست این ای راست خوان　　تا چہ باشد قوت آن جان جان
جان کی قوت ہے جبکہ اس قدر　　جان جان کی پھر ہو قوت کسقدر

نان ست قوت تن دیگن دگر　　تا چہ قوت جانش باشد ای پسر
قوت تن کی نان ہے پر کر غور تو　　قوت جان کی کسقدر ہوگی بگو

سلہ جبر ہے گر تو الخ یہ شعر اور اگرچہ جبر ہے تو جبر عام نہیں ہے اور نہ نفس امارہ کا جبر ہے جبر وہ پہچان سکتا ہے جس کے دل میں حق بصر کھولدے یعنی اس کا دل بینا ہو جائے غیب اور آئندہ اس پر کشف ہو اور ذکر گذشتہ کو وہ لاشے جانے یعنی علم ظاہری کا پچھلا جتنا یاد ہووے اتنا آگے کو ترقی کرے اور علم باطن کو پچھلا جس قدر بھولے اس قدر آگے کو ترقی ہو اس واسطے نقد الوقت ہوتا ہے اختیار و جبر اولیا کا دوسرا ہے کہ صدف میں گوہر آب کا قطرہ بنتا ہے یعنی عارف کہ خود کو فنا اور اختیار حق جانتا ہے اور خود مجبور آگے قدرت حق ہے کیونکہ خود سے فنا اور حق سے باقی ہے اس واسطے مخلق باخلاق اللہ ہوتا ہے از بحر العلوم اور وہی جبر اور اختیار کہ غافلوں میں موجب کجی ہے عارفوں میں ہمیشہ رہتی ہے کیونکہ باہر جو قطرہ ہے وہ صدف میں جاکر گوہر ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ جبر و اختیار عارفوں میں باعث راستی و بہتر کا ہوتا ہے چنانچہ مولانا اس کی مثال آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ عہ ہیں وہ باہر الی آخرہ ۹ شعر جو قطرے کہ باہر ہیں چھوٹے بڑے وہ صدف میں گوہر ہیں چھوٹے بڑے ناف آہو کی خاصیت بھی ہے کہ باہر خون ہے اور اندر اسکے مشک ہے مت کہو یہ کہ نافہ باہر خون تھا اور اندر ناف کے مشک کیونکر ہے مت کہو یہ کہ تانبا باہر حقیر تھا اکسیر میں جاکر کیونکر زر ہوا جبر و اختیار تجھ میں خیال تھا جو عارف میں آیا نور جلال ہوا نان جبتک کہ خوان میں ہے نان ہے پیٹ میں مردم کے جائے جان ہو خوان میں جب تک رہیگی بدلے گی نہیں مگر جان اس کو ترکیب سے بدل دیگی جبکہ خون کی اس قدر قوت ہے تو جان جان کی کس قدر طاقت ہوگی یعنی حقیقت محمد صلعم کی کس قدر طاقت ہوگی کہ عارف کی جان میں قوت الہی ہے اگر قوت اختیار ان میں باعث راستی ہو تو کیا تعجب ہے غذا تن کی نان ہے لیکن تو دیکھ کہ غذا جان کی کس قدر لطیف ہووے گی یعنی غذائے نان جسم کو قوت دیتی ہے تو غذائے جان کہ مشاہدہ الہی ہے کس قدر طاقت و قوت دے گی ۱۲۔

گوشت پارہ آدمی با عقل و جان　　می شگافد کوه را با بحر و کان
زور جان کوه کن شق الحجر　　نور جان جان در انشق القمر
گر گشاید دل سر انبان راز　　جان بسوی عرش سازد ترکتاز
گر زبان گوید ز اسرار نہان　　آتش افروزد بسوزد این جہان
فعل حق و فعل ما هر دو ببین　　فعل ما را هست دان پیداست این

مرد پارہ گوشت ہے با عقل و جان　　پھاڑتا ہے کوہ کو با بحر و کان
زور جان فرہاد کا شق الحجر　　نور جان کو جان کا تھا شق القمر
کھولے گر دل بقچے کوٹھی کا سر　　جان سوی عرش کھولے اپنے پر
گر زبان کہدے کچھ اسرار نہان　　آگ بھڑکے اور جلجاوے جہان
فعل حق اور میرا دونوں دیکھ لے　　فعل حق پیدا ہمارے فعل ہیں

اضافت کردن آدم علیہ السلام زلت خود را بخویشتن کہ ربنا ظلمنا و اضافت کردن ابلیس بحق تعالیٰ کہ رب بما اغویتنی

نسبت کرنا آدم علیہ السلام کا اپنی لغزش کو اپنی طرف کہ ربنا ظلمنا اور نسبت کرنا ابلیس کا ساتھ حق تعالیٰ کے کہ رب بما اغویتنی

گر نباشد فعل خلق اندر میان　　پس مگو کس را چرا کردی چنان
فعل حق افعال ما را موجد است　　فعل ما آثار خلق ایزد است
لیک هست این فعل ما مختار ما　　زو جزا گه مار ما گه یار ما
زانکہ ناطق حرف بیند یا غرض　　کی شود یکدم محیط دو عرض

درمیان گر فعل ہے نے خلق کا　　مت کسی سے کہہ کہ کیوں ایسا کیا
فعل حق موجد ہمارے فعل کا　　ہی ہمارا فعل آثار خدا
پر ہمارا فعل یہ مختار ہے　　گہ جزا سیدھی و گہ الٹی ملے
کہنے والا حرف دیکھے یا غرض　　کب ہو اک دم میں محیط دو عرض

۵۷ مرد پارہ الی آخرہ ۴ شعر مرد ایک پارہ دست ہے با عقل و جان اور پھاڑتا ہے کوہ کو مع دریا و کان کے یعنی نان کے کھانے سے اسکو یہ طاقت ہے حصول نور سے عارف کو کیا کچھ طاقت ہوگی مثال یہ ہے جان فرہاد کی شق الحجر یعنی پہاڑ کھودنا زور جان کا ہے انشق القمر یعنی رسول صلعم کا وہ نور ہے کہ قمر تا آسمان دو شق کر دیا اگر دل راز کی کوٹھی کا منہ کھولے تو جان عرش کے تیز تجلی جائے یعنی جسم تحمل راز نہ ہو اور پارہ پارہ ہوجائے جان بسبب شوق کے تن سے نکل جائے اور اگر زبان کچھ راز باطن کہوے ایک آتش بھڑکے اور تمام جہان اس سے جل جائے یعنی دل اگر جناب رسول مقبول صلعم کے نور کا راز بیان کرے تو ایک آگ پیدا ہو کیونکہ زور یا نکاء زور حق ہے پس اسی طرح بندہ مختار و فاعل اور با قدرت کے ہے بسبب غیبیت کے اس غیبیت کی مثال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۵۸ فعل حق الی آخرہ ۴ شعر فعل حق اور ہمارے فعل دونوں دیکھ لے ہمارا فعل فعل حق سے پیدا ہے اور اگر فعل خلق کا درمیان میں نہیں ہے تو تو کسی سے مت کہہ کہ کیوں ایسا کرتا ہے فعل حق موجد ہے ہمارے فعل کا اور ہمارا فعل آثار خدا ہی لیکن ہمارا فعل یہ مختار ہی کبھی جزا سیدھی اور کبھی الٹی ملتی ہی یعنی فعل حق نے ہمارے فعلوں کو ایجاد کیا ہے اور ہمارا فعل آثار ہے فعل حق کا جیسے انسان روبرو آئینہ کے حرکت کرتا ہی تو عکس آئینہ بھی حرکت کرتا ہی پس حرکت انسان ہی اور حرکت عکس آثار ہے کیونکہ وہ حرکت انسان کی حرکت ہی کچھ عکس بذاتہ نہیں ہی اسیطرح فعل حق کا فعل ہی اور فعل ہمارا آثار ہے پس عینیت فعل ہمارا فعل حق سے رکھتا ہے اسلئے ہمارا فعل مختار ہی یعنی اختیار دیا گیا ہی کہ کبھی سیدھا اور کبھی الٹا ہوتا ہی اور اگر ہمارا فعل اختیاری ہوتا تو ہمیشہ سیدھا ہوتا اور کبھی بد نہ جاتا پس اس سے کچھ اختیار بندہ کا اور کچھ اختیار خدا کا ثابت ہو اچنانچہ مثال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۵۹ کہنے والا الی آخرہ ۲ شعر جیسے کلام کرنے والا حرف دیکھتا ہے یا غرض اس حرف کی جو معنی مدعا ہے ایکدم ہو محیط دو عرض یعنی جب حرف کو دیکھتا ہے تو معنی مدعا چھپتا ہے اور جب مدعا کو اقبال کرتا ہے تو حرف چھپتا ہے پس ایک ان میں حرف و مدعا کو خیال میں حصر نہیں کرتا ہے جیسے عکس و آئینہ کہ اگر عکس پر نظر پڑے تو جسم آئینہ نہ رکھتا اسی طرح فعل حق و فعل بندہ دونوں نظر میں ایک وقت نہیں دکھائی دیتے ہیں تو اگر علیحدہ کیطرف کو گیا حرف سے غافل ہے کیونکہ ایکدم میں تو آگے پیچھے کب دیکھ سکتا ہے جس دم تو آگے دیکھتا ہے اس دم پیچھے تجھکو نہیں دکھائی دیتا ہے یعنی جب فعل بندہ کا دیکھتا ہے تو فعل حق کا چھپ جاتا ہے اور جب فعل حق کا دیکھتا ہی تو فعل بندہ کا چھپ جاتا ہی فافہم۔

گر بمعنی رفت شد غافل ز حرف　　پیش و پس یکدم نہ بیند ہیچ طرف
آن زمان کہ پیش بینی آن زمان　　تو پس خود کے ببینی این بدان
چون محیط حرف و معنی نیست جان　　چون بود جان خالق این ہر دو آن
حق محیط جملہ عالم اے پسر　　نہ در آرد کاتش از کار دگر
گفت ایزد جان ما را ست کرد　　چون نداند آنکہ خود را ہست کرد
گفت شیطان کہ بما اغویتنی　　کرد فعل خود نہان دیو دنی
گفت آدم کہ ظلمنا انفسنا　　او ز فعل خود نہ بد غافل چو ما
در گنہ او از ادب پنہانش کرد　　زان گنہ بر خود زدن او بر بخورد
بعد توبہ گفتش اے آدم نہ من　　آفریدم در تو آن جرم و محن
نے کہ تقدیر و قضای من بد آن　　چون بوقت عذر کردی آن نہان
گفت ترسیدم ادب نگذاشتم　　گفت ہم من پاس آنت داشتم
ہر کہ آرد حرمت او حرمت برد　　ہر کہ آرد قند لوزینہ خورد
طیبات از بہر کو للطیبین　　یار را خوش کن کہ رنجان و ببین

اگر گیا معنی کو غافل حرف سے　　ایک دم بے آگے پیچھے منہ سے گئے
جس گھڑی تو دیکھتا ہے سامنے　　تو دکھائی دے نہ کچھ پیچھے تجھے
[1] جو محیط حرف و معنی ہو نہ جان　　تو پھر اُن دونوں کی خالق جو ہو جان
حق محیط جملہ عالم ہے و لے　　کام ہیں اوروں کے کام اپنا کیے
قول حق نے جان ہماری ہست کی　　کیوں نہ جانے جان جس نے ہست کی
بولا شیطان کہ بما اغویتنی　　فعل کو اپنے کیا اس نے خفی
بولے آدم کہ ظلمنا انفسنا　　ہم سا فعل حق کو وہ غافل نہ تھا
[2] اس گنہ میں حق کو پوشیدہ کیا　　اپنے ذمہ بے گناہ ثمرہ لیا
بعد توبہ اس نے آدم سے کہا　　یہ گنہ تجھ میں نہیں میں نے رکھا
نے قضا تقدیر میری ایسی تھی　　جو بوقت عذر کی پوشیدہ گی
بولے ڈرتے بس ادب میں نے کیا　　بولے ہم نے پاس تیرا بھی کیا
جو کرے عزت اسے عزت ملے　　قند جو لائے وہ لوزینہ چکھے
نیک بی بی نیک مردوں کیلئے　　یار کو خوش رکھ تو تجھے کلفت نہ دے

تمثیل　　ضرب المثل

یک مثال اے دل پے فرقے بیار　　تا بدانی جبر را از اختیار
[3] اے دل ایسی پیش کر کوئی مثال　　اختیار و جبر میں ہو انفصال

[1] جو محیط الی آخرہ ۵ شعر جبکہ جان محیط حرف معنی کی نہیں ہے تو کیسے جان ان دونوں کی خالق ہو لے جبکہ کلام کرنا خاص انسان کا نہیں ہے فعل حق ہے اگر فعل انسان کا ہوتا تو انسان کلام کرکے حرف و معنی پر محیط ہوتا جیسے حق محیط جملہ عالم ہے لیکن حق اوروں کے نفس میں بنا فعل کرتا ہے قول حق نے ہماری جان ہست کی کیوں نہ جانے جیسے جان کو ہست کیا یعنی جان اپنے خالق کو کیوں نہ پہچانے مگر غفلت کے سبب سے بھول ہوئی ہے جیسے شیطان نے کہا رب بما اغویتنی یعنی اے رب جیسے تو نے مجھکو بہکایا تو نے مجھکو اغوا کیا اپنے اس فعل کو پوشیدہ کیا اور جو جبری بنا اور آدم علیہ السلام نے کہا ربنا ظلمنا انفسنا یعنی اے رب ہمارے ظلم کیا ہم نے اپنے نفسوں پر یا نہ فعل حق سے وہ غافل نہ تھا یعنی فعل انسان کا ظلم ہے اور ظلم نسبت حق کے صحیح نہیں ہے چونکہ آدم علیہ السلام عارف کامل تھے اسواسطے ظلم کو اپنی طرف نسبت کیا اور ابلیس لعین نے کہ متمرد تھا حق کیطرف نسبت کیا اسواسطے آدم علیہ السلام مقبول ہوئے اور ابلیس مردود ہوا بحر العلوم فہم من فہم ۱۲ [2] اس گنہ الی آخرہ ۷ شعر یعنی آدم علیہ السلام نے اس گنہ میں حق کو پوشیدہ کیا اور اپنے ذمہ گناہ لیا اور ثمرہ پایا بعد توبہ کے حق نے آدم علیہ السلام کو کہا یہ گناہ تجھ میں نہیں پیدا کیا تھا اور کیا میری تقدیر اور قضا یہی نہ تھی جو عذر کیوقت تو نے گنہ پوشیدہ کیا اور اپنے ذمہ میں رکھا عرض کی کہ خود میں نے ادب کیا حق نے فرمایا ہم نے بھی تیرا لحاظ کیا یعنی رکھا یہ شعر ف کیا آگے حق فرماتے ہیں کہ جو عزت کرے عزت ملے جو قند لائے وہ حلوا کھائے طیبات یعنی پاک عورتیں کس کیلئے ہیں للطیبین یعنی ہم پاک مردوں کیلئے یار کو خوش کرو آزردہ مت کرو یعنی جو شخص نیکی کریگا نیکی پائیگا اور جو بدی کریگا بدی پائیگا پس ادب یعنی نیکی ہے کیونکہ اسکو کہتے ہیں کہ خود کو دوسرے کے روبرو حقیر و ذلیل کرتا ہے اور اسکو خود بخود تعبیر گناہی ہی کی ہے خواجہ حافظ فرماتے ہیں گنہ اگرچہ نبود اختیار ما حافظ تو در طریق ادب کوش و گو گناہ من ست واللہ اعلم ۱۲ [3] اے دل الی آخرہ ۵ شعر یعنی ایک مثال کہ اس طور کی لا کہ فرق جبر و اختیار کا اس سے ظاہر ہو ایک ہاتھ کلانپتا ہے رعشہ سے اور تو اپنے ہاتھ کو قصداً لرزان کرے یہ دونوں حرکتیں پیدا تو حق کیطرف سے ہیں لیکن یہ قیاس اسپر کب ہو سکے لہذا اپنے سے پشیمان رکھے اور رعشہ کا پشیمان کب ہے رعشہ اسکو کب پشیمان دیکھا ہے پھر تو ایسی چیز ہے آدمی عقل والی پشیمان ہوتا ہے اسمیں پشیمانی نہیں ہوتی ہے پھر تو کیوں مجبور ہوتا ہے اس پشیمانی تیری سے معلوم ہوا کہ مدد دل وہ فعل کرنا چاہتا ہے اور بظاہر خود کو مجبور بناتا ہے فافہم ۱۲

دست کو لرزان بود از ارتعاش — وانکہ دستے را تو لرزانی ز جاش
ہاتھ تو ایک کانپتا ہے رعشہ سے — اور ایک وہ جسکو خود جنبش تو دے

ہر دو جنبش آفریدۂ حق شناس — لیک نتوان کرد این با آن قیاس
دونوں حرکت پیدا حق سے جان لے — پر قیاس اسکا نہ اس پر ہو سکے

زین پشیمانی کہ لرزانیدیش — چون پشیمان نیست مرد مرتعش
یہ ہلانے سے پشیمانی ہے تجھے — کانپنے سے وہ پریشان کب ہوئی

مرتعش را کے پشیمان دیدۂ — بر چنین جبرے چہ برچسپیدۂ
مرتعش کو کب پشیمان دیکھا ہے — کس لئے چپکا ہے ایسے جبر سے

بحث عقلست این چہ عقل آن حیلہ گر — تا ضعیفے رہ برد آنجا مگر
بحث عقلی ہے وہ عقل حیلہ گر — تا نہ عاجز پائے راہ اس جای پر

بحث عقلی گر در و مرجان بود — آن دگر باشد کہ بحث جان بود
بحث عقلی گو در و مرجان ہو گر — بحث جان کی اور کچھ ہے ای پسر

بحث جان اندر مقام دیگرست — بادۂ جان را قوامی دیگرست
دوسرا ہے بحث کا جان کی مقام — اور کچھ ہے بادۂ جان کا قوام

آن زمان کہ بحث عقلی ساز بود — این عمر با بو الحکم ہمراز بود
بحث عقلی میں وہ جب دمساز تھا — بو الحکم کا یہ عمر ہمراز تھا

چون عمر از عقل آمد سوی جان — بو الحکم بوجہل شد در بحث آن
عقل سے جان کو جبکہ گیا — بو الحکم بوجہل بحثوں میں بنا

سوی حس و سوی عقل او کاملست — گرچہ خود نسبت بجان او جاہلست
گرچہ حس و عقل میں کامل ہے وہ — پر بہ نسبت جان کے جاہل ہے وہ

بحث عقل و حس اثر دان یا سبب — بحث جانی یا عجب یا بو العجب
بحث عقل و حس اثر ہے یا سبب — بحث جان ہی یا عجب یا بو العجب

نور جان آمد نماند ای مستضی — لازم و ملزوم و نافی مقتضی
نور جان آئے نہ ہوئے عقل سب — لازم و ملزوم و نافی سبب

زانکہ بینا را کہ نورش بازغ ست — از عصا و از عصا کش فارغ ست
نور بینا کا جو رکھے روشنی — وہ عصا کش اور عصا سے ہے غنی

تفسیر آیۂ و ہو معکم اینما کنتم و بیان آن — تفسیر آیۂ و ہو معکم اینما کنتم اور بیان اسکا

بار دیگر ما بقصہ آمدیم — ما ازین قصہ برون خود کے شدیم
پھر مکرر آیا قصہ پہ میں — اور گیا قصے سے تھا باہر میں کب

لہ بحث عقل الی آخرہ ۲ شعر یہ بحث عقلی ہے اور عقل حیلہ گر ہے تاکہ ہر سب راہ پا سکی کہ بحث عقلی اگر در و مرجان ہو مگر بحث جانی کی اور ہی کچھ ہے یعنی عقلی دلائل سے کچھ مطلب ہی جان کی بحث اور چیز ہے یعنی وحی انبیا و الہام اولیا ہی کا ان سے راہ ملتی ہے بحث جان کا اور ہی مقام ہے اور شراب جان کا اور ہی قوام ہے یعنی عقل کی باتیں اور ہیں اور وحی اور الہام کی باتیں اور ہیں ان میں اور ان میں فرق ہے چنانچہ مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ، ۲ بحث عقلی میں الخ یعنی بحث عقلی میں جبکہ وہ دمساز تھا یعنی عمر بو الحکم کا ہمراز تھا جب عمر عقل سے جان کی طرف گیا بو الحکم بحثوں میں بو جہل بنا اگرچہ حس و عقل میں وہ کامل ہے لیکن نسبت جان کے وہ جاہل ہے بحث عقل حسی اثر یا سبب ہے بحث جان عجب ہے یا بو العجب ہے جبکہ نور جان آئے نہ عقل ہوئے نہ لازم و ملزوم اور نہ نفی کنندہ و سبب جیسے نور بینا کا روشن ہے تو وہ عصا کش و عصا سے غنی ہے یعنی دلیل اور رہبر کا وہ محتاج نہیں ہوتا ہے پس اس سے ذیل میں جو عقل زیادہ رکھتا ہے محتاج زیادہ ہے اور جس میں عقل کم ہے نظر خدا پر رکھتا ہے اور متوکل رہتا ہے معلوم ہوا کہ نور جان اس میں زیادہ ہے اسی لئے حضرت نے بھی فرمایا ہے کہ ہم نے اہل جنت کو بھولا بھالا پایا ہے واللہ اعلم ۱۲ ، ۳ پھر مکرر الی آخرہ ۱ شعر پھر مکرر میں قصہ پر آیا اور قصے سے باہر کب گیا تھا یعنی پھر قصہ معیت کا میں بیان کرتا ہوں جیسے کہ اوپر معیت کلام بیان کیا ہے اور میں معیت سے میں کب جدا ہوں اور ہر حال میں اسکے ساتھ ہوں اور معیت ہیئت حق کی اسکے ساتھ واضح ہو کہ صوفیا کرام عین کو ذات حق کہتے ہیں اور علمائے ظواہر کہتے ہیں کہ صفات نہ عین ہے نہ غیر اور عینیت کے منکر ہیں اور عین کے معنی واحد کے لیتے ہیں حالانکہ عین بمعنی واحد نہیں ہے بلکہ عین اس دو شے کو کہتے ہیں جو بظاہر دو اعتبار میں ہوں اور باطن میں ایک ہوں جیسے دونوں آنکھ انسان کی کہ بظاہر دو ہیں اور باطن میں ایک ہیں اس واسطے جسم کو بھی عین کہتے ہیں صوفیا کرام ذات و صفات کو بمعنی اس معنی کے عین کہتے ہیں پس مولانا اس عینیت کا حال بیان فرماتے ہیں ۔ عہ یعنی وہ تمہارے ساتھ ہے جس جگہ کہ تم ہو ۔

گر بجهل آییم آن زندان اوست
ور بعلم آییم آن ایوان اوست
ور بخواب آییم مستان وییم
ور به بیداری بدستان وییم
ور بگرییم ابر پر رزق وییم
ور بخندیم آن زمان برق وییم
ور بخشم و جنگ عکس قهر اوست
ور بصلح و عذر عکس مهر اوست
ما کییم اندر جهان پیچ پیچ
چون الف او خود چه دارد هیچ هیچ
چون الف گر تو مجرد میشوی
اندرین ره مرد مفرد میشوی
جهد کن تا ترک غیر حق کنی
دل ازین دنیای فانی بر کنی

جہل میں ہیں[۵۱] گر آویں زندان اسکا ہے
علم میں گر آویں ایوان اسکا ہے
خواب میں گر آویں اسکے مست ہیں
گر ہوں بیدار اسکے قبضہ میں ہوں
گر ہیں روویں ابر باران اسکا ہوں
گر ہنسو ہیں برق خندان اسکا ہوں
گر لڑیں ہیں اسکا عکس قہر ہے
گر ملیں ہیں اس کا عکس مہر ہے
ہم ہیں کیا اندر جہان پیچ پیچ
جوں الف وہ خود رکھے کیا ہیچ ہیچ
مثل الف کے گر مجرد ہووے تو
ایک رہ اس راہ میں مفرد ہووے تو
جہد کر تا غیر حق سے ہو تو دور
دل ترا دنیائے فانی سے ہو دور

سوال کردن رسول روم از امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ
سوال کرنا رسول کا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے

این سخن را نیست پایان ای پسر
از رسول روم بر گو وز عمر
از عمر چون آن رسول این را شنید
روشنی در وی پیش آمد پدید
محو شد پیشش سوال و هم جواب
گشت فارغ از خطا و از صواب
اصل را دریافت بگذشت از فروع
بهر حکمت کرده در پرسش شروع

انتہا رکھتی نہیں کوئی یہ بات
کہہ تو قاصد اور عمر کی واردات
جب عمر سے بات اس نے سنی
دل میں اسکے بس ہوئی اک روشنی
بھولا وہ سارے سوال و سب جواب
بھولا وہ ساری خطا اور سب صواب
اصل پالی[۵۲] چھوڑ دی اسنے فروع
واسطے حکمت کے پرسش کی شروع

۵۱ جہل میں الی آخرہ ۱۰ شعر اگر جہل میں آویں حق کا زندان ہے اور اگر علم میں آویں ایوان اسکا ہے خواب میں اگر آویں مست اسکا ہوں اور اگر بیدار ہوں اسکے قبضہ قدرت میں ہوں اور اگر روویں ابر باران اسکے ہوں اور اگر ہنسو ہیں برق خندان اسکے ہوں اور اگر لڑیں اسکا عکس قہر ہے اور اگر دوستی رہوں تو اسکا عکس مہر ہے اندر جہان پیچ پیچ کے ہم کیا ہیں مانند الف کے ہیں اور وہ خود کیا رکھتا ہے ہیچ ہیچ یعنی کچھ نہیں گر مانند الف کے تو ہو مجرد تو اس راہ سلوک میں ہووے فرد مولانا علیہ فرماتے ہیں کہ اب تو جہد کر تا غیر حق سے چھٹے اور دل تیرا دنیائے فانی سے نجات پاوے یہ بات ہے تہ و بے انتہا ہے عمر و رسول روم کا حال بیان کر غرضکہ جو عمر سے رسول روم نے یہ بات توحید کی سنی دل اسکا روشن و منور ہوا اسدم وہ بھولا سوال و جواب اور گیا اس سے خطا اور صواب یعنی اظہار اجہان کلیہ اسسے محو ہوگیا پس اسطرح جب عارف کی نظر میں توحید تجلی ہے سب کو ایک سمجھتا ہے کیونکہ توحید صفت واحد کی ہے اور توحید اسکو کہتے ہیں کہ ہزار کو ایک کر دے اور ایک کو ہزار جیسے حباب آب جب نظر حباب پڑے تو متعدد دکھائی دیں اور جب نظر آب پڑے تو ایک ہی دکھے پس اسی کو عینیت کہتے ہیں تم ان تم ۱۰ [۵۲] اصل پالی الی آخرہ ۱۲ شعر رسول روم نے جبکہ اصل پالی شاخون کو چھوڑ دیا اور واسطے حکمت کے پوچھنا شروع کیا جان گل میں نہاں ہوا اور قیدی ہوئی تن میں جان صافی یعنی جان تن میں ایسی ساری ہے جیسے آب گل میں ہوتا ہے اے عمر مجھکو فائدہ بتاؤ کہ یہ کیا حکمت تھی کیوں مرغ روح کو قفس تن میں قید کیا عمر نے کہا کہ تو بحث مشکل کرتا ہے اور معنی کو تو حرفوں میں بند کرتا ہے تو بعد کر جبکہ تو واسطے فائدے کے نہاں ہے یعنی جو رسول روم نے جان کا جسم میں مقید ہونیکا فائدہ پوچھا تو حضرت عمر نے جواب میں اسکو یہی کلام کی مثال دی کہ جیسے تو معنی کو حروف الفاظ میں قید کرتا ہے واسطے فائدہ کے اور تو اپنے فائدہ کو خوب جانتا ہے جو کہ اس سے فائدہ پیدا ہوا ہے تو کیوں تو بھی اسکو دیکھے گا جو ہم کو نظر پڑا ہے وہ سیکڑوں فائدے ہیں اور ہر ایک فائدے کے درپے سیکڑوں تھے ناچیز ہے وہ دم نطق اسکا کہ جان جان ہے معنی کی رائے کو گوئی میں کیسے پی ہوگا یعنی دم نطق کن کا کہ جان کی جان ہے کیسے معنی اسسے خالی ہوگا جزو کو فائدہ ٹھہرا پھر کل کا کل خالی کب ہے تو ایک جزو اپنا ہی فائدہ کرتا ہے کل پر طعنے کس واسطے روا رکھتا ہے اگر کلام کرنا بے فائدہ ہے چپ ہے اگر فائدہ ہے اعتراض حل ہو شکر کر دانغ ہو کہ رسول روم نے روح کو تن میں قید کرنیکا فائدہ پوچھا کہ حق تعالی نے جو روح کو قید کیا ہے اس سے فائدہ کیا ہے پس حضرت عمر نے مثال میں فرمایا کہ جیسے تو ہنگام کلام کرنیکے معنی کو لباس حرفوں میں دم نطق کے واسطے فائدہ کے قید کرتا ہے اور اسکا فائدہ تو جانتا ہے اسیطرح حق تعالی نے روح کو دم نطق کن سے کہ نفخت فیہ من روحی مراد ہے اجسام میں قید کیا کہ فائدہ اسکا معلوم ہے جیسے جان ہے تو جیسی جان ہے اسکا یعنی معرفت حال کی لوگو کو کرتا ہے اور لوگ حیران ہوتے ہیں تو مزہ اٹھاتا ہے موجب حدیث شریف کے کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق یعنی میں ایک خزانہ پوشیدہ تھا جبکہ مجھکو محبت آئی سب پیدا کیا میں نے مخلوق کو پس فائدہ تخلیق کا معرفت الہی ہے تا جہ فائدہ یہ مخلوق کی صفت ہے یہ معلوم کر کہ عمر حق ہے

آب صافی در گلے پنہان شدہ | جان صافی بستہ ابدان شدہ
صاف پانی ہو گیا گل میں نہان | اور ہوئی قیدی بدن میں صاف جان

فائدہ فرما کہ آن حکمت چہ بود | مرغ را اندر قفس کردن چہ سود
فائدہ کہئے کہ یہ حکمت تھی کیا | مرغ کو اندر قفس کے کیون رکھا

گفت تو بحث شگرفے میکنی | ہمچنے مانند حرفے میکنی
ہوئے مشکل بحث اب کرتا ہی تو | بند حرفوں میں کرے معنی ہی تو

حبس کردی معنی آزاد را | بند حرفے کردۂ تو باد را
قید کرتا معنی آزاد کو | بند حرفوں میں کرے ہے باد کو

از برائے فائدہ این کردۂ | تو کہ خود از فائدہ در پردۂ
فائدے کے واسطے یہ سب کیا | فائدے سے خود تو پردے میں ہوا

آنکہ از وی فائدہ زائیدہ شد | چون نہ بیند آنچہ ما را دیدہ شد
ہو کہ اس سے فائدہ پیدا ہوا | کیون وہ دیکھے ہمیں جو ظاہر ہوا

صد ہزاران فائدہ است و ہر یکے | صد ہزاران پیش آن یک اندکے
سیکڑوں ہیں نفع اور ہر ایک کے | روبرو ہیں سیکڑوں ناچیز سے

آن دم نطقت کہ جان جانہاست | چون بود خالی ز معنی گوی راست
وہ دم نطق اسکا جان جان ہی تو | ہیچ کہو معنی سے خالی کیسے ہو

آن دم نطقت کہ جزو جزوہاست | فائدہ شد کل کل خالی چراست
تیرا النطق دم کہ جزو کا جزو ہی اب | فائدہ ہی کل کا کل خالی ہو کب

تو کہ جزوی کار تو با فائدہ است | پس چرا طعن کل آری تو دست
تو ہے اک جز فائدہ اپنا کرے | طعن کل پر کیوں وہ اب تو رکھے

گفت ما گر فائدہ بود مگو | ور بود اہل اعتراض و شکر جو
کہنا گر بے فائدہ جیسے بشر | ہو اگر اہل اعتراض اب شکر کر

شکر حق[1] چون طوق ہر گردن بود | بے جدل و روترش کردن بود
شکر حق چون طوق ہر گردن میں ہی | نے ترشروئی سے ہی نے جنگ سے

گر ترش رو بودن آمد شکر و بس | پس چو سرکہ شکر گوے نیست کس
گر ترشروئی کا نام اب شکر ہی | مثل سرکہ کون شکر اسکا کرے

در بیان حدیث من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اہل التصوف

بیان میں حدیث کے من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اہل التصوف

سرکہ را گر راہ یابد در جگر | گو بود سرکنگبین شو از شکر
گر جگر میں راہ چاہے سرکہ کو | کہ ہو اسکنگبین شکر سے وہ

معنی اندر شعر جز با خبط نیست | چون فلاسنگ ست آن را ضبط نیست
شعر میں ہو جائے معنی خبط ہیں | سنگ گوپھن کیطرح بے ضبط ہیں

آن رسول بنجا رسید و شاہ شد | والہ اندر قدرت اللہ شد
وہ رسول[2] اسجا پہ پہونچا شہ ہوا | اور عاشق قدرت اللہ ہوا

[1] شکر حق الی آخرہ یعنی شکر حق کا مثل طوق کے ہر گردن پر ہے نے ترشروئی سے ہے نہ جنگ سے ہے اگر ترشروئی کا نام شکر ہے تو مثل سرکہ کے کون اسکا شکر کریگا کہ وہ ازبسکہ ترشی رکھتا ہے اگر جگر میں سرکہ جانا چاہتا ہے وہ شکر ہے اگر سکنجبین بنجائے یعنی بس کی معرفت جان کا تو شکر کر اور اسمیں بحث نہ کر اور اگر تو حقیقت کو پہنچ نہیں سکتا ہے تو مثل شکر کے راہ اختیار کر کہ تجکو اس درگاہ میں رسائی ہو شعر میں معنی خبط ہو جاتے ہیں اور سنگ گوپھن کے مانند نکلتے ہیں یعنی یہ راز تحریر سے خصوصا شعر میں ادا نہیں ہو سکتا ہے تو مرشد سے اس راز کو دریافت کر کہ وہ تجکو اشارت میں بیان کر کے بھی دیگا اسواسطے صحبت مرشد کی بہتر ہے چنانچہ مولانا حال صحبت مرشد کا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] وہ رسول الی آخرہ یعنی وہ رسول اس جگہ پہونچا بادشاہ ہوا اور اللہ کی قدرت پر عاشق ہوا یعنی راز الٰہی کا عارف ہوا اور وہ ایک دو جام سے بیہوش ہوا کہ نہ رسالت نہ پیام اسکو یاد رہا مولانا اسکے حقائق بیان فرماتے ہیں کہ جان اسکی نور عرفان میں ایسی محو ہوئی جیسے ایک سیل آیا اور دریا میں محو ہو گیا اور تیغ شمس سے ابر پارہ پارہ ہوا سیل آیا دریا میں اور دریا ہو گیا اور آیا کھیت میں کشت زار ہو گیا نان جو متعلق آدمی سے ہوئی وہ مردہ تھی تو زندہ ہو گئی موم اور ہیزم جو کہ آتش میں سوخت ہوئی ذات تیرہ اس کی روشن ہو گئی سنگ سرمہ جبکہ آنکھوں میں پڑ بینا ہو کر اس کا نگہبان ہو گیا یعنی جان عارف کی جو بسبب غفلت کے مثل سرمہ ایک سنگ سیاہ تھی مثل چشم کے اس دریائے نور میں پڑتے ہی روشن ہو گئی یا مثل ہیزم کے کہ سیاہ تھی مثل آتش جو اس نور میں پڑی ہمرنگ آتش روشن ہو گئی اس کو روشن دل ہونا کہتے ہیں واللہ اعلم ۱۲

[3] یعنی جو کوئی چاہے کہ بیٹھے ساتھ اللہ کے پس چاہیے کہ بیٹھے ساتھ اہل تصوف کے ۱۲

کی رسول از خود بشد زین یک دو جام	نی رسالت یاد ماندش نی پیام	وہ ہوا بے ہوش اک دو جام سے	نے رسالت یاد نے پیغام ہے
سیل چو آمد بدریا محو گشت	ابر پیش تیغ شمسی محو گشت	سیل آیا محو دریا ہو گیا	ابر تیغ شمسی کے آگے ہوا
سیل چون آمد بدریا بحر گشت	دانہ چون آمد بمزرع کشت گشت	سیل آیا بحر میں دریا ہوا	دانہ آیا کھیت میں کھیتی بنا
چون تعلق یافت نان با بو البشر	نان مردہ زندہ گشت و با خبر	نان تعلق جو آدم سے ہوئی	نان مردہ تھی تو زندہ ہو گئی
موم و ہیزم چون فدای نار شد	ذات ظلمانی او انوار شد	موم و ہیزم جو کہ آتش میں جلی	ذات ظلمت کی نورانی ہوئی
سنگ سرمہ چونکہ شد در دیدگان	سنگ بینائی شد آنجا دیدبان	سنگ سرمہ جو کہ آنکھوں میں پڑا	ہو کے بینا وان محافظ ہو گیا
ای خنک آن مرد کز خود رستہ شد	در وجود زندہ پیوستہ شد	ہے [1] وہ عمدہ شخص جو خود سے چھٹا	جسم زندہ میں وہ بس جا کر ملا
وای آن زندہ کہ با مردہ نشست	مردہ گشت و زندگی از وی بجست	آہ وہ زندہ کہ مردوں سے ملا	ہے یہ مردہ زندگی اس سے جدا
چون تو در قرآن حق بگریختی	با روان انبیا آمیختی	جو تو قرآن خدا دل سے پڑھے	انبیا کی روح سے جا کر ملے
ہست قرآن حالہای انبیا	ماہیان بحر پاک کبریا	ہے وہ قرآن حال جملہ انبیا	مچھلیاں ہیں بحر پاک کبریا
ور بخوانی و نہ قرآن پذیر	انبیا و اولیا را دیدہ گیر	گر پڑھے اور نے عمل قرآن کا ہی	انبیا و اولیا کو دیکھا ہے
ور پذیرائی چو برخوانی قصص	مرغ جانت تنگ آید در قفس	گر پڑھے قرآن عمل بھی بے درنگ	مرغ جان تیرا قفس میں ہو تنگ
مرغ کو اندر قفس زندانی ست	می نجوید رستن از نادانی ست	مرغ کو اسکو قفس زندان ہے	نے رہائی ڈھونڈھے وہ نادان ہے
روحہای کز قفسہا رستہ اند	انبیا و رہبر شایستہ اند	[2] اس قفس سے جو کہ ہیں چھوٹے ملا	انبیا اور اولیا کی ہیں دلا
از برون آواز شان آید برین	کہ رہ رستن ترا اینست این	یہ قفس باہر سے آتی ہے صدا	کہ رہائی کا یہ رستہ ہے سدا

[1] ہے وہ عمدہ الی آخرہ شعر وہ ہے عمدہ شخص کہ جو خود سے چھٹا اور جسم زندہ میں وہ جا کر ملا یعنی وہ عمدہ شخص ہے جس نے خود نمائی کو چھوڑا اور صحبت مرشد کو اختیار کیا افسوس کہ وہ زندہ کہ مردوں سے ملا وہ مردہ ہے اور زندگی اس سے گئی یعنی وہ طالب زندہ دل برائی کہ بسبب طمع کے ہمنشینی اہل دنیا سے مردہ دل ہوا مولانا اس کے حقائق بیان فرماتے ہیں کہ جو تو قرآن حق کو دل سے پڑھے تو روح انبیا سے جا کر ملے کیونکہ وہ قرآن میں جملہ انبیا کا حال ہے اور انبیا مچھلیاں ہیں دریائے کبریا کی اگر پڑھے اور قرآن کا عمل نہیں ہے انبیا اور اولیا کو دیکھا ہے اور اگر قرآن عمل کرے تو بیشک تیری مرغ جان قفس تن میں تنگ ہووے اور جو مرغ جان کہ اس کو قفس زندان ہے اور وہ رہائی نہ ڈھونڈھے نادان ہے یعنی قرآن نا مخلوق ہے اور روح انبیا بھی نا مخلوق ہے اس واسطے حال جملہ انبیا کا یہ ہے پس جس نے قرآن نہ پڑھا اور عمل نہ کیا تو گویا اس نے انبیا اور اولیا کو دیکھا ہے اور اثر پذیر نہیں ہوا ہے اور جس نے قرآن کے حکم پر عمل کیا ہے روح اس کی قید تن میں تنگ ہے اور نکلنا چاہتی ہے چنانچہ مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں ۱۲ فافہم [2] اس قفس الی آخرہ شعر اس قفس تن سے جو روحیں کہ رہا ہوئی ہیں وہ انبیا و اولیا کی ہیں اور ان ارواح مقید با خبر کو باہر سے آواز دیتی ہیں کہ رہائی کا یہی راستہ ہے اور ہم بھی اس راہ سے چھوٹے ہیں اور بجز اس راہ کے قفس تن سے رہائی نہ ہو گی خود کو تو طالب بیمار کر تا کہ تو شہرت سے دور رہے خلق میں مشہور ہونا ایک قید گراں ہے اور اس کو بند آہن سے کم نہ جان ایک حکایت لے اور تم سنو تاکہ تمہارے کچھ دل کی یاد و درستی ہو کہ جب طالب کی جان پر تو مرشد سے بیدار ہوتی ہے تو ارواح انبیا اور اولیا کی اس کو از راہ الہام و بعد ارادت سے ہدایت کرتی ہیں اور قید میں سے نکلنے کا راز بتاتی ہیں جیسے طوطیوں نے اس طوطی مقید کو راہ بتائی کہ خود کو مردہ کر کے قفس تن سے رہا ہو پس یہاں مولانا اس پیرایہ میں طالب کو طریقۂ فنائیت کا بتاتے ہیں کہ اس طرح پہلے مرنے سے خود کو مار تاکہ رسائی تجھکو اس عالم میں ہو جیسا آگے اس کی حکایت لکھتے ہیں فافہم ۱۲

ما بدین رستیم زین تنگین قفس ۔ غیر این رہ نیست چارہ زین قفس
خویش را رنجور ساز و زار زار ۔ تا ترا بیرون کنند از اشتہار
کاشتہار خلق بند محکم است ۔ در رہ این از بند آہن کم است
یک حکایت بشنو ای زیبا رفیق ۔ تا بدانی شرط این بحر عمیق

ہم نکل سے ہیں چھٹے اس راہ سے ۔ نے قفس کے چھوٹنے جز اس راہ سے
آپ کو بیمار اور عاجز تو کر ۔ تاکہ تو شہرت سے ہووے دور تر
خلق کی شہرت ہے کب قید گران ۔ بند آہن سے نہ کم جانو یہاں
اک حکایت تم سنو یارو ذرا ۔ تاکہ کچھ دریا کی پاؤ انتہا

قصہ بازرگان کہ بہندوستان بتجارت میرفت و پیغام دادن طوطی محبوس بطوطیان ہندوستان

قصہ سوداگر کا ہندوستان کو واسطے تجارت کے جانا اور لیجانا پیغام طوطی مقید کا طرف طوطیان ہندوستان کے

بود بازرگان و او را طوطیے ۔ در قفس محبوس زیبا طوطیے
چونکہ بازرگان سفر را ساز کرد ۔ سوے ہندوستان شدن آغاز کرد
ہر غلام و ہر کنیزک را ز جود ۔ گفت بہر تو چہ آرم گوی زود
ہر یکے از وے مرادے خواست کرد ۔ جملہ را وعدہ بداد آن نیک مرد
گفت طوطی را چہ خواہی ارمغان ۔ کارمت از خطۂ ہندوستان
گفتش آن طوطی کہ آنجا طوطیان ۔ چون ببینی کن ز حال من بیان
کہ فلان طوطی کہ مشتاق شماست ۔ از قضاے آسمان در حبس ماست
بر شما کرد او سلام و داد خواست ۔ وز شما چارہ و رہ ارشاد خواست
گفت می شاید کہ من در اشتیاق ۔ جان دہم اینجا بمیرم در فراق
این روا باشد کہ من در بند سخت ۔ گہ شما بر سبزہ گاہے بر درخت
اینچنین باشد وفاے دوستان ۔ من درین حبس و شما در بوستان

ایک[1] طوطی پاس ایک تاجر کے تھی ۔ اور قفس میں بند وہ مدت سے تھی
جو سفر کا عزم تاجر نے کیا ۔ اور سوے ہندوستاں جانے لگا
ہر غلام اور لونڈی سے وہ پوچھا ۔ واسطے تیرے میں لاؤں کیا بتا
ہر کسی نے اپنی عرضوں کو کہا ۔ سب نے وعدہ سب کے لانے کا کیا
بولا طوطی سے تری خواہش ہے کیا ۔ لاؤں ہندوستان سے کچھ بتا
بولی طوطی کہ وہاں ہیں طوطیاں ۔ تو جو دیکھے حال میرا کر بیان
کہ تمہاری طوطی اک مشتاق ہے ۔ اور قضا سے قید میں ہے وہ مرے
مانگتی ہے داد کہتی ہے سلام ۔ چاہتی ہے وہ علاج اور لطف عام
چاہتی ہوں میں زروے اشتیاق ۔ میں یہاں دوں جان با درد فراق
کیا یہ زیبا ہے کہ میں قیدی رہوں ۔ تم ہرے ہو تو میں مرتی رہوں
کیا یہی ہے بس وفاے دوستاں ۔ میں رہوں زندان میں تم بوستان

[1] ایک طوطی الی آخرہ الاشعار یعنی طوطی ایک تاجر کے پاس تھی اور مدت سے وہ قفس میں بند تھی جبکہ تاجر نے عزم سفر کا کیا اور ہندوستان کو جانے لگا ہر ایک لونڈی غلام سے وہ پوچھا کہ تمہارے واسطے کیا لاؤں بتاؤ ہر ایک نے اپنی خواہش کو ظاہر کیا اور اسنے وعدہ سبکے لانیکا کیا طوطی سے کہا کہ تو کیا تحفہ چاہتی ہے تا لاؤں ہندوستان سے میں بتا دے طوطی نے کہا کہ وہاں طوطیاں ہیں تو جو دیکھے میرا حال انسے بیان کر کہ ایک طوطی مشتاق تمہاری ہے اور قضا سے وہ میرے پاس قید ہے تم کو سلام کہتی ہے اور داد چاہتی ہے اور علاج ارشاد کلام چاہتی ہے اور کہا ہے کہ یہ کیا لائق ہے کہ اشتیاق سے یہاں میں جان دوں با درد فراق اور یہ تم کو روا ہے کہ قید رہوں اور تم ہرے ہو تو اور میں مرتی رہوں یہ کیسی ہوتی ہے وفا دوستوں کی میں رہوں زندان میں اور تم بوستان میں۔ ہو واضح ہو کہ یہاں مولانا نے مراد طوطی سے جان اور تاجر سے مراد مرشد اور ہندوستان سے مراد عالم قدس اور طوطیوں سے مراد ارواح انبیاء و اولیا کی ہی ہے کہ طوطی جان طالب حق کی پیغام ان طوطیوں یعنی ارواح عالم قدس کو بھیجتی ہے کہ میرا ان کو سلام کہنا اور امداد چاہتی ہوں اور ارشاد بسبب اصطلاح تصوف میں ارشاد تلقین سے مراد سلوک بتانے چنانچہ اسکا حال آگے بیان ہوتا ہے فافہم ۱۲

یاد آرید اے مہان زین مرغزار / یک صبوحی در میان مرغزار
یاد یاران یار را میمون بود / خاصہ کان لیلی و این مجنون بود
اے حریفان بابت موزون خود / من قدحہا میخورم از خون خود
یک قدح می نوش کن بر یاد من / گر همی خواہی کہ بدہی داد من
یا بیاد این فتادہ خاک بیز / چونکہ خوردی جرعہ بر خاک ریز
اے عجب آن عہد و آن سوگند کو / وعدہ ہائے آن لب چون قند کو
در فراق بندہ از بد بندگیست / چون تو با بد بد کنی پس فرق چیست
اے بدی کہ تو کنی در خشم و جنگ / با طرب تر از سماع و بانگ چنگ
اے جفاے تو ز دولت خوبتر / و انتقام تو ز جان محبوبتر
نار تو اینست نورت چون بود / ماتم این تا خود کہ سورت چون بود
از حلاوتہا کہ دارد جور تو / وز لطافت کس نیابد غور تو
یاد آور از محبت ہائے ما / حق مجلسہا و صحبتہائے ما

یاد تم یاد کرو اس مرغ کو / صبح کو جب جام نوشی تم کرو
یاد یاروں کی ہے نافع یار کو / خاص کر وہ لیلی اور مجنوں یہ ہو
یاد تم ہمراہ ہو معشوق کے / میں پیوں یاں جام خون آشام ہو
اک پیالہ یاد پر میرے بھی پیو / چاہتی ہوں داد اگر تم داد دو
یا بیاد اس خاک بر سر کیلئے / جب پیو تو ڈالو قطرہ خاک پر
اے عجب وہ عہد وہ قسمیں کہاں / وہ لب شیریں کے وعدے ہیں کہاں
بندہ گر بد بندگی سے ہو جدا / جو کہ تو بد بدوں سے فرق کیا
وہ برائی جو کرے تو خشم سے / نغمہ ہائے چنگ سے بہتر وہ ہو
اے جفا بہتر تری دولت سے ہے / انتقام افضل ہے تیرا جان سے
ہے یہ تیری نار تو کیا کچھ ہو نور / ہے اگر یہ غم تو کیا ہو سرور
اس مزے کو جو تیرا رکھتا ہے جور / بس لطافت سے کرے کوئی نہ غور
یاد کر اب اس محبت کو مری / حق مجلس اور صحبت کو مری

سلہ یاد تم یاد کرو الخ ۱۲ شعر یاد کرو اس مرغ کو تم یاد کرو جبکہ صبح کو تم جام نوشی کرو کیونکہ یاروں کی یاد نافع ہے یار کو خاص کر کہ وہ لیلے ہو اور یہ مجنوں ہو اسے یاد و تم معشوق حقیقی کے ہمراہ رہو اور میں یہاں جام خون آشام پیوں ایک پیالہ میری یاد پر بھی پیو اور داد چاہتی ہوں اگر میری داد دو یا مجھ خاک برسر کی یاد میں جب پیو تو قطرے خاک پر ڈالو اے یار و عجیب ہے وہ عہد اور وہ قسمیں کہاں ہیں اور وہ لب شیریں کے وعدے کہاں ہیں چنانچہ مولانا اب مناجات بحق ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ بندہ گر الخ ۵ شعر یعنی جب بندہ بندگی سے دور ہوا تو بدوں کے ساتھ بدی کرے تو پھر فرق کیا ہے اے بری جو تو کرتا ہے از راہ غصہ کے تو وہ کیفیت وجد و حال سے بہتر ہے یعنی تیری بلا اگرچہ بظاہر زحمت ہے ولیکن واسطے عاشق کے وہ رحمت ہے کہ بعد غصہ فرو ہونے کے اس کو وہ نفع دے گی چنانچہ اہل غنم کو بھی بعد انتقام کے قرب آہی ہوگا بقول بحر العلوم بروایت مجی الدین کی اے جفا تیری بہتر دولت سے ہے اور انتقام تیرا بہتر جان سے یہ نار ہے نور تیرا کیا ہوگا یہ غم ہے شادی تیری کیسی ہوگی اس مزے کو کہ جو تیرا جور رکھتا ہے کوئی بسبب لطافت کے غور نہیں کرتا ہے ۱۲ سلہ یاد کر اب الخ ۱ شعر یاد کر کہ میری اس محبت سے اور حق مجلس اور صحبت سے میں ڈرتا اور روتا ہوا کہ وہ یقین کرلے اور رحم سے وہ جور کم کردے یعنی جور ارکا واسطے عاشق کے رحمت ہے اور کم ہونا عاشق کو ذلت ہے میں اس کے قہر و لطف پر عاشق ہوں اے عجب عاشق میں ہوں ان اضداد کا یعنی قہر حق و لطف کہ آپس میں ضدین ہیں ان پر عاشق ہوں کہ دونوں میں نفع ہے عاشق ان دونوں کے مسند پر ہوا یعنی ذات حق پر کیونکہ عاشق ہوں کہ وہ برا نہیں کرتا ہے یعنی جو کچھ کرتا ہے بہتر کرتا ہے واللہ اس غنم ہے میں بستان کو بلوں اور مانند بلبل کے اس سبب سے نالہ کروں یہ عجیب بلبل ہے کہ دہن کھولے ہے تا خار غم کھائے نا یہ گلستاں خوشی کہ یعنی صفحات قہر سے حرف صفحات لطف کے جاؤں اور اس سے فراق میں پڑوں مانند بلبل کے نالہ واسطے مشاہدہ یار کے کروں تا قہر عین لطف میں دیکھوں اور لطف عین نور میں پاؤں از بحر العلوم یہ بلبل نہیں ہے نہنگ آتشی ہے اور عشق کی ناخوشی اسکو خوشی ہے عاشق کل ہے اور خود کل آپ ہے اور عاشق اپنا ہے اور عشق کرتا ہے آپ سے واضح ہو کہ ذات مقدس خود عاشق و معشوق ہے اور عشق بازی اپنے سے آپ کرتا ہے یعنی جب ذات مقدس نے چاہا کہ عشق بازی کروں عالم تکوین کو ایک آئینہ پیدا کیا اپنا عکس ڈالا پس وہ عکس نور محمدی تھا اس نور محمدی سے واسطے عشق بازی کے یہ سب جہان پیدا کیا کیونکہ ہر ایک اپنے عکس پر عاشق ہوتا ہے پس جو عینیت کہ صورت عکس میں ہوتی ہے وہ خدا اور رسول میں علیت ہے عاقلوں کو یہ نکتہ کافی ہے آگے شرح فہم و فقہ

نالم و ترسم که او باور کند	ور ترحم جور را کمتر کند	روتا ڈرتا ہوں نہ وہ کر لے یقین	رحم سے وہ جور کم کر دے کہیں
عاشقم بر قهر و بر لطفش بجد	ای عجب من عاشق این هر دو ضد	اسکے قہر و لطف پر عاشق ہوا	اے عجب عاشق ہوں میں ان ضد کا
عشق من مصدر این هر دو ضد	چون نباشد عشق کز دو نیست بد	عاشق ان دونکے مصدر پر ہوا	کیوں نہ ہو جب وہ نہیں کرتا ادا
والله ار زین خار در بستان شوم	همچو بلبل زین سبب نالان شوم	واللہ اس غم سے میں بستاں کو چلا	مثل بلبل ہوں سبب نالہ کروں
این عجب بلبل که بگشاید دہان	تا خورد او خار را با گلستان	عجب بلبل کہ کھولے ہے دہاں	تا کہ کھائے خار غم با گلستاں
این چه بلبل این نهنگ آتشی است	جمله ناخوشها ز عشق او را خوشی است	یہ بلبل ہے نہنگ آتشی	عشق کی سب ناخوشی اسکو خوشی
عاشق کل است و خود کل است او	عاشق خویش است و عشق خویش جو	عاشق کل ہے وہ خود گل آپ ہے	عاشق اپنا ہے کرے عشق آپ سے
قصه طوطی جان زینسان بود	کو کسی کو محرم مرغان بود	ہے یونہی بس قصہ طوطی جان	محرم راز طیور ہاں ہے کہاں

صفت اولی اجنحہ طیور عقول الٰہی

صفت حب با زو طیور عقول الٰہی

کو یکی مرغی ضعیفی بی گناه	و اندرون او سلیمان با سپاه	وہ ہے اک مرغ ضعیف بے گناہ	اسکے اندر ہے سلیمان با سپاہ
چون بنالد زار بی شکر و گله	افتد اندر هفت گردون غلغله	جو وہ روئے زار بے شکوہ گلہ	ہفت گردوں پر پڑے اک غلغلہ
هر دمش صد نامه صد پیک از خدا	یا ربی زو شصت لبیک از خدا	حق سے ہے سو نامہ پیام آتے ہیں	ساٹھ لبیک ایک یا رب کے لیے
زلت او به ز طاعت نزد حق	پیش کفرش جمله ایمانها خلق	اسکی زلت نزد حق طاعت سے خوب	کفر اسکا جملہ ایمان سے ہے خوب
هر دمی او را یکی معراج خاص	بر سر تاجش نهد حق تاج خاص	خاص اسکو ہر دم اک معراج ہے	تاج پر اسکے رکھے حق تاج ہے

سلہ ہے یونہی بس الی آخرہ یہ شعر ایسا ہی قصہ طوطی جان کا ہے وہ کون ہے جو طائروں کا محرم ہو یعنی یہی حال ہے طوطی جان کا کہ اپنے ہم جنسوں سے جدا ہو کر قفس تنگ میں مقید ہے اور ہمیشہ بیداری قلب کے اسی طرح اپنی اصل کو یاد کر کے تڑپتی ہے لیس بجز عارف کے کون اسکا محرم راز ہے چونکہ مرغان ظاہری کی زبان سلیمان علیہ السلام جانتے ہیں اور عوام کی جان بسبب غفلت کے اپنی اصل کو بھولی ہوئی ہے جبکہ یہ تو مرشد سے بیدار ہوتی ہے اپنی اصل کی طرف جانے کو پھڑکتی ہے چنانچہ اگلے شعر میں فرماتے ہیں کہ وہ مرغ ضعیف بے گناہ ہے اور اس کے اندر سلیمان با سپاہ ہے یعنی وہ عارف ہے بظاہر جسم ضعیف بے گناہ مگر اس کے اندر ذات مقدس بتمام اسماء و صفات ہے اسواسطے دخل عارف کو اور یہی وجہ ہوتا ہے جبکہ وہ نالہ کرتا ہے بے شکوہ و گلہ ساتوں آسمان پہ شور اسکا جاتا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے اسے سو نامہ و پیام آتے ہیں اور ایک بار وہ یا رب کہے تو ساٹھ بار اسکو لبیک حق کہے یعنی عارف جب دم بدم یا رب نالہ و آہ کرتا ہے اور اس سوز و گداز میں رب کو پکارتا ہے تو ساٹھ بار حق اسکو لبیک کہتا ہے آئندہ شعر مصداق حال ہیں نا فہم ۱۲ ہے اسکی زلت الخ ۲ شعر اس کی زلت نزدیک حق کے طاعت سے بہتر ہے اور کفر اس کا جملہ ایمان سے بہتر ہے اس کو ہر دم خاص ایک معراج ہے اور حق تاج پر تاج اسکے رکھتا ہے صورت اس کی خاک پر ہے اور جان اسکی لامکان میں اور لامکان وہم سالکوں سے فوق ہے یعنی عارفوں کے وہاں جان پہنچی ہے اور سالکو نکا وہاں وہم نہیں پہنچتا ہے تیرے وہم میں کب لامکان آوے اور تو وہم اسمیں یہ خیال کرے اسکے قبضے میں مکان لامکان ہے جیسے جنت کی حوریں پریاں ہیں ہاں جناب یعنی عارفوں کی صورت زمین پر اور جان لامکان میں رہتی ہے اور مکان اور لامکان انکے قبضے میں ہے جو وہ چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں کیونکہ زلت ان کی حق کے نزدیک ان کی طاعت سے بہتر اور کفر انکا اوروں کے ایمان سے بہتر ہے مت بیان کر شرح اسکی اب تاب کسکو ہے اور چپ رہ واللہ اعلم بالصواب ۱۲

صورتش بر خاک و جان در لامکان　　لامکانے فوق وہم سالکان
لامکانے نے کہ در وہم آیدت　　ہر دمے در وے خیالے زایدت
بل مکان و لامکان در حکم او　　ہمچو در حکم بہشتی چارہ جو
شرح این کوتاہ کن و رخ زین بتاب　　دم مزن واللہ اعلم بالصواب

خاک پر ہے جسم و جان در لامکان　　لامکان جو فوق وہم سالکان
وہم میں کب آئے تیرے لامکان　　وہ خیال اسمیں کہ ہے تیرے گمان
اسکے قبضے میں مکان و لامکان　　جیسے نہروں پر محیط اہل جنان
مت بیاں کر اسکی ہے اب کسکو تاب　　چپ رہو واللہ اعلم بالصواب

دیدن خواجہ در دشت طوطیان را و پیغام رسانیدن

دیکھنا سوداگر کا طوطیوں کو جنگل میں اور پیغام پہنچانا

باز میگردیم ازین اے دوستان　　سوے مرغ و تاجر ہندوستان
مرد بازرگان پذیرفت آن پیام　　کہ رساند سوے جنس از وے سلام
چونکہ تا اقصائے ہندستان رسید　　در بیابان طوطیے چندے بدید
مرکب استانید و پس آواز داد　　آن سلام و آن امانت باز داد
طوطیے ز آن طوطیان لرزید و پس　　اوفتاد و مرد و بگسستش نفس
شد پشیمان خواجہ از گفت خبر　　گفت رفتم در ہلاک جانور
این مگر خویش ست با آن طوطیک　　این مگر دو جسم بود و روح یک
این چرا کردم چرا دادم پیام　　سوختم بیچارہ را زین گفت خام
این زبان چون سنگ و ہم آہن وش ست　　وانچہ بجہد از زبان چون آتش ست
سنگ و آہن را مزن بر ہم گزاف　　گہ ز روے نقل و گہ از روے لاف

اس سے[1] پھرتے ہیں ہم اے دوستاں　　سوئے مرغ و تاجر ہندوستاں
لیکے سوداگر چلا اس کا پیام　　تاکہ ہمجنسوں کو پہنچا دے سلام
وہ ہوا جب داخل ہندوستاں　　دیکھیں اک صحرا کے اندر طوطیاں
گھوڑا ٹھہرایا و پس آواز دی　　وہ سلام اور وہ امانت دی سبھی
ایک طوطی طوطیوں سے کانپ کر　　مر گئی اور گر پڑی پس خاک پر
تاجر اس کہنے سے پس نادم ہوا　　بولا کیوں میں نے ہلاک اسکو کیا
دوست[2] اس طوطی کی تھی شاید یہ بس　　یہ مگر دو جسم تھی اور یک نفس
کس لئے میں نے کہا اس سے سلام　　کیوں جلایا میں نے اسکو کہکے خام
یہ زبان مانند سنگ آہن کے ہے　　اس سے نکلے جو ہے مانند آگ کے
پتھر اور لوہے کو آپس میں نہ مل　　نقل اور شیخی سے مت کر یہ عمل

[1] اس سے الی آخرہ ۱ شعر اے دوستوں پھرتا ہوں طرف مرغ اور تاجر ہندوستان کے سوداگر اس کا پیام لے کر چلا تاکہ اس کے ہم جنسوں کو سلام پہنچا دے ایک دم وہ داخل ہندوستان ہوا ایک صحرا میں اس نے طوطیوں کو دیکھا گھوڑا ٹھہرایا اور آواز دی اور سلام اور امانت اس کی پہنچائی ایک طوطی ان طوطیان سے کانپ کر مر گئی اور خاک پر گر پڑی تاجر اس پیام کہنے سے نادم ہوا اور دل میں کہا کہ میں نے کیوں اس کو ہلاک کیا ۱۲

[2] دوست اس طوطی الخ ۹ شعر یہ شاید اس طوطی کی دوست تھی اور شاید ایک روح اور دو جسم تھی کس لئے میں نے اس سے یہ پیام کہا اور کیوں میں نے اسکو یہ بات کہہ کر جلایا مولانا اسکے حقائق آگے لکھتے ہیں کہ یہ زبان مثل سنگ آہن کے ہے اور جو اس سے پیدا ہو مانند آتش کے ہے یعنے اسرار توحید بیان کرنے سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں حیف تو سنگ و آہن چوٹ سے مت مار اور ہنسی سے اور نہ شیخی سے مار کیوں کہ ہر جا تاریکی و روئی ہے پس روئی میں کیوں کر آتش سبب یعنے توحید خالی سے غافلین تیرہ دل ہوتے ہیں جیسے آتش سے روئی وہ قوم ظالم ہے کہ آنکھیں بند کیں ایک عالم کو قال سے زیر و زبر کرتے ہیں یعنی پیران ریاکار کہ قال بیان کرکے جان کو تباہ کرتے ہیں ایک سخن عالم کو ویران کرتا ہے اور روباہ کو شیر نر کرتا ہے یعنی توحید کی ایک بات غافلین کو تباہ کرتی ہے اور روباہ طالب حقیقت کو شیر کرتی ہے یعنی عارف کرتی ہے جانین کیسے دم ہیں اپنی اصل میں ایکدم میں زخم اور ایکدم میں مرہم بنتی ہیں اور اگر سبکی جانوں سے پردہ اٹھ جائے تو کیسے کہ ہر جان مثل عیسے کے ہے یعنی ہر ایک جان عیسے دم ہے اپنی اصل میں اگر پردہ اٹھے یعنی عارف ہو جائے تو کہئے کہ سب جانین عیسی دم ہیں کہ جسے سخن توحید ...

زانکہ تا ریگست ہر سو پنبہ زار / درمیان پنبہ چون باشد شرار
ظالم آن قومے کہ چشمان دوختند / زان سخنہا عالمی را سوختند
عالمے را یک سخن ویران کند / روبہان مردہ را شیران کند
جانہا در اصل خود عیسی دم اند / یکزمان زخم اند و دیگر مرہم اند
گر حجاب از جانہا برخاستے / گفت ہر جانے مسیح آساستے
گر سخن خواہی کہ گوئی چون شکر / صبر کن از حرص وا این حلوا بخور
صبر باشد مشتہاے زیرکان / ہست حلوا آرزوی کودکان
ہر کہ صبر آورد گردون بر رود / ہر کہ حلوا خورد واپس تر شود
صاحبدل را ندارد آن زیان / گر خورد او زہر قاتل را عیان
زانکہ صحت یافت و از پرہیز رست / طالب مسکین میان تب درست

کیونکہ تا ریگ ہر جا روئی ہے / روئی میں کیونکر شرر آگ رہے
قوم وہ ظالم کہ آنکھیں بند کر / قال سے عالم کرین زیر و زبر
اک سخن عالم کو ویران کرتا ہے / لومڑی کو شیر غران کرتا ہے
عیسی دم جانین ہیں اپنی اصل میں / زخم اک دم اک دم مرہم متصل
مردہ جانوں سے اگر سبکے اٹھے / مثل عیسی گویا پھر ہر جان ہے
گر تو چاہے بات میری ہو شکر / حرص کا حلوا نہ کھا اور صبر کر
صبر ہے بس اشتہاے عاقلاں / ہے یہ حلوا آرزوے کودکان
صبر جو کرے تو گردون پر چڑھے / جو کہ حلوا کھائے وہ واپس پھرے
اہل دل کو وہ نہیں کرتا زیان / زہر قاتل وہ اگر کھائے عیان
جب ہوئی صحت چھٹا پرہیز سے / طالب مسکین تو بس بیمار ہے

تفسیر قول شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ

صحبت نفسی اے غافل میان خاک
خون خوری کہ صاحبدل اگر زہر خورد
آن انگبین باشد

تفسیر کلام شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ

صحبت نفس ہے غافل تو اندر خاک کے
خون کھا کہ صاحبدل جو کھائے زہر
پس وہ شہد بنجائے

گفت پیغمبر کہ اے طالب جری / ہان مکن با پیچ مطلوبے مری
کہتے ہیں پیغمبر اے طالب جری / ہاں نہ کر مطلوب سے تو ہمسری

لہ گر تو چاہے الی اخرہ ۳ شعر گر تو چاہتا ہو کہ بات تیری شیرین ہو صبر کر اور حرص کا حلوا مت کھا کیونکہ صبر سے اشتہا عاقلون کی ہوتی ہے اور یہ حلوا مرغوب لڑکون کو ہی جو صبر کرے آسمان پر چڑھے جو یہ حلوا کھائے واپس پھرے یعنی توحید کی باتوں سے صبر کر زور دست کہا در اس دنیا کو چھوڑ دے کہ اشتہا طلب میں تجکو زیادہ ہو اور اس سے تجکو آسمان پر رسائی ہو اور اگر حرص کریگا رجعت میں پڑیگا کہ جال رجعت کا اوپر لکھ آیا ہوں فافہم لہ اہل دل کو الی آخرہ ۲ شعر اہل دلکو زہر قاتل زیان نہیں کرتا اگر وہ بظاہر کہائے جبکہ پرہیز سے چھوٹا صحت پائی اور طالب مسکین تو بس بیمار ہے یعنی اہل دل جبکہ کمال کو پہونچا اور وصال ہو گیا اوسکو راز توحید و رموز عوارف بیان کرنا نقصان نہیں دیتا ہے کیونکہ اسنے صحت پائی ہے اور پرہیز جاتا رہا ہے اور طالب بیمار ہے اسکو بموجب شریعت و طریقت کے پرہیز کرنا چاہیئے حضرت نے فرمایا کہ اے طالب جبری تو مطلوب سے ہمسری مت کر یعنی مرید کو نہ چاہیئے کہ پیر کی برابری کرے کسواسطے کہ تو نے نفس کشی کی ہے وہ جو کام کرتا ہے خواہش الہی سے کرتا ہے نہ خواہش نفس سے اور یہ عبادت ظاہری تا مقام فنائیت ہے جبکہ اسکو مقام فنا و بقا حاصل ہوا اور دوئی نظروں سے گئی در محویت گئی حاجت عبادت نہ رہی بموجب آیہ کریمہ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین یعنی عبادت کرو تم جہانتک ہو دست تک یقین پس یقین کے معنی فنائیت کے ہیں، اور علماے ظاہر اسکے معنی موت کے لیتے ہیں پس کلام مولانا سے فنائیت ثابت ہے نہ موت ظاہری چنانچہ پیر کامل کی مثال میں مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲

ور تو نمرودی ست آتش در مرو	رفت خواہی اول ابراہیم شو	آگ میں[۱] نمرود ہو گر مت گرو	جانا چاہو پہلے ابراہیم ہو
چون نہ سباح سنے دریائی	در میفگن خویش از خود رائی	تو نہیں تیراک ہے آبی ہے پھر	آپ سے دریا میں تو ہرگز نہ گر
او ز قعر بحر گوہر آورد	از زیانہا سود بر سر آورد	تہ سے دریا کے وہ گوہر لائے گا	اور اٹھائے فائدہ نقصان سے
کاملے گر خاک گیرد زر شود	ناقص از زر برد خاکستر شود	خاک کامل لیوے گر تو زر بنے	زر کو ناقص لیوے خاکستر بنے
چون قبول حق بود آن مرد راست	دست او در کارہا دست خدا ست	مرد ہے وہ جو قبول حق ہوا	کام میں دست اسکا ہے دست خدا
دست ناقص دست شیطان ست و دیو	زانکہ اندر دام تکلیف ست و ریو	دست ناقص دست شیطاں کا ہوا	کیونکہ دام مکر میں وہ ہے پھنسا
جہل آید پیش او دانش شود	جہل شد علمی کہ در ناقص رود	جہل آئے اسمیں تو دانش بنے	علم ناقص میں جو آئے جہل ہے
ہر چہ گیرد علتی علت شود	کفر گیرد کاملے ملت شود	علتی جو لیوے وہ علت بنے	کفر کامل لیوے وہ ملت بنے
ہمسری کردہ پیادہ با سوار	سر نخواہی برد اکنون پای دار	ہمسری پیادہ کرے اسوار کی	کب بچے ہشیار رہنا چاہیے

تعظیم کردن ساحران موسیٰ علیہ السلام را کہ اول تو بیفکن عصا

تعظیم کرنا ساحروں کا موسیٰ علیہ السلام کو کہ اول تم ڈالو عصا

ساحران در عہد فرعون لعین	چون مری کردند با موسیٰ بکین	جادوگر تھے[۲] عہد میں فرعون کے	ہمسری موسیٰ سے جب وہ کرتے تھے
لیک موسیٰ را مقدم داشتند	ساحران او را مکرم داشتند	لیک موسیٰ کو مقدم رکھتے تھے	جادوگران کو مکرم رکھتے تھے

۱ آگ میں الی آخرہ ان شعروں میں اے طالبو بیان توحید ولذات نفسانیہ مثل آتش کے ہے پس تم آتش میں مثل نمرود کے مت گرو اگر جانا چاہتے ہو تو پہلے مثل ابراہیم کے ہو جاؤ تو تیراک یعنی پانی کا رہنے والا نہیں ہے پھر تو آپ سے دریا میں مت گرے اور تیراک تہ دریا سے گوہر لاتا ہے اور فائدہ نقصان سے اٹھاتا ہے یعنی کامل بیان توحید شرع کے خلاف فعلوں میں نفع پاتا ہے اگر کامل خاک لیوے تو زر بنے اور ناقص اگر زر لیوے تو خاکستر بنے وہ مرد جو مقبول حق ہے اور کام میں دست اس کا ہے اور دست خدا دست ناقص اسکا شیطان ہے کیونکہ مکر کے دام میں پھنسا ہے جہل کامل میں آئے تو دانش بنے اور جو علم ناقص میں آئے جہل ہو علتی اگر کوئی شے لیوے وہ علت بنے اور اگر کفر کامل لیوے ملت بنے اگر سوار سے پیادہ ہمسری کرے وہ کب بچے ہوشیار ہونا چاہیئے یعنی مرشد سوار ہے اور طالب پیادہ ہے جبکہ پیادہ سوار کی برابری کریگا تباہ وخراب ہو جائیگا پس طالب کو چاہیئے کہ جو پیر کہے وہ کرے اور جو پیر کرے وہ کام نہ کرے بقول خواجہ حافظ شیرازی سہ بمی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید ؛ کہ سالک بیخبر نبود زراہ و رسم منزلہا ؛ یعنی اگر مرشد کہے اے طالب شراب عشق سے سجادہ وجود کو رنگین کرے کہ سالک نفع ونقصان منزلوں کی خبردار ہے فہم من فہم ۱۲ ۲ جادوگر الی آخرہ کہ شعر جادوگر عہد فرعون میں تھے ہمسری موسیٰ سے وہ کرتے تھے لیکن موسیٰ علیہ السلام کو مقدم رکھتے تھے اسواسطے ساحر کہتے کہ تم اہل علم ہو اگر تم چاہتے ہو عصا پہلے زمین پر ڈالو موسیٰ علیہ السلام نے کہا نہیں اے جادوگرو جو تمہارے مکر ہیں یہاں پر رکھو اس قدر تعظیم دین کرنے سے وہ بچے اور ہمسری کرنے سے دست و پا ان کے کٹے کھانا اور رکھنا کاملوں کو حلال ہے تو کامل نہیں ہے مت کھا اور مت حال بیان کر یعنی مرشد کی تو تعظیم کر برابری نہ کر کہ ان کو لذائذ دنیا کا کھانا اور توحید بیان کرنا حلال ہے ورنہ تو مثل ساحروں کے آفت میں آئے یہ کھانے کو گونگا ہووے اور اس سے بیان نہ ہووے بولنے کے واسطے سننا اول چاہیئے کان کی راہ سے زبان کو آنا چاہیئے یعنی جیسے بچہ اول پیدا ہو اگرچہ اور سنتا ہے اور بعدہ باتیں کرتا ہے اور جو بچہ کہ مادر زاد بہرا ہوتا ہے وہ ہمیشہ گونگا رہتا ہے کیونکہ وہ بسبب نہ سننے کے باتیں نہیں کرتا ہے اسی طور طالب کو چاہیئے کہ اول حضور مرشد میں باتیں سنے اور بعد حصول مراد کے باتیں کرے کہ مفید ہو جاوے کسی بات دنے خوب فرمایا ہے سہ حق کا سننا سمجھنا ہر اک کی جان نہیں ؛ زبان کے کان نہیں کان کے زبان نہیں ؛ پس مولانا نقل اصلی آگے

ترجمہ نمبر ۱۲

زانکه گفتندش که فرمان آن تست	گر تو میخواهی عصا افگن نخست	اسلئے کہتے تم اہل حکم ہو	پہلے تم اپنے عصا کو ڈال دو
گفت نه اول شما ای ساحران	افگنید آن مکرها را درمیان	بولے نہ تم پہلے اے جادوگرو	جو تمھارے مکر ہیں یاں پر کرو
اینقدر تعظیم دین شان را خرید	وز مری آن دست و پاهاشان برید	اس قدر تعظیم دین سے وہ بچے	ہمسری سے دست و پا انکے کٹے
ساحران چون قدر او بشناختند	دست و پا در جرم او درباختند	ساحروں نے قدر جانی انکی نے	دست و پا اس جرم میں انکے کٹے
لقمه و نکته ست کامل را حلال	تو نه کامل مخور می باش لال	کھانا کہنا کاملوں کو ہے حلال	تو نہ کامل ہے نہ کھا اور کہ نہ حال
تو چو گوشی او زبان نی جنس تو	گوشها را حق بفرمود انصتوا	تو ہے کان اور وہ زبان نہ جنس تو	گوش کو فرمایا حق نے انصتوا
کودک اول چون بزاید شیرنوش	مدتے خامش بود او جمله گوش	پہلے بچہ پیدا ہووے شیرنوش	ایک مدت چپ ہے اور کل ہے گوش
مدتے می بایدش لب دوختن	از سخن گویان سخن آموختن	ایک مدت بند لب کو وہ رکھے	بات سیکھے بات جو کوئی کرے
تا نیاموزد نگوید صد یکے	ور بگوید حشو گوید بے شکے	جب تلک سیکھے نہ اک سو سے کہے	اور کہے تو پوچ و لایعنی بکے
ور نباشد گوش تے تے میکند	خویشتن را گنگ گیتی میکند	گر نہ ہووین کان وہ تے تے کرے	آپ کو وہ گونگا اور بہرا رکھے
کر اصلی نه بود آغاز گوش	لال باشد کے کند در نطق جوش	بہرے اصلی کے نہوں پہلے سے کان	گونگا ہووے اور نہوا اس سے بیان
زانکه اول سمع باشد نطق را	سوی منطق از ره سمع اندر آ	بولنے کو سننا اول چاہئیے	کان کی رہ سے زبان کو آئیے
ادخلوا الابیات من ابوابها	واطلبوا الارزاق من اسبابها	گھر میں داخل اسکے دروازہ سے ہو	ڈھونڈھو اسباب سے تم رزق کو
نطق کان موقوف راه سمع نیست	جز که نطق خالق بے طمع نیست	نطق گو وہ کان کی رہ سے نہیں	وہ سوائے نطق حق کی ہے نہیں
مبدع ست او تابع استاد نے	مسند جمله ورا اسناد نے	وہ ہے مبدع اسکا ہو استاد کیا	وہ ہے مسند جملے وہ اسناد کیا
باقیان هم در حرف هم در مقال	تابع استاد و محتاج مثال	اور باقی سب حرف و قال میں	تابع استاد اور تشبیہ ہیں
زین سخن گر نیستی بیگانهٔ	دلق و اشکے گیر جو ویرانهٔ	اس سخن سے گر تو بیگانہ نہیں	دشت میں رو اور ڈھونڈھ لا ای حزین
زانکه آدم زین عتاب از اشک رست	اشک تر باشد دم توبه پرست	کیونکہ آدم پاک رونیسے ہوے	وقت توبہ اشک جاری چاہئیے

[1] گھر میں داخل الی آخرہ دو شعر داخل ہو تم گھروں میں دروازوں سے اور طلب کرو تم رزق کو اسباب سے جو نطق کہ کان کے راستہ نہیں ہے وہ سوا نطق حق کے نہیں ہے یعنی انسان اول کلام سنتا ہے اور یا لکھا دیکھتا ہے تب بیان کرتا ہے اور جو کلام کہ نہ سنے اور نہ دیکھے اور بیان کرے وہ کلام الٰہی ہے کہ جسکو علم لدنی کہتے ہیں انبیا از رہ وحی و اولیا براہ الہام بے سنے و دیکھے گوش و چشم کے بیان کرتے ہیں پس وہ مبدع ہیں اور تابع استاد کے نہیں یعنی انبیا و اولیا مبدع یعنی پیدا کرنیوالے ہیں مسند یعنی سند کرنیوالے ہیں کیونکہ انبیا امی ہوتے ہیں وہ منجانب اللہ تمام علوم بیان فرماتے ہیں پس بجز انبیا و اولیا کے دوسرے کو بے حصول بیان کرنا چاہیئے جیسے کہ پیران و با کار و قال بیان کرتے ہیں پس باقی سب حرف و نقل میں تابع استاد و محتاج مثال کے ہیں اگر تو اس سخن سے بیگانہ نہیں ہے صحرا میں تو کمبل اوڑھ اور گریہ کر یعنی اگر تو میرے اس کلام کا معتقد ہے تو غربت اختیار کر و نالہ و زاری کر کہ لطف حق سے تو بھی عارف ہو چنانچہ مولانا اس عجز کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] کیونکہ الی آخرہ دو شعر کیونکہ آدم علیہ السلام رونیسے پاک ہوئے پس وقت توبہ کے نالہ کرنا چاہیئے آدم علیہ السلام آئے زمین پر رونے کو تا کہ گریہ اور نالان اور غمگین ہووے آدم علیہ السلام آسمان سے اور جنت سے آخر آئے معذرت کرنے کو اگر تو آدم کی نسل و صلب سے ہے طلب میں تو بھی ان کے طور پر عذر کر تو آتش دل و اشک سے تا باغ تازہ شمس و ابر دیے رہے تو کیا جلنے ذوق آب چشم کو عاشق نان کا نسل ندیدون کے ہے تو یعنی باغ آتش شمس و آب ابر سے تر و تازہ ہوتا ہے تو بھی اپنی جان کو آتش دل و آب دیدہ سے تر و تازہ کر یعنی درگاہ باری میں تو گریہ کر کہ مثل آدم علیہ السلام کے تجھ پر بعد توبہ کے راز باطن منکشف ہو فافہم ۱۲

بهر گریه آدم آمد بر زمین ۔ تا بود گریان و نالان و حزین
آدم از فردوس و از بالائے هفت ۔ پای ماچان از برائے عذر رفت
گر ز پشت آدمی وز صلب او ۔ در طلب می باش هم در طلب او
ز آتش دل و آب دیده نقل ساز ۔ بوستان از ابر و خورشید ست تاز
تو چه دانی ذوق آب دیدگان ۔ عاشق نانی تو چون نادیدگان
گر تو این انبان ز نان خالی کنی ۔ پر ز گوهرہائے اجلالی کنی
طفل جان از شیر شیطان باز کن ۔ بعد از آنش با ملک انباز کن
تا تو تاریک و ملول و تیرهٔ ۔ دانکه با دیو لعین همشیرهٔ
لقمهٔ کان نور افزود و کمال ۔ آن بود آورده از کسب حلال
روغنے کاید چراغ ما کشد ۔ آب خوانش چون چراغی را کشد
علم و حکمت زاید از لقمه حلال ۔ عشق و رقت زاید از لقمه حلال
چون ز لقمه تو حسد بینی و دام ۔ جهل و غفلت زاید آن را دان حرام
هیچ گندم کاری و جو بر دهد ۔ دیدهٔ اسپے که کره خر دهد
لقمه تخمست و برش اندیشها ۔ لقمه بحرے گوهرش اندیشها
زاید از لقمه حلال اندر دهان ۔ میل خدمت عزم رفتن آن جهان
زاید از لقمه حلال اے مه حضور ۔ در دل پاک تو و در دیده نور

آدم آئے اس زمین پر گریہ کو ۔ تاکہ گریاں نالہ کن غمگین ہو
آسمان سے آدم اور فردوس کی ۔ آئے آخر معذرت کیواسطے
بنتا ہے تو نسل آدم سے اگر ۔ اسکا طالب ہو تو اپنے طلب پر
نقل کر تو دل کی آگ اور اشک سے ۔ باغ ابر و شمس سے تازہ رہے
جانے تو کیا ذوق آب چشم کو ۔ عاشق نان مثل نادیدہ ہے تو
ؔ گر شکم خالی کرے تو نان سے ۔ گوہر روشن بھرے عرفان سے
طفل جان کو شیر شیطان سے بچا ۔ پھر ملائک کا شریک اسکو بنا
تیرہ دل جبتک تو اور دلگیر ہے ۔ جان تو ملعون کا ہمشیر ہے
جو غذا افزون کرے نور و کمال ۔ وہ ہے پیدا رزق با کسب حلال
جو چراغ اس تیل سے ٹھنڈا ہوا ۔ جانو پانی ہے چراغ اس سے بجھا
علم و حکمت دیتا ہے قوت حلال ۔ عشق و رقت دیتا ہے قوت حلال
جو تو کھانے سے حسد دیکھے و دام ۔ جہل و غفلت جس سے ہو وہ ہے حرام
؎ بوئے گندم سے اگا ہے جو کبھی ۔ دیکھا خر کو پید گھوڑے سے کبھی
تخم لقمہ اور ذکر اس کا ثمر ۔ بحر لقمہ اور فکر اس کا گہر
پیدا ہو لقمہ حلالی سے بجان ۔ خواہش خدمت سیر آن جہان
پیدا ہو لقمہ حلالی سے حضور ۔ دل میں پاکی اور آنکھوں میں ہو نور

ؔ گر شکم الی آخرہ ، شعر اگر شکم کو نان سے خالی کرے تو گوہر روشن عرفان کے اس میں یہ ہوں یعنی علاوہ گریہ کے تقلیل غذا اگر کہ عرفان پیدا ہو یہ غذا تابع ہے عرفان کے طفل جان کو شیطان کے شیر سے بچا پھر ملایک کے شریک جان کو کر یعنی یہ غذا شیطان کا شیر ہے اسکو سنکا کہ جبتک اس سے تو تیرہ دل و دلگیر ہے اور جان اس ملعون کی ہمشیر ہے یعنی تو شیطان کی رضا پر چلا تو اس کا برادر رضاعی ہے اور جو غذا کہ نور و کمال زیادہ کرتے ہیں وہ رزق پیدا کسب حلال سے ہے اور جو چراغ کہ اس روغن سے گل ہووے وہ روغن نہیں ہے بلکہ آب ہے کہ چراغ اس سے گل ہوتا ہے یعنی جس غذا سے کہ دل افسردہ و مردہ ہو وہ غذا مشکوک و حرام ہے اور جس سے دل زندہ و بیدار ہو وہ قوت حلال ہے کیونکہ قوت حلال علم و حکمت دیتا ہے اور عشق و نالہ دیتا ہے اور جس غذا سے کہ ہمیشہ جہل و غفلت پیدا ہوئی دیکھے تو جان لے کہ وہ حرام ہے یعنی مولانا امتحان قوت حلال و حرام کا یہاں بیان فرماتے ہیں کہ طالب کو اس امر کی شناخت ضرور ہے چنانچہ اس کی مثال آگے بیان فرماتے ہیں ۱۲ ؎ بوئے گندم الی آخرہ ۵ شعر گندم کے بونے سے جو اگا ہے اور کبھی اسپ سے گدھے کا بچہ پیدا ہوا ہے لقمہ تخم اور فکر اس کا ثمر ہے لقمہ بحر اور فکر اس کا گوہر ہے یعنی غذا سے فکر پیدا ہوتی ہے اور اگر غذا پاک ہے تو فکر بھی پاک پیدا ہوتی ہے اور اگر غذا حرام ہے فکر بد تر پیدا ہوتی ہے لقمہ حلال سے پیدا ہو جان میں خواہش اطاعت کی اور سیر اس جہان کی اور لقمہ حلال سے حضوری پیدا ہو اور دل میں پاکی اور نور آنکھوں میں پیدا ہو یعنی طالب کو راہ سلوک میں ضرور ہے کہ اکل حلال اور درستی مقال اختیار کرے کہ ہر دم دل کو ترقی ہو اور نور معرفت روز بروز زیادہ ہو اور غفلت دور ہو اور حضوری زیادہ ہو پس یہ بات بے انتہا و بے نشان ہے تو تاجر و طوطی کی بحث بیان کرو واللہ اعلم ۱۲

این سخن پایان ندارد اے کیا	بحث بازرگان و طوطی کن بیا	بات یہ بے انتہا ہے بے نشان	کر تو بحث تاجر و طوطی بیان

باز گفتن بازرگان با طوطی آنچہ در ہندوستان دیدہ بود

پھر سوداگر کا طوطی کو جو ہندوستان میں دیکھا تھا کہنا

کرد بازرگان تجارت را تمام	باز آمد سوی منزل شادکام	جبکہ[1] تاجر نے تجارت کی تمام	لوٹا اپنے گھر کو وہ پھر شادکام
ہر غلامی را بیاورد ارمغان	ہر کنیزک را بخشید او نشان	ہر غلام اپنے کو تحفہ بس دیا	اور ہر لونڈی کو بخشا جو کہا
گفت طوطی ارمغان بندہ کو	آنچہ دیدی وانچہ گفتی باز گو	بولی طوطی میرا تحفہ ہے کہاں	جو کہ دیکھا اور کہا ہو کر بیان
گفت نے من خود پشیمانم از ان	دست خود خایان و انگشتان گزان	بولا از حد میں پشیمان اس سے ہوں	ہاتھ اپنا چاہتا ہوں کیا کہوں
کہ چرا پیغام خامی از گزاف	بردم از بے دانشی و از نشاف	کس لئے پیغام بیہودہ ترا	بیوقوفی سے میں اس تک لے گیا
گفت اے خواجہ پشیمانی ز چیست	چیست آن کین خشم و غم را مقتضیست	بولی اے خواجہ پریشانی ہے کیوں	یہ غم و رنج و پشیمانی ہے کیوں
گفت گفتم آن شکایتہای تو	با گروہ طوطیان ہمتای تو	بولا تیری اس شکایت کو کہا	اس گروہ طوطیان سے بر ملا
آن یکے طوطی ز دردت بوی برد	زہرہ اش بدرید و لرزید و بمرد	ایک طوطی درد تیرا سنتے ہی	دل پھٹا اسکا دکانپی مر گئی
من پشیمان گشتم این گفتن چہ بود	لیک چون گفتم پشیمانی چہ سود	ہوں پشیمان کس لئے میں نے کہا	پر کہا جب تو پشیمانی ہے کیا
نکتہ کان جست ناگہ از زبان	ہمچو تیرے دان کہ جست آن از کمان	بھید[2] کہ نکلے زبان سے ناگہان	ہے کمان کا تیر پھر وہ بے گمان
وانگردد از رہ آن تیر اے پسر	بند باید کرد سیلے را ز سر	چھوٹ کر کب تیر واپس آسکے	رہ کو بند اول سے کرنا چاہیے
چون گذشت از سر جہانے را گرفت	گر جہان ویران کند نبود شگفت	سر سے گذرا تو جہان گھیرے وہ سب	گر جہان ویران کرے تو کیا عجب
فعل را در غیب اثرہا زادنیست	وان موالیدش بحکم خلق نیست	غیب میں پیدا اثر ہیں فعل کے	اور اثر اسکا نہ حکم خلق سے
بے شریکے جملہ مخلوق خداست	آن موالید ارچہ نسبتشان بماست	بے شریک اب سب ہیں مخلوق خدا	اس اثر کی ہم سے پھر نسبت ہے کیا

[1] جبکہ تاجر نے الی آخرہ ۹ شعر جبکہ تاجر نے اپنی تجارت تمام کی اور اپنے گھر کو شاد ہو کر لوٹا ہر اک غلام کو اپنے تحفہ دیا اور ہر لونڈی کو جو کہا تھا دیا طوطی نے کہا میرا تحفہ کہاں ہے جو کہ دیکھا اور کہا ہو بیان کر تاجر نے کہا میں اس سے پشیمان ہوں ہاتھ اپنا چاہتا ہوں کیا کہوں پیغام بیہودہ کس لئے کہا کہ اے سوداگر تو پشیمان کس لئے ہے اور غم سے پریشان کیوں ہے تاجر نے کہا تیری اس شکایت کو اس گروہ طوطیوں سے کہا ایک طوطی تھی کہ درد تیرا سنتے ہی دل اسکا پھٹا اور کانپی اور مر گئی میں پشیمان ہوں کہ کس لئے میں نے کہا لیکن جبکہ کہا تو پھر پشیمانی سے کیا ہوتا ہے مولانا اسکے متعلق آگے فرماتے ہیں ۱۲ [2] بھید الی آخرہ ۵ شعر جو بھید کہ زبان سے ناگہان نکلے مثل تیر کے ہے کہ کمان سے نکلے یعنی جو بات کہ دفعۃً زبان سے نکلے مثل تیر دل کے پار ہوتا ہے تیر چھوٹا پھر واپس نہیں پھرتا ہے سیل کو اول سے بند کرنا چاہیے جبکہ سر سے سیل گذرا تو جہان کو گھیرا اگر جہان کو وہ ویران کرے تو کیا تعجب ہے یعنی سیل کلام سکا اول تدارک کرنا چاہیے جب کہ منھ سے نکلا تدارک اس کا مشکل ہے چنانچہ اعتراض اس کے مولانا بیان فرماتے ہیں کہ فعل کے اثر غیب میں پیدا ہیں اور اس کا اثر خلق کے حکم سے باہر ہے جب کہ بے شریک سب مخلوق خدا ہے اس اثر کی پھر ہم سے کیا نسبت ہے یعنی بے شرکت سبب مخلوق کو خدا نے پیدا کیا ہے پس فعل کی نسبت ہماری طرف کس واسطے ہے پھر ہم کو پشیمان نہ ہونا چاہیے چنانچہ اس کا جواب مثال میں مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

زید پرّانید تیری سوی عمرو	عمرو را بگرفت تیرش همچو نمر
مدتی سالی همی زائید درد	دردها را آفریند حق نه مرد
عمرو دائم ماند در درد و جل	دردهای زاید آنجا تا اجل
زان موالیدِ وجع چون مرد او	زید را زاول سبب قتال گو
این وجعها را بدو منسوب دار	گرچه هست آن جمله صنع کردگار
همچنین کسب و دم و دام و جماع	آن موالید است حق را مستطاع
بسته در های موالید از سبب	چون پشیمان شد ولی زان دست رب
اولیا را هست قدرت از اله	تیر جسته باز آرندش ز راه
گفته ناگفته کند از فتح باب	تا از آن نی سیخ سوزد نی کباب
از همه دلها که آن نکته شنید	آن سخن را کرد محو و ناپدید
گرت برهان باید و حجت مها	باز خوان من آیة او ننسها
آیهٔ انسوکم ذکری بخوان	قوت نسیان نهادن شان بدان

تیر مارا[1] زید نے جو عمرو کو	وہ لگا چیتے کی صورت عمرو کو
درد پیدا اس سے اک مدت ہی	درد پیدا حق سے ہوتے مرد سے
عمر میں اک دن وہ پیدا کرے	درد اس کا تا اجل باقی رہے
اس اثر کے درد سے جب وہ مرے	زید تو قاتل سبب اول ہی ہے
درد کو پھر زید سے نسبت کرو	گرچہ جملہ صنعت حق سے ہی ہو
اسطرح کسب و جماع و مکر و عزر و دم	وہ اثر ہے تابع خالق کا ضرور
وہ اثر[2] کی بند سببوں سے کری	کیوں پشیمان دست رب سے ہو ولی
اولیا قدرت رکھے اللہ سے	تیر چھوٹا پھیرتا ہے راہ سے
قول کو بے قول ہمت سے کرے	تاکہ اب نہ سیخ نے اس سے جلے
سب دلوں سے جو کہ وہ باتیں کہ	نا پدید اور محو وہ باتیں کرے
حجت و برہان اگر ہے چاہتا	پڑھ لے اس آیت کو تو ننسہا
آیۂ انسوکم ذکری پڑھو	جانو رکھے قوت نسیان کو

[1] تیر مارا الی آخرہ ۹ شعر جو زید نے تیر مارا عمرو کو اور تیر عمرو کے جا کر لگا اور ایک مدت درد اس سے پیدا رہے پس وہ درد پیدا حق سے ہے نہ زید سے عمرو میں وہ ایک درد پیدا کرے اور درد اس جگہ تا اجل باقی رہے جبکہ اس درد کے اثر سے مرے تو زید قاتل اول سبب میں ہے پھر درد کو زید کی طرف نسبت کرو اور وہ جملہ صنعت حق سے ہے اس طرح کسب اور جماع اور مکر اور عزر وہ اثر حق کا مطیع ہے یعنی ہر فعل کہ بندہ کے کسب سے ہے حق کا مطیع اور مخلوق ہے اور اس فعل کا بھی مخلوق حق کا ہے لیکن اس کی نسبت ہمارے ذمہ ہے کس واسطے کہ وہ فعل ہمارے کسب سے ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ نیکی کے کام کو خالق کی طرف منسوب کرنا چاہیئے اور بدی کے کام کو اپنی طرف اسی لیئے پشیمانی اس کی ہم کو ہے اور جزا و سزا بھی ہم کو ملے گی مگر اولیائے کرام فعل کی پشیمانی سے پاک ہیں چنانچہ مولانا اس کا حال آگے لکھتے ہیں فافہم [2] وہ اثر کی الی آخرہ ۹ شعر سببوں سے وہ اثر کی بندگی کیوں ولی پشیمان دست رب سے ہے یعنی ولی فعل سے اثر پیدا ہونے نہیں دیتا ہے اس لئے دست رب سے کیوں پشیمان ہو کہ فعل اسکا فعل رب ہے اولیا قدرت رکھے اللہ سے کہ تیر چھوٹے ہوئے کو وہ پھیرتا ہے راہ سے یعنی اولیا کو حق نے قدرت دی کہ وہ فعل کرتے ہیں اور اس کے اثر سے حکم قضا کو پلٹ دیتے ہیں یعنی فعل دور کرتے ہیں اور اثر اس کا دور ہوتا ہے واضح ہو کہ حکم قضا الٰہی دو قسم پر ہے ایک قضائے معلق اور دوسرے قضائے مبرم اور قضا کے معنی لغت میں تیر کمان سے چھوڑے جانے کو کہتے ہیں جو تیر قضا کہ نشانہ پر نہیں پہونچتا ہے اس کو قضائے معلق کہتے ہیں اور جو تیر قضا کہ نشانہ پر پہونچا اس کو قضائے مبرم کہتے ہیں پس یہاں مراد قضائے معلق سے ہے کہ اولیاء اللہ اس تیر قضائے معلق کو راہ سے پلٹ دیتے ہیں نہ قدرت کو یعنی آخر کو پلٹ دیتے ہیں قول کو ہمت سے بے قول کرے تاکہ اب اور سیخ اس سے نہ جلے یعنی بدکلام کو بے کلام کرتا ہے کہ متکلم و سامع کو اس سے کچھ ضرر نہیں پہونچتا ہے جو کہ وہ باتیں سب دلوں سے سنے اور محو ناپدید ان باتوں کو کردے اگر تو برہان اسکی چاہتا ہے پڑھ لے اس آیت کو تو او ننسہا یعنی بھلا دیا اس کو آیہ انسوکم ذکری یعنی بھلا دیتے ہیں ذکر کو پڑھو اور جانو قوت رکھنے نسیان کو یعنی خدا ہی بھلا دیتا ہے اسیطرح رکھے روپا بھی باتیں دلوں سے بھلا دیتے ہیں چنانچہ اسکا حال آگے مولانا لکھتے ہیں فافہم ۲

چون بہ تذکیر و بہ نسیان قادر اند	بر ہمہ دلہاے خلقان قاہر اند	سلہ وہ کر و نسیان کی جو قدرت رکھیں	سب دلوں پر خلق کے قاہر ہیں
چون بہ نسیان بستہ او راہ نظر	کار نتوان کرد ور باشد ہنر	باندھیں گر نسیان سے وہ راہ نظر	کر سکیں کب کام گر ہوں باہنر
خذ تموا سخریۃ اہل السمو	از نبی خوانید تا انسوکم	خذ تموا سخریۃ اہل السمو	پڑھ لے اس آیۃ کو اانسوکم
صاحب دہ پادشاہ جسمہاست	صاحب دل شاہ دلہای شماست	صاحب قریہ تو شاہ جسم ہے	صاحب دل بادشہ ہیں جان کے
فرع دید آمد عمل بے ہیچ شک	پس نباشد مردم الا مردمک	دید کی شاخ اک عمل ہے بے گمان	ہیں نہیں مردم مگر ہیں تپلیان
مردمش چون مردمک دید خرد	در بزرگی مردمک کس ے نبرد	خرد جون تپلی انھیں ہیں دیکھتے	ہے نہ تپلی کی بزرگی جانتے
من تمام این را نیارم گفت زان	منع می آید ز صاحب مرکزان	میں نہیں کر سکتا ہوں کل کو بیان	اہل مرکز منع کرتے ہیں بیان
چون فراموشی خلق و یادشان	با ویست و میرسد فریادشان	سلہ جو فراموشی خلق اور انکی یاد	پاس اسکے ہی انھیں دیتا ہے داد
صد ہزاران نیک و بد را آن بہی	میکند ہر شب ز دلہاشان تہی	پس ہزاروں نیک بد کو وہ ولی	کرتے ہر شب انکے دلسے ہیں تہی
روز دلہا را ازان پر میکنند	آن صدفہا را پر از در میکنند	اس سے دیکھو دنیں پھر پر کرتے ہیں	اس صدف کو گوہروں سے بھرتے ہیں
آن ہمہ اندیشہ پیشانہا	می شناسد از ہدایت جانہا	وہ مقام اندیشی پیشوں کے جو ہیں	آگہی جانیں ہدایت سے رکھیں
پیشہ و فرہنگ تو آید بتو	تا در اسباب بکشاید بتو	عقل و پیشہ تیرے پاس آئے ترا	کھولے تجھپر تا وہ در اسباب کا
پیشہ زرگر باہنگر نشد	خوی این خوش خو بدان منکر نشد	پیشہ زرگر کو آہنگر نہ ملے	خو نہیں خوش خو کی بد خو کو ملے
پیشہ ہا و خلقہا ہمچون جہیز	سوی خصم آیند روز رستخیز	خلق اور پیشے ہیں مانند جہیز	سوے مالک آئیں روز رستخیز

سلہ وہ کر نسیان الی آخرہ ۔ شعر جو ذکر اور نسیان پر وہ قدرت رکھتے ہیں سب خلق کے دلوں پر غالب ہیں اگر نسیان سے وہ راہ نظر کو باندھیں کام کر سکیں اگرچہ صاحب ہنر ہوں اے شخص پڑھ اس آیت کو خذ تموا سخریۃ سے انسوکم تک یعنی پکڑا تو تم ہنسی یہانتک کہ بھول جاؤ تم ذکر کو صاحب ہنر کا شاہ جسم ہے اور صاحب دل کا بادشاہ جان ہے دید کی شاخ اک عمل ہے بیگمان آدمی نہیں ہیں مگر تپلیاں ہیں یعنی عمل کرنا دید کی اک شاخ ہے اور اولیا مردم نہیں ہیں تپلیاں چشم کی ہیں انکو مانند تپلی کے ضرور دیکھتے ہیں ولیکن سب حال نہیں بیان کر سکتا ہوں مجکو منع کرتے ہیں اہل مرکز واضح ہو کہ مولانا اولیاے کرام کا حال تپلی چشم کی مثال میں بیان فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ مثل تپلی کے خرد و ضعیف دکھائی دیتے ہیں مگر مثل تپلی کے سب شے کو ادراک کرتے ہیں جیسے اس عالم صغیر کے چشم کی یہ تپلیاں ہیں۔ اولیا دیدہ عالم کبیر کی تپلیاں ہیں جس پر ان تپلیوں کی دید کا راز کھلا پس عمل سلوک اس جہد کی ایک شاخ ہے جس نے اس شاخ کو پایا وہ اصل کو پہونچا پس انسان اس جہد کا نام ہے چنانچہ حق تعالے نے بھی فرمایا ہے آیہ کریمہ بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ یعنی بلکہ انسان حقیقت میں بصیرت ہے اہل مرکز کو اہل نقطہ کی اجازت راز فاش کرنے کی نہیں ہے طالب کو چاہیئے کہ اس راز دید کو مرشد کامل سے دریافت کرے کہ وہ انکشاف کر دے گا یہ قال ہے حال اس کا مرشد کے پاس ہے میں بھی اس کے بیان سے مجبور ہوں فہم من فہم ۱۲ سلہ جو فراموشی الی آخرہ ۔ شعر جو فراموشی اور یاد مخلوقات کی اولیا کے پاس ہے وہ انکی داد دیتے ہیں پس ہزاروں کے نیک و بد کو وہ اولیا ہر شب ان کے دل سے خالی کرتے ہیں اور پھر ان کے دل اس سے پر کرتے ہیں اس صدف کو گوہر سے بھر دیتے ہیں وہ تمام اندیشے جو پیشوں کے ہیں جانیں ہدایت سے آگہی رکھتی ہیں عقل و پیشہ آئے تیرے پاس تا وہ کھولے دروازہ تجھپر اسباب کا زرگر کا پیشہ آہنگر نہ لے خوشخو کی خو بدخو کو نہ لے خلق و پیشے اسباب کے ہیں اپنے مالک کی طرف آئیں دن قیامت کے یعنی اولیا سب کے دل پر تصرف رکھتے ہیں اور پیشہ نیک و بد کو دلوں سے پھیرتے ہیں جیسے حق سبحانہ و تعالے جانیں جسموں سے شب کو نکالتا اور دن کو ڈالتا ہے اسی طرح قیامت کو جانیں پھر اپنے اپنے جسموں میں آجائیں گی چنانچہ آگے اس کا حال بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ .

صورت کان بر نہادت غالب ست / ہم بر آن تصویر حشرت واجب ست
پیشہ ہا و خلقہا از بعد خواب / واپس آید ہم بخصم خود شتاب
پیشہ ہا و اندیشہ ہا در وقت صبح / ہم بہ آنجا شد کہ بود آن حسن و قبح
چون کبوترہای پیک از شہرہا / سوی شہر خویش آرد بہرہا
ہر چہ بینی سوی اصل خود رود / جزو سوی کل خود راجع شود

جو کہ صورت ہووے غالب جسم پر / حشر اس صورت پہ تیرا ہو مگر
خلق و پیشے بعد بیداری و خواب / پھر وہی مالک کو ملتے ہیں شتاب
صبح کو پیشے و اندیشے جو ہیں / جس جگہ کے ہیں ہیں آتے وہ وہیں
جون کبوترہای قاصد شہر سے / شہر کو اپنے وہ نامہ لائے ہے
جسکو دیکھو اصل اپنی کو پھرے / جزو ہی رخ کل کی طرف اپنی کرے

شنیدن آن طوطی حرکت آن طوطی را و مردن و نوحہ خواجہ بر و

سننا اس طوطی کا حرکت اس طوطی کو اور مرجانا اور رونا سوداگر کا اس پر

چون شنید آن مرغ کان طوطی چہ کرد / ہم بلرزید و فتاد و گشت سرد
خواجہ چون دیدش فتادہ ہمچنین / بر جہید و زد کلہ را بر زمین
چون بدین رنگ و بدین حالش بدید / خواجہ بر جست و گریبان را درید
گفت ای طوطی خوب و خوش حنین / ہی چہ بودت این چرا گشتی چنین
ای دریغا مرغ خوش آواز من / ای دریغا ہمدم و ہمراز من
ای دریغا مرغ خوش الحان من / راح روح و روضہ رضوان من

جو سنا طوطی نے اس طوطی کا حال / کانپی اور وہ مر گئی اسکی مثال
دیکھا تاجر نے جو وہ ہے ماجرا / تڑپا اور ماری زمین پر بس کلا
دیکھا جو اس رنگ اس حال پر / خواجہ کو واپس گریبان پھاڑ کر
بولا اے طوطی خوش الحان مری / ہائے کیا آفت ہے کیوں ایسی ہوئی
حسرتا اے مرغ دافع غم مرے / حسرتا اے محرم و ہمدم مرے
حسرتا اے مرغ خوش الحان مرے / راحت جان روضہ رضوان مرے

لہ جو کہ صورت الی آخرہ ۵ شعر جو کہ صورت جسم پر غالب ہووئے حشر اسی کے ساتھ تیرا ہووے یعنی اعمال تیرے باطن میں صورت پکڑتے ہیں جس عمل سے تجھکو رغبت ہوگی قیامت میں اس عمل کی صورت تیری ہوگی اور اسی صورت کے ساتھ تیرا حشر ہوگا اگر عمل نیک ہے صورت نیک ہوگی اور اگر عمل بد ہے بد صورت ہوگی اور ویسی ہی جزا ملے گی جیسے خلق و پیشے بعد بیداری خواب کے پھر وہی اس کے مالک کو ملتے ہیں اور صبح کو پیشے اور اندیشے جو کہ ہیں جس جگہ کے ہیں وہیں پر آتے ہیں مثال دوسری فرماتے ہیں جیسے کبوتر قاصد دوسرے شہر سے اپنے شہر کو نامہ لاتا ہے جس کو تم دیکھو اپنی اصل کو پھرتا ہے جزو اپنے کل کی طرف رجوع کرتا ہے یعنی اسی طرح اس طوطی نے تاجر سے سنکر رجوع کی اپنی اصل کی طرف چنانچہ اس کا حال آگے مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سہ جو سنا طوطی نے الی آخرہ ۹ شعر جبکہ طوطی نے اس طوطی کا حال سنا کانپی اور اسکے مانند ہو گئی تاجر نے جو یہ ماجرا دیکھا تڑپا اور زمین پر ٹوپی دے ماری جو دیکھا اس رنگ اور اس حال پر طوطی کو پس خواجہ کودا اور گریبان چاک کیا اور کہا اے طوطی خوش الحان میری ہائے کیا آفت آئی اور کیوں ایسی ہو گئی حسرتا اے مرغ دافع غم میرے حسرتا اے محرم و ہمدم میرے حسرتا اے مرغ خوش الحان میرے راحت جان اور روضہ رضوان یعنی مرغ جان جب قفس تن سے پرواز کرتا ہے تو یہ نفس غافلین یہی حسرت و افسوس کر کے اس کو یاد کرتا ہے چنانچہ اس کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

گر سلیمان را چنین مرغے بُدے	کے دگر مشغول آن مرغان شدے	اگر سلیمان پاتا ایسے مرغ کو	بہرہ مرغوں سے وہ ہوتا راز جو
اے دریغا مرغ کارزان یافتم	زود در رو از روی او بر تافتم	ہائے مرغ ایسا مجھے ارزان ملا	جلد میں نے اس سے رو گردان کیا
اے زبان تو بس زیانی مر مرا	چون توئی گویا چہ گویم مر ترا	اے زبان تو ہی تو میری ہے زیان	تو ہے گویا کیا کروں تجھسے بیان
اے زبان ہم آتش و ہم خرمنی	چند این آتش درین خرمن زنی	اے زبان ہم آگ ہم خرمن تو ہے	کب تلک آگ تو خرمن میں دے
در نہان جان از تو افغان میکند	گرچہ ہر چہ گوئیش آن میکند	جسم میں جان تجھ سے بس نالہ کرے	وہ کئے جو گرچہ تو ایسا کرے
اے زبان ہم گنج بے پایان توئی	اے زبان ہم رنج بے درمان توئی	اے زبان اک گنج بے پایان ہے تو	اے زبان اک رنج بے درمان ہے تو
ہم صفیر و خدعہ مرغان توئی	ہم بلیس و ظلمت کفران توئی	ہم صفیر و مکر مرغاں ہے تو ہی	ظلمت کفر اور شیطان ہے تو ہی
ہم خبیر و رہبر مرغان توئی	ہم انیس وحشت ہجران توئی	ہم نگہبان رہبر مرغان ہے تو	ہم انیس وحشت ہجران ہے تو
چند امانم میدہی اے بے امان	اے تو زہ کردہ بکین من کمان	کب امان مجھکو تو دے اے بے امان	تو نے کھینچی ہے کینے پر کمان
نک بپرانیدہ مرغ مرا	در چراگاہ ستم کم کن چرا	اب اڑایا تو نے میرے مرغ کو	اسقدر مجھپر ستم مت کر یہ تو
یا جواب من بگو یا داد دہ	یا مرا اسباب شادی یاد دہ	یا جواب دے مجھے یا داد دے	یا تو عشرت کی مجھے اب یاد دے
اے دریغا نور ظلمت سوز من	اے دریغا صبح روز افروز من	حسرتا اے نور ظلمت کش مرے	حسرتا اے صبح روشن دل مرے
اے دریغا مرغ خوش پرواز من	ز انتہا پریدہ تا آغاز من	ہائے میرے مرغ خوش پرواز تو	انتہا سے اڑگیا آغاز کو
عاشق رنجست نادان تا ابد	خیز لا اقسم بخوان تا فی کبد	رنج کا عاشق ہے نادان تا ابد	اٹھ و لا اقسم تو پڑھ تا فی کبد

له گر سلیمان الی آخرہ ۱۲ شعر اگر سلیمان علیہ السلام ایسا مرغ پاتے بہرہ ور مرغوں سے راز جو نہ ہوتے افسوس ایسا مرغ مجھے ارزان ملا جلد میں نے اس سے رو گردانی کی اے زبان تو ہی میری زبان ہے تو خود گویا ہے میں تجھسے کیا کہوں اے زبان ہم آتش و ہم خرمن تو ہے کبتک یہ آتش خرمن میں تو لگائیگی یعنی تاجر زبان سے شکایت کرتا ہے کہ اے زبان تو نے کیوں پیغام ان طوطیوں سے کہا اور کیوں انکا حال اس طوطی سے کہہ بیان کیا کہ آفت آئی تو ہی آگ ہے تو ہی خرمن ہے یعنی زبان ہی خزانہ راز ہے اسکو بھی تو تباہ کرتی ہے پس جسم میں جان تجھسے نالہ کرتی ہے اگرچہ تو جیسا ہی کرتی ہے جو وہ کہتی ہے اے زبان تو ہی ہم صفیر ہے مرغوں کی تو ہی ہے ظلمت کفر و شیطان کی تو ہی ہے نگہبان و رہبر مرغوں کی تو ہی ہے نگہبان وحشت ہجران کی تو ہی ہے کب امان مجھکو تو دے اے بے امان اور تو نے مجھپر کینہ سے کھینچی کمان اب تو نے میرے مرغ کو اڑا دیا اسقدر یہ ستم مجھپر کیا یا جواب مجھکو دے یا داد دے یا عشرت کی مجھکو تو اب یاد دلا تا میں اس رنج سے چھوٹوں اب جو طوطی سے مخاطب کر کہتا ہے فافہم ۱۲ سله حسرتا الی آخرہ ۳ شعر حسرتا اے نور ظلمت کش حسرتا اے صبح روشن منور میرے ہائے اے میرے مرغ خوش پرواز تو انتہا سے اڑگیا آغاز کیطرف یعنی اس عالم شہادت سے کہ نزول روح کی انتہا ہے طرف عالم لاہوت کے کہ مقام اصلیت و آغاز عالم ہے یا یہ کہ مرغ جان تو اڑا اور اپنی اصل کو رجوع کیا چنانچہ آگے اسکا حال بیان ہے ۱۲ سله رنج کا الی آخرہ ۳ شعر رنج کا عاشق نادان ہے ابد تک تو سورہ ولا اقسم میں پڑھ آیت لقد خلقنا الانسان فی کبد یعنی تحقیق پیدا کیا ہے ہمنے انسان کو رنج میں یعنی خداوند عالم نے انسان کو رنج میں پیدا کیا ہے اور رنج سے مراد فراق یار ہے اسواسطے دنیا بلائے فراق و رنج ہے اور جو اس دنیا پر عاشق ہے نادان ہے جبکہ یار کی یاد ہے وہ رنج میں ہے اور بسبب غفلت کے اسکو دنیا جائے عشرت ہے بنابر قول تاجر فراق کا شاہد ہے کہ طوطی جان بسبب تنبیہ رد خیر ہے کے رنج سے فارغ ہوا اور سبب بیخودی کے کہ ہے عیان ہوا حسرتا خیال میں تیرا ہے اور تن کے فنا ہونے کی امید ہے وہ غیرت حق کی تھی حق سے چارہ نہیں ہے حکم حق سے کون ہے کہ دل یار ہے نہیں یعنی یہ حق میں بخا ہوا غیرت حق کی ہے کہ غیر حق ہوا اس غیرت الٰہی سے وہ کونسا دل ہے کہ حکم حق سے بند نہیں ہے از عبد العلوم غیرت وہ ہے کہ وہ سب غیر ہے اور نکرد بیان سے زیادہ ہے یعنی ذات مقدس ہے اے اگر میرے اشک ہوا ہوتے تو نثار کرتا یا وہ طوطی میری مرغ زیرک تھی اور کہنے والی میرے اسرار کی تھی اس از روزی دی تھی تو نا شکر تھا اس نے اول کہدیا تھا اب مجھے یاد ہوا یعنی جان ہنگام نزول تن کے بیجرنا لینے کے اقرار پیا تھی یعنی مجھسے شکر اسکا نہوا جب گئی تو وہ اقرار مجھے یاد آیا اور دنیا میں وہ یاد ہوا بسبب غفلت کے چنانچہ اس طوطی جان کا حال آگے بیان ہے فافہم ۱۲

از کبد فارغ شدم با روی تو	وز بد صافی بدم در جوی تو	رنج سے فارغ ہوا رو سے ترے	صاف کو تجھ میں ہوا جو سے ترے
ای دریغا آن خیالی دیده نیست	درد حقیقه خود و بر بدین است	حسرتا تیرا خیال دیدہ ہے	اور فنا تن کی مجھے امید ہے
غیرت حق بود و با حق چاره نیست	کو دلی کز حکم حق صد پاره نیست	غیرت حق تھی نہ حق سے چارہ ہے	حکم حق سے کونسا دل پارہ نہ ہے
غیرت آن باشد که او غیر همه است	آنکه افزون از بیان و دمدمه است	وہ ہی غیرت کہ وہ سب سے غیر ہی	اور زیادہ وہ ہی بیان و ذکر سے
ای دریغا اشک من دریا بدی	تا نثار دلبر زیبا شدی	ہائے ہوتے اشک گر دریا مرے	تاکہ وہ قربان ہوتے یار کے
طوطی من مرغ زیرک سار من	ترجمان فکرت و اسرار من	طوطی میری مرغ زیرک تھی وہی	کہنے والی میرے سر و فکر کی تھی
هرچه روزی داد و ناداد آیدم	او ز اول گفت تا یاد آیدم	اس نے روزی دی تھی تو ناشکر	اس نے پہلے تھا کہا یاد اب ہو
طوطیی کاید ز وحی آواز او	پیش از آغاز وجود آغاز او	طوطی ایسی کہ صدائے وحی ہے	پہلے تن سے وہ رکھے آغاز ہی
اندرون تست آن طوطی نهان	عکس او را دیده تو بر این و آن	تیرے باطن میں وہ طوطی ہی نہان	عکس اسکا دیکھے تو اندر جہان
می برد شادیت را تو شاد ازو	می پذیری ظلم را چون داد ازو	وہ خوشی لیجائے تو خوش اس سے ہے	داد کے مانند تو ظلم اس سے لے
ای که جان را بهر تن می سوختی	سوختی جان را و تن افروختی	اے کہ تونے جان جلائی بہر تن	پرورش کا تن کی سیکھا اس سے فن
سوختم من سوخته خواهد کسی	تا ز من آتش زند اندر خسی	میں جلا ہوں سوختہ چاہے کوئی	تا جلائے گھانس آتش سے مری
سوخته چون قابل آتش بود	سوخته بستان که آتش کش بود	سوختہ جو ہوئے قابل آگ کے	سوختہ وہ لے کہ جو وہ آگ لے
ای دریغا ای دریغا ای دریغ	کانچنان ماهی نهان شد زیر میغ	حسرتا واحسرتا واحسرتا	چاند ایسا ابر میں بس چھپ گیا
چون زنم دم کآتش دل تیز شد	شیر هجر آشفته و خونریز شد	دم نہ مارے آگ کی دل تیز ہے	ہجر شیر آشفتہ اور خونریز ہے
آنکه او هشیار خود تندست و مست	چون بود او چون قدح گیرد بدست	جو کوئی ہشیار تند و مست ہے	کیسا ہو جو ہاتھ میں وہ قدح لے
شیر مستی کز صفت بیرون بود	از بسیط مرغزار افزون بود	شیر مست ایسا کہ افزون وصف سے	اور بسیط دشت سے بڑھکر وہی

سلہ ایسی طوطی الی آخرہ یہ شعر ایسی طوطی کہ صدا اوسی سے وحی ہے اور اول تن سے وہ آغاز رکھے تیرے باطن میں وہ طوطی پوشیدہ ہے اور عکس اس کا دیکھے تو جہان میں وہ خوشی لیجائے اور تو خوش اس سے ہے اور داد کی مثال تو ظلم اس سے لے تو جان کو جلائے تن کے واسطے اور جان کو جلائے اور پرورش تن کی کرے یعنی وہ طوطی جان ہے کہ روز میثاق کے وہ پیدا ہوئی اور سوز اس کا وحی کی راہ آتا ہے اور آواز اہل باطن سنتے ہیں پس وہ طوطی جان تیرے باطن میں ہے اور اس کا عکس تو جہان میں دیکھتا ہے اسی کو حسن پرستی کہتے ہیں پس ایسی طوطی جان کو بدن کے واسطے جلاتا ہے اور خوار کرتا ہے اور اس کے جلانے سے پرورش بدن کی کرتا ہے اور میں اس جان کے واسطے جلا ہوں اگر کوئی سوختہ چاہے تو گھانس جلاوے میری آتش سے اور جو سوختہ کہ قابل آگ کے ہے سوختہ وہ لے کہ وہ آتش پکڑے یعنی آتش لطیف حقائق کو سوختہ پکڑتا ہے اسی طرح دل سوختہ عاشق کا ذہن انوار اسرار سے گرم ہوتا ہے اور پھر وہ سردوں کو گرم کر دیتا ہے۔ فہم من فہم ۱۲ سلہ حسرتا الی آخرہ یہ شعر حسرتا واحسرتا ایسا چاند ابر میں چھپ گیا یعنی ہوں ناجر کا ہے کہ افسوس صد افسوس ایسی طوطی کہ جیسے آفتاب یا ماہ و مثل ماہ کے روشن ہے ابر میں چھپ گئی میں تو دم ماروں آتش دلکی تیز ہے اور ہجر کا شیر خونریز ہے یعنی آتش دم کو بھڑکا جاتی ہے مگر اسی میں فراق میں دم مارا آتش دلکی اور بھڑک جائیگی جیسے کوئی شخص ہشیار تند اور مست کا کیا حال ہوگا اگر وہ جام شراب پی لے ایسا شیر مست کہ ایسا وصف سے افزون ہو اور دشت بسیط سے زیادہ ہو یعنی جان ایسی مست ہے کہ وصف اسکا نہیں اور عالم بسیط دنیا سے زیادہ ہے فہم ۱۲۔

قافیه اندیشم و دلدار من — گویدم مندیش جز دیدار من
قافیہ میں سوچوں اور کہتا ہے یار — تو نہ جز دیدار میرے رکھ قرار

خوش نشین ای قافیه اندیش من — قافیه دولت توئی در پیش من
قافیہ اندیش میرے خوش رہو — قافیہ دولت مرا ہے تو نکو

حرف چه بود تا تو اندیشی از آن — صوت چه بود خار دیوار رزان
حرف کیا ہے جو تو سوچے اس سے ہی — کیا ہے آواز ایک باڑ کا خار ہی

حرف و صوت و گفت را برهم زنم — تا که بی این هر سه با تو دم زنم
حرف و آواز و سخن ابتر کرون — تا بغیر ان تین کے تجھ سے کہوں

آن دمی کز آدمش کردم نهان — با تو گویم ای تو اسرار جهان
میں وہ دم آدم سے جو رکھا نہاں — تجھ سے کہتا ہوں تو ہے سر جہاں

آن دمی را که نگفتم با خلیل — وان دمی را که نداند جبرئیل
نے کہا اس دم کو میں نے یا خلیل — اور نہ وہ دم جانتا ہے جبرئیل

آن دمی کز وی مسیحا دم نزد — حق ز غیرت نیز بی ما هم نزد
دم نہ مارا جسکا عیسیٰ نے وہ دم — حق نے غیرت سے کہا بے ما نہ ہم

ما چه باشد در لغت اثبات و نفی — من نه اثباتم منم بی ذات و نفی
ہیں لغت میں نفی اور اثبات ہے — نفی ہوں میں اور نہ ہوں اثبات سے

من کسی در ناکسی دریافتم — پس کسی در ناکسی در بافتم
میں نے لیں بے عزتی میں عزتیں — اور عزت کھو کے لی ہیں ذلتیں

جمله شاهان پست پست خویش را — جمله مستان مست مست خویش را
جملہ شہ ہیں پست اپنے پست سے — مست ہیں سب مست اپنی مست سے

جمله شاهان برده برده خودند — جمله خلقان مرده مرده خودند
شہ ہیں بردہ اپنے بردہ کے عجب — خلق مردہ اپنے مردہ کے ہیں سب

می شود صیاد مرغان را شکار — تا کند ناگاه ایشان را شکار
ہوتا ہے صیاد چڑیوں کا شکار — تب وہ انکو کرتا ہے اپنا شکار

دلبران بر بیدلان فتنه بجان — جمله معشوقان شکار عاشقان
ہے دلوں پر دلربا مفتون بجان — جملہ معشوقان شکار عاشقان

هر که عاشق دیدهٔ معشوق دان — کو بنسبت هست هم این و هم آن
جسکو عاشق دیکھے تو معشوق جان — عاشقان معشوق و معشوق عاشقان

سلہ قافیہ الی آخرہ ۔ شعر پس میں جان کے جائیں قافیہ سوچتا ہوں دیار کہتا ہے کہ تو بجز دیدار میرے کے قرار نہ پکڑ اے قافیہ اندیش میرے خوش رہو اور قافیہ دولت میرا تو ہی ہے حرف کیا ہے جو تو سوچتا ہے اس سے اور آواز کیا ہے ایک باڑہ کا کانٹوں کی ہے یعنی حرف و آواز مقصود میرا ہی بقول العلم حجاب اکبر یعنی علم ظاہری حجاب ہے پس تعمیل کرنا چاہیے حرف و آواز سخن میں ابتر کروں تا بغیر ان تینوں کے معشوق کہوں پس میں اس دم کو کہ جو آدم سے پوشیدہ رکھا تجھ سے کہتا ہوں اے اسرار جہاں یعنی تو اسرار جہاں ہے موجب حدیث الانسان سری انا سرہ یعنی انسان بھید میرا ہے اور میں بھید اس کا ہوں پس تجھ سے وہ دم کہوں کہ آدم سے نہیں کہا یعنی تجلی ذاتی واضح ہو کہ تجلی اوپر چار قسم کے ہے تجلی آسمانی و تجلی افعالی و تجلی صفاتی و تجلی ذاتی اور تجلی ذاتی دو قسم پر ہے ایک تجلی ربوبیت دوسری تجلی الوہیت تجلی الوہیت موسیٰ علیہ السلام پر پڑی کہ وہ متحمل نہ ہوئے اور بیہوش ہو گئے مگر ربوبیت کے سبب سے بچے اور حضرت رسول مقبول صلعم کو الوہیت کی تجلی اور ان کے اولیائے امت کی الوہیت کی ہوئی پس مولانا اس تجلی الوہیت کو بیان فرماتے ہیں کہ نہ کہا میں نے اس دم کو خلیل سے اور نہ وہ دم جانتا ہے جبرئیل عیسیٰ نے دم نہ مارا حق نے بسبب غیرت کے بے یا یعنی بغیر میرے نہ کہا ما لغت میں نفی اثبات کے معنی لکھا ہے اور نہیں ہوں نفی اور نہ اثبات ہوں یعنی ما نافیہ ما موصولہ ہیں نفی ہوں نہ اثبات ہوں پس یا رنے دم تجلی ذاتی الوہیت کو بغیر میرے کہ میں ہم نفی اور ہم اثبات سے باہر ہوں اور کسی انبیا سے نہ کہا اور شیخ تو کہ شب معراج کو حضرت رسول مقبول صلعم سے حق نے ستر ہزار کلمات راز کے فرمائے چنانچہ حضور نے اسمیں سے دس ہزار کلمات حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے کہے حضرت مولا علی بیقرار ہو کر جنگل کو گئے اور چاہ میں جھک کر راز بیان کیا اور فرمایا بقولہ لو کشف الغطا ما ازددت یقیناً ایک روز حضرت رسول صلعم کے پاس بیٹھے وہ راز کہ جسکی ممانعت تھی اسکے پوچھا کہا کہ یہ راز تمنے کس نے کہا عرض کی کہ جس نے تمہیں یا رسول اللہ چھپانے کو حکم فرمایا ہے اس نے ہم کو بے واسطہ ملائک مقرب و مرسل کے کہا ہے اس سے ثابت ہوا کہ مولانا انھیں راز کی طرف اشارہ کرتے ہیں واللہ اعلم بالصواب سلہ میں نے لیں الی آخرہ شعر پس میں نے بے عزتی میں لی ہیں ۔ عزتیں اور عزت کھو کر ذلتیں لی ہیں جملہ بادشاہ پست ہیں اپنے نفس پست سے اور جملہ مست حق مست ہیں اپنی جان مست سے بادشاہ غلام نفس کے اور مخلوق مردہ ہے اپنے دل کی صیاد اول پرند کا شکار ہوتا ہے تب وہ انکو شکار کرتا ہے دلربا عاشقوں پر مفتون جان سے ہیں جملہ معشوق شکار عاشقوں کے ہیں جس کو تو عاشق دیکھے معشوق جان کیونکہ عاشق معشوق اور معشوق عاشق یعنی عاشق و معشوق ایک ہیں فافہم ۔۔

تشنگان گر آب جویند از جہان ۔ آب ہم جوید بعالم تشنگان
چونکہ عاشق اوست تو خاموش باش ۔ او چو گوشت میکشد تو گوش باش
بند کن چون سیل سیلانی کند ۔ ورنہ رسوائی و ویرانی کند
من چہ غم دارم کہ ویرانی بود ۔ زیر ویران گنج سلطانی بود
غرق حق خواہد کہ باشد غرق تر ۔ ہمچو موج بحر جان زیر و زبر
زیر دریا خوشتر آید یا زبر ۔ تیر او دلکش تر آید یا سپر
پس زبون وسوسہ باشی دلا ۔ گر طرب را باز دانی از بلا
گر مرادت را مذاق شکر است ۔ بے مرادی نے مراد دلبر است
ہر ستارش خونبہائے صد ہلال ۔ خون عالم ریختن او را حلال
ما بہا و خونبہا را یافتیم ۔ جانب جان باختن بشتافتیم
اے حیات عاشقان در مردگی ۔ دل نیابی جز کہ در دل بردگی
من دلش جستہ بصد ناز و دلال ۔ او بہانہ کردہ با من از ملال
گفتم آخر غرق تست این عقل و جان ۔ گفت رو رو بر من این افسون مخوان

تشنہ ڈھونڈھے آب گر اندر جہان ۔ آب بھی ڈھونڈھے جہان میں تشنگان
وہ جو عاشق ہی تو تو خاموش رہ ۔ گر تجھے دیتا ہی وہ تو گوش رہ
ضبط کر جو سیل کہ غلبہ رکھے ۔ ورنہ رسوائی و ویرانی کرے
مجھکو کیا غم ہے کہ ویرانی کرے ۔ گنج سلطانی تو ویرانہ میں ہے
غرق حق کا چاہتا ہی غرق تر ۔ جیسے موج بحر جان زیر و زبر
زیر دریا خوب ہی یا کہ زبر ۔ تیر لگنا خوب ہے یا کہ سپر
تو زبون وسواس سے ہو وے دلا ۔ گر بلا سے تو خوشی جانے جدا
بامزہ ہے گرچہ اب تیری مراد ۔ بے مرادی بھی ہی دلبر کی مراد
اسکا تارا خونبہائے صد ہلال ۔ اسکو دنیا کا بہانا خون حلال
ہیں بہا اور خون بہا سب پا چکا ۔ جان فدا کر نیکی جانب میں چلا
عاشقوں کی زیست مرجانیں ہی ۔ دل کا پانا دلکے لیجانے میں ہی
میں نے اسکا ڈھونڈھا دل عاجز مثال ۔ وہ بہانہ کر گیا کر کے ملال
عرض کی کہ عقل و جان کم تجھمیں ہے ۔ بولا جا جا مجھکو تو اب دم نہ دے

ف تشنہ ڈھونڈھے الی آخرہ، شعر اگر تشنہ دل ڈھونڈھتا ہے جہان میں آب بھی تشنوں کو ڈھونڈھتا ہے عالم میں جو کہ وہ عاشق ہی تو خاموش رہ جو کہ وہ گوش دیتا ہے تو گوش رہ جو سیل کہ غلبہ کرے تو ضبط کر ورنہ وہ رسوائی و ویرانی کرے مجھکو کیا غم ہے کہ ویرانی کرے گنج سلطانی تو ویرانے میں رہتا ہے یعنی شکستگی دل سے عاشق کو نفع ہے کیونکہ ایک عمارت جب تک شکستہ نہ ہوگی دوسری تعمیر نہ ہوگی پس شکستگی نفس میں درستگی ہے پس جو غرق حق ہے وہ چاہتا ہی اور غرق ہوتا جیسے موج دریائے جان کی زیر و زبر ہی یعنی جو کہ دریائے عشق میں ڈوبا وہ چاہتا ہے اور ڈوبنا کہ موج جان زیر و زبر ہو یعنی بعد فنا کے فنا اور بقا بالبقا حاصل ہو از بحر العلوم مراد اس سے یہ ہے کہ سیر قوس عروجی و قوس نزولی جب پوری ہو تو پھر سیر کرے دوسرے اس دائرہ کی ہو چنانچہ بعض اولیا کو حیات دنیا میں ایکبار اور بعض کو دوبار و بعض کو چند بار سیر ہوتی ہے پس جسکو جتنی بار سیر دائرہ کی ہوئی اسکا اتنا ہی مرتبہ عالی ہے زیر دریا خوب ہے یا کہ زیر تیر کھانا خوب ہے یا کہ سپر پس اے دل تو زبون وسواس سے ہووے کیونکہ تیز تجھ کو حجاب ہے کس واسطے کہ جب تجھے اچھے برے میں تمیز ہے تو خطرات و وسواس پیدا ہونگے پس یہ خطرات راہ سلوک میں رہزن ہیں یعنی بعضے مشائخوں نے واسطے رفع خطرات کے یہ طریقہ جاری رکھا ہے کہ جو دل میں خطرہ پیدا ہو من جانب اللہ جانکر عمل میں لاتے ہیں بقول حضرت جامی ؎ ہر چہ آید در وہم غیر تو نیست یا تو ئی یا بوی تو یا خوے تو، واللہ اعلم ۱۲ ف بامزہ الی آخرہ ۱۱ شعر تیری مراد اگرچہ بامزہ ہے بے مرادی بھی دلبر کی مراد ہے ہر انجم بلا یار کا خونبہا تو ہلال عاشق کا ہے عالم کا خون کرنا حلال ہے یعنی ہر بلا یار کی تو عاشق کی خونبہا ہے اس واسطے اس کو خون کرنا عالم کا حلال ہے کہ ایک جان کی عوض سو جان دیتا ہے پس بہا و خونبہا میں نے پایا و فدا کر نیکی جانب میں چلا کیونکہ عاشقوں کی زندگی مرنے میں ہے دل کا پانا دلبر کے لیجانے میں ہے میں نے یار کا دل ڈھونڈھا عاجزوں کی طرح اس نے بہانہ کیا از راہ ملال کے میں نے عرض کی کہ عقل و جان تجھ میں گم ہے بولا جا جا مجھکو اب تو دم نہ دے میں جانتا ہوں کہ جو تو نے سوچا ہے اے دو بین اور جو تو نے دوست کو دیکھا ہے اے سخت جان تو او نے اجھ کو جانتا ہے اس واسطے کہ تو نے ارزان جو مجھکو خریدا ہے یعنی آسانی سے میں تجھکو ملا ہوں جو کہ ارزان لیتا ہے وہ ارزان دیتا ہے طفل گو ہر کے عوض نان دیتا ہے تو عشق میں غرق رہ کہ اول والے وہ آخر والے اس عشق میں غرق ہیں وہ کہا دل یار نے اگر میں مفصل کہوں پس فہم و زبان جل جائے اے ذو فنون یعنی خون ناشناخت آگے بیان فرماتے ہیں ۱۲

من بدانم آنچه اندیشیده	ای دو دیده دوست را چون دیده	جانتا ہوں میں کہ سوچا تونے جو	اے دو دیں چلے دیکھا تونے دوست کو
ای گران جان خوار دیدستی مرا	زانکه بس ارزان خریدستی مرا	اے گران جان اونے تو جانے مجھے	تونے ارزاں جو خریدا ہے مجھے
هر که او ارزان خرد ارزان دهد	گوهرے طفلے بقرص نان دهد	جو کہ ارزاں لیتا ارزاں دیتا ہی	طفل گوہر کے عوض ناں دیتا ہی
غرق عشقے شو که غرق است اندرین	عشقهای اولین و آخرین	غرق تو ہو عشق میں کہ غرق ہیں	اولین و آخرین اس عشق میں
مجملش گفتم نکردم من بیان	ورنه هم افهام سوزد هم زبان	وہ کہا مجمل مفصل گر کہوں	بس جلے فہم و زباں اے ذوفنون
من چو لب گویم لب دریا بود	من چو لا گویم مراد الا بود	لب کہوں جانو لب دریا کو تم	لا کہوں تو جانو الا کو تم
من ز شیرینی نشینم رو ترش	من ز بسیاری گفتارم خمش	میٹھی شیرینی سے میں بس رو ترش	اور زیادہ کہنے سے ہوں میں خمش
تا که شیرینی ما از دو جهان	در حجاب رو ترش باشد نهان	دو جہاں میں تا کہ شیرینی مری	اس ترش روئی میں ہو مخفی چھپی
تا که در هر گوش ناید این سخن	یک همی گویم ز صد سر لدن	تا نہ پہنچے گوش ہر اک یہ سخن	اک سو میں سے کہوں سر لدن

تفسیر قول حکیم سنائی روح اللہ روحہ

بهر چه از راه وا مانی چه کفر آن حرف و چه ایمان

بهر چه از دوست وا مانی چه زشت آن نقش و چه زیبا

و فی معنی قول النبی علیه السلام ان سعدا لغیور و انا اغیر منه و الله اغیر منی و من غیرته حرم الفواحش ما ظهر منها و ما بطن

تفسیر قول حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ

بهر چه از راه وا مانی چه کفر آن حرف و چه ایمان

بهر چه از دوست وا مانی چه زشت آن نقش و چه زیبا

و فی معنی قول النبی علیه السلام ان سعدا لغیور و انا اغیر منه و الله اغیر منی و من غیرته حرم الفواحش ما ظهر منها و ما بطن

جمله عالم زان غیور آمد که حق	برد در غیرت برین عالم سبق	سارا عالم ہر غیور اس واسطے	حق کی غیرت غالب ہی عالم پہ ہے

ملہ لب کہوں الخ کہوں تم لب دریا جانو اگر لا کہوں تم الا جانو یعنی جسم کا ذکر کروں تم جان جانو اور نفی کو کہوں تم اثبات جانو شیرینی کی میٹھوں میں ترش اور زیادہ کہنے سے میں خاموش ہوں یعنی شیرینی مجھے حاصل ہو تو بظاہر ترشروئی کروں اور زیادہ باتیں کرتے ہیں بظاہر خاموش ہوں تاکہ دو جہاں میں شیرینی میری ترشروئی میں پوشیدہ رہے تا نہ سے سخن ہر اک کا گوش ہو یعنی سر علم لدنی یعنی راز حقیقت کو مولانا اختصار کرکے بیان کرتے ہیں اور اس کی شناخت بتلاتے ہیں اور دنیا کا حال بیان کرتا ہوں کرتا تاکہ آفت میں رہ جائیں اس راز آشنا اس کو سمجھیں یعنی اک سے ایک کہتا ہوں فہم من فہم ۱۲ ملہ سارا عالم الی آخرہ مصرع سب جہاں غیور ہو سکے کہ حق کی غیرت برہا ہے یعنی حق مثل جان کے اور جہاں مثل کالبد کے ہے اور جان سے نیک و بد کا اثر پیدا ہو یعنی جسم بغیر جان کے کچھ نہیں کر سکتا ہے ایسے ہی جان بے حکم خدا کے بالکل کچھ حرکت نہیں کرتی ہے چنانچہ احدیت وجود وحدت جملہ ممکنات کا ایک جو دیکھتے ہیں اور حق کو اس کی جان بموجب آیہ کریمہ کے اللہ نور السموات والارض یعنی وجود دینے آسمان و زمین ہیں اللہ کا بقول خواجہ بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہ حق بجا جان است و جہان جملہ بدن یہ توحید ہے مثل شنیدہ و فن ہر جلیے کوئی جزو وجود کا بے جان جدا نہیں اسی طرح کوئی اجزا جہان کا ذکر حق سے خالی نہیں ہے اسلئے حق کو کل کہتے ہیں کیونکہ کل بے جزو کے نہیں ہوتا ہے مگر یہ جزئیت حلول و اتحاد کے ہے جیسے موج دریا اور برف و آب دیا انگشتری و نقرہ میں عبارات صورت کا نام ہے جب صورت مٹ گئی وہ ذات ہے جیسے انگشتری صورت کا نام ہے جب صورت مٹ گئی اس نقرہ کہیں گے اسی صورت کو اشیاء میں وہ ذات پوشیدہ ہے بس عام کی نظر صورت پہ ہے اور خاص کی نظر ذات پر جو کہ صورت کو ذات میں دیکھا ہے جیسے انگشتری میں نقرہ کو

زیر نقاب رنگ و بو پنہاں ہے ذات پاک کی اسی طرح سب اشیاء میں مظہر ذات حق مقام ہر ایک کا جدا جدا ہے غیر حق کا بیان ہے اپنے ہی پاس ہو ۱۲

او چو جان است و جهان چون کالبد	کالبد از جان پذیرد نیک و بد	مثل جان حق اور جہان سب کالبد	کالبد لیتا ہے جان سے نیک و بد
هر که محراب نمازش گشت عین	سوی ایمان رفتنش میدان تو شین	جسکو محراب نماز اُسکی ہے عین[1]	اُسکو ایمان سے بھلا کب آئے چین
هر که شد مر شاه را او جامه دار	هست خسران بهر شاهش اتجار	جو کہ شہ کا ہوگیا ہے جامہ دار[2]	ہمش شہ کردے تجارت اُسکو خوار
هر که با سلطان شود او همنشین	بر درش شستن بود حیف و غبین	جو کہ سلطان کا مصاحب ہوگیا	اُسکو در پر بیٹھنا ہے کب روا
دست بوسش چون رسید از پادشاه	گر گزیند بوس پا باشد گناه	دست بوسی شہ کی جو ہو دستگاہ	پائے بوسی میں گسے ہووے گناہ
گرچه سر بر پا نهادن خدمت است	پیش آن خدمت خطا و زلت است	سر کو رکھنا پاؤں پر خدمت ہے گر	آگے اُس خدمت کے زلت ہے مگر
شاه را غیرت بود بر هر که او	بو گزیند بعد از آن که دید رو	شہ کو غیرت آئی اُس پر جو کہ بو	سکھے بعد اُسکے کہ حاصل ہووے رو
غیرت حق بر مثل گندم بود	کاه خرمن غیرت مردم بود	غیرت حق[3] ہے گندم کی مثال	غیرت مردم ہے بھوسہ کی مثال
اصل غیرتها بدانید از اله	آن خلقان فرع حق بی اشتباه	اصل غیرت جانو تم اللہ سے	خلق کی غیرت کہ اُسکی شاخ ہے
شرح این بگذارم و گیرم گله	از جفای آن نگار ده دله	چھوڑ کر یہ شرح کرتا ہوں گلہ	ظلم سے دلبر کے جو ہے دہ دلہ
نالم ایرا ناله‌ها خوش آیدش	از دو عالم ناله و غم بایدش	روؤں میں و ناخوش آتا ہے اُسے	دونوں عالم سے وہ نالہ چاہے ہے
چون ننالم تلخ از دستان او	چون نیم در حلقهٔ مستان او	کیوں نہ روؤں تلخ اُسکے مکر سے	میں نہیں مستوں سے کیا اُس یار کے
چون نباشم همچو شب بی روز او	بی وصال روی روز افروز او	کیوں نہ ہوؤں مثل شب بے روز کے	بے وصال اُس روئے روز افروز کے
ناخوش او خوش بود در جان من	جان فدای یار دل رنجان من	ناخوشی آتی ہے اسکی خوش مجھے	جان فدا اُس یار دل آزار پے

[1] جسکو محراب الی آخرہ ایک شعر جسکو یار کی عین محراب نماز ہے اسکو ایمان سے بھلا کب چین ہے واضح ہو کہ عین چشم کو کہتے ہیں اور محراب جائے حرب کو کہتے ہیں جو کہ طاق مسجد میں نفس کے ساتھ جنگ و حرب کرتے ہیں اسواسطے اسکو محراب کہتے ہیں اور ایمان وحدانیت خدا و رسول کیطرف رجوع کرنیکو کہتے ہیں غیب میں پس جس کسی کو دید چشم حق محراب نماز ہے اُسکو یؤمنون بالغیب سے کب تسکین ہے جیسے انسان کے وجود میں چشم مقام دید حق ہے اسی طرح جہان کے وجود میں چشم مقام دید حق ہے پس جسکو مرشد نے سر چشم وجود جہان کی کرادی وہ بینا ہے وہ آنکھوں سے مشاہدہ حق کا کرتا ہے اُسکو نماز و عبادت فضولات ایمان غیب سے کب تسکین ہوتی ہے کہ یہ عبادت فضولات واسطے اندھوں کے ہیں اور جو کہ بینا کے ہیں انکو عبادت جوارح سے تشفی نہیں ہوتی ہے بقول اُستاد ؎ جسکو محراب عبادت ہے خم ابروے یار پھر اُسکا کعبہ میں کہو سجدہ ادا کیونکر ہوا ؛ اسیواسطے حضرت رسول مقبول صلعم نے بھی فرمایا ہے الحدیث حسنات الابرار سیئات المقربین یعنی نیکیاں ابرار کی گناہ مقربوں کا ہے چنانچہ مولانا اسکی مثال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] جو کہ شہ کا الی آخرہ ۵ شعر جو کہ بادشاہ کا جامہ دار ہوگیا اُسکو شہ کے روبرو تجارت کرنا ذلت و خواری ہے جو کہ بادشاہ کا مصاحب ہوگیا ہے اُسکو دروازہ پر بیٹھنا نا روا ہے جسکو بادشاہ کی دست بوسی حاصل ہے اُسکو پابوسی کرنا گناہ ہے سر کو پاؤں پر رکھنا اگرچہ خدمت ہے لیکن آگے اُس خدمت کے ذلت ہے بادشاہ کو غیرت آتی کہ جس کو رو حاصل ہو وہ بعد کو بو چاہے اصطلاح تصوف میں رو ذات و بو صفات کو کہتے ہیں یعنی جسکو ذات حق نصیب ہوا اور وہ پھر صفات کو چاہے یعنی اعلیٰ طرف ادنےٰ کے جائے یہ غیرت حق کب چاہتی ہے اسواسطے حق تعالےٰ فرماتا ہے آیہ کریمہ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین یعنی عبادت کر رب اپنے کی یہانتک کہ یقین پہونچے چنانچہ غیرت الٰہی کا حال آگے ارشاد فرماتے ہیں ۱۲ فافہم [3] غیرت حق الی آخرہ ۷ شعر پس حق کی غیرت گندم کے مثال ہے اور غیرت مردم کی بھس کی مثال ہے غیرت کی اصل تم جانو اللہ سے اور غیرت مخلوق کی اسکی ایک شاخ ہے پس شرح غیرت کی چھوڑ کر میں گلہ کرتا ہوں ظلم یار سے کہ وہ دہ دلہ یعنی ہر دل عزیز ہے میں روؤں کہ رونا پسند آتا ہے اُسکو اور دونوں عالم سے وہ گریہ چاہتا ہے اور کیوں تلخ روؤں اُسکے مکر سے کیا میں نہیں اُس یار کے مستوں میں سے ہوں اور کیوں نہ شب تاریک ہوں بے روز کے بغیر وصال اس روئے روز افروز کے یعنی یار کا روز دل افروز ہے تو بے روئے یار کے کیوں نہ میں تیرہ دل مثل شب کے ہوؤں اُسکی ناخوشی مجھکو خوش آتی ہے اور جان فدا اُس یار دل آزار پر ہے باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ ۔

عاشقم بر رنج خویش و درد خویش | بہر خوشنودی شاہ فرد خویش
خاک غم را سرمہ سازم بہر چشم | تا ز گوہر پر شود دو بحر چشم
اشک کان از بہر او بارند خلق | گوہرست و اشک پندارند خلق
من ز جان جان شکایت مے کنم | من نیم شاکی روایت مے کنم
دل ہمی گوید کزو رنجیدہ ام | وز نفاق سست می خندیدہ ام
راستی کن اے تو فخر راستان | اے تو صدر و من درت را آستان
آستان و صدر معنی کجاست | ما و من کو آن طرف کان یار ماست
اے رہیدہ جان تو از ما و من | اے لطیفہ روح اندر مرد و زن
مرد و زن چون یک شود آن یک توئی | چونکہ یکہا محو شد آنک توئی
این من و ما بہر آن بر ساختی | تا تو با خود نرد خدمت باختی
تا تو با ما و تو یک جوہر شوی | عاقبت محو چنان دلبر شوی
تا من و تو با ہمہ یک جان شوند | عاقبت مستغرق جانان شوند
این ہمہ ہست و بیا اے امر کن | اے منزہ از بیان و از سخن
چشم حسی کے تواند دیدنت | در خیال آرد غم و خندیدنت
آنکہ او بستہ غم و خندہ بود | او بدین دو عاریت زندہ بود
آنکہ او بستہ غم و خندیدن است | تو بگو کے لائق این دیدن است
باغ سبز عشق کو بے منتہاست | جز غم و شادی درو بس میوہ ہاست

میں ہوں عاشق[۱] اپنے رنج و درد پے | واسطے خوشنودی اس دلدار کے
خاک غم سرمہ کروں میں آنکھ میں | دونوں بحر چشم تا پر دُر بنیں
اسکی خاطر اشک ساتی ہے خلق | ہیں وہ گوہر اشک اسکو جانے خلق
جان جاں سے میں شکایت کرتا ہوں | میں نہیں شاکی روایت کرتا ہوں
دل یہی کہتا ہے ناراض اس سے ہوں | اور نفاق ظاہری سے میں ہنسوں
راستی کر تو ہے فخر راستاں | تو بجائے صدر میں مثل آستاں
آستان و صدر معنی میں کہاں | واں نہیں تو اور میں ہے جہاں
ہیں دو تو سے اے تری جاں اب چھٹی | روح جیسے رکھے نے مردی زنی
مرد و زن[۲] جب اک ہوں تو اک ہے تو ہی | ایکجا گم ہو تو وہ ہووے تو ہی
یہ من و تو اسلیے ہی تو نے کی | تاکہ خدمت میں رہے تو اپنے ہی
تاکہ ما و تو سے اک جوہر بنے | آخر آخر محو دلبر کا رہے
تاکہ تو میں ایکجا ہوویں سبھی | عاقبت ہوں غرق جاناں میں سبھی
امر کن[۳] کا یہ طلب اور ہست سب | اے بیاں سے ہے منزہ اپنے سب
چشم حسی دیکھ پاوے کب تجھے | رنج و شادی کو تری کب پاسکے
جو کہ وابستہ غم و شادی کا ہو | زندہ اس دو عاریت سے ہووے وہ
جو کہ وابستہ غم و شادی کا ہے | پس تو کہہ لائق یہ کب ہے دید کے
باغ سبز عشق ہے بے انتہا | اسمیں غم شادی سے سوا ہیں میوے

ف۱ میں ہوں عاشق الخ ایک شعر میں عاشق ہوں اپنے رنج و درد پر واسطے خوشنودی اس دلدار کے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ف۲ مرد و زن الخ ہم شعر مرد و زن ایک ہوں تو تو ہی ہے اور جو گم ہو تو وہ بھی تو ہی ہے اس لیے میں و تو تو نے کیے ہیں تاکہ خدمت اپنی تو خود کرے یعنی ہر دونوں تو نے اسواسطے پیدا کی ہے کہ اپنا آپ تو مزہ اٹھائے جب تک من و تو سے تو ایک جوہر بنے اور محض تو آخر کو دلبر بنے یعنی اس دوئی سے غرض یہ ہے کہ تعینات مشہود خات میں مستغرق ہوئی اور انجام کو وہ ذات حق دلبر رہا ہے اور عشق زد ہے اور سب چیز فنا ذات حق میں ہووے از بحر العلوم تاکہ میں و تو سب یک جان ہو جاویں اور آخر کو غرق جاناں میں سب ہوویں فافہم ۱۲ ف۳ امر کن کا الی آخرہ ۵ شعر امر کن کا یہ ہست و طلب سب ہے یعنی خدا اپنے بیان سے منزہ ہے چشم حسی تجھے کب دیکھ سکتی ہے اور تیرے غم و شادی کو کب وہ پاسکتی ہے جو کہ پابند غم و شادی کا ہووے اور زندہ اس دو عاریت سے ہووے دل کہ پابند غم و شادی کا ہے پس تجھ کو یہ کب لائق دید کے ہے یعنی چشم حسی تجھ کو کب مشاہدہ کر سکتی ہے وہ تیری غم و شادی کب پاسکتی ہے کس واسطے کہ دل غم و شادی قبض و بسط میں گرفتار رہے اور جو کہ مشاہدہ ظاہری صورتوں میں چشم سر کرتی ہے وہ مشاہدہ خیالی ہے باعث لذت والم و قبض و بسط کا ہے پس یہ چشم سر قابل دید کے ہے از بحر العلوم عشق کا باغ سبز ہے بے انتہا اس میں غم و شادی سے علاوہ میوے ہیں چنانچہ باقی حال اسکا مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

عاشقی زین ہر دو حالت برترست	بے بہار و بے خزاں سبز و ترست	عاشقی[۱] افزوں ہے دو نوں حال سے	بے بہار و بے خزاں سرسبز ہے
دہ زکوٰۃ روے خوب اے خوبرو	شرح جان شرحہ شرحہ باز گو	دے زکوٰۃ حسن مجھ کو اے خوبرو	شرح کر جان پارہ پارہ کی ہی تو
کز کرشمہ غمزۂ غمازۂ	بر دلم بنہاد داغ تازۂ	اک کرشمہ غمزۂ غماز سے	داغ تازہ رکھدے تو دل پر مرے
من حلالش کردم ار خونم بریخت	من ہمی گفتم حلال او می گریخت	میں نے خوں بخشا وہ گر مارے مجھے	میں کہوں بخشا وہ بھاگے مجھ سے ہے
چوں گریزانی ز نالۂ خاکیاں	غم چہ ریزی بر دل غمناکیاں	بھاگے کیوں گریہ سے اہل خاک کے	دیتا غم ہے اہل غم کو کس لیے
اے کہ ہر صبحے کہ از شرق بتافت	ہمچو چشمہ مشرقت در جوش یافت	صبح جو مشرق سے کرتی ہے ظہور	تیرے چشمہ شرق ساں پر جوش نور
چوں بہانہ میدہی شیدات را	اے بہانہ شکریں لبہات را	کیوں[۲] بہانہ کرتا ہے عشاق سے	تیرے شیریں لب کی کب قیمت ہے یہ
اے جہان کہنہ را تو جان نو	از تن بیجان و دل افغان شنو	اے جہاں کہنہ کی تو جان ہے تو	جسم و دل بیجان کی سن فریاد کو
شرح گل بگذار از بہر خدا	شرح بلبل گو کہ شد از گل جدا	شرح گل کی چھوڑ دے بہر خدا	شرح بلبل کی تو کہہ گل سے جدا
از غم و شادی نباشد جوش ما	با خیال و وہم نبود ہوش ما	رنج و شادی سے نہیں ہے مجھکو جوش	بے خیال و وہم کا کب ہم کو ہوش
حالت دیگر بود کاں نادرست	تو مشو منکر کہ حق بس قادرست	دوسرا ہے حال جو نایاب ہے	تو نہ ہو منکر کہ حق قدرت رکھے
تو قیاس از حالت انساں مکن	منزل اندر جور و در احساں مکن	تو قیاس اب حال انساں سے نہ کر	منزل اندر جور احساں کے نہ کر
جور و احساں رنج و شادی حادثست	حادثاں میرند و حق شاں وارثست	جور احساں حادث اور رنج و خوشی	مر سے حادث میں رکھے حق وارثی

۱ عاشقی افزوں، الخ شعر عاشقی زیادہ ہے ان دونوں حال سے اور بغیر بہار و خزاں کے سرسبز ہے اے خوب رو تو زکوٰۃ دے روے خوب کی اور شرح کر جان پارہ پارہ کی ایک کرشمہ غمزہ و غماز سے داغ رکھدے میرے دل پر اگر وہ مجھ کو مارے میں نے خون بخشا اور وہ مجھ سے بھاگتا ہے اور اہل غم کو کس لیے غم دیتا ہے صبح جو مشرق سے ظہور کرتی ہے تیرے چشمے مشرق کے مانند پر جوش نور ہوتے ہیں یعنی میرے دل میں جو روشنی مثل صبح کے منکشف ہوئی مثل چشمہ خورشید کے اُس سے نور جوش کرتا ہے واضح ہو کہ جب طالب کا دل تصفیہ پذیر ہوتا ہے تو اول دل میں روشنی مثل صبح کے پیدا ہوتی ہے اور ہر دم اُس سے نور نکلتا معلوم ہوتا ہے اور تجلیات رنگ برنگ اس میں سے نکلتی ہیں اس تلوین سے طالب کو بیقراری اور اضطرابی از بس معلوم ہوتی ہے اور اسی طرح یار کے ساتھ طالب بیتاب ہو کر کہتا ہے چنانچہ اس بیتابی کا حال مولانا ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۲ کیوں بہانہ الخ شعر عاشقوں سے کیوں بہانہ کرتا ہے تیرے لب کی یہ قیمت نہیں ہے اے یار من اس جہان کہنہ کی تو جان ہے جسم و دل بیجان کی تو فریاد سن سے شرح گل خدا کے واسطے چھوڑ دے شرح بلبل کی کہہ تو گل سے جدا یعنی مولانا خود سے کہتے ہیں کہ معشوق کی شرح چھوڑ دے اور فقط عاشق کی شرح بیان کر کہ وصال عاشق کو کیونکر ہوا ہے مجکو شادی و غم سے جوشش نہیں ہے اور نہ خیال و وہم کا تہ ہوشش ہے وہ دوسرا حال ہے کہ وہ نایاب ہے تو اس سے منکر نہ ہو کہ خدا کی قدرت ہے جس کو وہ عنایت کرتا ہے قیاس اس حال کا انسان پر مت کر اور جور انسان پر تم مت رہ کیونکہ جور و انسان و رنج و خوشی حادث ہے اور حادث فانی ہے خدا ان کا وارث ہے یعنی وہ حال دوسرا ہے کہ جس سے بازماندہ ہے اور وہ اس شادی و غم سے نہیں ہے کیونکہ یہ حادث ہے اور حادث فنا ہو سکتا ہے چنانچہ اس کا بیان آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲

صبح شد اے صبح را پشت و پناہ	عذر مخدومی حسام الدین بخواہ	صبح ہوئی تو صبح کی پشت پناہ	عذر میرا اے حسام الدین چاہ
عذر خواہ عقل کل و جان توئی	جان جان و تابش مرجان توئی	عذر خواہ عقل کل جان تو ہی ہے	جان جان و تاب مرجان تو ہی ہے
تافت نور صبح ما از نور تو	در صبوحی با مے منصور تو	صبح میری چمکی تیرے نور سے	ہے صبوحی بادہ منصور سے
دادۂ حق چون چنیں دارد مرا	بادہ کہ بود تا طرب آرد مرا	جو دحق جو ایسی رکھتی ہے مجھے	کیا ہے بادہ جو خوشی دیوے مجھے
بادہ در جوشش گدائی جوش ماست	چرخ در گردش گدائی ہوش ماست	جوش سے سائل ہے میری جوش سے	چرخ گردش مانگے میرے ہوش سے
بادہ از ما مست شد نے ما ازو	عالم از ما ہست شد نے ما ازو	بادہ مجھ سے مست ہے نہ اُس سے میں	مجھ سے عالم ہست ہے نہ اُس سے میں
ما چو زنبوریم قالبہا چو موم	خانہ خانہ کردہ قالب را چو موم	ہم ہیں زنبور اور تن جوں موم ہے	خانہ خانہ تن کیا جوں موم کے
بس دراز ست ایں حکایت خواجہ گو	تا شود پیدا کہ چوں شد حال او	یہ ہے بے حد بات تاجر کی کہو	تاکہ ہو اور پیش پھر اس مرد کو

باز رجوع شدن حکایت خواجہ تاجر　　پھر رجوع ہونا طرف حکایت خواجہ تاجر کے

خواجہ اندر آتش و درد و حنیں	صد پراگندہ ہمی گفت اینچنیں	خواجہ تاجر درد سوز و رنج کی	باتیں کرتا تھا پریشان ایسی ہی
گہ تناقض گاہ ناز و گہ نیاز	گاہ سودائے حقیقت گہ مجاز	گاہ جنگ و گاہ ناز و گہ نیاز	گاہ خواہان حقیقت گہ مجاز
مرد غرقہ گشتہ جانے می کند	دست را در ہر گیاہے می زند	ڈوبتا اپنی خلاصی جان کو	مارتا ہے ہاتھ ہر تنکے پہ وہ
تا کدامش دست گیرد در خطر	دست و پائے میزند از بیم سر	تاکہ پکڑے اس خطر میں کوئی ہاتھ	ہاتھ پاؤں مارتا ہے ڈر کے ساتھ
دوست دارد دوست ایں آشفتگی	کوشش بیہودہ بہ از خفتگی	دوست رکھے دوست حال زار کو	کوشش بیہودہ غفلت سے نکو

سلہ صبح ہوئی الخ۔ شعر صبح ہوئی تو صبح کی پشت و پناہ ہے عذر میرا حسام الدین تو چاہ ہے یعنی یا رسول اللہ صلعم دل میرا روشن ہوا اور روشنی سے کہ تم پشت و پناہ ہو عذر میرا تم سن لو کیونکہ عذر خواہ عقل کل و جان کے تمہیں ہو صبح میری تمہارے نور سے اور شراب صبوحی میری تمہارے منصور سے ہے حب حق مجھے ایسی مدہوش رکھتی ہے شراب کیا ہے جو مجھے خوشی دیوے میرے جوش سے چرخ گردش کر کے چاہتا ہے میرے ہوش سے مجھے بادہ مست کئے ہیں اس سے نہیں ہوں مجھ سے عالم مست ہے اس سے نہیں ہوں ہم مانند زنبور کے اور تن مانند موم کے ہے تن میں سوراخ ہیں مثل خانہ زنبور کے یہ بات بعید ہے تو تاجر کا حال کہ اُسکو کیا ماجرا پیش آیا یعنی بہ مددگاری جناب رسول مقبول و منفعۂ توحید مجھ کو حاصل ہوا کہ عالم مجھ سے مست ہے میں اس سے نہیں ہوں اور بادہ مجھ سے مست ہے میں اس سے نہیں ہوں اور جسم مثل خانۂ زنبور ہے کہ ہر جانب سوراخ ہیں تماشا کرتا ہوں فافہم ۱۲ سلہ خواجہ تاجر الخ۔ شعر خواجہ تاجر باتیں درد سوز و رنج کی کرتا تھا ایسی ہی پریشان گاہ جنگ اور گاہ و نیاز گاہ حقیقت چاہتا اور گاہ مجاز یعنی وہ تاجر رنج میں طوطی کے ایسی ہی پریشان باتیں کرتا تھا جیسے مولانا نے بیقراری عشق کی باتیں اوپر بیان کی ہیں جیسے اپنی جان بچانے کو ڈوبتا ہاتھ پاؤں مارتا ہے تا اس خطرہ میں کوئی ہاتھ پکڑ لے خوف سے ہاتھ پاؤں مارتا ہوں دوست رکھتا ہے دوست حال پریشان کو کوشش بیہودہ غفلت سے بہتر ہے یعنی اگرچہ کام بیہودہ ہو مگر غفلت سے بہتر ہے کس واسطے کہ حضرت رسول مقبول صلعم ایک شخص کے پاس گذرے اور کچھ التفات نہ فرمایا جبکہ واپس تشریف لائے تو التفات فرمایا صحابہؓ نے پوچھا کہ اس میں کیا حکمت ہے فرمایا کہ اول وہ بیکار تھا اور شیطان اُس کے پاس تھا جب کہ میں واپس آیا تو وہ زمین پر لکیریں کرتا تھا شیطان اُس کے پاس نہ تھا اس واسطے التفات کیا اس سے ثابت ہوا کہ کام کرنا بیکار رہنے سے بہتر ہے چنانچہ آگے اس کے حقائق ہیں فافہم ۱۲

آنکه او شاه ست او بیکار نیست	ناله از وی طرفه کو بیمار نیست	شاہ جو ہے وہ نہیں بیکار ہے [۱]	طرفہ نالہ کو نہ وہ بیمار ہے
بهر این فرمود رحمان ای پسر	کل یوم هو فی شان ای پسر	اسلیے کہتا ہے رحمان اے پسر	کل یوم هو فی شان اے پسر
اندرین ره می تراش و می خراش	تا دم آخر دمی فارغ مباش	خود کو تم بیچین اس رہ میں رکھو	تا دم آخر نہ تم فارغ رہو
تا دم آخر دمی آخر بود	که عنایت با تو صاحب سر بود	تا دم آخر ہو دم آخر کوئی	ہو عنایت تجھ سے اہل راز کی
هر کی کوشد اگر مرد و زن ست	گوش و چشم شاه جان بر روزن ست	مرد ہو یا زن ہو کوشش جو کرے	گوش و چشم شاہ جاں روزن پہ ہے

بیرون انداختن تاجر از قفس آن طوطی مرده را و پریدن — سوداگر کا طوطی کو پنجرے سے باہر رکھنا اور اسکا اڑ جانا

بعد از آنش از قفس بیرون فکند	طوطیک پرید تا شاخ بلند	پھر رکھا باہر قفس کے جو اُسے	اُڑ گئی وہ طوطی جانب شاخ کے
طوطی مرده چنان پرواز کرد	کافتاب از شرق ترکی تاز کرد	طوطی مردہ وہ ایسی اُڑ گئی [۲]	شمس نے جو شرق سے پرواز کی
خواجه حیران گشت اندر کار مرغ	بیخبر ناگه بدید اسرار مرغ	دیکھتا جو دنگ تھا انداز مرغ	بیخبر نے دیکھا ناگہ راز مرغ
روی بالا کرد و گفت ای عندلیب	از بیان حال خودمان ده نصیب	منہ اُٹھا کہنے لگا بلبل مرے	حال سے کچھ آگہی اپنی تو دے
او چه کرد آنجا که تو آموختی	چشم ما از مکر خود بر دوختی	کیا کیا اُسنے وہاں سیکھی جو تو	مکر سے کی بند میری آنکھ جو
ساختی مکری و ما را سوختی	سوختی ما را و خود افروختی	خود کیا مکر اور جلائی جان مری	اور جلا کر مجھکو خود روشن ہوئی
گفت طوطی کو بفعلم پند داد	که رها کن نطق و آواز و گشاد	بولی طوطی فعل سے پند اُسنے دی [۳]	کہ تو باتیں چھوڑ اور آواز بھی
زانکه آوازت ترا در بند کرد	خویش او مرده پی این پند کرد	کیونکہ اس آواز سے تو ہے پھنسی	اس نصیحت کے لیے وہ خود مری
یعنی ای مطرب شده با عام و خاص	مرده شو چون من که تا یابی خلاص	یعنی اے گویائے بزم عام و خاص	مثل میرے مردہ ہو تا ہو خلاص
دانه باشی مرغکانت برچنند	غنچه باشی کودکانت بر کنند	دانہ ہو تو مرغ سب تجھکو چگیں	غنچہ ہو تو لڑکے تجھ کو توڑ لیں

[۱] شاہ جو ہے الخ ۲ شعر بادشاہ بیکار نہیں رہتا ہے اور طرفہ وہ کہ وہ بیمار نہ ہو اور نالہ کرے اسواسطے حق تعالے نے فرمایا ہے کہ آیہ کریمہ کل یوم هو فی شان یعنی ہر دم اسکی نئی شان ہے خود کو تم اس راہ میں بیچین رکھو آخر دم تک فارغ نہ ہو تا آخر دم تک کوئی آخر دم ہو کہ تجھ پر عنایت کرے اہل راز یعنی کوئی عارف بحکم خدا تجھپر عنایت کرے مرد ہو یا زن ہو جو کوشش کرے شاہجہاں کا گوش و چشم روزن پر ہے یعنی جو کوشش راہ طلب میں کریگا بادشاہ جان یعنی حق تعالے اسکو دیکھتا اور سنتا ہے آخر کار عنایت فرمائیگا اب مولانا قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ اس طوطی کو قفس سے باہر رکھا وہ طوطی اُڑ گئی جانب شاخ درخت کے آگے اسکا حال ہے فافہم ۱۲ [۲] طوطی مردہ الخ ۵ شعر اسطرح وہ طوطی مردہ اُڑ گئی جیسے شمس نے مشرق سے پرواز کی انداز مرغ کو تاجر دیکھ کر دنگ ہوا اور بے خبر نے ناگاہ دیکھا راز مرغ منہ اُٹھا کہنے لگا اے بلبل مجھ کو اپنے حال سے تو آگاہی دے اس طوطی نے وہاں کیا کیا جو تو نے سیکھا اور مکر سے میری آنکھ کو بند کیا خود تو نے مکر کیا اور میری جان کو جلایا مجھ کو جلایا اور خود کو روشن کیا یعنی فعل سے اس طوطی کے تو نے کیا راز پایا کہ مجھے آفت میں ڈالا اور خود کو ظلمت قفس سے چھڑا کر پر نور کیا کچھ اسکا بھید بیان کر چنانچہ اسکا جو طلب راز مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [۳] بولی طوطی الخ ۴ شعر طوطی نے کہا کہ فعل سے اُسنے مجھ کو نصیحت کی کہ تو باتوں اور آواز کو چھوڑ دے کیونکہ اس آواز سے تو گرفتار ہے اور اس نصیحت کے لیے وہ خود مردہ ہوئی یعنی اے سخن ساز عام و خاص میرے مانند مردہ ہو تاکہ ہو وے خلاص یعنی تو گویائی قال کو چھوڑ دے اور میرے مانند مردہ ہو جا کہ اس قید تن سے تجھ کو رہائی ہو اگر تو دانہ ہو سب مرغ تجھ کو چگیں اور جو تو غنچہ ہو تو سب لڑکے تجھ کو توڑ لیں باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲

دانہ پنہاں کن بکلی دام شو	غنچہ پنہاں کن گیاہ بام شو	گر نہاں دانہ و بالکل دام ہو	گر نہاں غنچہ گیاہ بام ہو
ہر کہ داد او حسن خود را بر فراد	صد قضاے بد سوے او رو نہاد	جس نے اپنے حسن کو ظاہر کیا	سو بلا کو اس نے اپنے پر لیا
چشمہا و خشمہا و رشکہا	بر سرش بارد چو آب از مشکہا	چشم بد اور خشم و کینہ اور رشک	سر پہ برسیں اسکے مثل آب مشک
دشمناں او را ز غیرت می درند	دوستاں ہم روزگارش می برند	دشمن اسکے رشک سے ٹکڑے کریں	دوست اسکے وقت کو ضائع کریں
آنکہ غافل بود از کشت بہار	او چہ داند قیمت ایں روزگار	جو بہار و سیر سے غافل ہوا	اس زمانہ کی وہ قیمت جانے کیا
در پناہ لطف حق باید گریخت	کو ہزاراں لطف بر ارواح ریخت	چاہیے تجھ کو پناہ حق میں جا	لطف جو کرتا ہے وہ روحوں پر سدا
تا پناہے یابی آنکہ چہ پناہ	آب و آتش مر ترا گردد سپاہ	تا پناہ اک پاوے تو کیا ہے پناہ	آب و آتش ہوے سب تیری سپاہ
نے کہ نوح و موسیٰ را نہ دریا یار شد	نے بر اعداشان بکیں قہار شد	نوح و موسیٰ کا نہ دریا یار تھا	نے عدو پر کیں سے وہ قاہر ہوا
آتش ابراہیم را نے قلعہ بود	تا بر آورد از دل نمرود دود	قلعہ تھی آتش نہ ابراہیم پر	ہو گیا غالب دل نمرود پر
کوہ یحییٰ را نہ سوے خویش خواند	قاصدانش را بزخم سنگ راند	کوہ نے یحییٰ کو خود کھینچا نہیں	دشمنوں کو سنگ سے مارا نہیں
گفت اے یحییٰ بیا در من گریز	تا پناہت باشم از شمشیر تیز	بولا اے یحییٰ تو مجھ میں بھاگ آ	تا کروں تیغوں سے میں تیری پناہ

وداع کردن طوطی خواجہ او پریدن او — رخصت کرنا طوطی کا سوداگر کو اور اڑ جانا اسکا

یک دو پندش داد طوطی بے نفاق	بعد ازاں گفتش سلام الفراق	پند کی طوطی نے اسکو بے نفاق	پھر کیا اس کو سلام الفراق
الوداع اے خواجہ کردی مرحمت	کردی آزادم ز قید مظلمت	الوداع اے خواجہ ہو تیرا بھلا	قید سے مجھ کو کیا تو نے رہا
الوداع اے خواجہ رفتم تا وطن	ہم شوی آزاد روزے ہمچو من	رخصت اے خواجہ وطن کو میں چلی	دے خدا تجھکو یوں ہی آزادگی

۵۱ گر نہاں دانہ الخ یہ شعر مثنوی ہے تو دانہ کو چھپا اور بالکل دام ہو اور غنچہ کو چھپا وہ گیاہ بام ہو یعنی اپنی خوبی کو پوشیدہ کر اور شہرت نہ چاہ اور ظاہر میں بد وضع رہ تاکہ بلا سے بچے جس نے اپنے حسن کو ظاہر کیا سو بلا کو اس نے اپنے اوپر لیا نظر بد اور خشم و کینہ اور رشک اسکے سر پر پڑے مثل آب مشک کے دشمن اسکے رشک سے ٹکڑے کریں اور دوست اس کے وقت کو ضائع کریں یعنی دوست و دشمن اسکو بلا میں پھانسیں جو بسبب سیر بہار گلشن کے غافل حق سے ہو اس زمانہ حیات کی قیمت وہ کیا جانے کہ کس فائدے کے واسطے ہے پس تجھ کو چاہیے کہ تو پناہ حق میں جا کیونکہ وہ لطف کرتا ہے اوپر روحوں کے ہمیشہ تا تو پناہ پاوے اور وہ پناہ کیا ہے آب و آتش سب تیرے سپاہ ہو جائیں اور تیرے ساتھ میں رہیں کہ جو تو کہے وہ بجا لائیں یعنی جب تو خدا کا ہو جائے تو خدا کی مخلوق سب تیری ہو جائے چنانچہ اس کی مثال مولانا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲ نوح و موسیٰ الخ یہ شعر نوح و موسیٰ کا دریا یار نہیں تھا اور دشمن پر کینہ سے وہ قاہر نہیں ہوا تھا آتش ابراہیم پر قلعہ نہیں تھا تاکہ دھواں نکلے نمرود کے دل سے کوہ نے یحییٰ کو اپنی طرف نہیں کھینچا اور دشمنوں کو سنگ سے نہیں مارا اور کہا کہ اے یحییٰ تو مجھ میں بھاگ کر چلا آ تا میں تیغوں سے تیری پناہ کروں یعنی استفہام انکار کے طور پر مولانا بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کا تابع اپنی مخلوق کو نہیں کر دیا تھا یعنی تابع کر دیا تھا اسی طرح تیرے مطیع و تابع اپنی مخلوق کو نہیں کر دوں گا فافہم ۱۲ ۵۳ پند کی طوطی نے الخ یہ شعر طوطی نے اس تاجر کو بے نفاقی کی نصیحت کی اور پھر سلام رخصت کا کیا اور کہا کہ اے خواجہ رخصت ہوتی ہوں اللہ تیرا بھلا کرے قید ظلمت سے تو نے مجھ کو آزاد کیا اے خواجہ رخصت ہوتی ہوں اور وطن اصلی کو جاتی ہوں اسی طرح تو بھی آزاد ہو جیو باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲

خواجہ گفتش فی امان اللہ برو — مر مرا اکنون نمودی راہ نو
خود سوے ہندوستان او رو نہاد — بعد شدت از فرج دل گشت شاد
خواجہ با خود گفت کین پند منست — راہ او گیرم کہ این رہ روشن است
جان من کمتر ز طوطی کے بود — جان چنین باید کہ نیکو پے بود

خواجہ بولا فی امان اللہ تو جا — راستہ مجھ کو نیا بتلا دیا
اپنے ہندستان اصلی کو گئی — بعد تکلیف اسکو راحت بس ملی
فکر کی خواجہ نے ہی مجھ کو یہ پند — تا کہ میں ہوں اسکی رہ کا پابند
کب مری جان کم بھلا طوطی سے ہے — جان وہ جو درپے نیکی کے ہے

مضرت تعظیم خلق و انگشت نما شدن

ضرر تعظیم خلائق و انگشت نمائی کا

تن قفس شکل است زان شد خار جان — در فریب داخلان و خارجان
اینش گوید من شوم ہمراز تو — وانش گوید نے منم انباز تو
اینش گوید نیست چون تو در وجود — در کمال و فضل و در احسان و جود
آنش گوید ہر دو عالم آن تست — جملہ جانہامان طفیل جان تست
آنش خواند گاہ عیش و خرمی — اینش گوید گاہ نوش و ہمدمی
او چو بیند خلق را سرمست خویش — از تکبر می رود از دست خویش
او نداند کہ ہزاران را چو او — دیو افگندست اندر آب جو
لطف و سالوس جہان خوش لقمہ ایست — کمترش خور کان پر آتش لقمہ ایست

تن قفس ہے خار جان کو ہو گیا — داخل و خارج کے مکر و فن دلا
یہ کہے اس سے ترا ہمراز ہوں — وہ کہے اس سے ترا انباز ہوں
یہ کہے تجھسا نہیں اندر وجود — اندر احسان و اندر فضل و جود
وہ کہے دونوں جہاں تیری ہیں آن — تیری جانکی ہیں طفیلی جملہ جان
وہ کہے ہی وقت عیش و خرمی — یہ کہے ہی وقت نوش و چارگی
وہ جو دیکھے میری خواہان خلق ہے — مارے نخوت کے ہوا باہر آپ سے
وہ نہ جانے مثل اسکے دیو نے — سیکڑوں کو ڈالا اندر آب کے
مدح اور تعظیم اچھی ہے غذا — تو نہ کھا وہ بھری آتش سے غذا

لہ خواجہ بولا الخ یعنی شعر خواجہ نے کہا فی امان اللہ تو جا مجھ کو بھی تو نے راستہ بتایا پس وہ اپنے ہندوستان اصلی کو گئی اور بعد تکلیف کے اسکو راحت ملی یعنی جانکر ہنگام رہائی قفس تن کی یہی معاملہ پیش آتا ہے تاجر نے سوچا کہ یہ مجھ کو نصیحت ہے تاکہ میں بھی یہی راہ اختیار کروں یعنی خود کو موتوا قبل ان تموتوا کروں بقول شاعر مصرع خاک شو پیش ازانکہ خاک شوی پس اسی راہ کو سلوک کہتے ہیں کب میری جان بھلا کم طوطی سے ہے اور جان وہی ہے کہ جو درپے نیکی کے ہے تن قفس ہے اور یہاں کو خار ہو گیا ہے بسبب مکر داخل و خارج کے یعنی جسم بہ نسبت جان کے قفس ہے کہ بسبب شہوت جاہ و تعظیم خلائق کے جان کو خار ہے کیونکہ خار راہ روح کو سد راہ ہوا کرتا ہے اسیطرح تن جان حجاب کو راہ سلوک ہے اور یہاں تن سے مراد نفس امارہ ہے یہ تکہ نفس ... تن کے خلاصہ کو کہتے ہیں یعنی اس چار عنصر کے ترکیب پانے سے جو بخارات سے پیدا ہوئی ہے اسکو نفس تن مثلا سفلی کیطرف کھینچتا ہے کیونکہ اصل ہے اور جان لطائف خمسہ عالم امر سے پیدا ہے اسواسطے وہ اپنی اصل کو رجوع کرتی ہے پس تن و جان باہم ایسے ہیں جیسے آب گل جو کہ آب لطیف ہے گل کے رنگ و ریشہ میں پیوستہ ہے جبکہ گل غالب ہوتی ہے رنگ سیاہ غلیظ پن زیادہ ہوتا ہے اور جبکہ آب غالب ہوتا ہے تو گل کو رقیق کرکے سیاہی اپنی کھینچتا ہے اور رنگ سفید آب میں بڑھتا ہے اسیطرح جان جب غالب ہوتی ہے عالم امر کو جاتی ہے اور نفس کو بھی تکلیف کرکے اپنے ہمراہ لیجاتی ہے پس ریاضت و مجاہدہ سے جان کو ترقی ہوتی ہے اور خورد و نوش تعلقات و مدح و تعظیم دنیوی سے ترقی نفس کو ہوتی چنانچہ مولانا اسکا حال لکھتے ہیں فتح نہم ۱۲ سکہ یہ کہے اس سے الخ شعر یہ کہے اس سے کہ میں ترا ہمراز ہوں وہ کہے اس سے کہ میں ترا انباز ہوں یعنی یہ جان اور وہ نفس آپسمیں مباحثہ کرتے ہیں یہ جان کہے تجھسا کوئی نہیں ہے اندر وجود کے وہ نفس کہے دونوں جہان تیری ملک ہیں اور تیری جان کی طفیلی جملہ جانیں ہیں وہ نفس کہے وقت عیش و خرمی کا ہے یہ جان کہے وقت نوش چارہ گری کا ہے اس نفس نے دیکھا کہ میری خواہان خلق ہے مارے نخوت کے ہوش سے باہر ہو گیا وہ نفس نہ جانے کہ مثل اسکے دیو نے سیکڑوں کو غرق کیا آب میں مدح اور تعظیم اچھی ہے مگر تو نہ کھا وہ غذا بھری ہے آتش سے باقی حال آگے بیان کرتے ہیں فتح نہم ۱۲

آتش پنہان و ذوقش آشکار — دود او ظاہر شود پایان کار
تو مگو آں مدح را من کے خرم — از طمع میگوید او من پے برم
مادحت گر ہجو گوید بر ملا — روزہا سوزد دلت زاں سوزہا
گرچہ دانی کو ز حرماں گفت آں — کاں طمع کہ داشت از تو شد زیاں
آں اثر می ماندت در اندروں — در مدیح ایں حالتت ہست آزموں
آں اثر ہم روزہا باقی بود — مایۂ کبر و خداع جاں شود
لیک ننماید چو شیریں ست مدح — بد نماید زاں کہ تلخ افتاد قدح
ہمچو مطبوخ ست و حب کاں را خوری — تا بدیرے سوزش و رنج اندری
ور خوری حلوا بود ذوقش دمے — ایں اثر چوں آں نمی پاید ہمے
چوں نمی پاید ہمی ماند نہاں — ہر ضدے را تو بضد او بداں
چوں شکر ماند نہاں تاثیر او — بعد چندے دنبل آرد نیش جو
ور حب و مطبوخ خوری از لطیف — اندروں شد پاک از اخلاط کثیف
نفس از بس مدحہا فرعون شد — کن ذلیل النفس ہونا لاتسد
تا توانی بندہ شو سلطاں مباش — زخم کش چوں گوے شو چوگاں مباش
ورنہ چوں لطفت نماند وایں جمال — از تو آید آں حریفاں را ملال

آگ ہے پنہاں ذوق اُسکا آشکار — اُسکا ظاہر ہو دھواں انجام کار
تو نہ کہہ میں خوش نہیں اس مدح سے — اُسکو لالچ ہے نہیں خواہش مجھے
تیری مادح ہجو گر کہوے فدا — دل جلے اس سوز سے مدت ترا
تو ہے واقف یاس سے اُسنے کہا — اسکا مطلب فوت جو تجھ سے ہوا
وہ اثر رہتا ہے پس اندر ترے — مدح کو تو آزما اس حال سے
وہ اثر مدت تلک باقی رہے — کبر جان کا مادہ پس وہ بنے
مدح جو شیریں ہے لگتی ہے بھلی — ہجو جو ہے تلخ لگتی ہے بُری
جیسے مسہل گولیوں کا تو جو لے — دیر تک اسکے تو صدمے میں رہے
کھائے گر حلوا مزا دم بھر ملے — یہ اثر مانند اسکے کب رہے
کیوں نہ رہوے ہاں وہ پوشیدہ رہے — ضد سے تو ہر ضد کو اُسکی جان لے
جوں شکر پنہاں رہے اس کا اثر — بعد دنبل کے نکالیں اُس سے سر
کھائے گر مسہل کی گولی ہو کے شاد — پاک باطن ہو گیا خارج مواد
ہووے فرعون مدح سے نفس اشد — کر ذلیل اب نفس ہونا لاتسد
بندہ جب تک ہو سکے سلطاں نہ ہو — مثل گو صدمہ اُٹھا چوگاں نہ ہو
ورنہ جو رہوے نہیں لطف و جمال — دوستوں کو ہوگا پھر تجھ سے ملال

۱۵ آگ ہے پنہاں الخ یعنی شعر آتش پنہان، اور ذوق اُس کا آشکارا ہے اور اس کا دھواں ہو انجام کار کے یعنی جان نے جو نفس کی تعریف کی تو نفس اس مدح سے مغرور و مدہوش ہوا اور شیطان نے اس نفس کو آپ گمراہی میں غرق کیا پس مولانا مدح و تعظیم کی غذا کی بُرائی بیان فرماتے ہیں کہ مدح ایک آتش ہے کہ دل خوش فہمیدہ معلوم ہوتی ہے اور انجام کار دلونکو سیاہ کر دیتی ہے اور مخلوق اس سے غافل ہیں چنانچہ آگے اسکی دلیل بیان کرتے ہیں فافہم ۱۲ ۱۶ تو نہ کہہ الخ ۵ شعر تو مت کہہ میں اس مدح سے خوش نہیں ہوں وہ طمع سے مدح کرتا ہے مجھے اس سے نفع نہیں ہے مگر واہ تیری ہجو کرے دل اس سوز سے مدت تک جلے اور تو واقف ہے کہ اس نے ناامیدی سے کہا ہے جو کہ اسکا مطلب تجھ سے فوت ہوا ہے وہ اثر تیرے اندر رہتا ہے پس حال مدح کا تو آزما اسی سے جان یعنی جیسے ذمت کا اثر دل میں ہوتا ہے ویسی مدح کا اثر دل میں رہتا ہے اور وہ اثر مدح مدت تک باقی رہنے اور کبر کا مادہ ہو جاتی ہے یعنی اس مدح پذیری سے ایک مدت کے بعد نخوت اور غرور پیدا ہوتا ہے اور اپنی برتری و بزرگی کے واسطے مکر و فریب کرتا ہے پس مدح و تعظیم خلائق نفس کی بری غذا ہے سالک راہ طریقت کو اس سے بچنا چاہیے چنانچہ مولانا اسکی شناخت کا حال آگے لکھتے ہیں فافہم ۱۲ ۱۷ مدح جو الخ ۵ شعر چونکہ مدح شیریں ہے پہلے اچھی معلوم ہوتی ہے اور چونکہ ہجو تلخ ہے وہ بُری دکھائی دیتی ہے جیسے تو مسہل کی گولیاں کھائے دیر تک تو اسکے صدمے میں رہے اور اگر تو حلوا کھائے مزا اس کا دم بھر لے یہ آخر مانند اس مسہل کے کب رہے کیوں نہ رہے ہاں حلوے کا اثر پوشیدہ رہے ضد کو تو اس سے ضد جان لے یعنی ایک جیسے اثر ہے ویسے ہی اس کی ضد کا اثر ہے مثل شکر کے پوشیدہ اس طرح کا اثر ہے بعدہ دُنبل اس سے پیدا ہوویں اور اگر مسہل کی گولیاں خوش ہو کر کھائے تو باطن پاک ہوا اور مواد خارج ہو یعنی اسی طرح مدح انجام کار ضرر ہوا اور مذمت سے شکستگی نفس کے نفع و بہبودی ہووے فرعون ہووے مدح سے نفس پس نیک کو ذلیل کر جب تک ہو سکے بندہ سلطان نہ ہو مثل گیند کے صدمہ اُٹھا چوگان یعنی ڈنڈا نہ ہو اور جب لطف و جمال نہ رہے دوستوں کو تجھ سے ملال ہووے باقی حال اس کا آگے ہے ۱۲ فافہم۔

آن جماعت کت ہمی دادند ریو	چون ببینندت بگویندت کہ دیو	سلہ تجھ کو جو لیتے تھے اپنے دام میں	اب تجھے جو دیکھیں وہ شیطاں کہیں
جملہ بینندت چو گویندت بدر	مردہ از گور خود بر کردہ سر	تجھ کو جو دیکھے تو ہر اک یہ کہے	مردہ یہ نکلا ہے دیکھو گور سے
ہمچو امرد کہ خدا نامش کنند	تا بدین سالوس در دامش کنند	مثل امرد کہ خدا نام اسکا لیں	تاکہ ان مکروں سے لیویں دام میں
چون بہ بدنامی برآید ریش او	دیو را ننگ آید از تفتیش او	ریش بدنامی کی نکلے اُس کے جو	ننگ آئے جستجو سے دیو کو
دیو سوی آدمی شد بہر شر	سوی تو ناید کہ از دیوی بتر	سکہ سوئے انسان دیو آئے بہر شر	تجھسے بھاگے دیو ہے تو ہی بتر
تا تو بودی آدمی دیو از پیت	می دوید و می چشانید او میت	تو تھا جبتک کہ تیرے ہمرکاب	دیو پھرتا تھا چکھاتا تھا شراب
چون شدی در خوی دیوی استوار	می گریزد از تو دیوی نابکار	تو نے پکڑیں عادتیں جو دیو کی	بھاگتا ہے دیو تجھ سے اے شقی
آنکہ اندر دامنت آویخت او	چون چنین گشتی ز تو بگریخت او	جو کہ وہ دامن میں لپٹا تھا ترے	تو ہوا ایسا وہ بھاگے تجھ سے ہے

تفسیر ما شاء اللہ کان و ما لم یشاء لم یکن

تفسیر ما شاء اللہ کان و ما لم یشاء لم یکن

این ہمہ گفتیم لیک اندر بسیج	بے عنایات خدا ہیچیم و ہیچ	سکا یہ بناوٹ اپنی ہے جو کچھ کہا	ہیچ ہم ہیں بے عنایات خدا
بے عنایات حق و خاصان حق	گر ملک باشد سیاہستش ورق	بے عنایات حق و خاصان حق	گر فرشتہ ہو سیہ ہووے ورق
اے خدای قادر بیچند و چون	واقفی بر حال بیرون و درون	اے خدا اے شاہ بیچون و چرا	جانے تو حال بطون و ظاہرا
اے خدا اے فضل تو حاجت روا	با تو یاد ہیچکس نبود روا	فضل تیرا ہے خدا حاجت روا	ساتھ تیرے یاد کسکی ہے روا

سلہ تجھ کو جو لیتے الخ ۲ شعر تجھ کو جو لوگ کہ اپنے دام میں لیتے ہیں اب وہ تجھے جو دیکھیں تو ہر ایک کہے کہ دیکھو یہ مردہ نکلا ہے گور سے مثل امرد کے کہ اس کا نام کدخدا رکھیں تاکہ ان مکروں سے اپنے دام میں لیویں جبکہ اس کی ریش بدنامی کی نکلے تو دیو کو ننگ آئے اسکی جستجو سے یعنی مولانا پیران ریاکار کو امرد کی مثال میں کہتے ہیں کہ اے بندگان مخلوق کو جب تک فوائد دنیوی تم سے ہو تمہارے مطیع و مداح رہیں اور آخر کار تمہیں ذلیل و خوار جانیں بلکہ تم کو ایک شیطان مجسم کہیں کیونکہ شامت اعمال و ریاکاری تمہاری کا اثر ضرور پڑے گا چنانچہ مولانا اس کے حقایق آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سکہ سوئے انسان الخ ۴ شعر انسان کی طرف دیو آئے واسطے شر کے اور تجھ سے بھاگے کہ تو دیو سے بتر ہے جب تک تو مرد تھا دیو تیرے در پہ پھرتا تھا اور پلاتا تھا شراب تجھ کو جبکہ تو نے عادتیں دیو کی پکڑیں تو دیو تجھ سے بھاگتا ہے اے شقی جو دیو تیرے دامن میں لپٹا تھا جب کہ تو دیو ہو گیا وہ تجھ سے بھاگتا ہے یعنی جب تک تجھ میں مادہ صلاحیت و بہتری کا تھا دیو اپنے مطلب کو آتا تھا جبکہ تو مکار و فریبی ہو گیا اب وہ تجھ سے بھاگتا ہے یعنی یہ راہ سلوک ہے جس نے نفس کشی و مجاہدہ پر رکھی منزل مقصود کو پہونچا جو فریب نفس و دیو میں آکر ریاکاری میں پڑا آخر کار خسر الدنیا و الآخرۃ ہوا عیاذاً باللہ الغرض خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے کچھ کوشش پر منحصر نہیں ہے بندہ کو چاہیئے کہ ہر دم مدد خدا اور رسول سے چاہتا رہے اور اپنی سعی و کوشش پر بھروسہ نہ رکھے چنانچہ مولانا اس کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سکا یہ بناوٹ الخ ۴ شعر یہ جو میں نے کہا یہ بناوٹ اپنی ہے ہم ہیچ ہیں بے عنایت خدا کے بے عنایت خدا و خاصان کے اگر فرشتہ ہووے تو ورق سیاہ ہووے یعنی بے مدد خدا و رسول کے فرشتہ بھی تیرہ دل ہو اب مولانا مناجات فرماتے ہیں اے خدا اے قادر بیچون و چرا تو جانتا ہے حال ظاہر و باطن اے خدا تیرا فضل حاجت روا ہے تیرے ساتھ ہو کر غیر کی کب حاجت روا ہے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ یعنی جو کچھ اللہ چاہے ہووے اور جو کچھ نہ چاہے نہ ہووے ۱۲

این قدر ارشاد تو بخشیدهٔ	تا بدین بس عیب ما پوشیدهٔ	اسقدر ارشاد بخشا تو نے ہے	میرا عیب اس سے چھپایا تو نے ہے
قطرهٔ دانش که بخشیدی ز پیش	متصل گردان بدریاهای خویش	قطرهٔ دانش جو تو نے خود دیا	متصل دریا سے اپنے کر ذرا
قطرهٔ علمست اندر جان من	وارهانش از هوا وز خاک تن	جان میں ہے یہ علم کا قطرہ مرے	اب چھڑا تن کی ہوا و خاک سے
پیش از آن کین خاکها خسفش کنند	پیش از آن کین بادها نشفش کنند	قبل ازیں کہ خاک انھیں نگلے نہیں	قبل ازیں کہ باد انھیں کھینچے نہیں
گرچه چون نشفش کند تو قادری	کش ازیشان وا ستانی وا خری	کھینچ لیویں گرچہ وہ قادر ہے تو	کہ انھوں سے چھینے تو اور لیوے تو
قطره کو در هوا شد یا که ریخت	از خزینهٔ قدرت تو کی گریخت	وہ جو تھا قطرہ ہوا میں یا گرا	کب خزانہ سے وہ قدرت کے گیا
گر در آید در عدم یا صد عدم	چون بخوانیش او کند از سر قدم	گر عدم یا سو عدم میں جائے وہ	جو بلائے سر کے بل پھر آئے وہ
صد هزاران ضد ضد را می کشد	بازشان فضل تو بیرون می کشد	بس ہزاروں مارتے ضد ضد کو ہیں	فضل تیرا پھر انھیں باہر کرے
از عدمها سوی هستی هر زمان	هست یارب کاروان در کاروان	جانب ہستی عدم سے ہر زماں	قافلہ پر قافلہ اک ہے رواں
خاصه هر شب جمله افکار و عقول	نیست گردد غرق در بحر نغول	خاصکر ہر شب کو فکر و عقل سب	غرق ہوویں بحر میں با حکم رب
باز وقت صبح چون اللهیان	بر زنند از بحر سر چون ماهیان	پھر بوقت صبح وہ اللہیاں	سر نکالیں بحر سے جوں ماہیاں
در خزان بین صد هزاران شاخ و برگ	از هزیمت رفته در دریای مرگ	[2] پس خزاں میں دیکھ صد ہا شاخ و برگ	بھاگ کر جاتے ہیں اندر بحر مرگ
زاغ پوشیده سیه چون نوحه گر	در گلستان نوحه کرده بر خضر	پہنکر جامہ سیہ جوں ماتمی	زاغ گلشن میں کرے نوحہ گری
باز فرمان آید از سالار ده	مر عدم را کانچه خوردی باز ده	حکم ہووے اسکو پھر اللہ سے	اب اگلدے اے عدم کھایا جو ہے
آنچه خوردی واده ای مرگ سیاه	از نبات و دارو و از برگ و گیاه	کھایا جو کچھ ہے اگل مرگ سیاہ	برگ و گل سے او بھی سبزہ گیاہ

[1] اسقدر ارشاد الخ ۱۲ شعر اس قدر تو نے ہدایت بخشی ہے میرا عیب اس ہدایت سے تو نے چھپایا ہے قطرہ دانش کا جو خود تو نے دیا ہے تو اپنے دریا سے ذرا متصل کردے میری جان میں علم کا قطرہ ہے تن کو خاک و ہوا سے اب چھڑا دے پہلے اس سے کہ خاک سے نہ نکلے دھواں دھواں کھینچے یعنی علم و عقل کا جو قطرہ تو نے مجھ کو عنایت کیا ہے تو اس کو اپنے دریا سے ملا دے اور ہوائے نفسانی اس قطرہ کو نہ اڑا دے اور خاک جسمانی اس قطرہ کو جذب کرکے خشک نہ کردے کہ میں دریائے معرفت سے محروم رہوں از بحر العلوم اگرچہ وہ کھینچ لیویں مگر تو قادر ہے کہ ان سے چھین لیوے یعنی خاک و ہوا وہ قطرہ کھینچ لیوے مگر اے کریم تو قادر ہے ان سے چھین لیوے اور اگر قطرہ ہوا میں یا کہ گرا تیری قدرت کے خزانہ سے کب گیا اگر وہ عدم میں یا کہ سو عدم میں جائے تو بلائے سر کے بل وہ آئے پس ہزاروں ضد ضد کو مارتی ہیں پھر فضل تیرا ان کو باہر کردے یعنی پیدا کردے جانب ہستی کے ہر وقت عدم سے قافلہ پر قافلہ رواں ہے خاص کر ہر ایک شب کو عقل و فکر سب غرق ہو ویں دریا میں بحکم رب پھر صبح کے وقت اللہ والے سر بحر سے نکالیں مثل ماہیوں کے یعنی وہ قطرہ عقل و علم کا کیا ہے جان ہے کہ ذکی تن میں اس خالق نے ڈالا ہے ہر شب عدم کو لے جاتا ہے اور پھر صبح کو تن میں ڈالتا ہے پس مولانا اس کے اظہار قدرت کو بیان کرتے ہیں چنانچہ آگے اس کی مثال ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔ [2] پس خزاں میں الخ ۱۲ شعر جیسے خزاں میں صد ہا شاخ و برگ بھاگ کر جاتے ہیں دریائے مرگ میں اور مانند ماتمیوں کے سیاہ جامہ پہن کر زاغ گلشن میں گرتے ہیں پھر اس کو حکم ہوتا ہے اللہ سے کہ عدم تو نے جو کھایا ہے اگل دے اور اے مرگ سیاہ جو کچھ کھایا ہے اگل دے برگ اور سبزہ و گیاہ سے یعنی مولانا اس کے حقایق آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔

اے برادر یکدم از خود دور شو	با خود آ و غرق بحر نور شو	اے برادر خود سے اکدم دور ہو	خود میں آ اور غرق بحر نور ہو
لے برادر عقل یکدم با خود آر	دمبدم در تو خزان ست و بہار	اے برادر ایک دم ہو ہوشیار	دمبدم تجھ میں خزاں ہے اور بہار
باغ دل را سبز و تر و تازہ بیں	پر ز غنچہ و ورد و سرو و یاسمین	باغ کو سرسبز تازہ دیکھ لے	پر گل و غنچہ سمن شمشاد سے
ز انبہی برگ پنہاں گشتہ شاخ	ز انبہی گل نہاں صحرا و کاخ	ہے چھپی پتوں سے یاں یک یک شاخ	پھولوں سے چھپ گئے ہیں صحرا و کاخ
ایں سخنہائے کہ از عقل کل است	بوئے آں گلزار و سرو و سنبل است	عقل کل سے ہیں یہ باتیں جان لے	بوئے اس گلزار کی پہچان لے
بوئے گل دیدی کہ آنجا گل نبود	جوش مل دیدی کہ آنجا مل نبود	گل کی بو دیکھی جہاں پر گل نہ تھا	جوش مل دیکھا جہاں پر مل نہ تھا
بو قلاوز ست و رہبر مر ترا	می برد تا خلد و کوثر مر ترا	بو ہی رہبر اور ہادی ہے تری	خلد تک لیجائے گی کرکے رہبری
بو دوائے چشم باشد نورساز	شد ز بوئے دیدۂ یعقوب باز	بو سے تیری آنکھ میں ہو نور ہو	بو نے بینا کر دیا یعقوبؑ کو
بوئے بد مر دیدہ را تاری کند	بوئے یوسف دیدہ را یاری کند	بوئے بد آنکھوں کو ہے اندھا کرے	بوئے یوسف آنکھ کو بینا کرے
تو کہ یوسف نیستی یعقوب باش	ہمچو او با گریہ و آشوب باش	تو نہیں یوسف ہے گر یعقوب بن	مثل اس کے رو و پر آشوب ہو
تو کہ شیریں نیستی فرہاد باش	چوں نہ لیلیٰ تو مجنوں گرد فاش	تو نہیں شیریں تو پھر فرہاد ہو	گر نہ لیلیٰ قیس سا آزاد ہو

تفسیر قول حکیم سنائی قدس سرہٗ — تفسیر قول حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ

ناز را روئے بباید ہمچو ورد	چوں نداری گرد بدخوئی مگرد	ناز کو منہ ایسا ہو جیسے کہ پھول	گر نہ ہو ایسا تو بدخوئی فضول

لہ اے برادر خود سے الخ ۱۱ اشعار اے برادر کہ تو خود سے ایک دم میں دور ہو اور خود دین میں آ اور غرق بحر نور ہو اے برادر ایک دم قدر ہوشیار ہو کیونکہ دمبدم تجھے خزاں و بہار ہے یعنی جیسے کہ باغ میں خزاں و بہار ہے اسی طرح تجھ میں ہر دم غم و شادی ہے مگر تو بہ سبب غفلت کے نہیں جانتا ہے پس ہوش میں آ کہ یہ راز تجھ کو معلوم ہو اور باغ کو سرسبز اور تازہ دیکھ لے اور پر غنچہ و گل و سمن ہوں اور بہجوم گل سے صحرا پوشیدہ عقل کل سے یہ باتیں تو جان لے بو ہے اس گلزار کی تو پہچان لے یعنی یہ جو باتیں رسول مقبول سے تو سنتا ہے یہ حق کی باتیں ہیں اور بوصفات کی صفات کو کہتے ہیں پس یہ بوئے صفات جو تو دیکھتا ہے اسی گلزار حق کی ہے گل کی بو دیکھی تو نے کہ وہاں پر گل نہ تھا جوش مل دیکھا تو نے کہ وہاں پر مل نہ تھا یعنی جہاں بو ہو گی وہاں گل ضرور ہو گا اور جہاں جوش مل ہو گا وہاں مل ضرور ہو گا پس جہاں صفات ہوں گی وہاں ذات ضرور ہو گی جبکہ رسول مقبول سے کلام خدا کا نکلے گا ضرور ذات حق اسمیں ہو گی بو ہی رہبر اور ہادی تیری ہے اور خلد تک رہبری کر کے لیجائیگی یعنی ذات حق تک صفات تجھ کو لے جائیگی تو صفات حاصل کر بو سے تیری چشم میں اور جس روشنی ہو بو نے بینا کر دیا یعقوب کو لیکن بو نے اندھا کر دیا اور بوئے یوسف نے بینا کر دیا یعنی محبت دنیا تجھ کو اندھا کر دے اور محبت معشوق حقیقی تجھ کو بینا کر دے تو اگر یوسف نہیں ہے یعقوب ہو مثل اس کے گریہ کر اور پر آشوب ہو یعنی تجھ کو اگر معشوق حاصل نہیں ہے عاشقی کو اختیار کر کے گریہ و زاری مثل یعقوب کے کر تو اگر شیریں نہیں ہے فرہاد ہو اگر تو لیلے نہیں ہے قیس کے مانند آزاد ہو یعنے مقام معشوقی تجھ کو نہ ہو عاشقی اختیار کر تاکہ معشوق حقیقی تجھے حاصل ہو چنانچہ اس کے حقایق مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فاخہم و تدبر ۱۲۔

عہ ناز کے واسطے منہ مثل گل چاہیے اور اگر ایسا تمہارا رخ نہیں ہے تو بدخوئی نہ کر ۱۲۔

اردو (مصرع دوم)	اردو (مصرع اول)	فارسی (مصرع دوم)	فارسی (مصرع اول)
بھونڈی سی صورت اور باتیں نازکی	عیب ہے ہو چشم نابینا کھلی	زشت باشد روے نازیبا و ناز	عیب باشد چشم نابینا و باز
تاکہ تن میں پائے تو پھر زندگی	سن یہ ہے[1] پند حکیم غزنوی	تا بیابی در تن کہنہ نوی	بشنو ایں پند از حکیم غزنوی
آب و گل سے تاکہ بالکل تم چھٹو	جان و دل سے اس رباعی کو سنو	تا کنی بیروں غبی از آب و گل	ایں رباعی را شنو از جان و دل
جان کو ہوش اور ہوش کو تم جان کر	جان و دل سے اس نصیحت کو سنو[2]	ہوش را جان ساز و جاں را ہوش کن	پند او را از دل و جاں گوش کن
مثل یعقوب آہ و زاری کر بسر	روبرو یوسف کے تو نخرے نہ کر	جز نیاز و آہ یعقوبی مکن	پیش یوسف نازش و خوبی مکن
کر نیاز اندر فنا خود کو نہ ناز	ہے مراد اس مرگ طوطی سے نیاز	در نیاز و فقر خود را مردہ ساز	معنی مردن ز طوطی بد نیاز
مثل اپنے خوب فرخندہ کرے	تا دم عیسیٰ تجھے زندہ کرے	ہمچو خویشت خوب و فرخندہ کند	تا دم عیسیٰ ترا زندہ کند
خاک ہو تا گل ہوں پیدا ہفت رنگ	کب بہاروں میں ہوا سرسبز سنگ	خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ	در بہاراں کے شود سرسبز سنگ
خاک اکدم آزمانے کو بنو	ایک مدت تک ہے تم سنگ ہو	آزموں را یک زمانے خاک باش	سالہا تو سنگ بودی دلخراش
تاکہ جانو اعتقاد راستاں	اس بیان میں تم سنو اک داستاں	تا بدانی اعتقاد راستاں	در بیان ایں شنو یک داستاں

داستان پیر چنگی کہ در عہد عمرؓ از بہر خداوند تعالیٰ در گورستان روز بینوائی چنگ می زد

داستان پیر چنگی کی کہ عہد میں عمرؓ خطاب کے خدا کیواسطے مفلسی سے گورستان میں جا کر چنگ بجاتا تھا

[1] سن یہ ہے پند الخ یعنی شعر سن تو یہ ہے حکیم غزنوی کی نصیحت تاکہ تو اپنے جسم میں تازگی پائے جان اور دل سے اس رباعی کو سنو تاکہ آب و گل سے تم چھٹو یعنی رباعی حکیم سنائی غزنوی کی تم سنو کہ عمل اس کے سے تمہارا دل روشن ہو اور قید تعلقات دنیوی سے نجات پاؤ چنانچہ مضمون رباعی کا یہ ہے کہ اوپر لکھا ہے ناز کے واسطے رخ نیک چاہیے اور اگر تو وہ رخ نہیں رکھتا ہے تو یہ خوبی نہ کر عیب ہے کہ چشم نابینا ہو اور کھلی ہو اور برائی ہے کہ بدصورت ہو اور ناز کرے یعنی ناز کے واسطے روے خوب چاہیے یعنی تجھ کو اگر لیاقت معشوقی کی ہے تو جہان کو خود پر مبتلا کر ورنہ عاشقی اختیار کر کہ مقصد کو پائے چنانچہ آگے اس کی تفسیر مولانا ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲

[2] جان و دل سے الخ، شعر اس نصیحت کو تم جان و دل سے سنو جان کو ہوش اور ہوش کو جان کر دو یوسف کے روبرو تو مت ناز کر اور یعقوب کی آہ و زاری کو اختیار کر اس مرگ طوطی سے مراد نیاز ہے اور خود کو دنیا میں فنا کر ناز مت کر تا دم عیسیٰ تجھ کو زندہ کرے اور اپنے مانند خوب خنداں کرے یعنی ناز عشق تجھ کو زندہ کرے اور سب عموم دنیا سے تجھ کو چھڑا دے بہار میں کب سنگ سرسبز ہوا تو خاک ہو کہ گل تجھ سے پیدا ہوں ایک مدت تک تم سنگ ہو کر رہے ایک دم آزمانے کو خاک بنو اس بیان میں تم ایک داستان سنو کہ دوستوں کا تم اعتقاد جانو یعنی تم نیاز اختیار کرو جیسے طوطی نے نیاز اختیار کر کے قیود دنیا سے نجات پائی یعنی پہلے خاک ہونے سے اپنے کو خاک کر دیکھو کہ دانہ خاک سے پیدا ہوتا ہے سنگ سے نہیں ہوتا جیسے پیر چنگی مطرب نے مدت تک عمر گنوائی جو نیاز اور خاکساری اختیار کی مقصد پایا یعنی جب تک عشق خدا سے خود کو ذلیل و رسوا نہ کیا منزل مقصود کو نہ پہونچا واللہ اعلم ۱۲ ۵۳ دوسرا آشنائے پیر چنگی کی ہے یہ جو گاہ نے نفس امارہ کے عشق سے کر روح منجلی ہوئی فافہم ۱۲

ہم شنیدستی کہ در عہد عمرؓ	بود چنگی مطربے با کر و فر	یہ سنا تو نے کہ با عہد عمرؓ	جسمیں چنگی ایک تھا با کر و فر
بلبل از آواز او بیخود شدی	یک طرب ز آواز خوبش صد شدی	مست بلبل ہوتی آواز اُسکی سے	ایک خوشی سو ہوتی آواز اُسکی سے
مجلس و مجمع دمش آراستی	وز نوائے او قیامت خاستی	اُسکا دم مجلس کو رونق دیتا تھا	اسکا نغمہ اک قیامت کرتا تھا
ہمچو اسرافیل کآوازش بفن	مردگاں را جاں در آرد در بدن	مثل اسرافیل وہ آواز سے	ڈالتا تھا جان اندر جان سے
یا رسائل بود اسرافیل را	کز سماعش پر برستی فیل را	یا تھا ہم آواز اسرافیل کا	نکلے پر سننے سے اُسکے فیل کا
ساز دی اسرافیل روزی نالہ را	جان ہر بوسیدۂ صد سالہ را	صور پھونکے گا جب اسرافیل جو	جان دیگا مردہ صد سالہ کو
اولیا را در درون ہم نغمہ ہاست	طالباں را زاں حیات بے بہاست	اولیا کے دل میں ہیں نغمے بھرے	طالبوں کی زندگی بس ان سے ہے
نشنود آں نغمہ ہا را گوش حس	کز ستمہا گوش حس باشد نجس	نغمہ وہ سنتا نہیں ہے گوش حس	کہ ہوا باتوں سے گوش حس نجس
نشنود نغمہ پری را آدمی	کو بود ز اسرار پریاں اعجمی	کیا سنے نغمہ پری کا آدمی	کہ پری سے اُسکو ہے نا واقفی
گرچہ ہم نغمہ پری زیں عالمست	نغمۂ دل برتر از ہر دو دمست	گو پری کا نغمہ اس عالم سے ہے	دل کا نغمہ بڑھ کے دونوں دم سے ہے
معشر الجن سورۂ رحمن بخواں	تستطیعوا تنفذوا را باز داں	معشر الجن سورۂ رحمن پڑھو	تستطیعوا تنفذوا کو جان لو
سورۂ رحمن بخواں اے مبتدی	تا شوی بر سر پریاں مہتدی	سورۂ رحمن تو پڑھ اے مبتدی	راز پریوں کے تجھے ہو آگہی
کار ایشاں ست جاں ہمے پری	گر دوت روشن چو جوے رہبری	کام انکا بھی پری سے بڑھ کے ہے	ہو تو روشن گر تجھے رہبر ملے
نغمہ ہاے اندرونی اولیا	اولا گوید کہ اے اجزاے لا	نغمہ ہاے باطنی اولیا	پہلے کہتے ہیں کہ اے اجزاے لا
ہیں ز لائے نفی سرہا بر زنید	ویں خیال و وہم یکسو افگنید	لا نفی سے تو بھی سر کو توڑ دے	اس خیال و وہم کو تو چھوڑ دے

سلہ یہ سنا تو نے الخ ۔ شعر حضرت عمرؓ کے عہد میں یہ تو نے سنا ہوگا کہ ایک چنگی ایک قوال تھا بلبل اسکی آواز سے مست ہوتی اور ایک خوشی اسکی آواز سے سو ہوتی اس کا دم رونق مجلس کو دیتا اور اس کا نغمہ ایک قیامت برپا کر دیتا یعنی آواز اسکی مردہ دل زندہ کر دیتی مثل اسرافیل کے وہ آواز سے ڈالتا تھا جان جسم میں دیا تھا ہم آواز اسرافیل تاکہ اسکے سننے سے پر فیل کے نکلے یعنی آواز اسکی مثل اسرافیل کی تھی یا ہم آواز اسرافیل کے تھا جیسے آواز اسرافیل سے قیامت کے دن تن مردوں کے زندہ ہونگے ایسے ہی اسکی آواز سے دل مردہ زندہ ہوتے تھے پس اسرافیل صور پھونکیگا مردہ صد سال کو جان دیگا اولیا کے دلمیں نغمے بھرے ہیں اور طالبوں کو وہ زندہ کرتے ہیں وہ نغمے گوش حس سنتا نہیں ہے کیونکہ گوش حس بد باتوں سے نجس ہوتے ہیں اسکی مثال مولانا بیان فرماتے ہیں جیسے پری کا نغمہ آدمی نہیں سنتا ہے کیونکہ پری سے اسکو آگہی نہیں گو کہ پری کا نغمہ بھی ہے اس عالم سے دل کا نغمہ زیادہ دونوں دم سے ہے یعنی انسان و پری کے نغمے سے دل کا نغمہ زیادہ مخفی ہے اور پری و آدمی زندان میں ہیں اور دونوں زندانی نادان ہیں سورۂ رحمن تو پڑھ لے آیہ کریمہ یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان یعنی اے گروہ جن و انس اگر تم چاہتے ہو کہ نکلیں اطراف آسمان و زمین سے پس باہر جاؤ تم اور نہیں جا سکو گے مگر خدا کے لطف و مدد کے سوا اسلئے کہ خداوند عالم نے مقید تم کو کیا ہے۔ اے مبتدی سورۂ رحمن تو پڑھ کہ پریوں کے راز سے تجھ کو آگہی ہو کام ان کا بھی پری سے بڑھ کر ہے اگر تجھ کو رہبر ملے تو روشن ہو یعنی اولیا کا کام پریوں سے بڑھ کر ہے یہ کہ نغمے باطنی اولیا کے دل کو کہتے ہیں کہ اجزاء لا تو لائے نفی سے کہتے ہیں کہ سر تو توڑ دے اور اس خیال و وہم کو تو چھوڑ دے یعنی اجزاء جسم کے نفی ہو گئے ہیں پس تو لائے نفی سے اس کو فنا کر دے تاکہ قید اس گنبد گردوں سے تجھ کو رہائی ہو اور معرفت حق سے آسمان سے جا اور معرفت دریافت کر احوال پریوں سے چنانچہ معرفت اولیا کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

جمله پوسیده در کون و فساد / جان باقیتان نروئید و نزاد
گر بگویم شمه‌ای زان نغمه‌ها / جانها سر بر زنند از دخمه‌ها
هم پری و آدمی زندانی اند / هر دو در زندان این نادانی اند
گوش را نزدیک کن کان دور نیست / لیک نقل آن بتو دستور نیست
هین که اسرافیل وقت اند اولیا / مرده را زیشان حیاتست و نما
جانهای مرده اندر گور تن / بر جهد ز آوازشان اندر کفن
کاین صدا از صداهای جداست / زنده کردن کار آواز خداست
مرده بودیم و بکلی کاستیم / بانگ حق آمد همه برخاستیم
بانگ حق اندر حجاب و بی حجیب / آن دهد کو داد مریم را ز جیب
ای فناتان نیست کرده زیر پوست / باز گردید از عدم ز آواز دوست
مطلق آن آواز خود از شه بود / گرچه از حلقوم عبد الله بود
گفته او را من زبان و چشم تو / من حواس و من رضا و خشم تو
رو که بی یسمع و بی یبصر توئی / سر توئی چه جای صاحب سر توئی

جملہ[1] اے بوسیدہ تنو کب تک یونہی / جان باقی کچھ تمہاری نے اُگی
گر کہوں میں نغمہ اک ان سے ذرا / زخمہ سے سب جانیں نکلیں برملا
ہیں پری و آدمی زندان میں / دونوں ہیں زندان میں نادان ہیں
گوش کو نزدیک کر کب دور ہے / پر بیان کرنے کا نے دستور ہے
ہیں[2] یہ اسرافیل وقت اب اولیا / مرنے والوں کو یہ دیتے ہیں جلا
ہیں یہ مردہ جانیں اندر گور تن / نکلیں آواز آکے سن اندر کفن
ہے یہ آوازوں سے آواز جدا / زندہ کرنا کار آواز خدا
مر گئے ہم اور بالکل گھٹ گئے / حق کی آواز آئی ہم سب جی گئے
پردہ او بے پردہ آواز خدا / وہ ہی ہے جو بخشا مریم کو دیا
تم فنا اس صورت میں جو فانی ہوئے / لوٹ عدم سے یار کی آواز سے
مطلق آواز وہ ہے شاہ سے / گرچہ ہے حلقوم عبد اللہ سے
بولا میں اس سے تیری چشم و زباں / میں ترا خشم و رضا ہوں ہی بیاں
جا کہ بی یسمع و بی یبصر تو ئی / سر توئی کیا جائے صاحب سر توئی

تفسیر من کان للّٰہ کان اللّٰہ لہ وبیان آن

تفسیر من کان للّٰہ کان اللّٰہ لہ اور بیان اسکا

چون شدی من کان للّٰہ از وله / حق ترا باشد که کان اللّٰه له
گه توئی گویم ترا گاهی منم / هرچه گویم آفتاب روشنم

جو[3] کہ ہے فرمان پہ حکم خدا / حق تو یہ ہے حق بھی پھر اسکا ہوا
گہ کہوں میں تجھ کو تو اور گاہ میں / کچھ کہوں خورشید اک روشن ہوں میں

[1] جملہ اے بوسیدہ الخ ۱۳ شعر اے جملہ بوسیدہ تنو کب تک دنیا تمہاری جان باقی کچھ نہیں آ گی یعنی تم اس جسم بوسیدہ میں رہے اور کبھی اس جسم سے باہر نہیں نکلے گر میں ذرا اس نغموں میں سے کہوں تو جانیں سب گور سے نکل آئیں تو کان کو نزدیک کر دور کب ہے لیکن بیان کرنے کا دستور نہیں ہے واضح ہو کہ مولانا جدائی کا بیان ناز کے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں صدائے خدا اسکو کہتے ہیں کہ خدا وند عالم نے روز میثاق کو الست بربکم کہا اور سب جانوں نے اس آواز کو ایک الحان کے ساتھ سنا چنانچہ حضرت محبوب علی صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس آواز کو راگ پوربی میں سنا ہے اسی طرح پر ہر ایک جان نے سنا ہے علیٰ قدر مراتب چنانچہ وہ آواز آج تک بھری ہے چنانچہ ہر ایک کے دماغ میں آواز جاری ہے اور دل کو وہ آواز سنائی دیتی ہے الامر شد درکار ہے پس مرشد سے اس راز کو سن بیان سے میں معذور ہوں فافہم ۱۲

[2] ہیں یہ اسرافیل وقت الخ ۹ شعر اولیا اسرافیل وقت ہیں اور زندگی مردوں کو دیتے یہ مردہ جانیں ہیں اندر گور تن کے اُن کی آواز کفن میں سنکر باہر نکلیں یہ آواز ان آوازوں سے جدا اور زندہ کرنا کام آواز خدا کا ہے ہم مر گئے اور بالکل گھٹ گئے جب کہ حق کی آواز آئی جی گئے پردہ و بے پردہ اور وہ ہی جمع ہوئے فافہم ۱۲

[3] جو کہ تو ہے الخ ۲ شعر تو اگر اللہ کا ہو تو اللہ تیرا ہوگا کہوں میں تجھ کو تو اور گاہ میں کچھ ہی کہوں لیکن ایک خورشید روشن ہوں میں باقی اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲ـ

هر کجا تابم ز مشکات دمی | حل شد آنجا مشکلات عالمی
هر کجا تاریکی آمد ناسزا | از فروغ ما شود شمس الضحی
ظلمتی را کآفتابش بر نداشت | از دم ما گردد آن ظلمت چو چاشت
آدمی را او بخویش اسما نمود | دیگران را ز آدم اسما می گشود
آب خواه از جو بجو خواه از سبو | کین سبو را هم مدد باشد ز جو
نور خواه از مه طلب خواهی ز خور | نور مه هم ز آفتابست ای پسر
مقتبس شو زود چون یابی نجوم | گفت پیغمبر که اصحابی نجوم
خواه ز آدم گیر نورش خواه از و | خواه از خم گیر می خواه از کدو
کین کدو با خم به پیوستست سخت | نی چو تو شد دان کدوی نیکبخت
گفت طوبی من رآنی مصطفی | والذی یبصر لمن وجهی رأی
چون چراغی نور شمعی را کشید | هر که دید آنرا یقین آن شمع دید
همچنین تا صد چراغ ار نقل شد | دیدن آخر لقای اصل شد
خواه از نور پسین بستان تو آن | هیچ فرقی نیست خواه از شمع دان

جس جگہ روشن کروں تیرا چراغ | اپنی مشکل سے ہو دنیا کو فراغ
جس جگہ ہووے اندھیرا بدنما | ہو ہمارے سایہ سے شمس الضحی
وہ ظلمت جو نہ ہو خورشید سے | ہو وہ ظلمت نور بس دم سے مرے
اُس نے اسما اپنے آدم سے کہے | اور آدم سے سبھوں کو کھل گئے
ڈھونڈھ پانی خم سے تو یا نہر سے | خم میں جو پانی ہے سب آیا نہر سے
نور مہ سے ڈھونڈھ یا خورشید سے | نور مہ خورشید کا ہے جان لے
اخذ کیجئے نور جب پاوے نجوم | بولے پیغمبر کہ اصحابی نجوم
نور لے آدم سے یا اُس مست سے | لے تو خم سے لے وہ یا شیشہ سے لے
خم سے یہ شیشہ رکھے ہے اتصال | وصل شیشہ کا نہیں تیری مثال
بولے طوبیٰ من رآنی مصطفےٰ | والذی یبصر لمن وجہی رأی
جو چراغ اک شمع سے روشن ہوا | شمع اُس نے دیکھی جسکو وہ ملا
روشن اس لو سے چراغ ایسے ہوے | دیکھا آخر کا چراغ اول سا ہے
خواہ شمع آخریں سے نور لے | خواہ لے تو شمع سے کیا فرق ہے

له جس جگہ روشن الخ ۲ شعر کچھ ہی کہوں لیکن میں جس جگہ میں چمکوں تیرے ہی چراغ سے وہاں مشکل حل ہو وے کہ جو اہل عالم رکھتے جس جگہ ظلمت ہووے بدنما وہ میرے پرتو سے آفتاب روشن ہووے جو ظلمت کہ خورشید سے دور نہ ہووے وہ ظلمت میرے دم سے نور ہووے یعنی مولانا کمال عارف کا بیان فرماتے ہیں کہ جب عارف ذات حق میں فنا ہوتا ہے تو خلق اللہ کو اسطرح نفع پہونچاتا ہے چنانچہ آگے حال انبیاء و اولیا کے ایک ہونیکا فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔ ٢ اس نے اسما الخ ۲ شعر خداے عالم نے اپنے اسما آدم کو بتائے اور آدم سے سب کو معلوم ہوے اب تو خم سے ڈھونڈھ یا نہر سے خم میں جو کہ آب ہے وہ نہر سے آیا ہے نور لے تو ماہ سے یا خورشید سے مگر نور در اصل خورشید کا ہے تو نور حاصل کر اگر تو انجم پاوے کہ پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم یعنے اصحاب میرے ستارے ہیں جس نے اقتدا کی ہدایت پائی پس تو نور آدم سے حاصل کر یا اس ماہ سے لے اور پانی تو خم سے لے یا شیشہ سے کہ خم سے یہ شیشہ رکھتا ہے اتصال اور وصل شیشہ کا تیری مثال نہیں ہے یعنی انبیا مثل نہر کے ہیں اور اولیا مثل ستاروں کے ہیں پس آب خم و نہر کا ایک ہے اور نور ماہ و ستاروں کا ایک ہے اس واسطے حضرت صلعم نے اپنے یاروں کو ستارے فرمایا ہے کہ وہ ادیب ہیں غرضکہ ذات حق مثل آفتاب سب کے ہے اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مثل ماہ کے ہیں اور اولیا امت مثل ستاروں کے پس نور ان تینوں کا یک ہے اس واسطے صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ جو طالب فنا فی الشیخ ہوا تو فنا فی الرسول و فنا فی اللہ ہوا پس اتصال انبیا و اولیا کا اپنے مانند نہ چاہیے جاننا یہی راز ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الحدیث من رآنی فقد رأی الحق یعنی جس نے مجھ کو دیکھا اُس نے حق تعالے کو دیکھا اس واسطے کہ میرا نور عین خدا کا نور ہے نہ صورت ظاہری اس میں صوفیان بہمعنی گر وحدت کا ہے باقی حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔ ٣ بولے الخ ۴ شعر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوشخبری ہو جو اُس کسی نے کہ دیکھا مجھکو برگزیدہ اور اس آدمی کو کہ جس نے دیکھا میرے منھ کو دیکھنے والیکو جو چراغ کہ ایک شمع سے روشن ہوا اُس نے شمع جس نے دیکھی جس نے وہ چراغ دیکھا پھر روشن اُس سے سو چراغ ہوے دیکھا آخر کا چراغ اول کے مانند ہے خواہ آخر کے چراغ سے نور لے خواہ شمع سے کچھ فرق نہیں ہے یعنی شمع حضرت رسول مقبول صلعم ہیں اور چراغ پیران طریقت و مرشدان حقیقت ہیں پس جس مرشد سے تو نور باطن حاصل کرے وہ شمع جمال حضور کا ہے چنانچہ اس نور عشق کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔

خواہ بیں ورا تا چراغ آخریں　　خواہ بیں نورش ز شمع غابریں

خواہ چراغ آخریں کا نور دیکھ　　خواہ شمع اولیں کا نور دیکھ

در معنی حدیث ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لہا

تفسیر حدیث ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لہا

گفت پیغمبر کہ نفحتہائے حق　　اندریں ایام مے آرد سبق

گوش ہش دارید ایں اوقات را　　در ربائید انچنیں نفحات را

نفحہ آمد مر شما را دید و رفت　　ہر کرا میخواست جاں بخشید و رفت

نفحہ دیگر رسید آگاہ باش　　تا ازیں ہم وانمانی خواجہ تاش

جان آتش یافت زاں آتش کشے　　جان مردہ یافت از وے جنبشے

جان ناری یافت از وے انطفا　　مردہ پوشید از بقائے او قبا

تازگی و جنبش طوبے است ایں　　ہمچو جنبشہائے خلقاں نیست ایں

گر در افتد در زمین و آسماں　　زہرہ شاں آب گردد در زماں

خود ز بیم ایں دم بے منتہا　　باز خواں فابین ان یحملنہا

ورنہ خود اشفقن منہا چوں بدی　　گرنہ از بیمش دل کہ خوں شدی

دوش دیگر گونہ ایں میداد دست　　لقمہ چندے درآمد رہ ببست

بولے پیغمبر کہ نفحتہائے حق　　اندنوں میں رکھتے ہیں پیش سبق

ہوش کا تم گوش اپنے اب رکھو　　کر لو حاصل ایسے تم نفحات کو

آیا نفحہ تم کو دیکھا اور پھرا　　جسکو چاہا جان بخشی اور گیا

نفحہ پہونچا دوسرا آگہ رہو　　تاکہ اس سے بھی نہ تم محروم ہو

اس سے آتش کو آتش کش ملا　　پائی اُس سے جان مردہ نے بقا

جان ناری کی ہوئی اس سے فنا　　اُس بقا سے پہنی مردہ نے قبا

تازگی اور جنبش طوبی یہ ہے　　اور نہیں یہ مثل جنبش خلق سے

گر زمین و آسمان میں یہ پڑے　　زہرہ پانی ہووے انکا جب وے

اس دم خالی کے ڈر سے لے ولا　　پھر تو پڑھہ فابین ان یحملنہا

ورنہ خود اشفقن منہا ہوتا کیوں　　گر نہ ڈر سے کوہ کا دل ہوتا خوں

شب کو تازہ ڈھنگ سے آتا تھا وہ　　چند لقمے آئے روکے راہ کو

سلہ خواہ چراغ الخ، شعر خواہ چراغ آخر کا تو نور دیکھ خواہ شمع اول کا نور دیکھ جناب رسول مقبول صلعم نے فرمایا ہے خوشبو حق کی جان ان دنوں رکھتی ہے نظیر تم اپنے ہوش کا گوش اب رکھو اور کر تو حاصل ایسی خوشبو کو آئی خوشبو تم کو دیکھا اور پھری جس کو چاہا جان بخشی اور گئی دوسرے خوشبو پہونچی آگاہ رہو تاکہ اس سے محروم نہ رہو جان نے آتش کش پایا ہے اور جان مردہ نے اس سے جنبش پائی ہے جان کو تازگی ہوئی اس سے فنا اور بقا سے پہنی مردہ نے قبا واضح ہو کہ نفحہ حق سے مراد یہاں عشق ہے اور آتش کش سے مراد جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم یا مرشد کامل ہے اور جان ناری سے مراد شیطان ہے یعنی اندنوں غلبہ عشق ہے اور جان نے اس سے زندگی پائی ہے اور شیطان اس آتش عشق سے مردہ ہوا ہے چنانچہ اس کا حال آگے مولانا لکھتے ہیں فافہم ۱۲، سلہ تازگی الخ، شعر تازگی اور خوبی جنبش خلق کی نہیں ہے اگر یہ زمین و آسمان میں پڑے تو ان کا زہرہ آب ہو جائے اے دل اس غم جانی کے خوف سے پھر تو پڑھہ آیہ کریمہ انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوما جہولا یعنی ہم نے ظاہر کیا امانت عشق کو آسمان و زمین و پہاڑوں پر پس انکار کیا اُٹھانے سے اور ڈرے اور اُٹھایا اس کو انسان نے تحقیق انسان ظالم اور جاہل تھا ورنہ خود اشفقن منہا یعنی کیوں ڈرتا ہے اگر خوف سے کوہ کا دل خون نہ ہوا شب کو وہ دوسرے ڈھنگ پر آتا ہے چند لقمے طعام نے اسکی راہ روکی یعنی عشق شب کو اور ہی ڈھنگ پر آتا ہے کہ غذائے نفسانی نے اسکی راہ بند کی واضح ہو کہ اس غذا سے نفس امارہ کو غلبہ ہوتا ہے اور عشق کا زور جاتا رہتا ہے اسواسطے تقلیل غذا مبتدی کو ضروری ہے چنانچہ اس کو دل مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

ہر بقمہ گشت لقمانے گرو	وقت لقمان است اے لقمہ برو	واسطے لقمے کے گر لقمان بنا	وقت لقمانی کا اے لقمہ تو جا
از ہوائے لقمہ ایں خار خار	از کف لقمان بروں آرید خار	خواہش لقمہ کا جو کانٹا لگا	پاؤں سے لقمان کے اسکو کر جدا
در کفش خار و سایہ‌اش نیز نیست	لیک تان از حرص آں تمیز نیست	اسکے پا میں خار کیا سایا نہیں	حرص سے تم نے یہ کچھ سمجھا نہیں
خار دان آں را کہ خرما دیدۂ	زانکہ بس نان کور و بس نادیدۂ	جو کہ خرما دیکھا اسکو خار جان	کیوں تو روٹی ٹکڑے ٹکڑے کا دیواں
جان لقمہ کو گلستان خداست	پائے جانش خستۂ خارے چراست	جان جوں لقمان ہی بستان خدا	پائے جاں میں اسکے کیوں کانٹا چبا
اشتر آمد ایں وجود خار خوار	مصطفیٰ زادے بریں اشتر سوار	یہ شتر ہے تن کہ جو کھاتا ہے خار	مصطفیٰ زادہ ہے ناقہ پر سوار
اشترا تنگ گلے بر پشت تست	کز نسیمش در تو صد گلزار رست	اے شتر ہے خار گل تجھ پر لدا	کہ صبا نے اُسکی گلشن ہیں کھلا
میل تو سوئے مغیلان ست و ریگ	تا چہ گل چینی ز خار مردہ ریگ	تجھ کو ہے خار مغیلاں کی ہوس	خار سے گلچیں کیا کرتا ہے بس
اے بگشتہ زیں طلب از کو بکو	چند گوئی کیں گلستان کو و کو	اس طلب میں اے پھرے تو کو بکو	کب تلک ڈھونڈے گلستاں کاں و د
پیش ازاں کیں خار پا بیروں کنی	چشم تاریک ست جولاں چوں کنی	اس سے پہلے کہ نکلے خار کو	چشم نابینا ہے بھاگے کیسے تو
آدمی کو می نگنجد در جہاں	در سر خارے ہمی گردد نہاں	آدمی کہ نے جہاں میں آسکے	دشت میں اک خار کے وہ چھپے
مصطفیٰ آمد کہ سازد ہمدمی	کلمینی یا حمیرا کلمی	مصطفیٰ اگر کریں بس ہمدمی	کلمینی یا حمیرا کلمی

شرح واسطے لقمے کے الخ. شعر لقمے کے واسطے لقمانی بنا یعنی جان مجتبیٰ اور وقت لقمانی کا ہے لئے تو تو جا خواہش لقمہ کا جو کہ خار لگا پاؤں میں لقمان جان کے تو اس کو نکال کہ اثر خار کا اس کے پاؤں میں ہے لیکن تمیز اس کے بسبب حرص کے تم کو نہیں ہے جو کہ خرما دیکھا اس کو خار جان کیونکہ تو روٹی کا بھوکا ہے جان مانند لقمان کے ہے بوستان خدا اس جان کے پاؤں میں کیا ہے خار لگا ہے یہ بدن شتر ہے جو کہ خار کھاتا ہے مصطفیٰ زادہ جو اس پر سوار ہے کہ خار کھاتا ہے اے شتر تجھ پر جو گل لدا ہے کہ صبا سے اس کے گلشن اس میں کھلا ہے یعنی یہ جسم شتر ہے اور جان مثل مصطفیٰ زادہ کے جیسے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ایک روز شتر کی سواری کے موسم تھے آنحضرت صلعم نے انکو اپنی پشت پر سوار کیا اور فرمایا کہتے تھے اونٹ موجب حدیث شریف نعم الراکب ونعم الجمل یعنی اچھا سوار ہے اور کیا اچھا جمل ہے پس یہ جان لقمان ہے کہ سبب لقمہ نفسانی کے بے خبر ہے تو اے طالب اس لقمہ نفسانی سے جان کو پاک کر تا عشق اس کو خبردار کرے اور معرفت الٰہی اس کو کھلے بقول سعدی علیہ الرحمہ سہ اندرون از طعام خالی دار تا درو نور معرفت بینی چنانچہ مولانا اس عشق کا راز آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ شرح شعر شتر تجھ کو خار مغیلاں کی ہوس ہے تو خار سے گلچینی کیا کرتا ہے اے جسم لذائذ دنیوی بمنزلہ مغیلان ہے گل معنی ونعمت باطنی نہیں ہے کہ تو سنو گل چینی لیعنی معنی کے جانتا ہے اے شخص اس مطلب میں تو کو بکو پھرے اور کب تک کہے وہ گلستان کدھر یعنی کب تک اس کو تلاش کرے اس سے پہلے کہ تو خار کو پاؤں سے نکالے تیری چشم نابینا ہے تو کیسے بھاگے گا یعنی ترک دنیا کرنے سے اول کہ تو دل سے نابینا ہے جیسے بہا نہ کر آدمی کہ جہان میں نہیں سما سکتا ہے ایک خار کی دشت میں چھپے یعنی جسم میں کہ مثل خار کے ہے وہ روح باوجود اس بزرگی کے چھپی نادر ہے چنانچہ مولانا اسکی مثال فرماتے ہیں کہ جیسے مصطفیٰ صلعم اگر ہمدمی کریں اور کہیں کلمینی یا حمیرا یعنی کلام کر مجھ سے اے حمیرا اور چونکہ حمیرا لقب ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا پس حضرت رسول مقبول صلعم کو انفصال کی حالت میں جب انفصال کی خواہش ہوتی تو آپ حضرت عائشہ سے فرماتے ہیں کہ کچھ باتیں کرو جبکہ بی بی صاحبہ کچھ کلام کرتی تھیں تو آپ مشاہدہ ومقام تشبیہ سے تو جمال یار ہوتے تھے اسی کو دید تشبیہ کہتے ہیں پس مولانا اس مثال میں بیان فرماتے ہیں کہ نور روحی باوجود کل ہونے کے جسم بشری میں کہ جزء ہے بس آیا کیونکہ نور محمدی سے کل عالم پیدا ہوا ہے پس کل جز میں جیسے آیا کیونکہ دریا قطرہ میں سما نہیں سکتا ہے غرض اس راز کے انکشاف کو معرفت کہتے ہیں فہم

من فہم ۱۲

اے حمیرا آتش اندر نہ تو نعل	تا ز نعل تو شود این کوہ لعل	اے حمیرا آگ میں تو رکھدے نعل	بیقراری سے تری یہ کہ ہو لعل
این حمیرا لفظ تانیث ست جان	نام تانیثش نہند این تازیان	لفظ تانیث ہے حمیرا اور جان	نام تانیث اسکا رکھیں تازیاں
لیک از تانیث جان را باک نیست	روح را با مرد و زن اشراک نیست	پر نہ ڈر ہے جان کو تانیث سے	مرد و زن سے وہ بھی شرکت نہ رکھے
از مونث وز مذکر برترست	این نہ آن جانست کز خشک و ترست	برتری یہ مرد و زن سے رکھے	یہ نہ وہ جان ہے کہ خشک و تر سے ہے
این نہ آن جانست کافزاید ز نان	تا گہے باشد چنین گاہے چنان	یہ نہ وہ جان ہے کہ نہ یا دکھے نان	تا کہ ہو گاہے چنیں گاہے چناں
خوش کنندہ است خوش و عین خوشی	بیخوشی نبود خوشی اے مرتشی	کرنیوالی خوش ہو اور عین خوشی	بیخوشی کب ہو خوشی اے رشوتی
چون تو شیرین از شکر باشی بود	کان شکر گاہے ز تو غائب شود	جو شکر باشی سے بس شیریں تو ہو	اور کبھی غائب شکر تجھ سے ہو وُد
چون شکر گردی ز تاثیر وفا	کے بود شکر ز شیرینی جدا	ہو شکر تو جبکہ از راہ وفا	ہووے کب شکر سے شیرینی جدا
زہر محض ست آنکہ باشد بیوفا	ہب لنا یا ربنا نعم الوفا	محض ہے وہ زہر جو ہو بیوفا	بخشدے ہمکو وفا تو اے خدا
عاشق از حق چون غذا یابد رحیق	عقل آنجا گم شود اے خوش رفیق	حق سے عاشق مے کی جو پائے غذا	عقل اُس جا گم ہو اور ہوش و ہوا
عقل جزوی عشق را منکر بود	گرچہ بنماید کہ صاحب سر بود	عقل جزوی عشق سے منکر ہوئی	گر دکھائی دے وہ بھید سے بھری
زیرک و داناست اما نیست نیست	تا فرشتہ لا نشد آہرمنیست	وہ ہے دانا اور نہ فانی ہووے	تا نہ ہو فانی فرشتہ دیو ہے
او بقول و فعل یار ما بود	چون بحکم حال آئی لا بود	یار قول و فعل میں میری ہو وہ	جو بحکم حال آئے نفی ہو
لا بود چون او نشد از ہست نیست	چونکہ طوعاً لا نشد کرہاً بسے ست	ہو وہ نفی گر نہیں وہ نیست سے	جو نہ رغبت سے تو ہووے زور سے

لے اے حمیرا الخ شعر اے حمیرا آتش میں تو نعل رکھدے کہ تا بیقراری سے تیرے کوہ لعل ہو وے یعنی نظر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں حق درجہ کمال ظاہر ہوا تھا اسواسطے جناب رسول صلعم فرماتے تھے کہ تم کلام کرو تا جلوۂ حق بدرجہ اتم متجلی ہو تا گرمی شوق سے کوہ بدن میرا لعل ہو وے اور خار کے دور ہونے سے گلستان حق کا مشاہدہ ہو از بحر العلوم حمیرا اور جان لفظ تانیث ہے اور نام تانیث اہل عرب رکھتے ہیں لیکن جان کو تانیث کا خوف نہیں ہے کہ جان مرد و زن ہونے سے شرکت نہیں رکھتی ہے یہ مرد و زن سے برتری رکھتی ہے یہ وہ جان نہیں کہ خشک و تر سے ہو یہ وہ جان نہیں ہے کہ نان سے زیادہ ہوتا کہ کبھی ایسے ہو وہ کبھی ویسے ہو یعنی حمیرا لفظ تانیث ہے اور جان بھی تانیث ہے اور جان سے مراد ذات ہے اور ذات حق پر مرد و عورت ہونا اطلاق نہیں کرتا پس مولانا فرماتے ہیں کہ مراد اس جان سے صورت مثالی ہے اس روح حیوانی سے مراد نہیں ہے کہ جو غذا کے بخار لطیف کو حکما روح حیوانی کہتے ہیں پس وہ جان خوش کرنے والی ہے اور عین خوشی و بے خوشی کے کب خوشی اے رشوتی یعنی خوشی نفس کی بطور اہل رشوت کے لالچ سے ہے اور خوشی جان کی عین خوشی ہے کچھ عارضی نہیں ہے از بحر العلوم جو شکر باشئ مرشد سے تو شیریں ہو اور کبھی وہ شکر سے غائب ہو جو تہنے شکر کی از راہ وفا کے بس شکر سے کب شیرینی جدا ہو وے یعنی جو شکر پاشی فیضان مرشد سے تو شیریں کیفیت ہو تو کبھی وہ فیضان تجھ سے کیفیت جدا نہ ہو وے یعنی بسبب وفا کے وہ کیفیت فیضان کی تجھ میں ہمیشہ رہے گی چنانچہ مولانا آگے فرماتے ہیں فافہم ۵ محض ہے الخ شعر جو کوئی بیوفا ہووے وہ فکر فیضان اُس کو زہر محض ہے پس اے رب عنایت کر مجھکو بہتر وفاداری حق سے جو عاشق مے کی غذا پائے اس جا عقل گم ہو اور ہوا و ہوس جائے عقل جزوی منکر ہوتی عشق سے اگرچہ اُسکو اہل راز دیکھتے ہیں وہ دانا ہے ولیکن فانی نہیں ہے جب تک کہ فرشتہ نہ ہو شیطان ہے وہ فعل و قول میں یار میری ہے جبکہ حکم حال کا آئے وہ نفی ہو اگر وہ تانیث نہیں ہے جو کہ رغبت سے نہ ہو تو وہ زبر سے ہے یعنی یہ عقل معاش عشق سے منکر ہے اگر فعل و قول میں یار میری ہے جبکہ حال پیدا ہوتا ہے تو نفی گم ہو جاتی ہے اگر رغبت سے کم نہ ہوگی تو وہ زور سے ہو گی چنانچہ مولانا آگے اس کی مثال دیتے ہیں فافہم ۔۔

جان کمال است و ندای او کمال / مصطفیٰ گویان ارحنا یا بلال

ای بلال افراز بانگ سلسلت / زان دمی کاندر دمیدم در دلت

ای بلال این گلبنت ای جان بیار / خیز بلبل وار جان می کن نثار

زان دمی کادم ازو مدہوش شد / ہوش اہل آسمان بیہوش شد

مصطفیٰ بیخویش شد زان خوب صوت / شد نمازش از شب تعریس فوت

سر ازان خواب مبارک بر نداشت / تا نماز صبحدم آمد بچاشت

در شب تعریس پیش آن عروس / یافت جان پاک ایشان دستبوس

عشق و جان ہر دو نہانند و ستیر / گر عروسش خواندہ ام عیبے مگیر

از ملال یار خامش کردمے / گر ہمو مہلت بدادی یکدمے

لیک میگوید بگو ہین عیب نیست / جز تقاضای قضای غیب نیست

عیب باشد کو نبیند جز کہ عیب / عیب کے بیند روان پاک غیب

عیب شد نسبت بمخلوق جہول / نے بہ نسبت با خداوند قبول

کفر ہم نسبت بخالق حکمت است / چون بما نسبت کنی کفر آفت است

جان کمال اور بانگ انکی ہے کمال / مصطفیٰ بولے ارحنا یا بلال

اے بلال اپنی وہ خوش تو بانگ دے / ساتھ اُس دم کے جو پھونکا میں نے ہے

میری گلبن پر بلال اے جان تو وار / مثل بلبل جان اپنی کر نثار

آدم اُس دم سے ہوا مدہوش ہے / ہوش اہل چرخ کا بیہوش ہے

مصطفیٰ اُس بانگ سے بیخود ہوئے / گئی نماز انکی شب تعریس سے

سر نہ اُس خواب مبارک سے اٹھا / تا نماز صبح ہوئی اُنکی قضا

اُس شب تعریس میں نزد عروس / انکی جان پاک تھی ہم دست بوس

عشق و جان دونوں جو پوشیدہ ہیں / گر عروس اسکو کہیں کیا عیب ہے

ہوتا میں خامش ملال یار سے / گر وہ فرصت ایکدم دیتا مجھے

پر وہ کہتا ہے کہو کیا عیب ہے / ہے نہ خواہش جز تقاضائے غیب کے

عیب وہی ہو کہ دیکھے عیب کو / کب یہ دیکھے ہے عیب جان غیب کو

عیب ہوتا ہے بہ نسبت خلق کے / اور نہیں خالق کی نسبت جان لے

کفر نسبت حق کے حکمت جان لو / اور ہماری نسبت آفت جان لو

سلہ جان کمال الخ ایک شعر جان جس کی کامل ہے مصطفیٰ نے فرمایا ارحنا یا بلال واضح ہو کہ جناب رسول مقبول صلعم جب کہ عقل ظاہری سے جدا ہونا چاہتے تھے تو حضرت بلال کو فرماتے تھے کہ تم بانگ نماز کہو چونکہ بلال خوش آواز نہ تھے مگر روح پاک حضور کی مست عشق ہو کر عقل بند کر دیتی تھی چنانچہ صوفیہ کرام شغل اسی کو کہتے ہیں کہ از راہ دیدہ چشم یا صدائے گوش کے جان کو مست عشق کر کے عقل روشن کو بند و نفی کرتے ہیں چنانچہ شغل کا حال مولانا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ اے بلال الخ شعر اے بلال وہ خوشگو تو بانگ دے ساتھ اس عشق کے کہ میں نے تجھ میں جو پھونکا ہے میری گلبن وجود پر تو اے بلال جان قربان کر اور مثل بلبل کے اپنی جان نثار کر آدم علیہ السلام دم عشق سے بیہوش ہو گئے اور ہوش اہل فلک کا بیہوش ہے پس مصطفیٰ صلعم اس بانگ سے بیخود ہیں اور نماز اُن کی فوت شب تعریس سے ہوئی واضح ہو کہ حضرت رسول مقبول صلعم جبکہ غزوہ خیبر سے پھرے اور تمام شب راہ چلے پچھلی شب کو جبکہ منزل پر آئے حضرت بلال سے فرمایا کہ تم نماز پڑھنا اور ہم کو بیدار کرنا بلال نے بانگ دی فجر کی خود مدہوش ہوئے اور حضرت بھی بیہوش رہے حتیٰ کہ آفتاب طلوع ہوا جبکہ حضور نے بلال سے کہا کہ یہ کیا ہوا بلال نے عرض کی کہ جس نے آپ کو بیخود کیا اُس نے مجھ کو بھی بیخود کیا بعضے کہتے ہیں کہ حضرت سوگئے حیران کہ حضور مثل غافلوں کے سر نہ اُس خواب سے اٹھایا یہاں تک کہ نماز صبح قضا ہوئی اس تعریس میں نزدیک عروس کے آپکی جان تھی ہم دست بوس یعنی مستی خوش آوازی بانگ بلال سے جان پاک حضور کی اس شب وصال عروس یار میں مست رہی اس واسطے اس کو شب کہتے ہیں پس ثابت ہوا کہ محویت مستی عشق میں اگر نماز فوت ہو ماخوذ نہیں بموجب آیہ کریمہ لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکارٰی واللہ اعلم سلہ عشق و جان الخ شعر عشق و جان جو دونوں پوشیدہ رہے اگر اس کو عروس کہیں کیا عیب ہے یعنی مثل دلہن کے اور معشوقہ کے جان خلوت میں ہے ہم اگر شب عروس اسکو کہیں کیا عیب ہے کیونکہ عیب فعل خلاف حکم حاکم کہتے ہیں اور وبال جان کا عشق سے عین مرضی الٰہی ہے میں ملال یار سے خاموش ہوتا اگر وہ ایک دم مجھے فرصت دیتا پر وہ کہتا ہے کہ کہو کیا عیب ہے کہ یہ بے خواہش قضائے غیب کے نہیں عیب وہ ہے جو عیب کو دیکھتا ہے اور جان غیب کو کب دیکھتا ہے عیب وہ ہوتا ہے جو بہ نسبت مخلوق کے اور بہ نسبت خالق کے نہیں ہوتا ہے جیسے کفر نسبت حق کے حکمت ہے اور بہ نسبت ہمارے آفت ہے اس جگہ مثال دوسری ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

دریکے عیبے بود با صد صفات — بر مثال چوب باشد در نبات
ہو کسی میں ایک عیب اور سو ہنر — جیسے مصری میں ہو تنکے پر شکر

در ترازو ہر دو را یکساں کشند — زانکہ آں ہر دو چو جسم و جاں خوش شدند
یکساں دونوں ترازو میں تلیں — کیونکہ دونوں ایک جسم و جان ہیں

پس بزرگاں ایں نگفتند از گزاف — جسم پاکاں عین جاں افتاد صاف
جان بو تم سچ بزرگوں نے کہا — مثل جان ہے جسم پاکوں کا صفا

گفتشاں و فعلشاں و ذکرشاں — جملہ جان مطلق آمد بے نشاں
ذکر اُن کا فعل اُنکا اور بات — سب ہے جان مطلق اُنکی ایک ذات

جان دشمن دارشاں جسمیست صرف — چوں زیاد از نرد او اسمیست صرف
جان دشمن دار اُن کی جسم ہے — جوں زیاد تخت نزدیک اسم ہے

آں بخاک اندر شد و کل خاک شد — ایں نمک اندر شد و کل پاک شد
وہ گئے مٹی میں مٹی خاک میں — یہ نمک میں جو گئے کل پاک ہیں

آں نمک کز وے محمد املح است — زاں حدیث با نمک او افصح است
وہ نمک جس سے محمد ہیں ملیح — یا نمک اُنکی حدیث اُس سے فصیح

ایں نمک باقیست از میراث او — با تو اند آں وارثاں او بجو
اُن کا باقی یہ نمک میراث ہے — وارث انکا ڈھونڈھ تیرے پاس ہے

پیش تو شستہ ترا خود پیش کو — پیش ہستت جاں پیش اندیش او
پیش تیرے بیٹھے نے پیش اب تجھے — پیش تیرے ہست کی جاں انکی ہے

گر تو خود را پیش و پس کردی گماں — بستہ جسمے و محرومی ز جاں
پیش و پس کا گر کیا تو نے گماں — ہے مقید تن کا او محروم جاں

زیر و بالا پیش و پس وصف تن است — بے جہت آں جانے روشن است
وصف تن ہے زیر و بالا پیش و پس — بے جہت اُس سے جہاں روشن ہے بس

برکشا از نور پاک شہ نظر — تا نپنداری تو چوں کوتہ نظر
کھول تو اپنی بنور شہ نظر — تا نہ جانے مثل خود کوتہ نظر

کہ ہمینی در غم و شادی و بس — اے عدم کو مر عدم را پیش و پس
ایسے ہی ہے تو غم و شادی میں بس — ہے عدم کیسا عدم کو پیش و پس

از وجود و از عدم گر بگذری — از حیات جاودانی برخوری
گر وجود اور تو عدم کو چھوڑ دے — تب حیات جاوداں سے پھر ملے

روز باراں است می رو تا بشب — نہ ازیں باراں ازاں باراں رب
دن ہے باراں کا تو جا اب تا بشب — وہ نہیں باراں یہ ہے باراں رب

ف۱ ہو کسی میں الخ یعنی شعر کسی میں ایک عیب اور سو ہنر ہوں جیسے مصری میں ایک تنکا پر شکر ہو دونوں یکساں ترازو میں تلیں کیونکہ دونوں ایک جسم و ایک جان ہیں پس جان تو جو بزرگوں نے سچ کہا ہے کہ تن پاکوں کا مثل جان کے صاف ہے ذکر اُن کا اور فعل اُنکا اور بات اُنکی سب جان مطلق و ایک ذات ہے اُن قصوں کی جان دشمن و دوست تمام جسم ہے او مانند زیاد تخت نزدیک ایک اسم ہے یعنی ناقصوں کی جان کثیف مثل جسم کے ہے اور مانند زیاد کہ بازی تخت نرد کے ہے کہ وہ جسم نہیں رکھتے ہیں بجز اسم کے بازیاد نام دشمن حضرت کا تھا کہ صفت اُس نے دشمنی کی تھی گویا جان ناقصوں کی ایک جسم کثیف ہے باہم یہ معنی ہے جو وہ ناقص خاک میں گئی کل خاک ہوا اور جو پاک نمک میں گئے کل پاک ہیں یعنی ناقص سب بہ مناسبت کثافت کے بعد مردن خاک ہوئے اور کامل بسبب لطافت کے بعد مردن تو پاک ہے گویا جسم انکا بسبب لطافت کے ہمراہ جان کے عالم نور کو گیا اسکو حضرت نے فرمایا ہے الحدیث المومن لا یموت یعنی مومن کو موت نہیں ہے پس مولانا نے عالم نور کو کان نمک سے تشبیہ دیتے ہیں کہ کان نمک میں جو شے جاتی ہے پاک ہو جاتی ہے چنانچہ اس نمک کا حال مولانا آگے فرماتے ہیں وہ نمک کہ جس سے محمد صلعم ملیح ہیں اور انکی حدیث اُس نمک سے فصیح ہیں جبکہ وہ دو حدیثوں کے مقابلے واخی یوسف اصبح یعنی میں ملیح ہوں اور بھائی یوسف صبیح ہے ایضاً انا افصح العرب والعجم یعنی میں فصیح عرب و عجم کا ہوں چنانچہ حقائق اس نمک کے آگے بیان کرتے ہیں فافہم ف۲ ان کا باقی الخ یعنی شعر جناب رسول مقبول صلعم کا باقی یہ نمک میراث ہے اُن کے وارث تیرے پاس ہیں ڈھونڈھ یعنی وہ نمک عشق ہے اور میراث صلعم سے باقی ہے اور وارث اُن کے اولیا کرام دنیا میں موجود ہیں تو تلاش کر کے وہ پیش تیرے بیٹھے ہیں اور تجھے آگے سے خبر نہیں ہے اور آگے تیرے ہست کے انکی ہے جان اگر تو نے پیش و پس کا گمان کیا تو مقید تن کا ہے اور جان سے محروم ہے وصف ہے محروم ہے و بالا و پیش و پس اور ایک جہان بے جہت اُس جان سے روشن ہے یعنی پیش و پس صفت جسم کی ہے اور جان بے جہت ہے پس جہت کا دیکھنے والا بیجہت کو کیا دیکھ سکتا تو نور سے اپنی نظر کو کھول تا نجانے تو مانند اپنی کوتہ نظر ایسی ہے غم و شادی میں عدم ہے اور کہاں ہے عدم کو پس و پیش اگر تو وجود عدم کو چھوڑ دے تب حیات جاوداں سے تجھ کو ثمرہ ملے دن ہے باران کا تو چل جب تک یعنی تمام دن وہ باران نہیں ہے یہ باران خدا ہے یعنی یہ روز تو فیضان الٰہی ہے تو تمام روز اسمیں کوشش کر کہ یہ وہ بارش دنیا نہیں ہے بلکہ بارش فیضان الٰہی ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

ہست باراں را بجز ایں باراں	کہ نمی بیند ورا جز چشم جاں	اس سوا باران کے اور باران تو جاں	کہ نہیں تکتا سوائے چشم جاں
چشم جاں را پاک کن نیکو نگر	تا ازاں باراں عیاں بینی خضر	چشم جان کر پاک دیکھ اب تو نکو	تاکہ اس باراں سے سبزہ دیکھے تو

سوال کردن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا از پیغمبر علیہ السلام کہ باران امروز بجامہ مبارک تر نگشت و جواب دادن آن

سوال کرنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آج پانی برسا جامہ تر کیوں نہ ہوا اور جواب اسکا

مصطفیٰ روزے بگورستاں برفت	با جنازہ یارے از یاراں برفت	مصطفیٰ اک روز گورستان گئے	خود وہ ہمراہ اک جنازہ یار کے
خاک را در گور او آگندہ کرد	زیر خاک آں دانہ اش را زندہ کرد	خاک سے بس گور کو اُس کے بھرا	دانہ زیر خاک وہ زندہ رکھا
این درختاں ہمچو خاکیاں	دستہا بر کردہ اند از خاکداں	یہ شجر ہیں مثل گل مدفونیاں	خاکداں سے دست لائے ہیں عیاں
سوے خلقاں صد اشارت میکنند	وانکہ گوشش عبارت میکنند	خلق کی جانب اشارہ کرتے ہیں	جو ہیں صاحب گوش اُن سے کہتے ہیں
تیز گوشاں از ایشاں بشنوند	غافلاں آواز ایشاں بشنوند	تیز گوش اک رازِ مخفی سنتے ہیں	غافل اک آواز انکی سنتے ہیں
با زباں سبز و با دست دراز	از ضمیر خاک می گویند راز	وہ زباں سبز و دست ناز سے	بھید کہتے ہیں وہ دل کا خاک سے
ہمچو بطاں سر فرو بردہ بآب	گشتہ طاؤساں و بودہ چوں غراب	مثل بط کے سر ڈبویا آب میں	مثل طاؤس اور زاغوں سے کلیں
در زمستان شاں اگر محبوس کرد	آنکہ زاغاں را خدا طاؤس کرد	گر خزاں میں قید ان کو کر دیا	حق نے پھر طاؤس زاغوں کو کیا
در زمستان شاں اگرچہ داد مرگ	زندہ شاں کرد از بہار و داد برگ	گرچہ سردی میں اُنھیں مردہ کیا	برگ اُن کو دیکے پھر زندہ کیا

ف۱ اس سوا باران کے الخ یہ شعر اس باران کے سوا اور باران تو جان ہے کہ سوائے چشم جان کے نہیں دیکھتا ہے چشم جان کو پاک کر اور دیکھ اسکو غور سے تاکہ اس باران میں تو سبزہ دیکھے یعنی اس بارش فیضان الٰہی کے دیکھنے سے تجلیات تجھ کو منکشف ہو دیں چنانچہ مولانا اس باران سے قصہ حضرت عائشہ صدیقہ بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف۲ مصطفیٰ ایک روز الخ یہ شعر مصطفیٰ صلعم ایک روز گورستان میں ہمراہ ایک جنازہ صحابی کے گئے اُسکی گور خاک سے بھری گویا زیر خاک وہ دانہ زندہ دفن کیا یعنی حیات ابدی دی پس مولانا اس دانہ کے زندہ کرنے کے حقائق درختوں کی مثال میں آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ف۳ یہ شجر الخ یہ شعر یہ شجر مانند گل مدفونیوں کے ہیں اور خاک دان سے ہاتھ باہر نکالے ہیں اور خلق کی جانب اشارہ کرتے ہیں اور جو صاحب گوش ہوش ہیں اُن سے باتیں کرتے ہیں تیز گوش اُن کا راز سنتے ہیں اور غافل فقط آواز سنتے ہیں وہ زبان سبز و دست ناز سے بھید خاک کے دل کا کہتے ہیں مثل بط کے سر پانی میں ڈبویا اور مثل طاؤس کے زاغ کو ظاہر دیکھتے ہیں یعنی جڑ خاک میں ہے اور شاخیں باہر ہیں اگر خزاں میں اُنکو قید کیا حق نے پھر زاغ کو طاؤس کیا یعنی خزاں میں بہت جھڑ گیا اور پھر بہار میں سرسبز کیا اگرچہ سردی میں اُنھیں مردہ کیا پھر برگ اُس کو دے کر زندہ کیا یعنی مثل مدفونوں کے زمین سے پیدا ہوتے ہیں اور راز زمین کا کہتے ہیں عوام اُن کی آواز سنتے ہیں اور اُن کا راز نہیں جانتے ہیں اور خزاں میں وہ مردہ ہوتے ہیں اور بہار میں زندہ ہوتے ہیں گویا اسی طرح پر مردے جو کہ زمین میں دفن ہوتے ہیں اس عالم میں مثل درختوں کے پیدا ہوتے ہیں اور خزان و بہار اُن پر رہتی ہے زمین میں اُن کی جڑ ہے اور شاخ و برگ اُن کا اس عالم میں ہوتا ہے اور راز وہاں کا کہتے ہیں پس اہل عقل یعنی علمائے فلسفہ اُس عالم کے منکر ہیں اور اس عالم کو قدیم جانتے ہیں چنانچہ مولانا آگے اس کا حال لکھتے ہیں فافہم ۱۲

منکراں گویند خود ہست ایں قدیم	ایں چرا بندیم بر رب کریم	فلسفی[1] کہتے ہیں وہ خود ہی قدیم	اور حوالہ کیوں کریں ہم با کریم
جملہ پندارند ایں خود دائم است	وز قدم ایں جملہ عالم قائم است	جانتے سب ہیں کہ یہ دائم ہی خود	اور قدم سے یہ جہاں قائم ہی خود
کوری ایشاں درون دوستاں	حق برویانید باغ و بوستاں	وہ ہیں اندھے دوستوں کے درمیاں	بس کھلائے حق نے باغ و بوستاں
ہر گلے کاندر درون بویا بود	آں گل از اسرار کل گویا بود	جو کہ گل باطن میں خوشبودار ہے	راز کل کرتا وہ گل اظہار ہے
بوی ایشاں رغم انف منکراں	گرد عالم می رود پردہ دراں	منکروں پر ڈال کر عکس اس کی بو	پھرتی ہے عالم میں ظاہر کو بکو
منکراں ہمچوں جعل زاں بوی گل	یا چو نازک مغز از بانگ دہل	بوئے گل سے مرتے منکر جعل سان	یا صدائے دہل سے نازک کی جان
خویش را مشغول می سازند غرق	چشم می دزدند از لمعان برق	غرق مشغولی میں رکھیں آپ کو	تاب بجلی سے کریں بند آنکھ وہ
چشم می دزدند آنجا چشم نے	چشم آں باشد کہ بیند مامنے	آنکھ کرتے بند ہیں نے آنکھ وہ	آنکھ وہ ہی دیکھے جائے امن کو
چوں[2] ز گورستان پیمبر باز گشت	سوی صدیقہ شد و ہمراز گشت	جبکہ گورستان سے لوٹے نبی	جانب صدیقہ آئے اس گھڑی
چشم صدیقہ چو بر رویش فتاد	پیش آمد دست بر وی می نہاد	دیکھ صدیقہ نے روئے پاک کو	بس ٹٹولا آپ کو حیران ہو
بر عمامہ و روی او و موی او	بر گریبان و بر و بازوی او	اور عمامہ اور منہ اور بال کو	اور لباس اور بازوئے خوشحال کو
گفت پیغمبر چہ می جوئی شتاب	گفت باراں آمد امروز از سحاب	بولے پیغمبر کہ کیا ہو ڈھونڈھتی	بولیں باراں تھے برسا آج ہی
جامہایت می بجویم زاں سبب	تر نمی بینم ز باراں اے عجب	دیکھتی ہوں آپ کے کپڑوں کو اب	تر نہیں پاتی ہوں باراں سے عجب
گفت چہ بر سر فگندی از ازار	گفت کردم آں ردای تو خمار	پوچھا چادر تم نے اوڑھی کون سی	بولیں میں نے چادر اوڑھی آپ کی
گفت بہر آں نمود اے پاک جیب	چشم پاکت را خدا باران غیب	بولے برکت سے دکھایا آپ کے ہے	تم کو یہ باراں خدا نے غیب سے
نیست آں باراں ازیں ابر شما	ہست ابرے دیگر و دیگر سما	وہ نہ باراں اس تمہارے ابر سے	آسمان اور ابر اسکا اور ہے

[1] فلسفی یعنی منکر فلسفی کہتے ہیں کہ خواہ بہار اس عالم کی قدیم ہے کیوں ہم خدا پر حوالہ کریں اور سب جانتے ہیں کہ قدیم ہے اور قدیم سے یہ جہاں قائم ہے مولانا اس کی تردید آگے فرماتے ہیں کہ جو اندھے ہیں اور خداوند عالم نے دوستوں میں باغ بوستاں کھلایا ہے جو گل کہ باطن میں خوشبودار ہے وہ گل راز کل ظاہر کرتا ہے اور برعکس یعنی منکروں کے کہ اس گل کی بو عالم میں کو بکو پھرتی ہے اور بوئے گل سے منکر مثل کرم گوبر کے مرتے ہیں یا صدائے دہل سے مثل نازک دماغوں کے جان دیتے ہیں مشغولی میں خود کو غرق رکھتے ہیں اور چمک بجلی سے آنکھ بند کرتے ہیں آنکھ جو بند کرتے ہیں وہ آنکھ نہیں ہے آنکھ وہ ہے جو جائے امن کو دیکھے یعنی اہل عقل وہ اندھے ہیں اور یہ راز الٰہی ان پر منکشف نہیں ہوئے خداوند عالم نے دوستوں میں اپنے ایک گلستان کھلایا ہے جو کہ اہل ایمان مثل گل خوشبودار کے ہیں اس کی بو راز حق کہتی ہے اور منکر اس سے محروم ہیں فافہم من فہم ۱۲ [2] جب کہ گورستان سے الی آخرہ شعر جب کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم گورستان سے واپس پھرے اور جانب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے تشریف لائے حضرت عائشہ نے روئے مبارک کو دیکھا اور حیران ہوکر آپ کو ڈھونڈھا اور عمامہ اور رعبا اور بالوں اور لباس کو تر نہ پایا حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم کیا ڈھونڈھتی ہو بولیں کہ باران آپ کے اوپر برسا ہے یا رسول اللہ میں آپ کے لباس کو دیکھتی ہوں اور اس کو تر نہیں پاتی ہوں آپ نے پوچھا کہ تم نے چادر کون سی اوڑھی ہے بولیں آپ کی میں نے چادر اوڑھی تھی فرمایا کہ خدا نے اسکی برکت سے یہ دکھایا تم کو غیب سے اور وہ باران اس تمہارے ابر سے نہیں ہے آسمان اور ابر اسکا اور ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

ہمچنیں باراں ز ابر دیگرست	رحمت حق در ثنایش مضمرست	ایسا باران اور ہی ہے ابر سے[۱]	حق کی رحمت اسمیں پنہاں آئی ہو

تفسیر بیت حکیم سنائی روح اللہ روحہ — تفسیر قول حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کی

آسمانہاست در ولایت جاں	کارفرمائے آسمان جہاں	آسمانہاست در ولایت جاں[۲]	کارفرمائے آسمان جہاں
در رہ روح پست و بالاہاست	کوہہائے بلند و دریاہاست	در رہ روح پست و بالاہاست	کوہہائے بلند و دریاہاست
بشنو از قول سنائی در رموز	معنئے تا واقف آئی بر کنوز	رمز میں[۳] قول سنائی سے سنو	ایک معنی تاکہ واقف اس سے ہو
گر تو بکشائی ز باطن دیدۂ	زود یابی سرمۂ بگزیدۂ	دیدۂ باطن کو اپنے کھولے گر	سرمۂ مقبول پائے جلد تر
پیر دانا اندریں رمزے بگفت	در حقیقت زیں صدف در نسفت	پیر دانا نے رموز اسمیں کہا	اس صدف سے موتی رشتہ میں کیا
غیب را ابرے و آبے دیگر است	آسمان و آفتابے دیگرست	غیب کا ہیں ابر و آب اک اور ہے	آسمان و آفتاب اک اور ہے
ناید آں الا کہ بر خاصاں پدید	باقیاں فی لبس من خلق جدید	ہوتا ہے وہ صرف خاصوں پر پدید	دوسرے فی لبس من خلق جدید
ہست باراں زپئے پروردگی	ہست باراں زپئے پژمردگی	تازگی کے واسطے باران ہے ایک	اور خزاں کے بھی لیے باران ہے ایک
نفع باراں بہارے بوالعجب	باغ را باراں پائیزے چو تپ	نفع نادر ہے ہی باران بہار	باغ کو باران بے وقتی ہے خار
آں بہارے ناز پرورش کند	ویں خزانے ناخوش و زردش کند	وہ بہار اب پرورش انکی کرے	یہ خزاں زرد اسکو اور خشکی کرے
ہمچنیں سرما و باد و آفتاب	بر تفاوت داں و سررشتہ بیاب	ایسے ہی سردی ہوا اور آفتاب	جان تو رکھیں تفاوت بے حساب
ہمچنیں در غیب انواع ستایں	در زیان و سود در ربح و غبیں	غیب میں بھی ایسے ہی اقسام ہیں	نفع و نقصان و غم و آلام ہیں

[۱] ایسا باران الخ شعر ایسا باران یہ اور ہی ابر سے برستا ہے اور حق کی رحمت اسمیں پوشیدہ رہتی ہے یعنی یہ باران فیضان الٰہی ہے کہ خداوند عالم اپنے دوستوں پر نازل کرتا ہے اس عالم میں جس کا وہ نصرت دینے والا ہوتا ہے وہ اس باران کو دیکھتا ہے اور یہ قسم انوار ہے اور اصطلاح تصوف میں اسکو فیضان کہتے ہیں اور عارف کی روح کو اس سے حظ اٹھتی ہے چنانچہ ہنگام توجہ کی بھی اہل نسبت کے دل پر نازل ہوتا ہے اور لطائف خمسہ فضلائے سینہ میں حرکت کرتے ہیں جبکہ اول بیدار اس سے پر ہوتا ہے اس وقت مرشد طالبوں کے دل پر وہ پھیلاتا ہے کہ تا دل مردوں کا زندہ ہو پس اسکو توجہ کہتے ہیں و نیز اسی سے حال پیدا ہوتا ہے چونکہ اسکے تمام بیان مختصر اسکی تصریح کی گنجائش نہیں رکھتا ہے مرشد سے اسکو دریافت کریں چنانچہ مولانا اسکا حال آگے بیان فرماتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ [۲] آسمانہاست الخ شعر کئی آسمان ہیں ولایت جان میں اور وہ عالم ہیں اس آسمان دنیا کے روح کو راہ سلوک میں نشیب و فراز کوہ بلند و دریا ہیں پس مولانا تشریح اس قول حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عالم کے ہونے سے بیان فرماتے ہیں کہ حکما اس عالم کے ہونے میں منکر ہیں فافہم ۱۲ [۳] رمز میں الخ شعر قول سنائی کے رمز میں سنو ایک معنی تاکہ واقف اس سے تم ہو اگر تو اپنے دیدۂ باطن کو کھولے سرمۂ مقبول ہونے کا جلد حاصل ہو پیر دانا نے اس میں رمز کہی ہے اور اس صدف سے گوہر کو پرو دیا ہے کہ غیب کا ابر و آب دوسرا ہے اور آسمان و آفتاب دوسرا ہے ظاہر نہیں ہوتا ہے الا خاصوں پر نہ دوسروں پر بموجب آیہ بل ھم فی لبس من خلق جدید یعنی بلکہ وہ پردہ میں نئی مخلوق کے پیدا ہونے سے واسطے تازگی کے ایک باران ہے باران بہار نفع نادر دیتا ہے باغ کو اور باران بے وقتی خار ہے باغ کو وہ بہار انکی پرورش کرے یہ خزاں خشک کرے ایسے ہی سردی و ہوا و آفتاب تو جان کہ رکھتی ہے تفاوت بے حساب غیب میں بھی ایسے ہی اقسام ہیں اور نفع و نقصان اور غم و آلام ہیں یعنی اس عالم میں اسی طرح رنج و راحت و نقصان ہے گویا یہ عالم اس عالم کا نظیر ہے پس خاصان حق کو اس سے آگہی ہے چنانچہ مولانا اس کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

این دم ابدال باشد زان بہار ۔ در دل و جان روید از وی سبزہ زار
فعل باران بہاری با درخت ۔ آید از انفاس شان با نیک بخت
گر درخت خشک باشد در مکان ۔ عیب آن از باد جان افزا مدان
باد کار خویش کرد و بر وزید ۔ آنکہ جانے داشت بر جانش گزید
وانکہ جان بود خود واقف نشد ۔ وائے آن جانے کہ او عارف نشد
قول پیغمبر شنو اے جان من ۔ دور کن از خویشتن انکار و ظن

یونہی دم ابدال رکھے ہی بہار ۔ اُن سے اگتا جان و دل میں سبزہ زار
جیسے گلبن سے کرے یہ بہار ۔ نیک کو دم انکا ہووے نفع کار
خشک تر ہو گر اک شجر سوکھا ہوا ۔ نہ سمجھو ہے یہ نقصان ہوا
باد کام اپنا کرے ہر بس چلے ۔ جو کہ صاحب جان ہے جان اُس سے لے
جو کہ مردہ تھے ہوئے واقف نہیں ۔ حیف اُس جان پر کہ وہ عارف نہیں
قول پیغمبر کو سن اے میری جاں ۔ دور کر اپنے سے انکار و گماں

در حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اغتنموا برد الربیع فانہ یعمل بابدانکم کما یعمل باشجارکم واجتنبوا برد الخریف فانہ یعمل بابدانکم کما یعمل باشجارکم

(ترجمہ) غنیمت جانو سردی ربیع کی کہ بیشک وہ تمہارے جسموں میں ایسا عمل کرتی ہے جیسا تمہارے درختوں سے لطف اور خریف کی سردی سے بچو کیونکہ وہ تمہارے بدن پر بھی ویسا ہی اثر کرتی ہے جو تمہارے درختوں پر کرتی

گفت پیغمبر ز سرمائے بہار ۔ تن مپوشانید یاران زینہار
زانکہ با جان شما آن می کند ۔ کان بہاران با درختان می کند
پس غنیمت شد آن سرمائے او ۔ در جہان عارفان وقت جو

بولے پیغمبر یہ سردی بہار ۔ مت چھپاؤ اپنے تن کو زنہار
کیونکہ وہ جان سے تمہاری کرتی ہے ۔ جو کہ کرتی ہے بہار اشجار سے
ہے غنیمت اُسکی سردی اے جوان ۔ عارفان وقت پر اندر جہاں

سلہ یوں ہی الخ ۲ شعر ۱ دم ابدال تم کو بہار دیتا ہے اور اُن سے پیدا ہوتا ہے جان و دل میں سبزہ زار جیسے ابر بہار گلبن کے ساتھ کرتا ہے دم ابدالوں کا نیکوں کو نفع دیتا ہے اس کی مثال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ گر میں الخ ۳ شعر جس مکان میں ایک درخت خشک ہو اس کو ہوا کا تم عیب نہ جانو کیونکہ ہوا چلنے میں اپنا کام کرے جو کہ صاحب جان ہے وہ اس سے جان لے اور جو کہ مردہ تھے وہ واقف نہ ہوئے پس حیف ہے اس جان سے کہ وہ عارف نہیں ہے یعنی ہوا اپنا اثر رکھتی ہے مگر جس درخت میں کہ قابلیت نہ ہو اس میں کیا اثر کرے اسی طرح پر پرتو عارف کا شقی و سعید پر پڑتا ہے جو کہ نسل میں سعید ہے اُس میں سعادت زیادہ کرتا ہے اور جو کہ شقی ہے اُس میں شقاوت زیادہ کرتا ہے بقول سعدی علیہ الرحمتہ سے باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ، در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس ، چنانچہ اُس کے حقائق مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ قول پیغمبر الخ ۴ شعر قول پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا سُنو . . . . اے یار دور کر خود سے انکار و گمان کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ سردی میں بہار سے اپنے بدن کو مت چھپاؤ ہرگز کیونکہ وہ تمہاری جان سے وہ کرتی ہے جو کہ بہار درختوں سے کرتی ہے اُس کی سردی اے جوان غنیمت ہے عارفان وقت پر جہان میں یعنی وہ سردی بہار عارفان کو نفع دیتی ہے باقی اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲

در بہاران جامہ از تن برکنید — تن برہنہ جانب گلشن روید
ہیں بہاراں اندر برہنہ تن کرو[1] — اور برہنہ ہو کے گلشن میں پھرو

لیک بگریزید از باد خزان — کان کند کان کرد با باغ و رزان
لیک بھاگو تم خزاں کی باد سے — باغ سے کرتی ہے جو تم سے کرے

راویان این را بظاہر بردہ اند — ہم بران صورت قناعت کردہ اند
راوی اسکو ظاہرا پر لے گئے — اور اسی صورت پہ قانع ہو گئے

بیخبر بودند از سر آن گروہ — کوہ را دیدہ ندیدہ کان کوہ
بے خبر اسرار سے تھا وہ گروہ — کوہ کو دیکھا نہ دیکھا کان کوہ

آن خزان نزد خدا نفس و ہواست — عقل و جان عین بہارست و بقاست
وہ خزاں ہے پیش حق نفس و ہوا — عقل جاں سے جوں بہار و بقا

مر ترا عقلیست جزوی در نہان — کامل العقلی بجو اندر جہان
عقل جزوی ہے اگر تجھکو نہاں — عقل کامل ڈھونڈ تو اندر جہاں

جزو تو از کل او کلی شود — عقل کل بر نفس چون غلی شود
اُسکے کل سے تیرا جز کل ہو مگر — عقل کل ہو طوق تیرے نفس پر

پس بتاویل این بود کانفاس پاک — چون بہارست و حیات برگ و تاک
پس یہ پاک انفاس ہیں دل سے — چوں بہار و زندگی و برگ سے

از حدیث اولیا نرم و درشت — تن مپوشان زانکہ دینت راست پشت
اولیا کی بات سخت و سست ہے — مت چھپا تن تیرا پشت دین ہے

گرم گوید سرد گوید خوش بگیر — تاکہ بجہی از سعیر و زمہریر
کہوے سرد و گرم تو خوش ہو کے لے — تا چھٹے تو زمہریر و نار سے

گرم و سرد ش نو بہار زندگیست — مایہ صدق و یقین و بندگیست
گرم و سرد اُن کا بہار زندگی — دولت صدق و یقین و بندگی

زان کزان بستان جانہا زندہ است — زان جواہر بحر دل آگندہ است[2]
کیونکہ اس سے باغ جاں کا زندہ ہے — اور گہر سے کان دل آگندہ ہے

بر دل عاقل ہزاران غم بود — گر ز باغ دل خلالی کم شود
دل پہ عاقل کے ہزاروں ہیں غم — باغ دل سے ہو کہ تنکا بھی کم

پرسیدن عائشہؓ کہ یا رسول اللہ باران امروز چہ بود — پوچھنا عائشہؓ کا یا رسول اللہ بھید باران امروزہ کیا تھا

پس سوالش کرد صدیقہ ز صدق — با خشوع و با ادب از جوش عشق
کای خلاصہ ہستی و زبدہ وجود — حکمت باران امروزہ چہ بود
بس سوال اُسنے کیا خاتون نے — با ادب با عجز جوش عشق سے
اے قبول ہر دو عالم یہ کہیے[3] — حکمتیں باراں کی کیا ہیں آج کے

[1] پس بہار الخ اشعر یعنی بہار کے اندر تو تن برہنہ کرو اور برہنہ ہو کر گلشن میں پھرو لیکن بھاگو تم خزاں کی ہوا سے جو باغ سے وہ کرتی ہے تم سے کرے گی اور راویوں نے یہ معنی ظاہر پر لیئے اور اس صورت پہ قانع ہو گئے وہ گروہ راوی بھید سے اسکے بیخبر تھا کوہ کو دیکھا اور کان کو نہ دیکھا یعنی راویوں نے بہار خزاں سے بچانے کے بھید سے بیخبر رہے کوہ کو دیکھا اور کوہ کی کان کو نہ دیکھا کہ اُنمیں جو ہر ہیں پس خزاں حق کے نزدیک نفس و ہوا ہے اور بہار عقل و جان ہے جو مگر تجکو عقل جزوی ہے صاحب عقل کامل کو تو جہان میں ڈھونڈھ لیئے جو کہ جزو تیرا غنی خزاں ہے اگر تجکو عارف نہیں ہے کسی عارف کو تلاش کرے اُسکے کل سے تیرا جزو کل ہو اور وہ عقل کل تیرے نفس کی گردنمیں طوق ہو یعنی ان عارف کی صحبت سے تجکو عارف کہیں اور تیرے نفس کو وہ دابے پس اولیا ولی سے ثابت ہوا کہ عارف بہار و خزاں کی طرح ہیں اولیا کی سخت و سست باتوں سے تو اپنے بدن کو مت چھپا کہ وہ اپنا دین ہے اگر وہ گرم کہیں تو خوش ہو کے اسکو اختیار کر تو زمہریر و نار دوزخ سے نجات پائے کیونکہ سرد و گرم کنایہ انکا بہار و زندگی دولت صدق یقین و بندگی ہے یعنی انکی سخت گیری ہیں جو کہ تمام کوشش کے تر و تازہ عشق سے کرتی ہے چنانچہ آگے اسکا حال بیان ہے تا فہم ۱۲ [2] کیونکہ اس باغ الخ دو شعر کیونکہ اس بستان معنی سے انکی جان زندہ ہے اور اسی گوہر معنی سے انکا بحر دل بھر کان ہے عاقل یعنی عارف کے دل پہ ہزاروں غم ہیں اگر ایک تنکا اس باغ دل سے کم ہے یعنی اس گوہر معنی سے کہ جو عارف کے دلمیں کھلا ہے اگر ذرہ بھی کم ہو ہزاروں غم دلگیر ہوں بلکہ اکثر عارف ایک دوسرے کے دم ٹانے بوجہ سے ہلاک ہو جاتے ہیں پس حضرت صدیقہ نے حضورؐ سے سوال کیا ساتھ ادب و عجز کے جوش عشق سے جو اس سوال کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں تا فہم [3] اے خدا الخ اشعر یعنی اے خلاصہ جہان کے آج باران میں کیا حکمتیں تھیں باقی حال آگے ہے تا فہم ۱۲

این زیادتهای رحمتها ست یا | بهر تهدید ست و عدل و کبریا
این ازان لطف بهاریات بود | یا ز پائیزی پر آفات بود
گفت این از بهر تسکین غم ست | کز مصیبت بر نژاد آدم ست
گر بر آن آتش بماندی آدمی | بس خرابی اوفتادی و کمی
این جهان ویران شدی اندر زمان | حرص بیرون شدی از مردمان
استن این عالم ای جان غفلت ست | هوشیاری این جهان را آفت ست
هوشیاری آفتاب و حرص یخ | هوشیاری آب و این عالم وسخ
هوشیاری زان جهانست و چو آن | غالب آید پست گردد این جهان
زان جهان اندک ترشح میرسد | تا نغرد در جهان حرص و حسد
گر ترشح بیشتر گردد ز غیب | نے هنر ماند درین عالم نه عیب
این ندارد حد سوی آغاز رو | سوی قصه مرد چنگی باز رو

حق کی باتیں یہ آئیں رحمت سے یا | ہے یہ بہر عدل و خوف و کبریا
اُن بہاروں اور لطیفوں سے یہ تھا | یا خزاں کے رنج و فتنوں سے یہ تھا
بولے ہے تسکین غم کے واسطے | جو مصیبت ہر بنی آدم پہ ہے
رہتے گر اس آگ میں یہ آدمی | بس خرابی پڑتی اور ہوتی کمی
یہ جہان ویران ہوتا اُس گھڑی | چھوڑتے بس حرص کو مردم سبھی
یہ جہاں قائم فقط غفلت سے ہے | ہوشیاری یاں کی آفت سے ہے
برف حرص اور ہوشیاری آفتاب | بس یہ دنیا ہے ہشیاری ہے آب
ہوشیاری اُس جہاں سے ہے جو یاں | غالب آئے پست ہو یہ سب جہاں
کچھ ترشح اس جہاں کی یاں پڑے | تا حسد اور حرص نے یاں سے اُٹھے
گر ترشح ہو زیادہ غیب سے | نے ہنر ہے یاں رہے نے عیب ہے
یہ ہے بیحد اب تو چل آغاز کو | پیر چنگی کا تو قصہ پھر کہو

بقیہ قصہ پیر چنگی در زمان عمر و مخلص آں

باقی قصہ پیر چنگی کا بیچ زمانہ عمر کے اور اخلاص اُسکا

مطربی کز وے جہان شد پر طرب | رستہ ز آوازش خیالات عجب
از نوایش مرغ دل پران شدے | وز صدایش هوش جان حیران شدے
چون برآمد روزگار و پیر شد | باز جانش از عجز پشہ گیر شد
باز چون گر فیل باشد بے گمان | پشہ اش سازد ضعیف و ناتوان

ایسا مطرب جس سے تھی سبکو خوشی | اُس کے نغموں سے نئی دنیا بسی
مرغ دل اُڑتا نوا سے اُسکے تھا | ہوش جاں حیران صدا سے اسکے تھا
جو زمانہ گذرا اور بوڑھا ہوا | باز جاں کا اُسکے عاجز سا ہوا
باز کیا گر فیل ہو وے بیگماں | پھر اُسکو کردے عاجز ناتواں

سلہ حق کی یہ باتیں یعنی اس باران حق میں رحمت ہے یا خوف عدل حق سے یہ باران ان بہاروں و لطیفوں سے تھا یا خزاں کے رنج و فتنوں سے تھا اس سے تنبیہ ہوا کہ جب مرشد سے طالب کے دلمیں گلزار معرفت شگفتہ ہوتا ہے تب اُسکی آبیاری کو بارش فیضان الٰہی سے ہوتی ہے حضرت نے فرمایا کہ واسطے تسکین غم کے ہے جبکہ انسان پر مصیبت ہوتی ہے اگر انسان اُسی آتش غم میں رہتے پس خرابی ہوتی اور کمی پڑتی اور یہ جہان ویران اسی دم ہوتا ہے اور حرص کو سب انسان چھوڑ دیتے یہ جہان پست و برباد ہوتا پس حرص مثل برف اور ہوشیاری مثل آفتاب کے ہے اور عالم گندگی و ہوشیاری آب ہے پس ہوشیاری ہر دم ہو اور غفلت جاتی رہے تمام انتظام عالم کا درہم برہم ہو جائے پس آبادی عالم دنیا کی غافلوں سے ہے واللہ اعلم ۱۲ سلہ کچھ ترشح ابر ترشح باران اس جہان سے پڑتا ہے تاکہ غبار حسد اور حرص کا یہاں پر نہ اُٹھے اگر ترشح غیب سے زیادہ ہو وے نہ ہنر یہاں رہے نہ عیب رہے یعنی خداوند عالم اس باران ہوشیاری یعنی معرفت سے کچھ کچھ اس جہان میں نازل کرتا ہے تا اہل غم کو تسکین ہو اور جہان بھی بسبب حرص ہوا کے قائم رہے اس صورت میں غفلت بھی ایک نعمت تھی ہے مگر اپنے موقع پر افراط و تفریط سے یہ بات بیحد ہے اب تو آغاز کو چل اور پیر چنگی کا قصہ بیان کر فافہم ۱۲ سلہ ایسا مطرب کہ تمام شہر بسا تو یا کہ جہان اُس سے خوشحال اور پیدا ہوا اُس کے نغمہ سے خیال یعنی اُسکی آواز سے ایک عالم خوش تھا اور اسکے نغمہ سے خیال حق پیدا ہوتا [illegible] مرغ دل اُسکی نوا سے اُڑتا اور ہوش جان اُسکی صدا سے حیران ہوتا اُسکو جو زمانہ گذرا بوڑھا ہوا اور اُسکا باز جان عاجز ہوا باز کیا اگر فیل ہو وے تو پھر اُسکو عاجز کردے یعنی یہ بڑھاپا وہ ہے کہ فیل بھی عاجز ہوتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

پشت او خم گشت همچون پشت خم — ابروان بر چشم همچون پاردم
گشت آواز لطیف جانفزاش — ناخوش و کرده ز زشت و بیخراش
آن نوا کز رشک زهره آمده — همچو آواز خر پیرے شده
خود کدامین خوش که آن ناخوش نشد — یا کدامین سقف کان مفرش نشد
غیر آواز عزیزان در صدور — که بود از عکس دم شان نفخ صور
اندرونے کاندرونها مست ازوست — نیستی کاین هستهامان هست ازوست
کهربای فکر هر آواز او — لذت الهام و وحی و ساز او
چونکه مطرب پیرتر گشت و ضعیف — شد ز بے کسبی رهین یک رغیف
گفت عمر و مهلتم دادی بسے — لطفها کردی خدایا با خسے
معصیت ورزیده ام هفتاد سال — باز نگرفتی ز من روزے نوال
نیست کسب امروز مهمان توام — چنگ بهر تو زنم کان توام
چنگ را برداشت شد الله جو — سوئے گورستان یثرب آه گو
گفت خواهم از حق ابریشم بها — کو به نیکوئی پذیرد قلبها
چنگ زد بسیار و گریان سر نهاد — چنگ بالین کرد و بر گورے فتاد
خواب بردش مرغ جانش از حبس رست — چنگ و چنگی را رها کرد و بجست
گشت آزاد از تن و رنج جهان — در جهان ساده و صحرائے جان
جان او آنجا سرایان ماجرا — کاندر اینجا گر بماندندی مرا

پشت خم کے مثل ہوئی ٹیڑھی کمر — مثل دمچی اسکی ابرو آنکھ پر
اسکی تھی آواز عمدہ جانفزا — ہوگئی مکروہ و زشت و ناروا
نغمہ اُس کا رشک زہرہ جو کہ تھا — ہوگیا بوڑھے گدھے کی سی صدا
کون اچھی شے نہیں جو تر ہوئی — کون سی چھت تھی جو آخر گر گئی
غیر دم عشاق سینوں میں ضرور — جنکا عکس دم ہے مثل نفخ صور
ایسا اہل دل کہ یہ دل اس سے مست — تھا نہ ایسا وہ کہ ہستی اس سے ہست
فکر کو آواز اس کی کہربا — لذت الہام و وحی اس سے بجا
جو کہ مطرب عاجز اور بوڑھا ہوا — ٹکڑوں کا محتاج ہوکر رہ گیا
دی اتنی عمر و مہلت مجھکو دی — اے خدا تونے عنایت مجھپہ کی
معصیت ستر برس تک میں نے کی — تونے بخشش میں نہ بس کی کچھ کمی
تیرا مہماں ہوں نہیں جو کسب ہے — میں بجاتا چنگ ہوں تیرے لئے
چنگ لیکر وہ خدا کو ڈھونڈتا — روتا گورستان یثرب کو گیا
بولا خواہاں ہوں میں حق سے اب صلہ — وہ بھلوں کی جا بُروں کا ہے بھلا
پس بجایا چنگ و یا سر رکھا — چنگ پر سر رکھا اور سو گیا
سو یا وہ اور مرغ جاں اُس کا چھٹا — چنگ و چنگی کو کیا اُس نے رہا
رنج عالم اور تن سے وہ چھٹا — اس جہاں سے دشت جاں میں وہ گیا
جان اسکی اس جگہ کہنے لگی — رہنے دیتے گر مجھے یاں وہ ابھی

له پشت خم کے مثل یعنی خم کی پشت کے مانند اُس کی کمر ہوئی اور ابرو اُس کی آنکھوں پر مثل دمچی اسپ کے تھے اُس کی آواز عمدہ کہ جانفزا تھی زشت و مکروہ ہوگئی نغمہ اُسکا جو رشک زہرہ تھا مثل آواز بوڑھے خر کے ہوا کون سا شخص خوش ہے کہ جو ناخوش نہیں ہوا اور کون سی چھت ہے کہ جو فرش زمین نہیں ہوئی یعنی جس کو کمال ہے دنیا میں اُس کو زوال ہے لیکن سوائے آواز دل عشاق کے جن کے اندر نفخ صور کی طرح جان پیدا کرنے کی خاصیت ہے اور صور ان کا عکس دم ہے ایسا اہل دل کہ یہ دل اس سے مست ہے اس کی آواز فکر کے لیے کہربا و لذت الہام و وحی کی یادگار ہے جب وہ مطرب عاجز و بوڑھا ہوا بسبب بیکسی کے روٹی کا محتاج ہوا دل میں کہنے لگا کہ اے خدا تو نے لطف و عنایت کی اور زیادہ عمر و مہلت مجھ کو دی ستر برس میں نے گناہ کیے اور تو نے اپنی بخشش مجھ سے بند نہ کی اب جو مجھ سے کسب نہیں ہوتا ہے تیرا مہمان ہوں اور تیرے واسطے چنگ بجاتا ہوں چنگ لے کر وہ تلاش میں اللہ کی گورستان جنت البقیع کو بسبب رنج کے گیا اور کہا کہ اب میں چاہتا ہوں حق سے صلہ کو کہ وہ بھلوں کی جا برُوں کو لے لے پس چنگ بجایا اور رویا اور چنگ کو سر کے نیچے رکھ کر سو گیا جب کہ وہ سویا مرغ جان اُس کا چھٹا اور چنگ و چنگی کو اُس نے چھوڑا پس رنج و عالم اور تن سے وہ چھٹا اس عالم میں اور دشت جان میں وہ گیا یعنی اُس نے جو دنیا سے مایوس ہو کر رجوع حق کی جانب کی اور بادشاہ حقیقی کو اپنا حلال مشکلات جانا پس اس ذات غفور نے اُس کے گناہوں کی طرف نہ دیکھا اور اخلاص پسند کر کے از راہ الہام راز باطن سے خبردار کیا اُس کی جان اُس عالم میں کہنے لگی کہ اگر رہنے دیتے مجھ کو ہمیشہ یہاں باقی حال اس کا آگے لکھتے ہیں فافہم ۱۲ —

خوش بدی جانم ازین باغ و بہار | مست این صحرائے غیبی لالہ زار
بے پر و بے پا سفر می کردمے | بے لب و دندان شکر میخوردمے
ذکر و فکرے فارغ از رنج دماغ | کردمے با ساکنان چرخ لاغ
چشم بستہ عالمی می دیدمے | ورد و ریحان بی کفی می چیدمی
مرغ آبی غرق دریائے عسل | عین ایوبی شراب و مغتسل
کہ بدو ایوب را پا تا بہ فرق | پاک شد از رنجہا چون نور شرق
گر بود این چرخ دہ چندی ہست | نیست زو آن جہان جز تنگ و پست
مثنوی در حجم گر بودی چو چرخ | در نگنجیدی درو زین نیم برخ
کان زمین و آسمان بس فراخ | کرد از تنگی دلم را شاخ شاخ
وین جہانے کاندرین خوابم نمود | از گشایش پر و بالم را گشود
این جہان و راہش ار پیدا بدی | کم کسے یک لحظہ اینجا بدی
مول مولی می زد آنجا جان او | در فضائے رحمت و احسان او
امر می آمد کہ نے طامع مشو | چون ز پایت خار بیرون شد برو

ہوتی خوش جان میری اس گلزار سے | مست ہوتی یاں کی لالہ زار سے
بے پر و بے پا سفر کرتے یہاں | بے لب و دندان شکر کھاتے یہاں
رنج ذکر و فکر سے ہوتا یہاں | اہل گردوں سے میں کرتا خوش بیاں
بند آنکھوں سے میں عالم دیکھتا | پھول بے ہاتھوں کے یاں میں توڑتا
مرغ آبی ڈوبا با بحر عسل | چشمۂ ایوبی شراب مغتسل
پاک جو ایوب سر تا پا ہوا | رنج سے مانند نور خور صفا
گر ہو دس حصّہ فلک اس حال سے | آگے اس عالم کے تب بھی تنگ ہے
مثنوی کا حجم ہو جوں چرخ کے | یاں وہ حال اس کا نہ اس میں آ سکے
اس میں نہ وہ چرخ نامحدود نہ | دل کو ٹکڑے کر دیا تنگی سے ہی
وہ جہان جو خواب میں مجھکو ملا | بال و پر میرا کشائش سے ہلا
اس جہان کی ہوتی پیدا راہ گر | کوئی لحظہ بھی نہیں اس جا رہے
خوب خوشی کرتی تھی انبر اسکی جان | در شت رحمت میں تھی پر لامکاں
حکم حق آیا کہ اب طامع نہ ہو | پاؤں سے جو خار نکلا وہ جلو

در خواب گفتن ہاتف مر عمر را کہ چندین زر از بیت المال بان مرد دہ کہ در گورستان خفتہ است

خواب میں کہنا ہاتف کا عمر کو کہ اس قدر روپیہ بیت المال سے اس مرد کو دو کہ وہ گورستان میں سوتا ہے

ف ۱ ہوتی خوش از ۲ ... یہ خوشی ہوتی یہاں کے لالہ زار سے بغیر پر و پاؤں کے یہاں سفر کرتی اور بغیر لب و دندان کے یہاں شکر کھاتی ... ذکر و فکر کا رنج یہاں نہ ہوتا ... [illegible] ... آنکھوں سے میں دیکھتی اور بغیر ہاتھوں کے ... پھول توڑتی ... [illegible] ... مرغ آبی ڈوبا دریائے عسل ... چشمۂ ایوب ... [illegible] ... پاک جو ایوب سے رنج سے ... [illegible] ... چشمہ پیدا ہوا ... غسل کرنے سے پاک مرض سے ہوئے ... [illegible] ... پاک ہوا ... اس حال سے ہو آگے اس عالم کے تب بھی تنگ ہے ... مثنوی ... [illegible] ... جہان ... [illegible] ... جان کی راہ پیدا ہوتی کوئی ... خوشی کرتی تھی ... حکم حق آیا کہ تو ... [illegible] ... خار نکلا ... جان ... [illegible] ... اس راہ کو ... [illegible] ... ہوتی ... [illegible]

آن زمان حق بر عمر خوابی گماشت	تا که خویش از خواب نتوانست داشت	پس عمر پر بھی مسلط حق نے خواب	روک سکی اپنے نہ وہ روکے سے خواب
در عجب افتاد کین معهود نیست	این ز غیب افتاد بی مقصود نیست	وہ تعجب میں کہ یہ عادت نہیں	غیب سے یہ آئی ہے علت نہیں
سر نهاد و خواب بردش خواب دید	کامدش از حق ندا جانش شنید	سر رکھا اور سوئے دیکھا خواب بھی	حق سے آئی یہ ندا جان نے سنی
آن ندایی کاصل هر بانگ و نواست	خود ندا آنست این باقی صداست	وہ ندا کہ جڑ ہے ہر آواز کی	وہ ندا ہے اور صدا باقی رہی
ترک و کرد و پارسی گو و عرب	فهم کرده آن ندا بی گوش و لب	اہل فارس و عرب اور ترکیاں	وہ ندا سنتے ہیں بےگوش و زباں
خود چه جای ترک و تاجیکست و زنگ	فهم کردست آن ندا را چوب و سنگ	کیا جگہ ترک و عرب فارس کی ہے	لکڑی پتھر ہیں ندا وہ جانتے
هر دمی از وی همی آید الست	جوهر و اعراض می‌گردند هست	ہر دم اس سے یونہی آتی ہے الست	جوہر و عرض جو ہیں اس سے ہوتے ہیں ہست
گر نمی آید بلی زیشان ولی	آمدنشان از عدم باشد بلی	گر بلی آتا نہ انسے اور یہاں	پھر الست آکر عدم سے کیسے یاں
زانچه گفتم من ز فهم سنگ و چوب	در بیانش قصه هشدار خوب	جو کہا میں نے ہیں گر سنگ و چوب	سن قصہ حال میں تو انکے خوب

نالیدن ستون حنانه از فراق پیغمبر علیه السلام که جماعت انبوه شدند که ما روی مبارک ترا در وقت وعظ نمی‌بینیم و منبر ساختند و شنیدن رسول ناله ستون را بصریح و مکالمات آن حضرت با آن ستون

ستون حنانہ کا رونا پیغمبر علیہ السلام کے فراق سے جب مجمع زیادہ ہوا اور لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کا روئے مبارک نہیں دیکھ سکتے اور تم منبر بنا کر بیٹھو پس ایک منبر بنا دیا گیا اور رسول خدا کا انکو ہر بات کا سننا اور ستون کا نالہ کرنا اور آنحضرت کا اسکے ساتھ باتیں کرنا

۵ اس عمر پر بھی ... خواب ... [illegible] ... وہ تعجب میں ... یہ عادت نہیں ... پس سر رکھا اور سوئے اور خواب دیکھا اور ... [illegible] ... اہل فارس و عرب ... ترک ... زبان کے فارسی و عربی و ترکی کیا ... لکڑی پتھر ... جانتے ہیں ... الست غرض جو ہر اس سے ہوتے ہیں ہست یعنی آواز حق سے کل موجودات ... آواز الست ... [illegible] ... عدم سے کیونکر یہاں ... حق نے ... الست ... مخلوق ... [illegible] ... معلوم ... آواز ... کو کہتے ہیں اور باقی آواز وں کو صدا کہتے ہیں اور لغت ... آواز کو کہتے ہیں ... [illegible] ... ذکر ... [illegible] ... حقیقت قصہ ستون حنانہ میں آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

استن حنانہ از ہجر رسول	نالہ می‌زد ہمچو ارباب عقول	ہجرِ پیغمبر میں حنانہ ستون[1]	مثلِ انسانوں کے روتا تھا یوں
در میان مجلس وعظ آنچناں	کز وی آگہ گشت ہم پیر و جواں	وعظ کی مجلس میں رویا اس قدر	کہ ہر اک اس سے ہوا آگہ بشر
در تحیر ماندہ اصحاب رسول	کز چہ می‌نالد ستون با عرض و طول	ہوگئے حیران اصحابِ رسول	کیسے روتا ہے ستون با عرض و طول
گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستون	گفت جانم از فراقت گشت خون	بولے حضرت کیا تو چاہے اے ستون	بولا فرقت سے ہوئی جان میری خون
مسندت من بودم از من تاختی	بر سر منبر تو مسند ساختی	میں تری مسند تھا بھاگا مجھ سے تو	کرلیا منبر کو مسند اے نکو
از فراق تو مرا چوں سوخت جاں	چوں ننالم بے تو اے جانِ جہاں	کیوں نہ روؤں بے ترے جانِ جہاں	ہجر سے تیرے جلی ہے میری جاں
پس رسولش گفت کاے نیکو درخت	اے شدہ با سرِ تو ہمراز بخت	بولے حضرت حق سے اے اچھے درخت	بھید سے تیرے ہوا ہمراز بخت
گر ہمی خواہی ترا نخلے کنند	شرقی و غربی ز تو میوہ چنند	گر تو چاہے نخل پھر تجھکو کریں	تجھ سے سب مخلوق میوے سب چنیں
یا در آن عالم حقت سروے کند	تا تر و تازہ بمانی تا ابد	یا تجھے حق سروِ جنت کا کرے	تاکہ تر و تازہ ہمیشہ تو رہے
گفت آن خواہم کہ دائم شد بقاش	بشنو اے غافل کم از چوبے مباش	بولا وہ چاہوں کہ جس سے ہو بقا	سن اے غافل کم تو لکڑی سے ہے کیا
آن ستون را دفن کرد اندر زمین	تا چو مردم حشر گردد یوم دین	اس ستون کو گاڑا بس زیرِ زمیں	حشر تا ہو مثلِ مردم یوم دیں
تا بدانی ہر کرا یزداں بخواند	از ہمہ کارِ جہاں بیکار ماند	تاکہ جانو تم خدا چاہے جسے	کارِ عالم سے وہ بیکار رہے
ہر کرا باشد ز یزداں کار و بار	یافت بار آنجا و بیروں شد ز کار	جو کوئی حق سے رکھے ہی کار و بار[2]	وان رسائی پائے یاں ہو بیکار
وانکہ را نبود از اسرار داد	کے کند تصدیق او نالہ جماد	جسنے بخشش بھید کی پائی نہیں	کب کرے لکڑی کے نالہ کو یقیں
گوید آنسنہ نے ز دل بہرِ وفاق	تا نگویندش کہ ہست اہل نفاق	ہاں جی کرتا ہے نہ دل میں ہو وفاق	تا نہ کہویں اسکو ہے اہلِ نفاق
گر نبودی واقفانِ امرِ کن	در جہاں رد گشتہ بودی ایں سخن	گر نہ ہوتے رازدانِ امرِ کن	اس جہاں سے دور ہوتا یہ سخن

[1] ہجرِ پیغمبر میں الخ ۔ شعر ستون حنانہ ہجر پیغمبر میں مثل انسانوں کے روتا تھا بہنگام وعظ کے مجلس میں اسقدر رویا کہ ہر ایک شخص اُس سے آگاہ ہوا صحابہ رسول حیران ہوگئے کہ یہ ستون روتا ہے حضرت نے اُس سے فرمایا کہ اے ستون حنانہ تو کیا چاہتا ہے اُس نے کہا کہ فرقت سے آپ کی میری جان جلی ہے میں کیوں نہ روؤں کہ آپ جان جہاں ہیں میں آپ کی مسند تھا آپ نے مجھے چھوڑا اور منبر کو مسند کرلیا اُس سے حضرت نے کہا کہ اے خوش درخت تیرا راز بخت کا ہمراز ہوا یعنی تیری مراد پوری ہوئی اگر تو چاہے تجھے پھر نخل کردیں کہ مخلوق تیرہ میوہ کھائے یا تجھے حق جنت کا سرو کرے تاکہ تو ہمیشہ تر و تازہ رہے ستون نے بصد ادب عرض کی کہ میری غرض یہ ہے کہ میں وہ چاہتا ہوں کہ جس سے ہمیشہ بقا ہو بس تو اے غافل سن لے کہ کیا تو لکڑی سے بھی کم ہے یعنی ستون حنانہ ایک ستون تھا مسجد نبوی کا کہ حضور اس سے تکیہ کرکے خطبہ پڑھتے جبکہ منبر ساتویں سال ہجری کے تیار کیا اور حضور نے خطبہ پڑھا ستون نے بسبب علیحدگی حضور کے نوحہ و گریہ شروع کیا اسواسطے کہ اس کا نام حنانہ یعنی نوحہ کرنے والا رکھا پس مولانا فرماتے ہیں کہ اے غافل ستون تو جدائی آواز رسول مقبول صلعم سے نوحہ کرے اور باوجود اشرف المخلوق کے تو دنیا سے غافل رہے جائے تعجب ہے اس ستون کو زمین میں دفن کیا تا حشر اس کا مثل مردم کے ہو تاکہ تم جانو کہ خدا جسکو چاہتا ہے دنیا سے علیحدہ کردیتا ہے مگر بندہ کو چاہیے کہ اپنی کوشش کرے کہ شعار بندگی کا یہی ہے چنانچہ اسکا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم

[2] جو کوئی الخ ۔ شعر جو کوئی حق سے کام رکھتا ہے وہاں رسائی پاتا ہے یہاں بیکار رہتا ہے جس نے بخشش راز کی نہیں پائی وہ لکڑی کے نالہ کو یقین کب کرے ہاں جی کرتا ہے اور دلمیں محبت نہیں ہے تاکہ یہ نہ کہیں اسکو کہ اہل نفاق سے ہے اگر راز جاننے والے امر کن کے نہ ہوتے اس جہان سے یہ بات دور ہوتی ہے یعنی عارف اس صدمہ اخذ کے جاننے والے اسوقت میں موجود ہیں نہیں تو یہ راز الٰہی بالکل مفقود ہوتا باقی اسکا حال آگے ہے فافہم

صد ہزاران اہل تقلید و نشان
افکنندشان نیم وہمی در گمان

سیکڑوں بس اہل تقلید و نشاں
پڑ گئے ہیں وہم سے اندر گماں

کہ بظن تقلید و استدلال شان
قائم ست و جملہ پر و بال شان

بس گمان تقلید و استدلال پر
ہیں وہ قائم اور یقین سے دور تر

شبہہ می انگیزد آن شیطان دون
درفتند این جملہ کوران سرنگون

ڈالتا ہے شک ہیں وہ شیطان دوں
ہیں وہ فتنہ میں سب اندھے سرنگوں

پای استدلالیان چوبین بود
پای چوبین سخت بی تمکین بود

پائے چوبیں پائے استدلال ہے
پائے چوبیں پائداری کب رکھے

غیر آن قطب زمانہ دیدہ ور
کز ثباتش کوہ گردد خیرہ سر

بس سوا قطب جہاں کے آج یار
کوہ جنکے عزم سے ہے بیقرار

پای نابینا عصا باشد عصا
تا نیفتد سرنگون او بر حصا

بس عصا کو پاؤں نابینا کرے
پتھروں پر تا نہ سر کے بل گرے

آن سواری کو سپہ را شد ظفر
اہل دین را کیست سلطان بصر

جو سوار اپنی سپہ کا ہو ظفر
اہل دیں کا کون ہے شاہ بصر

با عصا کوران اگر رہ دیدہ اند
در پناہ خلق روشن دیدہ اند

گر عصا سے دیکھی نابینا نے راہ
پر ہے اہل دید کی اسکو پناہ

گر نہ بینایان بدندی و شہان
جملہ کوران خود بمردندی عیان

گر نہ اہل دید ہوتے اہل شاد
سارے اندھے مرتے اور ہوتے تباہ

نی ز کوران کشت آید نہ درود
نی عمارت نی تجارت ہا و سود

کھیتی یہ اندھے نہ بوتے کاٹتے
نے کارت نے تجارت جانتے

گر نکردی رحمت و افضالتان
در شکستی چوب استدلالتان

فضل و رحمت گر نہ کرتے وہ ولی
چوب استدلال ان کی ٹوٹتی

این عصا چہ بود قیاسات و دلیل
آن عصا کہ دادشان بینا جلیل

یہ عصا کیا ہے قیاس و دلیل
وہ عصا انکو ملا بینا جلیل

چون عصا شد آلت جنگ و نفیر
آن عصا را خرد بشکن ای ضریر

جو عصا آلہ ہوا ہے جنگ کا
ٹکڑے ٹکڑے کر تو اندھے وہ عصا

او عصاتان داد تا پیش آمدید
آن عصا از خشم ہم بروی زدید

اس نے چلنے کو عصا تم کو دیا
خشم سے تم مارو اسکو وہ عصا

لہ سیکڑوں الخ یہ شعر یعنی سیکڑوں اہل عقل و مقلد بسبب وہم گمان میں پڑ گئے ہیں بس گمان تقلید و استدلال پر قائم یقین سے دور ہیں انکو شبہ میں ڈالتا ہے شیطان اور وہ اندھے فتنہ میں سرنگوں ہیں پائے چوبیں اہل استدلال کا ہے اور پائداری پائے چوبیں کب رکھتا ہے یعنی جو دلیل سے خدا کی معرفت کرتا ہے اسکو پائداری نہیں ہے کیونکہ یہ عقل جزوی سے صفات کو کب گھیر سکتے ہیں مگر محقق زراہ عقل کل کے کشش سے دریافت کر سکتے ہیں چنانچہ حال اسکا مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔ ۵ بس سوا الخ شعر بس قطب زمانہ کے سوائے یار کہ ثبات انکے سے کوہ بیقرار ہے اور کوئی معرفت الٰہی نہیں کر سکتا ہے بس عصا کو بینا اپنا پاؤں کرے تاکہ پتھروں پر سر کے بل نہ گرے اپنی سپاہ کا جو سوار ظفر ہو اہل دین کا وہ کون ہے شاہ بصر ہے یعنی رسول اللہ اہل دین کے نظر ہیں اگرچہ عصا سے نابینا نے راہ دیکھی لیکن اہل دین کی اسکو پناہ ہے یعنی مقلد دین کی جو راہ شریعت کچھ لی اور انبیاء علیہم السلام کی انکو پناہ ہے اگر اہل دین نہ ہوتے تو سب اندھے ہوتے و تباہ ہوتے یعنی یہ مقلد تباہ و ہلاک ہوتے اور ہرگز ان کو یہ راہ ظاہری بھی نہ ملتی چنانچہ مولانا اسکا بیان آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔ ۵ کھیتی یہ اندھے الخ شعر یہ اندھے کھیتی نہ بوتے اور نہ کاٹتے عمارت و تجارت کرتے وہ ولی اللہ اگر فضل رحمت نہ کرتے چوب استدلال اُن کو توڑتی یعنی یہ استدلال کہ اندھے کی لاٹھی کی طرح واسطے ظاہر کے ہے اگر اولیاء کرام کی مدد نہ ہوتی گمراہی سے خراب و ہلاک ان کو کرتی یہ عصا کیا ہے دلیل و قیاس ہے اور وہ عصا جو اولیاء کو ملا ہے بینا سے جلیل ہے یعنی اہل ظواہر کی رہبری دلیل قیاس ہے اور اہل معنی کی رہبری کی بنیاد و بزرگی دل ہے کہ اہل ظواہر دلیل و قیاس سے خدا کو پاتے ہیں اور اہل معنی دید سے خدا کو پاتے ہیں کیونکہ وصول الی اللہ کے دو راستے ہیں ایک راہ طریقت جو عصا کہ آلہ جنگ کا ہوا ہے اُس کو اے اندھے تو ٹکڑے ٹکڑے کر یعنی جو قیاس و دلیل کہ واسطے رہبری کے ہے اگر تو اُس سے مباحثہ و مناظرہ مجادلہ کرتا ہے کہ یہ موجب گمراہی ہے اسکا ترک کر کہ راستی حاصل ہے اور اُس نے راہ چلنے کو وہ عصا تم کو دیا ہے خشم سے تم وہ عصا اسی کو مارتے ہو یعنی انبیا نے وہ حصہ قیاس دلیل کا واسطے راہ چلنے کے تم کو دیا ہے اسی دلائل سے انکا مقابلہ کرتے ہو وہ قیاس نہ دلائل واسطے عمل کے ہیں نہ واسطے قیل و قال کے کہ جیسے ہفتاد و ملت والے جھگڑے و تکرار میں پڑ گئے باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲

حلقۂ کوراں بچہ کار اندرید ... دیدباں را در میانہ آورید

کسلئے اندھوں کے تم حلقہ میں ہو ... درمیان میں لاؤ اہل دید کو

دامن او گیر گو دادت عصا ... در نگر کادم چہا دید از عصا

دامن اسکا تھام جو رکھے عصا ... دیکھ آدم کو کہ زحمت کیا ہوا

چوں عصا شد مار و اُستن با خبر ... معجزہ موسیٰ و احمد را نگر

سانپ عصا اور باخبر استوں ہوا ... موسیٰ اور احمد کا دیکھ یہ معجزہ

از عصا مارے و از استن حنین ... پنج نوبت می زنند از بہر دیں

مار عصا سے گریہ استوں سے ہوا ... دین کی نوبت بجاتے ہیں سدا

گر نہ نامعقول بودے ایں مزہ ... کے بدے حاجت بچندیں معجزہ

گر نہ نامعقول ہوتا یہ مزہ ... مانگتے پھر کیوں وہ اُن سے معجزہ

ہرچہ معقولست عقلت می خرد ... بے بیان معجزہ بے جزر و مد

راس آتے تیری جو معقول ہے ... بے بیان معجزہ بے جزر کے

ایں طریق بکر نامعقول ہیں ... در دلے ہر مقبلے مقبول ہیں

یہ رہ انکار نامعقول دیکھ ... دل میں ہر مقبل کے تو مقبول دیکھ

آنچناں کز بیم آدم دیو و دد ... در جزائر بار میند از حسد

خوف سے انساں کے جیسے دیو و دد ... ہیں جزیروں بیچ چھپے بہر حسد

ہم ز بیم معجزات انبیا ... سرکشیدہ منکران زیر گیا

انبیا کے معجزوں کے خوف سے ... منکر اندر گھاس کے جا کر چھپے

تا بناموس مسلمانی زیند ... در تلبس تا ندانی کیستند

تا مسلمانی کے پردہ میں چھپے ... مکر سے تا تو نہ جانے کون ہے

ہمچو قلابان بر آن نقد تباہ ... نقرہ می مالند و نام پادشاہ

جوں دغابازوں سے کھوٹے نقد پے ... شرب ہی دیتے او چاندی ملے

ظاہر الفاظشاں توحید و شرع ... باطن آں ہمچو در نان تخم صرع

ظاہرا توحید و شرع کو کہیں ... جوں دھتورہ باطن روٹی میں ہے

فلسفی را زہرہ نے تا دم زند ... دم زند دین حقش برہم زند

فلسفی دم مارے کیا طاقت اُسے ... مارے دم تو دین حق خاک کرے

دست و پائے او جماد و جان او ... ہرچہ گوید آں دو در فرمان او

ہاتھ پاؤں ہیں جماد اُسکے و جاں ... جو کہے دونوں بجا امراُسی آن

با زباں گرچہ کہ تہمت می نہند ... دست و پاہاشاں گواہی میدہند

گرچہ تہمت وہ زباں سے کرتے ہیں ... دست و پا اُنکے گواہی دیتے ہیں

اظہار معجزہ پیغمبر علیہ السلام سخن آمدن سنگریزہ در دست ابوجہل و گواہی دادن برسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ظہور معجزہ پیغمبر علیہ السلام کا یعنی بات کرنے سنگریزوں کے ابوجہل کے ہاتھ میں گواہی دی اور رسالت پر حضرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

[1] کس لیے اندھے شعر کیلئے کہ تم اندھوں کے حلقہ میں ہو اہل دید کو درمیان میں لاؤ یعنی اہل باطن و عارفوں کی طرف رجوع کرو اور اہل غفلت کے ساتھ سے بچو دامن اسکا پکڑو کہ وہ عصا جو رکھتا۔ دیکھ تو آدم کو کہ وہ گناہ سے کیا ہوا یعنی عصا اژدہا و ستون سے باخبر ہوا موسیٰ و احمد کو تو دیکھ معجزہ یعنی عصا ستون کو یہ بکثرت صحبت عارف سے باخبر ہوئی ایسی ہی صحبت عارف سے تو بھی ساتھ حق کے باخبر ہوگا ورگمراہی سے بچیگا عصا استون سے گریہ ہوا دین کی نوبت وہ سدا بجاتے ہیں چنانچہ اسکی دلیل مولانا آگے فرماتے ہیں فافہم [2] گر نہ نامعقول الخ شعر اگر نامعقول یہ مزہ ہوتا کس لیے وہ انبیا سے معجزہ چاہتے ہیں یعنی بے تشبیہ و تنزیہ بیان کیا اور اُن کی عقل میں نہ آیا تب معجزہ طلب کیا اس واسطے اہل عقل اہل باطن سے منکر ہیں بخلاف العلوم جو معقول تیری عقل بغیر بیان [illegible] جذب کے یہ راہ ان کی [illegible] دل میں ہر مقبل کے مقبول آئی جیسے انسان کے خوف سے دیو و دد جزیروں میں حسد سے چھپے اسی طرح انبیا کے معجزوں کے خوف سے منکر چھپے ہیں چنانچہ ان بدکاروں کا حال مولانا آگے فرماتے ہیں [illegible] گرچہ زبان سے تہمت کرتے ہیں لیکن ان کے گواہی دیتے ہیں چنانچہ اسی کی مثال میں معجزہ کا بیان مولانا فرماتے ہیں [illegible]

سنگہا اندر کف بوجہل بود / گفت اے احمد بگو ایں چیست زود
گر رسولے چیست در مشتم نہاں / چوں خبر داری تو راز آسماں
گفت چوں خواہی بگویم کاں چہاست / یا بگویند آں کہ ما حقیم و راست
گفت بوجہل ایں دوم نادر ترست / گفت آرے حق ازیں قادر ترست
گفت شش پارہ حجر در مشت تست / بشنو از ہر یک تو تسبیح درست
از میان مشت او ہر پارہ سنگ / در شہادت گفتن آمد بے درنگ
لا الٰہ گفت و الا اللہ گفت / گوہر احمد رسول اللہ سفت
چوں شنید از سنگہا بوجہل ایں / زد ز خشم آں سنگہا را بر زمیں
گفت نبود مثل تو ساحر دگر / ساحراں را سر توئی و تاج سر
چوں بدید آں معجزہ بوجہل گفت / گشت در خشم و بسوے خانہ رفت
رہ گرفت و رفت از پیش رسول / او فتاد اندر چہ آں زشت فضول
معجزہ او دید و شد بدبخت رفت / سوے کفر و زندقہ سرسر رفت
خاک بر فرقش کہ بد کور و لعیں / چشم او ابلیس آمد خاک بیں
ایں سخن انیست پایاں اے عمو / قصۂ آں پیر چنگی باز گو

ہاتھ میں بوجہل کے کنکر جو تھے[1] / پوچھا احمد سے کہو کیا ہیں یہ
گر نبی ہو کیا ہے میرے ہاتھ میں / راز گردوں سے ہو آگاہ ہی تمہیں
بولے جو کچھ ہے اسکی دوں خبر / یا کہیں وہ یہ کہ ہم ہیں راست بر
بولا بوجہل ور بھی اچھی یہ بات / بولے آنحضرت قادر ہے وہ ذات پر صفات
بولے چھ کنکر ہیں تیرے ہاتھ میں / سن لے اب وہ تجھ سے تسبیحیں کہیں
اسکی مٹھی میں ہر ایک کنکر جو تھا / پڑھنے کلمے کو شہادت کے لگا
لا الٰہ کہکر الا اللہ کہا / گوہر احمد رسول اللہ چُنا
کنکروں سے یہ سُنا بوجہل نے / پھینکا غصہ سے تھیں خاک پے
بولا تجھ سا دوسرا ساحر نہیں / ساحروں کا تاج تو ہی بیقیں
دیکھا جو بوجہل نے وہ معجزا / غصہ ہو کر جلد گھر کو چل دیا
روبرو سے آپ کے جو وہ گیا / راستی سے چاہ کج میں وہ گرا
دیکھا اُس بدبخت نے جو معجزا / کفر زندیقی کی جانب وہ گیا
خاک اسکے سر پے تھا اندھا لعیں / آنکھ جوں ابلیس اسکی خاک میں
بات یہ بے انتہا اے راز گو / قصۂ اب پھر پیر چنگی کا کہو

تمامی قصہ پیر چنگی و پیغام رسانیدن امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ بانچہ ہاتف آواز دادہ بود

اختتام قصہ پیر چنگی کا اور پیغام پہنچانا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کا جو کچھ کہ ہاتف نے آواز دی

[1] ہاتھ میں بوجہل کے الخ ۱۴ شعر جو کہ کنکر ہاتھ میں بوجہل کے تھے احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کہو انمیں کیا ہے اگر تم نبی ہو تو بتاؤ کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے آسمان کے راز سے جو کہ تم کو آگہی ہے حضرت نے فرمایا کہ وہ کہدوں جو تو چاہتا ہے یا وہ کہیں کہ ہم راستی و برحق ہیں ابوجہل نے کہا دوسری بات نادر ہے حضور نے فرمایا ہاں حق قادر ہے اس بات پر چنانچہ آگے اسکا بیان ہے فافہم ۱۲ بولے الخ ۱۰ شعر آپ نے فرمایا کہ چھ کنکر ہیں تیرے ہاتھ میں تو سُن لے کہ وہ تسبیح تجھ سے کہیں گے اُس کی مٹھی میں جو کہ تھا ہر ایک وہ کلمۂ شہادت پڑھنے لگا لا الٰہ کہکر الا اللہ کہا و گوہر محمد رسول اللہ کو پرو دیا ہر ایک سے ابوجہل نے سنا غیظ سے اُس نے خاک پر کنکروں کو پھینک دیا اور کہا کہ وہ سراتم سا ساحر نہیں تم ساحروں کے سرتاج ہو جوکہ ابوجہل نے یہ معجزہ دیکھا غصہ ہو کر جلد گھر کو چل دیا چونکہ وہ روبرو سے آپ کے گیا تھا راستی سے پھرا کجی میں وہ گرا اس بدبخت نے وہ معجزہ دیکھا جانب کفر و زندقہ کے گیا خاک اُس کے سر پر کہ وہ لعین اندھا تھا اُس کے سر پر خاک مانند ابلیس کے تھی یعنی اُس نے حضور کو بشر جانا جیسے ابلیس نے آدم علیہ السلام کو خاک کا پتلا جانا تھا اور باطن میں معنی کو نہ دیکھا پس خدا کو حق سے چوب سنگ جانتے ہیں جیسے چوب ستون حنانہ کنکروں نے گریہ کیا اور گواہی دی کہ یا رسول مقبول صلعم کو جمادو نباتات جانتے ہیں اے جاہل شتران کو نہیں جانتے ہیں بات یہ نہایت تک اے راز گو پھر قصہ اب پیر چنگی کا ہو واللہ اعلم ۱۲

بازگرد و حال مطرب گوش دار	زانکہ عاجز گشت مطرب ز انتظار	لو گو قصہ پیر چنگی کا سنو	انتظاری سے ہوا عاجز ہے وہ
بانگ آمد مر عمرؓ را کای عمرؓ	بندۂ ما را ز حاجت باز خر	یہ ندا آئی عمرؓ کو اے عمرؓ	تو روا حاجت میرے بندہ کی کر
بندۂ داریم خاص و محترم	سوی گورستان تو رنجہ کن قدم	خاص بندہ ہے وہ میرا محترم	سمت گورستان کے اب رکھ تو قدم
ای عمر برجہ ز بیت المال عام	ہفت صد دینار در کف نہ تمام	لے تو بیت المال سے بس ای عمرؓ	سات سو دینار نقد اب جلد تر
پیش او بر کای تو ما را اختیار	این قدر بستان کنون معذور دار	دیجیے اس سے کہہ کہ تو مختار ہے	اسقدر لے اور معاف اب کر مجھے
اینقدر از بہر ابریشم بہا	خرج کن چون خرج شد اینجا بیا	اسقدر یہ لے کہ ہے تیرا صلا	خرچ کر جب خرچ ہو پھر یاں پر آ
پس عمرؓ زان ہیبت آواز جست	تا میان را بہر این خدمت ببست	ہیبت آواز سے چونکے عمرؓ	باندھی اس خدمت کی خاطر بس کمر
سوی گورستان عمرؓ بنہاد رو	در بغل ہمیان دوان در جستجو	سوئے گورستان عمرؓ اس دم گئے	ڈھونڈھنے کو اور بغل میں زر رکھے
گرد گورستان دوان شد او بسی	غیر آن پیر او ندید آنجا کسے	سارے گورستان میں وہ دوڑے پھرے	واں نہیں پایا سوا اس پیر کے
گفت این نبود دگر بارہ دوید	ماندہ گشت و غیر آن پیر او ندید	یہ نہیں ہے بولے اور واں سے پھرے	بس وہی بڈھا ملا پھر تھک گئے
گفت حق فرمود ما را بندہ ایست	صافی و شایستہ و فرخندہ ایست	بولے حق کہتا ہے ہے بندہ مرا	پاک و صاف اور لائق عزت مرا
پیر چنگی کے بود خاصہ خدا	حبذا اے سر پنہان حبذا	پیر چنگی کب ہو مقبول خدا	واہ والے راز پنہاں واہ وا
بار دیگر گرد گورستان بگشت	ہمچو آن شیر شکاری گرد دشت	پھر پھرے وہ سارے گورستان میں	جوں شکاری شیر کوہستان میں
چون یقین گشتش کہ غیر پیر نیست	گفت در ظلمت دل روشن بسیست	جب یقین آیا کہ ہے بڈھا یہی	بولے روشن دل ہیں تاریکی میں بھی
آمد او با صد ادب آنجا نشست	بر عمرؓ عطسہ فتاد و پیر جست	آگے پھر باصد ادب بیٹھے وہاں	پھر عمرؓ چھینکے اٹھا پیر زماں
مر عمرؓ را دید ماند اندر شگفت	عزم رفتن کرد و لرزیدن گرفت	اور عمرؓ کو دیکھ وہ حیران ہوا	ڈر سے کانپا اور چاہا بھاگنا
گفت در باطن خدایا از تو داد	محتسب بر پیرک چنگی فتاد	عرض کی دل میں خدایا تو بچا	محتسب مجھ پیر چنگی پر پڑا
چون نظر اندر رخ آن پیر کرد	دید آن را شرمسار و روی زرد	جو نظر اس پیر کے منہ پر پڑی	دیکھا شرمندہ نہایت اس گھڑی

سه لو گو قصہ الخ ۲ شعر یعنی وہ قصہ پیر چنگی کا سنو کہ وہ انتظاری سے عاجز ہوا حضرت عمرؓ کو یہ ندا آئی کہ اے عمر میرے بندے کی حاجت روا کر جو خاص میرا وہ بندہ محترم ہے تو سمت گورستان کے جا اے عمر تو بیت المال سے سات سو دینار لے اور جلدی جا کے اسکے پاس پہونچ اور کہہ کہ مختار ہے تو اسقدر زر لے اور مجھے معاف کر یہ تیرا صلہ ہے اسکو خرچ کر جب خرچ ہو جائے تو پھر میرے پاس آنا الخ ۱۲ سه ہیبت آواز سے الخ ۷ شعر حضرت عمرؓ ہیبت آواز سے چونکے اور اس خدمت کیواسطے کمر باندھی پھر طرف گورستان کے اسدم گئے اور زر بغل میں لیکر ڈھونڈھنے چلے تمام گورستان میں دیکھا سوائے اس پیر چنگی کے اور کسی کو نہ پایا خیال کیا کہ یہ نہیں ہے اور پھر پھرے مگر بجز اس بوڑھے کے اور کو نہ دیکھا اور تھک گئے اور تصور کیا کہ حق کہتا ہے کہ وہ بندہ میرا ہے پاک و صاف و لایق یہ پیر چنگی کب خاصان خدا سے ہے واہ واہ اے راز پوشیدہ واہ وا پھر وہ گورستان میں پھرے جیسے شکاری شیر کوہستان میں پھرتا ہے جب یقین آیا کہ یہی پیر چنگی ہے فرمایا کہ روشن دل سیاہی میں چھپے ہیں یعنی دوستان حق ایسے لباس ظلمت میں بھی پوشیدہ ہوتے ہیں انسان کو چاہیے کہ خاکساروں کو بچشم حقارت نہ دیکھے کہ عاموں میں خاص ہوا کرتے ہیں بقول خواجہ حافظ ؎ خاکساران جہان را بحقارت منگر ٭ تو چہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد واللہ اعلم ۱۲ سه آگے پھر باصد ادب الخ ۴ شعر آکر باصد ادب وہاں بیٹھے اور عمرؓ چھینکے کہ پیر چنگی بیدار ہوا اور عمرؓ کو دیکھ کر حیران ہوا اور خوف سے کانپا اور بھاگنا چاہا اور دل میں عرض کی کہ اے خدا تو بچا محتسب مجھ پیر چنگی پر آ گیا جو نظر عمرؓ کی پیر چنگی کے منہ پر پڑی اسکو شرمندہ اور زرد رو اس گھڑی دیکھا اسکا حال آگے ہے فافہم ۱۲

پس عمر گفتش مترس از من مرم   کت بشارتہا ز حق آوردہ ام
پس عمر[1] بولے کہ مجھ سے تو نہ ڈر   میں تو لطف حق کی دیتا ہوں خبر

چند یزداں مدحت خوے تو کرد   تا عمر را عاشق روے تو کرد
اسقدر تعریف تیری حق نے کی   کہ عمر کی تجھ پہ جاں عاشق ہوئی

پیش من بنشین و مہجوری مساز   تا بگوشت گویم از اقبال راز
آگے میرے بیٹھ اور مت دور ہو   تا کہوں مقبولیت کے راز کو

حق سلامت میکند می پرسدت   چونی از رنج و غمان بیحدت
بھیجتا ہی حق سلام اور کہتا ہے   حال تیرا کیا ہے بیحد رنج سے

نک قراضہ چند ابریشم بہا   خرج کن این را و باز اینجا بیا
یہ صلا ہے نقد تیرا اے جواں   خرچ کر اسکو و پھر آ تو یہاں

پیر لرزاں گشت چوں این را شنید   دست می خائید و بر خود می طپید
پیر چنگی نے یہ سب جسدم سنا   ہاتھ چابا اور شرمندہ ہوا

بانگ میزد کاے خداے بی نظیر   بسکہ از شرم آب شد بیچارہ پیر
چیختا اور کہتا اے یار خدا   بوڑھا عاجز شرم سے پانی ہوا

چوں بسے بگریست و از حد رفت درد   چنگ را زد بر زمین و خرد کرد
جو بہت رویا و از حد غم ہوا   چنگ کو دیا را اور ٹکڑے کیا

گفت اے بودہ حجابم از الٰہ   اے مرا تو راہ زن از شاہراہ
بولا تو میرا حجاب حق ہوا   راستہ سے مجکو روگرداں کیا

اے بخوردہ خون من ہفتاد سال   اے ز تو رویم سیہ پیش کمال
خون[2] چوسا میرا جو ہفتاد سال   رو سیہ ہوں تجھ سے میں پیش کمال

اے خداے با عطاے با وفا   رحم کن بر عمر رفتہ بر جفا
اے خدائے مہرباں و باوفا   رحم کر عمر گذشتہ پر ذرا

داد حق عمرے کہ ہر روزے ازاں   کس نداند قیمت آں در جہاں
حق نے دی وہ عمر ہر دن اسکا بس   بیش قیمت ہے، نہ جانے کوئی کس

خرج کردم عمر خود را دمبدم   در دمیدم جملہ را در زیر و بم
صرف میں نے عمر کی ہی دمبدم   بس خرچ جانے میں جہاں کے زیر و بم

آہ کز یاد رہ و پردہ عراق   رفت از یادم دم تلخ فراق
ہاے اس یاد عراق و راہ سے   رنج فرقت کا گیا دل سے مرے

واے کز آواز این بست و چہار   کارواں بگذشت و بیگہ شد نہار
راگنی جو میں کی آواز سے   کارواں گزرا سحر بیوقت ہے

واے کز تری زیر افگند خرد   خشک شد کشت دل من دل بمرد
ہائے میں ٹوٹا تری سے زیر کی   دل مرا اور دل کی کھیتی خشک ہوئی

[1] پس عمر بولے الخ ۹ شعر پس عمرؓ نے کہا کہ تو مجھ سے نہ ڈر میں بشارت حق کی تجھ کو خبر دیتا ہوں حق نے تیری اسقدر تعریف کی کہ جان عمرؓ کی تجھ پر عاشق ہوئی تو میرے پاس بیٹھ اور دور نہ ہو تاکہ تیرے مقبول ہونے کا میں راز کہوں حق تجھ کو سلام بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرا حال اس رنج و تکلیف سے کیا ہے یہ نقد تیرا صلہ ہے اسکو تو خرچ کر اور یہاں پھر آ پیر چنگی نے جسدم یہ سنا ہاتھ کاٹا اور شرمندہ ہو کر چیختا تھا اور کہتا تھا کہ اے بار خدایا بوڑھا شرم سے پانی پانی ہوا جو بہت رویا از حد غمگین ہوا چنگ کو زمین پر دے مارا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوا اور نسبت چنگ کے کہا کہ تو میرا حجاب حق سے ہوا شاہراہ سے مجھ کو گمراہ کیا یعنی اے چنگ نفس تو نے مجھ کو لہو و لعب بتا میں کھا اور خدا بینی سے جدا کیا جو کہ چنگ خواہش نفس ہے اسکو توڑنا عین نفس کا توڑنا ہے پس ترک خواہشات عین نفس کشی ہے اسواسطے لکھا ہے کہ سو برس کا گنہگار اگر توبہ کرے تو سو برس کے عابد سے بہتر ہے کیونکہ اس نے خدا کے واسطے اپنے سو برس کے دوست کو شکست کیا ہے رحمت حق اُس پر زیادہ ہوتی ہے واللہ اعلم ۱۲ [2] خون چوسا الخ ۷ شعر جو تو نے میرا خون ستر برس تک چوسا اور روسیہ میرا تجھ سے ہوا بدرجہ کمال اے خدا مہربان و باوفا رحم کر تو میری عمر گذشتہ پر حق نے وہ عمر مجھ کو دی کہ ہر دن اسکا بیش قیمت ہے کوئی نہیں جانتا ہے میں نے اپنی عمر صرف کی ہے اور چنگ بجاتے میں یعنی سماع و نغمہ دینا میں میں نے اپنی عمر صرف کی ہے افسوس اس عراق و راہ یا دمیں یار و رنج فراق بھول گیا افسوس میں ٹوٹ گیا ہوں تری سے زیر کی اور دل مردہ ہوا اور کھیتی دل کی خشک ہوئی یعنی عراق و راہ و زیر و بم یہ نام پردوں اور سروں کے ہیں علم موسیقی میں جو میں راگنی ہیں آواز سے کارواں گذرا اور وقت اخیر ہے یعنی لہو و لعب دنیا میں عمر کو کھو یا چنانچہ مناجات اسکی مولانا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔

ای خدا فریاد زین فریادخواه	دادخواهم نه ز کس زین دادخواه	اے خدا فریاد ہے فریاد خواہ	نے کسی نے داد چاہی داد خواہ
داد کس چون من ندادم در جهان	عمر شد هفتاد سال از من جدا	نے کسی کو داد میں نے یاں دی	عمر ستر سال کی مجھ سے گئی
داد خود از کس نیابم جز مگر	زانکه هست از من بمن نزدیکتر	نے کسی سے داد میں پاؤں مگر	جو کہ ہے مجھ سے مرے نزدیک تر
کین منی از وی رسد دم دم مرا	پس ورا بینم چو این شد کم مرا	دمبدم پہونچی مجھے اُس سے خودی	بس اسے دیکھوں جو یہ کم ہو مری
همچو آن کالِ تو باشد زر شمر	سوی او دارنی سوی خود نظر	ہو جو کوئی ساتھ تیرے زر شمر	کر نظر اُس پر نہ رکھ خود پر نظر
همچنین در گریه و در ناله او	می‌شمرد جرم چندین ساله او	اس طرح روتا و کرتا نالہ وہ	یاد کر برسوں کے اپنے جرم کو

گردانیدن عمر رضی الله عنه نظر او را از مقام گریه که هستی است بمقام استغراق که نیستی است

پھیرنا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کا نظر اُس کی کو مقام رونے سے کہ ہستی ہے طرف مقام استغراق کے کہ نیستی ہے

پس عمر گفتش که این زاری تو	هست هم آثار هشیاری تو	پس عمرؓ بولے کہ یہ زاری تری	یہ بھی ہے آثار ہشیاری تری
بعد از آن او را از آن حالت بخواند	زاعتذارش سوی استغراق خواند	پھر نکالا اُسکو اس حالات سے	ڈالا استغراق میں عذر اسکے
راه فانی گشته راه دیگر است	زانکه هشیاری گناه دیگر است	راہ فانی کی تو ہاں کچھ اور ہی	کیونکہ ہشیاری بھی اک جرم دگر ہے
هست هشیاری زیاد ما مضی	ماضی و مستقبلت پرده خدا	یاد ماضی کی ہے ہشیاری دلا	ڈھانکے حق ماضی و مستقبل ترا
آتش اندر زن بهر دو تا بکی	پرگره باشی ازین هر دو چو نی	آگ اُن دونوں کو اب دے تو لگا	کب تلک جو نے رہیگا پر گرہ
تا گره با نی بود همراز نیست	همنشین آن لب و آواز نیست	نے میں ہو جب تک گرہ ہمدم نہیں	نے ہو لب آواز کی وہ ہمنشیں

ل۵ اے خدا الخ ۲ شعر نے خدا فریاد خواہ کی فریاد ہے نہ کسی سے یہ داد خواہ داد چاہتا ہے نہ کسی کو میں نے یہاں داد دی اور عمر ستر سال کی مجھ سے گئی نہ کسی سے داد میں پاؤں مگر جو کہ مجھ سے میرے نزدیک تر ہے یعنی ذات باری کہ مجھ سے نزدیک تر ہے دمبدم مجھے اس سے بیخودی پہونچی ہے اگر یہ خودی گم ہو تو میں اس سے سوا کو دیکھوں مثل اُسکے جسکو کوئی زر دیوے نظر اُسپر کر خود پر نہ کر اسطرح وہ رو رو کر اور نالہ کرکے اپنے برسوں کے جرم یاد کرتا تھا واضح ہو کہ جب طالب کے دل سے ظلمت و غفلت کم ہوتی ہے تو اُسکو حسرت و افسوس اپنی عمر گذشتہ بیکار رہنے کا بس ہوتا ہے اور مناجات و گریہ کرتا ہے یہ علامت بیداری دل و نفس لوامہ کی ہے پس طالب کو چاہیے کہ تصفیہ قلب میں اسوقت کوشش زیادہ کرے کہ نفس مطمئنہ کا مرتبہ حاصل ہو جائے اسکی ترقی کا حال آگے مولانا فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔ ل۲ پس عمر الخ ۲ شعر پس عمرؓ نے کہا کہ زاری بھی آثار ہشیاری تیری سے ہے پھر اسکو اس حال سے الا سبب او معذور کرکے استغراق میں ڈالا یعنی خودی سے اسکو چھڑایا اور مشاہدہ حالات میں غرق کیا کیونکہ طالب بسبب ترکیہ نفس کے یاد سے عذر و معذرت ایام گذشتہ کی کرکے حرمان نصیبی سے گریہ و زاری کرتا ہے جبکہ تصفیہ قلب سے مشاہدہ تجلیات آثاری ہو استغراق پیدا ہوتا ہے اور فنائیت ظہور کرتی ہے پس ہوشیاری دوسرا گناہ ہے یعنی ہوشیاری اور ہے اور فنائیت اور ہے حال ماضی کو یاد کرنا ہوشیاری ہے اور ماضی و مستقبل کو یاد کرنا حق کا پردہ ہے تو ان دونوں ماضی و مستقبل کو آگ لگا دے مثل نے کے تو کب تک پر گرہ رہیگا جب تک نے میں گرہ ہے ہمدم نہیں جیسے نے ایسی ہمنشین لب و آواز کے ہو یعنی نے میں جب تک گرہ ہوتی ہے قابل آواز نہیں ہوتی اسی طرح حال ماضی و مستقبل کی ہر شے مدی کا ہے حجاب ... فنا کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔

چون بطوف خود بطوفے مرتدی / چون بخانہ آمدی ہم باخودی
یہ طواف اپنا کرے مرتد ہی تو / جو کہ آئے گھر میں تو باخود ہی تو

اے خبرہات از خبردہ بے خبر / توبۂ تو از گناہ تو بتر
تیرے مخبر سے خبر ہے بے خبر / تیری توبہ ہے گناہوں سے بتر

اے تو از حال گذشتہ توبہ جو / کے کنی توبہ ازیں توبہ بگو
تو کرے توبہ گذشتہ حال سے / تو بہ اس توبہ سے پھر تو کب کرے

گاہ بانگ زیر را قبلہ کنی / گاہ گریہ زار را کعبہ کنی
گہ صدائے زیر کو قبلہ کرے / گاہ گریہ زار کو کعبہ کرے

چونکہ آئینہ عمرؓ اسرار شد / جان پیر از اندرون بیدار شد
جو عمرؓ آئینہ بھیدوں کے ہوئے / جان تن میں آئی تنگ پیر کے

ہمچو جان بے گریہ و بے خندہ شد / جانش رفت و جان دیگر زندہ شد
مثل جاں نے گریہ رکھے نے ہنسی / جان گئی جان دوسری زندہ ہوئی

حیرتے آمد درونش آن زمان / کہ بروں شد از زمین و آسمان
حیرت اسکے دل میں آئی اُس گھڑی / جو زمین و چرخ سے باہر گئی

جستجوے ماورائے جستجو / من نمی دانم تو میدانی بگو
جستجو سے جستجو ہے جو سوا / میں نہ جانوں گر تو جانے کہہ بتا

حال و قالے از ورائے حال و قال / غرق گشتہ در جمال ذوالجلال
حال و قال اک ہے سوائے حال و قال / غرق ہے اندر جمال ذوالجلال

غرقۂ نے کہ خلاصی باشدش / یا بجز دریا کسے بشناسدش
[2] نے وہ غرق ہے کہ خلاصی اسکو ہی / کون دریا کے سوا جانے اسے

عقل جزو از کل پذیرا نیستی / کہ تقاضا بر تقاضا نیستی
عقل جزوی تیری سے اُس کل سے ہے / کہ تقاضے پر تقاضے نے لئے

چون تقاضا بر تقاضا میرسد / موج آن دریا بدینجا میرسد
جو تقاضے پر تقاضا آئے ہی / موج اُس دریا کی اسجا آئے ہی

چونکہ قصہ حال پیر اینجا رسید / پیر و جانش روی در دریا کشید
پہونچا تک حال پیر اسجا یہ جب / غرق جان اسکی ہوئی دریا میں جب

پیر دامن از گفت و گو فشاند / نیم گفتہ در دہان او بماند
پیر نے راہ گفتگو کی بند کی / منہ میں اُسکے بات آدھی رہ گئی

از پے این عیش و عشرت ساختن / صد ہزاران جان بباید باختن
دوستو اس عیش و عشرت کیلئے / بس ہزاروں جان دینا چاہیے

در شکار رشتہ جان باز باش / ہمچو خورشید جہان جانباز باش
باز ہو مچھر کو جان کرے شکار / مثل خورشید جہاں ہو کر نثار

[1] یہ طواف الخ یہ شعر جو طواف اپنا کرے مرتد ہے تو اور جو تو گھر میں آئے باخود ہے یعنی تو اپنی خود نمائی کرے اور اس نمانہ وجود کو بھلے اس درگاہ سے مرتد ہے تیری خبر اس خبر دینے والے سے بیخبر ہے اور تیری توبہ گناہ سے بدتر ہے یعنی توبہ تو عجز سے کرتا ہے توبہ گناہ سے بدتر ہے کہ جیسے عوام منہ سے توبہ کرتے ہیں اور دل میں پشیمان نہیں ہوتے یہ توبہ گناہ سے زیادہ ہے اس توبہ سے تو پھر توبہ کرے گا یعنی توبہ تو اس ہوشیاری سے کب تک کرے گا اور خودی کو کب چھوڑے گا کیونکہ تو کبھی کعبہ کو گریہ و زاری کرتا ہے اور کبھی تو لذائذ دنیوی کی طرف رجوع کرتا ہے اور کبھی گریہ و زاری سے تائب ہوتا ہے جبکہ عمرؓ نے راز الٰہی سے واقف کیا جان تن میں پیر چنگی کی تنگ ہوئی یعنی جبکہ عمرؓ نے اسرار الٰہی اُس پہ منکشف کیے تو مرغ جان پیر چنگی کا قفس تن میں تنگ ہوا اور اس گلزار معنی کو مشاہدہ کرکے پھڑکنے لگا چنانچہ اس انکشاف کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں ۔ فتفہم
[2] نے وہ غرق الخ یہ شعر وہ غرق نہیں ہے کہ جس کو رہائی ہے دریا کے سوا کون اُسکو جانتا ہے یعنی دریائے ذات اسکو جانتا ہے کہ وہ اسمیں غرق ہے اور کوئی نہیں جانتا ہے تیری عقل جزوی اُس کل سے نہیں ہے کہ تقاضے پر تقاضا اُسکا نہیں ہے جو تقاضے پر تقاضا اُسکو آتا ہے موج اس دریائے ذات کی یہاں آتی ہے یعنی وہ ذات اس قطرہ جان کی طرف نزول کرتی ہے تو وہ جان کل سے ہے ورنہ نہیں جبکہ قصہ حال پیر چنگی کا اس جگہ پر پہونچا تو جان پیر چنگی کی غرق دریائے ذات ہوئی پیر چنگی نے گفتگو بند کی اُسکے منہ میں آدھی بات رہ گئی یعنی حیران رہگیا دوستو اس عیش و عشرت کیلئے ہزاروں جان دینا چاہیے باز ہو اور مچھر جان کو شکار کر اور مثل خورشید جہاں کے جان کو نثار کر باقی حال اس کا آگے ہے ۔ فتفہم

جان فشاں افتاد خورشید بلند ۔ میشود ہر دم تہی پر میکند
جان فشاں لے آفتاب معنوی ۔ مر جہان کہنہ را بنما نوی
در وجود آدمی جان و روان ۔ میرسد از غیب چون آب روان
ہر زمان از غیب نو نو میرسد ۔ وز جہان تن بروں شو میرسد

جان نثاری[لہ] پر جو یہ خورشید ہے ۔ خالی ہر دم ہوا سے ہر دم بھرے
جان نثار اب کر اے شمس معنوی ۔ عالم کہنہ کو بخشا تازگی
جسم[لہ] انساں میں یونہی جان آتی ہے ۔ غیب سے مانند جاری آب کے
تو بتو ہر وقت آئے غیب سے ۔ اور جہان تن سے ہر دم جائے

تفسیر طلب دعائے آں دو فرشتہ کہ ہر روز بر سر بازار منادی میکنند اللہم اعط کل منفق خلفا و اللہم اعط کل ممسک تلفا و بیان آں کہ منفق مجاہد راہ حقیقت است نہ مسرف راہ ہوا

تفسیر دعا مانگنے ان دو فرشتوں کی کہ ہر روز بر سر بازار منادی کرتے ہیں اللہم اعط کل منفق خلفا و اللہم اعط کل ممسک تلفا اور بیان اسکا کہ نفقہ دینے والا مجاہد راہ حق کا ہے مسرف راہ ہوا کا مجاہد نہیں ہے

لہ جان نثاری پر الخ ۲ شعر خورشید جو جان نثاری کرتا ہے اگر خالی ہو تو وہ پُر کرتا ہے پس تو بھی اے شمس معنوی اب جان نثار کر اور عالم کہنہ کو تازگی بخش یعنی آفتاب فرقانی بلکہ شمس فلک جان نثاری میں جو خالی نور سے ہوتا ہے تو دوبارہ پھر پُر کرتا ہے پس مولانا اپنی جان کو کہتے ہیں کہ تو بھی شمس معنوی ہے جان نثار کر کرتا یا دتیرے وجود کہنہ کو تازگی دے یا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ شمس معنوی کو بسبب جان نثاری کے پھر تازہ کردو واللہ اعلم ۱۲ لہ جسم انسان میں الخ ۲ شعر یعنی جسم انسان میں جان اس طرح غیب سے آتی ہے جیسے آب جاری نہر میں ہر وقت تو بتو غیب سے آتی ہے اور جان تن سے ہر دم جاتی ہے واضح ہو کہ ذات مقدس مثل ایک دریا کے ہے اور مخلوق اُس دریا میں مثل موج حباب و کف کے ہے پس آب محیط اُس دریا کا اُن موج حباب میں آتا و جاتا ہے اور وہ اشکال موج حباب کے بظاہر نظر میں ویسی ہی مقید معلوم ہوتے ہیں اُس کو تجدد امثال کہتے ہیں اس واسطے وحدت الوجود والے عالم کو ایک وجود مانتے ہیں کہ وہ دریا سے ذات عالم پر بسبب حلول و اتحاد محیط ہے بموجب آیہ کریمہ ان اللہ علی کل شیء محیط یعنی تحقیق اللہ کل شے پر محیط ہے یعنی ذات سے گھیرے ہوئے ہے اور متکلمین کہتے ہیں کہ علم سے گھیرے ہوئے ہیں پس معنی ذات علم کے ہیں ظہور اول کو علم اجمالی اور ظہور دوم کو ذات وحدت کہتے ہیں اور مقام ہویت کو کہ بے صفات ہے ذات بحت کہتے ہیں پس محیط سے مراد ذات احدیت ہے ذات بحت کہتے ہیں اور نہ ذات بحت اس صورت میں علم و ذات کے معنی ایک ہوئے لفظ تنازع لفظی ہے زیادہ کیا لکھوں کہ میدان بیان تنگ ہے دل تو چاہتا ہے کہ اور زیادہ لکھوں مگر ترنم مانع ہے پس مولانا جان نثاری کے باب میں راز خوبی سخاوت کا آگے بیان فرماتے ہیں ۔ منہ ۱۲ ۔

گفت پیغمبر که دایم بهر پند / دو فرشته خوش منادی می‌کنند
کای خدایا منفقان را سیر دار / هر درمشان را عوض ده صد هزار
ای خدایا ممسکان را در جهان / تو مده الا زیان اندر زیان
ای خدایا منفقان را ده خلف / ای خدایا ممسکان را ده تلف
منفق و ممسک ہیں بے بود / چون محل باشد مثمر می‌شود
ای بسا امساک کز انفاق به / مال حق را جز به امر حق مده
تا عوض یابی تو مال بیکران / تا نباشی از عداد کافران
کاشتران قربان همی کردند تا / چیره گردد تیغشان بر مصطفی
امر حق را باز دان از واصلی / امر حق را در نیابد هر دلی
چون غلام یاغیی کو عدل کرد / مال شه بر باغیان او بذل کرد
طرفه تر کز زر همی پنداشت عدل / کز سخاوت کرده ام ایثار و بذل
عدل این یاغی و دادش پیش شاه / هم فزاید دوری و روی سیاه
در نبی انذار اهل غفلت است / کان همه انفاقهاشان حسرت است

بولے پیغمبر نصیحت کے لیے / دو فرشتوں سے ندا یہ آتی ہے
اے خدا آسودہ جو بخشش کرے / ہر درم کے بدلے اسکو لاکھ دے
ممسکوں کو اے خداوند جہاں / کچھ نہ دے لیکن زیاں اندر زیاں
اور سخی کو اے خدا اولاد دے / اے خدا ممسک کو تو برباد دے
اپنی جان بخل و سخا بہتر رکھے / جو محل ہو وہ اثر اپنا کرے
بخل بہتر ہو سخاوت سے کبھی / مال حق بے حکم حق مت دے کبھی
تا عوض تو مال پائے بیشمار / کافروں سے تا نہ ہو اسکا شمار
اونٹ قربانی وہ کرتے تھے کہ تا / مصطفےٰ پہ تیغ غالب ہو سدا
امر حق واصل سے تو معلوم کر / امر حق پاتے نہیں ہر اک بشر
عدل اک باغی غلام اب جو کرے / باغیوں کو مال شہ بخشش میں دے
طرفہ تر وہ عدل جانے پس اُسے / کہ سخاوت کی ہے میں نے جو دیے
باغی اُس عدل و سخا سے پیش شاہ / کیا بڑھائے دوری و روئے سیاہ
غافلوں کے ڈر کو آیہ میں لکھا / کہ انفاق انکا سبب حسرت ہوا

قربانی کردن سرانِ عرب بامیدِ قبول افتادن

قربانی کرنا سرانِ عرب کا بامید قبول ہونیکے

شعر [illegible] الخ یہ شعر جناب رسول مقبول صلعم نے فرمایا واسطے نصیحت کے کہ دو فرشتے یہ ندا کرتے ہیں اے خدا آسودہ کر اسکو کہ بخشش کرے اور ہر ایک درم کے عوض اسکو [illegible] درم دے ممسکوں کو اے خدا جہاں میں کچھ نہ دے الا زیاں اندر زیاں دے اور سخی کو اے خدا تو اولاد دے اور اے خدا ممسک کو تو برباد کر دے بخل و سخاوت [illegible] بہتر [illegible] بخل کبھی بہتر ہوتا ہے سخاوت سے مال حق کا بے حکم حق کے کبھی مت دے تا عوض [illegible] بیشمار اور کافروں سے تو شمار نہ کیا جائے یعنی بخل سخاوت اپنی اپنی جگہ بہتر ہے [illegible] اخلاق محمودہ و اخلاق ذمیمہ سب [illegible] خدا [illegible] واسطے کام کے انسان میں پیدا کیے ہیں اپنی جگہ پر ہر ایک اخلاق محمودہ اور بے جگہ استعمال ذمیمہ ہے اس واسطے شریعت اخلاق محمودہ [illegible] اور ذمیمہ [illegible] انسان کو تمیز کرتا [illegible] بشرطیکہ [illegible] آگے اسکا بیان ہے [illegible] ۵۲ اونٹ قربانی الخ یہ شعر کفار اونٹ قربانی کرتے تھے کہ [illegible] مصطفےٰ پہ تیغ غالب ہو [illegible] خدا [illegible] یافت کر اور ہر ایک بشر امر حق کو پہچانتا نہیں ہے یعنی احکام الٰہی کو کاملین سے [illegible] کر کے عمل اسپر کر کہ اس فعل سے تجھکو ثمرہ ملے ورنہ بے علمی سے وہ فعل تیرا عبث ہوگا جیسے کفار نے حضور پر غالب ہونیکو قربانی کی کیونکہ صدقہ واسطے دفع بلا کے ہے اور وجود رحمۃ للعالمین سے پس رحمت کب صدقہ سے دفع ہوتی ہے پس جو شخص کامل کی ہدایت پر عمل کرتا ہے اثر پاتا ہے [illegible] ہے [illegible] مثال اسکی بیان فرماتے ہیں جیسے باغی غلام عدل کرے اور باغیوں کو مال بخشش میں دے اور طرفہ یہ ہے کہ اُسے عدل [illegible] سمجھے [illegible] میں نے [illegible] کرم کیا [illegible] وہ باغی اس عدل و سخاوت سے نزدیک بادشاہ کے دوری اور روسیاہی [illegible] عدل و سخاوت [illegible] بہتر [illegible] واسطے خوف غافلوں کے آیہ میں لکھا ہے کہ یہ انفاق انکو حسرت ہوا [illegible] فسینفقونہا ثم تکون علیہم حسرۃ ثم یغلبون یعنی وہ کافر [illegible] اپنا مال خرچ کرتے [illegible] خدا [illegible] مثال میں قصہ [illegible] بیان فرماتے ہیں [illegible]

سروران مکہ در حرب رسول / بود شان قربان بامید قبول
بہر این مومن ہمی گوید ز بیم / در نماز اہدنا الصراط المستقیم
آن درم دادن سخی را لائق است / جان سپردن خود سخای عاشق است
نان دہی از بہر حق نانت دہند / جان دہی از بہر حق جانت دہند
گر بریزد برگہای این چنار / برگ بے برگیش بخشد کردگار
گر نماند از جود در دست تو مال / کے کند فضل الٰہت پائمال
ہر کہ کارد گردد انبارش تہی / لیکنش اندر مزرعہ باشد بہی
وانکہ در انبار ماند و صرفہ کرد / اسپش و موش و حوادثہاش خورد
اینجہان نفی ست در اثبات جو / صورتت صفرست در معنات جو
جان شور و تلخ پیش تیغ بر / جان چون دریای شیرین را بخر
گر نمی تانی شدن زین آستان / گوش کن باری ز من این داستان

سروران مکہ باجنگ رسول / کرتے قربانی بامید قبول
اس لیے مومن کہے از راہ بیم / در نماز اہدنا الصراط المستقیم
پس درم دینا سخی کو ہے روا / جان دینا عاشقوں کو ہے سخا
نان دے حق کے لیے نان دے تجھے / جان دے حق کیلیے جان دے تجھے
گر ہوں تجھ پر یہ درختان چنار / برگ بے برگی اسے دے کردگار
گر نہ رہے بخشش سے باقی تیرا مال / فضل حق تجھکو کرے کب پائمال
جس نے بویا اور رہا انبار کم / کھیت میں پیدا ہو غلہ کم ہو غم
جس نے رکھا غلہ اور صرفہ کیا / کھایا چوہوں نے اُسے اور گھن لگا
یہ جہاں ہی نفی ڈھونڈ اثبات میں / نقطے کے مانند ڈھونڈ اب ذات میں
جان شور و تلخ کو تو چھوڑ دے / جان مثل بحر شیریں کو تو لے
چھوڑ سکتا گر نہیں یہ آستان / سن لے مجھ سے ایک تو یہ داستان

قصہ خلیفہ کہ در زمان خود در کرم از حاتم طائی گذشتہ بود

قصہ خلیفہ کا کہ بیچ اپنے زمانے کے بخشش میں حاتم سے بڑھ گیا تھا

سلہ سروران مکہ الخ شعر سروران مکہ رسول اللہ کے لڑنے کیواسطے قربانی کرتے تھے بامید قبول یعنی کفار عرب قربانی کرتے تھے کہ تا خدا قبول کرے اور ہم سے راضی ہو کہ ہم جنگ رسول اللہ میں غالب ہوں مگر وہ فعل نیک ان کا بسبب نخل ہونیکے انہیں کو نقصان پہونچاتا تھا اس لیے مومن از راہ خوف کے نماز میں اہدنا الصراط المستقیم یعنی ہدایت کر ہمکو اور راہ مضبوط کر پس سخی کو درم دینا واجب اور عاشق کو جان دینا سخاوت ہے اگر نان دے حق کیلیے تو وہ تجھ کو نان دے اور جان دے حق کیلیے تو وہ تجھ کو جان دے یعنی جو کریگا وہ پائیگا اور راہ مضبوط سے مراد طریق حق ہے اور جو یہ اعتراض ہو کہ جب دین کامل حاصل ہو گیا پھر اہدنا کیوں اس کے ادا کی گئی ہیں اور اگر سورہ فاتحہ میں یہ کلمہ نہ پڑھیں نماز نہ ہوگی لیکن تامل واضح ہو کہ ہدایت راہ مضبوط سے مراد معرفت حق ہے کہ اسکی انتہا نہیں پس عاشق جان کی سخاوت کرتا ہے اور حق تک پہونچتا ہے کیونکہ انسان کیواسطے وسعت ہے پس خدا سخاوت کی شان آگے بیان کی ہے کہ اگر تجھ پر یہ درخت چنار ہوں تو کردگار انکو بے برگی سے برگ دیتا ہے یعنی بے سامان ہو جیسے پھر سامان کر دیتا ہے سخی کو تیرا مال سخاوت سے نہ رہے مگر فضل حق تجھ کو پامال نہ کریگا جیسے کفار عرب کو باوجود سخاوت قربانی کرنے کے پامال کیا کیونکہ انکی سخاوت بیجا تھی پس خدا کیواسطے سخاوت کرو کہ ثمر پاؤ چنانچہ اسکی دوسری مثال آگے ہے فافہم سلہ جس نے بویا الخ شعر اگر کھیتی کرے اور غلہ تباہ ہو لیکن کھیت میں برکت سوا ہو اور اگر جس نے غلہ رکھا اور مسکی کی حادثوں کا موش و گھن اسمیں لگا یعنی سخاوت سے مال کم نہیں ہوتا ہے بلکہ بخیلی سے کم ہوتا ہے یہ جہان نفی ہے تو جہان اثبات میں ڈھونڈ تو ذات میں ڈھونڈ تیری صورت نقطہ ہے یعنی یہ جہان نفی و تیری صورت بلکہ فنا ہے فانی ہستی تو یار کو اس جہان ثابت یعنی ذات میں یعنی حقیقت میں تلاش کر تا اس جہان شور و تلخ کو چھوڑ دے اور جان جو مثل بحر شیریں کے ہے اس کو وصل کر یعنی جان نفسانی اور حیات حق سے شور و تلخ ہو گئی ہے فنا کر جان روحانی کہ مثل بحر شیریں کے ہے حاصل ہو کہ مواد اسرار الٰہی اس سے تجھ پر منکشف ہو دیں یہ آستان چھوڑ نہیں سکتا ہے تو مجھ سے ایک داستان تو سن لے یعنی مولانا قلب ماہیت جان و شجر باطن ریاضت کا اس داستان میں حال بیان کرتے ہیں کہ مرشد از راہ کرم طالبوں کی جان بدل دیتا ہے کہ قابل انکشاف معارف و اسرار الٰہی ہو چنانچہ قصہ خلیفہ بغداد اور درویش اعرابی کا اسی راز میں آگے بیان فرماتے ہیں فافہم سلہ قصہ نہم خلیفہ کا قلب ماہیت جان دیتا نبی الرسول میں ہے۔

یک خلیفہ بود در ایام پیش — کردہ حاتم را گدائے جود خویش
رایت اکرام و جود افراشتہ — فقر و حاجت از جہان برداشتہ
بحر و کان از بخششش صاف آمدہ — داد او از قاف تا قاف آمدہ
در جہانِ خاک ابر و آب بود — مظہر بخشایش وہاب بود
از عطایش بحر و کان در زلزلہ — سوے جودش قافلہ در قافلہ
قبلۂ حاجات در دروازہ اش — رفتہ در عالم بجود آوازہ اش
ہم عجم ہم روم و ہم ترک و عرب — ماندہ از جود و سخایش در عجب
آب حیوان بود دریائے کرم — زندہ گشتہ ہم عرب زو ہم عجم
اندر ایام چنیں سلطان داد — بشنو از من داستانے با گشاد

اک خلیفہ پہلے ایاموں میں تھا — اسکی بخشش کا تھا حاتم بھی گدا
اس نے بخشش کا علم برپا کیا — فقر و حاجت کو جہان سے کھو دیا
بحر و کان بخشش سے اسکی صاف تھا — شہرہ اسکا قاف سے تا قاف تھا
عالم خاکی میں ابر و آب تھا — مظہر بخشایش وہاب تھا
بحر و کان بخشش سے اسکے کانپتے — سوے جود اسکے تھے جاتے قافلے
اسکا در تو قبلۂ حاجات تھا — شہرہ عالم میں تھا اسکے جود کا
کیا عجم کیا روم کیا ترک و عرب — تھے سخاوت سے اسکی حیران سب
آب حیوان تھا وہ دریائے کرم — زندہ اس سے ہم عرب تھے ہم عجم
ایسے سلطان کے زمانہ میں سنو — ایک قصہ مجھسے تم اے دوستو

قصۂ اعرابی درویش و ماجرا کردن زن با او از فقر و درویشی

قصہ درویش اعرابی و جھگڑا کرنا عورت کا ساتھ اسکے بسبب فقر درویشی کے

یک شب اعرابی زنے مر شوے را — گفت و از حد برد گفت و گوے را
کیں ہمہ فقر و جفا ما مے کشیم — جملہ عالم در خوشی ما ناخوشیم
نان ما نے نان خورش ما درد و رشک — کوزہ ما نے آب ما از دیدہ اشک
جامۂ ما روز تاب آفتاب — شب نہالین و لحاف از ماہتاب
قرص مہ را قرص نان پنداشتہ — دست سوے آسمان برداشتہ

ایک شب شوہر سے اعرابن نے کہی — باتوں باتوں میں وہ بات انکی بڑھی
فقر و فاقہ کب تلک ہم یہ کریں — سب جہاں خوش ہیں ہم ناخوش رہیں
روٹی بے سالن ہے ہم پر درد و رشک — جام بے پانی کا آنکھ نیر اشک
ہے ہمارا جامہ تاب آفتاب — رات توشک اور لحاف کا ماہتاب
قرص مہ کو قرص نان ہم جانکر — ہاتھ پھیلا میں فلک کے سمت کر

[1] اک خلیفہ الخ و شعر ایک خلیفہ پہلے زمانہ میں تھا اور اسکی بخشش کا حاتم گدا تھا اُس نے بخشش کا علم برپا کیا اور حاجت و فقر کو جہان سے کھو دیا اسکی بخشش سے بحر و کان خالی نہ تھا شہرہ اسکا اس سرے سے اس سرے تک تھا اس عالم خاکی میں ابر و آب تھا اور جیسے ظہور میں بحر و کان اسکی بخشش سے کانپتے اور اسکی طرف قافلے جاتے تھے اُسکا دروازہ قبلہ حاجت مندونکا تھا اور اُسکی جود کا شہرہ عالم میں تھا کیا عرب عجم اور کیا ترک و روم اسکی سخاوت سے حیران تھے وہ دریائے آب حیوان کرم تھا شرمندہ اس سے عرب عجم تھا ایسے بادشاہ کے زمانہ میں ایک قصہ سنو تم مجھ سے اے دوستو یعنی ایسے خلیفہ کے زمانہ میں ایسا امر واقع ہوا اس خلیفہ سے مراد خلیفہ حق یعنی حضرت مقبول صلعم سے ہے اس عالم حکایت میں مولانا فنافی الرسول کا مقام بیان فرماتے ہیں کہ قلب بیت جانکی بغیر فنافی الرسول کے نہیں ہوتی اور جان کو رہائی اس عالم سے بغیر اس قناعت کے دشوار ہے چنانچہ ریاضت فنافی الرسول حاصل ہونا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] ایک شب الخ شعر ایک شب زن اعرابی نے اپنے شوہر سے جھگڑا کیا اور باتوں باتوں میں وہ بات بڑھ گئی جھگڑا یہ تھا کہ فقر و فاقہ ہم کب تک کریں سب جہاں میں خوش ہیں اور ہم ناخوش ہیں ہمارے پاس سالن نہیں کہ ہم روٹی کھائیں درد و اشک کے سوا ہمارے پاس جام نہیں کہ ہم پانی پئیں ہمارا جامہ تاب آفتاب ہے شب کو توشک و لحاف ماہتاب ہے قرص ماہ کو قرص نان جان کر آسمان کی جانب ہاتھ پھیلاتے ہیں باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲

ننگ درویشان ز درویشی ما / روز و شب از روزی اندیشی ما
خویش و بیگانہ شدہ از ما رمان / بر مثال سامری از مردمان
گر بخواہیم از کسے یک مشت نسک / مر مرا گوید خمش کن مرگ و جسک
مر عرب را فخر غزو است و عطا / در عرب ما ہمچو خطا اندر خطا
ہم غزا ما بے غزا خود کشتہ ایم / ما بشمشیر عدم سر گشتہ ایم
چہ خطا ما بے خطا در آتشیم / چہ نوا ما در دو غم را مفترشیم
چہ عطا ما بر گدائے می تنیم / مر مگس را در ہوا رگ می زنیم
گر کسے مہمان رسد گر من منم / شب بخسپد دلقش از تن بر کنم
زین نمط زین جا او گفت گو / بر دو از حد عبارت بیش شو
کز عنا و فقر ما گشتیم خوار / سوختیم از اضطراب و اضطرار
تا بکے ما اینچنین خواری کشیم / غرقہ اندر بحر ژرف آتشیم
ناگہان روزے در آید میہمان / شرمساریہا بریم از وے بجاں
لیک مہمان گر در آید بے ثبوت / وانگہ کفش میہمان سازیم قوت

ہی ہمارے فقر سے فقرا کو ننگ [۱] / رات دن ہم فکر روزی سے ہیں تنگ
اپنے بیگانے ہیں ہم سے بھاگتے / سامری مردم سے جوں پنہاں رہے
گر کسی سے مانگیں اک مٹھی مسور / کہتے ہیں چپ کے بلا ہو ہم سے دور
ہی عرب کو غزو و مت فخر و عطا [۲] / ہم عرب ہیں مثل خطا اندر خطا
وہ غزا کیا بے غزا ہم مرتے ہیں / ہم عدم کی تیغ پر سر دھرتے ہیں
کیا خطا ہم بے خطا ہیں آگ میں / کیا نوا ہم درد و غم سے فرش ہیں
کیا عطا ہم آپ ہی کنجوس ہیں / اور ہوا سے خود ہی مکھی چوس ہیں
گر کوئی مہمان ہو اور میں بھی ہوں [۳] / شب کو سوئے کملی اسکی چھین لوں
اس طرح پر بحث اور جھگڑا ہوا / اور شوہر سے کلام اسکا بڑھا
فقر و فاقہ نے کیا ہی ہمکو خوار / بیقراری سے جلے ہم بیقرار
کب تلک ہم ایسی خواری کو سہیں / آگ کے دریا میں ہم ڈوبے رہیں
ناگہاں آ گئے جو اک دن میہماں / ہوئے بس شرمندگی ہم کو بجاں
بےخبر آ جائے مہمان مثل سیل / دعوت اس کی جوتیوں کے ہو طفیل

مغرور شدن مریدان محتاج و تشبیہ

مغرور ہونا مریدوں محتاج کا اور تشبیہ دینا

ف۱ ہے ہمارے فقر سے الخ یہ شعر ہمارے فقر سے فقرا کو بھی شرم آتی ہے اور رات دن ہم فکر روزی میں تنگ ہیں اپنے بیگانے ہم سے بھاگتے ہیں جیسے سامری چھپا تھا مردم سے اگر کسی سے ایک مٹھی مسور مانگتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ چپ رہ لے بلا ہم سے دور ہو واضح ہو کہ یہاں اعرابی مراد ہے عقل سے اور اعرابن مراد ہے نفس سے کہ نفس طالبہ بسبب مجاہدہ و ترک تعلقات عقل کے شکایت فقر و فاقہ کی کرتا ہے جو لوازمہ سلوک سے ہے چنانچہ اس کا حال آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف۲ ہے عرب کو الخ یہ شعر عرب کو فخر و عطا غزا سے ہے ہم عرب میں مثل خط کے خطا میں ہیں یعنی اہل عرب بسبب غزاؤں کے آسودہ ہیں اور ہم مثل خط کے خطا میں پڑے ہیں جیسے حرف رخطا کھینچکر خارج کر دیتے ہیں ہم عرب سے خارج ہیں ہو غزا کیا ہے ہم بے غزا مر گئے ہیں اور عدم کی تیغ پر ہم سر رکھتے ہیں خطا کیا ہے ہم درد و غم سے فرش ہوتے ہیں خطا کیا ہے ہم آپ ممسک ہیں اور خواہش میں اپنی مکھی چوس ہیں یعنی نفس کشی سے میں بغیر خطا و غذا کے مرا جاتا ہوں چنانچہ باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ف۳ گر کوئی الخ یہ شعر اگر کوئی مہمان ہو اور میں بھی ہوں شب کو وہ سوئے تو میں اس کا کمبل چھین لوں یعنی اس قدر ہم کو افلاس ہے غرض کہ اس طرح بحث اور جھگڑا ہوا اور شوہر سے اس کا کلام بڑھا کہ فاقہ نے ہم کو خوار کیا بے قراری سے ہم جلے اور ہم کو قرار نہیں ہم کب تک اس خواری کو سہیں اور آگ کے دریا میں ڈوبے رہیں اگر ناگاہ ایک دن مہمان آجائے تو ہم کو شرمندگی از بس ہو اگر مہمان آئے مثل سیل کے تو دعوت اس کی جوتیوں کے طفیل سے ہو یعنی بر سبب افلاس کے کچھ ہم سے اس کی دعوت نہ ہو سکے مولانا اس کی مثال آگے فرماتے ہیں کہ مرید پیران ریاکار کو ساتھ شیخ کامل کے تشبیہ دیتے ہیں اور اصل و نقل نہیں جانتے ہیں فافہم ۱۲۔

بمدعیان مزور لیشان را شیخ واصل پنداشتن و نقد را از نقل نادانستن و نہ یافتن

مدعیوں مکار کو ساتھ شیخ واصل کے اور اصل کو نقل سے نہ جاننا اور نہ پانا

بہر این گفتند دانایان بفن　　میہمان محسناں باید شدن

تو مرید و میہمان آں کسے　　کو ستاند حاصلت را از خسے

نیست چیره چوں ترا چیره کند　　نور ندہد مر ترا تیره کند

چوں ورا نوری نبد اندر قراں　　نور کے یابند از وی دیگراں

ہمچو اعمش کو کند دارو چشم　　چہ کشد در چشمہا الا کہ پشم

حال ما اینست در فقر و عنا　　ہیچ مہمانے مبا معذور را

قحط ده سال ار ندیدی در صور　　چشمہا بکشا و اندر ما نگر

ظاہر ما چوں درون مدعی　　در دلش ظلمت زبانش شعشعی

از خدا نے بوے او را نے اثر　　دعوتش افزوں ز شیث و بو البشر

دیو ننموده ورا ہم نقش خویش　　او ہمی گوید ز ابدالیم و بیش

حرف درویشاں بدزدیده بسے　　تا گماں آید کہ ہست او خود کسے

اُس لیے کہتے ہیں دانائے زماں　　چاہیے محسن کا ہونا میہماں[۱]

تو مرید اور میہماں اُسکا ہوا　　جو کہ ادنیٰ سے بھی چاہے فائدہ

ہو وہ غالب تو تجھے غالب کرے　　نور کیا ظلمت وہ دلکو تیرے دے

نور قرآں سے نہ حاصل ہو جسے　　نور کب وہ دوسرونکو دے سکے

جیسے[۲] چندھا آنکھ کی دارو کرے　　کیا ہو آنکھوں میں مگر پر بال اُگے

ہے ہمارا اسقدر فقر و عنا　　ہو نہ مہماں کوئی بھی معذور کا

دس برس کا قحط جو دیکھا نہ ہو　　اُسکا صورت میں ہماری دیکھ لو

ظاہر اپنا جوں بطون مدعی　　دلمیں تاریکی زباں پر روشنی

نے خدا سے بو اسے اور نے اثر　　دیوے دعوت مثل شیث و بو البشر

اُسنے شیطاں کو نہیں دیکھا کبھی　　خود کو جانے ابدال سے بھی برتری

بس چرایا اُسنے درویشوں کا مال　　تاکہ جانیں اُسکو ہے صاحب کمال

[۱] اس لیے کہتے ہیں الخ یہ شعر اسلیے دانایان روزگار کہتے ہیں کہ محسن کے یہاں مہمان ہونا چاہیے اور تو مرید مہمان اس کا ہوا کہ جو ادنےٰ سے فائدہ چاہے وہ خود غالب نہیں تجھے کب غالب کرے نور کیا بلکہ خود ظلمت تیرے دل کو دیوے جس کو نور قرآن سے حاصل نہ ہووے وہ کب دوسروں کو نور دے سکے یعنی جس کو خود نور ایمان حاصل نہ ہووے اور راز باطن سے خبر نہ رکھے وہ مریدوں کو کیا روشندل کرے گا کیونکہ وہ خود غالب نہیں ہے بلکہ اُس کی صحبت سے دل پر سیاہی طاری ہو گی عیاذاً باللہ چنانچہ اس کی مثال آگے لکھتے ہیں فافہم ۱۲ [۲] جیسے چندھا الخ، شعر جیسے چندھا آنکھ کی اگر دوا کرے کیا ہو آنکھ میں ولیکن پر بال اُگنے یعنی جیسے چندھا آنکھ کی دوا کرتا ہے تو آنکھ درست نہیں ہوتی ہے بلکہ اور پربال اُگتے ہیں کہ اس سے درد پیدا ہوتا ہے اسی طرح مرید کو پیر بے معنی سے نور دل نہیں حاصل ہوگا بلکہ اور سیاہی دل میں زیادہ ہوگی آگے قول اعرابی کا بیان کرتے ہیں جب یہ ہمارا فقر سے حال ہے تو خدا نہ کرے کہ کوئی ہم سے معذوروں کا مہمان ہو دس برس قحط کی صورت میں نہ دیکھے تو ہماری صورت دیکھ لے تو نظیر اُس کی فرماتے ہیں کہ ہمارا ظاہر و باطن مدعی کے دل میں تاریکی اور زبان میں روشنی رکھتا ہے اور نہ خدا کی اس میں بو ہے اور نہ اثر ہے مگر دعوت مثل شیث و ابو البشر کے اُس نے شیطان بھی کبھی نہیں دیکھا ہے اور خود کو ابدالوں سے بہتر جانتا ہے اس نے درویشوں کی باتیں چرائی ہیں کہ اس کو صاحب کمال جانیں باقی حال اس کا آگے ہے فہم مین فہم ۱۲۔

خورده گیرد در سخن بر بایزید ✿ ننگ دارد از درون او یزید
هر که داند مرد را چون بایزید ✿ روز محشر حشر گردد با یزید
بینوا از نان و خوانِ آسمان ✿ پیش او بنداخت حق یک استخوان
او ندا کرده که خوان بنهاده ام ✿ نایب حقم خلیفه زاده ام
الصلا ساده دلان پیچ پیچ ✿ تا خورید از خوان جودم هیچ هیچ
سالها بر وعدهٔ فردا کسان ✿ گرد آن در گشته فردا نارسان
دیر باید تا که سرِ آدمی ✿ آشکارا گردد از بیش و کمی
زیر دیوار بدن گنجست یا ✿ خانهٔ مارست و مور و اژدها
چونکه پیدا گشت کو چیزی نبود ✿ عمر طالب رفت آگاهی چه سود

عیب کہے ہر کلام بایزید ✿ اُسکے دل سے ہووے شرمندہ یزید
جو کوئی جانے اُسے جوں بایزید ✿ حشر اُسکا ہووے ہمراہ بایزید
آسماں سے خوان اُسکو کب ملے ✿ حق نے اک ہڈی نہیں ڈالی اُسے
کہتا ہے میں خوان حق کا رکھتا ہوں ✿ نائب حق ہوں خلیفہ زادہ ہوں
بیوقوفوں کو وہ کرتا ہے صلا ✿ آؤ کھانا کھاؤ میرے جود کا
کل کے وعدے پہ وہ برسوں خلق کو ✿ بس پھراتا ہے نہ ہوتی کل ہے وو
مدتوں میں آدمی کے بھید کی ✿ جا کے ظاہر ہوتی ہے بیشی کمی
زیر دیوار بدن ہے گنج یا ✿ ہے وہ خانہ ایک مور و مار کا
جب کھلا یہ بھید کہ وہ کچھ نہ تھا ✿ عمر طالب گذری آگاہی سے کیا

در بیان آنکه نادر افتد که مریدے در مدعی مزور اعتقاد کند بصدق بمقامے رسد که شیخش بخواب دیده باشد و آب و آتش او را گزند نه ساند و شیخش را گزند رساند ولے این نادرست

بیان میں اس بات کے کہ بہت کم ہوتا ہے مرید مرشد مکار کا اپنے صدق اعتقاد سے یقین کرے ایک مقام کو پہونچتا ہے کہ شیخ نے اسکو خواب میں بھی نہ دیکھا ہو اور آگ پانی اسکو تکلیف نہ دے اور شیخ کو تکلیف دے لیکن یہ نادر ہے

لہ عیب۔ کہے ان دو شعر عیب گیری کرتا ہے کلام بایزید پر اور اُسکے دل سے یزید شرمندہ ہوتا ہے جو کوئی جانے اُسکو مانند بایزید کے اسکا حشر ہووے ہمراہ یزید کے یعنی پیران مکار باتیں عارفوں کی بیان کر کے خود کو دوست خدا کا ظاہر کرتے ہیں پس جو کوئی اُنکو بزرگ جانیگا اُسکا حشر یزید کے ساتھ ہوگا یعنی غضب قہر میں وہ بھی گرفتار ہو وینگے اُسکو آسمان سے خوان کب ملے کہ حق نے اُس کو ایک ہڈی بھی نہ ڈالی وہ کہتا ہے کہ میں خوان حق سے پاتا ہوں اور نائب خدا کا اور خلیفہ زادہ ہوں بیوقوفوں کو وہ بلاتا ہے کہ آؤ اور کھانا کھاؤ میری بخشش کامل کے خوان سے اسی طرح کل کے وعدہ پر برسوں مخلوق کو پھراتا ہے اور کل نہیں ہوتی ہے مدتوں میں آدمی کو بھید کی کمی بیشی ظاہر ہوتی ہے وہ زیر دیوار بدن کے گنج ہے یا خانہ مور و مار ہے جب کھلا یہ بھید کہ وہ نہیں تھا کچھ لے طالب بے عمر گذر گئی اب آگے کیا کام ہے یعنی اُنکا حال مدت میں کھلتا ہے کہ وہ گنج اس جسم میں رکھتا یا خانہ مور و مار ہے جبکہ عمر گذری اُسکا حال کھلا اب آگہی سے کیا ہوتا ہے لو کبھی مرید اپنی خوش اعتقادی سے کمال کو پہونچتا ہے اور پیر کچھ نہیں جانتا ہے چنانچہ اس کا حال آگے لکھتے ہیں فافہم ۱۲۔

نیک در طالب آید کز فروغ ۔ درحق او نافع آید آن دروغ
پر یہ نادر ہے کہ طالب کو فروغ ۔ اس سے ہو جو کہتا مرشد کو دروغ

او بقصد نیک خود جاے رسد ۔ گرچہ جان پنداشت آن آمد جسد
وہ ارادہ صدق سے پائے مقام ۔ گرچہ جان جانے وہ ہے اک جسم نام

چوں تحری در دل شب قبله را ۔ قبله نے وان نماز او را روا
گر کرے شب میں تحری بس کوئی ۔ گو نہ ہو قبلہ نماز اس کی ہوئی

مدعی را قحط جان اندر سرست ۔ لیک ما را قحط نان بر ظاہر است
مدعی میں قحط جان کا باطنا ۔ پر ہے ہم میں قحط نان کا ظاہرا

ما چرا چون مدعی پنہان کنیم ۔ بہر ناموس مزور جان کنیم
کیوں کرے جوں مدعی پنہاں اسے ۔ جان کیوں دیں شرم سے ہم کر کے مکر

مرد بارومی نباید حالہا ۔ کہ ندید آن شیخ شخش سالہا
حال پیدا اسکو وہ ہونے لگا ۔ جو نہ دیکھا شیخ نے برسوں میں تھا

صبر فرمودن اعرابی زن خود را ۔ صبر کیلیے کہنا اعرابی کا عورت اپنی کو

شوی گفتش چند جوئی دخل و کشت ۔ خود چه ماند از عمر افزون تر گذشت
بولا شوہر کب تلک ڈھونڈھے نفع ۔ عمر گذری اور ہے تھوڑی سی وہ

عاقل اندر بیش و نقصان ننگرد ۔ زانکه هر دو همچو سیلے بگذرد
دیکھتے عاقل کمی بیشی ہیں کب ۔ سیل کے مانند گذریں دونوں جب

خواه صاف و خواه سیلے تیره رو ۔ چوں نمی پاید دمے از وے مگو
صاف و تیرہ سیل جائینگے گذر ۔ جو نہیں ٹھہریں شکایت تو نہ کر

اندریں عالم ہزاراں جانور ۔ می زید خوش عیش بے زیر و زبر
سیکڑوں عالم میں دیکھو جانور ۔ ہیں خوشی سے جیتے بے کسب و ہنر

شکر می گوید خدا را فاخته ۔ بر درخت و برگ شب ناساخته
شکر کرتی ہے خدا کا فاختہ ۔ سر برا اور شب کا نے سامان نے

حمد می گوید خدا را عندلیب ۔ کاعتماد رزق بر تست اے مجیب
حمد کرتی ہے خدا کا عندلیب ۔ رزق کا تجھ پہ یقیں ہے اے مجیب

باز دست شاه را کرده نوید ۔ از همه مردار ببریده امید
باز دست شاہ پر رکھے خوشی ۔ طعمہ مردار سے فرصت ملی

همچنیں از پشه گیری تا به فیل ۔ شد عیال الله و حق نعم المعیل
ویسے ہی مچھر سے لیکر تا بہ فیل ۔ ہیں عیال اللہ و حق نعم المعیل

سلہ پر یہ نادر ہے الخ شعر لیکن یہ نادر ہے کہ طالب کو اس سے فروغ ہو جو کہ مرشد دروغ کہتا ہے وہ ارادہ صدق سے مقام پائے اگرچہ اسکو جان جانتا ہے اور وہ حقیقت میں ایک جسم ہے مثل اسکے فرماتے ہیں جیسے اگر کوئی شب میں تحری کرے گو قبلہ نہ ہو نماز اس کی ہوئی تحری شریعت میں اسکو کہتے ہیں کہ شب تار یک میں سمت قبلہ معلوم ہو پس جس طرف دل کو یقین ہو کہ قبلہ ہے نماز پڑھے نماز ہو جائے گی اسی طرح طالب صادق بسبب اپنی خوش اعتقادی کے مقصد کو پہونچتا ہے گو بے پیر ہی ہو بقول پیر من خس است و اعتقاد من بس است مدعی میں قحط جان کا ہے باطنا اور ہم کو قحط نان کا ہے مثل مدعی کے ہم اُسے پنہاں کیوں کریں و مکر کے شرم سے ہم جان کیوں دیں یعنی یہ قول اعرابی کا ہے کہ ہم اس مدعی ریاکار کے مانند کیوں اپنے افلاس کو پوشیدہ کریں پس اس مرید کو وہ حال پیدا ہونے لگا جو اس شیخ مدعی نے برسوں میں نہ دیکھا تھا واللہ اعلم ۱۲

سلہ بولا شو الخ شعر اعرابی نے کہا کہ کب تک تو نفع ڈھونڈھے گی عمر گذری اور تھوڑی رہی ہے عاقل کب دیکھتے ہیں بیشی کمی کو مانند سیل کے دونوں گذر جاتے ہیں صاف و تیرہ گذر جائیں گے جو نہیں ٹھہریں تو شکایت مت کرو آگے اسکی مثال فرماتے ہیں سیکڑوں عالم میں جانور دیکھو کہ خوشی سے جیتے ہیں بغیر کسب و ہنر کے شکر کرتی ہے فاختہ سر و برا اور سامان شب کا کچھ نہیں رکھتی ہے حمد خدا کی بلبل کرتی ہے اور رزق کا تجھ پر اے مجیب یقین ہے باز دست بادشاہ پر خوشی رکھے طعمہ مردار سے فرصت ملے اسی طرح مچھر سے لے کر فیل تک ہیں عیال اللہ و حق نعم المعیل سب عیال اللہ کے ہیں اور اللہ صاحب عیال ہے چنانچہ حقائق اس کے آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ عہ عیال اللہ کی اور اللہ صاحب عیال ہے ۱۲

این همه غمها که اندر سینه هاست — ازغبار گرد باد بود ماست
این غمان بیخ کن چون داس ماست — اینچنین شد وان چنان وسواس ماست
دانکه هر رنجی ز مردن پاره ایست — جزو مرگ از خود بران گر چاره ایست
چون ز جزو مرگ نتوانی گریخت — دانکه کلش بر سرت خواهند ریخت
جزو مرگ ار گشت شیرین مر ترا — دانکه شیرین میکند کل را خدا
دردها از مرگ می آید رسول — از رسولش رو مگردان ای فضول
هر که شیرین می زید او تلخ مرد — هر که او تن را پرستد جان نبرد
گوسفندان را ز صحرا می کشند — آنکه فربه تر مر او را می کشند
شب گذشت و صبح آمد ای قمر — چند این افسانه را گیری ز سر
تو جوان بودی قانع تر بدی — زر طلب گشتی خود اول زر بدی
رز بدی پر میوه چون کاسد شدی — وقت میوه پختنت فاسد شدی
میوه ات باید که شیرین تر شود — چون رسن تابان نه واپس تر رود
جفت مائی جفت باید هم صفت — تا برآید کارها با مصلحت
جفت باید بر مثال همدگر — در دو جفت کفش و موزه درنگر
گر یکی کفش از دو تنگ آید بپا — هر دو جفتش کار ناید مر ترا
جفت در یک خرد وان دیگر بزرگ — جفت شیر بیشه دیدی هیچ گرگ

غم معیشت کا کہ جو سینہ میں ہو — ہے غبار تن ہوا و خاک سے
جڑ کو کاٹے غم درانتی کی مثال — یہ ہوا ہی اور وہ رنج و ملال
جان تو ہے رنج پارہ موت کا — جزو مرگ اب خود سے کر دفع جدا
بھاگ سکتا گر نہ تو اس جزو سے — جان لے کل اس کا تیرے سر پہ ہے
موت کا جزو ہووے شیریں گر تجھے — کل بھی ہووے شیریں تجھ کو جان لے
مرگ کا یہ درد آیا ہے رسول — نے رسول اس کے سے منہ پھیر اے فضول
جو جیے خوش وہ مرے تکلیف سے — جو ہے تن پرور نہ جان اس کی بچے
بکریاں جنگل سے لائیں ذبح کو — اس میں جو فربہ ہو وہی ذبح ہو
رات گذری اور سحر اب ہو گئی — کب تلک اب یہ کہانی ہوئیگی
تو جوان تھی اور قناعت تجھکو تھی — مانگتی ہے زر کو پہلے زر تو تھی
تو تھی اک انگور میوہ کیوں گھٹی — وقت میوہ پکنے کے فاسد ہوئی
میوہ شیریں تیرا ہو زیادہ بڑھے — نے جوں بل رسی کے تو پیچھے ہٹے
تو ہی جوڑا اور ہو جوڑا ہم صفت — تاکہ پورا کام ہو با مصلحت
چاہیے جوڑا ہو باہم ایک سا — دیکھ جوڑا موزے کا اور کفش کا
پاؤں میں گر کفش آئے ایک تنگ — دونوں کفشوں کو تو پھینکے بیدرنگ
جوڑا ہوتا ہی نہیں چھوٹا بڑا — شیر کا کب گرگ سے جوڑا ملا

ل؎ غم معیشت کا الخ ۵ شعر غم معیشت کا جو سینہ میں ہے غبار تن ہوا اور خاک سے ہے غم درانتی کی مثال جڑ کو کاٹتے یہ تو حالانی ہوا اور وہ رنج و ملال باقی ہیں تو جان کہ رنج پارہ موت کا ہے پس تو مرگ کے جزو کو خود سے دفع کر اگر تو اس جزو سے بھاگ نہیں سکتی ہے جان لے کل اس کا تیرے سر پر موجود ہے اگر موت کا جزو تجھے شیریں ہووے تو جان لے کہ کل بھی اس کا تجھے شیریں ہووے یعنی تو دنیا میں خود کو مفلس رکھ کہ رنج دنیا تجھ پر آسان ہوگا کیونکہ جب تکلیفات رنج سے تو تنگ ہوگی جبکہ مرگ آئے گی تو تو اسوقت مرگ کو بہتر جانے گی چنانچہ آگے اس کا ثبوت ہے فافہم ۱۲ ٢؎ مرگ کا الخ ۵ شعر یہ درد مرگ کا قاصد ہے اسکے رسول سے تو مت منہ پھیر اے فضول جو از راہ خوشی کے جیے وہ تکلیف سے مرے جو ہے تن پرور اسکی جان نہ بچے مثال بیان فرماتے ہیں کہ بکریاں جنگل سے ذبح کو لائیں اور جو اس میں فربہ ہو وہی ذبح ہو رات گذری سحر ہو گئی یہ کب کہانی پوری ہوگی یعنی تمام عمر ہوئی اور تجھ کو بھی افلاس کا جھگڑا رہا تو جوان تھی اور تجھ کو قناعت تھی زر کو اب چاہتی ہے اور تو خود پہلے زر تھی تو ایک انگور تھی کیوں گھٹی درخت پکنے کے وقت کیوں فاسد ہوئی یعنی جو مثل زر کے جوانی کے پیری میں زبان و شکر و صبر چاہیے یہ معرض طمع تیرا میوہ شیریں ہوا اور وہ بڑھے جب کہ مثل رسی کے پیچھے ہٹے یعنی روز بروز رسی کے بل کے مانند اور کھلتی جائے چنانچہ مثال دوسری آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ٣؎ تو ہے جوڑا اور ہو الخ ۵ شعر تو میرا جوڑا ہے اور جوڑا ہم صفت ہوتا ہے کہ پورا ہووے مصلحت سے جوڑا چاہیے کہ ایک سا باہم کفش موزے کا جوڑا دیکھ لے پاؤں میں ایک کفش اگر تنگ ہو جائے تو دونوں کفشوں کو پھینک دے جوڑا چھوٹا بڑا نہیں ہوتا ہے شیر کا گرگ سے کب جوڑا لگا ہے آگے تیسری مثال بیان فرماتے ہیں فہم من فہم ۱۲۔

راست ناید بر شتر جفت جوال / آن یکے خالی و دیگر مال مال
من دم سوئے قناعت دل قوی / تو چرا سوے شناعت میروی
مرد قانع از سر اخلاص و سوز / زین نسق میگفت با زن تا بروز

کب[1] رست آویں کجاوے اونٹ پر / ایک خالی دوسرے پر ہو بشر
میں قناعت سے رکھوں دل کو قوی / اور ہوس سے تو رکھے طعنہ زنی
مرد قانع اندرہ اخلاص و سوز / کہتا عورت سے تھا یہ شب تا بروز

نصیحت کردن زن مر شوے را کہ سخن افزوں از قدم و مقام خود مگو کہ لم تقولون ما لا تفعلون کہ این سخنہا اگرچہ راست ست اما این مقام ترا نیست و سخن فوق مقام زیاں آرد

نصیحت کرنا عورت کا خاوند کو کہ بات اپنے حوصلہ و مرتبہ سے زیادہ نہ کہہ لم تقولون ما لا تفعلون کہ یہ بات اگرچہ درست ہے لیکن مرتبہ تیرا نہیں ہے کسواسطے کہ بات زیادہ مرتبہ سے کہنا نقصان لاتی ہے

زن بروزد بانگ کای ناموس کیش / من فسون تو نخواہم خورد بیش
ترہات از دعوی و دعوت مگو / رو سخن از کبر و نخوت را مگو
چند حرف طمطراق کار و بار / کار و حال خود ببین و شرم دار
نخوت دعوی و کبر و ترہات / دور کن از دل کہ تا یابی نجات
کبر زشت و از گدایان زشت تر / روز سرد و برف و انگہ جامہ تر

اس[2] سے عورت نے کہا اے بیحیا / دم میں کب آتی ہوں میں تیرے بھلا
تو فضول و دعوی بیہودہ کرے / اور باتیں کبر و نخوت کی کہے
کر و فر کی باتیں تو کرتا ہے پر / حال و فعل اپنا تو دیکھ اور شرم کر
تو غرور اور کبر و نخوت اہیات / چھوڑ دے دل سے کہ تا ہووے نجات
کبر بد ہے پر گدایاں کو بتر / برف سردی ہو پھر اس پر جامہ تر

[1] کب درست ہیں الخ اونٹ پر کجاوے کب درست آویں اگر ایک خالی اور دوسرا پر ہو میں قناعت سے دل کو قوی رکھوں اور تو ہوس سے طعنہ زنی کرے وہ مرد قانع از رو اخلاص و سوز کے اس طرح عورت کو کہتا تھا تمام شب یعنی وہ اعرابی عقل اپنے نفس کو اس قدر مثالوں میں کہتا تھا کہ تو قناعت اختیار کر میرے ہم صفت ہو ورنہ میرا اور تیرا جوڑا کیونکر ہووے گا چنانچہ جواب اعرابی نفس کا مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] اس سے اخ ۵ شعر عورت نے اس سے کہا کہ اے بیحیا بھلا میں تیرے دم میں کب آتی ہوں تو ہدایت و دعوی بیہودہ کرتا ہے اور باتیں نخوت و کبر کی کہتا ہے کر و فر کی تو باتیں کرتا ہے لیکن تو حال و فعل اپنا دیکھ اور شرم کر تو غرور و کبر و نخوت از رو اہیات دل سے چھوڑ دے کہ نجات ہووے کبر بد ہے لیکن گدایوں کو بدتر ہے برف و سردی ہو اور اس دم جامہ تر ہو یعنی افلاس ہے اور اس پر غرور کرتا ہے کیونکہ غرور اہل ثروت کو زیبا ہے آگے مثال مولانا ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲

چند آخر دعوی باد و بروت	ای ترا خانہ چو بیت العنکبوت	کب تلک تو مونچھ دعوی سے ملے	گھر ترا مکڑی کا جالا سا تو ہی
از قناعت کے تو جان افروختی	از قناعتہا تو نام آموختی	جان قناعت سے نہ روشن تونے کی	نام سیکھا ہی قناعت کا یہی
گفت پیغمبر قناعت چیست گنج	گنج را تو وانمی دانی ز رنج	کہتے ہیں حضرت قناعت گنج ہی	اے جدا تو گنج جانے رنج سے
این قناعت نیست جز گنج روان	تو مزن لاف ای غم و رنج روان	یہ قناعت ایک ہی گنج رواں	کچھ نہ کر دعوی تو اے رنج رساں
تو مخوانم جفت کمتر زن بغل	جفت انصافم نیم جفت دغل	جفت مت کہہ مجھ کو مت بغلیں بجا	جفت سچے کی ہوں نے جفت دغا
چون قدم با شاہ و با بگ میزنی	چون مگس را در ہوا رگ میزنی	ہمسری مت بادشاہوں سے کرے	کیونکہ تو تو ایک مکھی چوس ہی
با سگان بر استخوان در چالشی	چون نیی اشکم تہی در نالشی	ایک ہڈی پر تو کتوں سے لڑے	گر نہ بھوکا ہی تو نالش کیوں کرے
سوے ما منگر بخواری سست سست	تا نگویم آنچہ در رگہاے تست	مجھ کو خواری سے تو مت کہہ ذلیل	ورنہ جو تجھ میں ہی کہدوں ای علیل
عقل خود را از من افزون دیدۂ	مر من کم عقل را چون دیدۂ	عقل اپنی مجھ سے افضل جانے ہی	جانے مجھ کو کم سمجھ کس راہ سے
ہمچو گرگ غافل اندر ما مجہ	اے ز ننگ عقل تو بی عقل بہ	گرگ سان حملہ نہ کر جان پر مرے	بیوقوف اچھے ہیں تیری عقل سے
چونکہ عقل تو عقیلہ مردم ست	آن نہ عقل ست آنکہ مار و کژدم ست	عقل ہی پابند مردم جو تری	سانپ بچھو عقل وہ تیری بنی
خصم ظلم و مکر تو اللہ باد	دست عقل تو ز ما کوتاہ باد	تیرے ظلم و مکر سے سمجھے خدا	عقل سے تیری بچے سکے جدا
ہم تو ماری ہم فسونگر اے عجب	مار گیر و مار ای ننگ عرب	تو ہی افسوں گر ہی تو ہی سانپ ہے	سانپ ہے اور سانپ والا آپ ہے
زاغ گر زشتی خود بشناختے	ہمچو برف از رنج و غم بگداختے	زاغ پر اپنی برائی گر کھلے	برف کے مانند غم سے وہ گھلے
مرد افسونگر بخواند چون عدو	او فسون بر مار و مار افسون برو	گر فسوں گر مثل دشمن سانپ کے	بس پڑھے افسوں تو سانپ اس پر پڑھے
گر نبودی دام او افسون مار	کے فسون مار را گشتے شکار	گر نہ افسوں ہوتا اس دم دام مار	کب فسون مار کا ہوتا شکار

لہ کب تلک الخ ۲ شعر کب تلک تو دعوے سے مونچھیں چڑھائے گا گھر تیرا مکڑی کے جالے کے مانند ہے یعنی وجود تیرا ضعیف ہے کب تک تو غرور اور دعوے کرے گا تو نے جان قناعت سے روشن نہیں کی ہے نام قناعت سیکھا ہے فرمایا پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے قناعت گنج ہے تو گنج کو خدا کے رنج جانتا ہے یہ قناعت ایک گنج رواں ہے تو دعوے مت کر اے رنج رواں زوجہ مجھ کو مت کہہ اور بغلیں مت بجا میں زوجہ سچے کی ہوں دغاباز کی زوجہ نہیں ہوں ہمسری تو بادشاہوں سے نہ کر کیونکہ تو ایک مکھی چوس ہے یعنی تو بخیل ہے سخیوں سے ہمسری تو نہ کر ثبوت آگے مذکور ہے فافہم ۱۲ سلہ ایک ہڈی الخ ۲ شعر ایک ہڈی پر تو کتوں سے لڑتا ہے اگر تو بھوکا نہیں ہے تو کیوں تلاش کرتا ہے مجھ کو تو خواری سے ذلیل نہ دیکھ ورنہ جو تجھ میں ہے اے علیل کہدوں گی تو اپنی عقل مجھ سے زیادہ جانتا ہے مجھ کو کس راہ سے کم سمجھتا ہے تو مثل گرگ کے مجھ پر حملہ نہ کر بے وقوف تیری عقل سے اچھی ہوں باقی اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ عقل ہے پابند الخ ۲ شعر تیری عقل جو پابند مردم کی ہے وہ تیری سانپ بچھو بنے گی تیرے ظلم و مکر کو خدا سمجھے اور تیری عقل سے خدا بچائے تو ہی افسوں گر اور تو ہی سانپ والا ہے مثال فرماتے ہیں اگر اپنی برائی زاغ پر کھلے مانند برف کے وہ غم سے ۔ سلہ اگر افسونگر مثل دشمن کے سانپ پر افسوں پڑھے اگر افسوں اس کو دام مار کا نہ ہوتا کب مار کے افسوں کا وہ شکار ہوتا یعنی عقل بھی وہی ہے اور نفس مار ہے دونوں کی آپس میں افسوں گری ہوتی ہے جو نتیجہ اس کی مثال آگے بیان کرتے ہیں فافہم ۱۲ ۔

مرد افسون گر بہر کسب کار	در نباید آن زمان افسون مار	مرد افسوں گر بھروسے کسب کے	مار کے افسوں سے ڈرے ہرگز نہ وے
مار گوید ای فسون گر ہین و ہین	آن خود دیدی فسون ما ببین	مار کہوے دیکھا افسوں اپنے سے	اے فسونگر دیکھ افسوں کو مرے
تو بنام حق فریبی مر مرا	تا کنی رسوا شوم و شر مرا	تونے حق کے نام کا دیکر فریب	کر دیا رسوا مجھے اور میرا عیب
نام حقم بست نے آن رای تو	نام حق را دام کردی وای تو	نام حق نے پھانسا تونے مجھے	نام حق کرتا ہے دام افسوس ہے
نام حق بستاند از تو داد من	من بنام حق سپردم جان و تن	نام حق اب تجھسے بدلا میرا لے	نام حق کو سونپا جان و تن ہے ہر
تا بزخم من رگ جانت برد	یا ترا چون من بزندانی برد	تا عوض میرے تجھے زخمی کرے	یا تجھے بھی مجھسا اب قیدی کرے
زن ازین گونہ خشن گفتار ہا	خواند بر شوی خود او طومار ہا	اس طرح عورت نے باتیں سخت کیں	تا روا خاوند سے اپنے کہیں

نصیحت کردن مرد زن را کہ در فقیران بخواری منگر و در کار حق بگمان کمال نگر و طعنہ مزن در فقر فقیران و شکر کن در فقر

نصیحت کرنا مرد کا عورت کو کہ فقیروں کو تو خوار مت جان اور حق کے کام کو کمال کے ساتھ دیکھ اور فقیروں کے فقر پر طعنہ مت مار اور فقر میں شکر خدا کر

مرد چون این طعنہ ہا از زن شنفت	مستمع شد بعد از آن تا چہ گفت	مرد نے یہ طعنے عورت سے سنے	سنکے اس نے کیا کہا تو جان لے
گفت ای زن تو زنی یا بو الحزن	فقر فخر آمد مرا طعنہ مزن	بولا شو تو زن ہے یا زخم جگر	فقر کو فخری کہا طعنہ نہ کر

لـه مرد افسونگر الخ، شعر مرد افسوں گر بھروسہ کسب کے مار کے افسوں سے ہرگز نہ ڈرے مار کہتا ہے تونے اپنے افسوں کو دیکھا اے افسوں گر اب میرے افسوں کو دیکھ تونے حق کے نام کا فریب دے کر مجھے اور میرے عیب کو رسوا کر دیا خدا کے نام سے مجھے پھانسا ہے تونے افسوس ہے کہ خدا کے نام کو دام کیا ہے خدا کا نام اب تجھ سے میرا بدلہ لے جان و تن اب خدا کے نام پر سونپا ہے تاکہ میرے عوض تجھ کو زخمی کرے اور تجھ کو میرے مانند قیدی کرے اسی طرح تونے سخت باتیں اپنے خاوند سے کہیں یعنی اسی طرح طالب صادق باعانت مرشد جب نفس کو ذکر و فکر حق سے دام میں پھانس کر ریاضت فقر و فاقہ سے عاجز کرتا ہے تو نفس طالب کی جان کو اسی طرح باتیں شکایت کی کرتا ہے ہر طرح دھوکے دیتا ہے پس طالب کو چاہیے کہ اس کا فریب نہ کھائے اور پابند امر مرشد کا ہووے چنانچہ اس کے جواب آگے لکھتے ہیں فافہم ۱۲ سـه مرد نے الخ ۲ شعر مرد نے عورت سے یہ طعنے سنے اور اس نے سن کے کہا تو جان لے کہ تو زن ہے یا زخم جگر ہے فقر کو فخری کہا ہے تو طعنہ مت مار یعنی تو فقر کا مجھ کو طعنہ نہ دے کہ حضرت رسول مقبول نے فقر کو پسند فرمایا ہے اور کہا ہے الحدیث الفقر فخری یعنی تحقیق فقر سے مجھ کو فخر ہے اس کی مثال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

مال و زر سر را بود ہمچوں کلاہ — کل بود او کز کلہ سازد پناہ
آنکہ زلف و جعد رعنا باشدش — چوں کلاہش رفت خوشتر آیدش
مرد حق باشد بمانند بصر — پس برہنہ بہ کہ پوشیدہ نظر
وقت عرضہ کردن آن بردہ فروش — بر کند از بندہ جامہ عیب پوش
ور بود عیبے برہنہ اش کے کند — بل بجامہ خدعۂ با وے کند
گوید این شرمندہ است از نیک و بد — از برہنہ کردن او از تو رمد
خواجہ در عیبست غرقہ تا بگوش — خواجہ را مالست و مالش عیب پوش
کز طمع عیبش نبیند طامعے — گشت دلہا را طمعہا جامعے
ور گدا گوید سخن چوں زر کان — رہ نیابد کالۂ او در دکان
کار درویشی ورائے فہم تست — سوے درویشان بمنگر سست سست
زانکہ درویشی ورائے کارہاست — دمبدم از حق مر ایشان را عطاست
بلکہ درویشان ورائے ملک و مال — روزئی دارند ژرف از ذوالجلال
حق تعالیٰ عادلست و عادلان — کے کنند استمگرے بر بیدلان
آن یکے را نعمت و کالا دہند — وان دگر را بر سر آتش نہند
آتشش سوزد کہ دارد این گمان — بر خدائے خالق ہر دو جہان

مال و زر ہے سر کو ٹوپی کی مثال — ہے وہ گنجا جو کرے ٹوپی کو ڈھال
جس کسی کا زلف و گیسو خوب ہے — گر نہ ہو ٹوپی تو وہ محبوب ہے
مرد حق ہوتے ہیں مانند بصر — ہے عیاں اچھی و یا پنہاں نظر
بیچنے کے وقت جو بردہ فروش — دور کر دیتے ہیں کپڑے عیب پوش
عیب ہووے تو برہنہ کب کرے — مکر سے پوشیدہ کپڑوں میں رکھے
اور کہے اسکو لحاظ و شرم ہے — بھاگ جاتے تو برہنہ گر کرے
اہل دنیا عیب میں بس غرق ہیں — عیب پوشیدہ ہے انکا مال میں
عیب ظاہر اُن کا طامع پر نہیں — ہو گیا دل کو طمع پردہ یقیں
گر گدا چوں زر کھری باتیں کہے — مال وہ دوکان میں کب رونق رکھے
کب سمجھ سکتی ہے درویشی کو تو — مت حقیر اب دیکھ تو درویش کو
کیونکہ درویشی ہے کاموں سے سوا — حق کرے ہے دمبدم انپر عطا
بلکہ درویشاں سوائے ملک و مال — روزی رکھتے ہیں لطف ذوالجلال
حق ہے عادل اور عادل کب کریں — بیدلوں پر ظلم کہ مظلوم ہیں
ایک کو وہ نعمت و ساماں دیں — دوسرے کو آگ کے اندر رکھیں
دوزخی ہیں وہ جو رکھیں یہ گماں — حق پہ جو ہے خالق ہر دو جہاں

لہ مال و زر ہے الخ شعر مال و زر بے مثل ٹوپی کے سر پر جو شخص ٹوپی کو یعنی ڈھال بنائے وہ گنجا ہے اور جس کے سر پر زلف و گیسو خوب ہیں اگر وہ سر پر ٹوپی نہ رکھے تو محبوب ہے یعنی ٹوپی گنجے کے عیب کو چھپاتی ہے اسی طرح زر و مال اہل عیب کا عیب چھپاتا ہے اور جو کہ بے عیب ہے اسکو زر و مال کی حاجت نہیں جیسے زلف و گیسو کو برہنہ سر باعث خوبی کا ہوتا ہے پس جو کہ بے عیب ہے اسکو فقر و فاقہ باعث خوبی کا ہے چنانچہ اسکی مثال آگے لکھتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ مرد حق الخ شعر مردان حق مانند بصر کے ہیں پس نظر عیاں اچھی یا پوشیدہ یعنی نظر کا عیاں ہونا بہتر ہے نہ پوشیدہ ہونا ایسے مردان خدا کا فقر سے عیاں ہونا بہتر ہے مثال تیسری فرماتے ہیں جو بردہ فروش وقت بیچنے کے کپڑے اُتار دے اور جس بردہ میں عیب ہو برہنہ کب کرے اور از راہ مکر کے کپڑوں میں عیب کو پوشیدہ رکھے اور خریدار سے کہے کہ اسکو لحاظ و شرم ہے اگر تو برہنہ کرے تو یہ بھاگ جائے پس اہل دنیا عیب میں غرق ہیں اور مال اُن کا عیب پوش ہے اور طامع کو ان کا عیب نہیں دکھائی دیتا کہ دل پر طمع کا پردہ پڑ گیا یقین اور گدا اگر مانند زر کے کھری باتیں کرے تو وہ مال اُس کی دوکان میں رونق نہ رکھے گا یعنی گدا اگر کھری باتیں کرے تو وہ باتیں بسبب افلاس کے اسکی رونق پذیر نہ ہوں گی اور اہل عیب کی بسبب مال کے رونق پذیر ہوگی چنانچہ اس کے حقائق آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ کب سمجھ سکتی الخ شعر تو کب سمجھ سکتی ہے درویشی کو پس مت حقیر دیکھ درویش کو کیونکہ درویشی اور کاموں سے سوا ہے حق انپر کرتا ہے دمبدم عطا بلکہ درویش سوائے ملک مال کے روزی رکھتے ہیں خدا کی بخشش سے خدا عادل ہے اور عادل کب کرتا ہے بیدلوں پر ظلم وہ مظلوم ہیں ایک کو نعمت و ساماں دیں دوسرے کو آگ میں رکھیں انکو آگ لگیو کہ یہ گمان رکھیں حق پر جو خالق دو جہان کا ہے یعنی خدا عادل ہے ظالم نہیں ہے جو کوئی کہتا ہے کہ خدا ایک کو نعمت دوسرے کو ذلت دیتا ہے یہ ظلم ہے پس انکی کج ذہنی ہے کیونکہ عادل اسکو کہتے ہیں جو تصرف نہ کرے اور ظالم اُسے کہتے ہیں جو غیر کے ملک میں تصرف کرے اور خدا کی دو صفت ہیں عدل و ظلم جو کہ مخلوق اُس خالق کے ملک ہے پس اُس نے جسکو لائق دیکھا نعمت و دولت دی جیسے نعمت نافع ہے ویسے ہی دولت بھی نافع ہے پس یہ تفریق حق کی عین عدل ہے ظلم نہیں ہے فقط کوتاہ بینوں کی کجی کا باعث ہے اسواسطے بددعا دیتے ہیں مولانا کہ ان کو آگ لگیو یعنی دوزخ کے قابل ہے آگے قصہ کو بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

فقر فخری نے گزافست و مجاز	صد ہزاران عز پنہانست و ناز	فقر فخری کو نہ جانو تم ہنسی	سیکڑوں ہیں عزتیں اس میں چھپی
از غضب من لقبہا راندۂ	مار خوش را مار گیرم خواندۂ	نام رکھے تو نے غصہ سے مرے	مارگیر و مارخو مجھ کو کہے
گر بگیرم مار دندانش کنم	تاکہ از سرکوفتن ایمن کنم	مار پکڑوں توڑوں اُسکے دانت گر	تاکہ سرکوبی سے ایمن ہو مگر
زانکہ از دندان عدوے جان وست	من عدو را میکنم از علم دوست	کیونکہ دانت اُسکے ہیں دشمن جان کے	دوست دشمن کو کروں میں علم سے
از طمع ہرگز نخوانم من فسون	این طمع را میکنم من سرنگون	میں نہیں کرتا طمع سے فسوں	اس طمع کو کرتا ہوں میں سرنگوں
حاش للہ طمع من از خلق نیست	از قناعت در دل من عالمیست	حاش للہ نے طمع یہ خلق سے	دل میں عالم ہے قناعت سے مرے
از سر امرود بن بینی چنان	زان فرود آتا نماند این گمان	سمجھے تو یہ پیڑ پر امرود کے	آ اتر نیچے کہ شک جاتا رہے
چونکہ برگردی و سرگشتہ شوی	خانہ را گردندہ بینی آن توئی	جو کہ تو گھومے تو سر تیرا پھرے	گھر کو پھرتا دیکھے اور وہ تو ہی ہے

در بیان آنکہ جنبیدن ہر کسے از انجا است کہ ویست ہر کسے از چنبرۂ وجود خود بیند تابۂ کبود آفتاب را کبود نماید

بیان میں اسکے کہ حرکت آدمی کی وہاں سے ہے کہ جس جا وہ ہے اور ہر کوئی اپنے حوصلے کے موافق دیکھتا ہے نیلے آئینہ میں آفتاب نیلا نظر آتا ہے

له فقر فخری الخ۔ شعر یہ فقر فخری ہنسی کی راہ سے نہیں ہے کیونکہ سیکڑوں عزتیں اس میں پوشیدہ ہیں تو نے غصہ سے میرے نام رکھے مارگیر مارخو مجھ کو کہتی ہے اگر میں سانپ پکڑوں تو اسکے دانت توڑوں تاکہ سرکوبی سے بچے کیونکہ اسکے دانت دشمن جان اسکے ہیں علم سے میں دشمن کو دوست بنالوں یہ افسوں میں طمع سے نہیں کرتا ہوں حاش للہ یہ خلق کی طمع سے نہیں ہے دل میں ایک عالم میری قناعت سے ہے تخل امرود کی پر سے یہ ایسا دیکھتا ہے تو نیچے اتر کہ یہ شک جاتا رہے مثال دوسری دیتے ہیں کہ جو گھومے تو تیرا سر پھرنے لگے گھر کو پھرتا دیکھے اور وہ تو ہی ہو یعنی اے زن تیرے غرور کے سبب سے میں ایسا دکھائی دیتا ہوں ورنہ میں ایسا ہوں نہیں جو تو کہتی ہے قصہ اس نخل امرود کا کلیلہ دمنہ میں یہ لکھا ہے کہ ایک عورت فاحشہ اپنے شوہر کو ایک روز سیر باغ کو لے گئی اور پہلے سے اپنے یار کو اُس باغ میں بھیجدیا جب عورت معہ شوہر کے باغ میں پہونچی اور شوہر اُسکا امرود کے درخت پر پھل توڑنے چڑھا اور عورت یار سے ہم صحبت ہوئی شوہر نے یہ ماجرا دیکھ کر کہ یہ کیا حرکت ہے اور شوہر جب کہ زیر درخت آیا اسکے یار کو نہ پایا شکایت کی عورت نے انکار کیا اور کہا کہ اچھا میں اب درخت پر چڑھتی ہوں شاید اس درخت میں کچھ اثر ہے غرضکہ وہ درخت پر چڑھی اور از راہ مکر کے بہ نسبت شوہر کے کہا کہ ایسی حرکت بیجا کرتا ہے تب تو اُس کے شوہر سادہ لوح نے یقین جانا کہ بیشک اس درخت کا یہی اثر ہے عورت سے کہا کہ اس درخت سے اتر اس کا یہی خواص ہے۔ پس مولانا اس قصہ کی جانب اشارہ کرتے ہیں کہ اپنا سا مجھ کو بھی جانتی ہے اور جیسے اپنا سر گھومتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ گھر گھومتا ہے چنانچہ اسکی مثال آگے ہے فافہم ۱۲۔

ورتا بہ سرخ سرخ و چون تابہا از
زنگ بیرون آید سپید شود از
تابہا ہمہ بے تیرہ او راست گوے تر باشد

اور آئینہ سُرخ میں سُرخ اور آئینہ
بے زنگ ہیں دیکھے تو سفید نظر
آئے سب آئینوں سے اسمیں درستی دیکھتا ہی

دید احمد را ابوجہل و بگفت | زشت نقشی از بنی ہاشم شگفت
گفت احمد مر ورا کے راستی | راست گفتی گرچہ کار افزاستی
دید صدیقش بگفت اے آفتاب | نے ز شرقی نے ز غربی خوش بتاب
گفت احمد راست گفتی ای عزیز | اے رہیدہ تو ز دنیاے نہ چیز
حاضران گفتند کاے صدر الورا | راست گو گفتی دو ضد گو را چرا
گفت من آئینہ ام مصقول دست | ترک و ہندو در من آن بیند کہ ہست
ہر کرا آئینہ باشد پیش رو | زشت و خوب خویش را بیند در و
اے زن از طمع می بینی مرا | زین تحری زنانہ برتر آ
آن طمع را ماند و رحمت بود | کو طمع انجا کہ آن نعمت بود
امتحان کن فقر را روزے دو تو | تا بفقر اندر غنا بینی دو تو
صبر کن با فقر و بگذار این ملال | زانکہ در فقر ست عز ذو الجلال
سرکہ مفروش و ہزاران جان ببین | از قناعت غرق بحر انگبین

بوجہل نے دیکھ احمد کو کہا | نے بنی ہاشم میں تجھ سا بد ہوا
بولے احمد اُس سے کہتا سچ ہی تو | سچ تو کہتا ہی وے ہی زیادہ گو
اور کہا صدیق نے ای آفتاب | مشرق و مغرب سے نے تیری بتاب
بولے احمد سچ تو کہتا ہی ای یار | تو چھٹا دنیا سے جو ہے نابکار
پوچھا یاروں نے کہ ای صدر الورا | دونوں ضد کو راست گو کیسے کہا
بولے میں اک آئینہ مصقول ہوں | ترک و ہندو دونوں کا ہوں ہمنموں
آئینہ میں دیکھے اپنے منہ کو جو | خوب بد صورت کو دیکھے اپنی وہ
دیکھتی اے زن ہی طامع جو مجھے | عورتوں کو دور ہو تالاش سے
ہے یہ ظاہر طمع ور رحمت ہی وہ | طمع کیسی جس جگہ نعمت یہ ہو
امتحان کر چند دن تو فقر کا | فقر میں تا تو غنا دیکھے سوا
فقر کر تو صبر میں چھوڑ اب ملال | فقر میں ہی کیونکہ عز ذو الجلال
مت ترش رو ہو ہزاروں دیکھ جان | بحر شیریں سے قناعت میں نہاں

سلہ بوجہل نے الخ یہ شعر بوجہل نے احمد صلعم کو دیکھ کر کہا کہ تم جیسا بد بنی ہاشم میں نہیں ہوا احمد صلعم نے فرمایا کہ تو سچ کہتا ہے ولیکن زیادہ گو ہی اور کہا صدیق اکبر نے اے آفتاب روشنی آپ کی سی مشرق و مغرب میں نہیں ہے احمد نے فرمایا کہ اے یار تم بھی سچ کہتے ہو اور تم دنیاے نابکار سے چھٹے نتیجہ آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ پوچھا الخ یہ شعر پوچھا کہ اے صدر الورا دونوں کو آپ نے راست گو کیسے فرمایا حضرت نے کہا کہ میں آئینہ صیقل دار ہوں ترک و ہندو اور جیسا مجھ کو دیکھتے ہیں ویسا ہی دیکھتا ہوں آئینہ میں جو اپنے منہ کو دیکھے وہ اپنی صورت خوب و بد کو دیکھے ہی اے زن جو مجھے دیکھتی ہے تو عورتوں والی تلاش ہے دور ہو تو اس طمع پر رہ کہ وہ رحمت ہو اور اس جا کہاں ہے طمع کہ جہاں نعمت ہو تو چند روز امتحان فقر کا کر تا کہ تو فقر میں اعتماد دیکھے تو صبر کر اور ملال کو چھوڑ کیونکہ فقر میں عز ذو الجلال ہے تو فقر سے ترش رو نہ ہو ہزاروں جان دیکھ کر قناعت کے بحر شیریں میں نہاں ہیں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲۔

صد ہزاراں جان تلخی کش نگر — ہمچو گل آغشتہ اندر گل شکر
اے دریغا مر ترا گنجا بُدے — تا ز جانم شرح دل پیدا شدے
ایں سخن شیر ست در پستان جاں — بے کشندہ خوش نمیگردد رواں
مستمع چون تشنہ و جویندہ شد — واعظ ار مردہ بود گویندہ شد
مستمع چوں تازہ آید بے ملال — صد زباں گردد بگفتن گنگ و لال
چونکہ نامحرم در آید از درم — پردہ در پنہاں شوند اہل حرم
ور در آید محرمے دور از گزند — بر کشایند آں ستیراں روئے بند
ہر کسے را خوب و خوش و زیبا کنند — از برائے دیدۂ بینا کنند
کے بود آواز چنگ و زیر و بم — از برائے گوش بے حس اصم
مشک را حق بیہدہ خوش دم نکرد — بہر حس کرد و پئے اخشم نکرد
نائے را حق بیہدہ خوش دم نکرد — بہر انس آمد پئے اہرم نکرد
حق زمین و آسماں ساختہ است — درمیاں بس نار و نور افراختہ است
ایں زمیں از بہر خاکیاں — آسماں را مسکن افلاکیاں
مرد سفلی دشمن بالا بود — مشتری ہر مکاں پیدا بود
اے ستیرہ ہیچ تو برخاستی — خویشتن را بہر کور آراستی
گر جہاں را پر در مکنوں کنم — روزئے تو چوں نباشد چوں کنم

تلخ وش جان دیکھ صدہا اے بشر — مثل گل آلودہ اندر گل شکر
حیف ہوتی تجھ میں گنجائش اگر — شرح دل سے میری جاں کہتی مگر
جاں کی پستان میں سخن یہ شیر ہے — کھینچنے والے بغیر اب کب کھنچے
سننے والا تشنہ جویندہ ہو جو — واعظ گمسم ہو وہ گر گویندہ بھی
سننے والا مستعد ہو گر بجاں — بہرے گونگے کو بھی ہووے سو زباں
گھر میں نامحرم اگر رکھے قدم — پس چھپیں پردہ میں سب اہل حرم
آئے محرم گر کوئی با اعتبار — کر دیں مستورات پردہ آشکار
جسکو زیبا اور معطر کہتے ہیں — دیدۂ بینا کی خاطر کیے ہیں
کب بجائیں زیر و بم سے چنگ کو — واسطے بہرے کے جو بے گوش ہو
مشک بیکار اسقدر خوشبو نہیں — سونگھے جو اسکو ہے اخشم کو نہیں
نے کو بیہودہ صدا حق نے نہ دی — بہر مردم دی اہرم کے نہ دی
یہ زمین و آسماں حق نے کیے — اس میں نار و نور روشن کر دیئے
یہ زمین ہی بود و باش خاکیاں — آسماں ہے مسکن افلاکیاں
مرد سفلی دشمن اک بالا کا ہے — لینے والا ہر مکاں کا ہوتا ہے
تو نے اے عورت کبھی بھی شوق سے — گور کی خاطر سنوارا خود کو ہے
گر جہاں کو موتی مونگے سے بھروں — تیری قسمت میں نہ ہو تو کیا کروں

سلہ تلخ وش الخ یہ شعر صد ہا جانیں تلخ رو دیکھ کہ مثل گل کے آلودہ شکر ہیں افسوس ہے اگر تجھ میں گنجائش ہوتی تو شرح دل کی میری جان کہتی یعنی کہ فقر میں صد ہا جانیں مثل گل شکر کے آلودہ ہیں وہ بظاہر تلخ دکھائی دیتی ہیں اگر تجھ میں مادہ ہوتا تو میں تجھ سے راز تقریر کرتا چنانچہ اسکی مثال آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ سننے والا الخ یہ شعر اگر سننے والا مستعد جان سے ہوئے تو بہرے گونگے کی بھی سو زبان ہووے مثال دوسری اگر نامحرم گھر میں قدم رکھے تو سب اہل حرم پردہ میں ہو جائیں اور اگر محرم کوئی با اعتبار گھر میں آئے تو مستورات پردہ سے ظاہر ہو جائیں مثال تیسری جسکو زیبا و معطر کرتے ہیں پس دیدہ بینا کی خاطر کرتے ہیں چنگ کو کب بجائیں زیر و بم سے واسطے بہرے کے جو بے گوش ہو بو مشک بیہودہ نہیں ہے واسطے سونگھنے والے کے نہ بھنڈ کے بھنڈ ہندی میں اس شخص کو کہتے ہیں جسکی قوت شامہ جاتی رہے اور اس کو کچھ بو نہ آئے نے کو بیہودہ حق نے صدا نہیں دی واسطے مردم کے دی ہے اہرم کے تئیں دی ہے یعنی خدا نے آواز نگ دیوے عالم واسطے آگاہ دلوں کے پیدا کی ہیں نہ مردودوں کے چنانچہ مولانا اسکی مثال ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ یہ زمین الخ یہ شعر یہ زمین و آسمان حق نے پیدا کیے اور اس میں نار و نور روشن کر دیے یہ زمین بود و باش خاکیوں کی ہے اور آسمان مسکن افلاکیوں کا ہے مرد دشمن ایک بالا کا ہے اور ہر مکان کا چاہنے والا ہے یعنی جو سفل کے لائق ہے وہ علوی کو دشمن جانتا ہے اور جو علوی کے لائق ہے وہ سفل کو دشمن جانتا ہے پس ہر ایک اپنی اصل کو چاہتا ہے اور ضد کو دشمن جانتا ہے اور اے عورت تو نے کبھی بھی اپنے کو سنوارا ہے گور کی خاطر یعنی اے نفس تو نے معاملات دنیا کیواسطے خود کو آراستہ کیا ہے کبھی اس عالم کے واسطے بھی خود کو آراستہ کیا ہے کہ گور میں آرام ہو یعنی صدقہ کیواسطے صبر و قناعت کی ہے جو تو مجھ سے لڑتی ہے کیونکہ اگر تو محبت دنیا میں مرا گور میں سڑے گا اگر محبت خدا میں مرا او روح القدس ہوگا چنانچہ تیرو فرماتے ہیں کہ اگر جہان کو جواہرات سے بھر دوں جو تیری روزی نہ ہو تو میں کیا کروں باقی حال آگے ہے فہم من فہم ۱۲۔

ترک جنگ و سرزنش ای زن بگو ‏/ ور نہ میگوئی بترک من بگو

مر مرا چہ جائے جنگ نیک و بد ‏/ کین دلم از صلحہا ہم میرمد

بر سر این ریشہا نیشم مزن ‏/ زخمہا بر زن پئے خویشم مزن

گر خمش گردی وگر آں من کنم ‏/ کہ ہمیں دم ترک خان و ماں کنم

پا تہی گشتن بہ است از کفش تنگ ‏/ رنج غربت بہ کہ اندر خانہ جنگ

اب لڑائی کو تو اے زن چھوڑ دے ‏/ گر نہ چھوڑے تو تو مجھکو چھوڑ دے

مجھ میں طاقت اب لڑائی کی ہے کب ‏/ صلح سے بھی دل مرا بھاگے ہے اب

نیش ان زخموں پہ میرے تو نہ مار ‏/ زخم اپنی جان پہ اب تو نہ مار

چپ ہو ورنہ ابھی میں وہ کروں ‏/ کہ میں گھر بار اپنا بالکل چھوڑ دوں

پا برہنہ خوب کہ ہو کفش تنگ ‏/ رنج غربت خوب کہ ہو گھر میں جنگ

مراعات کردن زن شوے را و استغفار نمودن از گفتۂ خود

رعایت کرنا خاوند کی عورت کو اور توبہ کرنا حرکت اپنی سے

زن چو دید او را کہ تند و توسن است ‏/ گشت گریاں گریہ خود دام زن است

گفت از تو کے چنیں پنداشتم ‏/ از تو من امید دیگر داشتم

زن در آمد از طریق نیستی ‏/ گفت من خاک شمایم نیستی

جسم و جانم ہر چہ ہستم آن تست ‏/ حکم فرما جملگی فرمان تست

گر ز درویشی دلم از صبر جست ‏/ بہر خویشم نیست این بہر تو ہست

تو مرا در دردہا بودی دوا ‏/ من نمی خواہم کہ باشی بینوا

جان تو کز بہر خویشم نیست این ‏/ از برائے تست این بانگ و حنین

خویش من واللہ کہ بہر خویش تو ‏/ ہر نفس خواہد کہ میرد پیش تو

کاش جانت کش رواں من فدے ‏/ از ضمیر جان من واقف شدے

زنؔ نے اسکو تند جو دیکھا معًا ‏/ بس لگی رونے ہی رونا مکر زن

بولی میں تجھکو نہ ایسا جانتی ‏/ رکھتی میں امید تجھ سے اور تھی

پیش آئی زن براہ عاجزی ‏/ بولی میں ہوں خاک تیرے پاؤں کی

ملک تیری میرا جسم و جان ہے ‏/ حکم فرما سب ترا فرمان ہے

صبر و درویشی کے جو شکوے کیے ‏/ واسطے اپنے نہ تھے تیرے لیے

میرے درد و رنج کی تو ہے دوا ‏/ کب میں چاہوں تا کہ ہو تو بینوا

جان کی تیری قسم تیرے لیے ‏/ رونا بکنا ہے نہ یہ میرے لیے

میری جان واللہ ہے تجھ پہ لیے ‏/ چاہتی ہوں میں مروں آگے ترے

کاش قرباں تجھ پہ ہوتی میری جاں ‏/ ہوتا میری جان کا بھید اس پر عیاں

لہ اب لڑائی کو الخ ۵ شعر اے عورت اب تو لڑائی کو چھوڑ دے اور اگر اسکو نہ چھوڑے تو مجھ کو چھوڑ دے مجھ میں طاقت کب لڑائی کی تھی بلکہ صلح سے بھی میرا دل بھاگتا ہے تو نیش ان زخموں پر میرے مت مار اور زخم اپنی جان پر مت مار تو چپ رہ ورنہ میں ابھی وہ کروں کہ میں اپنا گھر بار بالکل چھوڑ دوں پابرہنہ خوب ہے کہ کفش تنگ ہو رنج سفر کا بہتر ہے کہ گھر میں جنگ ہے یعنی اے نفس تیری بدطینتی سے میں اب بس مجبور ہوں اگر تو راستی نہیں اختیار کرتا ہے تو میں تجھ کو ترک کرتا ہوں ۱۲ ولہ زن نے الخ ۹ شعر عورت نے جو اس کو تند دیکھا تو اسی وقت رونے لگی کہ رونا مکر عورت کا ہے اور کہا کہ میں تجھ کو ایسا نہیں جانتی تھی اور تجھ سے امید رکھتی تھی عورت براہ عاجزی پیش آئی اور کہنے لگی کہ میں تیری خاک ہوں میرا جسم و جان تیری ملک ہے اور حکم فرما سب تیرا فرمان ہے میں نے جو شکوے صبر و درویشی کے تیرے واسطے کیے تھے نہ اپنے واسطے تو میرے درد رنج کی دوا ہے میں کب چاہتی ہوں کہ تو مفلس ہو تیری جان کی قسم تیرے لیے رونا بکنا ہے کچھ میرے لیے نہیں ہے یعنی یہ جو کچھ کہ میں نے تجھ سے فقر و فاقہ کا جھگڑا کیا ہے محض تیرے واسطے کیا ہے کچھ اپنے واسطے نہیں کیا ہے گویا از راہ مکر کے اس فریب میں کیا کہ مخالفت ہو کے نہ مانا تو اب بنکے لڑنا چاہا پس نفس اسطرح فریب سالک کو دیتا ہے کہیں مخالف بنکے کہیں یار بنکے طالب کو ہوشیار رہنا چاہیے واللہ میری جان تیرے لیے چاہتی ہوں کہ مروں آگے تیرے کاشکہ مجھ پر غالب ہوتی تیری جان تو میری جان کا بھید اس پر ظاہر ہوتا باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ۔

چون تو با من این چنین بودے بظن / هم ز جان بیزار گشتم هم ز تن
خاک ابر سیم و زر کردم چون / تو چنین شد با من ای جان سکون
تو که در جان و دلم جای کنی / زین قدر از من تبرا می کنی
تو تبرا کن که هستت دستگاه / اے تبرائی تو جان را عذرخواه
یاد میکن آن زمانے را که من / چون صنم بودم تو بودی چون شمن
بنده بر وفق تو دل افروخته است / هرچه گوئی پخته گویم سوخته است
من سپاناخم تو با هرچم پزے / گر به ترشی گر به شیرینم پزے
کفر گفتم نک بایمان آمدم / پیش حکمت از سر جان آمدم
خوے شاہا نہ ترا نشناختم / پیش تو گستاخ خود در باختم
چون ز عفو تو چراغے ساختم / توبه کردم اعتراض انداختم
مے نهم پیش تو شمشیر و کفن / مے کشم پیش تو گردن را بزن
از فراق تلخ می گوئی سخن / هرچه خواهی کن و لیکن این مکن
در تو خواهی عذر از من هست بس / با تو بے من او شفیعے مستمر
عذر خواهم در درونت خلق است / زاعتماد او دل من جرم جست
رحم کن پنهان ز خود اے خشمگیں / اے که خلقت به ز صد من انگبیں

جو تجھے مجھپر ہوا ایسا گمان[۱] / میں ہوئی بیزار اب با جسم و جان
خاک ڈالوں سیم و زر پے جو کہ تو / ایسا مجھ سے ہو خفا اے چارہ جو
جان و دل میں تو جگہ میری رکھے / اسقدر مجھ سے تو بیزاری کرے
گر تو بیزاری تجھے ہی اختیار / تیری بیزاری سے جان ہے عذر دار
یاد کر اسوقت کو اے تندرست / میں تھی مثل بت تو تھا بت پرست
دل مرا تیری محبت سے بھرا[۲] / تو کہے پکا کہوں میں ہاں جلا
میں ہوں پالک جسطرح چاہے پکا / یا تو شیریں یا تو ترشی سے پکا
کفر کہتی تھی اب ایمان لائی ہوں / حکم کے آگے ترے سر رکھتی ہوں
خوے شاہا نہ تری جانی نہیں / تجھ سے گستاخانہ باتیں بس کہیں
شمع روشن عفو سے تیری کری / توبہ کی اور اعتراضوں سے چھٹی
رکھتی ہوں تیغ و کفن آگے ترے[۳] / مار گردن کو یہ آگے ہی ترے
چھوڑ نیکو مجھکو کہتا ہے اگر / جو ترا جی چاہے کر پر یہ نہ کر
عذرخواہ اک تجھ میں مجھ بے رہا / بے مرے تجھ سے سفارش وہ کرے
عذر چاہوں میں ترے اخلاق سے / اس بھروسہ پر کیا یہ جرم ہے
رحم کر خود سے تو اے غصہ بھرے / خلق بہتر تیرا سو من شہد سے

[۱] جو تجھے الخ ۵ شعر یعنی کہ جو ایسا گمان مجھ سے ہوا میں بیزار ہوئی اپنے جسم و جان سے خاک ڈالوں میں سیم و زر پر جو کہ تو مجھ سے ایسا خفا ہوئے اے چارہ جو تو جان و دل میں جگہ میری رکھے اور اسقدر مجھ سے تو بیزار نہ ہو تو بیزاری کر تجھے اختیار ہے تیری بیزاری سے میری جان عذر رکھتی ہے یاد کر اسوقت کو اے تندرست میں مثل بت کے تھی اور تو بت پرست تھا یعنی تو میرا خواہند تھا ابتدا میں کیونکہ جان غافل کو بعد پیدا ہونے کے اقتضائے نفس سے آگہی و علم اشیا کا ہوتا ہے تو آگہی لذائذ نفسانیہ سے ہردم تابع نفس کے رہتی ہے تا سن بلوغ جب کہ مادہ اسمیں عشقیت کا کہ جس کو جوانی کہتے ہیں پیدا ہوا تو احکام دین اس پر فرض ہوئے اس واسطے تاکہ اپنے مبدا کو پہچان کر رجوع کرے جس پر کرم الٰہی ہوا اور رعایت پیر و مرشد سے دل اس کا بیدار ہو کر جو بندہ حق کا ہوا نفس امارہ کو اس سے تکلیف ہونے لگی اور مطلب اس کا فوت ہوا تو اس اعرابیہ کی طرح اس نے جان سے خصومت کرنا شروع کی تو اس کو مولانا بت پرستی سے تعبیر کرتے ہیں فافہم ۱۲ [۲] دل مرا الخ ۵ شعر دل میرا تیری محبت سے بھر گیا تو کہے کہ پکا ہے تو میں کہوں کہ جل گیا یعنی اس سے بڑھ کر کہوں میں تو پالک کی طرح ہوں جیسے تیرا جی چاہے مجھے پکا خواہ شیریں کر یا ترش کر میں کفر کہتی تھی اب ایمان لائی ہوں تیرے حکم کے آگے سر رکھتی ہوں تیری خوے شاہانہ میں نے جانی نہیں اور تجھ سے گستاخانہ باتیں کہیں اب میں نے شمع روشن تیرے عفو سے کری تو توبہ کری اور اعتراض سے چھٹی یعنی پہلے دل تجھ سے گمراہ تھی اب تیری مطیع ہوئی اور توبہ کی اور عفو تقصیرات چاہی چنانچہ اس کا حال مولانا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [۳] رکھتی ہوں تیغ الخ ۵ شعر تیرے آگے میں تیغ و کفن رکھتی ہوں تو گردن مار یہ تیرے آگے ہے اگر تو مجھے چھوڑنے کو کہتا ہے تو تیرا جو جی چاہے وہ کر مگر یہ نہ کر عذر کرنیوالا میرا تجھ سے ایک راز مخفی ہے کہ بغیر میرے وہ تجھ سے ساعی ہو یعنی علم اخلاق کا راز جو تجھ میں ہے وہی سفارشی ہے یا روح کہ وہ باعث تسکین جان و تن ہے کیونکہ میں عذر چاہتی ہوں تیرے اخلاق سے اس کے بھروسہ پر میں نے جرم کیا ہے تو رحم کر خود سے اے غصہ بھرے کیونکہ خلق تیرا بہتر ہے سو من شہد سے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

این نمط میگفت با لطف و گشاد　　درمیان گریہ بر رو اوفتاد
ایسے کہتی تھی وگریہ کرتی تھی　　روتے روتے منہ کے بل گر پڑی

گریہ چون از حد گذشت و ہای ہای　　زخنیش مرد را دل شد ز جای
وائے ویلا اسکا جب حد سے بڑھا　　رحم دلمیں مرد کے بس آگیا

چون قرارش نیست و صبرش بجای　　زانکہ بے گریہ خود او بُد دلربای
صبر اُس کا کیا بھلا ہوتا بجا　　وہ تو بے رونے کے بھی تھی دلربا

شد ازاں باراں یکے برق پدید　　زد شرارے در دل مرد وحید
برق اس باراں سے جب ظاہر ہوئی　　آگ دلمیں مرد کے بس لگ گئی

زانکہ بندۂ روئے خوبش بود مرد　　چون بود چون بندگیش آغاز کرد
مرد تو بندہ تھا اُسکے حسن کا　　بندگی ہو اس سے تب ہو حال کیا

آنکہ از کبرش دلت لرزاں بود　　چون شوی چون پیش تو گریاں بود
دل ترا لرزاں ہو جس کے کبر سے　　حال کیا ہو گریہ جو تجھسے کرے

آنکہ از نازش دل و جاں خوں بود　　چونکہ آید در نیاز او چون بود
جان و دل زخمی ہو جسکے ناز سے　　حال کیا ہو جو نیاز آئے اُسے

آنکہ در جور و جفایش دام ماست　　عذر ما چہ بود چو او در عذر خاست
جسکا جور و ظلم اپنا دام ہے　　عذر کیسا ہو جو عذر اپنا کرے

آنکہ جز خونریزیش کارے نہ بود　　چون نہد گردن زہے سودا و سود
بجز سوا خونریزی جسکا کام تھا　　وہ رکھے گردن تو کیا کہنا بھلا

آنکہ جز گردن کشی ناید ازو　　سر نہد پیش تو چون باشد بگو
جو سوا گردن کشی کرتا نہ تھا　　وہ کرے تیری خوشامد کہنا کیا

چون پئے تسکینش آدم آفرید　　کے تواند آدم از حوا برید
جب بنایا حق نے تسکیں کیلیے　　کب جدا حوا سے آدم ہو سکے

رستم زال ار بود وز حمزہ بیش　　ہست در فرمان اسیر زال خویش
گر ہو حمزہ یا ہو رستم زال کا　　ہے مطیع وہ اپنی عورت زال کا

زین للناس حق آراستہ است　　زانچہ حق آراست چون تانند رست
زین للناس زیبا حق سے ہی　　حق سے جو زیبا ہو وہ کب چھپے

آنکہ عالم مست گفتش آمدی　　کلمینی یا حمیرا می زدے
جسکے عالم مست ہو گفتار سے　　کلمینی یا حمیرا وہ کہے

آب غالب شد بر آتش از نہیب　　آتش او جوشد کہ باشد در حجیب
آگ پر غالب ہے پانی رعب سے　　آگ سے در پردہ وہ پر جوش ہے

چونکہ دیگے حائل آمد ہر دو را　　نیست کرد آن آب را کردش ہوا
جبکہ اُن دونوں کے حایل دیگ ہو　　نیست کرکے باد کر دے آب کو

ظاہراً بر زن چو آب ار غالبے　　باطناً مغلوب و زن را طالبے
زن پہ غالب ہے بظاہر مثل آب　　باطناً مغلوب زن ہے تو خود آب

این چنین خاصیتے در آدمی ست　　مہر حیوان را کم ست آن از کمی ست
خاصیت مردم میں ایسی ہے سدا　　مہر کم حیواں میں وہ کم مرتبا

لہ ایسے کہتی الخ یہ شعر وہ یوں ہی باتیں کہتی تھی اور گریہ کرتی تھی پس روتے روتے وہ منہ کے بل گر پڑی وائے ویلا جب حد سے گذرا رحم دلمیں مرد کے بس گیا یعنی اسکے گریہ نے مرد کے دلمیں اثر پیدا کیا گویا آتش غضب آب گریہ سے بجھ گئی کب قرار و صبر اسکے بجا ہوتا کیونکہ بے گریہ خود اسکی وہ دلربائی تھی برق جبکہ اس باراں سے ظاہر ہوئی پس آگ مرد کے دلمیں لگ گئی مرد تو بندہ تھا اسکے حسن کا جبکہ بندگی اس سے ہو تو کیا حال جان کا ہو تیرا دل لرزاں ہو جسکے کبر سے پس حال کیا ہو جو گریہ کرے تجھ سے جان و دل زخمی ہوئے جسکے ناز سے پھر کیا حال ہو جو نیاز آئے اُسے جسکا جور و ظلم اپنا دام ہے پھر عذر کیسا ہو جو وہ عذر اپنا کرے باقی حال مولانا آگے لکھتے ہیں لہ نے سوا الخ یہ شعر جسکا کام کچھ سوا خونریزی کے نہ تھا وہ گردن رکھے واسطے ذبح کے تو بھلا کیا کہنا جو کہ سوائے گردن کشی نہ کرتا تھا وہ خوشامد کرے واسطے تسکین کے کب آدم حوا سے جدا ہو سکے جو جب آیہ کریمہ اور اگر حمزہ ہو یا رستم زال جو وہ مطیع اپنی عورت یعنی زال کا ہے زینت دی گئی ہے واسطے مرد کے اور وہ حق کی طرف سے زیبا ہے .... جسکی گفتگو سے عالم مست ہو وہ کہے کلمینی یا حمیرا یعنی کلام کر اے حمیرا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آب بدعب سے آتش پر غالب و لیکن آب آتش سے در پردہ جوش سے ہے جبکہ ان دونوں کے درمیان دیگ حائل ہو تو آب کو نیست کرکے ہوا کر دے یعنی مرد عورت پر بظاہر غالب ہے جبکہ پردہ تعشق درمیان ہو تو صورت غالب مرد پر ہے زن پر مرد غالب تو بظاہر مثل آب کے ہے باطناً تو مغلوب زن کا ہے خاصیت مردم میں ایسی ہے جیسے سدا حیوان میں محبت کم ہے تو اُس کا مرتبہ کم ہے یعنی مرد پر بسبب عشق کے صورت غالب ہے حیوانوں میں جو محبت کم ہے تو اُنکا مرتبہ کم ہے چنانچہ اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

در بیان این حدیث کہ انہن یغلبن العاقل و یغلبہن الجاہل

بیان میں اس حدیث کے انہن یغلبن العاقل و یغلبہن الجاہل

گفت پیغمبر کہ زن بر عاقلاں	غالب آید سخت بر صاحب دلاں	کہتے ہیں حضرت عقیلوں پر زنا	ہو وہ غالب اہل دل پر بس سوا
باز بر زن جاہلاں غالب شوند	زانکہ ایشاں تند و بس خیرہ روند	اور جاہل ہوتے غالب زن پہ ہیں	کیونکہ اُن سے بدمزاجی کرتے ہیں
کم بود شاں رقت و لطف و وداد	زانکہ حیوانی ست غالب بر نہاد	انیں کم ہوتی ہے لطف و دوستی	کیونکہ حیوانی ہے غالب ظاہری
مہر و رقت وصف انسانی بود	خشم و شہوت وصف حیوانی بود	مہر رقت وصف انسانی کا ہے	خشم و شہوت وصف حیوانی کا ہے
پرتو حق ست آں معشوق نیست	خالق ست آں گوئیا مخلوق نیست	حق کا پرتو ہے نہ وہ معشوق ہے	ہے وہ خالق گویا نے مخلوق ہے

تسلیم کردن مرد خود را بامر زن و اعتراض او را اشارۂ حق دانستن

قبول کرنا مرد کا عورت کے کہنے کو اور جاننا اعتراض اُسکا اشارۂ حق سے

ایں نزد عقل ہر دانندہ ہست	کہ با گردندہ گردانندہ ہست	یہ نزد عقل ہر دانندہ ہست	کہ با گردندہ گردانندہ ہست
ازاں چرخے کہ گرداند زن پیر	قیاس چرخ گرداں اہی گیر	اناں چرخے کہ گرداند زن پیر	قیاس چرخ گرداں اہی گیر

سلہ کہتے ہیں الخ ۵ شعر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عاقلوں پر زن غالب ہیں اور اہل دل پر بس سوا اور جاہل زن پر غالب ہوتے ہیں کیونکہ ان سے بدمزاجی کرتے ہیں ان میں الفت و دوستی کم ہوتی ہے کیونکہ ظاہر میں حیوانی غالب ہے محبت وگریہ وصف انسانی کا ہے وہ حق کا پرتو ہے معشوق نہیں ہے وہ خالق ہے گویا مخلوق نہیں ہے۔ واضح ہو کہ عورت بصورت مرد ہے جیسے مرد بصورت اللہ ہے جامع جمیع اسماء وصفات پس عورت آئینہ اللہ کی ہے وصورت اللہ مرد ہے منعکس ہو کر عورت میں ظاہر ہے اور انعکاس اس کا اور یہی شان پیدا کرتا ہے عورت منفعل مرد سے ہے اور مرد وقت جماع کے کو وصل اعظم ہے اور وقت جماع کے مرد فانی ہوا ہے عورت میں یہ تاثیر عورت کی ہے پس مشاہدہ حق کا عورت میں مشاہدہ اسم ہے اور یہی راز محبت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ عورتوں کے تھا از بحر العلوم اس صورت میں عورت بسبب پرتو حق کے خالق ہے گویا مخلوق نہیں ہے علاوہ اسکے خواہش نفسانی سے عورت کو مرد جب از راہ تعشق کے دیکھتا ہے تو بیقرار ہو کر بوسہ لیتا ہے کہ تسکین ہو اور زیادہ بیقرار ہوتا ہے تو سینہ سے لگا لیتا ہے اور زیادہ بیقراری پر جماع کرتا ہے تب تسکین باہم پاتا ہے واضح ہو کہ ہر شے کو بے ملے آسودگی نہیں ہوگی جو کہ خواہش نفسانی سے متعلق ہے اور نفس کو رحم عورت اور قطرۂ منی سے تعلق ہے ان دونوں کے اشتراک سے نفس وجود مرد یا عورت کا پیدا ہوتا ہے اور جماع سے منی کا اشتراک ہوتا ہے پس مرد عورت کو باہم تسکین ہوتی ہے کہ اپنی اصل مقصد سے ملا اس لیے عشق مجازی پھر نہیں رہتا ہے واللہ اعلم ۱۲۔

مرد از آن گفتن پشیمان شد چنان — کز عوانی ساعت مردن عوان
گفت خصم جان جان چون آمدم — بر سر جان من لگدها چون زدم
چون قضا آید نماند فهم و رای — کس نمیداند قضا را جز خدای
چون قضا آید فروپوشد بصر — تا نه داند عقل ما پا را ز سر
زان امام المتقین داد این خبر — گفت اذا جاء القضا عمی البصر
چون قضا بگذشت خود را میخورد — پرده بدریده گریبان می درد
مرد گفت ای زن پشیمان میشوم — گر بدم کافر مسلمان میشوم
من گنهگار توام رحمے بکن — بر مکن یکبارگی از بیخ و بن
کافر پیر ار پشیمان می شود — چونکه عذر آرد مسلمان میشود
من گنهگار توام رحمے بکن — عذر من بپذیر و بشنو این سخن
حضرت پر رحمت است و پر کرم — عاشق او هم وجود و هم عدم
کفر و ایمان عاشق آن کبریا — مس و نقره بندهٔ آن کیمیا

مرد نادم یوں ہوا وہ کر کے قال — جیسے وقت مرگ ہوئے کو توال
بولا جانجاں کا کیوں دشمن ہوا — جان جاں کو پائمال اب کیوں کیا
جو قضا آئے سمجھ کب ہو بجا — کوئی کب جانے قضا کو جز خدا
جب قضا آئے تو چھپ جائے بصر — عقل کیا جانے کہ پا ہی یا ہی سر
اسلیے یہ دی پیمبر نے خبر — جب قضا آتی ہی جاتی ہی بصر
جب قضا گذری تو کھاتا خود کو ہی — پھاڑتا دامن گریباں آپ ہی
مرد بولا میں پشیماں ہوتا ہوں — تھا میں کافر اب مسلماں ہوتا ہوں
میں ترا مجرم ہوں اب تو رحم کر — مت اُکھیڑ اب تو میری شاخ و بُن
بوڑھا کافر گر پشیماں ہوتا ہے — عذر جو لائے مسلماں ہوتا ہے
میں ترا مجرم ہوں اب تو رحم کر — عذر سُن اور کان رکھ اس بات پر
ہے وہ پر رحمت وہیں ہے پر کرم — عاشق اُسکا ہم وجود و ہم عدم
کفر و ایماں عاشق ذات خدا — مس و نقرہ بندہ اور نہ کیمیا

دربیان آنکه موسیٰ و فرعون هر دو مسخر مشیت حق اند چنانکه زهر و پادزهر و ظلمت و نور و خلوِ فرعون با حق تعالیٰ

بیان میں اسکے کہ موسیٰ اور فرعون دونوں اسیرہ ارادۂ الٰہی کے ہیں جیسے زہر و پادزہر و ظلمت و نورات اور خلوِ فرعون کی ساتھ حق تعالیٰ کے

لـه مرد نادم الخ ۱۲ شعر مرد نادم اس طرح ہوا وہ باتیں کر کے جیسے وقت مرگ کو توال ہوتا ہے کہ جان کی جان کا کیوں دشمن ہوا اور اپنی جان کو کیوں پائمال کیا یعنی عورت جان ہے جب کہ قضا آئی سمجھ کب بجا رہتی ہے قضا کو کب کوئی جانے قضا آئے پر بصر چھپ جاتی ہے عقل سر اور پاؤں نہیں جانتی اس لیے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ جس وقت قضا آتی ہے بصر چھپ جاتی ہے جب یہ سمجھتا ہے تو خود کو کھاتا ہے اور گریبان دامن اپنا پھاڑتا ہے یعنی انسان کیسا پریشان ہوتا ہے مرد نے کہا اے عورت میں پشیمان ہوتا ہوں میں کافر تھا اب مسلمان ہوتا ہوں میں تیرا مجرم ہوں تو اب رحم کر اب میری جڑ کو اس قدر مت اُکھیڑ اگر بوڑھا کافر پشیمان ہوتا ہے اور عذر خواہ ہوتا ہے کہ مسلمان ہوتا ہوں میں تیرا مجرم ہوں اب تو رحم کر عذر میرا سن اور کان رکھ اس بات پر وہ رحمت اور پر کرم کے سب ہے اس کا عاشق وجود و عدم ہے کفر اور ایمان خدا کے عاشق ہیں مس و نقرہ بندہ اور وہ کیمیا ہے یعنی ذات حق کی بڑی بھلی و نیک و بد سب عاشق ہے کیونکہ وہ رب العالمین ہے چنانچہ اس کی مثال مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ —

موسی و فرعون معنی را رہی ۔ ظاہر آن رہ دارد و این بی رہی
موسیٰ اور فرعون معنی کے غلام ۔ وہ بظاہر رہ پہ یہ بے رہ تمام

روز موسی پیش حق نالان بدہ ۔ نیم شب فرعون ہم گریان شدہ
دن کو موسیٰ پیش حق نالاں ہوا ۔ رات کو فرعون بھی گریاں ہوا

کاین چہ غل است ای خدا بر گردنم ۔ ورنہ غل باشد کہ گوید من منم
طوق کیسا میری گردن میں خدا ۔ گر نہ طوق ہوتا میں کب کہتا انا

زانکہ موسی را تو مہرو کردۂ ۔ ماہ جانم را سیہ رو کردۂ
کسلیے موسیٰ کو مہرو کر دیا ۔ میری جان کو کیوں سیہ رو کر دیا

بہتر از ماہی نبود استارہ ام ۔ چون خسوف آمد چہ باشد چارہ ام
ماہ سے بہتر مرا اختر کیا ۔ گہن میں آیا علاج اسکا کیا

نوبتم گر رب و سلطان میزنند ۔ مہ گرفت و خلق پنگان میزنند
سب مجھے رب و سلطان کہتے ہیں ۔ مہ گہن میں لوگ تھالی کوٹتے ہیں

میزنند آن طاس و غوغا میکنند ۔ ماہ را زان زخمہ رسوا میکنند
وہ بجائیں تھالی اور غوغا کریں ۔ ماہ کو اس زخمہ سے رسوا کریں

من کہ فرعونم ز خلق ای وای من ۔ زخم طاس آن ربی الاعلای من
میں ہوں فرعون خلق سے حسرتا ۔ زخم تھالی ربی الاعلیٰ مرا

خواجہ تاشانیم اما تیشہ ات ۔ می شگافد شاخ را در بیشہ ات
ہم ہیں دو بندے ترے تیر و تبر ۔ شاخ کاٹے اپنے جنگل میں مگر

بعض شاخی را موصل میکنی ۔ شاخ دیگر را معطل میکنی
بعضے شاخوں کو موصل تو کرے ۔ بعضے شاخونکو معطل تو کرے

شاخ را بر تیشہ دستی ہست نی ۔ ہیچ شاخ از دست تیشہ رست نی
شاخ کو قدرت تبر پر ہے نہیں ۔ اور تبر سے شاخ بس چھوٹی نہیں

حق آن قدرت کہ آن تیشہ تراست ۔ از کرم کن این کژیہا را تو راست
ہے قسم قدرت کی وہ تیرا تبر ۔ تو کرم سے اس کجی کو راست کر

باز با خود گفت فرعون ای عجب ۔ من نہ در یا ربنا ام جملہ شب
پھر کہا فرعون نے دل میں اے عجب ۔ میں ہوں یا ربنا میں سارے شب

در نہان خاکی و موزون میشوم ۔ چون بہ موسی میرسم چون میشوم
کرتا ہوں اسلام غیبت میں قبول ۔ کیوں مقابل میں ہوں موسیٰ کے فضول

رنگ زر قلب دہ تو میشود ۔ پیش آتش چون سیہ رو میشود
رنگ زر قلب دس تہہ کھاتا ہے ۔ پیش آتش کیوں سیہ رو ہوتا ہے

نی کہ قلب و قالبم در حکم اوست ۔ لحظہ مغزم میکند یک لحظہ پوست
قلب و قالب میرا اسکے اختیار ۔ پوست دم میں مغز دم میں کردے یار

لحظہ ماہم کند یک دم سیاہ ۔ خود چہ باشد غیر این کار الہ
ماہ دم میں کردے دم میں روسیاہ ۔ کون کرسکتا ہے اب یہ جز الٰہ

سبز گردم چونکہ گوید کشت شو ۔ زرد گردم چونکہ گوید زشت شو
سبز ہو جاؤں جو کہوے کشت ہو ۔ زرد ہو جاؤں جو کہوے زشت ہو

ف موسیٰ اور الخ یعنی موسیٰ اور فرعون معنی کے غلام ہیں وہ تو بظاہر راہ پر ہے اور یہ بے راہ ہے موسیٰ دن کو آگے حق کے نالاں ہوئے اور فرعون بھی رات کو گریاں ہوا یہ طوق کیسا میری گردن میں ہے اے خدا اگر طوق نہ ہوتا میں کب کہتا انا موسیٰ کو کس لیے مہرو کردیا اور مجھ کو کیوں سیہ رو کردیا اور میرا اختر ماہ سے بہتر کردیا وہ گہن میں آیا اور اس کا علاج کیا ہے چنانچہ آگے تھالی ہے سب مجھ کو رب اور سلطان کہتے ہیں ماہ تو گہن میں ہے مخلوق تھالی کوٹتی ہے یعنی ماہ پر تو گہن کی آفت ہے اور تھالی بجا کر لوگ اس کو مشہور کرتے ہیں وہ تھالی بجائیں اور غوغا کریں اور ماہ کو رسوا اس زخمہ سے کریں میں فرعون یعنی سرکش خلق سے ہوں وا حسرتا اور رب الاعلیٰ زخمہ تھالی میری کا ہے ہم دو بندہ تیرے ہیں کیا تیرا تبر شاخ اپنی کو کاٹے جنگل میں بعضے شاخ کو تو پیوند دے اور بعضے شاخوں کو تو جدا کرے شاخ کو قدرت تبر پر نہیں ہے اور تبر سے شاخ نہیں بچی ہے تبرداری قدرت کی قسم ہے کہ وہ تیرا تبر ہے تو کرم سے اس کجی کو سیدھا کردے یعنی تو راستی جو فرعون کو عنایت کر پھر فرعون نے دل میں کہا اے عجب میں یا ربنا میں ساری شب ہوں غیبت میں اسلام قبول کرتا ہوں پھر کیوں موسیٰ کے مقابل میں فضول ہوتا ہوں مثال بیان فرماتے ہیں کہ رنگ زر قلب دس تہہ میں ہے مگر آتش کے روبرو کیوں سیاہ رو ہوتا ہے میرا قلب و قالب اس کے اختیار میں ہے دم میں ماہ دم بھر میں روسیاہ کردے کون کرسکتا ہے سوائے اللہ کے میں سبز ہو جاؤں جو کہوے کشت ہو اور زرد ہو جاؤں جو کہوے زشت ہو باقی حال اسکا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ـ

میش چوگانہای حکم کن فکاں می دویم اندر مکان و لامکاں
چونکہ بیرنگی اسیر رنگ شد موسی با موسی در جنگ شد
چون بہ بیرنگی رسی کو داشتی موسی و فرعون دارند آشتی
گر ترا آید بریں نکتہ سوال رنگ کے خالی بود از قیل و قال
ای عجب کین رنگ از بیرنگ خاست رنگ با بیرنگ چون در جنگ خاست
اصل روغن ز آب افزوں میشود عاقبت با آب ضد چوں میشود
چوں کہ روغن را ز آب اسرشتہ اند آب با روغن چرا ضد گشتہ اند
چوں گل از خارست و خار از گل چرا ہر دو در جنگ اند و اندر ماجرا
یا نہ جنگ است این برای حکمت است ہمچو جنگ خر فروشاں صنعت است
یا نہ اینست و نہ آں حیرانی ست گنج باید گنج در ویرانی ست
آنچہ تو گنجش توہم میکنی زاں توہم گنج را گم میکنی
چوں عمارت داں تو وہم و رایہا گنج نبود در عمارت جایہا
در عمارت ہستی و جنگی بود نیست را از ہستہا ننگی بود

آگے چوگان حکم کن کے ہیں پھرا پس مکان و لامکاں کے اندروں
جبکہ بیرنگی ہوئی قیدی رنگ موسی کی موسی سے ہو گئی ہے جنگ
جبکہ بیرنگی میں پہونچے جو کہ تھی موسی و فرعون رکھیں آشتی
گر کوئی تجھ سے کرے اس پر سوال رنگ خالی کب ہے با جنگ و مقال
جبکہ بیرنگی سے پیدا رنگ ہے رنگ و بیرنگی میں کیونکر جنگ ہے
اصل روغن کی ہے افزوں آب سے آب سے آخر کو وہ ضد کیوں رکھے
جو کہ روغن آب سے پیدا ہوا آب کو روغن کا ضد کیونکر کہا
جو کہ گل سے خار گل ہی خار سے دونوں آپسمیں لڑیں پھر کس لیے
یا لڑائی یہ ہے حکمت کے لیے مثل جنگ زرگری صنعت سے ہی
یا یہ نہ ہی نے وہ حیرت ایک ہے ڈھونڈھ گنج اور گنج ویرانہ رکھے
گنج کا جس پر توہم تو کرے وہم سے اس گنج کو گم تو کرے
تو عمارت جان وہم و عقل کو کب عمارت الی جا میں گنج ہو
پس عمارت میں تو ہستی جنگ ہے نیست کو گل ہست سے بس ننگ ہے

سلہ آگے چوگان الخ ۳ شعر حکم کن کے چوگان کے آگے میں پھرول مکان لامکاں میں جبکہ بیرنگی مقید رنگ کی ہوتی ہے اہل موسی کی اہل موسی سے جنگ ہوئی جبکہ بیرنگی میں پہونچے جو کہ اول تھے موسی اور فرعون باہم صلح رکھیں یعنی مولانا قول فرعون کے حقایق بیان فرماتے ہیں کہ بیرنگی مقام احدیت یعنی وہاں کہ جسکو عالم لاہوت بے نشان کہتے ہیں اور رنگ تعینات و ظلمات جسکو عالم ناسوت و دنیا کہتے ہیں جبکہ بیرنگی مقید رنگ ہوئی یعنی روح بسیط جب بدانوں میں مقید ہوئی تو امت موسی ایک امت اجابت ایک امت باہم جنگ و پرخاش کرنے لگی اور جبکہ اس بیرنگی میں پہونچے تو موسی اور فرعون باہم صلح رکھیں کیونکہ لڑائی جھگڑا بسبب اشتراک نفسوں کے ہے کیونکہ نفس متضاد عناصر سے ہے پس لہذا واسطے راہ راست روی میں بسبب غفلت نفس کے بہکانے سے باہم جنگ پرخاش کرتی ہے اور عالم بیرنگی میں نفس نہیں ہوتا اسواسطے آشتی کے سوائے کچھ نہیں کرتی چونکہ اولیاء کرام نفس سے پاک ہوتے ہیں اسواسطے باہم مصالحت رکھتے ہیں اور اگر کرتے ہیں الحب للہ والبغض للہ کرتے ہیں چنانچہ مولانا اعتراض اسکا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ گر کوئی الخ ۴ شعر اگر کوئی اس بات پر سوال کرے کہ رنگ خالی کب جنگ و مقابل سے ہے جبکہ بے رنگی سے پیدا رنگ ہے تو رنگ بیرنگی میں کس واسطے جنگ ہے اس کا جواب مولانا آگے بیان فرماتے ہیں مثال میں کہ روغن کی اصل زیادہ ہوتی ہے آب سے اور آخر میں روغن آب سے ضد رکھتا ہے جو کہ روغن آب سے پیدا ہوا ہے آب کو روغن کا ضد کیوں کہا یعنی آب بمنزلہ بیرنگی کے اور آخر میں روغن بمرتبہ رنگ کے ہے اگر آب روغن میں ملے چراغ کو گل کر دے اور عمل روغن کا دور کر دے ایسی ہی رنگ کی بیرنگی سے مخالفت ہے یعنی موسی بجائے بیرنگی اور فرعون بجائے رنگ تھا اور جو اسلام آیا بیرنگی کو پہونچکر مقام صلح میں آیا اسی واسطے صحابہ کرام بسبب بے نفسی کے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق تھے مثال دوسری آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ جو کہ الخ ۵ شعر جو کہ گل سے خار و خار سے گل ہے دونوں آپسمیں پھر کیوں لڑتے ہیں یا یہ جنگ نہیں ہے حکمت کے واسطے ہے مثل جنگ زرگری کے صنعت سے ہے یا نہ یہ ہے نہ وہ ہے حیرت ہے تو گنج ڈھونڈھو و گنج ویرانہ میں ہے یعنی وہ حیرت ایک ویرانہ ہے تو اس میں گنج ڈھونڈھو رنگ و بیرنگی چھوڑ جس پر تو گنج کا توہم کرے اس گنج کو وہم سے تو گم کرے تو عمارت عقل و وہم کو جان پس کب جائے عمارت میں گنج ہے عمارت تو ہستی ہے اور جنگ ہے اور نیست کو ہستیوں سے ننگ ہے یعنی اندازہ عقل کے تو پار کو ڈھونڈھ مع بیخودی سے تلاش کر کہ بار ملے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

نے کہ ہست از نیستی فریاد کرد ۔ نیست ہم وآں ہست را واداد کرد
تو مگو کہ من گریزانم ز نیست ۔ بلکہ او از تو گریزاں است بیست
ظاہراً می خواندت او سوئے خود ۔ وز دروں می راندت با چوب رد
قومے اندر آتش سوزاں چو ورد ۔ قومے اندر گلستاں با رنج و درد
نعلہائے باژگونہ است اے سلیم ۔ نفرت فرعون میداں از کلیم

نے کہ ہستی نیستی سے ملتجی ۔ بلکہ چھوڑے ہست کو بھی نیستی
مت کہو میں بھاگتا ہوں نیستی سے ۔ بلکہ وہ بھاگے ہے تجھ سے دیکھ لے
اپنی جانب تجھ کو کھینچے ظاہراً ۔ دفع کرتا ہے تجھے وہ باطناً
آگ میں اک قوم تو خوشحال ہے ۔ باغ میں اک قوم تو پامال ہے
یہ طریقہ الٹا اب تو جان لے ۔ نفرت فرعون بس موسیٰ سے کر

سبب حرمان اشقیا از دو جہاں کہ خسر الدنیا والآخرہ

سبب بد اعتقادی اشقیا کا دونوں جہان سے کہ خسر الدنیا والآخرہ

چوں حکیمک اعتقادے کردہ است ۔ کآسماں بیضہ زمیں چوں زردہ است
گفت سائل چوں بماند ایں خاکداں ۔ درمیان ایں محیط آسماں
ہمچو قندیلے معلق در ہوا ۔ نے در اسفل میرود نے بر علا
آں حکیمش گفت کز جذب سما ۔ از جہات شش بماند اندر ہوا
چوں ز مقناطیس قبہ ریختہ ۔ درمیاں ماند آہنے آویختہ
آں دگر گفت آسماں با صفا ۔ کے کشد در خود زمین تیرہ را
بلکہ دفعش میکند از شش جہات ۔ تا بماند درمیان عاصفات

فلسفی کا ہے عقیدہ اور خیال ۔ آسماں بیضہ زمیں زردی مثال
بولا سائل کیوں معلق ہے زمیں ۔ ہے محیط آسماں میں یہ کہیں
مثل قندیل معلق با ہوا ۔ نے ہی اسفل میں جائے یا علا
وہ حکیم اب بولا با جذب سما ۔ شش جہت سے رہتی ہے اندر ہوا
جیسے مقناطیس سے گنبد بنے ۔ درمیاں آہن معلق ایک سے
دوسرا بولا سماء با صفا ۔ کھینچے کب تیرہ زمیں کو وہ بھلا
شش جہت سے بلکہ وہ دفع کرے ۔ تا ہوا میں وہ معلق بس رہے

ل۱ نے کہ ہستی الخ۔ شعر ۔ یہ ہستی نیستی سے التجا کرتی ہے بلکہ نیستی ہستی کو چھوڑتی ہے مت کہو میں بھاگتا ہوں نیستی سے بلکہ نیستی بھاگتی ہے تجھ سے تجھ کو اپنی جانب کھینچتی ہے ظاہراً اور دفع کرتی ہے باطناً آتش میں ایک قوم خوشحال ہے اور باغ میں ایک قوم پامال ہے یہ طریقہ تو الٹا جان لے نفرت فرعون کی موسیٰ سے ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام تو اُس کو دل وجان سے چاہتے تھے کہ اسلام لائے ہوگر وہ نہ چاہتا تھا کم فہم جانتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اُس کو جان سے ہدایت کرتے تھے اور دل سے نہ چاہتے تھے نعوذ باللہ یہ کام منافقوں کا ہے کہ زبان سے چاہے اور دل سے نہ چاہے اور نبی اللہ ہر ایک کو دل و جان سے ہدایت کی دعوت کرتے تھے چنانچہ اس کا حال مولانا مثال میں آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ل۲ فلسفی کا ہے الخ۔ شعر حکما کا یہ عقیدہ اور خیال ہے کہ آسمان مثل بیضہ کے اور زمین مثل زردی کے ہے سائل نے کہا کہ زمین معلق کیسی ہے اس محیط آسمان میں مثل قندیل کے ہوا میں نہ اسفل میں نہ اعلیٰ میں اس حکیم نے کہا کہ بسبب جذب آسمان کے شش جہت سے معلق ہوا میں رہتی ہے مثال بیان فرماتے ہیں جیسے مقناطیس سے ایک گنبد بنے اور درمیان میں اس کے ایک آہن معلق رہے اور دوسرے نے کہا کہ آسمان باصفا ہیں تیرہ کو کب بھلا کھینچے بلکہ شش جہت سے وہ دفع کرے تاکہ وہ ہوا میں معلق رہے یعنے آسمان صفا زمین تیرہ کو کب کشش کرتا ہے بلکہ دفع کرتا ہے ہر سمت سے اس واسطے زمین گنبد آسمان میں معلق ٹھہری ہے چنانچہ اس کے حقایق مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

پس ز دفع خاطر اہل کمال	جان فرعوناں بماند اندر ضلال	دفع کرنے کاملوں کی جان سے	جان فرعونوں کی گمراہی میں ہے
پس ز دفع ایں جہان و آں جہان	ماندہ اند ایں بیرہاں بے این و آن	اس جہان و راس جہان کے دفع سے	دو جہاں سے گمرہاں عاجز ہے
سرکشی از بندگان ذوالجلال	زانکہ دارند از وجود تو ملال	اولیاء اللہ سے اغماض کو	جان لے تجھ سے کہ رنجیدہ ہیں وہ
کہربا دارند چوں پیدا کنند	کاہ ہستی ترا شیدا کنند	کہربا کہتے ہیں جو ظاہر کریں	کاہ ہستی کو تری وہ کھینچ لیں
کہربای خویش چوں پنہاں کنند	زود تسلیم ترا طغیاں کنند	کہربا اپنے کو جو پنہاں کریں	تیری رغبت کو وہ دگرگوں کریں
آنچناں کہ مرتبہ حیوانی ست	کو اسیر و سغبۂ انسانی ست	جس طرح سے مرتبہ حیوان کا	قید اور مغلوب ہے انسان کا
مرتبہ انساں بدست اولیا	سغبہ چوں حیواں شناسش ای کیا	مرتبہ انسان ہے تابع اولیا	جیسے ہے حیوان مطیع انسان کا
بندۂ خود خواند احمد در رشاد	جملہ عالم را بخواں قل یا عباد	اپنے بندہ کو کیا احمد نے یاد	سارے عالم کو پڑھا قل یا عباد
عقل تو ہمچوں شتربان تو شتر	می کشاند ہر طرف در حکم مر	عقل تیری جوں شتربان تو شتر	حکم حق سے کھینچے وہ ہر جائے پر
عقل عقل اند اولیا و عقلہا	بر مثال اشتراں تا انتہا	عقل ہی کے اولیا ہیں عقل سب	مثل شتروں کے ہیں تابع انکے اب
اندر ایشاں بنگر آخر ز اعتبار	یک قلاوزست جان صد ہزار	انکے اندر دیکھ از رہ اعتبار	ایک رہبر اور جان ہیں سو ہزار
چہ قلاوز و چہ اشتربان بیاب	دیدۂ کاں دیدہ بیند آفتاب	کیا وہ رہبر کیا شتربان تو لے	ایسا دیدہ دیکھے جو خورشید ہی
نک جہاں در شب بماندہ میخ دوز	منتظر موقوف خورشید ست و روز	یہ جہاں رہتا ہے ساکت رات کو	منتظر خورشید کا رہتا ہے وہ
اینت خورشیدی نہاں در ذرۂ	شیر نر در پوستین برۂ	یہ ترا ہی شمس ذرہ میں نہاں	پوست میں برہ کے ہی شیر ژیاں

سلہ دفع کرنے الخ یہ شعر کاملوں کی جان دفع کرنے سے جان فرعون کی گمراہی میں ہے اس جہان کے اور اس جہان کے دفع کرنے سے گمراہان دونوں جہان سے عاجز رہے یعنی کاملوں نے جو گمراہ ہوئے مثل موسی علیہ السلام معنی سے دفع کیا اور دونوں جہان نے اپنے میں آنے نہ دیا بلکہ دفع کیا ہے اس واسطے وہ گمراہ عاجز رہے ہیں تو اپنے اغماض کرنے کو اولیا سے جان لے کہ وہ تجھ سے رنجیدہ ہیں یعنی اولیاء کی رنجیدگی کے سبب سے تو ان سے اغماض کرتا ہے اور وہ رنجیدہ نہ ہوتے معنی میں تجھ سے بسبب تیرے جرم کے تو اُن سے ہرگز اغماض نہ کرتا پس تو اپنے میں اغماض پیدا ہونے سے جان لے کہ میرے قصور کے سبب سے وہ اولیا مجھ سے معنی میں رنجیدہ ہیں یہ گویا امتحان ہے کہ مولانا بتلاتے ہیں جلد ان سے عفو تقصیر کرا لے ورنہ تو آفت میں گرفتار ہوگا جیسے فرعون خسر الدنیا والآخرۃ ہوا فافہم ۱۲ سلہ کہربا الخ یہ شعر وہ کہربا کہتے ہیں اگر وہ کہربا کاہ ہستی کو تری کھینچ لیویں کہربا اپنے کو جو پوشیدہ کریں تیری رغبت کو وہ دگرگوں کریں یعنی اُنکے پاس کشش معنی ہے کہ تجھ کو کھینچ لیں مگر بسبب رنجیدگی کے انھوں نے اپنی کششوں کو کھینچ لیا ہے کہ تو ادھر سے روگرداں ہے مثال آگے بیان فرماتے ہیں جس طرح سے مرتبہ حیوان کا جو قید و مغلوب انسان کا ہے ایسے ہی مرتبہ انسان کا تابع اولیا کے ہے جیسے حیوان مطیع انسان کا ہے اپنا بندہ کہکر احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے تمام عالم کو تو پڑھ لے قل یا عبادی یعنی کہو اے بندو میرے یعنی جیسے حیوان تابع انسان ہیں و انسان تابع اولیا ہیں ایسے ہی سب اولیا تابع جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں مثال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ عقل تیری الخ یہ شعر عقل تیری مثل شتربان اور تو مثل شتر کے ہے حکم حق سے وہ کھینچے ہے تجھ کو ہر جائے پر عقل کی عقل اولیا ہیں اور عقل سب مثل شتروں کے ہیں اُنکے تابعدار انکے اندر دیکھ تو از راہ اعتبار کہ ایک رہبر اور جانیں سو ہزار ہیں یعنی جیسے قطار اونٹوں کی کہ ایک اُسمیں اول رہبر ہوتا ہے اور بعد سو ہزار قطار یہ ہوتی ہیں اسیطرح جانیں اولیا کی پیرو ہیں کیا وہ رہبر کیا وہ شتربان اب تو حاصل کر لے ایسا دیدہ کہ جو خورشید دیکھے یہ جہان ساکت رہتا ہے رات کو اور منتظر خورشید کا رہتا ہے یہ خورشید ذرہ میں پوشیدہ ہے گویا پوست میں بزغالہ کے شیر ژیان ہے دوسری مثال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

نیست دریاے نہان زیر کاہ	پا بریں کہ ہیں منہ با اشتباہ	یہ تراود یا نہاں ہے زیر کاہ[1]	کاہ پر مت پاؤں رکھ با اشتباہ
اشتباہ ہست گماں اندر روں	رحمت حق ست بہر رہنموں	یہ گمان و اشتباہ باطن میں ہی	رحمت حق رہنمائی کے لیے
ہر پیمبر فرد آمد در جہاں	فرد بود و صد جہانش در نہاں	ہر پیمبر فرد آیا یاں پہ ہے	سو جہاں اس فرد میں پنہاں ہے
عالم کبریٰ بقدرت سحرہ کرد	کرد خود را در کہین نقشے نورد	عالم کبریٰ کو قدرت سے لیا	صورت کہتر میں خود کو بس چھپا
ابلہانش فرد دیدند و ضعیف	کے ضعیف ست آنکہ با شہ شد حریف	جانتے نادان ہیں عاجز فرد ہے	کب ضعیف ہے شاہ کا جو یار ہے
ابلہاں گفتند مردے بیش نیست	وائے آں کو عاقبت اندیش نیست	کہتے ہیں ناداں کہ وہ ہے اک بشر	دور بینی سے وہ خود ہیں بے خبر
عاقبت دیدن بود از کاہلی	دور بودن ہر نفس از جاہلی	دور بینی جان لو ہے کاہلی	دور رہنا ہر گھڑی ہے جاہلی

حقیر دیدن خصمان صالح علیہ السلام ناقہ را چوں حقتعالیٰ خواہد لشکرے را ہلاک گرداند در نظر ایشاں خصماں را حقیر نماید ویقللکم فی اعینہم لیقضی اللہ امرًا کان مفعولاً

حقیر دیکھنا دشمنوں کا ناقہ صالح علیہ السلام کو کہ جب حقتعالیٰ چاہتا ہے کہ لشکر کو ہلاک کرے انکی نظر میں دشمنوں کو حقیر دکھلاتا ہے ویقللکم فی اعینہم لیقضی اللہ امرًا کان مفعولاً

بشنو اکنوں قصہ صالح رواں	بگذر از صورت طلب معنے آں	قصہ جاری ایک صالح کا سنو[2]	چھوڑ دو صورت اور طلب معنے کرو
زانکہ صورت بیں نہ بیند عاقبت	عاقبت بینی بیابی عافیت	کیونکہ صورت بین نہ دیکھے عاقبت	عاقبت بینی سے حاصل عافیت

[1] یہ تراود یا الخ شعر یہ دریا پوشیدہ ہے زیر کاہ کے تو کاہ پر پاؤں اشتباہ کے ساتھ نہ رکھ یہ اشتباہ و گمان باطن میں ہے اور رحمت حق نمائی کے لیے یعنی اولیاء اللہ صورت انسان میں پوشیدہ ہیں تو ان صورتوں کو حقیر مت جان اشتباہ باقی ہے شاید ولیا نہ ہو گو اشتباہ باطن میں ہے یہ سبب ہمرے پوشیدہ ہیں اور اگر پوشیدہ نہ ہوتے اس صورت میں اگر دیدہ و دانستہ حقیر جانتے تو جلد ہلاک ہوتا پس یہ اشتباہ رونق حق کیلیے ہے ہر پیغمبر اس جہان میں فرد آیا ہے اور سو جہان اس فرد میں پوشیدہ ہیں عالم کبریٰ کو قدرت سے لیا اور صورت کہتر میں خود کو پنہان رکھا بوجہ جاہل نادان عاجز ہوئی جانتے ہیں بس وہ کب عاجز ہے جو بادشاہ کا یار ہے نادان کہتے ہیں کہ وہ ایک بشر ہے دور بینی سے وہ خود بے خبر ہیں سمجھے انکو حقیقت کی یقین دور بینی کاہلی ہے اور دور رہنا ہر دم جاہلی ہے یعنی حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو بشر سمجھتے ہیں جو کہ چشم باطن نہیں رکھتے کیونکہ جو یار خدا کا ہوگا مثل اُن بشر عوام کے کب ہوگا چنانچہ اسکی مثال میں قصہ ناقہ صالح علیہ السلام کا حقیر دیکھنا دشمنوں کا ذکر کرتے ہیں فافہم [2] قصہ جاری الخ شعر ایک قصہ مشہور صالح علیہ السلام کا سنو صورت کو چھوڑ دو اور معنی کو طلب کرو کیونکہ صورت بین نہ دیکھے عاقبت کو عاقبت بینی سے حاصل عافیت ہے یعنی صورت پرستی چھوڑ اور عاقبت بینی اختیار کرو کہ نجات ہو ورنہ صورت پرستی موجب لعنت ہے چنانچہ قصہ ناقہ صالح ہے

ناقۂ صالح بصورت بد شتر	پے بریدندش ز جہل آں قوم مر	ناقہ صالح[1] کا تھا صورت میں شتر	کونچیں اسکی جہل سے کاٹیں مگر
از برائے آب چوں خصمش شدند	آب کور و نان شور ایشاں بدند	قوم پانی کے لیے دشمن ہوئی	پانی روٹی کے ندیدے تھے سبھی
ناقۃ اللہ آب خورد از جوے میغ	آب حق را داشتند از حق دریغ	ناقۃ اللہ آب بارش کو پیے	حق کا پانی حق کو وہ کب دیتے تھے
ناقۂ صالح چو جسم صالحاں	شد کمینے در ہلاک طالحاں	ناقۂ صالح جو جسم صالحاں	ہوگیا فانی لشکر طالحاں
تا بر آں امت ز حکم مرگ و درد	ناقۃ اللہ و سقیاہا چہ کرد	موت کی رو سے اس امت پر کیا	ناقۃ اللہ و سقیاہا نے کیا
شحنۂ قہر خدا زایشاں بجست	خوں بہائے اشترے شہرے درست	شحنۂ قہر خدا ان پر گیا	شہر خون ناقہ میں ویران کیا
روح صالح بر مثال اشترست	نفس نکرہ مرد را چوں پے برست	روح[2] صالح کو شتر تو جان ہے	نفس کونچیں کاٹنے والے سا ہے
روح ہمچوں صالح و تن ناقہ است	روح اندر وصل و تن در فاقہ است	روح مثل صالح ناقہ جسم ہے	روح واصل اور بدن فاقہ رکھے
روح صالح قابل آفات نیست	زخم بر ناقہ بود بر ذات نیست	روح صالح کو نہیں آفات ہے	زخم ناقہ پر ہوا اور نہ ذات پے
روح صالح قابل آزار نیست	نور یزداں سغبۂ کفار نیست	روح صالح کو یہ کب آزار ہے	نور حق مغلوب نے کفار سے
حق ازاں پیوست با جسم نہاں	تاش آزارند و بینند امتحاں	اسلیے حق تن میں پیوستہ نہاں	ہے کہ ایذا اسکو دیکھے امتحاں
بیخبر کازار ایں آزار اوست	آب ایں خم متصل با آب جوست	بیخبر اس سے کہ ایذا اسکی ہے	آب خم کا متصل ہے بحر سے
زاں تعلق کرد با جسمش الہ	تا کہ گردد جملہ عالم را پناہ	اسلیے[3] تن سے ہے متعلق الٰہ	تاکہ ہووے جملہ عالم کا پناہ
کس نیابد بر دل ایشاں ظفر	بر صدف آید ضرر نے بر گہر	انکے دل پر کب کوئی پائے ظفر	ہو صدف پر اور نہ گوہر پر ضرر
ناقۂ جسم ولی را بندہ باش	تا شوی با روح صالح خواجہ تاش	ناقۂ جسم ولی کا ہو غلام	روح صالح کیطرح تا ہو امام

[1] ناقہ صالح الخ شعر صالح علیہ السلام کا ناقہ صورت میں شتر تھا مگر اسکی کونچیں جہل سے کاٹیں قوم پانی کے لیے دشمن ہوئی روٹی پانی کے وہ ندیدے تھے ناقۃ اللہ آب بارش کو پیتا ہے حق کا پانی وہ حق کو نہ دیتے تھے ناقہ صالح علیہ السلام کا مانند جسم صالحوں کے فانی ہوگیا مگر ظالموں نے موت کی راہ سے اس امت پر کیا کیا ناقۃ اللہ و سقیاہا نے یعنی ناقۃ اللہ نے اُن کو ہلاک کیا شحنۂ قہر خدا کا اُن پر گیا خون ناقہ نے شہر ویران کیا فافہم ۱۲ [2] روح صالح الخ شعر تو روح مرد صالح کو شتر جان لے نفس جہل سے کونچیں کاٹنے والے کے مانند ہے روح مثل صالح علیہ السلام کے اور ناقہ مثل جسم کے ہے روح واصل اور بدن فاقہ رکھے روح مرد صالح پر آفات نہیں ہے ذات پر نہیں ہے زخم ناقہ پر ہے ذات پر نہیں ہے روح مرد صالح کو یہ کب آزار ہے نور حق کفار سے مغلوب نہیں ہے اس لیے حق بدن میں پوشیدہ ملا ہوا ہے اور ایذا دے کر امتحان لیتا ہے اس بات سے بیخبر ہیں کہ ایذا اس کو ہے کیونکہ آب خم کا متصل ہے بحر سے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ [3] اس لیے تن سے الخ شعر اسلیے حق بدن سے تعلق رکھتا ہے تاکہ جملہ عالم کا پناہ ہووے یعنی مرد صالح کے اندر ذات حق ہے بحیثیت اسکو جو کوئی دیتا ہے دیتا ہے اسکے ہے مگر ذات حق اسکی حفاظت کرتی ہے اور اسکے دشمن کو سزا کرتی ہے اسواسطے صوفیہ کرام دل آزاری کی ممانعت کرتے ہیں کہ ذات مقدس اس سے بدلا لیتی ہے اور غافلوں میں بسبب غلبہ نفس کے تامل کیا جاتا ہے کیونکہ منشا عمل کا حرکت نفس سے ہوا کرتا ہے اور قتل کامل محض فعل حق کا ہے کب کوئی انکے دل پر ظفر پائے صدف پر ضرر ہو گوہر پر نہیں ناقہ جسم ولی کا تو غلام ہو مانند روح صالح علیہ السلام کے تو امام ہو یعنی جبکہ اولیائے کرام کا خدا نگہبان ہے پس تو اُن کے جسم کا غلام و خادم ہو کہ تا بزرگی و بہتری تجھ کو حاصل ہو بقول استاد ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد + ہر کہ خود را دید او محروم شد ۱۲ آگے مدعا حضرت صالح علیہ السلام کا ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲

گفت صالح چونکہ کردید این حسد — بعد سہ روز از خدا نقمت رسد
بعد سہ روز دگر از جان ستان — آفتی آید کہ دارد سہ نشان
رنگ روی جملہ تان گردد دگر — رنگ رنگ مختلف اندر نظر
روز اول روتان چون زعفران — در دوم رو سرخ ہمچون ارغوان
در سوم گردد ہمہ روہا سیاہ — بعد ازان اندر رسد قہر الہ
گر نشان خواہید از من زین وعید — کرۂ ناقہ بسوی کہ دوید
گر توانیدش گرفتن چارہ ہست — ورنہ خود مرغ امید از دام جست
چون شنیدند این ز جملہ تنگ — در پے اشتر دویدندے چو سگ
کس نتانستند ان کرہ رسید — رفت در کہسارہا شد ناپدید
ہمچو روح پاک کو از ننگ تن — می گریزد جانب رب المنن
گفت دیدید این قضا مبرم شدست — صورت امید را گردن زدست
کرۂ ناقہ چہ باشد خاطرش — کہ بجا آرید ز احسان و برش
گر بجا آید دلش رستید ازان — ورنہ نومید و ساعدہا گزان
چون شنیدند این وعید منکدر — چشم بنہادند آن را منتظر
روز اول روی خود دیدند زرد — میزدند از ناامیدی آہ سرد
سرخ شد روی ہمہ روز دوم — نوبت امید و توبہ گشت گم
شد سیہ روز سوم روی ہمہ — حکم صالح راست شد بے ملحمہ

بولا صالح جو حسد تم نے کیا — تیسرے دن آئیگا قہر خدا
تیسرے دن پھر یہ ہو حق سے عیاں — ایک آفت کہ رکھے وہ سہ نشاں
رنگ دیگر گوں تمہارے ہوویں تب — مختلف وہ رنگ ہوں نظروں میں سب
روز اول وہ ہو مثل زعفران — روز دوم سرخ ہو جوں ارغواں
تیسرے دن ہووے منہ سبکا سیاہ — بعد اسکے پہونچے بس قہر الٰہ
اس وعید حق کا گر چاہو نشاں — بچۂ ناقہ بسوئے کہ دواں
تم اگر پکڑو اُسے تو ہے دوا — ورنہ مرغ امید کا تم سے اڑا
جو سنا تو سب براہ جستجو — اونٹ کے پیچھے گئے جوں سگ کے دو
کوئی اُس بچہ تلک نہ جا سکا — بھاگا وہ اور کوہ میں غائب ہوا
مثل روح خوش کہ تن سے تنگ ہو — بھاگتی ہے جانب اللہ دو
بولے دیکھا اب قضا مبرم ہوئی — صورت امید ہاتھوں سے گئی
بچۂ ناقہ ہی کیا کیا اُن کا دل — خوش کرو احسان سے ای با عمل
گیہو دل انکا خوش تو تم چھٹے — ورنہ کاٹو ہاتھ پھر تم یاس سے
وہ وعید حق انہوں نے جب سنا — چشم بر رہ منتظر ہر اک ہوا
روز اول اپنا دیکھا روے زرد — ناامیدی سے تھے کرتے آہ سرد
دوسرے دن سرخ رو اُس کا ہوا — مرتبہ امید و توبہ کا گما
تیسرے دن و سیہ سب کا بنا — حکم صالح بے تامل سچ ہوا

۱ بولا صالح الخ، حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ جو حسد کیا تم نے تیسرے دن تم پر قہر خدا آئے گا تیسرے دن یہ حق سے ظاہر ہوا ایک آفت ہے کہ وہ تین نشان رکھے تمہارے رنگ دگرگوں ہوویں اور وہ رنگ مختلف ہوں نظروں میں روز اول تمہارا منہ مثل زعفران کا دوم سرخ اور سوم روز سب کا رو سیاہ ہو بعد قہر خدا نازل ہوا اگر تم اس وعید حق کا نام نشان چاہتے ہو کہ بچۂ ناقہ طرف کوہ کے گیا اگر تم اس کو پکڑو تو علاج ہو ورنہ مرغ امید کا تم سے اڑا یعنی امید پھر منقطع ہے جو سنا تو سب ڈھونڈھنے کو اس اونٹ کے پیچھے مثل سگ کے دوڑے کوئی اس بچہ تک نہ جا سکا اور وہ بھاگا اور پہاڑ میں پوشیدہ و غائب ہوا آگے مثال ہے روح پاک کہ تن سے تنگ ہو کر بھاگتی ہے جانب اللہ کے صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے دیکھا کہ قضا میری مبرم ہوئی اور امید کی صورت ہاتھ سے گئی واضح ہو کہ تیر قضا جب تک نشانہ پر نہیں پہونچتا ہے علاج پذیر ہے اور وہ قضائے معلق ہے اور جب کہ نشانہ پر پہونچا قضائے مبرم ہے پھر علاج پذیر نہیں جیسے ہوا چراغ پر آئی قبل ہوا آنے کے اگر ہاتھ سے آڑ کی چراغ بچا جب کہ ہوا چراغ کو پہونچ گئی پھر ہاتھ کی آڑ اس کو کچھ نفع نہیں دیتی حقایق اس کے آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۲ بچہ ناقہ الخ شتر بچہ ناقہ کیا ہے اوسکا دل ہے تم احسان سے اس کو خوش کرو اگر دل اُن کا خوش ہوا تو تم بچے ورنہ ہاتھ کاٹو ناامیدی سے اپنا جب کہ انھوں نے وہ وعید حق سنا تو ہر ایک منتظر چشم براہ ہوا روز اول اپنا روے زرد دیکھا ناامیدی سے آہ سرد کرتے تھے دوسرے دن سرخ رو اُن کا ہوا مرتبہ امید و توبہ کا گیا تیسرے دن رو سیاہ اُن کا ہوا حکم صالح علیہ السلام بے تامل سچ ہوا باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

چوں ہمہ زنا اُمیدی سر زدند / ہمچو اشتر در دو زانو آمدند
در نبی آورد جبریل امیں / شرح ایں زانو زدن را جاثمیں
زانو آں دم زن کہ تعلیمت کنند / ورچنیں زانو زدن بیمت کنند
منتظر گشتند زخم قہر را / قہر آمد نیست کرد آں شہر را
صالح از خلوت بسوئے شہر رفت / شہر دید اندر میان دود تفت
نالہ از اجزائے ایشاں می شنید / نوحہ پیدا نوحہ گویاں ناپدید
گریہ چوں زحد گذشت ہاے ہاے / گریہ ہاے جانفزائے دلربائے
ز استخوانہاشاں شنید او نالہا / اشک خوں از جانشاں چوں ژالہا
صالح آں بشنید و گریہ ساز کرد / نوحہ بر نوحہ گراں آغاز کرد
گفت اے قوم بباطل زیستہ / وز شما من پیش حق بگریستہ
حق بگفتہ صبر کن بر جورشاں / پندشاں دہ بس نماند از دورشاں
من بگفتہ پند شد بند از جفا / شیر پند از مہر جوشد وز صفا
بسکہ کردید از جفا بر جاے من / شیر پند افسردہ در رگہاے من
حق مرا گفتہ ترا لطفے دہم / بر سر آں زخمہا مرہم نہم
صاف کردہ حق دلم را چوں سما / روفتہ از خاطرم جور و جفا

ناامیدی سے وہ سب عاجز ہے[۵۱] / اونٹ کی مانند دو زانو ہوے
لائے آیہ میں یہ جبریل امیں / شرح دو زانو کی جا پہ جاثمیں
کر تو زانو ٹے بدم تعلیم کے / نے کہ ڈر کیوقت زانو ٹے کرے
منتظر تھا جو ہر اک اس قہر کا[۵۲] / قہر آیا شہر کو ویراں کیا
بس گئے خلوت سے صالح شہر کو / غرق دیکھا اک دھوئیں میں شہر دو
انکے اجزا اُنسے نالے سنتے تھے / گریہ تھا نے گریہ والے دکھتے تھے
حد سے گزرا جو کہ رونا ہاے ہاے / اور رونا جانفزائے دلربا ہے
ہڈیوں سے اُنکی بس نالے سنے[۵۳] / اشک خوں جانوں سے جوں اولے پڑے
وہ سُنا صالح نے اور گریہ کیا / نوحہ کرنیوالوں پہ نوحہ کیا
بولے تم ہی لوگ باطل میں جیے / پیش حق رویا تمھارے واسطے
صبر کر تو ظلم پر حق نے کہا[۵۴] / اور نصیحت کر نہ دور اُنکا رہا
غرض کی کہ ظلم سے ہوئی پند بند / جوش کھتا ہے ہی شیر پند
میری جا پر جو بھرے وہ از جفا / رگ میں شیر پند میری جم گیا
بولا حق لطف و کرم تجھپر کروں / زخم پہ مرہم کو تیرے میں رکھوں
صاف دل حق نے کیا مثل سما / ظلم کو دل سے کیا میرے صفا

۵۱ ناامیدی الخ یہ شعر ناامیدی سے وہ سب عاجز ہوے اونٹ کے مانند دو زانو ہوے لاے ہے اس آیہ میں جبریل امین یعنی شرح دو زانو کی جگہ پر جاثمین لائے ہیں یعنی سر زانو پر رکھنا پس تو کر زانو ٹے وقت تعلیم کے نہ کہ ڈر کے وقت تو زانو ٹے کرے واضح ہو کہ تعلیم مولانا خوشی مرشد میں ارشاد فرماتے ہیں اس قصہ امت صالح علیہ السلام میں کہ مرشد جب تک خوش ہو تو مریدوں کو چاہیے کہ جلد مرشد کو راضی کریں اور جبکہ غضب الٰہی میں وہ گرفتار ہوے اور رو دیا ہے پھر بجا اُن کا محال ہے آخر کار خسر الدنیا والآخرہ ہوں عیاذًا باللہ دوسرے تعلیم فرماتے ہیں کہ حضوری مرشد میں بصورت مغموم زانو پر سر رکھکر نہ چاہیے بیٹھنا کہ یہ اہل غضب کی وضع ہے کہ حق تعالےٰ نے مقہوروں کے لیے جاثمین فرمایا ہے بلکہ کسی وقت نہ بیٹھنا چاہیے کہ فال بد ہے چنانچہ آگے قصہ بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔ ۵۲ منتظر تھا الخ یہ شعر جو کہ ہر ایک منتظر تھا اس قہر کا پس قہر آیا اور شہر ویران کیا بعد ہ صالح علیہ السلام خلوت سے شہر کو گئے تو دھوئیں میں غرق دیکھی شہر کو اُن کے اجزا اُن سے نالہ سنتے تھے گریہ تھا اور گریہ والے نہیں دکھتے تھے جبکہ حد سے گزرا روتا ہاے ہاے اور رونا جانفزائے دلربا ہے باقی قصہ آگے ہے فافہم ۱۲ ۔ ۵۳ ہڈیوں سے الخ یہ شعر اُنکی ہڈیوں سے نالے سنے واشک خونی اُنکی جانوں سے مثل اولوں کے برسے وہ حال صالح علیہ السلام نے سنا اور گریہ کیا نوحہ کرنے والوں پر نوحہ کیا اور کہا کہ اے قوم گروہ تم نے باطل میں عمر گذاری اور میں پیش حق تمہارے واسطے رویا باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ ۔ ۵۴ صبر کر تو الخ یہ شعر حق نے کہا کہ تو صبر کر ظلم پر اور نصیحت کر کہ اب دور اُن کا نہیں رہا میں نے عرض کی کہ ظلم سے پند میری بند ہوئی کیوں جوش رکھتا ہے محبت سے شیر ان کے پیدا ہوتا ہے اسی طرح پند بھی محبت سے پیدا ہوئی اور وہ پند اثر کرتی ہے اور جو پند حد سے کرتا ہے وہ بے اثر ہے میری جگہ پر وہ از راہ ظلم کے بھرے ہیں رگوں میں میرے شیر پند جم گیا ہے حق نے فرمایا کہ لطف و کرم تجھ پر کروں اور زخم پہ مرہم تیرے رکھوں پس حق نے صاف دل میرا کیا مثل آسمان کے اس ظلم کو دل سے میرے صاف کردیا یعنی صالح علیہ السلام یہ تقریر مقہوروں سے بیان فرماتے تھے اس کا حال آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔

ع سر زانو پر رکھنا ۱۲ ۔

ور نصیحت من شدہ بار دگر / گفتہ امثال و سخنہا چوں شکر
شیر تازہ از شکر انگیختہ / شیر و شہدے با شکر آمیختہ
در شما چوں زہر گشتہ آں سخن / زانکہ زہرستاں بدیت از بیخ و بن
چوں شوم غمگیں کہ غم شد سرنگوں / غم شما بودید اے قوم حروں
ہیچکس بر مرگ غم نوحہ کند / ریش سر چوں شد کسے مو بر کند
رو بخود کرد و بگفت اے نوحہ گر / نوحہ ات را می نیرزند ایں نفر
کژ مخواں اے راست خوانندہ مبیں / کیف آسیٰ خلف قوم کافریں
باز اندر چشم دل او گریہ یافت / رحمتے بے علتے بروے بتافت
قطرہ می بارید و حیراں گشتہ بود / قطرۂ بے علت از دریائے جود
عقل می گفتش کہ ایں گریہ ز چیست / بر چناں فسوسیاں باید گریست
بر چہ می گریی بگو بر فعلشاں / بر سپاہ کینہ ور بد فعلشاں
بر دل تاریک زنگارشاں / بر زبان زہر ہمچوں مارشاں
بر دم و دنداں سگسارانہ شاں / بر دہان و چشم کژدم خانہ شاں
بر ستیز و تسخر و افسوسشاں / شکر کن چوں کرد حق محبوسشاں
دستشاں کژ پائے شاں کژ چشم کژ / مہرشاں کژ صلحشاں کژ خشم کژ
از پے تقلید و از آیات نقل / پا نہادہ بر جمال پیر عقل
پیر خر نے جملہ گشتہ پیر خر / از زبان چشم و گوش ہمد گر
از بہشت آورد یزداں بندگاں / تا نمایدشاں سقر پروردگاں

اور نصیحت میں نے کی بار دگر / اور مثالیں بس کہیں مثل شکر
شیر تازہ میں شکر کو ڈال کر / باتیں کہیں جوں شہد شیر با شکر
زہر وہ تم میں ہوا میرا سخن / کیونکہ زہرستاں تھے تم با بیخ و بن
ہوؤں کیوں غمگیں ہوا غم سرنگوں / غم مرا تو تم تھے اے قوم حروں
غم کے مرنے پر کوئی روتا ہے کب / کون اکھیڑے بال خم اچھا ہو جب
دل سے اپنے خود کہا اے نوحہ گر / قابل نوحہ ترے کب یہ بشر
کج نہ پڑھ اے راست خوانندہ ہمیں / کیف آسیٰ خلف قوم کافریں
چشم باطن انکی بس گریاں ہوئی / رحمت بیواسطہ باراں ہوئی
بوندیں برسیں اور حیراں وہ ہوئے / بحر بخشش قطرہ فشاں ہے کس لیے
عقل نے اُنسے کہا یہ گریہ کیوں / اور ایسے ظالموں پر رونا کیوں
کس لیے رونا کہو فعل انکے پر / اور سپاہ جہل و کینہ انکے پر
اور دل تاریک زنگار انکے پر / اور زبان زہر جوں مار انکے پر
اور دم دنداں سگسار انکے پر / مثل کژدم خانہ چشماں انکے پر
جنگ اور ظلم اور تمسخر انکے پر / حق نے جو پھانسا ہی انکو شکر کر
انکے پا کج ہاتھ کج اور چشم کج / مہر کج اور صلح کج اور خشم کج
اور روایت نقلی و تقلید سے / پا انھوں نے رکھا پیر عقل پے
پیر کو لیتے نہیں ہیں یہ پیر خر / آنکھ اور کان اور زباں سے ہمد گر
لایا بس جنت سے یزداں بندگاں / تا کہ وہ دیکھیں سقر پروردگاں

لہ اور نصیحت الخ۔ اشعار اور میں نے پھر نصیحت انکو کی اور مثالیں بس کہیں مثل شکر کے شیر تازہ میں شکر ڈال کر باتیں ہیں مثل شہد شیر با شکر کے وہ زہر تم میں ہوا میرا سخن کیونکہ تم زہرستان تھے جڑ پیڑ سے اب میں کیوں غمگین ہوں کہ غم سرنگوں ہوا غم میرا تم تھے اے قوم واژگوں غم کے مرنے پر کب کوئی روتا ہے کون بال اکھیڑے جو زخم اچھا ہوا ہے حضرت صالح علیہ السلام نے اپنے دل سے کہا اے نوحہ گر تیرے قابل نوحہ یہ کب ہیں کج مت پڑھ اے راست پڑھنے والے دیکھ آیۂ کریمہ کیف آسیٰ علیٰ قوم کافرین یعنی کیونکر حسرت کروں اوپر قوم کافروں کے چشم باطن انکی بس گریہ ہوئی اور رحمت بیواسطہ باران ہوئی بوندیں برسیں اور وہ حیران ہوئے کہ بحر بخشش ٹپکتا ہے کس پے عقل نے ان سے کہا یہ گریہ کیوں اور ایسے ظالموں پر روتا کیوں تم کہو کس لیے۔ رونا ان کے فعل پر اور ان کی سپاہ جہل پر اور سیاہ دل پر زنگار ان کے پر اور زبان جوں زہر مار ان کی پر اور دم و دندان سگ ساں ان کے اور خانہ چشمان مثل کژدم کے ان کے پر جنگ و ظلم اور تمسخر ان کے پر حق نے جو پھانسا ان کو بس شکر کر کہ وہ اپنے شامت اعمال میں گرفتار ہیں انکے پاؤں کج ہاتھ کج چشم کج مہر کج و صلح کج و خشم کج اور روایت نقلی و تقلیدی سے انھوں نے رکھا پیر عقل پر پیر کو نہیں حاصل کرتے ہیں پیر خر آنکھ و کان و زبان سے ہمد گر حق لایا جنت سے بندوں کو کہ تا وہ دیکھیں دوزخ پروردگان کو یعنی جو لوگ کہ پیر کامل کو نہیں حاصل کرتے ہیں اس کے برا مضامین کجی پڑی ہے اس واسطے حق تعالیٰ نے آدم کو جنت سے باہر کیا اور دنیا میں لایا کہ تا دوزخ پروردگان دیکھیں کہ شقی سعید میں فرق ہو چنانچہ اس فرق کا قصہ آگے لکھتے ہیں فافہم ۱۲

تفسیر آیۂ کریمہ مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لایبغیان

تفسیر آیۂ کریمہ مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لایبغیان

اہل نار و نور را بیں ہمدکان ‖ درمیان شان برزخ لایبغیان
اہل نار و اہل نور آمیختہ ‖ درمیان شان کوہ قاف انگیختہ
اہل نار و نور باہم درمیان ‖ درمیان شان بحر ژرفی بیکران
ہمچو درکان خاک و زر کرد اختلاط ‖ درمیان شان صد بیابان و رباط
ہمچنانکہ عقد دُر در رشتہ ‖ مختلط چون میہمان یک شبہ
صالح و طالح بصورت مشتبہ ‖ دیدہ بکشا بو کہ گردی منتبہ
بحر را نیمیش شیرین چون شکر ‖ طعم شیرین رنگ روشن چون قمر
نیم دیگر تلخ ہمچون زہر مار ‖ طعم تلخ و رنگ مظلم قیروار
ہر دو برہم میزند از تحت و اوج ‖ بر مثال آب دریا موج موج
صورت برہم زدن از چشم تنگ ‖ اختلاط جانہا در صلح و جنگ

اہل[سلہ] نار و نور کو دیکھ ہمدکان ‖ انکے اندر برزخ[عسہ] لایبغیان
اہل نار و نور باہم ہیں ملے ‖ کوہ قاف اک درمیاں انکے ہے
اہل نار و نور باہم درمیاں ‖ درمیان انکے ہے بحر بیکراں
مثل خاک و زر ملے ہیں کان میں ‖ سیکڑوں اندر بیاباں انکے ہیں
مثل گوہر یوت لڑیوں میں ملے ‖ مثل مہمان ایک شب کے وہ رہے
صالح و طالح دکھے ہمشکل ہیں ‖ کھول آنکھ اور ہو تو آگہ راز سے
بحر[عہ] کہ ہے نصف شیریں جیوں شکر ‖ ذوق شیریں رنگ روشن مثل قمر
نصف باقی تلخ مثل زہر مار ‖ ذوق تلخ اور رنگ تیرہ جوں غبار
دونوں باہم موجزن ہیں یکساں ‖ پس مثال آب دریا ہیں رواں
صورت آمیزش ہیں چشم تنگ سے ‖ اختلاط جاں ہے صلح و جنگ سے

سلہ اہل نار الخ یہ شعر اہل نار و نور کو تو ہمدکاں دیکھ اور اُن کے اندر برزخ لایبغیان یعنی پردہ ہے کہ نہیں ملنے دیتا ہے آپس میں یعنی دکان وجود میں کہ جو یہ گوہر ہے اس میں دو دریا نار و نور کے جاری ہیں اور اُن کے اندر ایک پردہ ہے کہ وہ باہم ملنے نہیں دیتا ہے آگے اس کا بیان ہے اہل نار و نور باہم ملے ہوئے ہیں اور ایک کوہ قاف اُن کے درمیان ہے اہل نار و نور باہم شریک ہیں اور درمیان اُن کے ایک بڑا دریا ہے اور وہ دونوں مثل خاک و زر کے کان میں ملے ہیں مثل گوہر یوت کے ایک لڑی میں ہیں وہ مثل مہمان ایک شب کے رہتے ہیں یعنی یہ دنیا ایک شب ہے اور اہل دنیا مثل مہمان ایک شب کے اُس میں رہتے ہیں کہ پھر علیحدہ علیحدہ ہو جاویں گے پس مرد صالح و طالح ہمشکل دکھائی دیتے ہیں تو آنکھیں کھول اور اس راز سے آگاہ ہو کہ یہ راز تجھ پر کھلے باقی حال اس کا آگے کھلے گا فافہم ۱۲ عہ بحر کہ ہے الخ یہ شعر وہ دریا کہ نصف شیریں مانند شکر کے ذوق اُس کا شیریں و رنگ مثل قمر کے اور روشن اور نصف باقی تلخ ہے زہر مار کے مانند اور ذوق اُس کا تلخ سیاہ رنگ مثل غبار کے دونوں باہم موجزن ہیں ایک سال اور مثل آب دریا کے رواں ہیں صورت میں کہ آمیزش ہے مثل چشم تنگ کے اور اختلاط جان کے ہے صلح و جنگ سے یعنی صورت میں بسبب تنگی چشم کے باہم آمیزش رکھتے ہیں کہ صالح و طالح پہچانے نہیں جاتے ہیں مگر جان صالح کی مختلط جنگ سے یعنی صلح و جنگ جان میں بے صورت سے باہم ملے ہوئے ہیں چنانچہ صلح و جنگ کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

عسہ یعنے پیدا کیے اللہ تعالےٰ نے دو دریا ایک تلخ دوسرا شیریں اور درمیان دونوں کے ایک مانع ہے کہ تا ایک دوسرے پر غالب نہ ہو ۱۲

ىسہ پردہ ہے کہ نہیں ملنے دیتا ہے آپس میں ۱۲

موجہای صلح برہم میزنند / کینہ ہا از سینہ ہا بر می کنند
صلح کی موجیں چلیں پیہم سدا / کرتے ہیں سینہ سے کینہ کو جدا

موجہای جنگ بر شکل دگر / مہرہا را میکند زیر و زبر
جنگ کی ہیں موج اور ہی شکل پر / کرتی ہیں اخلاص کو زیر و زبر

مہر تلخاں را بشیریں می کشد / زانکہ اصل مہرہا باشد رشد
مہر کھینچے تلخ کو شیریں کی سو / کیونکہ شیریں مہر کی ہی اصل جو

قہر شیریں را بتلخی می برد / تلخ با شیریں کجا اندر خورد
قہر کھینچے شیریں جانب تلخ کے / تلخ با شیریں کہاں کھاتے ہیں

تلخ و شیریں زیں نظر ناید پدید / از دریچہ عاقبت دانند دید
تلخ و شیریں اس نظر سے کب دکھے / چشم دل سے اپنے اسکو دیکھئے

چشم آخر بیں تواند دید راست / چشم اول بیں غرورست و خطاست
چشم آخر میں تو دیکھے راست کو / چشم اول بیں غرور و ظلم جو

اے بسا شیریں کہ چوں شکر بود / لیک زہر اندر شکر مضمر بود
اے بہت شیریں ہی مانند شکر / زہر اندر اس شکر کے ہے مگر

آنکہ زیرک تر بود بشناسدش / چونکہ دید از دور شد اندر کشمکش
جو بڑا عاقل ہو پہچانے اسے / کشمکش میں ہو جو دیکھے دور سے

واں گر بشناسدش چوں بو کند / واں دگر چوں بر لب و دنداں نہد
بعض پہچانے ہیں اسکو سونگھ کر / بعض پہچانے ہیں اسکو چاٹ کر

واں گر در پیش روئے پے برد / واں دگر چوں دست بنہد کرد رد
بعض پہچانے ہیں اسکو سامنے / بعض چھوکر پھینک دیتے ہیں اسے

پس لبش ردش کند پیش از گلو / گرچہ نعرہ می زند شیطاں کلوا
بعض چکھ کر پھینک دیتے ہیں اسے / گرچہ کھانے کو کہے شیطان ہے

واں گر در گلو پیدا کند / واں دگر را در بدن رسوا کند
بعض کو ظاہر گلے میں جاکے ہو / بعض کو پیدا نہیں رکھے وہ دو

واں دگر را در حدث سوزش دہد / خرج آں از دخل آموزش دہد
بعض کی سہال میں سوزش کرے / جاتا اسکا آگہی آنے سے دے

واں دگر را بعد ایام و شہور / واں دگر را بعد مرگ اندر قبور
بعض کو برسوں میں ہو جاکر خبر / بعض کو ہو گور کے اندر خبر

ور دہندش مہلت اندر قعر گور / لابد آں پیدا شود یوم النشور
گر اسے دیجائے مہلت قبر میں / ہو ضرور آخر وہ پیدا حشر میں

بر نبات و شکرے را در جہاں / مہلتے پیداست از دور زماں
شکر و مصری کو ہے اندر جہاں / ایک مہلت بس زمانہ سے عیاں

---

۵۱ صلح کی موجیں الخ ۲ شعر صلح کی موجیں پے درپے چلتی ہیں اور کینہ کو سینہ سے جدا و دفع کرتی ہیں اور جنگ کی موجیں اور ہی شکل پر ہیں کہ اخلاص کو کرتی ہیں زیر و زبر محبت کھینچتی ہے تلخ کو شیریں کی جانب کیونکہ شیریں محبت کی اصل ہے اور اثر قہر کھینچتا ہے شیریں کو تلخ کی جانب تلخ کو شیریں کے ساتھ کھاتے ہیں تلخ و شیریں کو اس نظر سے کب دیکھتے ہیں تو اپنی چشم دل سے اسکو دیکھ لے چشم اول بیں تو دیکھتی ہے غرور و ظلم کو یعنی یہ دریا شیریں و تلخ چشم سر سے نہیں دکھائی دیتے ہیں تو چشم دل سے دیکھ کہ تجھ کو معلوم ہوں چشم اول بیں چشم سر ہے اور چشم آخر بیں چشم دل ہے بس چشم سر سے غرور و نخوت دکھائی دیتی ہے چنانچہ حال شناخت کا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲ اے بہت شیریں الخ ۵ شعر اے بہت شیریں ہیں مانند شکر کے مگر زہر اندر اس شکر کے ہے جو بڑا عاقل ہووے وہ پہچانے اسے جو دور سے دیکھے کشمکش میں ہووے بعض اس کو پہچانیں سونگھ کر اور بعضے پہچانیں اسے چاٹ کر بعضے اسے سونگھتے ہیں سامنے سے بعضے اسے چھو کر پھینک دیتے ہیں بعضے اسے چکھ کر پھینک دیتے ہیں اگرچہ کھانے کو اسے شیطان کہتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۵۳ بعض کو ظاہر الخ ۲ شعر بعض کو ظاہر گلے میں جاکر ہوتا ہے بعض کو اسہال سوزش کرتا ہے اس کا جاتا آگہی آنے سے دیتا ہے بعضے کو برسوں میں جاکر خبر ہو اگر اس کو قبر میں مہلت دی جائے بس ضرور وہ حشر میں پیدا ہو یعنی بہت اعمال ہیں کہ بظاہر بہتر معلوم ہوتے ہیں مگر ان میں ریا پوشیدہ ہے کہ اثر اس کا کسی کو کبھی اور کسی کو کبھی معلوم ہوتا ہے آگے اس کی تشریح ہے فافہم ۱۲ ۵۴ شکر او ر الخ ایک شعر شکر او ر مصری کو جہان میں ایک مہلت ہے زمانہ سے ظاہر ہے جیسے اول شیریں معلوم ہوتی ہے مگر اسکی تاثیر کو ایک مہلت ہے کہ وہ دیر کو کھاتی ہے اسی طرح ریاکاری ایک مہلت کے بعد اثر پیدا کریگی آگے دوسری مثال ہے فافہم ۱۲—

سالہا باید کہ تا از آفتاب — لعل یابد رنگ رخشانی و تاب
پنج سال و ہفت باید تا درخت — یابد از میوہ ستانی فر و بخت
یا ترہ در دو ماہ اندر رسد — یا نہ تا سالے گل احمر رسد
بہر این فرمود حق عز و جل — سورۃ الانعام در ذکر اجل
این شنیدی مو بمویت گوش باد — آب حیوان است خوردی نوش باد
آب حیوان خوان مخوان این را سخن — جان نو بین در تن حرف کہن
نکتۂ دیگر تو بشنو اے رفیق — ہمچو جان او سخت پیدا و دقیق
در مقامے ہست این ہم زہر مار — از تصاریف خدا اے خوشگوار
در مقامے زہر و در جائے دوا — در مقامے کفر و در جائے روا
در مقامے خار و در جائے چو گل — در مقامے سرکہ در جائے چو مل
در مقامے خوف و در جائے رجا — در مقامے بخل و در جائے سخا
در مقامے فقر و در جائے غنا — در مقامے قہر و در جائے رضا
در مقامے جور و در جائے وفا — در مقامے منع و در جائے عطا
در مقامے درد و در جائے صفا — در مقامے خاک و در جائے گیا
در مقامے عیب و در جائے ہنر — در مقامے سنگ و در جائے گہر
در مقامے حنظل و جائے شکر — در مقامے خشکی و جائے مطر
در مقامے ظلم و جائے محض عدل — در مقامے جہل و جائے عین عقل

چاہیئے برسوں کہ بس خورشید سے — لعل پائے روشنی اور رنگ ہے
چند سال اب چاہیئے تا کہ درخت — میوہ دینے سے وہ پائے فر و بخت
دو مہینے میں تو ترکاری پھلے — اور گلاب اک سال میں جا کر کھلے
اسلیئے فرمائے حق عز و جل — سورۂ انعام میں ذکر اجل
کان رکھو تو نے سنا اس بات کو — آب حیواں کھایا تجھکو ہضم ہو
آب حیواں کہہ کہ اسکو سخن — دیکھ جان اندر تن حرف کہن
ایک نکتہ اور سن لے ای رفیق — جان کے مانند باریک او دقیق
ایک جا ہی تو ہوا ہے زہر مار — ایک جا حکم خدا سے خوشگوار
ایک جا ہی زہر و اک جا ہی دوا — ایک جا ہی کفر و اک جا ہی روا
ایک جا ہی خار و اک جا مثل گل — ایک جا ہی سرکہ اک جا مثل مُل
ایک جا ہی خوف اک جا ہی رجا — ایک جا ہی بخل و اک جا ہی سخا
ایک جا ہی فقر و اک جا ہی غنا — ایک جا ہی قہر و اک جا ہی رضا
ایک جا ہی جور و اک جا ہی وفا — ایک جا ہی منع اک جائے عطا
ایک جا ہی درد و اک جا ہی صفا — ایک جا ہی خاک اک جا ہی گیا
ایک جا ہی عیب و اک جا ہی ہنر — ایک جا ہی سنگ و اک جا ہی گہر
ایک جا حنظل ہی اک جا ہی شکر — ایک جا ہی خشکی او اک جا ہی تر
ایک جا ہی ظلم و اک جا محض عدل — ایک جا ہی جہل و اک جا عین عقل

ف چاہیئے برسوں الخ ۴ شعر برسوں چاہیئے کہ خورشید سے لعل روشنی و رنگ پائے چند سال چاہیئیں کہ تا درخت میوہ دینے سے بختاور ہوں دو مہینے میں ترکاری پھلتی ہے اور گلاب ایک سال میں پھولتا ہے اس لیے حق تعالیٰ فرماتا ہے سورۂ انعام میں ذکر اجل کا بموجب آیہ کریمہ هو الذی خلقکم من طین ثم قضی اجلا و اجل مسمی عندہ یعنی اللہ وہ ہے کہ پیدا کیا تم کو گل سے وبعدہ ایک وقت مقرر کیا کہ موت آئے گی اسی طرح ہر چیز کے واسطے ایک مدت مقرر کی ہے کان رکھو جو تو نے سنا اس بات کو آب حیوان تو نے کھایا تم کو ہضم ہوا اس کو آب حیوان کہہ کہ سخن دیکھ جان اندر حرف کہن کے یعنی اندر جان کے یہ نصیحت جو میں نے کہی ہے یہ آب حیوان ہے کہ حیات جاودانی اس سے حاصل ہوتی ہے اس کا دوسرا راز آگے ارشاد فرماتے ہیں تا فہم ۱۲ **ف** ایک نکتہ الخ ۱۳ شعر اے رفیق ایک نکتہ اور سن لے کہ جان کے مانند وہ باریک اور دقیق ہے ایک جا تو یہ زہر ہوا ہے اور ایک جگہ حکم خدا سے شیریں و خوشگوار ہوا ہے ایک جا زہر اور ایک جا دوا ہے ایک جا کفر اور ایک جا روا ہے ایک جا خار اور ایک جا مثل گل ہے ایک جا سرکہ ایک جگہ مثل شراب ہے آگے اس کا نتیجہ ارشاد فرماتے ہیں تا فہم ۱۲ **ف** ایک جا ہے خوف الخ ۸ شعر ایک جا خوف اور ایک جا رجا ہے ایک جا بخل اور ایک جا سخا ہے ایک جا فقر اور ایک جا غنا ہے ایک جا قہر اور ایک جا رضا ہے خدا ہے ایک جا جور اور ایک جا وفا ہے ایک جا منع اور ایک جا عطا ہے ایک جا درد ایک جا صفا ہے ایک جا خاک ایک جا گیا ہے ایکجا عیب ایک جا ہنر ہے ایک جا سنگ ایک جا گوہر ہے ایک جا حنظل و ایکجا شکر ہے ایک جا خشکی و ایکجا تری ہے ایک جا ظلم و ایکجا عدل ہے ایکجا جہل و ایک جا عقل ہے تا فہم ۱۲

گرچہ اینجا او گزند جان بود / چون بدانجا در رسد درمان بود
آب در غورہ ترش باشد ولیک / چون بانگوری رسد شیرین و نیک
باز در خم او شود تلخ و حرام / در مقام سرکگی نعم الادام
همچنین باشد تفاوت در امور / مرد کامل این شناسد در ظهور
گر ولی زہری خورد نوشی شود / ور خورد طالب سیہ ہوشی شود

اس جگہ گرچہ گزند جان ہے / اُس جگہ جو پہونچا تو درمان ہی
تمام انگوروں میں پانی ہی ترش / پختہ انگور میں پہونچے ہی تو خوش
جو ہو وہ خم میں تو تلخ ہی اور حرام / سرکہ پن کے درجہ میں نعم الادام
اس طرح سے ہی تفاوت کام میں / مرد کامل جانے یہ انجام میں
زہر کھائے گر ولی تو نوش ہو / کھائے گر طالب تو تیرہ ہوش ہو

در بیان آنکہ آنچہ ولی کامل کند مریدان را نشاید گستاخی کردن وہما فعل کردن کہ حلوا طبیب را زیان ندارد و مریض را زیان دارد و سرما و برف انگور رسیدہ را زیان ندارد اما غورہ را زیان دارد کہ در راہ است و نارسیدہ لیغفر لک اللہ

بیان اس بات میں کہ جو کچھ ولی کامل کرے مرید کو نہ چاہیے اعتراض کرنا اور وہی کام کرنا چاہیے جیسے کہ حلوا طبیب کو نقصان نہیں کرتا ہے بیمار کو نقصان کرتا ہے اور سردی برف انگور پختہ کو خلل نہیں کرتی ہے خام کو خراب کرتی ہے کہ وہ ابھی راہ میں ہے اور انجام کو نہیں پہنچا ہے لیغفر لک اللہ

لہ اس جگہ الخ یہ شعر اس جگہ پر اگرچہ گزند جان ہے اُس جگہ جو پہونچا تو درمان ہے انگور تمام میں آب ترش ہے جبکہ انگور پختہ میں پہونچے تو شیریں و خوشگوار ہے جب وہ خم میں ہے تو تلخ و حرام جبکہ سرکہ کے درجہ میں پہونچے تو بہتر و خوشگوار ہے بموجب حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نعم الادام الخل یعنے بہتر سالن سرکہ ہے اس طرح تفاوت کام میں ہے مرد کامل یہ عالم میں جانتا ہے اگر ولی زہر کھائے نوش ہو اگر طالب کھائے بیہوش ہو یعنی یہ دریا سے معنی کہ عالم میں جاری ہے ایک جا نفع دیتا ہے اور ایک جا ضرر پس طالب کو چاہیے کہ فعل مرشد کا دیکھا دیکھی بغیر اجازت نہ کرے اس کو دریا کہتے ہیں کہ وہ لیاقت مرشد کی تو رکھتا نہیں ہے اور وہ فعل اختیار کرتا ہے پس وہ اُس کے حق میں زہر ہو جاتا ہے یہ کہ شیخ جو کام کرتا ہے وہ بے حکم خدا نہیں کرتا ہے اور اس کام کی حکمت وہ جانتا ہے چنانچہ آگے مثال میں مولانا ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ لہ لیغفر لک الخ مولانا بیان میں اس کے کہ جو پیر کامل کرے مرید کو وہ فعل نہ کرنا چاہیے اس آیہ کریمہ کو ارشاد فرماتے ہیں لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر صدق اللہ یعنی بخشے اللہ تعالے اگلے پچھلے گناہ تمہارے سے ہے اور وہ چیز کہ آخر ہے آگے قصہ سلیمان علیہ السلام کا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ -

ما تقدم من ذنبک وما تاخر صدق الله

ما تقدم من ذنبک وما تاخر صدق الله

رب هب لی از سلیمان آمدہ است	کہ مدہ غیر مرا این ملک و دست
تو مکن بر غیر من این لطف و جود	این حسد را ماند اما این نبود
نکتۂ لا ینبغی می خوان بجان	سر من بعدی ز بخل او مدان
بلکہ اندر ملک دید او صد خطر	مو بمو ملک جہاں بد بیم سر
بیم سر با بیم سر با بیم دین	امتحانے نیست ما را مثل این
پس سلیمان ہمتے باید کہ او	بگذرد زین صد ہزاران رنگ و بو
با چنان قوت کہ او را بود ہم	موج آن ملکش فرو بست دم
خوان تو القینا علی کرسیہ	چون بماند از تخت و ملک خود تہی
چون برو بنشست زین اندوہ گرد	بر ہمہ شاہان عالم رحم کرد
شد شفیع و گفت این ملک و لوا	با کمالے دہ کہ دادی مر مرا
ہر کرا بدہی و بخشی از کرم	او سلیمان است و آنکس ہم منم
او نباشد بعدی باشد معی	خود معی چہ بود منم بے مدعی

رب[۱] هب لی کو سلیماں نے کہا	کہ نہ دے یہ ملک تو میرے سوا
غیر پر میرے نہ کر لطف و مدد	ہے حسد کی مثل لیکن نے حسد
نکتۂ لا ینبغی کو پڑھ بجان	سر من بعدی کو بخل اپنے نہ جان
بلکہ دیکھیں ملک میں سو آفتیں	بالکل اس ملک جہاں میں دہشتیں
خوف تن اور خوف جاں اور خوف دیں	امتحاں نے اسکا مجھ جیسا نہیں
چاہیے ہمت سلیماں کی کہ وہ	چھوڑ دے دنیا کی بو و رنگ کو
باوجود ایسی تھی قوت ان کو بھی	ملک نے ان کو دکھائی عاجزی
پڑھ کر تو القینا علی کرسیہ	تخت و ملک اپنے سے رکھے عاجزی
جبکہ یہ تکلیف و صدمے ہوئے	کرتے شاہان جہاں پر رحم تھے
پس[۲] سفارش سے کہا یہ ملک و مال	مثل میرے دے مگر با ایں کمال
جسکو دیوے تو کرم سے ملک و زر	وہ سلیماں ہے وہ ہوں میں ہی بشر
وہ نہیں ہی بعد ہے ہمرہی	ہمرہی کیا ہوں میں بے مدعی

[۱] رب ہب لی الخ یہ شعر رب ہب لی سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ یہ ملک میرے سوا تو نہ دے میرے سوا دوسرے پہ تو لطف و کرم نہ کر یہ حسد کی مثل ہے مگر حسد نہیں ہے نکتہ لا ینبغی کو جان سے پڑھ من بعدی کے بھید کو تو بخل نہ جان یعنی سلیمان علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے یہ دعا مانگی رب ہب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی یعنی اے رب بخش مجھ کو ملک کہ بغیر میرے کسی کو سزاوار نہ ہووے اگرچہ یہ دعا حسد کی مثال ہے ولیکن حسد نہیں ہے بلکہ سو آفتیں ملک میں دیکھیں اور بالکل اس ملک جہان میں دہشتیں اور خوف تن و خوف جان و خوف دین مثل اس کے امتحان دینے والا مجھ سا نہیں ہے مولانا حقائق بیان فرماتے ہیں کہ ہمت سلیمان علیہ السلام کی چاہیے کہ وہ چھوڑ دیوے دنیا بو و رنگ کو باوجود ایسی قوت کے انکو بھی ملک نے ان کو دکھائی عاجزی تو پڑھ القینا علی کرسیہ یعنی اور ڈالا ہم نے اوپر تخت ان کے وہ تخت و ملک اپنے سے عاجزی رکھے جبکہ یہ تکلیف اور صدمے ان کو ہوئے بادشاہان جہان پر وہ رحم کرتے تھے واضح ہو کہ تفسیر اس آیہ میں صاحب صحیح بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بہنگام صحبت زنان فرمایا تھا کہ امید ہے پسر ہر مرتبہ پیدا ہو و انشاء اللہ نہ کہا پس ایک پسر مردہ ہوا تب سلیمان علیہ السلام نے رجوع طرف حق کے کی اور توبہ کی پس مولانا فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کو باوجود قوت کے اس بادشاہت جہاں سے یہ تکلیف ہوئی اسواسطے یہ دعا مانگتے تھے کہ ملک میرے سوا مت دے گویا بادشاہان جہان پر رحم فرماتے تھے چنانچہ آگے حال اس کا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [۲] پس سفارش سے الخ یہ شعر پس سفارش سے کہا کہ ملک و مال مثل میرے دے مگر اس کمال کے ساتھ اور جسکو تو کرم سے دیوے یہ ملک و زر وہ سلیمان ہے اور وہ میں ہی ہوں بشر وہ میرے بعد نہیں ہے میرا ہمراہی ہے اور ہمراہی کیا وہ میں ہی ہوں بے مدعی باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲۔

شرح این فرض ست گفتن لیک من | باز می گردم بقصہ مرد و زن
شرح اسکی فرض ہے کرنا مگر | آتا ہوں پھر مرد و زن کے قصہ پر

اخلاص ماجرای عرب و جفت او در فقر و شکایت

اخلاص ماجرائے اعرابی و عورت اسکی کا فقر و شکایت میں

ماجرای مرد و زن را مخلصی | باز می جوید درون مخلصی
ماجرای مرد و زن افتاد نقل | این مثال نفس خود میدان و عقل
این زن و مردے کہ نفس ست و خرد | نیک بایست ست کہ نیک و بد
وین دو بایستہ درین خاکے سرا | روز و شب در جنگ و اندر ماجرا
زن ہمی جوید حوایج خانقاہ | یعنی آب و دو نان و خوان و جاہ
نفس ہمچون زن پے چارہ گری | گاہ خاکی گاہ جوید سروری
عقل خود زین فکرہا آگاہ نیست | در دماغش جز غم اللہ نیست
گرچہ سر قصہ این دانہ ست و دام | صورت قصہ شنو اکنون تمام

مرد و زن کا ماجرا اب فیصلہ[۲] | چاہے پھر اندر خلوص و ولولہ
مرد و زن کا ماجرا گو نقل ہے | جان تو جون نفس کے و عقل کے
یہ زن و مرد ایک نفس و عقل ہے | بس پھنسے ہیں نیک و بد یا واسطے
خاکدان میں یہ دو پابند ہیں | روز و شب ہو فساد و جنگ میں
زن کو حاجت گھر کے ہے سامان کی | یعنی کرو فر و آب و نان کی
نفس مثل زن کرے چارہ گری | گاہ خاکی گاہ ڈھونڈھے سروری
عقل ان فکروں سے کب آگاہ ہے | اسکے سر میں غم نہ جز اللہ ہے
گرچہ سر قصہ ہے دانہ و دام | صورت قصہ سنو اب تم تمام

[۱] شرح اسکی اچھا شعر شرح اسکی مجھے کرنا فرض ہے گر پھر آتا ہوں طرف قصہ مرد و زن کے یعنی سلیمان علیہ السلام سفارش ہی فرماتے ہیں کہ تو جبکو اے خدا کہت و بال دیدہ میں بھی ہوں صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ ہر ایک بشر پر ہر نبی کا قدم معنی میں ہوتا ہے کس واسطے کہ ہنگام پیدا ہونے ارواح کے نور محمدی سے ضیا کی جیس پیدا ہوئیں اور ان سے اولیا کی روح پیدا ہوئی اور اولیا سے عوام کی تو گویا اہل ملک کی روح تعلق سلیمان علیہ السلام سے رکھتی ہے اور اگر حقیقت کو دیکھیں تو اصلیت میں سب ایک ہیں ولی کا فرق نہیں ہے اور اگر جانوں میں عینیت کہیں تو محال ہے کیونکہ جانیں سب کی متعدد ہیں پس جان اہل ملک کی جان سلیمان علیہ السلام کی نہیں ہو سکتی ہے نہ کہ جسم از بحر العلوم پس مولانا فرماتے ہیں کہ طالب کو بے اجازت مرشد کے کوئی کام نہ کرنا چاہیے کیونکہ جب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم و سلیمان علیہ السلام نے کہ نبی اللہ ہیں بھوسے تے جو بحکم خدا کام کیا تو آخر کو استغفار چاہا پس کیا جاوے اوروں کی اس صورت میں بجائے اجازت نبی یا ولی کے فکر رائے کا ہی کا گو وہ کام کرنا بہتر ہو چنانچہ مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [۲] مرد و زن کا الخ شعر ماجرا مرد و زن کا فیصلہ چاہتا ہے اندر خلوص و ولولہ کے مرد و زن کا ماجرا اگرچہ نقل ہے لیکن مثل نفس و عقل کے تو جان یعنی مرد و زن کا ظاہرا قصہ ہے لیکن مراد مرد سے عقل و زن سے نفس ہے ۔ یہ یہ جھگڑا نفس و عقل کا ہے یہ زن و مرد ایک نفس و عقل ہے وہ جسم میں پھنسے ہیں نیک و بد کس واسطے بس یہ خاکدان میں دو پابند ہیں کہ رات دن فساد و جنگ میں رہتے ہیں عورتوں کو گھر کے سامان کی حاجت ہے یعنی کرو فر آب و نان کی نفس عورت کے مانند چارہ گری کرے کبھی عاجزی کو اور کبھی سروری ڈھونڈھے عقل ان تفکرات سے کب آگاہ ہے اس کے سر میں بجز غم اللہ کے نہیں ہے اگرچہ راز قصہ کا دانہ و دام ہے ولیکن تم صورت قصہ کی تمام سنو یعنی دانہ عقل و دام نفس ہے تم صورت قصہ کی مرد و زن ہے سنو اور اس کے معنی کو معلوم کرو چنانچہ اس معنی و صورت کو آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ —

گر بیان معنوی کامل شدے　خلق عالم عاطل و باطل شدے
گر محبت فکرت و معنیستی　صورت صوم و نمازت نیستی
ہدیہ ہائے دوستان بایکدگر　نیست اندر دوستی الا صور
تا گواہی دادہ باشد ہدیہ ہا　بر محبتہائے مضمر در خفا
زانکہ احسانہائے ظاہر شاہدند　بر محبتہائے سر اے ارجمند
شاہدت گہ راست باشد گہ دروغ　مست گاہے از می و گاہے ز دوغ
دوغ خوردہ مستی پیدا کند　ہائے و ہوئے و سرگرانیہا کند
آن مرائی در صلوٰۃ و در صیام　می نماید جد و جہد بس تمام
تا گمان آید کہ او مست ولاست　چون حقیقت بنگری غرق ریاست
حاصل فعل برونی رہبرست　تا نشان باشد بر آنچہ مضمرست
رہبر گہ حق بود گاہے غلط　گہ گزیدہ باشد و گاہے سقط
یا رب آن تمییز دہ ما را بخواست　تا شناسیم آن نشان کژ ز راست
حس را تمییز دانی چون شود　آنکہ حس ینظر بنور اللہ بود
ور اثر نبود سبب ہم مظہرست　ہمچو خویشی کز محبت مخبرست

معنوی کا ہوتا اگر کامل بیان[۱]　باطل و بیکار ہوتی خلق یاں
گر محبت ہوتی معنی فکر و راز　نیست ہوتی صورت روزہ نماز
تحفہ باہم دوست جو ہیں بھیجتے　دوستی وہ نہیں صورت اسکی ہے
تاگواہی دیوے تحفہ ظاہرا　اُس محبت پر کہ جو ہے باطنا
ظاہری احسان جیسے ہیں گوا　حب قلبی پر اے یار باصفا
گاہ سچا ہو گواہ جھوٹا کبھی[۲]　گاہ مستی مے کرے گاہے دہی
جو دہی کھائے تو بدمستی کرے　ہائے ہو اور کاہلی مستی کرے
وہ ریاکار نماز و صوم میں[۳]　کرتے کوشش اور سعی از بسکہ ہیں
تاگماں ہووے کہ ہے وہ اولیا　جب حقیقت دیکھے ہے غرق ریا
الغرض رہبر ہے فعل ظاہری　تا نشاں دیوے وہ جو ہے باطنی
گاہ رہبر حق پہ گہ غلطی پہ ہو　گہ قبول و گاہ مردودی پہ ہو
مجکو یا رب تو کرم سے دے شناخت　تاکہ پہچانوں نشان کج و راست
کیسے حس کو آگہی تمیز ہو　جبکہ حس کو دیکھ نور اللہ ہو
ہے سبب مظہر نہ ہووے گر اثر[۴]　جیسے خویشی دے محبت کی خبر

۱؎ معنوی الخ یہ شعر معنوی کا بیان اگر کامل ہوتا تو خلق بیکار اور باطل یہاں ہوتی اگر محبت ہوتی معنی فکر و راز سے تو نیست ہوتی صورت روزہ نماز کی مفقود ہوتی اور عبادت ظاہری باطل ہوتی یعنی اگر عقل سے کہ معنی ہے کام محبت کا ہوتا تو نفس بیکار رہتا بس نفس صورت ہے اور اس صورت سے معنی حاصل ہوتا ہے چنانچہ آگے مثال ہے کہ دوست تحفہ باہم بھیجتے ہیں دوستی وہ نہیں ہے مگر صورت دوستی کی وہ ہے تاکہ تحفہ ظاہرا گواہی دیوے اُس محبت سے کہ جو باطن میں ہے جیسے کہ ظاہری احسان گواہ ہیں محبت قلبی پر باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ ۲؎ گاہ سچا ہو الخ یہ شعر کبھی سچا ہو گواہ اور کبھی جھوٹا اور کبھی مستی خراب کرے اور کبھی دہی جو دہی کھائے تو بدمستی کرے چنانچہ اس کا نتیجہ آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۳؎ وہ ریاکار الخ یہ شعر وہ ریاکار نماز و روزہ میں کوشش وسعی از بس کرتے ہیں تاکہ گمان ہووے کہ وہ اولیا ہے جبکہ حقیقت دیکھے وہ غرق ریا میں ہے الغرض فعل ظاہری رہبر ہے تاکہ نشان دیوے کہ جو باطن میں ہے کبھی رہبر حق پر ہو کبھی غلطی پر ہو کبھی قبول کبھی مردود ہو اے رب مجھ کو کرم سے وہ شناخت دے تاکہ پہچانوں نشان کج و راست کا آگہی اور تمیز حس کو کیسے تمیز ہو جواب ہے جبکہ حس نظر نور اللہ ہو یعنی دیکھنے والی ساتھ نور اللہ کے ہو کہ صادق و ریاکار اس سے معلوم ہوں چنانچہ آگے اس کا حال مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۴؎ ہے سبب مظہر الخ ایک شعر اگر اثر نہ ہووے تو سبب مظہر ہے جیسے خویشی و قرابت دیتی ہے محبت کی خبر واضح ہو کہ دلالت محبت بندہ کے ساتھ حق تعالیٰ کی دو قسم پر ہے ایک تو دلالت اثر کی موثر پر ہے جیسے نماز و روزہ و سبب طاعت کہ دلال محبت باطنی بندہ کے ساتھ حق تعالیٰ کے دوسری دلالت سبب کی مسبب پر جیسے مخلوق ہونا خالق ہے دلال اوپر محبت کے ایک دوسرے سے مثل بھائی و بیٹے کے ایسے مخلوق ساتھ خالق کے دلیل محبت پر ہے پس مولانا فرماتے ہیں کہ اثر نماز و روزہ کا نہ ہووے تو سبب عبدیت کا محبت کی خبر دیتا ہے نحو حق تعالیٰ سے جسکو محبت ہوگی وہ ہر فعل میں بندگی ظاہر کرے گا نہ سرکشی باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

آنکہ بنود نور حقش شد امام — مر اثر ہا یا سببہا را غلام
چوں کہ نور اللہ در آمد در مشام — مر اثر را ہیچکس نبود غلام
تا محبت در دروں شعلہ زند — زفت گردد و ز اثر فارغ کند
حاجتش نبود پے اعلام مہر — چوں محبت نور خود زد بر سپہر
ہست تفصیلات تا گردد تمام — تا بجوئی و ربیابی والسلام
گرچہ شد معنی دریں صورت پدید — صورت از معنی قریب ست و بعید
در دلالت ہمچو آب اند و درخت — چوں بماہیت روی دور اند سخت
دانہ میں کز آب و خاک و آفتاب — چوں درختے گشت عالم در شتاب
در ماہیت بگردانی نظر — دور دور اند اینہمہ از یکدگر
ترک ماہیات و خاصیات گو — شرح کن احوال آں دو رزق جو
مرد گفت اکنوں گذشتم از غلات — حکم داری تیغ برکش از غلاف
ہرچہ گوئی مر ترا فرماں برم — در بد و نیک آید آنرا ننگرم

نور اللہ کا ہوا جسکا امام — نے اثر کا او سبب کا ہو غلام
جبکہ نور اللہ سے بر آئے کام — اس اثر کا کوئی کب ہووے غلام
جب محبت دل میں ہووے شعلہ زن — پس اثر سے ہوئے فارغ دیگا
حاجت اسکو پھر نہیں اظہار عشق — آسماں پر چمکے جب انوار عشق
شرح ان باتوں کی نے ہووے تمام — پر تو اسکی جستجو کر والسلام
گرچہ ظاہر معنی پہ صورت سکھے — معنی سے صورت قریب و دور ہی
ہیں مثالوں میں وہ جوں آب و درخت — جو حقیقت پائے تو ہیں دور سخت
دیکھ دانہ خاک و آب و مہر سے — اک درخت عالم میں پیدا اس سے ہے
گر حقیقت پر کرے اس کی نظر — ہیں جدا اور دور یہ سب ہمدگر
چھوڑ ماہیت و خاصیت کو پھر — شرح ان دو رزق جو کی اب تو کر
مرد بولا میں مطیع تیرا ہوں اب — مار گردن میری تو مختار سب
جو کہے تو میں بجا لاؤں گا سے — گر برا ہے یا بھلا آئے مجھے

دل نہادن مرد عرب بر التماس دلبر خویش و مبالغہ نمودن کہ مرا دریں تسلیم حیلہ

اطاعت کرنا مرد اعرابی کا موافق عورت اپنی کے اور اقرار کرنا کہ مجھکو اس اطاعت میں کچھ حیلہ

سلہ نور اللہ کا الخ یہ شعر جس کا رہبر نور اللہ کا ہووے اثر و سبب کا پابند نہ ہوگا یعنی وہ نماز و روزہ کا پابند نہ رہے گا کیونکہ جب نور اللہ سے کام نکلے تو اس اثر کا وہ کب پابند رہے جب محبت دل میں شعلہ زن ہووے تو وہ اس اثر سے فارغ ہووے حاجت پھر اس کو اظہار عشق کی نہیں جبکہ آسمان پر چمکے نور عشق کا چمکے شرح ان باتوں کی تمام نہ ہووے لیکن تو جستجو کر اس کی یعنی خدا باتوں سے نہیں ملتا تو عمل کر کر مقصد حاصل ہو چنانچہ آگے مثال بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ گرچہ ظاہر معنی الخ، شعر اگر چہ صورت معنی کو ظاہر رکھتی ہے ولیکن معنی سے صورت بھی ہے مثال فرماتے ہیں مثال میں وہ مانند آب و درخت کے ہیں جب حقیقت پائیں تو بہت دور ہیں دانے کو دیکھیں کہ خاک پانی آفتاب سے ایک درخت عالم میں اس سے پیدا ہوا ہے اگر تو اس کی حقیقت پر نظر کرے تو یہ سب اس سے دور ہیں یعنی صورت درخت کی تیری نظر سے ایکدم محو ہو جاوے گی اسی طرح جب تیری نظر ذات حق پر پہونچے گی یہ نماز و روزہ اطاعت ظاہری تیری نظر سے محو و دور ہو جاوے گی چھوڑ ماہیت و خاصیت کو مگر تو شرح ان دو رزق جو کی کر مرد نے کہا کہ اب میں تیرا مطیع ہوں میری گردن مار مختار ہے جو تو کہے میں بجا لاؤں گو برا بھلا مجھ کو پہونچے یعنی عقل اس درجہ نفس کی مطیع ہوگی کیونکہ نفس اب یہاں مطمئنہ ہو گیا وہی نفس ہے کہ حالت اول میں گمراہ کرتا تھا عقل کو کہ تصفیہ پذیر ہو کر درجہ مطمئنگی پر پہونچا تو ہدایت و راستی پاتا ہے فافہم ۱۲—

وامتحانے نیست — وامتحان نہیں ہے

در وجود تو شوم من منعدم ۔۔۔ چون محبم حب یعمی و یصم

گفت زن آہنگ برّم می کنی ۔۔۔ یا بحیلت کشف سرّم می کنی

گفت اللہ اعلم السر الخفی ۔۔۔ کافرید از خاک آدم را صفی

در سہ گز قالب کہ دادش وانمود ۔۔۔ آنچہ در ارواح و در الواح بود

یاد دادش لوح محفوظ وجود ۔۔۔ تا بدانست آنچہ در الواح بود

تا ابد ہرچہ بود از پیش و پیش ۔۔۔ درس کرد از علم الاسماء خویش

تا ملک بیخود شد از تدریس او ۔۔۔ قدس دیگر یافت از تقدیس او

آن کشادشان کز آدم وانمود ۔۔۔ در کشاد آسمانہاشان نبود

در فراخی عرصۂ آن پاک جان ۔۔۔ تنگ آمد عرصۂ ہفت آسمان

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است ۔۔۔ من نگنجم ہیچ در بالا و پست

در زمین و آسمان و عرش نیز ۔۔۔ من نگنجم این یقین دان اے عزیز

در دل مومن بگنجم اے عجب ۔۔۔ گر مرا جوئی در آن دلہا طلب

گفت فادخل فی عبادی تلتقی ۔۔۔ جنة من رویتی یا متقی

[۱] تجھ میں بس ہوتا ہوں اب منعدم ۔۔۔ تو محب ہے حب یعمی و یصم

بولی زن تو قصد نیکی کا کرے ۔۔۔ یا تو حیلہ سے مرے بھید کو لے

بولا ہے مجکو قسم اللہ کی ۔۔۔ جس نے آدم کو کیا پیدا صفی

تین گز قالب میں وہ ظاہر کیا ۔۔۔ جو کہ لوحوں و ارواحوں میں تھا

لوح محفوظ بدن کو یاد دی ۔۔۔ تا حقیقت جانے جو لوحوں میں تھی

آگے پیچھے جو کہ تھا وہ تا ابد ۔۔۔ پڑھ لیا بس علم الاسماء سے خود

تا پڑھانے سے ملک بیخود ہوئے ۔۔۔ پائی پاکی اور پاکی اُنکی سے

ایسی وسعت اُنکو بس آدم نے دی ۔۔۔ آسمان میں اُنکی وہ وسعت نہ تھی

جان آدم کی فضا کے درمیان ۔۔۔ تنگ آیا عرصۂ ہفت آسمان

بولے پیغمبر کہ حق نے ہے کہا ۔۔۔ میں سما سکتا نہیں عالم میں آ

عرش اور گردوں میں و اندر زمیں ۔۔۔ ایک عالم میں سما سکتا نہیں

دل میں مومن کے سماتا ہوں میں اب ۔۔۔ گر مجھے ڈھونڈے تو گرداں طلب

[۲] بولا فادخل فی عبادی تلتقی ۔۔۔ جنة من رویتی یا متقی

[۱] تجھ میں الخ ۱۲ اشعار ب تجھ میں فنا ہوتا ہوں تو محب ہے حب یعمی و یصم یعنی محبت اندھا و بہرا کردیتی ہے عورت نے کہا کہ قصد نیکی کا کرتا ہے یا تو حیلہ سے میرا بھید لیتا ہے مرد نے کہا کہ مجھ کو قسم اللہ کی ہے کہ جو پوشیدہ بھیدوں کو جانتا ہے اور جس نے آدم کو صفی پیدا کیا اور تین گز قالب میں وہ ظاہر کیا ہے جو کہ لوحوں اور ارواحوں میں تھا لوح محفوظ بدن کو یاد دی تا حقیقت جانے جو کہ لوحوں میں تھی یعنے عقل نے آگاہ کیا تا کہ لوح محفوظ کی دل سے حقیقت لوحوں کی جانے آگے پیچھے جو کہ تھا ابد تک پڑھ لیا علم الاسماء سے تا ملک پڑھانے سے آدم کے بیخود ہوئے اور پاکی سوا پائی پاکی اُن کی سے ایسی وسعت ملائک کو آدم نے دی کہ اُنکے آسمان میں وہ وسعت نہ تھی آدم کی جان میدان میں تنگ آئی میدان ساتوں آسمان کا جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں نہیں سما سکتا ہوں عالم میں عرش میں مگر دل میں مومن کے سما سکتا ہوں اگر مجھ کو ڈھونڈھے وہاں طلب کر یعنی دل مومن کا اس قدر کشادہ ہے کہ زمین و آسمان و عرش و کرسی اسمیں ایک ذرہ ہے پس خدا کہیں نہیں سماتا ہے الا دل میں مومن کے اسواسطے مومن کے دل کو عرش اللہ کہا ہے واضح ہو کہ مومن کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ ہر جسم موجودات مظہر الٰہی ہے اور کسی اسم میں ظاہر ہے کہ وہ جسم مظہر اسماء صفات ہیں اور مومن مظہر اسماء و ذات ہے اور رب اسکا اسم اللہ ہے اسواسطے ذات اللہ مظہر مومن میں سماتی ہے اور مظہر اسماء صفات میں صفات اللہ کی ہے نہ ذات اسواسطے مومن کے دلکو عرش اللہ کہا ہے پس دلیا مومن میں اور باقی مسلمان اسواسطے خدا مومن کے دلمیں ملتا ہے اور دوسرے دلونمیں نہیں ملتا ہے از بحر العلوم واللہ اعلم

[۲] بولا فادخل الخ اشعر کہا کہ داخل ہو بندوں میرے میں ملاقات کر مجھ سے جنت رویت میری سے اے متقی اشارہ طرف اس آیہ کریمہ کے ہے یا ایتہا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی یعنی اے نفس مطمئنہ رجوع کر طرف رب اپنے کے اس حالت میں کہ تو راضی ہے رب سے اور رب راضی ہے تجھ سے پس داخل ہو گروہ کاملین میرے میں اور داخل ہو جنت میری میں گویا نفس مطمئنہ کیطرف حق فرماتا ہے کہ رویت حق تجھکو حاصل ہوگی اگر راضی ہے حق تجھ سے یہی حال آگے ہے ۱۲ فہم

عرش با آن نور با پہنائے خویش / چون بدید او را برفت از جائے خویش
خود بزرگی عرش باشد بس مدید / لیک صورت کیست چون معنی رسید
ہر ملک میگفت ما را پیش ازین / الفتے میبود با روئے زمین
تخم خدمت در زمین می کاشتیم / زان تعلق ما عجب می داشتیم
کین تعلق چیست با این خاکدان / چون سرشت ما بدست از آسمان
الف ما انوار با ظلمات چیست / چون تواند نور با ظلمات زیست
آدما آن الفت از بوئے تو بود / زانکہ جسمت را زمین بد تار و پود
جسم خاکت را ازینجا بافتند / نور پاکت را ازینجا تافتند
لیک جان ما ز روحت یافتست / پیش پیش از خاک آن بر تافتست
در زمین بودیم و غافل از زمین / غافل از گنجے کہ بد دروے دفین
چون سفر فرمود ما را زان مقام / تلخ شد ما را ازان تحویل کام
تا حجتہا ہمی گفتیم ما / کہ بجائے ما کہ آید اے خدا
نور این تسبیح و این تہلیل را / می فروشی بہر قال و قیل را
حکم حق گسترد بہر ما بساط / کہ بگوئید از طریق انبساط
ہرچہ آید بر زبان تان بے حذر / ہمچو طفلان یگانہ با پدر
تا ہمی دانیم خود راز شما / لیک میجوئیم آواز شما

باوجود عرش وسعت نور کے / بس ہوا بیہوش جو دیکھا اُسے
خود بزرگی عرش کی بس بڑھ گئی / جبکہ معنی پہونچا صورت کیا رہی
ہر ملک کہتے ہیں پہلے سے تھی / الفت اُس روئے زمیں سے اے نبی
تخم خدمت ہم زمیں میں بوتے تھے / اس تعلق سے عجب ہم رکھتے تھے
یہ تعلق کیوں ہے ہمکو خاک سے / کہ ہماری ہے سرشت افلاک سے
نور کو الفت یہ کیوں ظلمت سے ہے / کس لیے یہ نور ظلمت سے چھپے
الفت اے آدم یہ تیری بو سے تھی / کہ زمیں تن کے لیے تیری تنی
یاں سے پایا جسم خاکی کو ترے / تیرا نور پاک چمکا اس جگہے
روح سے تیری ہماری جان نے وہ / پایا پہلے خاک سے چمکا تھا جو
ہم زمیں پر تھے وہ غافل از زمیں / کہ خزانہ اُسکے اندر ہے دفیں
اُس جگہ سے جب سفر ہم نے کیا / رنج اُس تحویل سے ہم کو ہوا
ہم یہی تکرار کرتے تھے سدا / کون آئیگا ہماری جا خدا
نور اس تسبیح اس تہلیل کو / کسلیئے تو بیچے قال و قیل کو
حکم فرمایا ہمیں اللہ نے / کہ خوشی سے تم کہو جو لبیں ہے
منہ میں جو آئے کہو دہشت رو / باپ سے بیٹا کرے جوں گفتگو
جانتا ہوں میں تمہارے بھید کو / پر سنوں میں بھی تمہارے منھ سے

سلہ باوجود عرش الخ ۴ شعر باوجود وسعت و نور کے عرش بیہوش ہوا جو دیکھا آدم علیہ السلام کو گو بزرگی آدم علیہ السلام کی بڑھی ہے جبکہ نوبت معنی کی پہونچی تو صورت کیا ہی یعنی عرش دمعنی اُس کا ذات مقدس ہے جبکہ معنی پر پہونچے تو صورت کو کب دیکھے ہر ایک ملک نے کہا کہ ہمیں کو پہلے سے تھی الفت اس روے زمین سے ہم تخم خدمت کا زمین میں بوتے تھے اور اس تعلق سے ہم کو عجب تھا کہ یہ تعلق کیوں ہم کو خاک سے ہے کہ ہماری سرشت تو افلاک سے ہے اور نور کو یہ الفت ظلمت سے کیوں ہے اور کس لیے یہ نو ظلمت سے چھپا ہے چنانچہ آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

سلہ الفت اے آدم الخ ۵ شعر اے آدم علیہ السلام الفت تمہاری اے آدم تمہارے نور سے تھی کہ زمین تمہارے جسم کے لیے بنائی گئی ہے اس جگہ سے تمہارے جسم خاکی کو پایا تمہارا نور پاک جو اس جگہ چمکا تمہاری روح سے ہماری جان نے وہ پایا کہ جو پہلے خاک سے چمکا تھا ہم زمین پر تھے اور غافل تھے زمین سے کہ خزانہ اُس کے اندر دفن ہے جب کہ ہم نے اس جا سے سفر کیا رنج اس تحویل سے ہم کو ہوا یعنی اُس پردے زمین کے چھوٹ جانے سے ہم کو از بس رنج ہوا اور نور آدم علیہ السلام سے مراد یہاں نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ہے کہ تھا پس آدم علیہ السلام کے پیرایہ میں حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مولانا حال بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

سلہ ہم یہی الخ ۵ شعر ہم تکرار یہی کرتے تھے ہمیشہ کہ کون آوے گا ہماری جا پر اے نور اس تسبیح وتہلیل کو بیچے کس لیے قیل و قال سے ہم کو اللہ نے فرمایا ہے کہ تم خوشی سے کہو جو تمہارے منہ میں آئے اور مت ڈرو وہم سے جیسے باپ سے بیٹا گفتگو کرتا ہے میں تمہارے بھید کو جانتا ہوں لیکن میں سنوں تمہارے منہ سے باقی حال اس کے آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ -

گرچہ این دعوی ز ما نالائق است — رحمت من بر غضب ہم سابق است
از پی اظہار این سبق ای ملک — در تو بنہم داعیۂ اشکال و شک
تا بگوئی و نگیرم بر تو من — منکر حلمم نیارد دم زدن
صد پدر صد مادر اندر حلم ما — ہر نفس زاید در افتد در فنا
حلم ایشان کف بحر حلم ماست — کف رود آید ولی دریا بجاست
خود چہ گویم پیش آن در این صدف — نیست الا کف کف کف کف
حق آن کف حق آن دریای صاف — کامتحانی نیست این گفت و نہ لاف
از سر مہر و صفاست و خضوع — حق آنکس کہ بدو آرم رجوع
گر بپیشت امتحان است این ہوس — امتحان را امتحان کن یک نفس
سر مپوشان تا پدید آید سرم — امر کن تو ہرچہ بر وی قادرم
دل مپوشان تا پدید آید دلم — تا قبول آرم ہر آنچہ قابلم
چہ کنم در دست من چہ چارہ است — در نگر تا جان من چہ کارہ است

گرچہ نالائق ہے یہ دعوی سبھی — ہے غضب غالب پہ رحمت مری
باعث اظہار سبقت اے ملک — میں نے رکھا تم میں ہے دعوی و شک
تا کہو تم اور میں پکڑوں نہیں — حلم کا منکر یہ کہتا ہے کہیں
سیکڑوں ماں باپ میرے حلم میں — پیدا ہر دم ہوتے ہیں و مرتے ہیں
میری بحر حلم کے حلم انکے کف — رہتے دریا اور فانی ہوتے کف
کیا کہوں اس در کے آگے یہ صدف — کچھ نہیں ہر کف کف کف کف
مجکو اس دریا و اس کف کی قسم — میں نہ بولوں جھوٹ نے دوں تجکو دم
ہے یہ از راہ محبت اور صفا — ہے قسم اسکی جو ہے میرا خدا
گر تو جانے اس ہوس کو امتحاں — امتحاں کا امتحاں کر اس زماں
مت چھپا سر تا ہو سر میرا عیاں — حکم کر ہوں جسپہ میں قادر یہاں
مت چھپا دل تا مرا دل ہو عیاں — جسکے لائق ہوں وہ لاؤں میں بجاں
کیا کروں کیا ہاتھ میں میرے علاج — میری جاں کس کام کے لائق ہے آج

تعیین کردن زن طریق طلب روزی شوے خود را و قبول او

مقرر کرنا عورت کا طریقہ تحصیل معاش کو اور قبول کرنا اسے خاوند کا

ف۱ گرچہ نالائق الخ یہ شعر اگرچہ یہ سب دعوے نالائق ہیں لیکن میری رحمت غالب ہے غضب پر بسبب اظہار سبقت کے اے فرشتو میں نے تم میں دعوی و شک کو رکھا ہے تاکہ تم کہو میں تمہیں نہ پکڑوں حلم کا منکر یہ کہیں کہتا ہے سیکڑوں ماں باپ میرے حلم میں ہمیشہ پیدا ہوتے ہیں و مرتے ہیں میری بحرِ علم کا ان کا علم کف ہے دریا رہے اور کف فانی ہووے کیا کہوں اس گوہر کے آگے یہ صدف کچھ نہیں ہے لیکن کف کف ہے یعنی اے عورت میں کیا کہوں کہ وہ دولت حق گوہر ہے اور میں صدف ہوں پس اس گوہر کے آگے میں صدف کچھ حقیقت نہیں رکھتا ہوں اور اگر ہوں تو کف کا کف اور کف کا کف ہوں آگے قول اعرابی کا بیان فرماتے ہیں تافہم ۱۲

ف۲ مجکو الخ یہ شعر مجھ کو اس دریا اور اس کف کی قسم ہے میں جھوٹ نہیں بولتا ہوں اور نہ تجھ کو دم دیتا ہوں یہ از راہ محبت و صفا کے ہے اس کی قسم ہے کہ جو میرا خدا ہے اگر تو اس ہوس کو امتحان جانتی ہے تو اسی وقت اس امتحان کا امتحان کر لے باقی آگے بیان ہے فافہم ۱۲

ف۳ مت چھپا الخ یہ شعر تو بھید مت چھپا تا بھید عیاں ہو اور وہ حکم کر جس پر میں قادر ہوں یہاں مت چھپا دل تا میرا دل عیاں ہو اور جس کے لائق ہوں وہ بجالاؤں جان سے میں کیا کروں اور میرے ہاتھ میں کیا علاج ہے اور میری جان آج کس کام کے لائق ہے آگے جواب عورت کا ہے فافہم ۱۲

گفت زن یک آفتابی تافت است | عالمی زو روشنائی یافت است
نائب رحمان خلیفۂ کردگار | شہر بغداد است از وی چون بہار
گر بپیوندی بداں شہ شہ شوی | سوی ہر ادبار تا کے میروی
دوستی مقبلاں چون کیمیاست | چون نظرشان کیمیای خود کجاست
چشم احمد بر ابوبکری زدہ | او زیک تصدیق صدیق آمدہ
گفت من شہ را پذیرا چون شوم | بے بہانہ سوئے او من چون روم
نسبتے باید مرا یا حیلتے | ہیچ پیشہ راست شد بے آلتے
ہمچو مجنونے کہ بشنید از یکے | کہ مرض آمد بہ لیلے اندکے
گفت آوہ بے بہانہ چون روم | ور بمانم از عیادت چون شوم
لیتنی کنت طبیباً حاذقاً | کنت امشی نحو لیلی سابقاً
قل تعالوا گفت از حق بداں | تا بود شرم اشکنی ما را نشاں
شبپراں را گر نظر آلت بدے | روزشان جولان و خوشحالت بدے
گفت چون شاہ کرم میداں رود | عین ہر بے آلتی آلت شود
زانکہ آلت دعوی است و ہستی است | کار در بے آلتی و پستی است

بولی۱؎ عورت چمکا اب خورشید ہے | اور عالم روشنی اُس سے رکھے
نائب حق اور خلیفہ کردگار | شہر بغداد اُس سے ہے مثل بہار
گر ملے اس شاہ سے تو ہووے شاہ | کب تلک ادبار کی جائیگا راہ
مقبلوں کی دوستی ہے کیمیا | کب نظر کی مثل اُن کی کیمیا
ڈالی۲؎ احمدؐ نے نظر بوبکرؓ پے | صدق سے صدیق بس وہ ہوگئے
بولا میں مقبول شہ کیونکر ہوں | بے بہانہ کیسے اس جانب چلوں
کوئی نسبت یا کہ حیلہ چاہیے | پیشہ بے آلہ کے کیونکر ہو سکے
جیسے مجنوں نے کسی سے یہ سنا | کہ مرض میں ہوئی ہے لیلیٰ مبتلا
بولا جاؤں بے بہانہ کیسے آہ | گر عیادت نہ کروں ہوؤں تباہ
لیتنی کنت طبیباً حاذقاً | کنت امشی نحو لیلیٰ سابقاً
قل۳؎ تعالوا ہم سے اللہ نے کہا | وہ نشاں ہو ٹوٹنے کے شرم کا
شپرّوں کو ہوتا گر آلہ نظر | دن کو وہ خوش ہو کے پھرتے سر بسر
بولے گر شاہ کرم سے تو ملے | عین ہر بے آلتی آلہ بنے
کیونکہ آلہ دعوی و ہستی ہے بس | کام ہے بے آلہ و پستی ہے بس

۱؎ بولی عورت الخ یہ شعر عورت نے کہا کہ اب چمکا خورشید ہے اور عالم اُس سے روشن ہے وہ نائب حق و خلیفہ خدا ہے اور شہر بغداد اُن سے مثل بہار کے ہے اگر تو اس بادشاہ سے ملے تو بادشاہ ہو وے کب تک ادبار کا راستہ چلے گا مقبلوں کی دوستی کیمیا ہے اور نظر کے مثل کیمیا کب ہے یعنی خلیفہ سے مراد جناب رسول مقبول صلعم ہے اور بغداد در اصل باغ داد یعنی جلائے انصاف ہے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری جائے انصاف ہے جس کو حضوری آپ کی ملی وہ بادشاہ ہوا اور نظر مبارک کیمیا ہے پس جس پر نظر مبارک پڑی وہ کندن ہوا پس مولانا واسطے اظہار کنایہ خلیفہ بغداد کی مثال حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دیتے ہیں فافہم ۱۲ ۲؎ ڈالی احمدؐ نے الخ یہ شعر جیسے احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر ابوبکرؓ صدیق پر ڈالی پس وہ صدق سے صدیق ہوگئے مرد نے کہا کہ میں کیونکر شاہ کا مقبول ہوؤں اور بے بہانہ کے کیسے میں اس جانب جاؤں کوئی نسبت یا حیلہ چاہیے پیشہ بغیر آلہ کے کیونکر ہو سکے مثال دیتا ہے جیسے مجنوں نے کسی سے سنا کہ لیلیٰ مرض میں مبتلا ہوئی ہے کہا کہ میں بے بہانہ کیونکر جاؤں اور اگر عیادت نہ کروں تو تباہ حال ہوؤں اے کاش میں طبیب حاذق ہوتا تو میں جاتا طرف لیلیٰ کے شوق سے آگے اسکا بیان ہے فافہم ۱۲ ۳؎ قل تعالوا الخ یہ شعر کہو آؤ تم اللہ نے ہم سے کہا شرم ٹوٹنے کا وہ نشان ہو یعنی حق بہ نسبت جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرماتا ہے قل تعالوا اتل ما حرم علیکم یعنی کہو اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بندوں کو آؤ طرف میرے تا پڑھوں میں جو کہ حرام کیا اللہ نے تم پر پس خدا تو بلاتا ہے ہم کو تا ہماری اُس سے ہماری شرم ٹوٹے دوسری مثال فرماتے ہیں شپروں کو اگر نظر آلہ ہوتی تو دن کو وہ خوش ہو کر پھرتے یعنی کوئی میرے پاس وسیلہ نہیں جو میں اس خلیفہ سے ملتا جواب عورت نے دیا کہ اگر تو بادشاہ کرم سے ملے تو ہر ایک بے آلتی عین آلہ بن جائے کیونکہ آلہ دعوے ہستی ہے اور بغیر آلہ پستی ہوتا ہے یعنی وہ شاہ کرم ہے اور کریم کو وسیلہ کی حاجت نہیں ہے تو خود کو پہونچا وہ تجھ پر کرم کرے گا۔ آگے جواب مرد کا ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲

گفت کے بے آلتے سودا کنم	تا زمن بے آلتی پیدا کنم	بولا بے آلہ کے کب سودا کروں	تا نہ میں بے آلتی پیدا کروں
پس گواہی بایدم بر مفلسی	تا شہم رحمے کند بر مفلسی	مفلسی پر چاہیے میری گواہ	تا کرے بس مفلسی میں رحم شاہ
تو گواہی غیر گفت و گو و رنگ	وا نما تا رحم آرد شاہ شنگ	تو گواہی گفتگو کے ماسوا	تا کرے شہ رحم وہ مجکو بتا
کیں گواہی کز گفت و رنگ بد	نزد آں قاضی القضات جرح شد	یہ گواہی گفتگو کی جو کہ ہے	جرح کر کے قاضی اسکو رد کرے
پس گواہی زاندروں می بایدم	کہ گواہی زبرون می بایدم	چاہیے مجکو گواہی باطنی	نے گواہی چاہیے اب ظاہری
صدق می باید گواہ حال او	تا بتابد نور او بے قال او	چاہیے اسکو گواہ صدق حال	تا کہ اسکا نور چمکے بیمقال

ہدیہ بردن آں اعرابی سبوئے آب باراں از میان بادیہ بسوئے بغداد نزد خلیفہ و پنداشت کہ آنجا قحط آب ست

تحفہ لیجانا مرد اعرابی کا گھڑا بھر کے پانی بارش کا جنگل سے طرف بغداد کے خلیفہ کے پاس اس امید پر کہ اس جگہ پانی کا قحط ہے

گفت زن صدق آں بود کز بود خویش	پاک برخیزی تو با مجہود خویش	بولی وہ ہی صدق کہ ہستی کو تو	ترک کر دے اور اپنی جہد کو
آب باراں ست ما را در سبو	ملکت و سرمایہ و اسباب تو	آب بارش ہی سبو میں جو مرے	ملک اور اسباب شادی کا وہ ہے
ایں سبوئے آب را بردار و رو	ہدیہ ساز و پیش شاہنشاہ شو	اس سبوے آب کو تو لے کے جا	تحفہ کر تو اسکو شاہنشاہ کا
گو کہ ما را غیر ایں اسباب نیست	در مفازہ ہیچ بہ زیں آب نیست	اس سوا نے اپنے پاس اسباب ہے	بہتر اس جنگل میں نے اس آب سے
گر خزانہ اش پر زر و زر فاخر است	ایں چنیں آبش نباشد نادر است	گو خزانہ اسکا پر ہو مال سے	ایسا پانی پر وہاں نایاب ہے

سلہ بولا الخ شوہر نے کہا کہ میں بغیر آلہ کے کیسا سودا کر سکوں جبتک کہ میں بے آلتی کو پیدا نہ کردوں کیونکہ میری مفلسی پر گواہ چاہیے تاکہ شاہ مفلسی میں مجپر رحم کرے تو گواہی گفتگو کے سوا مجھ کو بتا کہ تا شاہ مجھ پر رحم کرے اور گواہی گفتگو کی ہے جو کہ ہے قاضی جرح کرکے رد کردیگا مجھ کو گواہی باطنی چاہیے نہ کہ گواہی ظاہری اسکو چاہیے گواہ صدق حال کا تا کہ اسکا نور بغیر گفتگو کے چمکے یعنی نور حق علامات صدق حال سے دل میں چمکتا ہے نہ قیل و قال سے پس عقل نفس مطمئنہ سے طریقہ وصول الی اللہ کا پوچھتی ہے کہ میں سلوک کیونکر کردوں اور کس راہ سے ساتھ یار کے ملوں کیونکہ یار حال کے پیدا ہونے سے ملتا ہے نہ قال سے چنانچہ نفس آگے طریقہ وصول کا بتاتا ہے فافہم ۱۲ سلہ بولی وہ ہے الخ دو شعر عورت نے کہا صدق وہ ہے کہ تو اپنی ہستی و جہد کو ترک کردے یعنی نفس کہتا ہے کہ تو اپنی خودی کو میٹ دے اور اپنی راہ کی سعی و کوشش کو چھوڑ دے جب تو طالب صادق ہوا اور آب بارش جو میرے سبو میں ہے وہ ملک و اسباب شادی کا ہے اس سبوے آب کو تو لیکر جا اور اس شہنشاہ کو تحفہ دے اسکے سوا ہمارے پاس نہیں ہے اور اس جنگل میں بہتر اس آب سے نہیں ہے گو خزانہ اس خلیفہ کا مال سے پر ہے لیکن ایسا آب وہاں نایاب ہے مولانا آگے بیان فرماتے ہیں [illegible] فافہم ۱۲ —

چیست این کوزهٔ تن محصور ما — اندر آن آب حواس شور ما
ای خداوند این خم و کوزهٔ مرا — در پذیر از فضل الله اشتری
کوزهٔ پانچ لولهٔ پنج حس — پاک دار این آب را از هر نجس
تا شود این کوزه منفذ سوی بحر — تا بگیرد کوزهٔ ما خوی بحر
تا چو هدیه پیش سلطانش بری — پاک بیند باشدش شه مشتری
بی نهایت گردد آبش بعد ازاں — پر شود از کوزهٔ من صد جهاں
لولها بند و پر دارش ز خم — گفت غضوا عن هوا ابصارکم
ریش او پر باد کین هدیه کراست — لائق چوں او شهی اینست است
او نمیداند که آنجا بر گذر — هست جاری دجلهٔ همچوں شکر
در میان شهر چوں دریا رواں — پر ز کشتیها و شست ماهیاں
رو ببیں سلطان و کار و بار بیں — حسن تجری تحتها الانهار بیں
اینچنیں حسها و ادراکات ما — قطرهٔ باشد دراں بحر صفا
باز جوے و باز ہیچ باز یاب — از که از من عنده ام الکتاب

کیا ہے یہ مٹکا یہ مقید تن مرا — شور پانی ان حواسوں کا بھرا
میرے اس کوزہ و مٹکے کو خدا — فضل سے اپنے لے اللہ اشتری
پانچ ٹونٹی کا ہے کوزہ پانچ حس — پاک رکھ اس آب کو مت کر نجس
سوری اس کوزہ سے تیرے بحر ہو — تاکہ کوزہ لیوے خوے بحر کو
تحفہ جب لیجائے پاس شاہ کے — پاک دیکھے شاہ اسکو مول لے
بے نہایت ہوئے پانی بعد ازاں — ہووے پر کوزہ سے اپنے سو جہاں
بند کر ٹونٹی و بھر اسکو یہ خم — بولے غضوا عن ہوا ابصارکم
ہے وہ مغرور ایسا تحفہ کسکو ہے — جانے لائق مثل ایسے شاہ کے
یہ نہیں جانتا کہ ہے اُس جاے پر — جاری یک دجلہ ہے مانند شکر
شہر کے اندر ہے جو دریا رواں — کشتیاں اسمیں و شست ماہیاں
جا تو اُس سلطاں کا کار و بار دیکھ — حسن تجری تحتہا الانہار دیکھ
اس طرح ادراک اپنے اور حس — قطرے اُس دریاے صافی کے ہیں بس
پھر تو ڈھونڈھ اور دیکھ اور ہو فیضیاب — کس سے جو ہے عنده ام الکتاب

در نمد دوختن زن سبوے آب را و مُہر بر وے نہادن از اعتقاد

نمدے میں سینا عورت کا مٹکے آب کو اور مُہر کرنا اُس پر اعتقاد سے

سلہ کیا ہے مٹکا الخ یہ شعر سبو کا ہے تن مقید میرا اور اُس میں آب شور حواسوں کا بھرا ہے میرے اس کوزہ کو اللہ نے خریدا ہے سبو کوزہ تن پانچ ٹونٹی و پانچ حس کا ہے تو پاک رکھو اُس آب کو نجس نہ کر موری اس کوزہ سے طرف بحر کے ہو تاکہ کوزہ خو بحر کی پکڑ لے جبکہ تحفہ اس شاہ کے پاس لیجائے شاہ اُسکو پاک دیکھے اور خرید کرے وبعدہ آب بے نہایت ہووے اور سو جہان اپنے کوزہ سے پُر ہووے تو ٹونٹی بند کر دو اسکو خم سے بھر فرماتا ہے کہ چھپاؤ تم اُس سے بینائی کو وہ مغرور ہے کہ ایسا تحفہ کس کے پاس ہے اور جانتا ہے لائق مثل ایسے شاہ کے یعنی وہ شخص مغرور ہے کہ جو جانتا ہے کہ ایسا تحفہ کسی کے پاس نہیں ہے نتیجہ اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ یہ نہیں جانتا الخ یہ شعر یہ نہیں جانتا کہ وہاں پر سر راہ ایک دجلہ ہے مانند شکر کے اور شہر کے اندر وہ مانند دریا کے رواں ہے اور کشتیاں و شستیں اس میں ماہیوں کی ہیں اب تو اور اُس سلطان کا کار و بار دیکھ حس جاری ہیں نیچے اُسکے مانند نہروں کے یعنی جیسے جنت میں نہریں جاری ہیں ایسے ہی اُس سلطان کے یہاں حسین ہیں مانند شست ماہیوں کے اسی طرح ادراک و حسین ہماری اُس دریاے صافی میں قطرہ ہیں پھر تو ڈھونڈھ اور دیکھ و فیضیاب ہو کس سے جو کہ ہے عنده ام الکتاب یعنی تیرے وجود کی کوزہ میں آب روح بھرا ہے مگر حواسوں کی راہ سے اُس میں آب شور جب دنیا کا آتا ہے اس واسطے وہ سب آب روح نجس ہوگیا ہے پس تو حواسوں کو بند کر اور ایک نہری اسمیں دریاے مرشد سے کھول کر تا آب صاف اُس کوزہ تن میں پُر ہو تو وہ تحفہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں لیجا کہ مقبول ہو چنانچہ آگے اسکا حال بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ اللہ نے خریدا ہے ۱۲

مرد گفت آرے سبو را سر ببند — ہین کہ ایں ہدیہ است ما را سود مند
در نمد در دوز تو ایں کوزہ را — تا کشاید شہ بہدیہ روزہ را
کاینچنیں اندر ہمہ آفاق نیست — جز رحیق و مایۂ اذواق نیست
زانکہ ایشاں ز آبہاے تلخ و شور — دائما پُر علت اند و نیم کور
مرغ کآب شور باشد مسکنش — او چہ داند جاے آب روشنش
اے کہ اندر چشمۂ شورست جات — تو چہ دانی شط جیحون و فرات
اے تو نارستہ ازیں فانی رباط — تو چہ دانی صحو و سکر و انبساط
ور بدانی نقلت از آب و جدست — پیش تو ایں نامہا چوں ابجدست
ابجد و ہوز ہمہ فاش ست و پدید — بر ہمہ طفلان و معنی بس بعید
پس سبو برداشت آں مرد عرب — در سفر شد میکشیدش روز و شب
بر سبو لرزان بُد از آفات دہر — ہم کشیدش از بیاباں تا بشہر
زن مصلّٰی باز کردہ از نیاز — رب سلّم ورد کردہ در نماز
کہ نگہدار آب ما را از خساں — یا رب ایں گوہر بداں دریا رساں
گرچہ شویم آگہ ہست و پُرفن ست — لیک گوہر را ہزاراں دشمن ست
خود چہ باشد گوہر آب کوثر ست — قطرۂ زاں آب کاصل گوہر ست
از دعاہاے زن و زاری او — وز غم مرد و گرانباری او
سالم از دزدان و از آسیب سنگ — بُرد تا دار الخلافت بے درنگ

[1] مرد بولا سچ سبو کا باندھ سر — نفع تحفہ سے ہمیں ہو سر بسر
تو سبو کو سی کے اب نمدے میں دے — تاکہ روزہ کھولے شاہ اس تحفہ سے
ایسا پانی سارے عالم میں نہیں — غیر آب پاک و ماء معین
کیونکہ وہ سب آب تلخ اور شور سے — ہیں مریض اور چشم ناقص نور سے
مرغ رہنے والا آب شور کا — آب شیریں کا وہ کیا جانے مزا
تو کہ چشمہ شور کے رہتا ہی ملت — جانے تو کیا نہر جیحون و فرات
تو نہ اس دنیاے فانی سے چھٹا — جانے تو کیا سکر اور صحو و فنا
گر تو جانے نقل آب جد سے ہی — آگے تیرے مثل نام ابجد کے ہی
ابجد و ہوز کو لڑکے پڑھتے ہیں — لیکن اُسکے دور وہ معنی سے ہیں
[2] مرد اعرابی نے وہ مٹکا لیا — اور سفر میں رات دن بس وہ چلا
ڈرتا مٹکے سے نہ ہو آفات دہر — لیگیا جنگل سے اُسکو تا بشہر
زن مصلّے کو بچھا کر بانیاز — رب سلّم[3] پڑھتی تھی اندر نماز
یا رب اس پانی کو دشمن سے بچا — اور اس گوہر کو دریا سے ملا
گرچہ شوہر ہے مرا بس ہوشیار — پر ہیں اس گوہر کے دشمن بیشمار
کیا ہی گوہر آب کوثر کا وہ ہی — اصل گوہر قطرہ ہے اُس آب سے
زن کی زاری اور دعا کے کرنے سے — بوجھ بھاری مرد کے لیجانے سے
بس وہ سالم دزد و صدمہ سنگ سے — لیگیا دار الخلافت تک اُسے

[1] مرد بولا الخ و شعر مرد نے کہا یہ بات سچ ہے تو سبو کا سر باندھ تا نفع تحفہ سے ہم کو سر بسر ہو تو آب سبو نمدے میں سی کر دے کہ شاہ اس تحفہ سے روزہ کھولے ایسا آب سارے عالم میں نہیں ہے سوائے آب پاک و ماء معین کے کیونکہ وہ سب آب تلخ و شور سے بیمار ہیں اور نور چشم نقصان پذیر ہے یعنی وہ قول مولانا کا ہے کہ عرب کے ملک میں آب شور ہے اور اعرابی بجز آب شور کے نہیں پاتے ہیں اس واسطے آب شیریں کو نہیں جانتے ہیں آگے اسکی مثال بیان فرماتے ہیں مرغ آب شور کا رہنے والا آب شیریں کا مزہ کیا جانے جیحون و فرات کو تو اس دنیاے فانی سے نہ چھٹا تو کیا جانے سکر و صحو و فنا کو، اور اگر تو جانتا ہے تو تقلید باپ دادے کی ہے اور تیرے آگے مثل نام ابجد کے ہے لڑکے ابجد ہوز پڑھتے ہیں لیکن اس کے معنی سے دور ہیں یعنی لذائذ دنیا میں کہ آب شور ہے گرفتار ہے تو سکر و صحو و فنا کو کیا جانے کہ وہ آب شیریں ہے اور اگر جانتا ہے تو باپ دادا کی تقلید سے نام سکر و صحو کا مثل نام ابجد کے لیتا ہے اور مثل لڑکوں کے ابجد ہوز پڑھتا ہے مگر معنی اس کا تو نہیں جانتا ہے پس مرشد سے تو اس کی لغت معنی کو حاصل کر کہ اس لذائذ دنیوی سے وہ بہتر ہے آگے قصہ اعرابی کا ارشاد فرماتے ہیں تا فہم ۱۲ [2] مرد اعرابی نے الخ شعر مرد اعرابی نے وہ مٹکا آب لیا اور سفر میں وہ رات دن چلا اور مٹکے سے وہ ڈرتا تھا سبب آفات زمانہ کے اور لے گیا اس کو جنگل سے شہر تک اور زن مصلی بچھا کر بانیاز رب مسلّم یعنی اے رب سلامت رکھ پڑھتی تھی اندر نماز کے اور کہتی تھی اے رب اس آب کو دشمن سے بچا اور اس گوہر کو دریا سے ملا اگرچہ میرا شوہر ہوشیار ہے مگر اس گوہر کے دشمن بیشمار ہیں گوہر کیا ہے وہ کوثر کا آب ہے اور اصلی گوہر اس آب کا ایک قطرہ ہے زن کی زاری و دعا کرنے سے اور مرد کے بوجھ بھاری لیجانے سے وہ سلامت چور و صدمۂ سنگ سے تا دار الخلافت اسے لے گیا باقی حال اسکا آگے ہے تا فہم ۱۲ [3] اے رب سلامت رکھ ۱۲۔

دید درگاہے پُر از انعامہا / اہل حاجت گستریدہ دامہا
دمبدم ہر سُوے صاحب حاجتے / یافتہ ز اندر عطا و خلعتے
بہر گبر و مومن و زیبا و زشت / ہمچو خورشید و مطر بل چوں بہشت
دید قومے در نظر آراستہ / قوم دیگر منتظر برخاستہ
خاص و عامہ از سلیمان تا بمور / زندہ گشتہ چوں جہاں از نفخ صور
اہل صورت در جواہر ساختہ / اہل معنی بحر نادر یافتہ

دیکھی درگہ اُسکی پُر انعام ہے / اہل حاجت نے بچھایا دام ہے
ہر طرف سے اہل حاجت دمبدم / پاتے اندر سے ہیں خلعت اور درم
نیک و بد گبر و مسلماں کے لیے / چوں بہشت و بارش و خورشید ہے
قوم دیکھی ایک منظور نظر / قوم دیکھی دوسری بس منتظر
مور سے لے تا سلیماں خاص و عام / زندہ نفخ صور سے مثل انام
اُس سے گوہر اہل صورت نے لیے / بحر نادر اہل معنی کو ملے

در بیان آنکہ چنانکہ گدا عاشق کریم ست کریم ہم عاشق گداست اگر گدا را صبر بیش بود کریم بر درِ او آید و اگر کریم را صبر بود گدا بر در او آید صبر کمال گدا و نقصان کریم ست

بیان میں اسکے کہ گدا عاشق کریم کا ہے اور کریم عاشق گدا کا اگر گدا کو صبر زیادہ ہے کریم اُسکے دروازہ پر آئیگا اور اگر کریم کو صبر ہے گدا اُسکے دروازے پر جائیگا لیکن گدا کا صبر کمال ہے اور کریم کا نقصان

آنکہ بے ہمت چو با ہمت شدہ / وانکہ با ہمت چو با نعمت شدہ
بانگ می آید کہ اے طالب بیا / جود محتاج گدایاں چوں گدا
جود محتاج ست و خواہد طالبے / ہمچنانکہ توبہ خواہد تائبے

جو کہ بے ہمت تھا با ہمت ہوا / جو کہ با ہمت تھا با نعمت ہوا
آتی ہے آواز کہ طالب تو آ / جود محتاج گدا ہے جوں گدا
جود ہے محتاج طالب چاہتی ہے / جس طرح سے توبہ تائب چاہتی ہے

ل۵ دیکھی درگہ الخ ۲ شعر دیکھی درگاہ اُس نے کہ پُر انعام ہے اور اہل حاجت نے دام بچھایا ہے اور ہر سُو سے اہل حاجت دمبدم اندر سے پاتے ہیں خلعت و درم نیک و بد گبر و مسلمان کو واسطے مثل بہشت و بارش و خورشید کے بخشش کرتا ہے ایک قوم دیکھی منظور نظر اور دوسری قوم دیکھی منتظر ہوا و مور سے لیکر تا سلیمان خاص و عام زندہ ہیں مثل مخلوق کے نفخ صور سے اہل صورت نے اس سے گوہر لیے اور اہل معنی کو بحر نادر ملے یعنی اعرابی عقل نے خلیفہ حق کے یہاں جاکر بخشش و کرم کا زور و شور دیکھا کہ اہل صورت کو گوہر و اہل معنی کو بحر عنایت ہوتے ہیں چنانچہ آگے بخشش و کرم کا حال مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲ جو کہ بے ہمت الخ ۳ شعر کرم سے اُس خلیفہ کے جو کہ ہمت والا نہ تھا وہ با ہمت ہوا اور جو کہ با ہمت تھا وہ با نعمت ہوا اور آواز آتی ہے کہ اے طالب تو آ جود محتاج گداؤں کی ہے اور طالب کو چاہتی ہے جس طرح توبہ تائب کو چاہتی ہے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

جود میجوید گدایان و ضعاف ❊ همچو خوبان کائنه جوینده صاف
روئے خوبان ز آئنه پیدا شود ❊ روئے احسان از گدا پیدا شود

جو ڈھونڈھے ہی ضعیف و نان خوا[۱] ❊ مثل خوبوں کے کہ ڈھونڈھیں آئنا
آئینہ سے روئے زیبا خوب ہو ❊ اور گدا سے زیب ہو احسان کو

پس گدا آئینۂ جود ست ہاں ❊ دم بود بر روے آئینہ زیاں
پس از ین فرمود حق در والضحیٰ ❊ بانگ کم زن اے محمد بر گدا

جو گدا ہے آئنہ اک جود کا ❊ دم سے آئینہ مکدر ہو سوا
والضحیٰ میں اسلیے حق نے کہا ❊ مت گدا کو جھڑکو تم ای مصطفےٰ

آں یکے جودش گدا آرد پدید ❊ دیں دگر بخشد گدایاں را مزید
پس گدایاں آئنہ جود حق اند ❊ وانکہ با حق اند جود مطلق اند

ایک جود اسکی گدا کو لاتی ہی ❊ دوسری زیادہ گدا کو دیتی ہے
جود حق کے آئنہ ہیں وہ گدا ❊ جود مطلق ہیں جو با حق ہیں سدا

وانکہ جز ایں دو ست او خود مردہ است ❊ او بریں در نیست نقش پردہ است
لیک درویشے کہ او تشنہ خداست ❊ ہست دائم از خدایش کار راست

ہی وہ مردہ جو سوا ان دو کے ہی ❊ نقش پردہ ہی نہ وہ اس در پہ ہے
جو کوئی درویش ہے تشنہ خدا ❊ حق سے کام اسکا ہمیشہ ہی روا

فرق میان آنکہ درویش ست بخدا و تشنۂ خداست و آنکہ درویش است از خدا و تشنہ است بغیر

فرق درمیان اُسکے جو درویش کہ باخدا ہی اور تشنہ خدا کا ہی اور جو درویش کہ خدا سے ہی اور تشنہ غیر کا ہے

لیک درویشے کہ تشنہ غیر شد ❊ او حقیر و ابلہ و بے خیر شد
نقش درویش است او نے اہل جاں ❊ نقش سگ را تو مینداز استخواں

پر جو ہی درویش تشنہ غیر کا[۲] ❊ بیوقوف ہی اور طالب غیر کا
نقش ہی درویش کا نے اہل جاں ❊ نقش سگ کو تو نہ ڈال استخواں

فقر لقمہ دارد او نے فقر حق ❊ پیش نقش مردہ را کم نہ طبق
ماہی خاکی بود درویش ناں ❊ شکل ماہی نیست از دریا رواں

نے فقیر حق ہی روٹی کا فقیر ❊ نقش مردہ کے نہ آگے رکھ پنیر
خاک کی ماہی فقیر نان ہے ❊ شکل ماہی لیک بھاگے بحر سے

۱ جو ڈھونڈھے الخ شعر جو ڈھونڈھتی ہے ضعیفوں و محتاج نان کو مثل خوبوں کے کہ ڈھونڈھیں آئینہ کو آئینہ سے روے خوب زیبا ہو اور گدا سے احسان کو زیب ہو جو کہ گدا ایک آئینہ ہے جود کا دم سے آئینہ کدر سوا ہوتا ہے یعنی گدا دم دیے سے مثل آئینہ کے مکدر ہوتا ہے اس لیے حق نے سورہ والضحیٰ میں کہا ہے کہ مت گدا کو تم جھڑکو اے مصطفےٰ صلعم ایک جود اُسکی گدا کو بلاتی ہے اور ایک جود گدا کو زیادہ دیتی ہے پس حق کے یہ گدا آئینہ ہیں اور جو باحق ہیں وہ جود مطلق ہیں یعنی ایک طالب خدا ہیں اور دوسرے باقی ہیں کہ اوروں کو نعمت دیتے ہیں اور وہ مردہ ہیں جو سوا ان دو کے ہے اور اس در پر نہیں ہے ایک نقش پردہ ہے یعنی جیسے نقش پردہ کا بیجان ہوتا ہے اسی طرح وہ شخص در پر نہیں ہے جو کوئی درویش ہے کہ تشنہ خدا ہی ہمیشہ کام اُس کا حق سے روا ہوتا ہے یعنی سخاوت سب سے بہتر ہے اور جو خدا پر بھروسہ رکھتا ہے خدا اُس کا وکیل و کفیل ہے بموجب آیہ کریمہ کے کہ وکفیٰ باللہ وکیلا یعنی وکالت اللہ کی کفایت کرتی ہے آگے مولانا تفرقہ درویش کی بیان فرماتے ہیں ۱۲ فہم ۲ پر جو ہے درویش الخ شعر لیکن جو درویش تشنہ غیر کا ہے وہ بیوقوف ہے و طالب غیر کا ہے نہیں وہ نقش درویش کا ہے اہل جان نہیں ہے تو تصویر سگ کو ہڈی نہ ڈال وہ فقیر حق نہیں ہے تو نقش مردہ کے آگے روٹی مت رکھ فقیر روٹی کا خاک کی مچھلی ہے شکل مچھلی ہے لیکن بحر سے بھاگتا ہے باقی حال آگے ہے ۱۲ فہم ۱۲۔

نقش ماہی کے بود درویش آب	آن زبے آبے نگردد خراب	نقش ماہی ہوئے کب درویش آب	کب وہ بے پانی کے ہوتا ہی خراب
مرغ خانہ ست او نہ سیمرغ ہوا	لوت نوشد او نہ نوشد از خدا	مرغ خانہ ہے نہ سیمرغ ہوا	طعمہ کھاتا ہے نہ وہ طعمہ خدا
عاشق حق ست او بہر نوال	نیست جانش عاشق حسن و جمال	حق کا وہ عاشق ہوا ہی بہر مال	اُسکی نے جان عاشق حسن و جمال
گر توہم میکند او عشق ذات	ذات نبود وہم اسماء و صفات	گر وہ جانے وہم سے ہی عشق ذات	ذات کب ہے وہ ہی اسماء و صفات
وہم مخلوق ست و مولود آمدہ ست	حق نزائیدہ است و لم یولد ست	وہم ہی مخلوق اور مولود سب	لم یلد حق اور لم یولد ہی اب
عاشق تصویر و وہم خویشتن	کے بود از عاشقان ذوالمنن	عاشق تصویر وہم اپنا جو ہو	ذات حق کا کب بھلا عاشق ہی وہ
عاشق آن وہم گر صادق بود	آن مجازش تا حقیقت میرود	گر صداقت وہم کا عاشق رہے	وہ مجاز اسکا حقیقت سے ملے
شرح میخواہد بیان این سخن	لیک می ترسم ز اسرار کہن	یہ سخن شرح و بیاں بس چاہتا ہی	پر میں ڈرتا ہوں پرانے راز سے
فہمہائے کہنہ کوتہ نظر	صد خیال بد در آرد در فکر	بس پرانا فہم اور کوتہ نظر	سو خیال بد کا کرتا ہے فکر
بر سماع راست ہر کس چیر نیست	لقمۂ ہر مرغکے انجیر نیست	نے سماع پر ہر کوئی غلبہ رکھے	کب غذا ہر مرغ کا انجیر ہی
[١] خاصہ مرغ مردۂ پوسیدۂ	بر خیال اعمی بے دیدۂ	[٢] خاص مرغ اک مردہ بوسیدہ ہی تو	اور خیال کور پہ بے راہ جو
نقش ماہی را چہ دریا و چہ خاک	رنگ زنگی را چہ صابون و چہ زاک	نقش ماہی خاک و دریا سے غنی	ایک ہے زنگی کو صابون پھٹکری
نقش اگر غمگین نگارے بر ورق	او ندارد از غم و شادی سبق	[٣] کھینچے گر غمگیں کی تصویر تو	غم و شادی کو نہ جانے وہ کبھو
صورتش غمگین و او فارغ از آن	صورتش خندان و او زان بے نشان	شکل غمگیں اسکی وہ اس سے جدا	شکل خنداں اُسکی وہ اس سے ہا
این غم و شادی کہ اندر دل خفیست	پیش آن شادی و غم جز نقش نیست	یہ غم و شادی کہ ہیں دل میں چھپے	آگے اُسکے شادی و غم نقش ہی

[١] نقش ماہی الخ۔ اشعر نقش مچھلی کب درویش آب کا ہو اور بے آب کے کب خراب ہوتا ہے وہ مرغ خانہ ہے سیمرغ ہوا نہیں ہے طعمہ کھاتا ہے وہ طعمہ خدا کا اور خدا کا وہ عاشق ہوا ہے مال کیواسطے اور اس کی جان عاشق حسن و جمال کی نہیں ہے اگرچہ وہ وہم سے جانتا ہے عشق ذات کا مگر وہ ذات کب ہے اسما صفات سے اور وہم مخلوق ہے اور مولود ہے اور حق نہ کسی سے پیدا ہے اور نہ اُس سے کوئی پیدا ہے اور جو تصویر وہم اپنے کا عاشق ہے یعنی جو از راہ وہم کے خود کو عاشق ذات کا جانتا ہے وہ صفات و اسماء کا ہی کہ وہم مخلوق ہو پس مخلوق خالق کو کب پا سکتی ہے اگر وہم کا عاشق صداقت رکھے تو وہ مجاز اُسکا حقیقت کو ملا دیگا یہ سخن و شرح بیان چاہتا ہے لیکن میں ڈرتا ہوں پرانے راز سے فہم پرانا اور بس کوتہ نظر ہے اور سو خیال بد کا فکر کرتا ہے نے سماع پر ہر کوئی غلبہ رکھتا ہے اور کب غذا انجیر ہر مرغ کا یعنی ہر شخص کو کب ذات حق تک رسائی ہے اسما صفات کے عشق رہجاتا ہوں اور جو عشق مجازی میں صادق ہے تو حقیقت صادق ہے جو حقیقت کو پہونچ جاتا ہے بموجب قول کے المجاز قنطرۃ الحقیقۃ یعنی مجاز سیڑھی حقیقت کی ہے چنانچہ مولانا آگے مثال اس کی بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [٢] خاص مرغ الخ شعر خاص ایک مرغ مردہ و بوسیدہ تو ہے اور اندھے خیال پر چلتا ہے تو نقش ماہی کا دریا و خاک سے غنی ہے اور زنگی کو صابون و پھٹکری یکساں یعنی غافل کو عشق ذات میں اور اسمار صفات میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا ہے آگے دوسری مثال ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [٣] کھینچے گر غمگین الخ شعر اگر غمگین کی تو تصویر دوسری کھینچے تو وہ غم و شادی کو کبھی نہ جانے اس کی شکل غمگین اور وہ اُس سے جدا اور اُس شکل خندال اور وہ اُس سے رہا یعنی تصویر شکل غمگین رکھتی ہے مگر غم کو نہیں مانتی اور تصویر شکل خندال رکھتی ہے اور خندگی کو نہیں جانتی یہ غم و شادی کہ دل میں چھپے ہیں آگے اُن کی شادی و غم نقش ہے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

صورت خندان نقش از بہر تست	تا ازان صورت شود معنی درست	صورت[۱] خنداں ہے بس تیرے لیے	تا درستی تیرے معنی کی کرے
صورت غمگیں نقش از بہر ماست	تا کہ ما را یاد آید راہ راست	صورت غمگیں ہمارے واسطے	راستی کی یاد ہم کو تا کہ دے
نقشہائے کاندریں حمامہاست	از برون جامہ کن چون جامہاست	نقش[۲] کہ اندر ہیں اس حمام کے	مثل جامہ جامہ کن باہر سے ہی
تا برونی جامہ ہا بینی و بس	جامہ بیرون کن در آ اے ہمنفس	جب تلک باہر ہی جامہ دیکھے بس	دور کر جامہ تا اے ہم نفس
زانکہ با جامہ درون سو راہ نیست	تن ز جان جامہ ز تن آگاہ نیست	کیونکہ اس جامہ سے واں پر رہ نہیں	تن سے جامہ جان سے تن آگہ نہیں
باز می گردم سوئے قصہ عرب	از بیان سر وراز بوالعجب	جانب قصہ عرب آتا ہوں میں	اور بیاں اُس راز کا کرتا ہوں میں

پیش آمدن نقیبان و دربانان خلیفہ از بہر اکرام اعرابی و پذیرفتن ہدیہ او را

آگے آنا دربانوں خلیفہ کا واسطے تعظیم اعرابی کے اور لیجانا اُسکے تحفہ کو

آں عرابی از بیابان بعید	بر در دار الخلافت چون رسید	جب[۳] بیاباں کو عرب نے طے کیا	اور در دار الخلافت پر گیا
پس نقیبان پیش اعرابی شدند	پس گلاب لطف بر رویش زدند	بس عرب کے آگے دربانوں نے جا	بس گلاب لطف چھڑکا منہ پہ
حاجت او فہم شان شد بے مقال	کار ایشان بد عطا پیش از سوال	جانا حاجت کو اُنھوں نے بے مقال	کام بخشش کا تھا اُنکا بے سوال
پس بدو گفتند یا وجہ العرب	از کجائی چونی از راہ تعب	بولے اے وجہ العرب ہم سے کہو	تم کہاں سے آئے ہو اور کون ہو

[۱] صورت خنداں الخ ۲ شعر صورت خنداں تیرے لیے ہے تاثیر معنی کی درستی کرے اور صورت غمگین ہمارے واسطے ہے تاکہ راستی کی یاد ہم کو دے یعنی اسی طرح شادی وغم کے دل میں ہے اور وہ نہیں جانتا ہے اور یہ شادی وغم ہوشیاروں کو نفع پہونچاتا ہے کیونکہ وہ راز سے اُس کے باخبر ہیں مثال تیسری آگے مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ہو [۲] نقش کہ اندر ہیں الخ ۴ شعر نقش کہ اندر حمام کے ہیں باہر سے جامہ کن ہے مانند جامہ کن اول درجہ حمام کو کہتے ہیں کہ جہاں اہل غسل کپڑے اُتارتے ہیں گویا وہ درجہ جامہ کن حمام کے داخل بھی ہے اور باہر بھی ہے جیسے لباس بدن پر کہ داخل بدن پر بھی ہے اور خارج بھی اسی طرح درجہ جامہ کن حمام کا جب تک تو باہر سے جامہ دیکھتا ہے بس جامہ اُتار اندر حمام کے آ کیونکہ اس جامہ سے وہاں پر راہ نہیں ہے یعنی اس وجود بشری کے ساتھ حقیقت میں رسائی نہیں ہے کیونکہ حقیقت بجائے حمام کے ہے اور جسم بجائے لباس کے پس حمام میں لباس اُتار کر جاتے ہیں اسی طرح تو بھی خواہش اور ادراک تن کو چھوڑ اور بغیر اُن کے حقیقت کو جا کہ تا رسائی ہو اور جب تک کہ اُن حواسات ظاہری سے تو تعلق رکھتا ہے حقیقت سے محروم ہے اب جانب قصہ اعرابی کے میں آتا ہوں اور اُس راز کو بیان کرتا ہوں فافہم ۱۲

[۳] جب بیابان کو الخ ۴ شعر جب کہ بیابان کو اعرابی نے طے کیا اور در دار الخلافت پر گیا اُس اعرابی کے آگے دربانوں نے جا کر گلاب لطف کا چہرے پر اُس کے چھڑکا اور اُس کی حاجت کو بغیر کہے جانا کیونکہ اُن کا کام بخشش کرنے کا تھا بغیر سوال کئے دربانوں نے کہا کہ ہم سے کہو اے وجہ العرب تم کہاں سے آئے ہو اور کون ہو۔ آگے جواب اعرابی کا ہے فافہم ۱۲۔

گفت وہم گیر او جہے دہید	بو کہ جو ہم چوں پس پشتم نہید	بولا وجہ ہوں جو وجہ مجکو دو	ہو وجہ ہوں تو مجھے پیچھے رکھو
یک دو رو تان نشان مہتری ست	زر تان خوشتر ز زر جعفری ست	اے تمہاری شکل میں ہے سروری	زر تمہارا رکھے زر سے برتری
یک یک دیدارتان دیدارہاست	اے نثار رویتان دینارہاست	اک تمہارا جلوہ اک دیدار ہے	اور قرباں تم پہ سو دینار ہے
ای ہمہ ینظر بنور اللہ شدہ	از بر حق بہر بخشش آمدہ	اے ہو تم ینظر بنور اللہ سب	آئے بخشش کے لیے حق سے ہوا
تا زنید آں کیمیا ہائے نظر	بر سر مسہائے اشخاص بشر	تا کہ ڈالو وہ نظر کی کیمیا	مس وجودوں پر بشر کی دائما
من غریبم از بیاباں آمدم	بر امید لطف سلطاں آمدم	میں غریب آیا بیاباں سے یہاں	لطف مجھپر تا کرے شاہ جہاں
بوے لطفش بیاباں ہا گرفت	ذرہ ہائے ریگ ہم جانہا گرفت	بوے لطف اسکی بیاباں میں گئی	ریگ کے ذروں نے اس سے جان لی
تا بدینجا بہر دینار آمدم	چوں رسیدم مست دیدار آمدم	میں درم کے واسطے آیا یہاں	جبکہ پہونچا دید کی ہی مست جاں
بہر ناں شخصے سوئے نانوا دوید	داد جاں چوں حسن نانوا بدید	نانوا کے پاس ناں لینے گیا	نانوا کا حسن دیکھ عاشق ہوا
بہر فرجہ شد یکے تا گلستاں	فرجہ او شد جمال باغباں	سیر اک کرنے گلستاں کو گیا	سیر حسن باغباں کرنے لگا
ہمچو اعرابی کہ آب از چہ کشید	آب حیواں از رخ یوسف چشید	جیسے اعرابی لب چہ پر گیا	آب حیواں حسن یوسف سے پیا
رفت موسیٰ کاتشے آرد بدست	آتشے دید او کہ از آتش برست	جیسے موسیٰ لینے آتش کو گیا	دیکھی آتش اور آتش سے چھٹا
جست عیسیٰ تا رہد از دشمناں	بردش آں جستن بچارم آسماں	بھاگا عیسیٰ تا نہ پائیں دشمناں	بھاگنے سے پہونچا وہ تا آسماں
دام آدم خوشۂ گندم شدہ	تا وجودش خوشۂ مردم شدہ	دانہ گندم ہوا آدم کا دام	خوشۂ مردم ہوا آدم تمام
باز آمد سوئے دام از بہر خور	ساعد شہ یابد و اقبال و فر	دام میں جو باز طمع سے پھنسا	بیٹھا دست شاہ پر بعد از جفا
طفل شد مکتب پئے کسب ہنر	بر امید مرغ با لطف پدر	سیکھتے ہیں لڑکے مکتب میں ہنر	باپ کے اقرار دینے مرغ پر
پس ز مکتب آں یکے صدرے شدہ	ماہیانہ دادہ بدرے شدہ	پڑھ کے مکتب سے تو وہ عامل ہوا	ماہیانہ دے کے مہ کامل ہوا

سلہ بولا وجہ الخ۔ اشعر اعرابی نے کہا کہ میں بندگ ہوں جبکہ تم بزرگی مجھ کو دو اور بغیر بندگی کے تم مجھے پیچھے رکھو اے لوگوں تمہاری شکل میں سروری ہے اور تمہارا کرو فر یکتا ہے زر سے برتری اے تمہارا جلوہ ایک دیدار ہے اور تم پر قربان سو دینار ہیں اے تم سب جو ینظر بنور اللہ یعنی دیکھنے والے ساتھ نور اللہ کے اور حق سے بخشش کے واسطے آئے ہو تاکہ تم وہ نظر کی کیمیا ڈالو مس وجودوں پر بشر کے میں غریب آیا یہاں بیابان سے تا مجھ پر لطف کرے وہ شاہ جہاں بوے لطف اسکی بیابان میں گئی ریگ کے ذروں نے اس سے جان پائی یعنی بیابان دنیا میں بوے لطف خلیفہ گئی اور موجودات جہان اُس سے زندہ ہوئی واضح ہو کہ اعرابی عقل رہبری نفس مطمئنہ سے بسبب جان کو کہ عالم باطن میں درِ دولت جناب رسول مقبول صلعم پر پہونچا اور وہاں یہ گفتگو کرتا ہے میں درم کے واسطے یہاں آیا جبکہ پہونچا جان مست دیدار کی ہوئی مثال فرماتے ہیں جیسے نانبائی کے پاس کوئی نان لینے گیا اور نانوائی کا حسن دیکھکر عاشق ہوگیا ایک سیر گلستان کو گیا اور سیر حسن باغبان کی کرنے لگا جیسے اعرابی آب لینے چاہ پر گیا اور حسن یوسف کا آب حیوان پیا جیسے موسیٰ علیہ السلام آتش لینے کو گئے آتش دیکھی اور آتش سے چھٹے یا عیسیٰ علیہ السلام بھاگے کہ تا دشمن نہ پائیں اور بھاگنے سے آسمان تک پہونچے یا دانہ گندم آدم علیہ السلام کا دام ہے اور آدم علیہ السلام بالکل خوشۂ مردم ہوے یعنی آدم علیہ السلام نے وہ گندم کھایا کہ یہ سب مردم اُس دانہ سے پیدا ہوے مثل خوشہ کے گویا وہ گندم بالکل عشق کا اسرار تھا یا دام میں جو باز بطمع طعمہ پھنسا اور دست شاہ پر بعد جفا کے بیٹھا یا لڑکے مکتب میں سیکھتے ہنر باپ کے مرغ دینے کے اقرار پر مکتب سے پڑھکر تو وہ عامل ہوا ماہیانہ اُستاد کو دے کر مہ کامل ہوا یعنی لڑکے نے مکتب میں ہنر سیکھا باپ اقرار پر ایک مرغ کے اور انجام میں ہزار روپیہ کی عامل پر نوکر ہوے چنانچہ آگے لوہ مثالیں ہیں فافہم ۲۔

آمدہ عباس حرب از بہر کیں	بہر قمع احمد و استیز دیں	آئے تھے عباسؓ لڑنے کے تئیں	تا محمد کا کریں تخریب دیں
گشت دیں را تا قیامت پشت و داو	در خلافت او و فرزندان او	تا قیامت ہو گئی دیں کی پناہ	وہ و فرزند آئے انکے دیں کے شاہ
آمدہ عمرؓ بحرب مصطفیٰ	تیغ در کف بستہ پس شا قبا	مصطفیٰ کے قتل کو آئے عمرؓ	تیغ لیکر ہاتھ میں باندھے کمر
گشت اندر شرع امیر المومنیں	پیشوا و مقتدائے اہل دیں	ہو گئے دیں کے امیر المومنین	پیشوا و مقتدائے اہل دیں
آں علف کش سوئے بیشہ آنہا شدہ	بیخبر بر گنج ناگہ پا زدہ	گھانس والا ایک جنگل کو گیا	ناگہاں اُس کو خزینہ مل گیا
تشنہ آمد سوئے جوئے آب خور	دید اندر جوئے خود عکس قمر	آب کو تشنہ گیا اک نہر پہ	دیکھا اُسنے نہر میں عکس قمر
من بدیں در طالب چیز آمدم	صدر گشتم چوں بدہلیز آمدم	آیا اس در پہ میں طالب چیز کا	یہ بنی چوکھٹ صدر میں اک بن گیا
آب آوردم بہ تحفہ بہر ناں	بوئے ناں بردم تا صدر جہاں	آب تحفہ کو میں لایا بہر ناں	خواہش ناں لائی تا صدر جہاں
ناں برون راند آدمی را از بہشت	ناں مرا اندر بہشتے در سرشت	لائی ہے آدم کو جنت سے یہ ناں	لیگئی جنت میں مجکو ہے یہ ناں
رستم از آب و ز ناں ہمچوں ملک	بیغرض گردم درین دور فلک	جوں فرشتہ آب و ناں سے میں چھٹا	بے غرض دور فلک ہیں میں ہوا
بیغرض نبود بگردش در جہاں	غیر جسم و غیر جان عاشقاں	بے غرض ہے کون عالم میں بھلا	عاشقوں کے جسم و جاں کے سوا

در بیان آنکہ عاشق دنیا بر مثال عاشق دیواریست کہ بر و آفتاب تافتہ

بیان اسکے کہ عاشق دنیا مثل اس عاشق دیوار کے ہے کہ دیوار تابش

لے آئے تھے عباس الخ یہ شعر حضرت عباس رضی اللہ عنہ لڑنے کو آئے تھے کہ تا دین احمدؐ کو خراب کریں پس قیامت تک وہ دین کے پشت پناہ ہو گئے اور وہ اور اُن کے فرزند دین کے بادشاہ ہوے مصطفیٰ کے قتل کو آئے عمرؓ اور ہاتھ میں تیغ لیکر کمر باندھے وہ دین کے امیر المومنین ہو گئے اور پیشوا مقتدا اہل دین کے ہوے ایک گھاس والا جنگل کو گیا ناگاہ اُسکو خزانہ مل گیا ایک تشنہ آب لینے نہر پر گیا اُس نے نہر میں عکس قمر کو دیکھا یعنی میں اس در دولت پر باعث حصول دنیا آیا تھا اور مجھ کو دین نصیب ہو گیا یعنی خداوند عالم جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے بموجب آیۂ کریمہ یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید یعنی فعل کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے اور حکم کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے چنانچہ آگے رجوع بقصہ ہے فافہم ۱۲ سلہ آیا اس در پہ الخ شعر میں ایک چیز کا طالب ہو کر اس در پہ آیا چوکھٹ پر ہی اور صدر بن گیا آب براہ تحفہ نان کے واسطے لایا اور خواہش نان صدر جہاں تک مجھے لائی آدم علیہ السلام کو یہ نان جنت سے لائی اور مجھ کو یہ نان جنت میں لے گئی اور فرشتہ کے مانند میں آب و نان سے چھٹا اور دور فلک میں بے غرض میں ہوا عالم میں کون بھلا بے غرض ہے عاشقوں کی جسم و جان کے سوا یہ کُل کے عاشق نہیں ہیں جزو کے ہیں جو کُل سے یہ مشتاق جزو کے محروم ہیں جو کہ ایک جزو و عاشق جزو کا ہے تو اُس کا معشوق جلد اپنی کل میں ملے وہ احمق بے خبر کا بندہ ہوا کف غرق ہوا اور وہ عاجز رہا یعنی یہ بوالہوس و عاشقان مجازی جزو کے عاشق ہیں و عاشق حقیقی نہیں ہیں جب کہ جزو معشوق اُس کا اپنے کل میں ملا اور فنا ہوا یہ محروم رہے پس عاشق کل کا ہونا چاہیے کہ کل ہمیشہ قائم ہے اُس کا عشق بھی قائم ہے چنانچہ عشق مجازی کا حال مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ منہ

وجہد گرد تا فہم کند کہ این تاب از دیوار
نیست از آفتاب است از آسمان چہارم
لاجرم کلی دل ان دیوار نہاد چوں پے تو آفتاب
با آفتاب پیوست او محروم ماند و حیل بینہم و
بین ما یشتہون

آفتاب سے چمکتی ہے وہ شخص نہیں جانتا ہے
کہ یہ تابش آفتاب چوتھے آسمان کی ہے دیوار
کی جبکہ آفتاب چھپا اور تابش اسکی جاتی رہی
تو یہ محروم رہا و حیل[1] بینہم و
بین ما یشتہون

عاشقان کل نہ این عشاق جزو — ماند از کل آنکہ شد مشتاق جزو
چونکہ جزوے عاشق جزوے شود — زود معشوقش بہ کل خود رود
ریش گاؤ بندۂ غیر آمد او — غرقہ شد کف ضعیفی در رہ او
نیست حاکم تا کند تیمار او — کار خواجہ خود کند یا کار او
فاذن بالحرۃ لی این شد مثل — فاسرق الذرۃ بدیں شد منتقل
بندۂ کز خواجہ شد او ماند زار — بوے گل شد سوے گل او ماند خار
ہمچو آں ابلہ کہ تاب آفتاب — دیدہ بر دیوار و حیراں شد شتاب
عاشق دیوار شد کایں ہا ضیاست — بیخبر کایں عکس خورشید سماست
چوں باصل خویش پیوست آں ضیا — دید دیوار سیہ ماندہ بجا
او بماندہ دور از مطلوب خویش — سعی ضائع رنج باطل پاے ریش

کل کے نے عاشق ہیں عشاق جزو — کل سے ہیں محروم یہ مشتاق جزو
جبکہ عاشق جزو کا اک جزو ہی — جلد معشوق اسکا کل میں جا ملے
احمقی سے غیر کا بندہ ہوا — ہوگیا کف غرق و عاجز و بینوا
[1] وہ نہ حاکم ہے کہ تابخشش رکھے — کام خواجہ کا و یا اپنا کرے
گر زنا کرتا ہے تو حرہ سے کر — اور جو چرتا ہے تو چرا لعل و گہر
بندہ خواجہ سے ملا عاشق بنجی — بوے گل گل سے ملی وہ مثل خار
مثل احمق کے کہ تاب آفتاب — دیکھ دیواروں پہ حیراں ہو شتاب
تاب پر دیوار کے عاشق ہوا — یہ نہ جانا عکس ہے خورشید کا
اصل سے جو نور اپنی مل گیا — دیکھا دیواروں کو تیرہ بدنما
دور وہ مطلوب سے اپنے رہا — ضائع کوشش رنج باطل ہوگیا

[1] وہ نہ حاکم ہے ان شعر وہ معشوق، حاکم نہیں ہے تاکہ بخشش رکھے اور کام خواجہ کا و یا اپنا کرے اور اگر زنا کرتا ہے تو حرہ سے کر اور اگر چرا تا ہے تو لعل و گہر چرا کیونکہ جب لونڈی خواجہ سے ملے تو عاشق خار ہے یعنی جزو مقید اور کل مطلق ہے پس تو عشق کرتا ہے تو مطلق سے کر کہ رنج فراق میں تو گرفتار نہ ہو مثال فرماتے ہیں مثل احمق کے کہ تاب آفتاب کی دیوار پر دیکھے اور حیران ہووے دیوار کی تاب پر وہ عاشق اور نہ جانا کہ یہ عکس ہے خورشید کا آب کو لو، اپنی اصل سے مل گیا تو دیوار کو سیاہ و بدنما دیکھا وہ دور اپنے مطلوب سے رہا کوشش ضائع ہوئی اور رنج باطل ہوا یعنی امرد و نسواں پر جو یہ حسن ظاہر معلوم ہوتا ہے یہ تاب شمس معنی کا ہے جبکہ وہ عکس آفتاب معنی کا گم ہو جاتا ہے تو وہی صورت خوب زشت دکھائی دیتی ہے پس اہل نظر کو چاہیے کہ پرتو حسن صورت سے آفتاب معنی کو چاہے جب کہ نظر کل پر پہونچے پھر جزو سے اس کو کب تسکین ہو اور جو اس جزو پر رہا آخر کار ہمیشہ حرمان نصیبی میں پڑا رہا عیاذا باللہ مثال دوسری آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔
[1] یعنی حیلہ کیا گیا درمیان ان کافروں و درمیان اُن خواہشوں کے کہ کرتے تھے ایمان سے ۱۲۔

ہمچو صیادے کہ گیرد سایۂ	سایہ کے گردد ورا سرمایۂ	جیسے اک صیاد پکڑے سائے کو	سایہ سے کب اسکو حاصل سود ہو
سایۂ مرغے گرفتہ مرد سخت	مرغ حیراں گشتہ بر شاخ درخت	مرد پکڑے سخت سایہ مرغ کو	مرغ حیراں شاخ پر پس اُس سے ہو
کیں مدمغ بر کہ می خندد عجب	اینت باطل اینت پوشیدہ سبب	کس پہ اے احمق تو خوش ہوتا ہے آپ	ہے ترا باطل و پوشیدہ سبب
ور تو گوئی جزو پیوستہ کل ست	خار می خور خار مقرون گل ست	گر تو کہوے جزو واصل کل سے ہے	خار کھا تو خار پاس گل کے ہے
جزو دیگر نیست پیوستہ بہ کل	ور نہ خود باطل بدی بعث رسل	نے ملا ہے جزو کٹ وہ ہے بے کل	ورنہ باطل ہوتا اظہار رسل
چوں رسولاں از پے پیوستن اند	پس چہ پیوندند شاں چوں یک تن اند	جو رسول آئے ملانے کے لیے	کیا ملائیں جو یہ سب اک تن ہوئے
ایں سخن پایاں ندارد اے غلام	زانکہ جزئے سخت داردیں کلام	یہ سخن بے انتہا ہے اے غلام	کہ کشش رکھتا ہے سخت اب یہ کلام

سپردن عرب ہدیۂ خود را بغلامان خلیفہ وشرح آں

سپرد کرنا اعرابی کا تحفہ اپنے کو ساتھ غلامان خلیفہ کے اور شرح اُس کی

شرح کن حال عرب اے با نظام	روز بیگہ شد حکایت کن تمام	حال اعرابی میں اب کر تو کلام [۵۲]	وقت جاتا ہے حکایت کر تمام
با نقیباں حال خود را آں عرب	چوں بگفت و دید ہنگام طلب	حال اعرابی نے درباں سے کہا	اور طلب کا دیکھا ہنگامہ بپا
آں سبوئے آب را در پیش داشت	تخم خدمت را دراں حضرت بکاشت	آگے اُس پانی کے مٹکے کو رکھا	اور کیا خدمت کو درگہ میں ادا
گفت ایں ہدیہ بر سلطاں برید	سائل شہ را ز حاجت وا خرید	بولا سلطاں کو یہ تحفہ جاکے دو	شاہ سے حاجت میری حاصل کرو
آب شیریں و سبوئے تیز بو	زاب بارانے کہ جمع آمد بگو	آب شیریں اور سبو خوش رنگ ہے	آب باراں ہے گڑھوں میں جو رہے

۵۱ جیسے ایک صیاد الخ، شعر جیسے ایک صیاد سایہ کو پکڑے پس سایہ سے کب فائدہ حاصل ہو مرد سایہ مرغ کو سخت پکڑے اور مرغ شاخ پر اس سے حیران ہو کس پر اے احمق تو خوش ہوتا ہے یہ تیرا سبب باطل و پوشیدہ ہے اگر تو یہ دلیل کہے کہ جزو کل سے واصل ہے جواب یہ ہے کہ تو خار کھا کیونکہ خار بھی گل سے ملا ہوا ہے ورنہ بیکار ہے اظہار رسولوں کا جو رسول ملانے کے لیے آئے ہیں جب یہ سب ایک تن ہوئے تو کیا دونوں یعنی سب جزو ایک صورت پر کل سے نہیں ملے ہوئے ہیں کہ ہر کوئی جزو سے کل کو پالے پھر نبی اللہ ہر قسم کی ہدایت کیوں کہتے ہیں اور وصول الی آخرہ طریقہ مختلفہ سے کاہے کو ہوتا پس مرشد کی رائے پر چلنا بہتر ہے نہ اپنی رائے پر بقول خواجہ حافظ سہ بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید، کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا، یہ بات بے انتہا ہے فافہم ۱۲ ۵۲ حال اعرابی میں الخ، شعر حال اعرابی میں جو کلام کر وقت جاتا ہے حکایت تمام کر اعرابی نے حال دربانوں سے کہا اور طلب کا دیکھا ہنگامہ برپا اُس پانی کے مٹکے کو آگے رکھا اور خدمت کو درگاہ میں ادا کیا اور کہا یہ تحفہ سلطان کو جا کر دو اور شاہ سے میری حاجت کو کہو یہ آب شیریں اور سبو خوش رنگ ہے اور آب بارش کا ہے کہ جو گڑھوں میں رہ جاتا ہے یعنی آب بارش فیضان الٰہی ہے کہ جو دل قابل میں بھرا رہ جاتا ہے اور طہارت دل مگر طالب کی اسی آب سے ہوتی ہے چنانچہ آگے اس کا بیان ہے فافہم ۱۲

خندہ می آمد نقیباں را ازاں	لیک پنہاں کردہ آنرا ہمچو جاں	سنکے یہ دربان اُس سے ہنس پڑے	پر قبول اُسکو کیا جو جان کے
زانکہ لطف شاہ خوب باخبر	کردہ بود اندر ہمہ ارکان اثر	کیونکہ لطف شاہ ذی اخلاق کا	اُنکے اعضا میں اثر کل رکھتا تھا
خوئے شاہاں در رعیت جا کند	چرخ اخضر خاک را خضرا کند	خوئے شہ کرتی رعیت میں اثر	چرخ اخضر سے زمیں ہی سبز تر
شہ چو حوضے دان حشم چوں لولہا	آب از لولہ رود در گولہا	شاہ مثل حوض ٹوٹی اہلکار	پانی ٹوٹی سے بھرے کوزوں میں بار
چونکہ آب جملہ از حوضیست پاک	ہر یکے آبے دہد خوش ذوقناک	جبکہ پانی حوض میں سب پاک ہے	بامزا ہر راہ سے وہ آب دے
ور دراں حوض آب شورست و پلید	ہر یکے لولہ ہماں آرد پدید	گر نجس ہی آب حوض اور شور ہے	آب وہ ہر ایک ٹوٹی سے بہے
زانکہ پیوستست ہر لولہ بحوض	خوض کن در معنی ایں حرف خوض	کیونکہ ہر ٹوٹی ملی ہی حوض سے	غور کر معنی میں جائے غور ہے
لطف شاہنشاہ جانِ بے وطن	چوں اثر کردست اندر کل تن	لطف شاہنشاہ جاں بے باطنا	خاک تن میں کیوں اثر پیدا کیا
لطف عقل خوش نہاد خوش نسب	چوں ہمہ تن را در آرد در ادب	لطف عقل خوش بنا و نیک خو	کیوں ادب میں لایا سارے جسم کو
عشق شنگ بیقرار و بے سکوں	چوں در آرد کل تن را در جنوں	عشق شوخ بیقرار و بے سکوں	خاک تن کو لایا کیوں در جنوں
لطف آب بحر کو چوں کوثر است	سنگ ریزہ اش جملہ دُر و گوہر است	لطف آب بحر جو کوثر سا ہے	ریگ کیسے وہ دُر و مرجان ہے
ہر ہنر کاستا بداں معروف شد	جان شاگردش بداں موصوف شد	جس ہنر میں اُستا معروف ہو	اسمیں شاگردوں کی جاں موصوف ہو
پیش اُستاد اصولی ہم اصول	خواند آں شاگرد چست با حصول	آگے اُستاد اصولی کے اصول	پڑھتے ہیں شاگرد کرتے ہیں وصول
پیش اُستاد فقیہ آں فقہ خواں	فقہ خواند نے اصول و نے بیاں	آگے اُستاد فقیہ کے فقہ خواں	فقہ پڑھتے نے اصول و نے بیاں
پیش اُستادے کہ او نحوی بود	جان شاگردش ز آں نحوی شود	آگے اُستا کے کہ جو نحوی ہے وہ	جان شاگردوں کی نحوی اس سے ہو
باز اُستادے کہ آں محو رہ است	جان شاگردش ز آں محو شہ است	پھر وہ اُستا کہ وہ محو راہ ہے	جان شاگرد اس سے محو شاہ ہی
زیں ہمہ انواع دانش روز مرگ	دانش فقرست زاد راہ و برگ	ہر قسم کی عقل یہ تا مرگ ہے	عقل فقر اک وہ کی ساز و برگ ہے

ف۱ سن کے اِن شعر دربان یہ سنکے اُس کے ہنس پڑے لیکن قبول اس کو کیا مانند جان کے یعنی وہ آب اُس کا جان تھا کہ سبوے وجود میں بھرا تھا اور خرقہ بندے کا وہ پہنے ہوئے تھا کیونکہ لطف بادشاہ ذی اخلاق کا اُن دربانوں کے اعضا میں اثر رکھتا تھا آگے مثال فرماتے ہیں بادشاہ کی عادت رعیت میں اثر کرتی ہے آسمان سبز سے زمین سبز تر ہے شاہ مثل حوض کے ہے اور اہلکار مثل ٹونٹی کے ہے اور پانی ٹونٹی سے کوزہ میں ٹھہرتا ہے جبکہ پانی حوض میں سب پاک ہے تو آب بامزہ ہر ایک ٹونٹی سے وہ دے اور اگر آب حوض میں شور و نجس ہے تو وہی آب ہر ایک ٹونٹی سے بہے گا کیونکہ ہر ایک ٹونٹی حوض سے ملی ہے غور کر معنی میں تو کہ جائے غور ہے پس جس کسی کے کہ کلام و نظروں میں اثر ہے جان لو کہ اُسکی جان پاک و لطیف ہے چنانچہ اسکا بیان آگے ہے فافہم ف۲ لطف شاہنشاہ الخ دو شعر لطف بادشاہ جان نے باطنا کیوں خاک تن میں اثر پیدا کیا ہے اور لطف عقل خوش نہاد و نیک خو کیوں تمام جسم کو ادب میں لایا ہے اور عشق شوخ بیقرار و بے سکوں خاک تن کو جنوں میں کیوں لایا لطف آب بحر جان جو مانند کوثر کے ہے وہ ریگ رکھتا ہے دُر و مرجان سے اُستاد جس ہنر میں معروف ہو اسمیں شاگرد کی جان موصوف ہو باقی بیان آگے ہے فافہم ۱۲ ف۳ آگے اُستاد الخ ۵ شعر آگے اُستاد اصولی کے علم اصول شاگرد پڑھتے ہیں اور وصول کرتے ہیں آگے اُستاد فقیہ کے فقہ پڑھتے ہیں نہ علم اصول و بیان آگے اُستاد نحوی کے جان شاگردوں کی نحوی ہوتی ہے پھر وہ اُستاد کہ محو راہ ہے جان شاگرد کی اُس سے محو شاہ ہے یعنی مرشد ہر قسم کی یہ عقل مرگ تک ہے مگر عقل فقہ کی توشہ راہ آخرت ہے یعنی جس حوض وجود میں جیسا آب جان ہے ویسا ہی دوسرے کو نفع پہونچیگا پس جس مرشد میں محویت ہے مرید کو محویت حاصل ہوگی چنانچہ علم ظاہر و علم باطن کی آگے بحث مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ –

ماجرائے مرد نحوی در کشتی باکشتیباں و جواب دادن او

جھگڑا اگر نام نحوی کا کشتی میں کشتیباں سے اور جواب دینا اسکا

آں یکے نحوی بکشتی در نشست / رو بکشتیباں نمود آں خود پرست
گفت ہیچ از نحو خواندی گفت لا / گفت نیم عمر تو شد بر فنا
دل شکستہ گشت کشتیباں ز تاب / لیک آں دم گشت خاموش از جواب
باد کشتی را بگردابے فگند / گفت کشتیباں بآں نحوی بلند
ہیچ دانی آشنا کردن بگو / گفت نے اے خوش جواب خوبرو
گفت کل عمرت اے نحوی فناست / زانکہ کشتی غرق در گردابہاست
محو می باید نہ نحو اینجا بداں / گر تو محوی بے خطر در آب راں
آب دریا مردہ را بر سر نہد / ور بود زندہ ز دریا کے رہد
چوں بمردی تو ز اوصاف بشر / بحر اسرارت نہد بر فرق سر
ایکہ خلقاں را تو خر می خواندۂ / ایں زماں چوں خر بریں یخ ماندۂ
گر تو علامہ زمانی در جہاں / نک فنائے ایں جہاں بیں ایں زماں
مرد نحوی را ازاں در دوختیم / تا شما را نحو محو آموختیم
فقہ فقہ و نحو نحو و صرف صرف / در کم آمد یابی اے یار شگرف

ایک[1] نحوی بیٹھا کشتی میں جو آ / اور کشتیباں سے یہ کہنے لگا
نحو کچھ تو نے پڑھی ہے بولا نے / بولا عمر آدھی گئی اب تجھ سے ہی
کھا کے کشتیباں ازبس پیچ و تاب / چپ رہا اور نے دیا اس دم جواب
کشتی اک گرداب میں آکر پھنسی / بولا کشتیباں نحوی سے اجی
پیرنا کچھ جانتا ہے تو کہو / بولا نے اے خوش جواب خوبرو
بولا تیری عمر نحوی کل گئی / کیونکہ کشتی غرق گرداب ہوئی
محو اس جا چاہیے نے نحو جاں / محو گر ہے آب پر ہو تو رواں
آب دریا سر پہ مردہ کو رکھے / گر ہو زندہ کب وہ دریا سے بچے
گر تو اوصاف بشری سے مرے / بھید کا دریا تجھے سر پر رکھے
اے[2] جو تو مخلوق حق کو خر کہے / اب تو اس کیچڑ میں مثل خر پھنسے
گر تو علامہ زمانہ کا ہے یاں / اس جہاں کی تو فنا دیکھ اس زماں
مرد نحوی کا بیاں ہوا اسلیے / محو کی تا نحو سکھلاؤں تجھے
فقہ فقہ و نحو نحو و صرف صرف / گم ہوا تو محو ہو یار شگرف

[1] ایک نحوی الخ ۹ شعر ایک نحوی جو کشتی میں آکر بیٹھا کشتیبان سے کہنے لگا کہ تو نے کچھ نحو پڑھی ہے کہا کہ نہیں پس کہا کہ تیری آدھی عمر برباد گئی کشتیبان پیچ و تاب کھا کر چپ ہو رہا اور کچھ اُس کو جواب نہ دیا جبکہ کشتی گرداب میں پھنسی تو کشتیبان نے کہا تو پیرنا جانتا ہے نحوی بولا نہیں کشتیبان نے کہا کہ تیری کُل عمر گئی کیونکہ کشتی غرق گرداب ہوئی اس جا محو چاہیے نہ نحو اگر محو ہے آب پر تو رواں ہو آب دریا کا سر پر مردہ کو رکھے اگر زندہ ہو کب وہ دریا سے بچے اگر اب تو اس اوصاف بشری سے مرے تو دریائے راز تجھ کو سر پر رکھے یعنی علم ظاہر سے علم باطن بہتر ہے پس اس زندگی ظاہری سے تو خود کو مار کہ زندگی جاودانی تجھ کو ملے جیسے کہ مردہ کو آب دریا سر پر رکھتا ہے اسی طرح تجھ کو بظاہر مردہ ہم بہ باطن دریا سر پر رکھے گا اور وہ مرنا محویت ہے ساتھ حق کے اور جب کہ محویت ہوتی ہے تو یہ حال اس دریا میں کہ جس کا یہ قطرہ ہے مل جاتی ہے چنانچہ اسکا حال ہم نے پیچھے لکھا ہے فافہم ۱۲ [2] اے جو تو الخ ۴ شعر اے جو تو مخلوق کو خر کہتا ہے تو خود اس کیچڑ میں مثل خر کے پھنستا ہے اگر تو یہاں علامہ زمانہ کا ہے تو اس وقت اس جہاں کی فنا دیکھ مرد نحوی کا بیان اس لیے ہے کہ تا تجھے محو کی نحو سکھلائے فقہ فقہ و نحو نحو و صرف صرف گم ہو تو محویت حاصل کر یعنی فقہ کو فقہ دے و نحو کو راستہ بتا و صرف کو خرچ کر اور محویت تو حاصل کر کہ علم ظاہر سے باطن کا علم بہتر ہے آگے رجوع بقصہ ہے فہم من فہم ۱۲

آن سبوی آب دانشہای ماست / وان خلیفہ دجلۂ علم خداست
ما سبوہا پر بدجلہ مے بریم / گر نہ خر دانیم ما خود را خریم
آن عرب باری بدان معذور بود / کو ز دجلہ غافل و بس دور بود
گر ز دجلہ باخبر بودے چو ما / او نبردے آن سبو را جا بجا
بلکہ از دجلہ اگر واقف بُدے / آن سبو را بر سر سنگے زدے
آن سبوے تنگ یعنی ناموس ننگ / شد حجاب بحر زن او را بسنگ

دانش اپنی ہے وہ مٹکا آب کا / ہے خلیفہ دجلہ اک علم خدا[۱]
پر سبو لیجائیں دجلہ پر اگر / خر نہ جانے آپکو ہم خود ہیں خر
وہ عرب اس بات سے معذور تھا / کیونکہ دجلہ سے وہ غافل دور تھا
ہوتا اگر دجلہ سے ہم سا باخبر / کسلیے مٹکے کو لے جاتا اودھر
بلکہ واقف ہوتا دجلہ سے اگر / مارتا مٹکے کو اپنے سنگ پر
اُس ترے مٹکے میں پُر ہے نام ننگ / ہے حجاب بحر مار اُسکو بسنگ

قبول کردن خلیفہ ہدیہ او عطا فرمودن با کمال بے نیازی ازاں ہدیہ

قبول کرنا خلیفہ کا اُسکے تحفہ کو اور بخشش کرنا بسبب کمال بے نیازی کے اُس تحفہ سے

چون خلیفہ دید و احوالش شنید / آن سبو را پر ز زر کرد و خرید
داد بخششہا و خلعتہای خاص / آن عرب را کرد از فاقہ خلاص
پس نقیبے را بفرمود آن قباد / آن جہان بخشش و آن بحر داد
کین سبو پُر زر بدست او دہید / چونکہ واگردد سوے دجلش برید
از رہ خشک آمدست و از سفر / از رہ دجلش بود نزدیک تر
چون بکشتی در نشیند رنج راہ / خود فراموشش شود ایں جایگاہ

جو خلیفہ نے سُنا اُسکا یہ حال[۲] / کردیا زر سے سبو کو مالا مال
اس نے بخشش کی و خلعت اور دیا / مرد کو فاقہ سے فارغ کردیا
پس کہا درباں سے اُس شاہ نے / اس جہاں بخش اور والا جاہ نے
زر سے مٹکا اُسکو لب تک بھر کے دو / جائے تو دجلہ کی جانب لیجاؤ
تاکہ راہ خشک سے کرکے سفر / راہ دجلہ اُسکو ہو نزدیک تر
بیٹھے گر کشتی میں رنج راہ کو / بھول جائے اور وہ خورسند ہو

ل۱ دانش اپنی ہے الخ یہ شعر مٹکا آب کا اپنی دانش ہے اور خلیفہ دجلہ علم خدا ہے اگر دجلہ پر مٹکا بھر پانی لے جائیں اور اپنے کو گدھا نہ جانیں تو ہم گدھے ہیں یعنی علم خدا کے مقابل میں اپنی عقل ناقص کا اظہار گدھاپن ہے اور وہ عرب اس بات سے معذور رہا کیونکہ دجلہ سے اُسکو خبر نہ تھی اگر وہ دجلہ سے ہم سا خبردار ہوتا تو مٹکا بھر پانی کیوں اُدھر لیجاتا بلکہ دجلہ سے اگر واقف ہوتا تو مٹکا پتھر سے پھوڑتا اس تیرے مٹکے میں نام و ننگ دنیا کا بھرا ہے اور پاس بحر کا حجاب ہے تو اُسکو پتھر سے پھوڑ یعنی اس نام و ننگ دنیا کو تو چھوڑ اور دریا میں خود کو محو کرکے نجات ملے آگے مقبولیت کا حال مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ل۲ جو خلیفہ الخ یہ شعر جبکہ خلیفہ نے یہ حال سُنا اُسکے سبو کو زر سے مالا مال کردیا اور بخشش کی و خلعت دیا عرب کو فاقہ سے فارغ کیا اور درباوں سے کہا اُس شاہ جان بخش والا جاہ نے کہ تم زر سے اسکا مٹکا بھر دو اور جائے تو دجلہ کی سمت لیجاؤ خشکی کی راہ سفر کرکے آیا ہے راہ دجلہ اسکو نزدیک ہو اگر کشتی پر بیٹھے تو رنج راہ کو بھول جائے اور خوش ہو یعنی سیر سلوک دو قسم پر ہے ایک سیر بری اور دوسرے سیر بحری سیر عالم خلق کو بری اور سیر عالم امر کو بحری کہتے ہیں اگرچہ سیر عالم خلق کی کسب و ریاضت سے ہے اور اہل استدراج اس سیر میں شریک بسبب کسب کے ہیں مگر سیر عالم امر جبروتی و لاہوتی ہے بے مقبولی و اجازت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہیں ہوتی ہے اور اسی سیر بحری کا نام فقر ہے پس مولانا فرماتے ہیں کہ خلیفہ حق نے جبکہ اس طالب کا سبو تن دولت فقر سے مالا مال کیا تب حکم دیا کہ سیر بحری کرادو گویا اس مقام پر دولت آیات کامل حاصل ہوتی ہے اور اسکو تکملہ کہتے ہیں چنانچہ آگے اسکا حال بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

همچناں کردند او نرش سبو / پس زرو بردند تا دجله د و تو

ویسے ہی کرکے اُسے مٹکا دیا / ندر سے بھر و جلہ تک وہ لیگیا

چوں بکشتی در نشست و دجله دید / سجده می کرد از حیا و می خمید

بیٹھا کشتی میں دجلہ دیکھ و د / سجدہ کرتا تھا بہت شرمندہ ہو

کاے عجب لطف آں شه وہاب را / ویں عجب تر کو ستد آں آب را

کہ عجب لطف اُس شہ وہاب کا / مٹکا اک پانی کا اُس سے لیا

چوں پذیرفت از من آں دریاے جود / اینچناں جنس دغل را زود زود

کیسے اُس بحر کرم نے لے لیا / ایسی کھوٹی جنس کو مجھ سے دلا

کل عالم را سبو داں اے پسر / کاں بود از لطف و خوبی تا بسر

ایک مٹکا سارے عالم کو تو جان / کہ وہ پر ہی لطف و خوبی سے یہاں

قطرۂ از دجلۂ خوبی اوست / کہ نمی گنجد ز پری زیر پوست

دجلۂ خوبی کا قطرہ اُس سے ہی / نہ سمائے پُر سے اندر پوست کے

گنج مخفی بُد ز پری چاک کرد / خاک را تاباں تر از افلاک کرد

گنج مخفی تھا پُری سے پھاڑ کے / خاک روشن تر کرے افلاک سے

گنج پنہاں بُد ز پری جوش کرد / خاک را سلطان اطلس پوش کرد

گنج مخفی تھا پُری سے کرکے جوش / خاک کو سلطان کیا اک سبز پوش

گر بدیدی قطرۂ از دجلۂ خدا / آں سبو را او فنا کردی فنا

حق کے دجلہ سے جو قطرہ دیکھتا / کرتا اُس مٹکے کو وہ بیشک فنا

آنکه دیدندش ہمیشه بیخودند / بیخودانه بر سبو سنگے زدند

جنے دیکھا اسکو ہیں بے خود سدا / بے خودانہ وہ سبو کردے فنا

اے ز غیرت بر سبو سنگے زده / واں سبو ز اشکست کاملتر شده

توڑا غیرت سے سبو کو تو نے جو / بس سبو کامل ہوا ٹوٹے سے وہ

خم شکسته آب ازاں نا ریخته / صد درستی زیں شکست انگیخته

ٹوٹے مٹکا اُس سے نے پانی گرے / سو بھلائی اُس بُرائی سے اُٹھے

جزو جزو خم برقص ست و بحال / عقل جزوی را نموده ایں محال

رکھتا ہی جز جز سبو کا وجد حال / عقل جزوی کو دکھائے یہ محال

نے سبو پیدا دریں حالت نه آب / خوش ببیں واللہ اعلم بالصواب

نے سبو اس حال میں پیدا نہ آب / خوب دیکھ واللہ اعلم بالصواب

چوں در معنی زنی بازت کنند / پر فکرت زن کہ شہبازت کنند

تو در معنی بجائے ہووے باز / فکر سے اوڑ تا بنائے شاہبازانہ

پر فکرت شد گل آلود و گراں / زانکه گل خواری ترا گل شد چو ناں

فکر کا پر تیرا گل سے ہے بھرا / مثل روٹی گل تو کھاتا ہی سدا

ناں گل ست و گوشت کمتر خور ازیں / تا نمانی ہمچو گل اندر زمیں

گوشت روٹی گل ہے کم کھا ایں / تا نہ رہوے مثل گل اندر زمیں

ف ویسے ہی کہنے الخ یعنی اسکو مٹکا ویسے ہی زر سے بھر کے دیا اور دجلہ تک لے گیا جبکہ وہ کشتی میں بیٹھا اور دجلہ کو گیا بہت شرمندہ ہوکر سجدہ کرتا تھا کہ عجیب لطف ہے اُس شاہ وہاب کا کہ اُسنے ایک مٹکے پانی کو لیا اُس طرح اس بحر کرم نے لیلیا ایسی کھوٹی جنس کو مجھ سے یعنی وہ شاہ کریم اس قدر آب شیریں دجلہ رکھتا ہے اور مجھ سے ایک مٹکا آب شیریں کا قبول کرلیا محض اُسکا کرم ہے ورنہ اُسکے نزدیک اس تحفے کی کیا اصل ہے چنانچہ مولانا اسکے حقائق آگے بیان فرماتے ہیں تو سارے عالم کو ایک مٹکا جان کہ وہ لطف و خوبی سے بھلا پر ہے دجلہ خوبی حق کا ایک قطرہ بسبب پُری کے پوست کے اندر سما نہیں سکتا ہے پس وہ گنج مخفی تھا کہ بسبب پُری کے پھاڑ کر خاک کو افلاک سے روشن تر کردیا ایک گنج مخفی تھا بسبب پری کے جوش کرکے خاک کو ایک سلطان سبز پوش کردیا اگر ایک قطرہ حق کا دیکھتا وہ دیکھتا بیشک اس مٹکے کو فنا کرتا یعنی جیسے کہ زمین کے مٹکے میں گنج مخفی بھرا تھا اور آخرکار یہ راز جہاں اس سے ظاہر ہوا اسیطرح اگر دجلہ ذات کا ایک قطرہ دیکھتا مٹکے وجود کو پھوڑتا چنانچہ آگے اسکا بیان ہے فافہم سے جس نے دیکھا الخ شعر جسنے اُسکو دیکھا وہ مجذوب ہے سدا اور بیخودوں کے مانند وہ سبو کو دے فنا کے عاشق تو نے جو غیرت سے سبو کو توڑا بس وہ پھوٹنے سے کامل ہوا اور وہ ٹوٹے سبو اور پانی اُس سے نہ گرے اور اُس بُرائی میں سو بھلائی پیدا ہوں جزو جزو سبو کا وجد و حال رکھتا ہے اور عقل جزوی کو یہ امر محال معلوم ہوتا ہے اس حال میں نہ سبو پیدا ہے اور نہ آب تو خوب دیکھ واللہ اعلم بالصواب یعنی بحالت شکستگی دل کیفیت سرور سے دل شکستہ کی زندگی ہے جبکہ نور عرفان اُسکے دل میں پُر ہوتا اور سیر عالم امر کی اُسکو جاری ہوتی ہے اگر تو دروازہ معنی کا بجائے شاہ ہووے اور فکر سے تو اڑتا تا مخصوص شاہبازانہ بنائے تیرے فکر کا پر گل سے آلودہ ہے کیونکہ مثل روٹی کے گل کھاتا ہے یہ گوشت روٹی گل ہے تو اسکو کم کھا تا کہ تو زمین میں مٹی کی طرح نہ رہوے یعنی اگر تو مثل گل کے پیٹ بھر کے کھائیگا جسم تیرا مثل گل کے بعد مردن میت میں رہیگا اور اگر تو غذا نور کی کھائیگا جسم تیرا ہمراہ جان کے روح القدس ہوگا باقی حال آگے ہے فافہم۔

خاک بخوردیم عمرے در غذا | خاک آخر خورد ما را بعد مرا
ایک مدت خاک کی کھائی غذا | خاک نے آخر ہمیں بس کھا لیا

این شراب و این کباب و این شکر | خاک رنگین ست و نقش ای پسر
یہ شراب اور یہ کباب اور یہ شکر | خاک رنگیں نقش ہے وہ اے پسر

چوں گرسنہ میشوی سگ میشوی | تند و بد پیوند و بدرگ میشوی
جب تو بھوکا ہوتا ہے سگ ہوتا ہے | بیحیا بدخلق و بدرگ ہوتا ہے

چوں شدی تو سیر مردار ے شوی | بیخود و بیحس چو دیوار ے شوی
پیٹ جو بھر جائے تو مردار ہو | بیخود و بیحس تو جوں دیوار ہو

پس دمے مردار و دیگر دم سگے | چوں کنی در راہ شیراں خوش تگی
دم میں سگ اک دم میں تو مردار ہے | راہ شیروں کی تو کیونکر چل سکے

آلت اشکار خود جز سگ مداں | کمترک انداز سگ را استخواں
سگ کو تو آلۂ شکار اپنے کا جان | ڈال کم سگ کے تو آگے استخواں

زانکہ سگ چوں سیر شد سرکش شود | کے سوئے صید و شکار خوش رود
ہووے سگ سرکش جب پیٹ اسکا بھرے | دوڑ کم تر وہ شکاروں میں کرے

آں عرب را بینوائی می کشید | تا بداں درگاہ و آں دولت رسید
اُس عرب کو بینوائی لے گئی | تا کہ اُس درگاہ سے دولت ملی

در حکایت گفتہ ایم احسان شاہ | در حق آں بینوائی بے پناہ
اس حکایت میں کہا احسان شاہ | حق میں اُس مفلس کے جو تھے بے پناہ

ہر چہ گوید مرد عاشق بوئے عشق | از دہانش میجہد در کوئے عشق
جو کہ کہوے مرد عاشق بوئے عشق | منہ سے اسکے نکلے اندر کوئے عشق

گر بگوید فقر فقر آید ہمہ | بوئے فقر آید ازاں خوش دمدمہ
فقر کی آئے جو کہوے فقر سے | فقر کی بو آئے اُس خوش مکر سے

ور بگوید کفر آید بوئے دیں | آید از گفت شکش بوئے یقیں
کفر اگر کہوے تو آئے بوئے دیں | آئے شک کی بات سے بوئے یقیں

ور بگوید کژ نماید راستی | اے کژے کہ راست را آراستی
گر کہے کج راستی ہووے عیاں | ایسا کج کہ راست کی ہے با نشاں

کف کژ کز بحر صافی خاستہ است | اصل صاف آں فرع را آراستہ است
کف جو کج کہ اُٹھا بحر صاف سے | شاخ کردی صاف اصل صاف نے

آں کفش را صافی و محقوق داں | ہمچو دشنام لب معشوق داں
پاک صاف اُس کف کو تو سچ جان لے | جیسے گالی خوش لب معشوق سے

گشت این دشنام نامطلوب و | خوش ز بحر عارض محبوب او
بے طلب گالی اُسنے پائی ہے | خوش ہے اسکو بحر رُتبے یار سے

لہ ایک مدت الخ یعنی اشعر آئندہ ایک مدت خلق کی غذا کھائی آخر خاک نے ہم کو کھالیا یہ شراب اور یہ کباب اور یہ شکر ایک نقش ہے خاک رنگیں کا جبکہ تو بھوکا ہوتا ہے سگ ہوتا ہے بیحیا اور بدخلق اور بدرگ ہوتا ہے یعنی بھوک جبتک ہے میں تو ہر ایک کو مثل سگ کے کاٹنے کو دوڑتا ہے اور جبکہ پیٹ بھر جاتا ہے تو مردار ہوتا ہے اور بیخود و بیحس مثل دیوار کے ہوتا ہے یعنی تو غافل ہو کر مثل مردار کے رات بھر پڑا رہتا ہے مانند دیوار کے دونوں صورت میں تو غافل یار سے رہتا ہے اور مثل سگ کے بصورت دنیا طلبی میں بھونکتا پھرتا ہے اور خود کو شیر حق کا جانتا ہے تو ایک دم میں سگ اور ایک دم میں مردار ہے تو راہ شیروں کی کیونکر چل سکے یعنی تو خواہشات دنیا میں سگ و مردار ہے شیران حق کی نقل تو کیوں کرتا ہے سگ آلۂ شکار کا جان اور اُس کے آگے کم ڈال استخوان کیونکہ سگ سرکش ہوتا ہے اگر پیٹ اُس کا بھرے اور شکار پکڑنے میں کم دوڑے یعنی روح اس سگ نفس کو بے کر مصر لے دنیا میں واسطے شکار کرنے معرفت کے آئی ہے اگر سگ نفس خواہشات دنیا سے سیر ہو تو شکار معرفت میں کم کوشش کرے گا اور اگر بھوکا رہے گا تو شکار پکڑنے میں کوتاہی نہ کرے گا عرب کو بینوائی لے گئی یہاں اُس درگاہ سے اُس کو دولت ملی اس حکایت میں احسان بادشاہ کا حق میں اُس مفلس تباہ حال کے ہے یعنی اس حکایت میں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کا حال بیان کیا کہ طالب پر اس طرح حضور نے احسان کر کے خشکی سے راہ تری کو پہونچاتے ہیں جو کہ مرد عاشق کہے بوئے عشق اُس کے منہ سے نکلے اندر کوئے عشق اگر وہ فقر سے کہے فقر تو بوئے فقر اُسکو خوش کرے آئے وہ کفر سے کہے تو بوئے دین آئے شک سے کہے تو بوئے یقین آئے عاشق کج کہے راستی عیاں ہو اس کجی سے راستی کا نشان ملے کف کج بحر صاف سے اُٹھے اصل صاف نے شاخ کو صاف کیا اس کف کو تو پاک صاف جان لے جیسے گالی معشوق کے لب سے خوش معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ گالی اُسنے بے طلب پائی ہے بسبب بحر رتبے یار کے اُسکو خوش لگتی ہے یعنی مرشد سے کہ اصل میں معشوق ہے جو کلام کہ نسبت طالب کے تحت کج کہے اُسکو خوش راست جاننا چاہیے کیونکہ وہ کف دریائے صاف سے پیدا ہوا تو کو نظر طالب کے وحشت معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں وہ صفائی و راستی رکھتا ہے اے طالب تو اسکا بندہ ہو کہ نفع دوسرا تو اس سے پیدا ہو چنانچہ آگے اسکی مثال بیان فرماتے ہیں تمم

زر شکر گر شکل نانے می پزی	طعم قند آید نہ نان چوں می مزی	گر شکر سے شکل روٹی کی پکائے	قند کھائے نہ مزہ روٹی کا پائے
گر بت زریں بیابد مومنے	کے ہلد اورا پے سجدہ کنے	پائے صورت زر کی اک مومن اگر	واسطے سجدے کے کب چھوڑے مگر
بلکہ گیرد اندر آتش افگند	صورت عاریتش را بر کند	بلکہ آتش میں گلائے وہ اسے	عارضی صورت کو اسکی میٹ دے
تا نماند بر ذہب نقش وثن	چونکہ صورت مانع ست و راہزن	شکل بت کی تا نہ اس زر پہ رہے	کیونکہ صورت رہزن ایمان ہے
ذات زرش داد ربانیت ست	نقش بت بر نقد زر عاریت ست	ذات اس زر کی عطائے حق سے ہے	شکل بت کی عاریت اس زر پہ ہے
بہر کیکے تو گلیمے را مسوز	وز صداع ہر مگس مگذار روز	واسطے پسو کے مت کملی جلا	مکھیوں کے رنج سے مت دن گنوا
بت پرستی گر بمانی در صور	صورتش بگذار و در معنی نگر	بت پرست ہے تو جو صورت میں رہے	چھوڑ صورت دیکھ معنی غور سے
مرد حجی ہمرہ حاجی طلب	خواہ ہندو خواہ ترک و یا عرب	حج کی خواہش ہے تو حاجی کر طلب	خواہ ہندو خواہ ترک اور یا عرب
منگر اندر نقش و اندر رنگ او	بنگر اندر عزم و در آہنگ او	تو نہ اسکے رنگ او صورت کو دیکھ	بل ارادہ عزم کو اسکے تو دیکھ
گر سیاہ ہست ہم آہنگ تو است	تو سفیدش خواں کہ ہمرنگ تو است	ہے سیہ پر تیرا ہم آہنگ ہے	کہہ سفید اسکو ترا ہمرنگ ہے
ایں حکایت گفتہ شد زیر و زبر	ہمچو فکر عاشقاں بے پا و سر	اس حکایت کو کہا زیر و زبر	جیسے فکر عاشقاں بے پا و سر
سر ندارد کز ازل بود ست پیش	پا ندارد با ابد بود ست خویش	سر نہ رکھے کہ ازل سے پیش ہے	پا نہ رکھے کہ ابد کا خویش ہے
بلکہ چوں آبست ہر قطرہ ازاں	ہم سرست و پا و ہم بے ہر دو آں	بل ہے مثل آب ہر قطرہ یقیں	ہم سر و پا رکھے ہم دونوں نہیں
حاش للہ ایں حکایت نیست ہیں	نقد حال ما و تست ایں خوش ببیں	حاش للہ یہ حکایت ہے قال	ہے ہمارا اور تمہارا نقد حال
پیش ہر صوفی کہ او با فر بود	ہر چہ آں ماضی ست لا یذکر بود	آگے صوفی کے ہے صاحب مقام	جو کہ ماضی ہے وہ لا یذکر تمام
چوں بود فکرش ہمہ مشغول حال	تا ید اندر ذہن او فکر مآل	جبکہ اسکی فکر ہو مشغول حال	ذہن میں کب لائے وہ فکر مآل

سلہ گر شکر سے الخ، شعر اگر تو شکر سے بشکل روٹی پکائے تو قند کھائے اور مزہ روٹی کا نہ پائے یعنی گو شکر شکل روٹی کی رکھے مگر بوجہ شیرینیت کے مزہ روٹی نہ دے مثال دوسری اگر مومن ایک صورت زر کی پائے واسطے سجدہ کے اس کو کب چھوڑے بلکہ اس کو آتش میں گلائے اور صورت عارضی کو اس کی مٹائے تاکہ اس زر پر شکل بت کی نہ رہے کیونکہ وہ رہزن ایمان ہے ذات اس زر کی بخشش حق سے ہے مگر شکل بت کی اس زر پر عاریت ہے پسو کے واسطے تو کمل نہ جلا اور مکھیوں کے رنج سے تو دن مت کھو اگر تو صورت میں ہے تو بت پرست ہے تو صورت کو چھوڑ اور معنی میں غور کر یعنی روح بے صورت مثل زر کے عطائے حق ہے اور شکل بت کی نفس اس پر قائم ہے اگر تو مومن ہے تو اس شکل بت کو توڑ اور معنی زر کو دیکھ اور پسو نفس کے واسطے اپنی جان کو دوزخ میں نہ جلا چنانچہ اس کی مثال آگے بیان فرماتے ہیں فہم ۵۲ حج کی خواہش الخ شعر اگر حج کی خواہش ہے تو حاجی کے ہمراہ ہو خواہ وہ ہندو یا ترک یا عرب ہو تو اسکی رنگ و صورت کو نہ دیکھ بلکہ ارادہ و عزم کو اسکے دیکھ وہ سیاہ ہے ولیکن تیرا ہم ارادہ ہے تو اسکو سفید کہہ کہ وہ تیرے ہمرنگ ہے یعنی گو بظاہر وہ سیاہ رو ہے مگر معنی میں بسبب تیرے ہم ارادہ ہونے کے روشن ہے پس نظر معنی میں رکھ اور صورت پرستی کو چھوڑ دے اس حکایت کو میں نے گڈمڈ کیا جیسے فکر عاشقوں کی بے سر و پا ہوتی ہے یعنی اس حکایت میں عشق کا بیان ہے چونکہ عشق کی ابتدا و انتہا نہیں ہے اسواسطے اس حکایت کو بھی گڈمڈ کیا ہے کیونکہ عشق سر نہ رکھے کہ ازل سے پہلے ہے اور پا بھی نہ رکھے کہ ابد کا شریک ہے مانند آب کے ہے اور ہر ایک قطرہ اسکا بے سر و پا نہ رکھے اور ہم دونوں نہیں رکھتے حاش للہ یہ حکایت قال ہے ہمارا و تمہارا نقد حال ہے آگے صوفی کے کہ صاحب مقام ہے کہ ماضی ہے وہ لا یذکر تمام ہے یعنی صوفی نقد حالی ہوتا ہے اور حال گذشتہ کو لا ید جانتا ہے یعنی گذشتہ کا کچھ ذکر نہیں کرتا ہے جبکہ اس کی فکر مشغول حال ہو کہ ذہن میں وہ کب لائے فکر مآل کو باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

هم عرب ما هم سبو ما هم ملک	جمله ما یوفک عنه من افک	هم عرب میں هم سبو میں هم ملک	هم مع جمله یوفک عنه من افک
عقل باشد واں زن آں نفس و طمع	ایں دو ظلمانی و منکر عقل و شمع	عقل ہی خاوند زن ہے نفس طمع	یہ دو ظلمانی و منکر عقل و شمع
بشنو اکنوں اصل انکار از چه خاست	زانکه کل را گونه گونه جزوہاست	اب سنو انکار اٹھا کس لیے	کیونکہ کل کا ہر طرح پر جزو ہے
جزو کل نے جزوہا نسبت بہ کل	نے چو بوئے گل که باشد جزو گل	جزو کل نے جزو کے نسبت بہ کل	نے جوں بوئے گل کہ ہووے جزو گل
لطف سبزہ جزو لطف گل بود	بانگ قمری جزو آں بلبل بود	لطف سبزہ جزو لطف گل کا ہے	بانگ قمری جزو اس بلبل کا ہے
گر شوم مشغول اشکال و جواب	تشنگاں را کے توانم داد آب	گر کروں مشکل بیاں و دوں جواب	تشنگوں کو دے سکوں گا کب میں آب
در تو اشکالے بکلی و حرج	صبر کن الصبر مفتاح الفرج	گر تو مشکل جانے کل میں اور حرج	صبر کر الصبر مفتاح الفرج
احتما کن احتما ز اندیشه ها	زانکه شیر اند دریں بیشه ها	کر تو اب پرہیز ان افکار سے	کیونکہ ویرانے میں جیسا شیر ہے
احتما ها بر دوا ها سرور است	زانکه خاریدن فزونی گرست	سروری پرہیز دارو پر رکھے	کیونکہ کھجلانے سے کھجلی ور بڑھے
احتما اصل دوا آمد یقیں	احتما کن قوت جانت ببیں	اصل دارو کی ہوئی پرہیز ہے	پس تو کر پرہیز تا قوت ملے
قابل ایں گفتها شو گوش دار	تا که از زر سازمت من گوشوار	کان رکھ قابل ہو تو اس بات کے	گوشوارہ زر سے ڈالوں ترے
گوشواره چه که کان زر شوی	تا بماه و تا ثریا بر شوی	گوشوارہ کیا ہے زر کی کان ہو	تا ثریا ماہ کی تو جان ہو
اولا بشنو که خلق مختلف	مختلف جانند از یا تا الف	پہلے تو سن لے کہ خلق مختلف	مختلف جان ہیں یاء سے تا الف
در حروف مختلف شور و شکیست	گرچه از یک رو ز سر تا پا یکیست	یہ حروف مختلف پر شک رکھیں	گرچہ اک رو سے وہ بالکل ایک ہیں
از یکے رو ضد و یک رو متحد	از یکے رو ہزل و از یک روے جد	ایک رو سے ضد اک رو سے ہیں ایک	ایک رو سے ہے ہزل اک رو سے ہے نیک

سلہ ہم عرب میں الخ، شعر ہم ہی عرب میں و ہم ہی سبو و ہم ہی ملک میں جملہ ہم ہیں بموجب آیہ یوفک عنہ من افک گمراہ ہے وہ قرآن سے جو کہ گمراہ ہوا۔ عقل خاوند ہے اور زن نفس طمع ہے یہ دونوں ظلمانی منکر عقل شمع ہیں اب سنو کہ اصل میں انکار اٹھا کس واسطے کل کا ہر طور پر جزو ہے یہ جزو کل ہیں جزو ساتھ کل کے نسبت رکھتے نہ جیسے بوئے گل کہ جزو گل کی ہووے یعنی صفات و ذات ایسا جزو کل نہیں ہے کہ جیسے بوئے گل جزو گل ہے بلکہ یہ جزو ساتھ کل کے نسبت رکھتا ہے جیسے لطف سبزہ جزو لطف گل کا ہے یا بانگ قمری جزو بانگ بلبل کی ہے یعنی مساوات یہ جزو و کل باہم رکھتا ہے اگر میں مشکل بیان کروں و جواب دوں تو تشنگوں کو تسکین کب دے سکوں اگر تو کل میں مشکل جانے اور حرج تو صبر کر کہ صبر کنجی کشادگی کی ہے پرہیز کر اب تو ان افکار سے کیونکہ ویرانے میں شیر ہوا کرتا ہے یعنی ذات میں تو فکر نہ کر بموجب لا تفکروا فی ذات اللہ و تفکروا فی صفات اللہ یعنی ذات سے تم فکر نہ کرو اللہ کی صفات اشرف میں فکر کرو وہ پرہیز سروری رکھتا ہے کیونکہ کھجلانے سے کھجلی اور زیادہ ہوتی ہے اور اگر اصل دوا کی پرہیز ہے پس تو پرہیز کر تا قوت جان کو ملے یعنی ذات کے فکر سے تو پرہیز کر اور بعدہ خود راز ذات کا تجھ پر کھل جائے گا تو کان رکھ اور قابل اس بات کے ہو تو گوشوارہ تیرے کان میں ڈالوں یعنی تو پرہیز کر کے خود کو بات کے قابل کرتا میں وہ راز بجائے گوشوارے کے تیرے کان میں ڈالوں گوشوارہ کیا تو کان زر ہو کہ ثریا و ماہ کی تو جان بنے افلاک تیرے زیر قدم ہوں چنانچہ مولانا اس راز معنی کو مثال میں آگے بیان فرماتے ہیں تو پہلے اس بات کو سن لے کہ خلق مختلف مختلف جان سے یا سے الف تک یعنی کل مخلوق جانوں میں مختلف ہے مثل حروف ابجد کے لیکن یہ حروف مختلف شک و شبہہ رکھتے ہیں اگرچہ ایک رو سے ایک ہیں ایک رو سے ضد اور ایک رو سے جد اور ایک رو سے نیک ہیں جیسے حروف ابجد سیاہی کی رو سے ایک ہیں اور شکلوں کی رو سے مختلف و ضد ہیں اسی طرح جانیں بھی آپس میں مختلف و موافق ہیں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ منہ

پس قیامت روز عرض اکبر است	عرض او خواہد کہ با زیب و فر است	عرض اکبر کا قیامت روز ہے	عرض وہ چاہے کہ زیب و فر رکھے
ہر کہ چون ہندوے بد سودائی ست	روز عرضش نوبت رسوائی ست	مثل ہندو جو بڑا سودائی ہے	عرض کے دن اسکی رسوائی ہے
چون ندارد روے ہمچون آفتاب	او نخواہد جز شب ہمچون نقاب	جو نہ رخ رکھے مثال آفتاب	پردۂ شب چاہے وہ مثل نقاب
برگ یک گل چون ندارد خار او	شد بہاران دشمن اسرار او	برگ جس گل کا نہ رکھتا خار ہے	تو بہار اسکی عدو اسرار ہے
وانکہ سر تا پا گل ست و سوسن ست	پس بہار او دو چشم روشن ست	جو کہ سر تا پا ہے گل اور لالہ زار	چشم روشن اسکی دونوں ہیں بہار
خار بے معنی خزان خواہد خزان	تا زند پہلوے خود با گلستان	خار بے معنی تو چاہتا ہے خزاں	تا کرے وہ ہمسری با گلستاں
تا بپوشد حسن آن و ننگ این	تا نبینی ننگ آن و رنگ این	ننگ اسکا حسن اسکا تا چھپے	تا نہ تک اسکا نہ ننگ اسکا دکھے
پس خزان او را بہار ست و حیات	یک نماید سنگ و یاقوت زکات	ہے خزاں اسکی بہار و زندگی	سنگ و یاقوت ایک دکھائے روشنی
باغبان ہم داند آنرا در خزان	لیک دید یک بہ از دید جہان	باغباں جانے خزاں میں انکو ہی	دید اک بہتر جہاں کی دید سے
خود جہان آن یک کس ست و آن ابہ ست	ہر ستارہ بر فلک جز و مہ ست	خود جہاں وہ ایک کس ہے خوب ہے	ہیں ستارے چرخ پر جز ماہ کے
خود جہان آن یک کس ست و باقیان	جملہ اتباع و طفیل اند اے فلان	خود جہاں وہ ایک کس ہے باقی سب	تابعین اور ہیں طفیلی با ادب
او جہان کامل ست و مفرد ست	نسخۂ کل وجود او را بد ست	وہ ہے اک کامل جہاں یکتائی ہے	کل وجود و نکا یہ نسخہ اسکا ہے
پس ہمی گویند ہر نقش و نگار	مژدہ مژدہ نک ہمی آید بہار	پس یہی کہتا ہے ہر نقش و نگار	مژدہ مژدہ ہو کہ آتی ہے بہار
تا بود تابان شگوفہ چون زرہ	تا کنند آن میوہ ہا پیدا گرہ	تا کہ ہو پیدا شگوفہ جوں زرہ	تا کرے میوے کی پیدا وہ گرہ
چون شگوفہ ریخت میوہ سر کند	چونکہ تن بشکست جان سر بر کند	جب شگوفہ ٹوٹا میوہ ہو عیاں	جبکہ تن ٹوٹا تو ظاہر ہووے جاں
میوہ معنی و شگوفہ صورتش	آن شگوفہ مژدہ میوہ نعمتش	میوہ معنی و شگوفہ صورت ایک	وہ شگوفہ مژدہ میوہ نعمت ایک
چون شگوفہ ریخت میوہ شد پدید	چونکہ آن کم شد شد این اندر مزید	جب شگوفہ ٹوٹے میوہ دیکھے	جبکہ وہ کم ہو تو یہ زیادہ بڑھے

سلہ عرض اکبر کا الخ۔ اشعر قیامت کا روز عرض اکبر کا ہے پس عرض وہ چاہتا ہے جو زیب و فر رکھتا ہے یعنی قیامت کا ظہور حال کا دن ہے کہ ہر ایک کا حال اس دن ظاہر ہو جائے گا مثل ہندو کے جو کہ بد و سودائی ہے عرض کے دن اس کی رسوائی ہے اور جو کوئی رخ مثل آفتاب کے نہ رکھے وہ پردۂ شب کو کہ مثل نقاب کے چاہتا ہے یعنی دنیا شب ہے اشقیا اس میں خوش ہیں روز محشر ان کی رسوائی ہے مثال دوسری گل خود رو کہ خزاں نہیں رکھتا ہے موسم بہار میں وہ خراب و برباد ہوتا ہے جو کہ سر تا پا گل و لالہ زار ہے اس کی دونوں چشم روشن بہار ہیں یعنی شقی روز محشر کو خوار اور سعید مثل گل کے تر و تازہ ہوں گے خار بے معنی تو خزاں چاہتا ہے تا ہمسری گلستاں سے کرے یعنی خزاں میں درخت خار و درخت گل بے برگ و بار دونوں ہمشکل ہوتے ہیں ننگ اس کا اور حسن اسکا تا نہ دکھے یعنی خزاں تا خار کا ننگ اور حسن گل کا چھپے اور دونوں برابر ہوں خزاں اس کی بہار و زندگی ہے سنگ اور یاقوت ایک روشنی دکھاتی ہے باغبان خزاں میں ان کو پہچانتا ہے ایک دید بہتر ہے جہان کی دید سے یعنی اگرچہ خزاں میں خار و گل برابر ہیں مگر باغبان ان کو پہچانتا ہے کہ یہ درخت گل کا ہے اور یہ خار کا ہے اسی طرح دنیا میں کہ بجائے خزاں ہے شقی و سعید برابر ہیں مگر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم انکو پہچانتے ہیں یا مرشد کامل خود جہان یعنی جہان وہ خوب ہے سوائے ماہ کے آسمان پر سب ستارے ہیں جہان میں وہ ایک کس ہے اور باقی سب تابعین اور طفیلی اسکے ہیں خود جہان یکتائی ہے وہ ایک کامل ہے کل وجود و نکا یہ نسخہ اسکا ہے یعنی کل وجود عالم کے آپ نسخہ ہیں جیسے کہ نسخہ کے اجزا ہیں بعینہ یہی اسی طرح یہ وجود عالم آپ کے وجود کے جزو ہیں پس کل کا نسخہ آپ کا وجود پاک ہوا پس یہی ہر نقش و نگار کہتا ہے کہ مژدہ مژدہ ہو کہ بہار آتی ہے تا پیدا شگوفہ ہووے مثل زرہ کے تاکہ وہ میوہ کی گرہ پیدا کرے جب شگوفہ ٹوٹا تو میوہ عیاں ہوا جبکہ تن ٹوٹا جان ظاہر ہوئی میوہ و شگوفہ صورت ہے وہ شگوفہ مژدہ ہے اور میوہ نعمت ہے جبکہ شگوفہ ٹوٹے تو میوہ دیکھے جبکہ وہ کم ہو تو یہ زیادہ بڑھے

تا ازان نشکست قیمت کے دہد	تا شکستہ خوشہ کے می دہد	تا نہیں روٹی چبے قوت نہ دے	تا نہ ٹوٹے خوشہ کب بادہ بنے
تا ہلیلہ نشکند در ادویہ	کے شود خود صحت افزا دارویہ	تا ہلیلہ ادویہ میں نے کٹے	پھیپھڑے میں جاکے صحت کب دے

در صفت پیر و مطاوعت کردن با او — وصف پیر میں اور تابعداری کرنا ساتھ اُسکے

ای ضیاء الحق حسام الدین بگیر	یک دو کاغذ بر فزا در وصف پیر	ای ضیاء الحق حسام الدین تو لا	اک دو کاغذ وصف شیخ اور پیر کے
گرچہ جسمت نازک ست و بس نزار	بر نمی آید جہان را بے تو کار	جسم تیرا گرچہ نازک زار ہے	بے ترے کار جہاں دشوار ہے
گرچہ جسم نازکت را زور نیست	لیک بے خورشید ما را نور نیست	گرچہ نازک تن ترا کم زور ہے	پر نہ بے خورشید ہمکو نور ہے
گرچہ مصباح و زجاجہ گشتۂ	لیک سرخیل دل و سررشتۂ	گرچہ مصباح و زجاجہ تو ہوا	پر امر سرخیل و سررشتہ بنا
چون سر رشتہ بدست و کام تست	درہای عقد دل ز انعام تست	ہاتھ میں سررشتہ تیرے جو کہ ہے	دل کے گوہر ہیں ترے انعام سے
بر نویس احوال پیر راہ دان	پیر را بگزین و عین راہ دان	پیر رہبر کے تو لکھ احوال کو	پیر کو پا عین وہ رہ جان تو
پیر تابستان و خلقان تیر ماہ	خلق مانند شب اند و پیر ماہ	ہے بہار اک پیر و مخلوق اک خزاں	خلق جوں شب پیر ہے مہ جہاں
کردہ ام بخت جوان را نام پیر	کو ز حق پیرست نہ از ایام پیر	بس کہا بخت جواں کا نام پیر	ہے وہ حق سے پیر نے ایام پیر
او چنان پیرست کش آغاز نیست	با چنان در یتیم انباز نیست	پیر ایسا کہ رکھے آغاز نے	وہ رکھے دُرّ یتیم انباز نے
خود قوی تر می شود خمر کہن	خاصہ آن خمرے کہ باشد من لدن	بس قوی ہوتا ہے خود بادہ کہن	خاص کر بادہ کہ ہووے من لدن

۵؎ تا نہیں روٹی الخ ہ شعر جب تک کہ روٹی چبتی نہیں ہے قوت نہیں دیتی جب تک خوشۂ انگور ٹوٹتا نہیں شراب نہیں بنتی ہے جب تک ہلیلہ وغیرہ پیس کُٹتا نہیں ہے پھیپھڑے میں جاکے صحت نہیں دیتا یعنی جب تک یہ صورت فنا نہیں ہوتی ہے اسکو ترقی نہیں ہوتی ہے پس فنائے جانی اسی طرح سالک کو ترقی دیتی ہے یعنی جان طالب کی اول فنا فی الشیخ ہوکر قابل سلوک ہوتی ہے فافہم ۱۲ منہ ۵؎ اے ضیاء الحق الخ ۔ اشعار اے ضیاء الحق حسام الدین تو وصف میں پیر کے ایک دو کاغذ اور زیادہ دے واضح ہو کہ مولانا اپنے معنی سے خطاب کرتے ہیں جوکہ معنی حقیقت محمدی ہے پس ضیاء الحق حسام الدین لقب حضرت رسول مقبول کا رکھتا ہے اسواسطے مولانا اس خطاب کے ساتھ اپنے معنی سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے معنی تو وصف پیر کا لکھ اگرچہ جسم تیرا نازک زار ہے مگر بے تیرے کام جہان کا دشوار ہے اگر نازک تن تیرا کمزور ہے ولیکن بے خورشید کے تیرے ہم کو نور ہے اگرچہ تو چراغ و قندیل ہوا لیکن سردار دل و سررشتہ کا بنا ہے یعنی جو معنی حقیقت محمدی مثل چراغ کے اور جان مانند قندیل کے ہے اسواسطے سردار دل کا اور سررشتہ جہان کا تو ہے یعنی دل و رشتہ جہان سب تجھ سے تعلق رکھتے ہیں جوکہ سررشتہ ہاتھ میں ہے دل کے گوہر تیرے انعام سے ہیں یعنی جوکہ جان تیرے اختیار میں ہے اسواسطے نور دل تیری بخشش سے ہے پس تو پیر رہبر کے احوال کو لکھ اور پیر کو حاصل کر اور عین راہ اُس کو جان کیونکہ پیر ایک بہار ہے اور مخلوق مثل شب کے اور پیر مانند ماہ کے ہے یعنی پیر سے مخلوق کو رونق ہے پس میں نے بخت جوان کا نام پیر کہا وہ پیر حق سے ہے ایام کے سبب سے پیر نہیں ہے یعنی وہ جوان بخت ہے بوڑھا نہیں ہے وہ پیر بخدا ہے کہ مخلوق اس کی پیروی کرتی ہے وہ پیر ایسا ہے کہ آغاز نہیں رکھتا ہے اور در یتیم شریک نہیں رکھتا ہے یعنی پیر شاہ ذو طرفہ جناب محمد [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے پیر تیز ہوتا ہے بادہ [illegible] خاص کر وہ بادہ کہ ہووے من لدن یعنی اللہ کے نزدیک سے [illegible] پیر کا حال [illegible] فافہم ۱۲ منہ

پیر را بگزین کہ بے پیر این سفر	ہست بس پر آفت و خوف و خطر	پیر کر بے پیر یہ راہ سفر	بس ہی پر آفت و پر خوف و خطر
آں رہے کہ بارہا تو رفتۂ	بے قلاوز اندراں آشفتۂ	راہ وہ ایسی کہ تو اکثر چلا	لیک بے رہبر کے آفت میں پڑا
پس رہے را کہ ندیدستی تو ہیچ	ہیں مرو تنہا ز رہبر سر مپیچ	پس وہ رہ کہ نے کبھی تو وہ چلا	تنہا بے رہبر کے تو ہرگز نہ جا
ہر کہ او بے مرشدے در راہ شد	او ز غولاں گمرہ و در چاہ شد	جو کہ بے مرشد گیا اس راہ میں	غول گمرہ سے گرا وہ چاہ میں
گر نباشد سایۂ پیر اے فضول	پس ترا سرگشتہ دارد بانگ غول	گر نہ سایہ پیر کا ہو اے فضول	تجکو گمرہ کردے پس آواز غول
غولت از رہ افگند اندر گزند	از تو داہی تر دریں رہ بس بدند	غول تجکو ڈالدے اندر بلا	تجھ سے دانا تر تھے اسمیں مبتلا
از نبی بشنو ضلال رہرواں	کہ چساں کرد آں بلیس بدرواں	سالکوں کو گمرہی قرآں میں ہی	دیکھ شیطاں نے کری کس طرح سے
صد ہزاراں سالہ راہ از راہ دور	بردشاں و کردشاں ادبار و عور	سیکڑوں برسوں کی رہ پر لیگیا	اُنکو ادبار سے عریاں کیا
استخوانہاشاں ببیں و موے شاں	عبرتے گیر و مراں خر سوے شاں	انکی ہڈی بال پر تو کر نظر	اور رواں خر انکی جانب تو نہ کر
گردن خر گیر و سوے راہ کش	سوے رہبانان و رہداناں خوش	خر کی گردن کھینچ تو اب راہ پر	سالکوں کی سمت چل تو ای پسر
ہیں مہل خر را و دست از وے مدار	زانکہ عشق اوست سوے سبزہ زار	خر کو مت چھوڑ اور نہ کر مطلق عناں	کیونکہ عشق سبزہ وہ رکھے نہاں
گر یکے دم تو بغفلت واہلیش	او رود فرسنگہا سوے حشیش	گر کرے غفلت تو اسکو چھوڑ دے	سوے سبزہ کوسوں وہ بھاگ کا پھر
دشمن راہ است خر مست علف	اے بسا خربندہ را کردہ تلف	مست سبزہ خر ہے دشمن راہ کا	اسنے خربندوں کو بس ضائع کیا
گر ندانی رہ ہر آنچہ خر بخواست	عکس آں کن کہ ہست آں راہ راست	گر نہ جانے راہ تو جو چاہے خر	عکس اُسکے کر ہے سیدھی رہ پسر
شاوروہن پس آنگہ خالفوا	ان من لم یعصہن تالف	شاوروہن پس اُسکے خالفوا	ان من لم یعصہن تالف

ل۵۱ پیر کر بے پیر الخ یہ شعر تو ہے حاصل یہ کہ بغیر پیر کے یہ راہ سفر از بس پر آفت و پر خوف و خطر ہے آگے مثال بیان فرماتے ہیں وہ راہ ایسی کہ تو اکثر اسکو چلا ہے لیکن بغیر رہبر کے تو آفت میں پڑا ہے پس وہ راہ کہ تو اسکو کبھی نہیں چلا ہرگز تو تنہا بغیر رہبر کے نہ جا جو کوئی کہ بے مرشد اس راہ میں گیا غول کی گمراہی سے وہ چاہ میں گرا یعنی راہ سلوک جو کوئی بے مرشد کے چلا نفس و شیطان کے دھوکے سے چاہ ذلت میں گیا چنانچہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الحدیث من لم یکن لہ شیخ فشیخہ الشیطان یعنی واسطے اس کسی کے کہ نہیں ہے شیخ پس شیخ اُس کا ابلیس ہے چنانچہ مولانا اس کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ل۵۲ گر نہ سایہ الخ یہ شعر اے فضول اگر سایہ پیر کا نہ ہو تجھ کو آواز غول گمراہ کر دے واضح ہو کہ صوفیائے کرام سے یہاں پیر و ظل پیر حیثیت مرشد کو کہتے ہیں کہ مرشد اپنی قوت مدرکہ سے آئینہ دل طالب صادق پر اپنی ہیئت کو قائم کر دیتا ہے کہ نفس امارہ طالب کا اُس پرتو سے مغلوب اور نور باطن اس سے مکشوف ہوتا ہے اور طالب اسی راہ سے سیر سلوک کرتا ہے پس مولانا اس سایہ پیر کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ اگر سایہ پیر کا نہ ہو تو غول نفس امارہ تجھکو گمراہ کرتی ہے اور غول تجھکو اندر چاہ کے ڈالدے کیونکہ تجھ سے زیادہ دانا اسمیں مبتلا ہیں سالکوں کی گمراہی قرآن میں تو دیکھ کہ شیطان نے کس طرح سے دور کر صد ہا برس کی راہ پر اُن کو لیگیا اور ادبار سے انکو عریاں کیا بال اور ہڈی اُن کی دیکھ کر عبرت پکڑ اور اُن کے جانب تو خر کو رواں کر یعنی بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ شیطان و نفس نے آکر کیسا خراب و برباد کیا تو اپنے خر نفس کو اُنکی راہ پر نہ لیجا چنانچہ خر نفس کا حال آگے بیان کرتے ہیں فافہم ۱۲ ل۵۳ خر کی گردن الخ یہ شعر خر کی گردن اب راہ پر کھینچ اور سالکوں کی طرف چل تو اے پسر خر کو مت چھوڑ اور مطلق عنان نہ کر کیونکہ وہ پوشیدہ عشق سبزہ کا رکھتا ہے اگر تو غفلت کریگا اور اُسکو چھوڑ دیگا تو سبزہ کی طرف وہ بھاگ کر جائیگا یعنی تیری غفلت کے سبب سے نفس راہ سلوک کی چھوڑ کر خواہشات دنیا کی طرف جائیگا کیونکہ خر مست سبزہ دشمن راہ کا ہے اور اُس نے بہت سے خربندوں کو تباہ کیا ہے اور اگر تو راہ نہیں جانتا ہے تو جو چاہے اُسکے برعکس کر وہی راہ سیدھی ہے یعنی اگر تو راہ سلوک کی نہیں جانتا ہے تو جو نفس کہے تو اُسکے برعکس چل وہی راہ سلوک ہے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ترجمہ مشورہ کرو تم عورتوں سے پس کرو تم برخلاف اُنکے کیونکہ تحقیق جس کسی نے کہ خلاف اُنکے کیا وہ تباہ ہو نیم الالہی باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

با ہوا و آرزو کم باش دوست این ہوا را بشکند اندر جہان	چون یضلک عن سبیل اللہ اوست ہیچ چیزے ہمچو سایہ ہمرہان	دوستی کم کر ہوا و حرص سے[۱] اس ہوا کو توڑ سکتا کون ہے	جو یضلک عن سبیل اللہ ہے یاں پہ مثل سایہ جو ہمرہ رہے

وصیت کردن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مر امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ را

کہ چون کسے بنوع طاعتے تقرب بحق جوید تو تقرب جوی بہ صحبت عاقل و بندہ خاص تا از ایشان ہمہ پیشقدم باشی

قال النبی علیہ السلام اذا تقرب الناس الی خالقہم بانواع البر فتقرب الی اللہ بالعقل والسر تسبقہم بالدرجات والزلفی عند الناس فی الدنیا وعند اللہ فی الآخرۃ

وصیت کرنا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو

کہ ہر کوئی ایک طرح پر طاعت سے تقرب حق کا ڈھونڈھتا ہے مگر تو تقرب حق کا صحبت عاقل و بندہ خاص سے ڈھونڈھ تاکہ طاعت کرنے والوں سے مقدم ہو تو

قال النبی علیہ السلام اذا تقرب الناس الی خالقہم بانواع البر فتقرب الی اللہ بالعقل والسر تسبقہم بالدرجات والزلفی عند الناس فی الدنیا وعند اللہ فی الآخرۃ

[۱] دوستی کم کر الخ ہ شعر دوستی کم کر ہوا و حرص سے کہ وہ گمراہ کرے گی تجھ کو راہ اللہ سے اس ہوا کو کون توڑ سکتا ہے یہاں پر جو کہ مثل سایہ کے ہمراہ رہے یعنی خداوند عالم فرماتا ہے کہ ہوائے نفسانی تجھ کو گمراہ کریگی اللہ سے اس سے تو دوستی نہ کر پس اس ہوائے نفسانی کو کہ مثل سایہ کے ہمراہ ہے کون توڑ سکتا ہے بجز سایہ پیر کے کیونکہ سایہ خورشید سایہ تیرہ کو زائل کرتا ہے اسواسطے سایہ پیر کہ مثل خورشید کے ہے سایہ نفس کو دفع کرتا ہے پس تو سایہ پیر اختیار کر چنانچہ مولانا اس مثال میں وصیت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرماتے ہیں فانہم عہ یعنی جبکہ مقرب ہوتے ہیں آدمی طرف خالق اپنے کے ساتھ طرح طرح کی نیکیوں کے تو تقرب ڈھونڈھ اللہ کی طرف ساتھ انواع عقل و انواع بھید کے تاکہ غالب آجاوے تو درجوں میں اور نزدیکی میں نزدیک لوگوں کے بیچ دنیا و

گفت پیغمبر علی را کاے علی — شیر حقی پہلوانی پر دلی
لیک بر شیری مکن ہم اعتمید — اندر آ در سایۂ نخل امید
ہر کسے گر طاعتے پیش آورند — بہر قرب حضرت بیچون و چند
تو تقرب جو بعقل و سر خویش — نے چو ایشاں بر کمال و بر خویش
اندر آ در سایۂ آں عاقلے — کش نتاند برد از رہ ناقلے
پس تقرب جو بدو سوے الہ — سر مپیچ از طاعت او ہیچگاہ
زانکہ او ہر خار را گلشن کند — دیدۂ ہر کور را روشن کند
ظل او اندر زمیں چوں کوہ قاف — روح او سیمرغ بس عالی طواف
دستگیر و بندۂ خاص الہ — طالباں را می برد تا پیشگاہ
گر بگویم تا قیامت نعت او — ہیچ آں را مقطع و غایت مجو
آفتاب روح نے آں فلک — کز نورش زندہ اند انس و ملک
در بشر روپوش گشتست آفتاب — فہم کن واللہ اعلم بالصواب
اے علی از جملۂ طاعات راہ — برگزیں تو سایۂ خاص الہ
ہر کسے در طاعتے بگریختند — خویشتن را مخلصی انگیختند
تو برو در سایۂ عاقل گریز — تا رہی زاں دشمن پنہاں ستیز
از ہمہ طاعات اینت بہترست — سبق یابی بر ہر آں کو سابق ست

بولے پیغمبر علی کو اے علی — شیر حق تو پہلواں تو اور ولی
تو بھروسہ اپنی شیری پر نہ لا — نخل امیدوں کے سایہ میں تو جا
ہر کوئی طاعت اگر کرتا رہے — قرب درگاہ خدا کے واسطے
تو تقرب عقل و بھید اپنے سے چاہ — نے کمال و فضل سے مثل اُنکے چاہ
سایہ میں آ ایسے عاقل کے جسے — تا کوئی ناقل نہیں بہکا سکے
پس تقرب حق کا ڈھونڈھ اسکے ساتھ — اسکے بے طاعت کر تو ایک بات
کیونکہ وہ ہر خار کو گلشن کرے — چشم نابینا کو وہ روشن کرے
اسکا سایہ خاک پر جوں کوہ قاف — اسکی جان سیمرغ وار عالی طواف
خاص بندہ حق کا ہے اور دستگیر — طالبوں کو حق تلک پہنچائے پیر
تا قیامت گر کہوں نعت اسکی میں — انتہا اسکی نہ کچھ انجام میں
شمس روح ہے وہ نہیں ملک و فلک — زندہ اسکے نور سے انس و ملک
جو بشر میں ہو وہ نہاں اک آفتاب — تو سمجھ واللہ اعلم بالصواب
اے علی تو جملہ طاعت سے سدا — کر تو حاصل سایۂ خاص خدا
ہر کوئی سب طاعتوں میں ہے پڑا — مخلصوں سے آپکو ہی جانتا
سایۂ عاقل میں اب تو بھاگ جا — تا بچے پوشیدہ دشمن سے سدا
جملہ طاعت سے تجھے لائق ہے یہ — سابقوں پے ہوئے تا سبقت تجھے

[illegible] پیغمبر [illegible] حضرت علی سے فرمایا کہ اے علی تو شیر خدا پہلوان اور ولی حق ہے لیکن اپنی شیری پر بھروسہ نہ کر نخل امید کی سایہ میں جا یعنی دوستان حق کے سایہ میں [illegible] طاعت کرتا ہے قربت حق کے واسطے تو تقرب عقل و اسرار اپنے سے چاہ مثل اُنکے نہ کمال و فضل سے چاہ یعنی جیسے جاہل طاعت ظاہری سے قربت حق کو [illegible] چاہتے ہیں تو تقرب اپنے عقل کل (اسرار من لدن) سے چاہ اور زیر سایہ ایسے عاقل کے آ کہ جسے کوئی ناقل بہکا نہ سکے یعنی مرد ایسے موحد کا ہو کہ کوئی دھوکا نہ دے سکے پس تقرب حق کا اسکے ساتھ ڈھونڈھ اور اسکے بغیر طاعت کے ایک بات نہ کر یعنی ایسے مرشد میں فنا ہو کر تقرب حق کا ڈھونڈھ اور بے حکم اسکے کوئی [illegible] نہ کر کیونکہ وہ مرشد ہر خار کو گلشن کرے اور چشم نابینا کو روشن کرے اسکا سایہ خاک پر مانند کوہ قاف کے ہے اور اسکی جان مانند سیمرغ کے ہے اور وہ خاص بندہ حق کا ہے اور دستگیر اور طالبوں کو حق تک پہنچانے میں ہے اگر اسکی نعت میں قیامت تک کہوں تو انتہا اسکا انجام نہیں ہے وہ شمس روح کا ہے فلک کی ملک نہیں ہے اور اسکے نور سے زندہ انسان و جنات ہیں وہ ایک آفتاب ہے بشر میں نہاں تو سمجھ واللہ اعلم بالصواب یعنی حضور نے صفت پیر میں اپنا حال بیان فرمایا کہ جیسا [illegible] [illegible] اے علی میرا [illegible] [illegible] کہنے پر عمل کر اے علی تو جملہ طاعتوں میں سے سایہ ولی اختیار کر [illegible] کہ ہر ایک شخص طاعتوں میں پڑا ہے اور خود کو مخلصوں میں [illegible] جانتا ہے تو سایۂ عاقل میں بھاگ جا تا پوشیدہ رہے دشمن نفس سے تو بچے اور جملہ طاعت سے تجھ کو یہ لائق ہے کہ سابقوں پر تجھ کو سبقت ہو یعنی اے علی [illegible] [illegible] طاعتوں ظاہری سے پیر حاصل کر اور اس کا مطیع رہ [illegible] طاعت ظاہری کا پابند نہ ہو کر طاعت ظاہری [illegible] ایک خود کو خدا رسیدہ جانتا ہے اور یہ اس کا گمان ہے تو بندہ طاعت ظاہری سے تقرب چاہ [illegible] اس بات کے ہو کہ تمہاری میں ان لوگوں کے پیچھے طاعت کے سبب سے فوق ہو [illegible] طاعت کے واسطے [illegible] ہمسروں کے جو اعمال اخروی میں ہے نہ وصول [illegible] [illegible] [illegible] آخرت کی [illegible] وصول الی اللہ کو طاعت پر منحصر نہ رکھے بالمرشد کے حکم کا پابند رہے [illegible] [illegible] [illegible] مثال آگے بیان [illegible] فہم من فہم

چون گرفتی پیر ہین تسلیم شو	ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو	تو نے پکڑا پیر گر تابع رہو	مثل موسیٰ زیر حکم خضر ہو
صبر کن بر کار خضر اے بے نفاق	تا نگوید خضر رو ہذا فراق	صبر کا خضر پہ کر بے نفاق	تا نہ کہوے خضر جا ہٰذا فراق
گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن	گرچہ طفلے را کشد تو مو مکن	گرچہ کشتی توڑے تو مت مار دم	گرچہ لڑکا مارے وہ مت کھا تو غم
دست او را حق چو دست خویش خواند	تا ید اللہ فوق ایدیہم براند	ہاتھ اُسکا حق نے ہاتھ اپنا کہا	تا ید اللہ فوق ایدیہم پڑھا
دست حق میراندش زندش کند	زندہ چہ بود جان پایندش کند	دست حق مارے اُسے زندہ کرے	زندہ کیا جان سے پایندہ کرے
یار باید راہ را تنہا مرو	از سر خود اندریں صحرا مرو	یار رہ میں چاہیے تنہا نہ جا	تو خودی سے اس سوئے صحرا نہ جا
ہر کہ تنہا نادر ایں رہ را برید	ہم بعون ہمت مرداں رسید	جو کہ تنہا نادر اس رہ کو چلا	اہل ہمت کی مدد سے ہو رسا
دست پیر از غائباں کوتاہ نیست	دست او جز قبضۂ اللہ نیست	غائبوں پہ ہاتھ پہنچے پیر کا	قبضۂ حق میں ہی ہاتھ اُسکا سدا
غائباں را چوں چنیں خلعت دہند	حاضراں از غائباں لاشک بہ اند	غائبوں کو ایسا خلعت جبکہ دیں	کیوں نہ حاضر غائبوں پر وہ رہیں
غائباں را چوں نوالہ می دہند	پیش مہماں تا چہ نعمتہا نہند	غائبوں کو جبکہ کھانا دیتے ہیں	پیش مہماں کیوں نہ نعمت وہ رکھیں
کو کسے کو پیش شہ بندد کمر	تا کسے کہ ہست بیروں سوئے در	ایک تو آگے کھڑا باندھے کمر	دوسرا اک شخص ہی بیرون در
فرق بسیار ست ناید در حساب	آں نہ اہل کشف و ایں نہ اہل حجاب	فرق انہیں میں ہے بیحد بیحساب	وہ ہے اہل کشف یہ اہل حجاب
جہد کن تا بے بابی در درون	ورنہ مانی حلقہ وار از اندروں	کر تو کوشش راہ اندر پائے تو	ورنہ مثل حلقہ باہر رہے تو
چوں گزیدی پیر نازک دل مباش	سست و ریزیدہ چو آب و گل مباش	پیر گر پائے تو نازک دل نہ ہو	سست ہمت آب و گل سا مت رہو
ور بہر زخمے تو پر کینہ شوی	پس کجا بے صیقل آئینہ شوی	گر تو ہر صدمہ سے پر کینہ رہا	کیسے بے صیقل کے آئینہ بنے

۵۱ تو نے پکڑا پیر الخ۔ اشعر تو نے پیر پایا اُس کا تابع رہ اور مثل موسیٰ کے زیر حکم خضر کے ہو اور خضر علیہ السلام کے افعال میں تو صبر کر تا خضر علیہ السلام تجھ کو نہ کہیں کہ جا اب تجھ سے جدائی ہوئی یعنی پیر خضر راہ ہے جبکہ موسیٰ کو کہ نبی اللہ تھے اور اطاعت کرتے تھے راز الٰہی میں وہ خضر علیہ السلام سے عاجز ہوئے پس تو اے طالب کیوں طاعت الٰہی کے بھروسہ پر پیر حاصل نہیں کرتا ہے کہ وصول الی اللہ بے ارشاد مرشد محال ہے اگرچہ وہ کشتی توڑے تو دم نہ مار اگرچہ وہ لڑکا مارے تو غم نہ کھا کیونکہ ہاتھ اُس کا حق نے اپنا ہاتھ کہا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ یعنی یہ آیت بیعت رضوان میں کہ مقام حدیبیہ پر واقع ہوئی تھی نازل ہوئی ہے ترجمہ یہ ہے یعنی جو کوئی بیعت کرتا ہے تیری بیعت نہیں کرتا ہے مگر اللہ کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ فوق ہے اُن کے ہاتھ پر جو کہ اس وقت ہاتھ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیعت کرنے والوں پر فوق تھا پس ہاتھ رسولؐ کا ہاتھ خدا کا ہوا اسی طرح دست پیر دست خدا ہے از بحر العلوم پس دست حق اُس کو مارے اور زندہ کرے زندہ کیا بلکہ جان سے پائدار کرے یعنی پیر کا مارنا و جلانا گویا حق کا مارنا و جلانا ہے اسواسطے پیر کی اطاعت ضروری ہے راہ میں یار چاہیے تو تنہا اور از راہ خودی کے جانب اس صحرا کے نہ جا جو کوئی تنہا نادر اس راہ کو چلا اہل ہمت کی مددگاری سے وہاں پہونچے غائبوں پر پیر کا ہاتھ پہونچے کیونکہ ہاتھ اُسکا قبضہ حق میں ہے جبکہ وہ غائبوں کو ایسا خلعت دیں کیونکر نہ حاضر غائبوں پر غالب رہیں یعنی حاضروں کو وہ بہشت عنایت کریں گے غائبوں کو جبکہ وہ کھانا دیتے ہیں کیوں نہ آگے مہمان کے وہ نعمت رکھیں چنانچہ اس کی مثال سو یہ تا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۲ ایک تو آگے الخ۔ شعر ایک شخص تو آگے کمر باندھے کھڑا ہے اور دوسرا باہر دروازہ کے ہے فرق ان دونوں میں بیحد و بے حساب ہے وہ اہل کشف ہے اور یہ اہل حجاب ہے پس تو کوشش کر کہ اندر راہ پائے ورنہ تو مثل حلقہ در کے باہر رہے یعنی تو کوشش کر کے پیر کو حاصل کر ورنہ رسائی تجھکو اس درگاہ میں نہ ہوگی تو طاعت کے بھروسہ پر مت رہ اور اگر تو پیر پائے تو نازک دل نہ ہو اور مثل آب و گل کے سست ہمت نہ ہو اگر تو ہر صدمہ سے پرکینہ رہے گا کس طرح بغیر صیقل کے آئینہ بنے گا یعنی آئینہ پر جب تک تکلیف صدمہ صیقل کا نہوگا وہ کیونکر تجلی یار کا ہوگا اگر سیاح تجھکو لے ذرا بھی صدمہ و رنج پیر سے حالت مجاہدہ میں پہنچے تو اس سے پرکینہ رہے اور اگر صدمہ ریاضت کا تو تحمل نہوگا تصفیہ و تخلیہ باطن سے محروم رہیگا چنانچہ اسکی مثال میں آگے مولانا حکایت قزوینی کی بیان فرماتے ہیں فافہم

قصہ کبودی زدن قزوینی بر شانہ صورت شیر و پشیمان شدن او بسبب زخم سوزن

حکایت شیر نیلا بنانا قزوینی کا شانہ پر اور پشیمان ہونا اسکا بسبب زخم سوزن کے

این حکایت بشنو از صاحب بیان — در طریق و عادت قزوینیان
بر تن و دست و کتفها بی درنگ — میزنند از صورت شیر و پلنگ
بر تنہا صورت پیلے بیگزند — از سر سوزن کبودیها زنند
سوی دلاکی بشد قزوینیی — کہ کبودم زن بکن شیرینیی
گفت چہ صورت زنم اے پہلوان — گفت بر زن صورت شیر ژیان
طالعم شیرست نقش شیر زن — جہد کن رنگ کبودی سیر زن
گفت بر چہ موضع صورت زنم — گفت بر شانہ گہم زن این رقم
تا شود پشتم قوی در رزم و بزم — با چنین شیر ژیان با عزم و جزم
چونکہ او سوزن فرو بردن گرفت — درد او در شانہ گہ مسکن گرفت
پہلوان در نالہ آمد کای سنی — مر مرا کشتی چہ صورت میزنی
گفت آخر شیر فرمودی مرا — گفت از چہ عضو کردی ابتدا
گفت از دمگاہ آغازیده‌ام — گفت دم بگذار ای دو دیده‌ام
از دم و دمگاہ شیرم دم گرفت — دمگہ او دمگہم محکم گرفت

اس حکایت کا سنو مجھ سے بیاں — تھا طریق و عادت قزوینیاں
جسم و شانہ پر وہ اپنے بیدرنگ — تھے بناتے صورت شیر و پلنگ
ایسی صورت پر یلے دیکھتے — سوئی سے گدوا بھراتے نیل تھے
اک قزوینی پاس کاریگر کے جا — بولا نیلا شیر مجھپر دے بنا
بولا کیا صورت بناؤں پہلواں — بولا کر دے صورت شیر ژیاں
طالع میرا شیر نقش شیر کر — رنگ نیلا گود کر تو اسمیں بھر
بولا کس جا پر بناؤں شیر کو — بولا شانہ پر بنا دے میرے تو
تا تو ہی پشت ہوں اندر رزم و بزم — ساتھ ایسے شیر کے ہو عزم و جزم
سوئیوں سے گودنے جب وہ لگا — درد شانہ سے وہ بس مضطر ہوا
پہلوان چلایا اور کہنے لگا — مار ڈالا مجکو یہ صورت ہے کیا
بولا تو نے شیر کا مجھ سے کہا — بولا کس اعضا سے کی ہے ابتدا
بولا کی دم کی طرف سے ابتدا — بولا دم کو چھوڑ دے اے باوفا
دم سے پکڑا دم کو میرے شیر نے — اسکی دم سے دم مرا بس تنگ ہے

ل اس حکایت الخ ہو شعر میں حکایت کا بیان کہ طریق و عادت قزوینیوں کی تھی جسم و شانہ پر بدلا تامل وہ اپنے بنواتے تھے صورت شیر و پلنگ کی جیسی صورت وہ پے دیکھے دیکھتے سوئی سے گدوا کر نیل بھرواتے ایک قزوینی پاس کاریگر کے گیا اور کہا کہ ایک نیلا شیر مجھ پر بنا دے واضح ہو کہ قزوین نام شہر کا ہے اس شہر کے رہنے والے اکثر جسم پر نیلے نقش واسطے خوبصورتی کے سوئی سے گود واکر بنواتے تھے اور چونکہ پہلوان ہوتے ہیں وہ اکثر نقش شیر و پلنگ کے اپنے دست و شانہ پر اس کام کے کرنیوالوں سے بنوا لیتے ہیں یا دوگو دکو قزوینی نقش بنانے والونکو دلاک یعنی کاریگر کہتے ہیں کاریگر نے کہا کہ اے پہلوان کونسی صورت بناؤں کہا کہ صورت شیر کی بنا دے کیونکہ طالع میرا شیر کا ہے نقش شیر کا سوئی گود کر بنا اور نیل اسمیں بھر دے کہا کہ کس جا شیر کو بناؤں قزوینی نے کہا کہ شانہ پر میرے بنا دے تاکہ میں قوی پشت ہوں اندر جنگ و جنگ اور ایسے شیر کے ساتھ عزم میرا مضبوط ہو جبکہ وہ سوئی سے گودنے لگا پس وہ درد شانہ سے مضطر ہو کر چلایا اور کہنے لگا کہ مجھ کو مار ڈالا یہ کیا صورت ہے کاریگر نے کہا کہ تو نے شیر کی صورت کا بنانا مجھ سے کہا تھا بولا کون سے اعضا سے شروع کیا ہے کاریگر نے کہا کہ دم کی طرف سے شروع کیا ہے کہا کہ دم کو چھوڑ دے اور باوفا دم سے پکڑا شیر نے میری دم کو اور اس کی دم سے میرا دم تنگ ہے یعنی یہ ایسا شیر ہے کہ ابھی دم بنانا شروع ہوئی ہے کہ میرے دم کو اس نے تنگ کیا آگے دیکھیے کیا ہوتا ہے چنانچہ حال اس کا آگے مولانا ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲

شیر بی دم باش گو ای شیر ساز	که دلم سستی گرفت از زخم گاز	شیر بے دم گو کہ ہو تو ہونے دے	دل مرا اس گودنے سے سست ہے
جانب دیگر گرفت آن شخص زخم	بی محابا بی مواسات و رحم	دوسری جانب لگا وہ گودنے	بے تامل بے ڈر و بے رحم سے
بانگ زد او کین چه اندامست ای عدو	گفت این گوشست ای مرد نکو	پھر لگا کہنے یہ کون اندام ہے	بولا کان اسکا بناتا ہوں میں
گفت تا گوشش نباشد ای همام	گوش را بگذار و کوته کن کلام	بولا کان اسکا نہ ہووے گر تمام	کان کو تو چھوڑ اور تہ کر کلام
جانب دیگر خلش آغاز کرد	باز قزوینی فغان را ساز کرد	تیسری جانب شروع اُسنے کیا	پھر قزوینی چیخ کر کہنے لگا
کاین سوم جانب چه اندامست نیز	گفت این اشکم شیر است ای عزیز	تیسری جا کون سا اندام ہے	بولا شکم شیر اے خود کام ہے
گفت گو اشکم نباشد شیر را	خود چه اشکم باید این ادبیر را	بولا گر ہووے نہ شکم اس شیر کا	شکم اسکو چاہیئے کب کیا بھلا
درد افزون گشت کم زن زخمها	اشکمے چه شیر را بهر خدا	درد ازبس ہوتا ہے کم کر دو کو	شکم ہے کس کام کا اس شیر کو
خیره شد دلاک و بس حیران بماند	تا بدیر انگشت در دندان بماند	دنگ کاریگر و بس حیران رہا	دیر تک انگشت در دندان رہا
بر زمین زد سوزن آن دم اوستاد	گفت در عالم کسی را این فتاد	پھینک کر سوئی زمیں پر کاریگر	بولا عالم میں نہیں ایسا بشر
شیر بی دم و سر و اشکم که دید	اینچنین شیری خدا هم نافرید	شیر بے دم پیٹ سر دیکھا نہیں	حق نے شیر ایسا کیا پیدا نہیں
چون نداری طاقت سوزن زدن	از چنین شیر ژیان پس دم مزن	جو نہیں گودنے کی طاقت تو رکھے	ایسے شیر نر کا مت دعوے کرے
ای برادر صبر کن بر درد نیش	تا رهی از نیش نفس گبر خویش	صبر کر اے بھائی درد نیش پہ	تا نہ پائے نفس اپنے سے ضرر
کان گروهی که رهیدند از وجود	چرخ و مهر و ماه شان آرد سجود	جو گروہ کہ چھوٹا اپنے جسم سے	مہر و ماہ اور چرخ اُسے سجدہ کرے
هر که مرد اندر تن او نفس گبر	مر ورا فرمان برد خورشید و ابر	جسکے تن میں نفس کافر مر گیا	ابر و خورشید اسکے فرماں میں ہوا
چون دلش آموخت شمع افروختن	آفتاب او را نیارد سوختن	صبر پر دل جسکا عادی ہو گیا	آفتاب اُسکو جلائے کب بھلا
گفت حق در آفتاب منتشر	که تزاور هکذا عن کهفهم	بولا حق نسبت بہ شمس منتجم	کہ تزاور ہکذا عن کہفہم

۵۱ شیر بے دم الخ شعر بے دُم کا شیر گو ہو تو ہونے دے دل اس گودنے سے ازبس سُست ہے دوسرے جانب وہ گودنے لگا بے تامل بیدردی بے رحمی سے پھر قزوینی کہنے لگا کہ یہ کیا اندام ہے بولا کہ کان اُس کا اب میں بناتا ہوں قزوینی نے کہا کہ کان اُس کا اگر تمام نہ ہو تو کان چھوڑ دو کوتاہ کلام کر تیسرے طرف جانب اس نے شروع کیا تو قزوینی چیخکر بولا کہ تیسری جا کون سا اندام ہے بولا کہ شکم شیر کا ہے اے ناکام قزوینی نے کہا کہ گو شکم اس شیر کا نہ ہو کیونکہ شکم اسکو اب کیا چاہتا ہے درد ازبس ہوتا ہے تو کم کر شکم کس کام کا ہے اس شیر کو وہ کاریگر بس دنگ و حیران ہوا اور دیر تک انگشت بدندان رہا چنانچہ باقی قصہ آگے ہے فافہم ۵۲ پھینک کر کہا الخ شعر کاریگر نے سوئی پھینک کر کہا کہ کوئی عالم میں ایسا بشر نہیں ہے شیر بے دُم و پیٹ کا دیکھا نہیں ہے ایسا شیر حق نے پیدا کیا نہیں جبکہ تو گودنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو ایسے شیر نر کا تو دعویٰ مت کر صبر کر اے برادر درد نیش سے تاکہ ضرر اپنے نفس سے نہ پائے تو یہ معنی ہوے کہ اے برادر تو مثل قزوینی کے تو دعویٰ شیر بننے کا کرتا ہے اور صدمہ سخت گیری مرشد سے بھاگ کر شیر بے سر و دُم و شکم کا بنوا تا ہے تو ایسا شیر خدا نے پیدا نہیں کیا ہے پس تو درد نیش زنی و سخت گیری مرشد پر صبر کر تا نفس کافر سے تجھ کو ضرر نہ پہنچے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۵۳ جو گروہ الخ شعر جو گروہ کہ اپنے جسم سے چھوٹا مہر و ماہ و چرخ اسے سجدہ کرے اور جس کے تن میں نفس کافر مر گیا ابر و خورشید اس کا تابع ہوا اور جس کا دل صبر کرنے پہ عادی ہو گیا آفتاب اُسے کب جلا سکے جیسے حق تعالیٰ نے بہ نسبت شمس کے فرمایا ہے آیہ کریمہ تری الشمس اذا طلعت تزاور عن کہفہم ذات الیمین الخ یعنی تو نے آفتاب کو دیکھا جبکہ طلوع کرتا ہے رغبت کرتا ہے داہنی طرف غار اُن کے سے یعنی یہ آیت اصحاب کہف کی شان میں ہے کہ آفتاب جب طلوع ہوتا ہے تو منہ غار سے سیدھی طرف چلا جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو بائیں طرف چلا جاتا ہے تاکہ دھوپ سے انکو تکلیف ہووے اسی طرح اہل صبر کو آفتاب ضرر نہیں پہنچاتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم

خفتگی کہ خفتہ اید کار شاں | میل کردے آفتاب از غار شاں
خار از لطف چوں گل می شود | پیش جزوے کو بکل می شود
چیست تعظیم خدا افراشتن | خویشتن را خوار و خاکے داشتن
چیست توحید خدا آموختن | خویشتن را پیش واحد سوختن
گر ہمی خواہی کہ بفروزی چو روز | ہستی ہمچوں شب خود را بسوز
ہستیت در ہست آں ہستی نواز | ہمچو مس در کیمیا اندر گداز
در من و ما سخت کردستی دو دست | ہست ایں جملہ خرابی از دو ہست

ایسے خفتہ کہ خدا سے کام تھا | شمس اُنکے غار سے ہٹ کر گیا
لطف سے کل خار مثل گل بنے | آگے اس جز کے کہ جو کل سے ملے
کیا ہی تعظیم خدا کرنا ادا | خود کو خوار و خاک رکھنا دائما
کیا ہی توحید خدا کو سیکھنا | پیش واحد آپ کو کرنا فنا
گر تو چاہے مثل دن روشن ہو تو | مثل شب کے کر فنا تو آپ کو
اپنی ہستی اُسکی ہستی میں سدا | مثل تانبا کیمیا میں دے گلا
تو من و تو میں بہت مضبوط ہے | یہ خرابی آئی ہے اُس دوئی سے

رفتن گرگ و روباہ در خدمت شیر بہر شکار

جانا گرگ و روباہ کا ہمراہ شیر کے واسطے شکار کے

شیر و گرگ و روبہی بہر شکار | رفتہ بودند از طلب در کوہسار
آن سہ با ہم اندراں صحرائے ژرف | صیدہا گیرند بسیار و شگرف
تا بہ پشت ہمدگر از صیدہا | سخت بر بندند بار و قیدہا
گرچہ زیشاں شیر نر را ننگ بود | لیک کرد اکرام و ہمراہی نمود
ایں چنیں شہ را ز لشکر زحمت است | لیک ہمرہ شد جماعت رحمت است
ایں چنیں مہ را ز اختر ننگہاست | او میان اختراں بہر سخاست

شیر و گرگ و لومڑی کرنے شکار | چلے گئے خواہش سے سمت کوہسار
تینوں وہ مل کرکے جنگل کو گئے | اور شکار از بس بہتوں نے جا کئے
اسقدر باہم شکار اُن کو ملا | کہ شکاروں سے احاطہ اک کیا
گرچہ اُن سے شیر نر کو ننگ تھا | لیک بخشش کی وہ ہمراہی ہوا
زحمت ایسے شاہ کو لشکر سے ہے | جو جماعت ہووے رحمت ہے
ایسے مہ کو اختروں سے ننگ ہے | پر ہے اختر میں سخاوت کے لیے

٥٠ ایسے خفتہ الخ ہم شعر ایسے خفتہ کہ جنکو خدا سے کام تھا شمس اُنکے غار سے ہٹ کر گیا کل خار لطف سے مثل گل بنے اس جزو کے آگے کہ جو کل سے ملے یعنی جو بندہ کہ ذات میں فنا ہو کل کلیہ اُسکو راحت ہے خدا کی تعظیم ادا کرنا کیا ہی خود کو خاک خوار رکھنا ہمیشہ کیا ہے توحید خدا کی سیکھنا آگے واحد کے خود کو فنا کرنا ہے واضح ہو کہ توحید صفت واحد کو کہتے ہیں اور توحید حقیقت آپس میں جو اکرتی ہیں الا موصوف سے صفت جدا نہیں ہوتی ہے جیسے جہاں بو ہے وہاں گل ہے اور جہاں جوش ہے وہاں مل ہے گویا ایک موصوف واحد بہ صفتوں تب اپنی موجود ہے جبکہ ہر صفت میں نظر موصوف پر پہونچی اور صفت محو ہوئی تو اُسوقت وہ ناظر سب صفتوں میں واحد دیکھے گا اور اُس نے کہا پس اس واحد دیکھنے اور جاننے کو توحید کہتے ہیں جب پر یہ توحید منکشف ہو وہ پیش واحد خود کو فنا جانے گا اور اُس دم قول و فعل سے اُس کے اثر پیدا ہو نگے اُس کو توحید حالی کہتے ہیں اور بغیر اس حال طاری ہونے کے توحید خیالی ہے اس کا وہ قول و فعل بے اثر ہوگا اس کو توحید خیالی کہتے ہیں پس تمام عالم اسماء و صفات و مظہر ذات واحد ہے جس کی نظر ذات واحد پر پہونچے اُسے توحید حالی کہہ کے اور وہ خود کو فنا جانے پس توحید ایک کو ہزار در ہزار کر کے ایک کرنے کو کہتے ہیں نہم من فہم ١٢ ٥٢ گر تو چاہے الخ ہم شعر اگر تو چاہتا ہے کہ مثل روز کے تو روشن ہے تو مثل شب کے خود کو فنا کر اور اپنی ہستی کو اُس کی ہستی میں تانبے کی شکل کیمیا میں گلا دے یعنی قلب ماہیت کر تو من میں تو بہت مضبوط ہے دوئی سے یہ خرابی آئی ہے شیر اور گرگ و لومڑی شکار کرنے اپنی خواہش سے گئے طرف کوہسار کے چنانچہ شیر و گرگ و روباہ کا قصہ مثال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں نا فہم ١٢
٥٣ تینوں وہ مل کرکے الخ ٥ شعر وہ تینوں مل کر جنگل کو گئے اور اُنھوں نے شکار از بس کیے اس قدر شکار باہم اُن کو ملا کہ اُس سے ایک احاطہ کیا اگرچہ شیر نر کو ان سے ننگ تھا لیکن بخشش کی وہ ہمراہ ہوا ایسے شاہ کو لشکر سے زحمت ہے جو جماعت ہو رحمت ہے تو اسواسطے ہمراہ ہے ایسے ماہ کو اختروں سے ننگ ہے مگر اختروں میں سخاوت کے لیے ہے باقی حال اس کا آگے بیان فرماتے ہیں تا فہم ١٢

امر شاورهم پیمبر را رسید — گرچه رائی نیست رایش را ندید
در ترازو جو رفیق زر شدست — نے ازانکه جو چو زر جوهر شدست
روح قالب را کنون همره شدست — مدتے سگ حارس درگه شدست
چونکه رفتند آن جماعت سوی کوه — در رکاب شیر با فر و شکوه
گاو کوهی و بز و خرگوش زفت — یافتند و کار ایشان پیش رفت
هر که باشد در پی شیر حراب — کم نیاید روز و شب او را کباب
چون ز کُه در بیشه آوردند شان — کشته و مجروح اندر خون کشان
گرگ و روبه را طمع بود اندر آن — که بود قسمت بعدل خسروان
عکس طمع هر دوشان بر شیر زد — شیر دانست آن طمعها را سند
هر که باشد شیر اسرار و امیر — او بداند هرچه اندیشد ضمیر
هین نگهدار اے دل اندیشه خو — دل ز اندیشه بدی در پیش او
داند و خر را همی راند خموش — در رخت خندد برائے روپوش
شیر چون دانست آن وسواس شان — وا نگفت و داشت آن دم پاس شان
لیک با خود گفت بنمایم سزا — مر شما را اے خسیسان گدا
مر شما را بس نیامد رائے من — ظن تان اینست در اعطائے من
اے وجود و رائے تان از رائے من — از عطاهاے جهان آرائے من
نقش با نقاش چه سگالد دگر — چون سگالش اوش بخشید و خبر

حکم[1] شاورهم پیمبر کو ملا — گرچہ ہر رائے ان سے لیتا رائے تھا
جو ترازو میں رفیق زر ہوا — نے مثال زر کے جو جوہر ہوا
روح اب قالب کے جو ہمرہ ہوئی — ایک مدت سگ نے دربانی کری
وہ جماعت جو گئی بہر شکار — شیر کے ہمراہ سوئے کوہسار
گاو کوہی بز و خرگوش کو — مار کر خوشدل ہوئے از بسکہ وہ
جو کوئی ہمرہ ہو جنگی شیر کے — رات دن کب اسکے کبابونکے رہے
کوہ سے جنگل میں لائے وہ انہیں — کشتہ و خستہ جو تھے پر خون میں
گرگ و روبہ انہیں طمع رکھتے تھے — کہ برابر عدل سے حصہ ملے
عکس دونوں کی طمع کا شیر پر — جو پڑا جانا طمع کو سر بسر
جو کوئی اسرار کا ہو شیر و میر — دل کا اندیشہ وہ جانے در ضمیر
دلمیں اندیشہ نہ کر ہشیار ہو — آگے اسکے کچھ نہ اندیشہ کرو
جانے وہ بہلانے کو خاموش ہی — تجھ سے ہنستا واسطے روپوش کے
شیر نے وسواس ان کا جان کر — نے مروت سے کیا وہ منتشر
پر کہا دلمیں کہ دیتا ہوں سزا — تم کو اے بد طینت و بد باطنا
رائے میری نے پسند آئی تمہیں — یہ گمان تم کو ہے میری جود پر
ہو تمہاری رائے میری رائے سے — اور مری جود و ہمہ [illegible] رائے سے
کیا کرے نقاش پر نقش اب خیال — کہ دیا جب اسکو [illegible] اسنے خیال

[1] حکم شاورهم یعنی اشعر حکم حق حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شاورہم کا پہونچا یعنی مشورہ کرو تم اگرچہ ہر رائے ان سے [illegible] جیسے ترازو میں ہمراہ زر کے جو ہوا اگر مثل زر کے جوہر نہ ہوا اگرچہ روح قالب کے ہمراہ ہوئی ہے گر ایک مدت سگ نے دربانی کی یعنی جناب رسول مقبول صلعم کو حکم ہوا [illegible] جو زر کے ہمراہ تلتا ہے ایسے ہی انسان حضرت رسول مقبول صلعم کے ہمراہ جوہر کو نہیں ہو سکتے ہیں اور یہاں شیر سے مراد مرشد [illegible] ہیں کہ شکار معرفت کو کوہسار دنیا میں آئے ہیں جو اہل توحید ہے وہ مرشد کے ہمراہ ہے اور جو دوئی میں پڑا ہے وہ تباہ ہوا وہ جماعت جو گئی شکار کے لئے شیر کے ہمراہ جانب کوہسار کے گاو کوہی اور بز اور خرگوش مار کر از بس خوشدل وہ ہو [illegible] جو کوئی ہمراہ شیر جنگی کے ہو وہ دائما کب کبابوں کے [illegible] وہ کوہ سے جنگل میں منگوائے گرگ و روباہ [illegible] کہ اس میں ہم کو برابر [illegible] ملیگا [illegible] شیر [illegible] گرگ [illegible] روباہ کو حصہ برابر ملیگا دونوں کی طمع کا عکس جو شیر پر پڑا تو شیر نے اس طمع کو سر بسر جانا [illegible] حقائق بیان فرماتے ہیں جو کوئی اسرار کا شیر [illegible] تو دلمیں اندیشہ نہ کر ہشیار رہ اور آگے اسکے کچھ اندیشہ نہ کر یعنی وہ مرشد آگاہ دل ہے جو تو اندیشہ کرتا ہے اسکو اس اندیشہ [illegible] ہوتا ہے [illegible] قلب [illegible] ہوتا ہے آئینہ ضمیر [illegible] جاتا ہے لیکن بہلانے کو خاموش ہی [illegible] تجھ سے ہنستا ہے واسطے روپوشی [illegible] شیر نے [illegible] ان کا [illegible] نہیں آئی یہ گمان تمکو میری بخشش پر ہے تمہاری [illegible] اے میری رائے [illegible] میری بخشش [illegible] حال کیا ہو [illegible] نقش نقاش کی کیا خیال کر سکتا ہے کیونکہ [illegible] نقاش سے پیدا کیا ہے پس مخلوق کیا خالق کی [illegible] ریاضت اسکی [illegible] سکا حال [illegible] میں [illegible] تمام ہوا

این چنین ظن خسیسانه بمن / مر شما را بود ننگانه زمن
ظانین بالله ظن السوء را / گر نه برّم سر بود عین خطا
وا رهانم چرخ را از ننگ تان / تا بماند در جهان این داستان
شیر با این فکر میزد خنده فاش / از تبسمهای شیر ایمن مباش
مال دنیا شد تبسمهای حق / کرد ما را مست و هم مغرور دق
فقر و رنجوری بهشت است ای سند / کان تبسم دام خود را پر کند

اس طرح مجھ پر حقیرانہ گماں / خاص تم کو تھا اے ننگان زماں
ظانین باللہ ظن السوء کہ / گر نہ کاٹوں سر تو ہے عین خطا
ننگ تیری سے چھڑاؤں آسماں / یادگار عالم میں ہووے داستاں
شیر ہنستا تھا یہ کرتے فکر جو / شیر کے ہنسنے سے مت ایمن ہو
مال دنیا کا تو ہنسنا حق کا ہے / کر دیا مغرور ہم کو مال نے
فقر و رنجوری بہشت و خلد ہے / کہ ہنسی کا دام اپنا ... کرے

امتحان کردن شیر گرگ را و گفتن که صیدها را قسمت کند

امتحان کرنا شیر کا گرگ کو اور کہنا کہ ان شکاروں کو بانٹ دے

گفت شیر ای گرگ این را بخش کن / معدلت را نو کن ای گرگ کهن
نائب من باش در قسمت گری / تا پدید آید که تو چه گوهری
گفت ای شه گاو وحشی بخش تست / آن بزرگ و تو بزرگ و زفت و چست
بز مرا که بز میانه است و وسط / روبها خرگوش بستان بی غلط
شیر گفت ای گرگ چون گفتی بگو / چونکه من باشم تو گوئی ما و تو
گرگ خود چه سگ بود کو خویش دید / پیش من چون شیر بی مثل و ندید
گفت پیش آ ای خری کو خود خرید / پیشش آمد پنجه زد او را درید
چون ندیدش مغز و تدبیر رشید / در سیاست پوستش از سر کشید
گفت چون دید منت از خود نبرد / اینچنین جان را بباید زار مرد

بولا شیر اے گرگ تو تقسیم کر / کر جواں تو عدل اے پیرانہ سر
تو ہو اس تقسیم میں نائب مرا / تا لیاقت دیکھوں تیری ظاہرا
بولا اے شہ گاؤ حصہ ہے ترا / وہ بزرگ اور تو بزرگ ہم میں سوا
بز مجھے دے کیونکہ وہ وسط میں ہے / اور روبہ بے غلط خرگوش لے
بولا شیر اے گرگ کہہ پھر تو یہ کہو / کیونکہ میں ہوں اور کہے تو میں و تو
گرگ کیا اک سگ ہے دیکھو آپ کو / آگے مجھ سے شیر بے ہمتا کے دو
بولا اے خر آگے آ جب وہ گیا / مار کر تھپڑ کیا اس کو فنا
جو نہ دیکھا اسکو پر مغز و تیا / کھینچا اسکے پوست کو از راہ کیں
دیکھکر مجھکو نہ جو خود سے گیا / ایسی جان کو چاہیے کرنا فنا

ماہ اس طرح الخ شعر اس طرح مجھ سے حقیرانہ گمان خاص تم کو تھا اے ننگان زمانہ کے تو جمہ گمان کرنے والے ہو لہ کمان بد کرتے ہیں ساتھ اللہ کے اگر سر نہ کاٹوں تو عین خطا ہو اور تیری ننگ سے آسمان کو چھڑاؤں کہ تا یادگار عالم میں یہ داستان ہو شیر یہ فکر کرکے جو ہنستا تھا تو شیر کے ہنسنے سے مت ایمن رہو مال دنیا کا گویا حق کا ہنستا ہے مال نے مغرور ہم کو کر دیا فقر و رنجوری بہشت و خلد ہے کہ دام ہنسی کا وہ اپنا دور کرے یعنی مال دنیا حق کا تبسم ہے اور رنج دنیا اس کی جنت ہے پس حق جس پر مہربان ہوتا ہے اس پر فقر و رنج بھیجتا ہے اور جس سے ناخوش ہوتا ہے اس پر دنیا زیادہ کرتا ہے اور بلا میں پھانستا ہے چنانچہ اس کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ماہ بولا شیر الخ شعر شیر نے کہا کہ اے گرگ تو تقسیم کر اور عدل جوان کر اے پیرانہ سر تو اس تقسیم میں نائب میرا ہو تا میں لیاقت دیکھوں تیری ظاہرا گرگ نے کہا کہ اے شہ گاؤ حصہ تیرا ہے وہ بزرگ اور تو بزرگ ہم میں سوا ہے بز مجھ کو دے کیونکہ وہ اوسط ہے اور روباہ بے تامل خرگوش لے شیر نے کہا کہ اے گرگ کیا کہتا ہے کیونکہ میں ہوں اور تو کہتا ہے میں و تو گرگ کیا ہے ایک سگ ہے کہ آپ کو دیکھے آگے مجھ سے شیر بے مانند کے شیر نے کہا کہ اے خر آگے آ جب وہ آگے گیا تھپڑ مار کر اسے فنا کیا جو کہ اس کو پر مغز و یقین نہ دیکھا اس کے پوست کو کھینچا از راہ کینہ کے اور کہا مجھ کو دیکھ کر تو خود سے نہ گیا ایسی جان کو فنا کرنا چاہیے یعنی میری ہستی کے روبرو اپنی ہستی و آپ کو جاتا اور خود کو فنا نہ کیا پس ایسی جان بے مغز کو فنا کرنا چاہیے چنانچہ باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

چون نبودی فانی اندر پیش من — فرض آمد مر ترا گردن زدن
گرچہ غالب آرم اندر بذل فضل — گاہ گاہے ہم کنم از عدل فضل
کل شیء ہالک جز وجہ او — چون نہ در وجہ او ہستی مجو
ہر کہ اندر وجہ ما باشد فنا — کل شیء ہالک نبود جزا
زانکہ الا ہست و از لا گذشت — ہر کہ در الاست و فانی نگشت
ہر کہ در او من و ما مے زند — رد باب ست او بر لا مے تند

میرے[1] آگے جو نہ تو فانی ہوا — فرض آیا تیری گردن زدنا
گرچہ غالب ہوں میں بذل فضل — گاہے گاہے کرتا ہوں یا عدل فضل
کل شیء ہالک وجہ سوا — جو نہیں تو وجہ میں ہستی نہ چاہ
جو کہ میری وجہ میں ہووے فنا — کل شیء ہالک کب ہو جزا
جو کہ الا میں ہے وہ لا سے چھٹا — جو ہے الا میں وہ فانی کب ہوا
اُسکے دروازے پہ جو میں تو کرے — وہ ہے مردود اور وہ لا میں ہے

قصہ آن کس کہ در یارے بکوفت گفت کیست گفت منم گفت چون تو توئی در نکشایم کہ کسے زیاران آشناسم کہ من باشد

قصہ ایک شخص کا کہ دروازہ یار کا بجایا کہا کون ہے کہا میں ہوں کہا جو تو در رہ واسطے تیرے نہیں کھولتا کہ میں یار سے اسکو نہیں جانتا کہ جو میں کہے

آن یکے آمد در یارے بزد — گفت یارش کیستی اے معتمد
گفت من گفتش برو ہنگام نیست — بر چنین خوانی مقام خام نیست
خام را جز آتش ہجر و فراق — کے پزد کہ وا رہاند از نفاق
چون توئی تو ہنوز از تو نرفت — سوختن باید ترا در نار تفت
رفت آن مسکین و سالے در سفر — در فراق دوست سوزید از شرر

ایک[2] نے آ در بجایا یار کا — یار بولا کون ہے بتلا، تو بتا
بولا میں وہ بولا جا تو وقت نہیں — نے جگہ ہر خام کی اس خوان پہ
خام کو جز آتش فرقت پکائے — کون سی شے اور نفاقوں سے چھڑائے
جو توئی تیری نہ دفع تجھ سے ہی — آگ میں تجھکو جلانا چاہیے
وہ گیا مسکیں سفر میں سال بھر — نار فرقت میں جلا مثل شرر

[1] میرے آگے الخ یہ شعر جو کہ میرے آگے تو فانی نہ ہوا تجھ کو فرض آیا تیری گردن مارنا اگرچہ غالب کرتا ہوں بذل کے فضل گر گاہ ہے عدل سے بھی فضل کرتا ہوں کل شے ہلاک ہے مگر وجہ کے سوا جو تو وجہ نہیں ہے ہستی نہ چاہ جو کوئی میری ذات میں ہووے کل شی ہالک کب اسکی جزا ہو یعنی سوا وجہ کے سب ہلاک ہووے جو تجھ میں فنا نہیں ہے تو کب باقی رہے جو کوئی اثبات میں ہے وہ فانی کب ہوا اسکے دروازہ پر جو میں تو کرے وہ مردود رہے یعنی پیش حق جو کوئی اپنی ہستی کو سمجھے وہ مردود ہے اور لائق نفی کے ہے کیونکہ کل ہستی اسی کی ہے چنانچہ اسکی مثال میں قصہ دیدہ دوں کا مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فہم ۱۲ [2] ایک نے الخ یہ شعر ایک نے آ کر یار کا در بجایا یار نے کہا کہ کون ہے تو بتا بولا میں وہ بولا کہ وقت نہیں ہے تو جا اس خوان پیغام کی جگہ نہیں۔ ہے خام کو سوا آتش فراق کے کون پکائے اور نفاق سے چھڑائے جو تیری توئی تجھ سے دفع نہیں ہے تو آتش میں جلانا چاہیے وہ گیا مسکین سفر میں ایک سال تک آتش فرقت میں جلا مثل شرر کے یعنی بسبب خامی کے اس نے خود کو جلانا اسواسطے یار نے دروازہ نہ کھولا جبکہ پھر آیا چنانچہ اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲ عہ کل شے ہلاک گروہ اسکا ۱۲ عہ کل شے ہلاک ہے ۱۲

پختہ گشت آں سوختہ پس بازگشت	بازگرد خانۂ انباز گشت	سوختہ وہ جبکہ پختہ ہو گیا	یار کے گھر کی وہ جانب پھر پھرا
حلقہ زد بر در بصد ترس و ادب	تا نہ بجہد بے ادب لفظے ز لب	اور پھر کنڈی بجائی باادب	بے ادب نے حرف آئے تا لب
بانگ زد یارش کہ بر در کیست آں	گفت بر در ہم توئی اے دلستاں	یار نے اُسکو پکارا کون ہے	بولا در پر تو ہی ہے در کھول دے
گفت اکنوں چوں منی اے من درآ	نیست گنجائی دو من را یک سرا	بولا تو میں ہوں تو اے میں اندر آ	ایک گھر میں کب ہیں دو میں سما
چوں یکے باشد ہمہ نبود دوئی	ہم منی برخیزد آنجا ہم توئی	جبکہ ہووے ایک سب کب ہے دوئی	میں یہ اُٹھ جائے وہاں اور بھی توئی
نیست سوزن را سر رشتہ دوتا	چونکہ یکتائی دریں سوزن درآ	رشتہ دو سر کا سوئی میں آئے کب	ایک ہوں دونوں سوئی میں آئے تب
رشتہ را با سوزن آمد ارتباط	نیست در خور با جمل سم الخیاط	رشتہ سوزن سے رکھے ہے ارتباط	کب ہے لائق با جمل سم الخیاط
کے شود باریک ہستی جمل	جز بمقراض ریاضات و عمل	ہووے کب باریک ہستی اونٹ کی	لیک مقراض ریاضت سے اخی
دست حق باید مر آنرا اے فلاں	کو بود بر ہر محال کن فکاں	اُسکو دست حق ہے لازم اے فلاں	ہر محال اُسکے کا تا ہو کن فکاں
ہر محال از دست او ممکن شود	ہر حروں از بیم او ساکن شود	ہر محال اُس ہاتھ سے ممکن بنے	اور ہر سرکش ہو ساکن خوف سے
اکمہ و ابرص چہ باشد مردہ نیز	زندہ گردد از فسون آں عزیز	اکمہ و ابرص ہے کیا اور مردہ بھی	دم سے اُسکے ہووے زندہ اے اخی
واں عدم کز مردہ مردہ تر بود	در کف ایجاد او مضطر بود	وہ عدم کہ مردہ مردہ ہو بتر	ہاتھ میں اُسکے ہو مضطر اے بشر
کل یوم ہو فی شان را بخواں	مر ورا بیکار و بے فعلے مداں	کل یوم ہو فی شان کو پڑھو	اور بیکار اُسکو اب تم مت کہو
کمتریں کارش بہر روز آں بود	کو سہ لشکر را روانہ می کند	کم سے کم ہر روز کام اُسکا یہ ہے	کہ روانہ تین لشکر کو کرے
لشکرے ز اصلاب سوئے امہات	بہر آں تا در رحم روید نبات	ایک لشکر پشت سے سوئے رحم	پرورش تا کہ اُسے دیوے رحم
لشکرے ز ارحام سوئے خاکداں	تا ز نر و مادہ پُر گردد جہاں	ایک لشکر پیٹ سے سوئے زمیں	تا جہاں میں ہو دیں نر مادہ مکیں
لشکرے از خاکداں سوئے اجل	تا ببیند ہر کسے حسن عمل	ایک لشکر خاک سے سوئے اجل	تاکہ دیکھے ہر کوئی حسن عمل

لے سوختہ الخ ۱۲ شعر وہ سوختہ جبکہ پختہ ہو گیا اس گھر کی جانب پھرا اور دروازے پر کنڈی کھٹکھٹائی باادب تا بے ادب حرف نہ آئے لب تک یار اُسکو پکارا کون ہے بولا در پر تو ہی ہے دروازہ کھول دے بولا میں ہوں تو اے میں اندر آ ایک گھر میں کب سما سکتے ہیں یعنی ایک خانہ دل میں دو میں یعنی نفس و جان کب سما سکتے ہیں جبکہ سب ایک ہو تو کب ہووے دوئی اور وہاں اُٹھ جائے یہ من و تو دو سرے رشتہ سوئی میں کب آئے دونوں سرے ایک ہوں جب سوئی میں آئے رشتہ سوزن سے رکھتا ہے ارتباط کب لائق ہے کہ اونٹ نکلے ناکے سوئی سے اونٹ کی ہستی کب باریک ہووے لیکن مقراض ریاضت سے یعنی مثل رشتہ کے جب تک دوئی ہے سوئی میں نہ جائے جب اکائی صورت پکڑے تب سوئی میں جائے جیسے اونٹ ناکے میں سوئی کے نہ جائے جب تک مقراض ریاضت سے باریک نہ ہو یعنی شتر نفس جب تک مثل رشتہ کے مقراض ریاضت سے باریک نہ ہو سوراخ دل میں وہ نہیں جاتا ہے [illegible] سیر سلوک نہ حاصل ہوا اس کو دست حق چاہیے اے فلاں تاکہ ہو اس کے ہر محال کو کن فکان [illegible] محال اُس دست سے ممکن ہو اور ہر سرکش اُس کے خوف سے ساکن رہے اکمہ و ابرص یعنی اندھا مادر زاد و برص والا [illegible] مردہ بھی اُس کے دم سے ہووے زندہ [illegible] کہ مردہ سے مردہ تر ہو ہاتھ میں اُسکے مضطر ہے کل یوم ہو فی شان کو پڑھو اور بیکار [illegible] یعنی دست خدا جس کا مددگار ہو اُس کا ہر محال ممکن ہوا عدم کہ مردہ بلکہ مردہ سے زیادہ ہے مگر اُسکے ہاتھوں میں بیقرار ہے [illegible] وقت اُس کی نئی شان ہے چنانچہ اُسکے فعل کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں نمبر ۱۵ کم سے کم الخ یعنی اُسکا ہر روز کم سے کم کام یہ ہے کہ تین لشکر روانہ کرتا ہے ایک لشکر پشت پدر سے رحم مادر کی جانب پرورش کے لیے ایک لشکر پیٹ سے جانب زمین کے تاکہ جہان میں نر و مادہ رہیں اور ایک لشکر [illegible]

یا زبیشک پیش ازآنہا میرسد / آنچه از حق سوے جانہا میرسد
آنچه از جانہا بدلہا میرسد / وانچه از دلہا بگلہا میرسد
اینت لشکرہاے حق بیحد و مر / از پے ایں گفت ذکری للبشر
ایں سخن پایاں ندارد ہیں بتاز / سوے آں دو یار پاک پاکباز

پھر وہ بیشک پہلے اُن سے آئی ہے [۱] / جان کی سوجھ خدا سے آئی ہے
جو کہ جانوں سے دلوں کو آئی ہے / اور دلوں سے جو تنوں کو آئی ہے
یہ ہیں لشکر حق کے بیحد بے بسر / اسلیے فرمایا ذکری للبشر
یہ سخن بے انتہا ہے لوٹ تو / جانب اُن دو یار کے جو ہیں نکو

خواندن آن یار یار خود را پس از تربیت یافتن

بلانا اُس یار کا یار اپنے کو بعد تربیت پانیکے

گفت یارش کاندر آ اے جمله من / نے مخالف چوں گل و خار چمن
رشته یکتا شد غلط کم شد کنوں / گرد تا بینی حروف کاف و نوں
کاف و نوں ہمچوں کمند آمد جذوب / تا کشاند مر عدم را در خطوب
پس دو تا باید کمند اندر صور / گرچه یکتا باشد آں دو در اثر
گر دو پا گر چار پا ره را برد / ہمچو مقراض دو پا یکپا شود
آں دو انبازان گاذر را ببیں / ہست در ظاہر خلاف آں و ایں
آں یکے کرباس در جو می زند / واں دگر انباز خشکش میکند
باز او آں خشک را تر می کند / گوئیا ز استیزه ضد بر می تند

بولا یار اندر تو آ اے جملہ میں [۲] / نے مخالف جیسے گل و خار چمن
ایک بل رشتہ ہوا اے ذوفنوں / گر دو بل دیکھے ہے حرف کاف و نوں
جوں کمند جذب کاف اور نوں ہوا / تا عدم کو کھینچے باحکم خدا
چاہیے اب دو بل کمند اب ظاہرا / گرچہ اک بل ہی اثر میں باخفا
گر دو پا یا چار پا رہ طی کرے [۳] / مثل قینچی کے دو پا اک پا بنے
دو شریک اُن دھوبیوں کو دیکھ تو / کہ بظاہر مختلف اسکا ہے دو
ایک تو کپڑے کو دھووے آب میں / دوسرا کپڑا اُسکھاوے تاب میں
پھر وہ سوکھے کو بھگوئے آب سے / گویا ضد سے کام میں ہر ایک لڑے

۱ه پھر وہ بیشک الخ یہ شعر پھر بلاشک اُن سے پہلے آئے ہیں جانب جاں کے جو کہ خدا کی جانب سے آئے ہیں جو کہ جان سے دلوں کو آئے اور دلوں سے جو تنوں کو آئے ہے یہ لشکر خدا کے بے حد ہیں اس لیے فرمایا حق نے آیۃ وما یعلم جنود ربک الا ہو وما ہی الا ذکریٰ للبشر یعنی نہیں جانتا ہے لشکروں رب تیرے کو مگر اللہ اور نہیں ہے یہ آیت مگر واسطے نصیحت بشر کے واضح ہو کہ خداوند عالم کا ادنیٰ یہ کام ہے کہ تین قافلے انسانوں کے ایک صلب پدر سے اور دوسرا شکم مادر سے اور تیسرا اس جہان سے اُس جہان میں روانہ کرتا ہے مگر اول ان تینوں لشکر کے حق سے سوے جان اور جان سے سوے دل اور دل سے سوے بدن جوش کرآتی ہے وہ حب شہوت ہے کہ روانگی ان تینوں لشکر کی اُس پر منحصر ہے اور راز اس کا حق جانتا ہے از بحر العلوم یہ بات بے انتہا ہے اب لوٹ تو جانب اُس دو یار کے واللہ اعلم ۱۲ ۲ه بولا یار الخ یہ شعر یار نے کہا کہ تو اندر آ اے جملہ میں اور نہیں ہے تو مخالف جیسے گل و خار گلشن کے مثال آگے بیان فرماتے ہیں اے ذو فنون ایک بل رشتہ ہوا ہے اگرچہ دو بل رکھتا ہے حرف کاف و نون چوں کمند جذب ہوا تاکہ عدم کو کھینچے حکم خدا سے ظاہراً کمند میں دو بل ہیں اگرچہ باخفا ایک بل اثر کرتا ہے یعنی وہ تو ظاہر ہیں مگر رشتہ کے معنی میں ایک بل ہے یعنی عینیت رکھتے ہیں جیسے حرف کن کہ کاف و نون بظاہر دو حرف ہیں مگر باطن میں ایک اثر رکھتے ہیں چنانچہ مثال دوسری مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۳ه گر دو پا الخ یہ شعر اگر دو پاؤں والا راہ چلے مثل قینچی کے دونوں پاؤں بنے مثال تیسری بیان فرماتے ہیں ان دو دھوبیوں کو تو شریک جان بظاہر مختلف ہیں کہ ایک کپڑا دھوتا ہے آب میں اور دوسرا کپڑا سکھاتا ہے تاب میں پھر وہ سوکھے کو بھگوتا ہے گویا ضد سے ہر ایک کام میں لڑتا ہے چنانچہ باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲—

لیک آن دو ضد استیزه نما — یک دل و یک کار باشند در وفا
هر نبی و هر ولی را مسلکیست — لیک تا حق می‌برد جمله یکیست

لیک دونوں ضد وہ و دشمن نما — ایک دل ایک کام آپس میں ہم سدا
ہر نبی و ہر ولی اک راہ رکھے — حق تلک پہنچانے میں سب ایک ہے

روی درکشیدن از ملامت مستمعان

بند ہو جانا باتوں کا سننے والوں کی ملامت سے

چونکہ جملہ مستمع را خواب برد — سنگہای آسیا را آب برد
رفتن این آب فوق آسیاست — رفتنش در آسیا بہر شماست
چون شما را حاجت طاحون نماند — آب او بجوی اصلی باز راند
ناطقہ سوی دہان تعلیم راست — ورنہ خود آن آب را جوی جداست
میرود بی بانگ و بی تکرارہا — تحتہا الانہار تا گلزارہا
ای خدا جان را تو بنما آن مقام — کاندرو بی حرف می‌روید کلام
تا کہ سازد جان پاک از سر قدم — سوی عرصہ دور پہنای عدم
عرصہ بس با گشاد و با فضا — وین خیال و ہست یابد زو نوا
تنگ‌تر آمد خیالات از عدم — زان سبب باشد خیال اسباب غم
باز ہستی تنگ‌تر بود از خیال — زان شود در وی قمر ہمچون ہلال

سننے والے جملہ جبکہ سو گئے — آسیا کے سنگ پانی میں بہے
بہتا فوق آسیا یہ آب ہی — بہتا زیر آسیا تیرے لیے
جو نہ حاجت آسیا کی تجکو ہی — آب اپنے نہر اصلی میں بہے
ناطقہ سوئے دہن بہر ہدا — ورنہ نہر اس آب کی ہی ہے جدا
جاتی بے تکرار ہی اور بے صدا — تحتہا الانہار تا گلزارہا
اے خدا جان کو دکھا دے وہ مقام — بے صدا بے حرف ہے جسمیں کلام
پاک جان تا کہ کرے سر سے قدم — جانب صحرائے بے پایاں عدم
بس ہے وہ صحرا کشادہ پر فضا — یہ خیال و ہست نے اس سے نوا
یہ خیال اک تنگ ہے درپیش قدم — اس سبب سے ہی خیال اسباب غم
پھر یہ ہستی تنگ تر ہی از خیال — اسلیے ہوتا قمر ہے جوں ہلال

ف۱ لیک دونوں ضد الخ یعنی لیکن وہ دونوں ضد اور دشمن نما باہم ایک دل و ایک کام ہیں ہر نبی و ہر ولی ایک راہ۔ کہتے ہیں حق تلک پہونچانے میں وہ سب ایک راہ ہیں یعنی جیسے دونوں پاؤں قینچی کے کام میں ایک ہیں اور دونوں دھوبی کپڑے دھونے میں گو بظاہر فعل مختلف کرتے ہیں مگر ایک دل و ایک ہیں اسی طرح اولیا و انبیا راہ ایک۔ کہتے ہیں مگر حق تک پہونچنے میں وہ ایک ہیں اسی کو کہتے ہیں کہ بظاہر مختلف اور باطن ایک ہے چنانچہ اسکے حقائق مولانا آگے مثالوں میں بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف۲ سننے والے الخ شعر جبکہ جملہ سننے والے سو گئے تو سنگ آسیا کے پانی میں بہے یہ آب کہ فوق آسیا بہتا ہے اور زیر آسیا تیرے لیے بہتا ہے جو تجھکو حاجت آسیا کی نہیں ہے تو آب اپنی نہر اصلی میں ہے ناطقہ سوئے دہن واسطے ہدایت کے ہے ورنہ نہر آب کی جدا ہے بے صدا و بے تکرار جاتی ہیں نیچے کے نہریں گلزار تک یعنی جیسے جنت میں نیچے نہریں جاری ہیں اسی طرح آب ناطقہ بھی جاری ہے جو کہ وہی شے ہے واسطے ہدایت کے وہ آب ناطقہ وقت حاجت کے دہن کی جانب آتا ہے اور جبکہ سامع سو جاتا ہے اور تجلی دہن کی واسطے ہدایت کے نہیں چلتی ہے تو آب ناطقہ اپنی نہر میں چلا جاتا ہے گویا وہ آب ناطقہ واسطے ہدایت کے بہنگام توجہ سامعین کے تجلی دہن کی حرکت کو جانب دہن کے آتا ہے پس مولانا آگے مناجات بیان فرماتے ہیں کہ اے خدا جان کو وہ مقام دکھا دے کہ بے صدا و بے حرف جسمیں کلام ہے یعنی مقام بے زبانی کا مجھ پر کھولدے کیونکہ اولیائے کرام بظاہر خاموش و بباطن آپس میں براہ بے زبانی باتیں کرتے ہیں اسواسطے مولانا اس مقام کی حق سے دعا مانگتے ہیں تا کہ جان پاک سر سے قدم کر سے جانب صحرائے عدم بے پایاں کے بس وہ صحرا کشادہ پر فضا ہے کہ یہ خیال و ہست اس سے آواز نوا ہیں یہ خیال تنگ ہے آگے عدم کے اس سبب سے خیال اسباب غم ہے اور ہستی تنگ تر ہے خیال سے بھی اسلیے قمر ہوتا ہے مانند ہلال کے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲۔

باز ہستی جہان حس و رنگ | تنگ تر آمد کہ زندانیست تنگ
علت تنگیست ترکیب و عدد | جانب ترکیب حسہا می کشد
زان سوی حس عالم توحید دان | گر یکی خواہی بدان جانب بران
امر کن یک فعل بود و نون و کاف | در سخن افتاد و معنی بود صاف
این سخن پایان ندارد باز گرد | تا چہ شد احوال گرگ اندر نبرد

پھر یہ ہستی جہان حس و رنگ | تنگ تر ہے بلکہ اک زنداں ہے تنگ
باعث تنگی ہے یہ ترکیب تن | کھینچے حس ہے جسے ترکیب بدن
حس کے اس سو عالم توحید جان | گر اکائی چاہئے اس سو ہو دواں
امر کن اک فعل تھا اور نون و کاف | بولنے میں آیا معنی میں تھا صاف
یہ سخن بے انتہا ہے بس پھر و | کیا ہوا درپیش گرگ پیر کو

ادب کردن شیر گرگ را جہت بے ادبی او

ادب دینا شیر کا گرگ کو بسبب بے ادبی اسکی کے

گرگ را برکند سر آن سرفراز | تا نماند دو سری و امتیاز
فانتقمنا منہم است ای گرگ پیر | چونکہ نبودی مردہ در پیش امیر
بعد از آن رو شیر با روباہ کرد | گفت این را بخش کن از بہر خورد
سجدہ کرد و گفت کین گاو سمین | چاشت خوردت باشد ای شاہ گزین
وین بز از بہر میانہ روز را | یخنیی باشد شہ پیروز را
وان دگر خرگوش بہر شام ہم | شب چرہ ای شاہ با لطف و کرم
گفت ای روبہ تو عدل افروختی | این چنین قسمت ز کہ آموختی
از کجا آموختی این ای بزرگ | گفت ای شاہ جہان از حال گرگ
گفت چون در عشق ما گشتی گرو | ہر سہ را بستان و برگیر و برو

توڑا سر کو گرگ کے اس شیر نے | تا تمیز اور دوئی نہ باقی رہے
فانتقمنا منہم اے گرگ کہن | نے مرا جو پیش شاہ ذو المنن
پھر کہا روباہ سے اس شیر نے | اسکو کر تقسیم کھانے کے لیے
سجدہ کرکے عرض کی اس گاؤ کو | صبح کا تم ناشتا اپنا کرو
اور بز کا دوپہر کے وقت میں | آب یخنی آپ نوش جاں کریں
اور بس خرگوش کو بس بعد شام | نوش تم فرماؤ با ذوق تمام
بولا روبہ عدل جو تو نے کیا | کس سے یہ تقسیم سیکھی اب بتا
کس سے یہ تقسیم سیکھی تو نے ہے | بولی اے شہ گرگ کے احوال سے
بولا شیر عشق میں ہمارے تو فنا | یہ شکار اب تینوں تو لے اور جا

ف پھر یہ ہستی الخ۔ شعر پھر یہ ہستی جہان حس و رنگ تنگ ہے بلکہ ایک زندان ہے اور باعث تنگی ہے یہ ترکیب بدن کی حس کھینچتی ہے جانب ترکیب بدن کے حس کے اس طرف عالم توحید کو جان اگر اکائی چاہتا ہے اس طرف روان ہو یعنی وہ مقام بے حرف و کلام عالم توحید ہے اگر تو ایک ہونا چاہتا ہے اس طرف جا کیونکہ امر کن ایک فعل تھا اور حرف ک و ن بولنے میں آیا اور معنی میں صاف تھا یعنی یہ امر کن ایک فعل حق تھا صاف اس عالم توحید میں اور کاف و نون دو حرف اندر اس عالم کے ہوتے ہوئے پس حیثیت حق کی اس عالم میں مانند حروف کن کے ہے کہ بظاہر دو حرف اور بباطن ایک امر حق صاف ہے اسی طرح کل اشیا مظہر عالم بظاہر دو و بباطن ایک ہیں یہ سخن بے انتہا ہے پس پھیر دو کہ کیا ہوا درپیش اس گرگ پیر کو چنانچہ آگے ہوتا باقی قصہ شیر و گرگ و روباہ کا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف توڑا سر کو الخ۔ شعر اس شیر نے سر گرگ کا توڑا اگر تمیز اور دوئی باقی نہ رہے پس بدلا لیا ہم نے ان سے اے گرگ کہن جو نہیں مرا تو آگے شاہ ذوالمنن کے یعنی تو نے خود کو مرشد میں فنا نہ کیا اس واسطے تجھ سے بدلا لیا پھر روباہ سے اس شیر نے کہا اس کو کھانے کے لیے تقسیم کر روباہ نے سجدہ کرکے عرض کی کہ اس گاؤ کو تم صبح کو ناشتہ کرو اور بز کا دوپہر کے وقت آب یخنی نوش جان کرو اور اس خرگوش کو بعد شام تم نوش فرماؤ با ذوق تمام شیر نے کہا کہ اے روباہ جو تو نے عدل کیا کس سے یہ تقسیم سیکھی کہا کہ اے شیر گرگ کے احوال سے شیر نے کہا کہ تو عشق میں فنا ہوئی یہ شکار تینوں تو لے جا اور باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ع پس بدلا لیا ہم نے ان سے ۱۲۔

روبہا چون جملگی مارا شدی — چون ترا نزدیم چون تو ما شدی
ماترا وجملہ اشکاران ترا — پاے بر گردون ہفتم نہ بر آ
چون گرفتی عبرت از گرگ دنی — پس تو روبہ نیستی شیر منی
عاقل آن باشد کہ گیرد عبرت از — مرگ یاران در بلاے محترز
روبہ آن دم بر زبان خو شکر راند — کہ مرا شیر از پس آن گرگ خواند
گر مرا اول بفرمودی کہ تو — بخش کن این را کہ جان بردے ازو

جو ہوئی روباہ تو بالکل مری[1] — کیسے دوں آزار جو تو میں ہوئی
میں ترا اور سب شکار ہیں ترے — پاؤں رکھ تو ساتویں افلاک پے
رکھتی ہے عبرت جو تو اُس گرگ سے — تو نہ روبہ بلکہ میری شیر ہے
ہو وہ عاقل جو کوئی عبرت کو لے — مرگ یاروں سے وہ آفت سے بچے
شکر حق اُسوقت روبہ نے کیا — بعد گرگ اس شیر نے مجھ سے کہا
گر مجھے اول یہ کہتا شیر تو — کردے یہ تقسیم لیتا جان تو

در بیت مقصود جنکا فضیلتِ آخر زمانیان — مقصدیت میں جنکا فضیلت ہے آخر زمانہ کے گروہ کی

پس سپاس او را کہ ما را در جہان — کرد پیدا از پس پیشینگان
تا شنیدیم آن سیاستہاے حق — بر قرون ماضیہ اندر سبق
تا کہ ما از حال آن گرگان پیش — ہمچو روبہ پاس خود داریم بیش
امت مرحومہ زین رو خواند مان — آن رسول حق و صادق در بیان
استخوان و پشم گرگان عیان — بنگرید و پند گیرید اے مہان
عاقل از سر بنہد این ہستی و باد — چون شنید انجام فرعونان و عاد
ورنہ بنہد دیگران از حال او — عبرتے گیرند از ضلال او

شکر حق[2] کو کہ جہاں میں ظاہرا — پیچھے اگلوں کے ہمیں پیدا کیا
جیسے حق کی یہ سیاستیں سنی — اہل ماضی پر ہمیں سبقت ملی
تا ہم اگلے بھیڑیوں کی حال سے — پاس اپنا رکھیں جوں روباہ کے
امت مرحوم اس باعث کہا — اس رسول پاک نے صلی علا
بال ہڈی بھیڑیوں کی ہیں عیاں — دیکھ کر عبرت کرو اہل جہاں
عاقلوں نے ترک کی حرص و ہوا — جو سنا انجام فرعون عاد کا
ورنہ حال اُنکے سے رکھیں دوسرے — اور عبرت لیں بغاوت اُنکی سے

سلہ جو ہوئی الخ ۲ شعر اے روباہ تو بالکل میری ہوئی کیسے آزار دوں جو تو میں ہوئی یعنی جز ہوا اور شکار تیرا ہے تو ساتویں فلک پر پاؤں رکھ یعنی جب تو مجھ میں فنا ہوئی اور ہوئی جاتی ہے تو یہ سب شکار تیرے ہیں یعنی اب میں اور تو ایک ہیں تو کل میرا تیرا مال ہے اور سب افلاک تیرے زیر پا ہیں کیونکہ ذات سب میں ہے جب تو ذات میں ملا تو سب میں سمایا ہوا جو تو عبرت رکھتی ہے اس گرگ سے تو روبہ نہیں ہے بلکہ میری شیر ہے وہ عاقل ہے کہ جو عبرت پذیر مرگ یاراں سے ہے اور آفت سے بچتا ہے اُسوقت روباہ نے شکر حق کا کیا کہ بعد گرگ کے شیر نے مجھ سے کہا اگر شیر اول مجھ سے کہتا تو تقسیم کر دے تو میری جان لیتا یعنی میں مرگ یار گرگ سے عبرت پذیر ہوئی ورنہ وہ حال میرا ہوتا جو مثل مشہور ہے کہ اگلا گرے پچھلا ہشیار پس یہی حال اس امت کے لوگوں کا ہے اس واسطے یہ امت مرحومہ ہوئی چنانچہ اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ شکر حق الخ ۷ شعر خدا کا شکر کہ اس جہان میں ظاہرا ہمیں پیچھے اگلوں کے پیدا کیا جس سے حق کی ہم نے یہ سیاست سنی اہل ماضیہ پر ہم کو سبقت ملی تاکہ اگلے گرگوں کے احوال سے خیال اپنا رکھیں مانند روباہ کے امت رحم کی گئی اس باعث سے کہا اس رسول پاک نے درود اللہ کا ان پر ہو جیو بال و ہڈی اُن بھیڑیوں کی عیاں ہے کہ اہل جہان دیکھ کر عبرت پکڑیں عاقلوں نے حرص و ہوا ترک کی جب کہ سنا انجام فرعون و عاد کا ورنہ اُن کے حال سے اور دوسرے رکھیں عبرت اور عبرت لیں اُن کی بغاوت سے یعنی اس اہل امت نے جو حال سیاست حق کا نسبت قوم فرعون و عاد کے سنا ان سرکشیوں سے باز رہے اور امت مرحومہ کہلائے پس امت مرحومہ کو آخرت میں عذاب نہیں اور جو کچھ کہ عذاب ہے اُن کو دنیا میں فتنوں اور زلزلوں اور قتل سے ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے امتی ہذہ مرحومۃ لیس علیہا عذاب فی الآخرۃ عذابہا فی الدنیا الفتن والزلازل والقتل چنانچہ مولانا اگلی امتوں کی بغاوت کا حال کہ اپنے نبیوں سے کیا ہے بیان فرماتے ہیں کہ اولیاء و انبیا سیاست حق سے رکھتے ہیں چہ جائیکہ حضرت رسول مقبول کہ حضرت نوح علیہ السلام کے پردہ میں آپ کا حال بیان فرماتے ہیں جلے غور ہے فہم من فہم ۱۲۔

تہدید کردن نوح علیہ السلام قوم را کہ با من مپیچید کہ من روپوشم خدا را پس با خدا می پیچید نہ با من

ہدایت کرنا نوح علیہ السلام کا قوم کو کہ تم مجھ سے مت لڑو کہ میں روپوش خدا ہوں پس خدا کے ساتھ لڑتے ہو تم نہ میرے ساتھ

گفت نوح ای سرکشان من من نیم — من بجاں مردم بجاناں میزیم
چون ز جاں مردم بجاناں زندہ ام — نیست مرگم تا ابد پایندہ ام
چوں بمردم از حواسات بشر — حق مرا شد سمع و ادراک و بصیر
چونکہ من من نیستم این دم ز ہوست — پیش این دم ہر کہ دم زد کافر اوست
ہست اندر نقش این روباہ شیر — سوے این روبہ نشاید شد دلیر
گر ز روے صورتش می نگروی — غرش شیران ز وی می بشنوی
گر نبودے نوح را از حق یدی — پس جہانے را چرا برہم زدے
صد ہزاران شیر بد اندر تنے — ہر دو عالم را ہمی پندار نے
او برون رفتہ بد از ما و منے — او چو آتش بود و عالم خرمنے
چونکہ خرمن پاس عشر او نداشت — او چناں شعلہ بر آں خرمن گماشت

بولے نوح اے سرکشو میں میں نہیں — میں جیوں جاناں سے جاں مجھ میں نہیں
جان سے مردہ زندہ جاناں سے میں ہوں — نے مروں و زندگی دائم رکھوں
جو حواسات بشر سے میں مرا — سمع و ادراک و بصر حق ہو گیا
جو نہیں میں میں تو دم مجھ سے ہے — مارے دم اس دم سے جو کافر ہے
روباہ اس صورت کے اندر شیر ہے — مت دلیری کر تو اس روباہ سے
اسکی صورت کا نہ گر راغب ہے تو — شیر کی غرش سنے نہ اس سے تو
گر نہ ہوتی حق سے قدرت نوح کو — پس جہاں کو کیسے برہم کرتا وہ
سیکڑوں تھے شیر اندر جسم کے — دونوں عالم کو تھے ذرہ دیکھتے
وہ خودی سے اپنے بالکل تھے چھٹے — خرمن اک عالم تھا اور وہ نار تھے
پاس عشر اسکا نہ خرمن نے کیا — اسنے شعلہ سے دیا خرمن جلا

[1] بولے نوح الخ - اشعر حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ اے سرکشو میں میں نہیں ہوں جاناں سے جیتا ہوں اور جان مجھ میں نہیں ہے میں جان سے مردہ اور جاناں سے زندہ ہوں اور ہمیشہ زندگی رکھونگا اور نہ مروں جب کہ میں حواسات بشری سے مرا سمع و بصر و ادراک میرا حق ہوا جب کہ میں میں نہیں ہوں یہ دم مجھ سے ہے اس دم سے جو دم مارے کافر ہے یعنی جو ذات حق میں فنا ہوا اسکے اوصاف سنو یعنی سمع و بصر و کلام و علم و ارادہ و قدرت و حیا سب حق سے ہیں اس سے مقابلہ کرنا عین حق سے مقابلہ کرنا ہے وہ صورت بشر ہے و لیکن معنی میں حق ہے از شرح بحر العلوم روباہ اس صورت کے اندر شیر ہے تو دلیری مت کر اس روباہ سے گر تو اس کی صورت کا راغب نہیں ہے شیر کی غرش تو اس سے نہ سنے یعنی نوح علیہ السلام کی صورت مثل روباہ کے ضعیف ہے مگر اس کے اندر جلوہ شیر ذات حق کا ہے اگر تو اس صورت کے ساتھ رغبت نہ کرے گا اور عقیدہ نہ رکھے گا تو غرش راز الٰہی تو اس سے کیونکر سنے گا اگر نوح علیہ السلام کو قدرت حق سے نہ ہوتی تو کس طرح وہ جہان کو برہم کرتے سیکڑوں شیر اندر جسم کے تھے دونوں عالم کے وہ ذرہ دیکھتے تھے وہ خودی سے اپنی بالکل چھٹے تھے عالم ایک خرمن تھا اور وہ آتش تھے خرمن نے پاس انکا نہ کیا اسنے شعلہ سے خرمن کو جلا دیا یعنی جن مخلوق نے جو انکا علمی ذرہ مراتب عشر کا نہ جانا اسواسطے انھوں نے آتش طوفان سے خرمن جلا دیا آگے ہے جا ۱۲ بح

هر که او در پیش این شیر نهان / بی ادب چون گرگ بگشاید دهان
همچو گرگ آن شیر بر دراندش / فانتقمنا منهم بر خواندش
زخم یابد همچو گرگ از دست شیر / پیش شیر ابله بود کو شد دلیر
کاشکی آن زخم بر جسم آمدے / تا بدے کایمان و دل سالم بدے
قوتم بگسست چون اینجا رسید / چون توانم کرد این سر را پدید
لیک هم رمزے بگویم با شما / بو که دریابید و گردید آشنا
همچو آن روباه کم اشکم کنید / پیش او روباه بازی کم کنید
جمله ما و من به پیش او نهید / ملک ملک اوست ملک او را دهید
چون فقیر آیید اندر راه راست / شیر و صید شیر خود آن شماست
زانکه او پاکست و سبحان وصف اوست / بی نیازست او ز مغز و نغز و پوست
هر شکار و هر کراماتے که هست / از برائے بندگان آن شه است
گفت الیس الله بکاف عبده / تا نگردد بنده هر سو حیله جو
نیست شه را طمع بهر خلق ساخت / این همه دولت خنک آن کو شناخت
آنکه دولت آفرید و دو سرا / ملک و دولتها چه کار آید ورا
پیش سبحان بس نگهدارید دل / تا نگردید از گمان بد خجل
کو ببیند سر و فکر و جستجو / همچو اندر شیر خالص تار مو

جو کہ ایسے شیر کے آگے عیاں / بے ادب جوں گرگ کھولے زباں
گرگ کے مانند پھاڑے شیر اسے / فانتقمنا منہم اس پر وہ پڑھے
زخم دیوے اسکو مثل گرگ شیر / پیش شیر ابلہ ہے جو ہووے دلیر
کاشکے وہ زخم آتا جسم پر / رہتا دل ایمان سے سالم مگر
پہونچا اس جا پر مری قوت گئی / بھید یہ کیونکر کروں ظاہر اخی
پر میں تم سے کہتا ہوں اک رمز کو / ہو پیدا آگاہ و ماہر اس سے تم
مثل روبہ شکم اپنا کم کرو / آگے اسکے روبہ بازی چھوڑ دو
میں و تو سب آگے اسکے تم رکھو / ملک اسکی ملک ہے ملک اسکو دو
جوں فقیر آؤ سیدھی راہ میں / شیر و صید اسکے تمہاری ملک ہے
کیونکہ وہ ہے پاک سبحان وصف ہے / بے نیاز اب وہ ہے مغز و پوست سے
ہر شکار اور ہر کرامت جو کہ ہے / واسطے بندوں کے ہے اس شاہ کے
بولا الیس اللہ بکاف عبدہ[ع] / تا نہووے بندہ ہر سو حیلہ جو
ہے نہ خواہش شاہ کو مخلوق کی / نیک دولت ہے یہ جس نے جان لی
جسنے دولت و جہاں پیدا کیا / ملک و دولت کی اسے پروا ہے کیا
آگے پیروں کے نگہ رکھو دل کو تو / بدگماں سے تا نہ شرمندہ ہو تو
کہ وہ دیکھے بھید و فکر و جستجو / جیسے ظاہر دودھ میں ہو تار مو

لہ جو کہ ایسے (پوشیدہ) شیر کے آگے ظاہر مانند گرگ کے زبان بے ادبی سے کھولے تو شیر اسکو مانند گرگ کے پھاڑے اور فانتقمنا منہم کو یعنی بدلا لیا ہم نے ان سے اسپر پڑھے اور شیر زخم دیوے اسکو مثل گرگ کے کیونکہ جو دلیری کرے آگے شیر کے وہ احمق ہے کاشکے جسم پر وہ زخم آتا تو رہتا دل ایمان سے سالم میں اس جا پر جو پہونچا میری قوت گئی کہ یہ بھید میں کیونکر ظاہر کروں لیکن میں تجھ سے ایک رمز کہتا ہوں امید ہے کہ تو آگاہ اور ماہر اس سے ہو مثال روبہ کے تم اپنا شکم کم کرو اور اس کے آگے روباہ بازی چھوڑ دو میں و تو اس کے آگے تم سب چھوڑ دو ملک اس کی ملک ہے اس کو دو یعنی تم اپنی خودی کو اس کے آگے مٹا دو اور مثل روباہ کے حرص و ہوا چھوڑ دو اور حیلہ بازی نہ کرو اور ملک اس کو دو اور خود کو نیست و نابود جانو امید ہے کہ اسوقت تم اس کے مقبول ہو مثل فقیروں کے اب تم آؤ سیدھی راہ میں شیر و شکار اس کے تمہارے ملک ہیں کیونکہ وہ پاک ہے اور سبحان اس کا وصف ہے اور مغز و پوست سے وہ بے نیاز ہے ہر شکار و ہر کرامت جو کہ ہے اس شاہ کے بندوں کے واسطے ہے اس نے فرمایا ہے آیہ کریمہ الیس اللہ بکاف عبدہ یعنی آیا نہیں ہے اللہ کافی واسطے اس کے بندوں کے تا بندہ نہ ہووے ہر طرف حیلہ جو شاہ کو خواہش نہیں مخلوق کی یہ نیک دولت ہے جس نے جان لی جس نے کہ دولت و جہان کو پیدا کیا اسکو ملک و دولت کی کیا پروا ہے یعنی تم اسکی طرف فقیروں کے مانند رجوع کرو کہ ملک و مال سب تمہارا ہے اور اللہ تم کو کفایت کرتا ہے اور اسکو کچھ ملک و مال کی حاجت نہیں ہے آگے پیروں کے دلکو نگاہ رکھو تا گمان بد سے شرمندہ نہ ہو یعنی پیش پیروں کے دلکو خطرات نفس و شیطانی سے نگاہ رکھو کہ وہ آگاہ ہے مبادا تجکو مردود کر دیوے اور الزام دے کہ وہ دیکھ ...

آنکہ او بے نقش و سادہ سینہ شد	نقشہاے غیب را آئینہ شد	جس کا بے نقش و صفا سینہ ہوا	نقش غیبی کا وہ آئینہ ہوا
سر ما را بے گماں موقن شود	زانکہ مومن آئینہ مومن شود	بھید میرا بیگماں تو جان لے	کیونکہ مومن آئینہ مومن کا ہے
مومن او مومنے تو بے گماں	درمیاں ہر دو فرق بیکراں	تو بھی مومن وہ بھی مومن بیگماں	فرق اُن دونوں میں ہے ازبس عیاں
چوں زند او نقد ما را بر محک	پس یقیں را باز داند او ز شک	میرا زر وہ جو کسوٹی پر کسے	فرق بالکل شک یقیں میں جان لے
چوں شود جانش محک نقدہا	پس بہ بیند نقد را و قلب را	جب کسوٹی اسکی جاں ہو نقد کی	ہو کھرے کھوٹے سے اسکو آگہی

نشاندن پادشاہاں صوفیاں را پیش روے خود تا چشم شاں روشن شود

بٹھانا بادشاہوں کا صوفیوں کو اپنے روبرو کہ تا آنکھیں اُن کی روشن ہوں

پادشاہاں را چنیں عادت بود	ایں شنیدہ باشی ار یادت بود	اس طرح شاہوں کی عادت ہوتی ہے	یہ سنا ہو یاد گر ہووے تجھے
دست چپ شاں پہلواناں ایستند	زانکہ دل پہلوے چپ باشد بہ بند	الٹی جانب پہلواں ہوتے کھڑے	کیونکہ دل پہلوے چپ میں ہے بنا
مشرف و اہل قلم بر دست راست	زانکہ علم و خط و ثبت آں دست راست	سیدھی جانب مشرف و اہل قلم	کیونکہ سیدھے ہاتھ سے لکھیں رقم
صوفیاں را پیش رو موضع دہند	کائینہ جانند و ز آئینہ بہ اند	صوفیوں کو سامنے دیتے ہیں جا	صاف دل ہیں آئینہ سے ہیں سوا
حاجباں ایں صوفیانند اے پسر	سادہ و آزادہ و افگندہ سر	پردہ دار اسکے ہیں صوفی اے پسر	صاف آزاد اور عاجز بیشتر
سینہ ہا صیقل زدہ از ذکر و فکر	تا پذیرد آئینہ دل نقش بکر	سینہ صیقل کرتے ذکر و فکر سے	نقش تا آئینہ دل پر جمے
ہر کہ او از صلب فطرت خوب زاد	آئینہ در پیش او باید نہاد	خوبرو پیدا جو فطرت سے ہو	آئینہ بس روبرو اسکے رکھو
عاشق آئینہ باشد روے خوب	صیقل جان آمد و تقوی القلوب	عاشق آئینہ کا ہووے روے خوب	جان کو صیقل ہو با تقوی القلوب
ہر کہ او در روے خود خوب با نظام	طالب آئینہ باشد والسلام	جو کہ صورت خوب رکھتا ہے تمام	طالب آئینہ کا وہ ہے والسلام

یعنی جس کا سینہ بے نقش صاف ہو وہ نقش غیبی کا آئینہ دار ہوا میرا بھید تو بیگماں جان لے کیونکہ مومن آئینہ مومن کا ہی ہے بموجب حدیث شریف کے المومن مرآة المومن و انا المومن [illegible] مومن آئینہ مومن کا ہے [illegible] تو بھی مومن وہ بھی مومن بیگماں فرق ان دونوں میں ازبس عیاں ہے میرے زر کو وہ کسوٹی پر کسے فرق بالکل شک اور یقین میں جان لے جب اسکی جان کسوٹی نقد کی ہو کھرے کھوٹے سے اسکو آگہی ہو [illegible] آئینہ نقش غیبی کا ہو اور پردہ [illegible] ہر باقی حال [illegible] کی اس طرح پر عادت ہوتی ہے اگر یہ تو نے سنا ہو اور یاد بھی ہو الٹی جانب پہلوان کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ دل پہلوے چپ میں بنا ہے اور سیدھی جانب مشرف و اہل قلم کیونکہ سیدھے ہاتھ سے رقم لکھتے ہیں اور صوفیوں کو سامنے جگہ دیتے ہیں کیونکہ آئینہ جان بلکہ آئینہ سے سوا ہیں صوفی پردہ دار [illegible] صاف و آزاد و عاجز بیشتر ہیں [illegible] سینہ صیقل ذکر و فکر سے کرتے ہیں تاکہ آئینہ دل پر نقش بکر خوب ہو جو پیدائش [illegible] سے ہو آئینہ [illegible] روبرو رکھو آئینہ کا عاشق ہووے روے خوب [illegible] جان کو صیقل ہو [illegible] دل سے جو کوئی روے خوب رکھتا ہے تمام وہ طالب آئینہ کا ہے والسلام یعنی جس کا دل ذکر و فکر سے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] آئینہ کے مقابل [illegible] خود کو پہچان نہیں سکتا [illegible] آئینہ [illegible] دل صافی سے مقابل [illegible] آئینہ میں دیکھکر پہچانے وجود سے واقف ہو اسکو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ یعنی جس نے پہچانا نفس [illegible] پہچانا رب اپنے کو اسیواسطے صوفیائے کرام [illegible] [illegible] پایا اپنے میں پایا خارج میں نہ پایا چنانچہ مولانا فیضابی [illegible] مرید کے مقابل [illegible] [illegible]

بشنو اکنوں یک مثال معنوی	تا تو دیگر قول صورت نشنوی	سن لے اب تو اک مثال معنوی	تا سنے تو پھر نہ قول ظاہری

آمدن آشنائے از سفر بدیدن حضرت یوسف علیہ السلام

آنا ایک آشنا کا سفر سے واسطے دیکھنے حضرت یوسف علیہ السلام کے

آمد از آفاق یارے مہرباں	یوسف صدیق را شد میہماں	دور سے آیا جو یار مہرباں	یوسف صدیق کا ہو میہماں
کآشنا بودند وقت کودکی	بر وسادہ آشنائی متکی	تھا لڑکپن کا وہ اُن کے آشنا	مسند یاری پہ تھا جلوہ نما
یاد دادش جور اخوان و حسد	گفت آں زنجیر بود و ما اسد	یاد جور اخوان سے جو آگہ کیا	بولے وہ زنجیر تھی میں شیر تھا
عار نبود شیر را از سلسلہ	نیست ما را از قضائے حق گلہ	شیر کو کب شرم ہے زنجیر سے	نے گلہ مجکو قضائے حق سے ہے
شیر را بر گردن ار زنجیر بود	بر ہمہ زنجیر سازاں میر بود	شیر کی گردن پہ گو زنجیر ہے	غلبہ وہ زنجیر سازوں پر رکھے
گفت چوں بودی تو در زندان و چاہ	گفت ہمچوں در محاق و کاست ماہ	بولا زندان و چاہ میں کیونکر رہے	بولے جیسے گھٹتا ہر دم چاند ہے
در محاق ار ماہ نو گردد دوتا	نے در آخر بدر گردد بر سما	گرچہ گھٹ کر ماہ ہوتا ہے ہلال	لیکن آخر ہوتا ہے بدر کمال
گرچہ دُر دانہ بہاون کوفتند	نور چشم و دل شد و دفع گزند	اگرچہ دُر دانہ کھرل میں پس گئے	پر وہ نور آنکھوں کو قوت دل کو دے
گندمے را زیر خاک انداختند	پس ز خاکش خوشہ ہا بر ساختند	خاک میں گندم کو اول بوتے ہیں	خاک سے خوشے کو آخر چنتے ہیں
بار دیگر کوفتندش ز آسیا	قیمتش افزوں شد و ناں شد جانفزا	پھر دوبارہ وہ جو چکی میں پسے	بیش قیمت جانفزا روٹی بنے
باز ناں را زیر دنداں کوفتند	گشت عقل و جان و فہم سودمند	پھر وہ روٹی کھاتے ہیں جب چبا کے	عقل و جان اور فہم دل ہوتی ہے
باز آں جاں چونکہ محو عشق گشت	یعجب الزراع آمد بعد گشت	پھر وہ جاں ہوتی جو محو عشق ہے	یعجب الزراع بونے بعد ہے
باز آں جاں چوں بحق او محو شد	باز ماند از سکر و سوئے صحو شد	پھر وہ جاں سب ساتھ حق کے محو ہو	سکر سے وہ پھر کے آئے صحو کو

خلاصہ اس سب [illegible] تو نے ہم اشعار اب تو سن لے ایک مثال معنوی تاکہ پھر تو نہ سنے قول ظاہری ایک یار دور سے آیا یوسف صدیق علیہ السلام کا مہمان ہوا کہ وہ لڑکپن میں اُن کا آشنا تھا اور مسند یاری پر جلوہ نما تھا یاد ظلم اخوان سے جو آگاہ کیا فرمایا کہ وہ زنجیر تھی اور میں شیر تھا شیر کو زنجیر سے کب شرم ہے اور نہ گلہ مجھ کو قضائے الٰہی سے ہے گو زنجیر شیر کی گردن پر ہے مگر وہ زنجیر سازوں یعنی برادروں پر غلبہ رکھتا ہے یار نے [illegible] زندان و چاہ میں کیونکر رہے فرمایا کہ جیسے ماہ ہر دم گھٹتا ہے اگرچہ ماہ گھٹ کر ہلال ہوتا ہے لیکن آخر بدر کامل ہوتا ہے اگرچہ دُر دانہ کھرل میں پس جاتا ہے لیکن وہ نور چشم اور قوت دل کو دیتا ہے اول خاک میں گندم کو بوتے ہیں پھر خاک سے خوشے چنتے ہیں کہ پھر دوبارہ چکی میں پستا ہے اور بیش قیمت وہ جانفزا روٹی بنتا ہے پھر وہ روٹی [illegible] کھاتے ہیں تو عقل و جان و فہم دل ہوتی ہے پھر وہ جان جو عشق سے محو ہوئی عجب کھیتی [illegible] حق کے ساتھ محو ہو اور سکر سے پھر کر آئے صحو کو باقی اس کا حال آگے بیان فرماتے ہیں [illegible] ۱۲

علمی را ازان صلاح آمد ثمر / قوم دیگر را فلاح منتظر
زین سخن پایان ندارد بازگرد / تا کہ با یوسف چہ گفت آن نیکمرد

ایک عالم کو ثمر دے وہ صلاح / دوسری ایک قوم کو دیوے فلاح
یہ سخن بے انتہا ہے چھوڑ دے / کیا کہا یوسف سے اُسکے یار نے

طلب کردن یوسف علیہ السلام ارمغان از مہمان بعد از مقالات

طالب ہونا یوسف علیہ السلام کا تحفہ اپنے مہمان سے بعد گفتگو کے

بعد قصہ گفتنش گفت ای فلان / ہین چہ آوردی تو ما را ارمغان
بر در یاران تہی دست آمدن / ہست بی گندم سوی طاحون شدن
حق تعالی خلق را گوید بہ حشر / ارمغان کو از برای روز نشر
جئتمونا و فرادی بی نوا / ہم بدان سان کہ خلقناکم کذا
ہین چہ آوردید دست آویز را / ارمغانی روز رستاخیز را
یا امید بازگشتنتان نبود / وعدۂ امروز باطلتان نمود
منکری مہمانیش را از خری / پس ز مطبخ خاک و خاکستر بری
ور نہ منکر چنین دست تہی / بر در آن دوست چون پا می نہی
اندکی صرفہ بکن از خواب و خور / ارمغان بہر ملاقاتش ببر
شو قلیل النوم مما یہجعون / باش در اسحار ہم یستغفرون
اندکی جنبش بکن ہمچون جنین / تا ببخشندت حواس نور بین

گفتگو کے بعد یہ کہنے لگے / تحفہ کیا لایا ہی تو میرے لیے
دست خالی آنا در پہ یار کے / جانا چکی پاس بے گندم کے ہے
حشر کو یہ حق کہے گا خلق سے / لائے کیا تحفہ ہو تم میرے لیے
جئتمونا و فرادی بے نوا / جس طرح سے کہ خلقناکم کیا
لائے کیا تم کوئی دست آویز کو / تاکہ تحفہ دن قیامت کا وہ ہو
یا نہ تھی امید یاں آنے کی کیا / وعدہ باطل تم نے جانا آج کا
اُسکی مہمانی کا منکر ہے جو تو / کھا زمین کے خوان سے تو خاک کو
گر نہ منکر ہو تو خالی ہاتھ تو / یار کے در پہ نہ رکھ پاؤں کو
کھانے سونے کو تو کمی کر ذرا / تحفہ ملنے کو تو اُسکے لیکے جا
ہو قلیل النوم مما یہجعون / اور بالاسحار ہم یستغفرون
تھوڑی جنبش کر جوں بچہ پیٹ کے / تا حواس نور بیں وہ تجکو دے

۵۱ ایک عالم الخ یعنی شعر ایک عالم کو وہ ثمر صلاحیت کا دے اور دوسری قوم کو فلاحیت دے یعنی طالب حضوری مرشد میں مثل گندم کے ہر قابلیت کے بعد ترقی کرکے مقام سکر و صحو و محو کو پہونچتا ہے واضح ہو کہ راہ سلوک میں طالب پر چار حال طاری ہوتے ہیں اوّل وجد دوسرا جذب تیسرا سکر چوتھا استغراق وجد اسکو کہتے ہیں کہ جسم بیخود اور جان ہوشیار ہو اگر کوئی صدمہ اس حالت میں جسم پر پہونچے اُس کا علم نہ ہو اور درد محسوس نہ ہو اور جذب اس حال کو کہتے ہیں کہ بسبب کشش کے جان بیخود اور جسم ہوشیار ہو کہ حسب عادت وہ کھانا پینا وغیرہ حرکت کرے مگر تمیز نہ ہو مثل کچی نیند والے کے اس واسطے یہ حال مدت تک رہتا ہے مگر اس میں ہلاکت مشہور ہے اور سکر اس حالت کو کہتے ہیں کہ جسم و جان دونوں ہوشیار ہوں مگر بسبب غلیان کے دھیان مطلوب کا غالب ہو لیکن وہ دو قسم پر ہے سکر محو و سکر صحو سکر محو کہتے ہیں کہ مطلق خود سے بیخبر ہو اور سکر صحو اس کو کہتے ہیں کہ نشہ میں علم سب شے کا ہو مگر ایک جانب کو اُسکی دھن لگی ہو یہ مقام اکثر سالکوں پر بہت روز طاری رہتا ہے اور محویت جب زیادہ ہو جاتی ہے اس کو استغراق کہتے ہیں کہ کل افعال و اقوال کو سالک بھول جاتا ہے یعنی اس حال استغراق میں جسم و جان دونوں بیخود ہوتے ہیں پس ہنگام صحو کے ایک عالم اس سالک سے صلاحیت و فلاحیت پاتا ہے یہ سخن بے انتہا ہے کیا کہا یوسف علیہ السلام نے اس بارے فافہم ۵۲ گفتگو الخ اشعار گفتگو کے بعد یہ کہنے لگے کہ کیا تحفہ تو لایا ہے میرے لیے در پہ یار کے دست خالی آنا گویا بے گندم پاس چکی کے جانا ہے مولانا اسکے حقائق بیان فرماتے ہیں کہ روز حشر یہ خلق سے حق کہیگا کہ کیا لائے ہو تم تحفہ میرے واسطے ترجمہ جئتمونا الخ تم ہمارے پاس خالی ہاتھ و بے نوا اسطرح سے کہ ہم نے تم کو پیدا کیا تھا کیا تم کوئی دست آویز لائے ہو تاکہ وہ تحفہ دن قیامت کا ہو یا امید یہاں آنیکی نہ تھی جو وعدہ آج کا باطل جانا تم نے اسکی مہمانی کا جو تو منکر ہے تو خاک کھا زمین کے خوان سے اور اگر تو منکر نہیں تو خالی ہاتھ یار کے در پہ پاؤں نہ رکھ کھانے سونے کو تو ذرا کمی کر اور اُسکے لیے کو تو تحفہ لیکر جا ترجمہ آیت یہ ہو تھوڑا سوتے والوں سے عبادت کر اور سحر کو استغفار پڑھنے والا ہو مثل بچہ شکم تھوڑی جنبش کر تا وہ حواس نور بیں تجھکو دے یعنی کم کھانے و کم سونیکی عادت کر تھوڑی ریاضت کر اسکے واسطے اختیار کر تاکہ وہ تجکو روشنی دیا کرے کہ ایک دھڑال کو تحفہ کفایت کرتا ہے چنانچہ آگے اس جہان کی سیر کا حال کو ذرا بیان فرماتے ہیں فافہم

زین جہانے چون رحم بیرون روی — از زمیں در عرصۂ واسع شوی
آنکہ ارض اللہ واسع گفتہ اند — عرصۂ دان کانبیا در رفتہ اند
دل نگردد تنگ زآں عرصہ فراخ — نخل تر آنجا نگردد خشک شاخ
حاملے تو مر حواست را کنون — کند و ماندہ میشوی و سرنگون
چونکہ محمولی نہ حامل وقت خواب — ماندگی رفت و شدی بے پیچ و تاب
چاشنیے دان تو حال خواب را — پیش محمولی حال اولیا
اولیا اصحاب کہف اند اے عنود — در قیام و در تقلب ہم رقود
میکشدشان بے تکلف در فعال — بیخبر ذات الیمین ذات الشمال
چیست آں ذات الیمیں فعل حسن — چیست آں ذات الشمال اشغال تن
گر تو بینی شان شواری رول — نیست شان خوف و لاہم یحزنون
میرود این ہر دو از مردم پدید — بیخبر زیں ہر دو ایشاں در مزید
میرود این ہر دو کار از انبیا — بیخبر زیں ہر دو ایشاں چوں صدا
گر صدایت بشنواند خیر و شر — ذات کہ باشد ز ہر دو بیخبر

اس جہاں سے جوں رحم باہر تو ہو — اور زمیں سے لے بڑے میدان کو
اسکو ارض اللہ واسع کہتے ہیں — انبیا پہنچے ہیں اس میدان میں
تنگ نے دل ہووہ ہی میدان فراخ — نخل تر کی ہو نہ اسجا خشک شاخ
تو حواسوں کا جو حامل اپنے ہے — اسلیے تھکتا ہی اور ماندہ تہے
ہو تو محمول ور حامل وقت خواب — ماندگی ہو دور اور سب پیچ و تاب
بس نمونہ ہی یہ حال اس خواب کا — آگے محمولی حالِ اولیا
جوں اصحاب کہف ہیں اولیا — ہم قیام و ہم رقود اندر سدا
بے تکلف انکو پلٹے ذو الجلال — بیخبر ذات الیمین ذات الشمال
کیا ہے وہ ذات الیمین فعل حسن — کیا ہے وہ ذات الشمال اشغال تن
دیکھے تو شکل سے انکا اندرون — نے انھیں ہے خوف لاہم یحزنون
دونوں یہ مردم سے ظاہر ہوتے ہیں — بیخبر وہ زیادہ ان دونوں سے ہیں
کرتے ہیں یہ کام دونوں انبیا — بیخبر دونوں سے وہ ہیں جوں صدا
گر تو سنوائے صدائے خیر و شر — کو وہ دونوں سے ہی لیکن بیخبر

گفتن مہمان یوسف علیہ السلام را کہ بہر تو آئینہ ارمغان آوردہ ام

کہنا مہمان کا یوسف علیہ السلام کو کہ آپ تمہارے واسطے آئینہ تحفہ لایا ہوں

لہ اس جہان سے الخ یہ شعر اس جہان سے تو باہر ہو اور زمین سے لے تو بڑے میدان کو یعنی جیسے بچہ شکم سے حرکت کرتا ہے اور رحم تنگ سے نکلکر بڑے میدان یعنی اس جہان میں آیا ہے اسی طرح تو از راہ ریاضت کے اس جہان سے نکل اور اس زمین سے بڑے میدان کو لے کیونکہ اسکو ارض اللہ واسع یعنی زمین اللہ کی فراخ کہتے ہیں اور انبیا اس میدان میں پہنچے ہیں وہ میدان فراخ ہے دل تنگ ہو تو جو اپنوں کا جو اپنے حواسوں سے اس لیے تو تھکتا ہے اور ماندہ رہتا ہے جب کہ تو اٹھانے والا ہے وقت خواب کے تو ماندگی و پیچ و تاب سب دور ہو بس یہ حال خواب کا نمونہ ہے آگے اٹھائے گئے حال اولیا کے یعنی حال اولیا کا حال خواب نمونہ ہے جس طرح عوام کو خواب میں راحت ہے اولیا کو اسی طرح حال کے طاری ہونے میں راحت ہے کیونکہ بیداری میں عوام حواسوں کو اٹھاتے ہیں اسواسطے وہ تھکتے ہیں اور خواب میں حواس انکو اٹھاتے ہیں اس لیے راحت پاتے ہیں چنانچہ ان کی شان مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۔ لہ جوں اصحاب کہف الخ یہ شعر یہ اولیا اصحاب کہف کے مانند ہیں ہم قیام و ہم رقود میں یعنی ہم کھڑے و ہم اٹھے ہیں بے تکلف ان کو حق پلٹتا ہے اور وہ بیخبر ہیں ذات الیمین ذات الشمال یعنی کروٹ سیدھی و کروٹ الٹی سے وہ کیا ہے ذات الیمین فعل حسن کیا ہے ذات الشمال شغال تن اگر تو شکل سے دیکھے ان کو باطن میں اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون یعنی تحقیق اولیاء اللہ کو نہ خوف ہے نہ غم یہ دونوں حرکت مردم سے ظاہر ہوتی ہیں اور وہ زیادہ بیخبر ہیں ان دونوں سے انبیا سے یہ دونوں کام ہوتے ہیں اور وہ بے خبر ہیں دونوں سے مانند صدا کے اگر تو صدائے خیر و شر کو سنوائے لیکن کوہ دونوں سے بے خبر ہے چنانچہ اس کا حال مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ عرصہ زمین اللہ کی فراخ ہے ۱۲ ۔

تا چو در آن بنگری مرا یاد آوری کہ جب تم اُسے دیکھو تو مجھے یاد کرو

گفت یوسف ہین بیاور ارمغان / او ز شرم این تقاضا زد فغان
گفت من چند ارمغان جستم ترا / ارمغانے در نظر نامد مرا
حبہ را جانب کان چون برم / قطرہ را سوے عمان چون برم
زیرہ را من سوے کرمان آورم / گر بہ پیش تو دل و جان آورم
نیست تخمے کاندرین انبار نیست / غیر حسن تو کہ او را یار نیست
لائق آن دیدم کہ من آئینۂ / پیش تو آرم چو نور سینۂ
تا ببینی روے خوب خود در آن / اے تو چون خورشید شمع آسمان
آئینہ آوردمت اے روشنی / تا چو بینی روے خود یادم کنی
آئینہ بیرون کشید او از بغل / خوب را آئینہ باشد مشتغل
آئینہ ہستی چہ باشد نیستی / نیستی بگزین گر ابلہ نیستی
ہستی اندر نیستی بتوان نمود / مالداران بر فقیر آرند جود
آئینہ صافی نان خود گرسنہ است / سوختہ ہم آئینۂ آتش زنہ است
نیستی و نقص ہر جائے کہ خاست / آئینہ خوبی جملہ ہستہا ست
بہر آن کہ نیستی پالودگیست / وانچہ این ہستی ہمہ آلودگیست
چونکہ جامہ چست دوزیدہ بود / مظہر فرہنگ درزی کے شود

لہ جو کہا یوسف نے اب تحفہ تو لا / اس تقاضے سے وہ شرمندہ ہوا
بولا تحفہ ڈھونڈھا بس تیرے لیے / تیرے لائق نے ملا تحفہ مجھے
کیسے دانہ لاؤں میں کان کیطرف / کیسے قطرہ لاؤں عماں کیطرف
گویا زیرہ سوے کرماں لاؤں میں / آگے تیرے گر دل و جاں لاؤں میں
کون سا دانہ کہ خرمن میں نہیں / پر نہ تیرے حسن کا ہمسر کہیں
آئینہ دیکھا کہ لائق اسکے ہے / مثل نور سینہ لایا ہوں اُسے
دیکھیے تا اسمیں تو روے خوب کو / شمع گردوں مثل خور کے جو ہی تو
آئینہ لایا ہوں میں تیرے لیے / منھ جو دیکھے یاد مجکو تا کرے
اک بغل میں سے نکالا آئینہ / کہ ہے ساماں خوبرو کا آئینہ
سلہ آئینہ ہستی کا کیا ہے نیستی / نیستی لے گر نہ رکھے احمقی
ہستی اندر نیستی کے دیکھ سکے / بخشش اہل مال فقرا پر کرے
نان کا ہے بھوکا صافی آئینہ / آئینہ چقماق کا ہے سوختہ
سلہ نیستی و نقص آئے جس جگھ / خوبی ہستی کا آئینہ بنے
اسلیے کہ نیستی تو پاک ہے / اور یہ ہستی کدورت ناک ہے
جو کہ جامہ ہیں سلا او چست ہے / عقل درزی کا وہ کب مظہر بنے

لہ جو کہا یوسف نے الخ۔ شعر جو یوسف علیہ السلام نے کہا کہ تحفہ لاؤ وہ اس تقاضے سے شرمندہ ہوا کہا کہ میں نے تیرے لیے تحفہ ڈھونڈھا نہ ملا میں کیسے ایک حبہ لاؤں جانب کان کے اور کیسے قطرہ لاؤں طرف عمان کے کرمان کی طرف زیرہ لاتا ہے اگر دل و جان تیرے آگے لاؤں کون سا دانہ تیرے خرمن میں نہیں ہے لیکن تیرے حسن کا ہمسر نہیں ہے یعنی تیرے خزانہ میں سب چیز ہے تیرے آگے دل و جاں لے کر جانا ایسا ہے جیسے زیرہ کرمان میں اور قطرہ دریا میں لے جانا ہے کہ اُس کی وہاں کیا قدر و منزلت ہے چونکہ حسن تیرا مانند نہیں رکھتا ہے آئینہ دیکھا کہ اُس کے لائق ہے مثل نور سینہ کے اُسے لایا ہوں تاکہ تو اُس میں دیکھے اپنے روے خوب کو کہ مثل خورشید کے جو تو شمع آسمان ہے میں آئینہ لایا ہوں تیرے لیے جو تو منھ دیکھے مجھے یاد کرے کہ ظہور تیرا مجھ سے بہت ہے جیسے قندیل سے شمع کو رونق ہے اسی طرح پیر کو مرافقت سے رونق ہے بس ایک آئینہ بغل سے نکالا کیونکہ آئینہ خوبروئی کا سامان ہے چنانچہ اس کے حقائق آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ آئینہ ہستی کا الخ۔ شعر ہستی آئینہ کیا ہے نیستی ہے اگر تو احمق نہیں ہے نیستی حاصل کر سکتا ہے اور نیستی کے اندر ہستی نظر آتی ہے اور بخشش اہل مال کی فقیر پر ہستی سے معلوم ہوتی ہے جیسے بھوکا روٹی کا آئینہ ہے اور سوختہ چقماق کا آئینہ ہے اس کے بگڑنے سے بود و سکان کی ظاہر ہوگی چنانچہ مثالیں مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ نیستی و نقص الخ۔ شعر نقص و نیستی جس جگہ آئے آئینہ ہستی کی خوبی کا بنے اسواسطے کہ نیستی پاک ہے اور یہ ہستی کدورت ناک ہے یعنی لطیف میں کثیف معلوم ہوتا ہے جیسا کہ جامہ چست سلا ہے وہ کب مظہر عقل درزی کا بنے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

تا تراشیده همی یابد جذوع — تا در دگر اصل سازد یا فروع
چوب گر نجار کو سادی ملے — تا بنائے اصل سے یا شاخ سے

خواجه اشکسته بند آنجا رود — که در آنجا پای اشکسته بود
اسکا جراح اس جگہ پہ جائے ہے — کہ جہاں پر پا شکستہ پائے ہے

کے شود چون نیست رنجور و نزار — آن جمال صنعت طب آشکار
جس جگہ کوئی نہیں بیمار ہو — صنعت طب اس جگہ بیکار ہو

خواری دونی مسها بر ملا — گر نباشد کے نماید کیمیا
جو نہ مس کی ہو خرابی برملا — کب دکھائے اُنمیں صنعت کیمیا

نقصها آئینهٔ وصف کمال — وان حقارت آئینهٔ عز و جلال
نقص ہے آئینہ وصف کمال — ہے حقارت آئینہ عز و جلال

زانکه ضد را ضد کند پیدا یقین — زانکه با سرکه پدید ست انگبین
کیونکہ ضد کو اسکی ضد پیدا کرے — جیسے سرکہ شہد کو ظاہر کرے

هر که نقص خویش را دید و شناخت — اندر استکمال خود دو اسپه تاخت
جسنے نقصانوں کو اپنے پالیا — وہ کمال اپنے کا بس طالب ہوا

زان نمی پرد بسوی ذوالجلال — کو گمانے می برد خود را کمال
اسلیے نے جائے سوئے ذوالجلال — ہے گماں اسکو کہ حاصل ہے کمال

علتی بدتر ز پندار کمال — نیست اندر جان تو اے مغرور ضلال
کچھ مرض بدتر نہ پندار کمال — نہیں ہے تیری جاں میں اے بدخصال

از دل و از دیدهٔ ات بس خون رود — تا ز تو این معجبی بیرون شود
دیدۂ و دل سے تیرے خوں ہو وہاں — تب یہ نخوت تجھسے ہو محو و نہاں

علت ابلیس انا خیر بدست — وین مرض در نفس هر مخلوق هست
علت ابلیس انا خیر سے ہے — یہ مرض ہر نفس میں ہے خلق کے

گرچه خود را بس شکسته بیند او — آب صافی دان و سرگین زیر جو
گرچہ دیکھے ہے شکستہ آپ کو — آب صافی اور گوبر زیر جو

چون بشوراند ترا در امتحان — آب سرگین رنگ گردد در زمان
جو ہلائے امتحاناً تو اسے — پانی وہ ہمرنگ گوبر کے بنے

در تگ جو هست سرگین اے فتی — گرچه جو صافی نماید مر ترا
ندی کی تہ میں ہے گوبر بس ولا — ظاہر اندی ہے صاف ہے باصفا

هست پیر راه دان پر فطن — باغهائے نفس کل را جوے کن
پیر جانیں راہ ور کھے دانشیں — کھودے نہریں نفس کل کے باغ میں

جوے خود را کے تواند پاک کرد — نافع از علم خدا شد علم مرد
نہر کو کب پاک اپنی کر سکے — نافع علم مرد علم حق سے ہے

آب جو سرگین تواند پاک کرد — جهل نفسش را نزوید علم مرد
آب جو گوبر نہ پاک اب کر سکے — دافع جہل نفس علم مرد سے

ملہ چوب الخ شعر اگر چوب سادہ نجار کو ملے تا وہ بنائے اصل و شاخ یعنی کا ریگر چیز میں تصرف نہیں کرتا ہے در سادی چیز میں تصرف کرتا ہے کہ صنعت کا ریگری اس سے ظہور کرے یعنی جراح جگہ پر جاتا ہے جہاں پا شکستہ ہوتا اور جس جگہ کوئی بیمار نہو تو صنعت طبیب کی اس جگہ بیکار رہے جو نہ مس کی خرابی برملا ہو تو صنعت کیمیا کی کب کھلائی دے نقصان آئینہ وصف کمال کا ہے اور حقارت آئینہ عز و جلال کا ہے کیونکہ ضد کو ضد پیدا کرتی ہے جیسے شہد کو سرکہ ظاہر کرتا ہے یعنی بھلائی برائی کا اور برائی بھلائی کا آئینہ ہے کیونکہ ضد سے ضد ظاہر ہوتی ہے جسنے اپنے نقصان کو پالیا وہ اپنے کمال کا طالب ہوا اسلیے جانب حق کے نہیں جاتے ہیں کہ انکو گمان کمال کا حاصل ہے یہ پندار کمال کا مرض تیرہ جانیں بدتر ہے دیدۂ دل سے تیرے خون وہاں ہو تب یہ نخوت تجھسے دور ہو یعنی جبتک تو اپنی آگہی جیسے گریہ زاری نہ کریگا اس مرض پندار کمال سے صحت نہ پائیگا چنانچہ مثال اسکی آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ملہ علت ابلیس الخ شعر علت ابلیس کی ہے انا خیر سے یعنی میں بہتر ہوں پس یہ مرض خلق کے ہر نفس میں ہے اگرچہ شکستہ دیکھتا ہے آپ کو مگر ہو پر آب صاف اور گوبر زیر جو ہے اگر تو امتحاناً اسے ہلائے تو وہ آب ہمرنگ گوبر کے ہو جائے اسے دل ندی کی تہ میں گوبر ہیں اگرچہ آب نہر کا صاف دکھلائی دیتا ہے یعنی مثل ابلیس کے ہر ایک خود کو بہتر جانتا ہے اور باطن میں کثافت کھتا ہے جیسے آب نہر ظاہر میں صاف اور تہ میں گوبر رکھے پس ذرا حرکت نا شائستہ میں ظاہر مثل باطن کے مکدر ہو جاتا ہے چنانچہ پیران ریاکار کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ملہ پیر جانیں الخ شعر پیر راہ جانے اور رکھے دانشیں اور کھودے نفس کل کے باغ میں نہریں نہر کو کب اپنی پاک کر سکے علم مرد نافع علم حق سے ہے آب جو پاک گوبر کو نہ کر سکے جہل نفس کا دافع علم مرد نہیں ہے اگرچہ پیر بسبب عقل و در راہ دانی کے آراستگی نفس کی کرے مگر اپنے علم سے جہل نفس کی کب دور کر سکے بجز علم حق کے چنانچہ اس کی دوسری مثال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

گر تراشد تیغ دستہ خویش را / رو بجراحے سپار ایں ریش را
بر سر ریش جمع آمد مگس / تا نبیند قبح ریش خویش کس
آں مگس اندیشہا و آں مال تو / ریش تو آں ظلمت احوال تو
ور نہد مرہم براں ریش تو پیر / آں زماں ساکن شود درد و نفیر
تاکہ پندارد کہ صحت یافتست / پرتو مرہم در آنجا تافتست
ہیں ز مرہم سرکش ای پشت ریش / واں ز پرتو داں مداں از اصل خویش

کب بنائے تیغ اپنے دستہ کو[۵۱] / سونپ دے جراح کو یہ زخم تو
مکھیاں آئی ہیں جمع زخم پے / تا نہ نقصان زخم کا تجھپر کھلے
مکھیاں اندیشے امیدیں تری / زخم احوالوں کی ظلمت ہے تری
پیر تیرے زخم پہ مرہم رکھے / درد اُسدم تیرا گل جاتا ہے
تا نہ جانے تو کہ صحت پائی ہے / پرتو مرہم کا ہے چمکا اُس جگہے
ایسے مرہم سے نہ ہو تو سرکشاں / جان پرتو سے نہ اصل اپنی سے جان

مرتد شدن کاتب وحی بسبب آنکہ پرتو وحی برو زد آں آیہ را پیش از پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم خواند وگفت من نیز محل وحی ام

مرتد ہونا کاتب وحی کا اس سبب سے کہ پرتو وحی کا اُس پر پڑا تو آیت پہلے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھی اور کہا کہ میں بھی جائے ورود وحی ہوں

پیش از عثمانؓ یکے نساخ بود / کو بنسخ وحی جدی می نمود
چون نبیؐ از وحی فرمودے سبق / او ہماں را وا نوشتے در ورق
پرتو آں وحی بر وے تافتے / او درون خویش حکمت یافتے
عین آں حکمت بفرمودے رسولؐ / زیں قدر گمراہ شد آں بوالفضول
کانچہ میگوید رسولؐ مستنیر / مر مرا ہست آں حقیقت در ضمیر
پرتو اندیشہ اش زد بر رسولؐ / قہر حق آورد بر جانش نزول

آگے عثمانؓ سے تھا کاتب وحی کا[۵۲] / وحی کے لکھنے میں کرتا سعی تھا
جو نبیؐ فرماتے وحی سے اُسکو تھے / پہلے سے وہ ورق پر لکھتا اُسے
وحی کا پرتو جو اُسپر پڑتا تھا / اپنے باطن میں وہ حکمت پاتا تھا
وہی فرماتے تھے پھر حکمت رسولؐ / اسلئے گمراہ ہوا وہ بوالفضول
جو کہ فرماتے رسول اللہ ہیں / ہے حقیقت وہ ہی میری جان میں
پرتو فکر اُسکا حضرت پر پڑا / اُسکی جان پر قہر حق نازل ہوا

ـلہ کب بنائے الخ یہ شعر تھا کب بنائے اپنے دستہ کو جراح کو سونپ دے یعنی زخم ظلمت نفس کو تو کسی مرشد کامل کے سپرد کر دے کہ وہ تزکیہ و تصفیہ کر دے
تا نکہ مکھیاں جمع ہوئی ہیں زخم پہ تا نقصان زخم تجھ پہ نہ کھلے یعنی اندیشۂ خواہشات تجھ میں جمع ہوئے ہیں کہ نقصان ظلمت تجھ پر نہ کھلنے پائے مکھیاں تیرے
زخم پہ جمع ہیں کہ اُسکا حال تجھ پر نہ کھلے پیر تیرے زخم پر مرہم رکھے اُسدم تیرا درد گل جاتا ہے تا تو جانے کہ صحت پائی ہے اس جگہ پر تو مرہم کا چمکا ہے ہر جگہ
مرہم سے تو منھ نہ پھیر پرتو ہے جان اور اصل اپنی سے نہ جان یعنی یہ تو پیر ہے کہ مرہم جو وہ رکھے زخم ظلمت نفس کا صحت پانے والا تو مت جان کہ میں نے اپنے
آپ سے صحت پائی ہے بس تو پیر کامل حاصل کر کہ اُسکے پرتو سے تو مکر نفس سے بچے اور اپنی خودی کو کام میں نہ لا کہ ضلالت و گمراہی میں پڑا ہے جیسے بوسلیم
کاتب وحی چنانچہ اسکا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں تا فہم ۱۲ ـ۵۲ آگے عثمان الخ یہ شعر حضرت عثمانؓ سے آگے ایک کاتب وحی تھا اور وحی کے لکھنے میں
وہ سعی کرتا تھا جو نبی اس کو وحی سے فرماتے تھے پہلے سے وہ ورق پہ اُسے لکھتا تھا جو وحی کا پرتو اُسپر پڑتا تھا وہ اپنے باطن میں حکمت پاتا تھا پھر وہی حکمت
حضرت رسولؐ مقبول فرماتے تھے اسلئے وہ بوالفضول گمراہ ہوا کہ جو حضرت رسول اللہ فرماتے ہیں وہی حقیقت ہے میری جان میں اسکے فکر کا پرتو جو حضرت پر پڑا قہر الٰہی اسکی جان پر نازل ہوا

پرتو آن ناگہش بر دل بتافت	در درون خویشتن حرفی نیافت	اُس کا پرتو ناگہاں دل پہ پڑا	دلمیں اُسکے حرف نے باقی رہا
ہم زنساخی برآمد ہم ز دیں	شد عدوے مصطفے از روی کیں	نکلا لکھنے وحی سے ہم دیں سے	ہوگیا دشمن نبی کا کین سے
مصطفے فرمود کاے گبر عنود	چون گشتی گر نور از تو بود	مصطفے بولے کہ اے کافر بھلا	نور تجھ سے تھا تو کیوں تیرہ ہوا
گر تو ینبوع الٰہی بودۂ	این چنیں آب سیہ نکشودۂ	گر ترا دل چشمۂ اللہ تھا	اُس سیہ پانی کو کیوں آنے دیا
اندرون می سوختش ہم زین سبب	او نیارد توبہ کردن اے عجب	دلمیں اس باعث سے بس جلتا تھا وہ	ہے عجب کہ توبہ نے کرتا تھا وہ
تاکہ ناموسش بہ پیش این و آں	تنگ بندد بست از توبہ دہاں	تا نہ غیرت ٹوٹے سب کے سامنے	اُسکا منھ توبہ سے باندھا اسلیے
آہ می کرد و نبودش آہ سود	چوں درآمد تیغ سر را در ربود	آہ کرتا کچھ نہ اُسکو سود تھا	تیغ غیبی آئی سر اُس کا کٹا
کردہ حق ناموس را صد من حدید	اے بسا بستہ بہ بند ناپدید	حق نے سومن کا غیرت پہ رکھا	بند غیبی میں بہت ہیں مبتلا
کبر و کفر آں سان ببست آں راہ را	کو نیارد کرد ظاہر آہ را	کفر نے راہ اسطرح سے بند کی	کہ وہ ہرگز کر نہ سکتا دم زنی
گفت اغلالاً فہم بہ مقمحون	نیست آں اغلال برما از برون	بولا اغلالاً فہم بہ مقمحون	نے ہمارے طوق دائرہ بروں
خلفہم سداً فاغشینا ہم	می نہ بیند بند را پیش و پس او	خلفہم سداً فاغشینا ہم	بند پیش و پس نہیں دیکھیں ہیں وہ
رنگ صحرا دارد آں سدے کہ خاست	او نمیداند کہ آں سد قضاست	مثل صحرا کے وہ سد ہے با فضا	یہ نہ جانے وہ کہ ہے سد قضا
شاہد تو سد روے شاہد ست	مرشد تو سد گفت مرشد ست	تیرا شاہد سد روے شاہداں	تیرا مرشد سد قول مرشداں
اے بسا کفار را سودائے دیں	بندشان ناموس و کبر و آن و ایں	خواہش دین بس ہوئی کفار کو	پر مقید بند غیرت کے ہیں وہ
بند پنہاں لیک از آہن بتر	بند آہن را کند پارہ تبر	بند مخفی ایک آہن سے بتر	بند آہن کو تو کاٹے ہے تبر
بند آہن را تواں کردن جدا	بند غیبی را نداند کس دوا	بند آہن کو تو کرتے ہیں جدا	کون جانے بند غیبی کی دوا

لے اس کا پرتو الخ ۱۲ اشعر اُس قہر کا پرتو جو ناگہاں دل پر پڑا اس کے دل میں نہ کوئی حرف باقی رہا وہ لکھنے وحی و دین سے نکلا اور کینہ سے دشمن نبی کا ہوا مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے کافر اگر تجھ سے نور تھا تو کیوں تیرہ دل ہوا اگر تیرا دل چشمہ اللہ کا تھا اُس سیاہ پانی کو کیوں آنے دیا اس باعث سے وہ دل میں جلتا تھا یہ تعجب ہے کہ توبہ نہیں کرتا تھا تا غیرت نہ ٹوٹے سب کے روبرو اس لیے اُس کا منھ توبہ سے بند کیا یعنی اس تیرہ دلی کے سبب سے وہ دل میں جلتا تھا اور توبہ نہ کرتا تھا بسبب غیرت کے گویا غیرت کو توبہ کا حجاب کیا تھا کیونکہ اُسے توبہ کرنا منظور نہ تھا وہ آہ کرتا تھا اور کچھ اُس کو نفع نہ ہوتا تھا تیغ غیب کی آئی اور سر اُس کا کٹا آگے اس کے حقائق بیان فرماتے ہیں حق نے سو من لوہے کی زنجیر رکھی ہے کہ اس قید غیبی میں بہت مبتلا ہوں اس طرح سے کفر نے راہ بندگی ہے کہ وہ ہرگز دم زنی نہیں کرسکتا ہے حق نے فرمایا ترجمہ طوق سے وہ گردن اوپر اٹھائے ہیں اور ہمارا طوق باہر سے نہیں ہے ترجمہ پیچھے اس کے پردے بس ڈالے ہم نے کہ قید میں پیش و پس کی طرف نہیں دیکھتے ہیں مثل صحرا کے وہ چوڑی ہے لیکن وہ نہیں جانتے ہیں کہ یہ سد قضا ہے یعنی حق نے واسطے کفاروں کے یہ سد راہیں مقرر کی ہیں تیرا معشوق سد روے معشوقاں ہے اور تیرا مرشد سد قول مرشداں ہے یعنی معشوق خواہش تیری حجاب ہے معشوقان اصلی کا اور تیرا مرشد نفس حجاب ہے تلقین مرشدوں کا خواہش حصول دین کی کفار کو ہوئی لیکن وہ قید غیرت کے سبب سے مقید رہے لیکن قید مخفی آہن سے بدتر ہے اور قید آہن کو تبر کاٹتا ہے قید آہن کو دور کر سکتے ہیں مگر قید غیبی کے دور کرنیکی کون دوا جانتا ہے آگے مثال اس کی بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ع طوق سے وہ گردن اوپر اٹھاتے ہیں ۱۲ ع پیچھے انکے پردے بس ڈالے ہم نے ۱۲

مرد را زنبور گر نیشے زند — طبع او آں لحظہ بر دفعے تند
زخم نیش ما چو از ہستی تست — غم قوی گردد نگردد درد سست
شرح ایں از سینہ بیروں میجہد — لیک می ترسم کہ نومیدی دہد
نے مشو نومید خود را شاد کن — پیش آں فریادرس فریاد کن
کاے محب عفو از ما عفو کن — اے طبیب رنج ناسور کہن
عکس حکمت آں شقی را یاوہ کرد — خود مبیں تا برنیارد از تو گرد
اے برادر بر تو حکمت جاریہ ست — آں ز ابدال ست بر تو عاریہ ست
گرچہ در خود خانہ نورے تافتست — آں ز ہمسایہ منور یافتست
شکر کن غرہ مشو بینی مکن — گوش دار و ہیچ خود بینی مکن
صد دریغ و درد کاں عاریتے — امتیاں را دور کرد از امتے
من غلام آنکہ او در ہر رباط — خویش را واصل نہ بیند بر سماط
بس رباطے کہ بباید ترک کرد — تا بمسکن در رسد یک روز مرد
گرچہ آہن سرخ شد او سرخ نیست — پرتوے عاریتے آتش زنیست
گر شود پر نور روزن یا سرا — تو مداں روشن مگر خورشید را

نیش گر زنبور مارے مرد پہ — طبع اُس دم بس اُسے دفع کرے
گر ہو زخم نیش ہستی سے ترے — غم قوی ہو کم نہ ہو کچھ درد سے
شرح اُسکی دل سے باہر آتی ہے — پر میں ڈرتا ہوں کہ نومیدی ملے
تو نہ ہو مایوس دل کو شاد کر — وہ تو ہے فریادرس فریاد کر
اے محب عفو میرے عفو کر — اے طبیب رنج ناسور جگر
عکس حکمت نے اسے باغی کیا — تو نہ ہو خود بیں [illegible]
اے برادر تجھ پہ حکمت جاریہ — ملک ابدالوں کی تجھ پر عاریہ
تیرے گھر میں جو چمکتا نور ہے — وہ ہمسایہ سے گھر کا نور ہے
شکر کر غیرت سے مت کاٹ اپنی ناک — کان رکھ اور خود نمائی [illegible]
ہائے افسوس عاریت نے بالضرر — اہل نخوت کو کیا امت سے دور
میں غلام اُسکا ہوں ہر منزل میں جو — آپ کو واصل بحق جانے نہ وہ
چاہیے منزل کو جلدی طے کرے — منزل مقصود تا اُسکو ملے
گرچہ سرخ آہن ہوا وہ سرخ نے — عارضی آتش کا پرتو اُس پہ ہے
گھر و روزن تجھکو گر روشن ملے — وہ نہیں روشن مگر خورشید ہے

سلہ نیش گر زنبور الخ ہم اشعار اگر زنبور نیش مارے مرد کو تو طبیعت اُس دم اُسے دفع کرے اگر زخم نیش ہستی سے تیرے ہو غم قوی ہو اور کچھ درد کم نہ ہو یعنی آفات ظاہری کا تدارک ہو سکتا ہے مگر آفتوں باطنی کا کچھ تدارک نہیں ہو سکتا ہے بجز فضل و کرم حق کے اس کی شرح دل سے باہر آتی ہے لیکن میں ڈرتا ہوں کہ نا امیدی تجھ پر پڑے تو نا امید نہ ہو اور خود کو شاد رکھ کیونکہ وہ فریادرس ہے تو فریاد کر یعنی یہ شرح خرابی باطن کی جو دل سے ظاہر ہوتی ہے میں ڈرتا ہوں کہ تجھ کو اے سامع نا امیدی نہ ہو مگر تو خوش ہو کہ حق فریادرس ہے تو فریاد کر دہ ملال مشکلات سب اور یہ کہہ کہ اے محب عفو تو میری عفو کر اے طبیب رنج ناسور جگر میرے عکس حکم نے بو مسیلم کو باغی کیا تو خود بیں نہ ہو کہ تا فنا و برباد ہو وے اے برادر تجھ پر حکمت جاریہ ملک ابدالوں سے ہے اور تجھ پر عاریت ہے آگے مثال بیان فرماتے ہیں کہ تیرے گھر میں جو نور چمکتا ہے وہ ہمسایہ کے گھر کا نور ہے شکر کر اور غیرت سے مت اپنی ناک کاٹ و کان رکھ اس بات پر اور تو خود نمائی کو چھوڑ دے افسوس ہے کہ عاریت نے مغرور اہل نخوت کو امت سے دور کیا اور میں غلام اُسکا ہوں کہ جو ہر منزل میں خود کو واصل حق نہ جانے چاہیے کہ منزل کو جلد طے کرے کہ تا منزل مقصود اُس کو ملے مثال بیان فرماتے ہیں اگرچہ گھر و روزن تجھکو روشن دکھائی دے وہ روشن نہیں ہے خورشید ہے یعنی سالک کو چاہیے کہ سیر منازل سلوک میں خود کو واصل حق نہ جانے اور ہر منزل [illegible] اور جلد طے منازل کرے کیونکہ یہ حصول مقامات عارضی ہیں جب تک کہ فنا بعد الفنا حاصل ہو جیسے آہن آتش میں گرم اور سرخ ہوا [illegible] عارضی ہے کیونکہ آتش کی علیحدگی سے تھوڑی دیر کے بعد وہ گرمی اُس سے نفی ہو جاتی ہے اسی طرح یہ فنائیت مقامات کی [illegible] دقائق یہ اندک مشغولیت تعلقات دنیوی و غفلت خواہشات نفسانی سے دور و زائل ہو و رجعت میں پڑے اور سالک خام [illegible] میں ویسے ہی سالک راہ جاتا ہے یہ اس کی غلط فہمی ہے پس سالک کو چاہیے کہ ہمیشہ اپنے خیال کا از راہ امتحانوں کے جویاں [illegible] کی خدمت میں حاضر ہو تو مرشد سے اپنے حال کو بیان کرکے دریافت کرتا رہے اور نہ نفس کے دھوکے سے پندار کمال میں [illegible] و الآخرة ہو وے عیاذاً باللہ چنانچہ اس کی مثال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

گرد.. دو دیوار گوید روشنم | پرتو غیرے ندارم این منم
پس بگوید آفتاب اے نارشید | چونکہ من غائب شوم آید پدید
سبزہ ہا گوید ما سبز از خودیم | شاد و خندانیم و بس زیبا خدیم
فصل تابستان بگوید اے امم | خویش را بینید چون من بگذرم
تن ہمی نازد بخوبی و جمال | روح پنہان کردہ فر و پر و بال
گویدش اے مزبلہ تو کیستی | یک دو روز از پرتو من زیستی
غنج و نازت می نگنجد در جہان | باش تا کہ من شوم از تو نہان
گرم دارانت ترا گورے کنند | کش کشانت در تہ گور افگنند
تا کہ چون ۔ گور یارانت کنند | طعمۂ موران و مارانت کنند
بینی از گند تو گیرد آن کسے | کہ بپیشت تو ہمی مردی بسے
پرتو روح است نطق و چشم و گوش | پرتو آتش بود در آب جوش
آنچنان کہ پرتو جان بر تن است | پرتو ابدال بر جان من است
جان جان چون واکشد پا را ز جان | جان چنان گردد کہ بیجان تن بدان
سر از آن رو می نہم من بر زمین | تا گواہ من بود در یوم دین
یوم دین کہ زلزلت زلزالہا | این زمین باشد گواہ حالہا
کو تحدث جہرۃ اخبارہا | در سخن آید زمین و خارہا

گہ کہے دیوار و در روشن میں ہوں | غیر کا پرتو نہیں اپنا رکھوں
پس کہے آفتاب اے ناسزا | میں چھپونگا جب تجھے کھل جائیگا
کہتے سبزے ہیں ہم آپ ہی سبز ہیں | شاد و خنداں ہیں وہ زیبائش میں ہیں
کہتی ہے فصل بہار اے پرجنوں | دیکھنا خود کو جو میں باقی رہوں
ناز تن کرتا ہے خوبی اپنی پر | روح نے اپنے چھپائے بال و پر
اسکو کہوے ای خبیث بے تو ہے کیا | ایک دو دن میرے پرتو سے جیا
نے سمائے تیرا ناز اندر جہاں | ٹھہر تو ہوتی ہوں میں تجھ سے نہاں
دوست جملہ کھودیں تیری گور کو | گور میں ڈالیں تجھے لیجا کے وہ
گور میں لیجائیں تا کہ تیرے یار | اور کریں تجکو غذائے مور و مار
تیری بدبو سے وہ پکڑے ناک کو | جان دیتا تھا جو آگے تیرے وہ
روح کا پرتو ہے نطق و چشم و گوش | آگ کا پرتو ہے اندر آب جوش
جیسے پرتو جان کا ہی جسم پے | پرتو ابدال ہے جان پر مرے
جان جاں جب پاؤں کھینچے جان سے | ایسی جان ہو جیسے بیجان تن رہے
سجدہ کرتا ہوں زمیں پر اسلیے | تا گواہی حشر کو میری وہ دے
حشر کو کہ زلزلت زلزالہا | یہ زمیں بس ہو گواہ حالہا
کہ تحدث جہرۃ اخبارہا | بس کرے باتیں زمین و خارہا

ا؎ گہ کہے الخ یعنی اگر دیوار و در کہے میں روشن ہوں غیر کا پرتو نہیں ہے میں اپنا رکھتا ہوں پس آفتاب یہ کہے کہ اے ناسزا میں چھپونگا جب تجھے کھل جائیگا اور سبزے کہتے ہیں کہ ہم آپ ہی سبز ہیں شاد و خنداں ہیں اور زیبائش رکھتے ہیں اور فصل بہار کہتی ہے اے پرجنوں تم خود کو دیکھنا جو میں جاتی ہوں اور تن ناز کرتا ہے اپنی خوبی پر اور روح نے اپنے چھپائے بال و پر اور کہا اسکو کہ اے خبیث تو کیا ہے ایک دو دن میرے پرتو سے جیا تیرا ناز اندر جہان کے نہیں سماتا ہے تو ٹھہر میں تجھ سے نہاں ہوتی ہوں سب دوست تیرے گور کھودیں اور وہ تجھ کو لے جا کر گور میں ڈالیں اپنی تعلقات دنیوی سب عارضی ہیں اور انکی دوستی پائدار نہیں ہے اس پر ناز نہ کرنا چاہیے بقول عارف کہ دنیا میں تین دوست ہیں ایک تا مرگ دوسرا تا گور تیسرا تا جنت مال دنیا کے مرتے ہی اس کے مالک ہیں دوسرے یار و اقارب کہ بعد دفن آشنا نہیں تیسرے اعمال کہ تا حشر اسکی گردن پر سوار ہیں تا کہ میرے یار گور میں لیجائیں اور تجھ کو غذا مور و مار کی کریں تیری بدبو سے ناک پکڑیں جو کہ جان دیتے تھے تیرے لیے حقائق بیان فرماتے ہیں کہ نطق و چشم و گوش روح کا پرتو ہے جیسے پرتو آتش کا ہے اندر آب جوش کے ایسے ہی پرتو ابدال کا جان پر ہے یعنی مرشد کا چونکہ جان جاں سے جب پاؤں کھینچے ایسی جان ہو جیسے تن بیجان ہوتا ہے یعنی جسم کی زندگی جان سے ہے اور جان کی زندگی جان جان یعنی مرشد سے اگرچہ مرشد اپنا پرتو اٹھالے تو جان مثل تن کے مردہ رہے پس اسی کو مردہ دل کہتے ہیں اگلا شعر متعلق ہے اوپر کے شعر کا ؎ عکس حکمت نے اسے داعی کیا تو نہ ہو خود میں کہ تا ہو شگفتہ یہ نتیجہ بیان فرماتے ہیں کہ میں زمین پر اس لیے سجدہ کرتا ہوں تا گواہی وہ میری حشر کو دے حشر کو کہ زلزلت الارض زلزالہا یعنی جس وقت کہ ہلائی جائے گی زمین زلزلوں سے یہ زمین پس گواہ ہوگی حالوں سے ترجمہ کہ پیدا کرے گی زمین ظاہر خبروں کو یعنی اخبار فاش کریں یعنی جو مسلم باطنی ہو اس واسطے میں زمین پر سجدہ کرتا ہوں کہ تا زمین بروز حشر میرے عجز پر گواہی دیوے چنانچہ آیت مذکور سے گواہی دینا زمین کا اعمال پر ثابت ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

فلسفی گوید ز معقولات دون	عقل از دہلیز می ماند برون	فلسفی کہتا ہے معقولات سے[1]	عقل خود دہلیز سے باہر رہے
فلسفی منکر شود در فکر و ظن	گو برو سر را بداں دیوار زن	فلسفی ہوتا ہے منکر فکر سے	کہدو جا سر مارے وہ دیوار پے
نطق آب و نطق خاک و نطق گل	ہست محسوس حواس اہل دل	نطق آب و نطق آتش نطق گل	ہیں وہ محسوس میں حواس اہل دل
فلسفی کو منکر حنانہ است	از حواس انبیا بیگانہ است	فلسفی جو منکر حنانہ ہے	انبیا کے حس سے وہ بیگانہ ہے
گوید او کہ پرتو سودائے خلق	بس خیالات آورد در رائے خلق	کہتا ہے کہ پرتو سودائے خلق	لاتا ہے افکار اندر رائے خلق
بلکہ عکس آں فساد و کفر او	ایں خیال منکری را زد برو	بلکہ وہ ہے عکس انکے کفر کا[2]	یہ خیال منکری ان کو دیا
فلسفی مر دیو را منکر شود	در ہماں دم سخرۂ دیوے بود	فلسفی منکر جو ہے شیطان سے	اس گھڑی شیطان حاوی ہے اسپہ
گر ندیدی دیو را خود را ببیں	بے جنوں نبود کبودی بر جبیں	گر نہ شیطان دیکھا خود کو دیکھ لے	بے جنون پیشانی کب نیلی ملے
ہر کرا در دل شک و پیچانی ست	در جہاں او فلسفی پنہانی ست	جو کہ دل میں شک و پیچانی رکھے	وہ جہاں میں فلسفی پوشیدہ ہے
می نماید اعتقاد او گاہ گاہ	آں رگ فلسف کند رویش سیاہ	گاہے گاہے اعتقاد آئے اسے	رو سیہ اسکو رگ فلسف ملے
الحذر اے مومناں کو در شماست	در شما بس عالمے بے منتہاست	الاماں اے مومنو وہ تم میں ہے[3]	اک جہاں بے انتہا جو تم میں ہے
جملہ ہفتاد و دو ملت در تو ہست	وہ کہ آں روزے برآرد از تو دست	ہیں بہتر فرقے تیرے درمیاں	حیف کہ اک دن ہو تجھ سے وہ عیاں
ہر کرا او را رگ ایں ایماں بود	ہمچو برگ از بیم او لرزاں بود	جسمیں اس ایمان کا کچھ سامان ہے	برگ کے مانند وہ لرزان ہے
بر بلیس و دیو زاں خندیدۂ	کہ تو خود را نیک مردم دیدۂ	اسلیئے ہنستا ہے تو شیطان پر	کہ تو جانے آپ کو عمدہ بشر
چوں کند جاں باز گونہ پوستیں	چند واویلا برآید ز اہل دیں	جان تیری جبکہ الٹے پوستیں[4]	بس کریں واویلا زہد اہل دیں
بر دکاں ہر زر نما خنداں شدست	زانکہ سنگ امتحاں پنہاں شدست	کھوٹے زر والی دکان پر ہیں خوشی	کیونکہ پوشیدہ کسوٹی ہو گئی

سلہ فلسفی کہتا ہے الخ شعر فلسفی معقولات سے کہتا ہے کہ عقل خود دہلیز سے باہر رہے یعنی عقل جزوی دہلیز مکان معنی تک جا نہیں سکتی ہے فلسفی سر مارے جاکر دیوار پے کیونکہ نطق آب نطق آتش و نطق خاک محسوس ہے حواس اہل دل کا یعنی اہل دل گویائی عناصر و اجرام کی سنتے ہیں فلسفی کہ منکر گریہ ستون حنانہ ہے گویا انبیا علیہم السّلام کی حس سے بیگانہ ہے اور کہتا ہے کہ پرتو سودائے خلق فکروں کو رائے خلق میں لاتا ہے یعنی اولیا کے خیالات کو جنوں جانتے ہیں کہ انکشاف باطن و کشف اسرار اُن کا خیالات جنون ہے چنانچہ مولانا اس کا آگے جواب دیتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ بلکہ وہ الخ شعر بلکہ وہ عکس اُن کے کفر کا ہے کہ یہ خیال منکری کا اُن کو دیا دلیل اُس کی ارشاد فرماتے ہیں کہ جو فلسفی منکر شیطان سے ہے اس وقت شیطان حاوی اس پہ ہے اگر شیطان نہیں دیکھا ہے تو خود کو دیکھے بغیر جنون کے کب پیشانی نیلی دکھائی دے جو کہ دل میں شک اور پیچانی رکھے وہ جہاں میں پوشیدہ فلسفی ہے یعنی جو کوئی کہ بہ نسبت اولیا و صوفیوں کے شک و مردہ دلی رکھتا ہے گویا وہ پوشیدہ فلسفی ہے کیونکہ فعل اولیا کے باہر قیاس سے ہیں اگرچہ کبھی کبھی اُس کو اعتقاد آتا ہے مگر رگ سلعت اس کو روسیاہ کرتی ہے چنانچہ گمراہی کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ الاماں الخ شعر الاماں اے مومنو وہ رگ فلسفت تم میں ہے ایک جہان بے انتہا جو تم میں ہے جملہ بہتر فرقے تیرے درمیان میں ہیں افسوس کہ ایک دن تجھ سے وہ عیاں ہوں جسمیں اُس ایمان کا کچھ سامان ہے وہ برگ کے مانند لرزاں ہیں اسلیئے تو شیطان پر ہنستا ہے کہ تو آپ کو عمدہ بشر جانتا ہے جبکہ جان تیری وہ پوستین الٹے بس اہل دین زہد واویلا کریں کھوٹے زر والے دکان پر خوش ہیں کیونکہ کسوٹی پوشیدہ ہوگئی ہے یعنی پیران ریاکار کہ خود کو دستار حق و مرد کامل جانتے ہیں خوش ہیں کیونکہ ممتحن کوئی نہیں ہے جو اُنکا دل چاہتا ہے خود کو ظاہر کرتے ہیں عیاذاً باللہ فافہم ۱۲

پردہ اے ستار از ما وا مگیر / باش اندر امتحاں ما را مجیر
قلب پہلو میزند با زر بشب / انتظار روز میدارد ذہب
با زباں حال زر گوید کہ باش / اے مزوّر تا برآید روز فاش
صد ہزاراں سال ابلیس لعیں / بود ز ابدال و امیر المومنیں
پنجہ زد با آدمؑ از نازے کہ داشت / گشت رسوا ہمچو سرگیں وقت چاشت
پنجہ با مرداں مزن اے بوالہوس / برتر از سلطاں چہ میرانی فرس

فاش مت کر پردہ اے ستار آہ / امتحاں میں ہو مرا پشت و پناہ
زر کھرا کھوٹا برابر رات کو / پرکھ ازر چاہتا ہے روز کو
زر زبان حال سے کہوے کہ ٹھیر / اے فریبی ہووے دن تو تیری سیر
بس ہزاروں سال ابلیس لعیں / تھا وہ ابدال و امیر المومنیں
ہاتھ آدمؑ پر جو ڈالا ناز کا / مثل چرکیں دھوپ سے رسوا ہوا
پنجہ مردوں سے نہ کر اے بوالہوس / مت بڑھا تو شاہ سے گھوڑے کو بس

دعا کردن بلعم باعور کہ موسیٰ علیہ السلام و قومش ازیں شہر کہ حصار دادہ اند بے مراد وگرداں مستجاب شدن دعائش

دعا کرنا بلعم باعور کا کہ موسیٰ علیہ السلام اور قوم اُنکی اس شہر سے کہ گھیر ڈالا ہی بے مراد لوٹ جاویں اور قبول ہو جانا دعا کا

بلعم باعور را خلق جہاں / سغبہ شد مانند عیسیٰ زماں
سجدہ ناوردند کس را دون او / صحت رنجور بود افسون او
پنجہ زد با موسیٰ از کبر و کمال / آنچناں شد کہ شنیدستی تو حال
صد ہزار ابلیس و بلعم در جہاں / ہمچنیں بد ست پیدا و نہاں
ایں دو را مشہور گردانید الٰہ / تا کہ باشد ایں دو بر باقی گواہ

بلعم باعور کی خلق جہاں / حکم میں تھی جیسے عیسیٰ زماں
اس سوا سجدہ نہ کرتے اور کو / صحت بیمار تھا دم اس کا جو
مارے نخوت کے وہ موسیٰ سے بڑے / جو سنا ہی حال وہ اس کا ہوا
صد ہا بلعم اور ابلیس ہر جہاں / ایسے ہی ظاہر ہوئے ہیں اور نہاں
حق نے ان دونوں کو بس رسوا کیا / تا کہ دونوں باقیوں پر ہوں گواہ

ف فاش مت کر الخ پہ شعر اے ستار تو پردہ فاش مت کر اور امتحان میں میرا پشت و پناہ ہو اور رکھو کھرا کھوٹا رات کو برابر ہے لیکن زر کھرا چاہتا ہے کہ دن ہو زر زبان حال سے کہتا ہے کہ ٹھہر اے فریبی کہ دن کو تیری سیر ہو وے مثال بیان فرماتے ہیں کہ ہزاروں برس ابلیس بصیغۂ حال امیر المومنین تھا جو آدمؑ پر ہاتھ ناز سے ڈالا مثال چرکین کہ دھوپ سے رسوا ہوا یعنی آدمؑ پر تو خورشید حق تھے اور ابلیس لعین چرکین پس مقابل آب خورشید کے وہ چرکین متعفن ہوا اسی طرح پیران ریاکار مقابل کاملین کے مطعون و رسوا ہو گئے ہیں پس تو پنجہ مردوں سے نہ کر اے بوالہوس اور گھوڑے کو شہ سے مت بڑھا یعنی مقابل دوستان حق کے تو نہ آ کہ مثل بلعم باعور کے مقابل موسیٰ علیہ السلام سے آفت میں پڑے چنانچہ اسکا حال آگے مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۔ ف بلعم باعور الخ دو شعر ایک خلق جہاں بلعم باعور کی مثل عیسیٰ علیہ السلام کے مطیع تھی اور کو سجدہ اُس کے سوا نہیں کرتی اور اُس کا دم صحت بیمار تھا وہ مارے نخوت کے موسیٰ علیہ السلام سے بڑا جو کہ سنا ہے وہی حال اُسکا ہے یعنی بلعم باعور بنی اسرائیل و یا کنعانیوں میں سے تھا اور بسبب اسم اعظم جاننے کے ایک جہان اُس کا مطیع تھا اور وہ وہ ہے کہ جو اسم اعظم کے ساتھ دعا مانگے مستجاب ہو پس قوم کے کہنے سے مقابل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دعا مانگی اور بد دعا سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مرکب ہوا پس مولانا آگے اُس کے حقائق بیان فرماتے ہیں کہ صد ہا بلعم و ابلیس جہان میں ایسے ہی ظاہر ہوئے و نہاں ہیں حق نے اُن دونوں کو رسوا کیا تا کہ باقیوں پر وہ گواہ ہو ویں آگے اس کی مثال بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

رہزنان را در بیابان چون کشند	یک دو تن را بہرہ زایشان کشند	رہزنوں کو مارتے جنگل میں ہیں	قتل اک دو کو کریں ہیں شہر میں
تا ببینید اہل دہ گیرند پند	رویت ایشان بود شان ہچو بند	شہر والے تاکہ ان کو دیکھ کر	پکڑیں عبرت اور ہو دیں پر خطر
این دو زد آویخت بر دار بلند	ورنہ اندر شہر بس زد ان بدند	دار پر دو چور یہ لٹکائے ہیں	ورنہ از بس چور تھے اس شہر میں
این دو را بر چرم بسوے شہر برد	کشتگاں قہر را نتوان شمرد	شہر میں جھنڈے پہ دونوں چڑھے	کشتگان قہر کو کب گن سکے
تازمینی تو ولے در حد خویش	اللہ اللہ پا منہ از اندازہ بیش	تازمیں تو ہے پر اپنی حد میں ہی	اللہ اللہ مت بڑھے مقدار سے
گر زنے بر تازمین ترا ز خودت	در تگ ہفتم زمیں زیر آردت	تازمیں تیری کرے گر ہمسری	ساتویں طبقے میں ڈوبے جا تری
قصہ عاد و ثمود از بہر چیست	تا بدانی کانبیا را ناز کیست	قصہ عاد و ثمود کس لیے	ناز کی تا انبیا کی جان سے
این نشان خسف و قذف و صاعقہ	شد بیان عز نفس ناطقہ	یہ نشان خسف و قذف و صاعقہ	ہے بیان عز نفس ناطقہ
جملہ حیوان را پئے انسان بکش	جملہ انسان را بکش از بہر ہش	مار حیوانوں کو انسان کے لیے	مار انسان ہوش جان کیواسطے
ہش چہ باشد عقل کل اے ہوشمند	عقل جزوی ہش بود اما نژند	ہوش کیا ہے عقل کل شے اے لطیف	عقل جزوے ہوش ہے لیکن ضعیف
جملہ حیوانات وحشی ز آدمی	باشد از حیوان انسی در کمی	سارے حیوانات وحشی اک قلم	جانور انسی انسان سے ہیں کم
خون آنہا خلق را باشد سبیل	زانکہ وحشی اند از عقل جلیل	مارنا انکا روا ہے خلق کو	کیونکہ عقل کل سے ہیں وحشی ہیں وہ
خون ایشان خلق را باشد روا	زانکہ انسان را نیند ایشان سزا	مارنا مخلوق کو ان کا روا	کیونکہ نے انسان کے لائق وہ ہیں
عزت وحشی بدان ساقط شدست	کامر انسان را مخالف آمدست	وحشی بے عزت ہوئے ہیں اسواسطے	ہیں مخالف حکم سے انسان کے
پس چہ عزت باشدت اے نادرہ	چون شدی تو حمر مستنفرہ	پس تری عزت ہو کیا اے نادرہ	جو ہوا تو حمر مستنفرہ
خر نشاید کشت از بہر صلاح	چون شود وحشی شود خونش مباح	خر ہے لائق مارنے کے کب بھلا	جو ہو وحشی مارنا اس کا بھلا
گرچہ خر را دانش زاجر نبود	ہیچ معذورش نمیدارد ودود	گرچہ خر کو عقل تعلیمی نہ تھی	کچھ نہ معذور اسکو حق رکھے کبھی

؎ رہزنوں کو الخ ۲ شعر جنگل میں رہزنوں کو مارتے ہیں اور ایک دو کو شہر میں قتل کرتے ہیں تاکہ شہر والے اُن کو دیکھ کر عبرت پکڑیں دوڑیں گویا دار پر یہ دونوں چور لٹکائے ہیں ورنہ چور از بس تھے شہر میں یعنی طبعم و ابلیس کو کہ نفس و شیطان ہے شہر میں واسطے عبرت کے مطعون کیا ہے وہ دونوں شہر میں جھنڈے پہ چڑھے قہر کے کشتوں کو کب گن سکیں تو تازمین ہے ولیکن اپنی ضد میں ہے اللہ اللہ تو اپنی مقدار سے مت بڑھ اگر تو تازمین سوا کے ہمسری کرے ساتویں طبق زمین میں تیری جا ہووے قصہ عاد و ثمود کس واسطے ہے تاکہ ناز انبیا علیہم السلام کے تو جانے یعنی اگر تو سعنی ہے تو اپنے سے سوا اسعنی کے مقابل میں مت آ اور مقدار ہستی سے مت بڑھے ورنہ اسفل السافلین کو تو پہونچے جیسے قوم عاد و ثمود کی مقابلہ انبیا سے جہنم واصل ہوئی یہ نشان خسف و قدرت صاعقہ یعنی دھنسنا زمین میں و سنگساری و برق زنی ہے اور بیان عزت نفس ناطقہ انبیا علیہم السلام ہے یعنی ان کے مقابل کفار آئے وہاں قرون سے تمام ہوئے چنانچہ مولانا اسکے حقائق آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ؎ مار حیوانوں کو الخ ۹ شعر سب حیوانوں کو مار انسان کے لیے اور مار انسان کو جہاد سے ہوش جان کے واسطے ہوش جان کیا ہے عقل کل ہے اور عقل جزوی ہوش ہے لیکن ضعیف ہے تمام حیوانات وحشی یک قلم حیوان انسی انسان سے کم ہیں یعنی پالو جانور سے انکا مارنا خلق کو روا ہے کیونکہ عقل کل سے وہ وحشی ہیں یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متنفر ہیں ان کا مارنا مخلوق کو روا ہے کیونکہ وہ انسان کے لائق نہیں ہیں وحشی بےعزت ہوئے اسواسطے کہ مخالف ہیں حکم انسان سے پس تیری عزت کیا ہوا اے نادر جو ہوا تو ترجمہ شیر غران سے نفرت کرنے والا خر کب لائق مارنے کے ہے جو وحشی ہو اُس کا مارنا روا ہے اگرچہ خر کو عقل تعلیمی نہ تھی مگر کچھ حق اُسکو معذور نہ رکھے کبھی باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

پیش چو وحشی شد ازاں دم آدمی / کے شود معذور اے یار سمی
لاجرم کفار را خون شد مباح / ہمچو وحشی پیش قصاب و رباح
جفت و فرزندانشان جملہ سبیل / زانکہ بے عقل اند و مطرود و ذلیل
باز عقلے کو رمد از عقل عقل / گردد از عقلی بحیوانات نقل

جو ہو وحشی عقل کل سے آدمی[1] / کب ہو وہ معذور اے یار دلی
اسلیے کفار کا خوں ہے روا / خون وحشی طیر کا جوں ہے روا
انکے زن فرزند جملہ ہیں سبیل / کیونکہ ہیں بےعقل و گمراہ و ذلیل
پھر جو بھاگے عقل کل سے ایسی عقل / ہووے عقلی سے وہ حیوانوں میں نقل

اعتماد کردن ہاروت و ماروت بر عصمت خویش در زہر فتن

اعتماد کرنا ہاروت و ماروت کا عصمت اپنی پر زہر فتنہ میں

ہمچو ہاروت و چو ماروت شہیر / از بطر خوردند زہر آلودہ تیر
اعتمادے بودشان بر قدس خویش / چیست بر شیر اعتماد گاو میش
گرچہ او باشیر صد چارہ کند / شاخ شاخش شیر نر پارہ کند
گر شود پر شاخ ہمچوں خارپشت / شیر خواہد گاو را ناچار کشت
باد صرصر کو درختاں می کند / با گیاہ پست احساں می کند
بر ضعیفی گیاہ ایں باد تند / رحم کرد اے دل تو از قوت مبلند
تیشہ را از انبوہی شاخ درخت / کے ہراس آید ببرد لخت لخت
لیک بر برگے نکوبد خویش را / جز کہ بر ریشہ نکوبد نیش را

جس طرح ہاروت و ماروت نے[2] / تیر زہر آلودہ کھایا کبر سے
اعتماد ان کا تھا پاکی اپنی پے / شیر پر کیا اعتماد گاؤ سے
گر کرے وہ سو علاج اب شیر سے[3] / ٹکڑے ٹکڑے شیر نر اسکو کرے
گر ہوں اسپہ کانٹے جیسے ساہی کے / شیر مارے اسکو اور ٹکڑے کرے
آندھی نخلوں کو اکھیڑے اصل سے / اور عاجز گھانس پر احسان کرے
لطف عاجز گھانس پر آندھی کرے / شیخی اے دل مت کر اپنے زور پے
کب بسولہ شاخ کے انبوہ سے / بس ڈرے بل ٹکڑے ٹکڑے وہ کرے
لیک پتوں پر نہ مارے آپ کو / اور سوا جڑ کے نہ مارے نیش وہ

[1] جو ہو وحشی الخ یہ شعر جو آدمی کہ وحشی عقل کل سے ہو کب وہ معذور ہوا ہے یا دیر سے اس لیے کفار کا خون روا ہے جیسے خون وحشی کا تیر کو روا ہے اس کے زن و فرزند جملہ مباح ہیں کیونکہ بے عقل و گمراہ و ذلیل ہیں عقل کل سے ایسی عقل بھاگے وہ عقلی سے حیوانی میں نقل ہو یعنی وہ کفار جو وحشی ہیں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واسطے انپر جہاد کیا ہے اور ان کے زن و فرزند مباح ہیں کیونکہ وہ مثل جانوروں وحشی کے ہیں پس وہ معاف نہ کیے جاویں گے مثل ہاروت و ماروت کے ان سے مواخذہ کیا جاویگا چنانچہ انکا حال مثال میں مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] جس طرح الخ یہ شعر جیسے کہ ہاروت و ماروت نے تیر زہر آلودہ از راہ غرور کے کھایا اعتماد اپنی پاکی پر تھا شیر پر کیا اعتماد ہے گاؤ کا یعنی ہاروت و ماروت دو فرشتے تھے اور عجب عبادت اپنی سے انسان پر غرور کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو نفس و شہوت دیکر بصورت انسان شہر بابل میں بھیجا اور شہر کابل میں بھیجا اور سحر ان کو بتلادیا وہ زہرہ پر خواہشات نفسانیہ سے مبتلا ہوئے اور قصور میں آکر عذاب دنیا اختیار کیا کہ ذلت دنیا بہتر ہے رسوائی آخرت سے چنانچہ اکثر خلق ان سے سحر سیکھتی ہے اور یہ تمام سحر عالم میں ان سے جاری ہوا ہے از بحر العلوم پس ان دونوں فرشتوں کو اپنی پاکی پر اعتماد تھا پس شیر نفس پر کیا اعتماد گاؤ تن کا چنانچہ اس کے متعلق مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [3] گر کرے الخ یہ شعر اگر سو علاج وہ شیر سے کرے لیکن شیر اسکے ٹکڑے ٹکڑے کرے مگر اس پر کانٹے مثل جانور ساہی کے ہوں شیر اس کے ٹکڑے کرے مثال دوسری آندھی درختوں کو جڑ سے بسبب سرکشی کے اکھیڑے اور گھاس عاجز پر احسان کرے آندھی گھاس عاجز پر رحم کرتو اے دل شیخی نہ کر اپنے زور پر شاخ کے انبوہ سے کب بسولا ڈرے بلکہ ٹکڑے ٹکڑے کرے لیکن پتوں پر نہ مارے آپکو اور سوائے جڑ کے نہ کاٹے وہ باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ -

شعلہ را از انبوہی ہیزم چہ غم	کے رمد قصاب از انبوہی غنم	جملہ ہیزم سے تو شعلہ کو ضرر	بھیڑ دنبے کب ہوں قصابوں کو ڈر
پیش معنی چیست صورت بس زبوں	چرخ را معنیش میدارد نگوں	پیش معنی کیا ہی صورت بس زبوں	چرخ ہے معنی سے اپنی سرنگوں
تو قیاس از چرخ دولابے بگیر	گردشش از کیست از عقل منیر	چرخ سے دولاب کو تو جان لے	عقل روشن اسکو گردش میں رکھے
گردش این قالب ہمچوں سپر	ہست از روح مستر اے پسر	گردش اس قالب سپر کے مثل کی	روح پوشیدہ سے ہے بس اے اخی
گردش این باد از معنی اوست	ہمچو چرخے کو اسیر آب جوست	اپنے معنی سے ہوا گردش کرے	جیسے پنچکی پھرے ہے آب سے
جزر و مد و دخل و خرج این نفس	از کہ باشد جز زجان اے بوالہوس	دم کا جزر و مد و دخل و خرج بس	کس سے ہووے جان سے یا بوالہوس
گاہ جیمش میکند گہ حا و دال	گاہ صلحش میکند گاہے جدال	گاہ جیم اسکو کرے گہ حے و دال	گاہ رکھے صلح گہ جنگ و جدال
گہ بیمینش می برد گاہے یسار	گہ گلستاں میکند گاہیش خار	گہ ادھر گاہے ادھر اسکو کرے	گہ گلستاں گاہ وہ خار اسکو رکھے
ہمچنین این آب ایزدان پاک	کرد بر فرعون خون سہمناک	اس طرح اس آب کو اللہ نے	کردیا فرعون پے خون ناب سے
ہمچنین این باد را یزدان ما	کردہ بد بر عاد ہمچوں اژدہا	اس ہوا کو ویسے ہی اللہ نے	کردیا جوں مار قوم عاد پے
باز ہم این باد را بر مومناں	کردہ بد صلح و مراعات و اماں	پھر ہوا کو مومنوں پر کر دیا	بس عنایت سے امان و جانفزا
گفت المعنی ہو اللہ شیخ دیں	بحر معنیہاست رب العالمیں	بولے المعنی ہو اللہ شیخ دیں	بحر معنی ہی وہ رب العالمیں
جملہ اطباق زمین و آسماں	ہمچو خاشاکے دراں بحر رواں	جملہ طبقات زمین و آسماں	مثل تنکوں کے ہیں دریا پر رواں
جملہ ہا و رقص خاشاک اندر آب	ہم ز آب آمد بوقت اضطراب	جنبشیں اور رقص خاشاک اندر آب	آب سے ہوتی ہیں وقت اضطراب
چونکہ ساکن خواہدش کرد از مرا	سوے ساحل افگند خاشاک را	چاہے بے جنبش اسے کرنا جو وہ	بس کنارے پھر رکھے خاشاک کو
چوں کشد از ساحلش در موج گاہ	آں کند با او کہ آتش با گیاہ	موج میں لائے کنارے سے جو وہ	وہ کرے جو آگ سے ہو گھاس کو
این حدیث آخر ندارد باز راں	جانب ہاروت و ماروت اے جواں	یہ سخن بے انتہا ہی کر بیاں	حال ہاروت اور ماروت اے جواں

سلہ جملہ ہیزم الخ ۱۲ اشعار تمام ہیزم سے شعلہ کو ضرر نہیں اور گلہ بزدل سے قصاب کو خوف نہیں پس آگے معنی کے صورت زبون ہے چرخ اپنے معنی سے سرنگوں ہے چرخ کو مثل دولاب کے جان لے کہ عقل روشن اسکو گردش میں رکھتی ہے یعنی صورت ظاہری اپنے معنی سے گردش و جنبش کرتی ہے پس معنی اس صورت کی روح ہے اس قالب مثل سپر کے گردش روح پوشیدہ سے ہے اپنی معنی سے ہوا گردش کرتی ہے جیسے پنچکی آب سے پھرتی ہے دم کا آنا جانا دخول و خروج سب جان سے ہوتا ہے کبھی جان اس کو مثل جیم کے کوزہ پشت کرے کبھی (رخ) دال یعنی خوبصورت کرے اور کبھی صلح وکبھی جدل رکھے ادھر اس کو پلٹے کبھی گلستان وکبھی خار اسکو رکھے ایسے ہی اللہ نے آب کو اس فرعون پر خون کردیا ایسے اللہ نے ہوا کو کردیا مثل مار قوم عاد پر پھر مومنوں پر ہوا کو کردیا عنایت سے امان وجانفزا اسواسطے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المعنی ہو اللہ یعنی حتروہ کہ معنی وہ اللہ ہے دریاے معنی ہیں وہ رب العالمین ہے جو طبقے زمین وآسمان کے مثل خاشاک اس دریا پر رواں ہیں یعنی معنی کو کہ جسکو روح کہتے ہیں از روے حدیث کے ثابت ہوا کہ وہ اللہ ہے چنانچہ اس کی مثال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں ۱۲ منہ

سلہ جنبشیں الخ ۴ شعر جنبش اور رقص خاشاک کو پانی میں آب سے ہے وقت اضطراب وبیقراری کے وہ جو چاہے اسے بے جنبش کرنا پس کنارے پر اس خاشاک کو رکھے یعنی جسم مثل خاشاک کے اس ذات حق میں جنبش کرتے ہیں جب وہ چاہتا ہے درگور کردیتا ہے جبکہ وہ موج میں لائے کنارے سے وہ اسکا حال ہو جو آتش گھاس کا حال کرتی ہے یعنی روز حشر جسد کو جنبش موج میں لائے اور دوزخ میں خاکستر کرے یہ بات بے انتہا ہے تو بیان کر حال ہاروت وماروت کا ۱۲

بقیہ قصہ ہاروتؑ ماروتؑ نکال عقوبت ایشاں اہم در دنیا

چوں گناہ و فسق خلقان جہاں / میشدی روشن بایشاں آں زماں
دست خائیدن گرفتند آں زخشم / لیک عیب خود ندیدندے بچشم
خویش در آئینہ دید آں زشت مرد / رو بگردانید ازاں و خشم کرد
خویش بیں چوں از کسے جرمے بدید / آتشے دروے ز دوزخ شد پدید
حمیت دیں خواند او آں کبر را / ننگرد در خویش نفس گبر را
حمیت دیں را نشانے دیگرست / کزاں آتش جہانے اخضرست
گفت حق شاں گر شما روشن گرید / در سیکاراں مغفل منگرید
شکر گوئید اے سپاہ و چاکراں / رستہ اید از شہوت و از چاکراں
گر ازاں معنی نہم من بر شما / مر شمارا بیش نپذیرد سما
عصمتے کہ مر شمارا در تن ست / آں ز عکس عصمت و حفظ من ست
آں ز من بینید نہ از خود ہین ہیں / تا نچربد بر شما دیو لعیں
آں چنانکہ کاتب وحی رسولؐ / دید در خود حکمت و نور وصول
خویش را ہم لحن مرغان خدا / می شمرد آں بد صفیرے چوں صدا
لحن مرغاں را اگر واصف شوی / بر ضمیر مرغ کے واقف شوی
گر بیاموزی صفیر بلبلے / تو چہ دانی کو چہ گوید با گلے
ور بدانی باشد آں ہم از گماں / چوں ز لب جنباں گمانہائے کراں

باقی قصہ ہاروتؑ ماروتؑ کا اور اہم تکلیف پانا اُنکا دنیا میں

جو گناہ[1] و فسق مخلوقات کا تھا / اس زمانے میں عیاں سب اُنپہ تھا
چابتے تھے ہاتھ وہ اس خشم میں / پر نہیں ملتا تھا عیب اپنا اُنھیں
منہ کو دیکھا آئینہ میں زشت رو / پھیرے غصہ ہو کے وہ رخسار کو
دیکھے خود میں جو کسی کے جرم کو / نار دوزخ تن میں پیدا اُسکے ہو
جانے نخوت کو حمیت دین کی / نفس کافر کو نہ دیکھے باخودی
حمیت دین کا طریقہ ہے جدا / کہ جہاں اُس آگ سے ہے پُر فضا
حق نے[2] فرمایا کہ تم روشن ہو گر / ان سیہ کاروں پہ مت ڈالو نظر
تم کرو شکر اے سپاہ چاکراں / دی نہیں شہوت تمھیں اور چاکراں
رکھتا میں اس امر کو تم پہ اگر / کب تمھارا چرخ پہ ہوتا گذر
ہو تمھارے تن میں جو عصمت بھی / میری عصمت کا ہی عکس و برتری
مجھ سے جانو تم یا در خود سے نہیں / تا نہ غالب تم پہ ہو دیو لعین
جس طرح وہ کاتب وحی رسولؐ / دیکھتا خود میں تھا وہ نور وصول
خود[3] کو ہم آواز مُرغان خدا / جانتا اور خود تھا وہ مثل صدا
نقل گر آواز مرغاں کی کرے / پر نہ اُنکے بھید سے واقف تو ہے
بلبلوں کی گرچہ تو سیکھے صدا / پر تو کیا جانے کہ کیا گل سے کہا
گر تو جانے وہ بھی ہے تیرا گماں / جیسے لب ہلنے سے بہروں کا گماں

[1] جو گناہ الخ ۲ شعر یعنی جو گناہ و فسق مخلوق کا اُنکو ظاہر ہوتا تھا وہ ہاتھ چابتے تھے اس غصہ سے لیکن اپنا عیب اُنھیں نہیں دکھائی دیتا تھا مثال فرماتے ہیں جیسے زشت رو خود کو آئینہ میں دیکھے اور غصہ ہو کر منھ پھیرے خود میں جو کسی سے جرم دیکھے آتش دوزخ کی اُسکے جسم میں پیدا ہو وے اور وہ نخوت کو حمیت دین جانے اور نفس کافر کو وہ خودی نہ دیکھے پس حمیت دین کا دوسرا ڈھنگ ہے کہ جہان اُس آتش سے پر فضا ہے آگے رجوع بقصہ ہے فافہم ۱۲ [2] حق نے فرمایا الخ ۴ شعر حق نے فرمایا اگر تم روشن ہو ان سیکاروں پر نظر نہ ڈالو تم شکر کرو اے سپاہ و چاکران تم کو نہیں دی شہوت فرج اگر اس امر کو میں تم پر رکھتا کب تمھارا آسمان پر آنا ہوتا جو تمھارے تن میں عصمت بھری ہے میری عصمت و برتری کا عکس ہے یہ تم عصمت مجھ سے جانو اور خود سے نہیں تا تم پر دیو لعین غالب نہ ہو جیسے وہ کاتب وحی جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا خود میں دیکھتا تھا نور وصول کو آگے مولانا مثال ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [3] خود کو ہم الخ ۵ شعر مرغان خدا کے ہم آواز خود کو جانتا اور خود مثل صدا کے تھا یعنی صدائے گنبد جیسے آواز دوسرے کی ہوتی ہے ایسی ہی اُس کی آواز پر تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اگرچہ نقل آواز مرغوں کی کرے مگر اُنکے بھید کو نہ جانے اگرچہ تو بلبلوں کی صدا سیکھے لیکن تو کیا جانے کہ وہ گل سے کیا کہتی ہے اور اگر تو جانے وہ بھی تیرا گمان ہے جیسے لب کے ہلنے سے بہرے کا گمان ہے یعنی پیران پاکاں کی باتیں سیکھ کر بیان کرتے ہیں مگر اُنکا راز نہیں جانتے ہیں وہ از راہ گمان کے اپنے ذہن میں ایک معنی مقرر کر لیتے ہیں جیسے بہرا حرکت لبوں سے کہ بات کا گمان اپنے قیاس میں کر لیتا ہے خواہ وہ گمان سیدھا پڑے یا اُلٹا چاہئے مولانا اسکا حال مثال میں بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

بعیادت رفتن کر بخانہ ہمسایۂ بیمار ورنجیدن بیمار

آں کرے را گفت افزوں مایۂ — کہ ترا رنجور شد ہمسایۂ
گفت با خود کر کہ با گوش گراں — من چہ دریابم ز گفت آں جواں
خاصہ رنجور و ضعیف آواز شد — لیک باید رفت آنجا نیست بُد
چوں ببینم کاں لبش جنباں شود — من قیاسے گیرم آں را از خرد
چوں بگویم چونی اے محنت کشم — او بخواہد گفت نیکم یا خوشم
من بگویم شکر چہ خوردی ابا — او بگوید شربتے یا آشِ با
من بگویم صح نوشت باد آں — از طبیباں پیش تو گوید فلاں
من بگویم بس مبارک پاست او — چونکہ او آید شود کارت نکو
پاے او را آزمودہ ستیم ما — ہر کجا شد میشود حاجت روا
ایں جوابات قیاسی است کرد — عکس آں واقع شد اے آزادمرد
گوئیا رنجور را خاطر ز کر — اندکے رنجیدہ بود اے پرہنر
کر درآمد پیش رنجور و نشست — بر سر او خوش ہمی مالید دست
گفت چونی گفت مردم گفت شکر — شد ازاں رنجور پرآزار و نکر
کایں چہ شکرست ایں عدو بد است — کر قیاسے کرد واں کج آمدست

واسطے عیادت کے جانا بہرے کا ہمسایہ بیمار کے یہاں اور رنجیدہ ہونا بیمار کا

اُسکی عورت[۱] نے یہ بہرے سے کہا — کہ ترا بیمار ہمسایہ ہوا
سوچا یہ بہرا کہ بہرا میں تو ہوں — کس طرح سے باتیں میں اُسکی سنوں
خاصکر ہوئے ضعیف آواز جو — لیک جانا چاہیے اس جا پہ تو
جبکہ دیکھوں اُسکے لب ہلتے ہوئے — بس قیاس اُسکا کروں میں عقل سے
جو کہوں میں تیرا اب کیا حال ہے — وہ کہیگا اچھا یا خوشحال ہے
میں کہونگا شکر کیا کھایا کہو — اُسپہ وہ شربت کہے یا آش بھی
میں کہوں تجھکو صحت اور امان — کون اطبا سے کہیگا وہ فلاں
میں کہونگا وہ مبارک ہے قدم — جو کہ وہ تمنے مرض تیرا ہو کم
آزمایا اُسکا میں نے ہر قدم — آیا وہ جس جا گیا واں سے الم
یہ جوابات قیاسی سوچ کر — جو گیا واقع ہوا برعکس تر
گویا اُس بہرے سے دل بیمار کا — کچھ شکر رنجی وہ باہم رکھتا تھا
پاس اُس بیمار کے بہرا گیا — دست شفقت اُسکے سر پہ لاتھ
بولا کیسا بولا مرگیا اب بولا شکر — بس ہوا بیمار بے طاقت و صبر
شکر یہ کیسا یہ ہے دشمن مرا — کج قیاس آیا جو بہرے نے کیا

۱ اُسکی عورت نے الخ ہم اشعار ایک بہرے کو اُسکی عورت نے کہا کہ تیرا ہمسایہ بیمار ہوا ہے بہرا یہ سوچا کہ میں بہرا ہوں کیونکر اُسکی باتیں میں سنونگا خاصکر وہ ضعیف آواز ہو لیکن جانا چاہیے اس جگہ پر جبکہ میں دیکھوں لب اُسکے ہلتے ہوئے اُسکو قیاس عقل سے میں کروں جو میں کہوں تیرا کیا حال ہے وہ کہیگا اچھا یا خوش حال ہے میں کہونگا تو نے کیا کھایا ہے بیان کرو وہ کہے گا شربت یا آش جو میں کہونگا تجکو صحت و آرام ہو کون اطبا سے معالج ہے وہ کہیگا فلاں میں کہونگا وہ مبارک قدم ہے جبکہ وہ آیا مرض تیرا کم ہوا میں نے آزمایا ہے اُسکا قدم جس جگہ آیا وہاں سے الم گیا واضح ہو کہ مولانا یہ قصہ بیان یا کار کے قیاس ناقص میں بطور مثال کے لائے ہیں مگر نفس قصہ میں ریاکار کی نماز روزہ کا حال بیان فرماتے ہیں کہ مثل بہرہ کے نمازی پیش حق کے ایک قیاس سے پڑھتے ہیں اور اپنے گمان میں اُسکی مقبولی کا خیال کر کے اُسپر ناز کرتے ہیں حالانکہ نماز اُن کی بے حضور قلبی کے باعث نقصان ہوتی ہے یہ جوابات قیاسی وہ سوچ کر گیا اور برعکس معاملہ واقع ہوا گویا اس بہرے سے دل بیمار کا شکر رنجی اول سے باہم رکھتا تھا جب اُس بیمار کے پاس بہرا گیا دست شفقت اُسکے سر پہ لایا کہ طریقہ عیادت سے ہے بولا بہرا کیسا ہے بولا مرتا ہوں بولا شکر ہے پس بیمار او بے طاقت و بیقرار ہوا کہ یہ کیا شکر ہے یہ تو میرا دشمن ہے جو کہ بہرے نے قیاس کیا وہ غلط ہوا باقی گفتگو آگے ہے فافہم

بعد ازاں گفتش چه خوردی گفت زهر	گفت نوشت باد افزوں گشت قهر	بولا کیا کھایا ہے تونے بولا زہر	بولا بہتر ہو تو نہ یادہ آیا قہر
بعد ازاں گفت از طبیباں کیست او	کو همی آید بچاره پیش تو	بعدہ بولا طبیب اب کون سا	تیرے پاس آتا ہے کرنے کو دوا
گفت عزرائیل می آید برو	گفت پایش بس مبارک شاد شو	بولا عزرائیل آتا ہے تو جا	بولا خوش ہو ہے مبارک اُسکا پا
این زمان از نزد او آیم برت	گفتم او را تا که گردد غم خورت	اُسکو کہکر اب میں آیا ہوں یہاں	تاکہ غم کھانے ترا اندر جہاں
کر بروں آمد بگفت او شادماں	شکر که کردم مراعات این زماں	بہرا جب آیا تو خوش ہوکر کہا	کہ رعایت میں نے کی اسدم سوا
خود گمانش از کری معکوس بود	این زیان محض را پنداشت سود	بہرے پن سے وہ گمان برعکس تھا	اس ضرر کو فائدہ تھا جانتا
گفت بخور این عشی جان کاست	ماند السقیم کو کان جفاست	بولا مانا یہ ہے دشمن جاں کا	میں نہ سمجھا تھا کہ ہے کان جفا
خاطر رنجوریاں صد سقط	تا که بیفاموش کند از هر نمط	دل میں تھے بیمار کے سو لوٹے	تاکہ بدلا اُس سے یوں ہر طور سے
چوں کسے که خورده باشد آش بد	می شود اندر دلش تا قی کند	بدمزہ کھانا غذا ہے جو کوئی	دل کرے مائل کہ تاقے ہو سبھی
کظم غیظ است آں قی مکن	تا بیابی در جزا شیریں سخن	کھانا غصہ ہے یہ اسکو قے نہ کر	تاکہ شیریں پائے تو اُس کا ثمر
چوں نبودش صبر می پیچید او	کایں سگ زن روسپی حیز کو	جو نہ تھا صبر اُسکو کھاتا پیچ وہ	کہ وہ کتّا لونڈی بچہ آئے تو
تا بریزم بر وے آنچه گفته بود	کاں زماں شیر ضمیرم خفته بود	تا کہوں اُسکو کہ جو اُس نے کہا	شیر میرے دل کا اُسدم سوتا تھا
چوں عیادت بهر دل آرامی است	ایں عیادت نیست دشمن کامی است	ہے عیادت دل کی بس آرام کو	لے عیادت یہ کہ دشمن کام ہو
تا ببیند دشمن خود را نزار	تا بگیرد خاطر زشتش قرار	جب تلک دیکھوں نہ دشمن کو میں خوار	تب تلک کو مرے کب ہو قرار
بس کساں کایشاں عبادتہا کنند	دل برضوان و ثواب آں زنند	سیکڑوں انساں عبادت کرتے ہیں	خلد و رضواں پر نظر وہ رکھتے ہیں
خود حقیقت معصیت باشد خفی	بس کدر کاں را تو پنداری صفی	درحقیقت یہ گنہ ہیں بس خفی	تو سیہ باطن کو جانے منجلی

لہ بولا کیا کھایا الخ سو شعر بہرا بولا کیا کھایا ہے تونے بولا زہر کھایا ہے بولا خوش ہو جیو اور بعدہ بولا اب کون سا طبیب تیرے پاس آکر دوا دیتا ہے بولا عزرائیل آتا ہے اب تو جا بولا تو خوش ہو کہ وہ مبارک قدم ہے آگے قول بہرے کا ہے فافہم ۱۲ ٢ه اُسکو کہکر الخ ہم شعر اب میں کہکر اُس کو آیا ہوں یہاں تاکہ وہ تیرا غم کھائے جہاں میں جبکہ بہرا آیا تو خوش ہوکر بولا کہ رعایت میں نے اس دم بہت کی وہ بہرے پن سے گمان برعکس رکھتا تھا جو اس ضرر کو فائدہ جانتا بیمار نے کہا کہ یہ دشمن جان کا ہے میں نے نہ جانا کہ یہ کان جفا ہے یعنی بہرے نے اپنے قیاس میں یہ گفتگو بہتر کی اور بیمار کے نزدیک از حد بدتر گل دیتا نے اپنا دشمن جانی جانا پس اسی طرح قیاس اہل نماز ریاکار کا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ٣ه دل میں الخ شعر دل میں بیمار کے سو لوٹے تھے تاکہ اُس سے ہر طور سے بدلا لوں مثال بیان فرماتے ہیں کہ جیسے کوئی بدمزہ غذا کھائے دل مائل کرے کہ تلقے ہووے کظمین الغیظ یعنی کھانا غصہ کا یہ ہے اُس کو قے نہ کر تاکہ اُس کا ثمر تو شیریں پائے بموجب آیہ کریمہ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین یعنی وہ لوگ جو کھانے والے غصہ کے ہیں اور بخشنے والے آدمیوں کے ہیں اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو چونکہ اس کو صبر نہ تھا وہ پیچ کھاتا کہ وہ کتّا لونڈی بچہ آئے تو تاکہ اسکو کہوں کہ جو اس نے کہا ہے شیر میرے دل کا اُسدم سوتا تھا عیادت ہے دل کے آرام کو نہ یہ عیادت کہ دشمن کام ہو جب تک میں دشمن کو خوار نہ دیکھوں جب تک میرے دل کو قرار نہ ہو چنانچہ اس کے حقائق مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ٤ه سیکڑوں انسان الخ ہشت شعر بہت مردم ہیں کہ عبادت کرتے ہیں اور خلد و رضوان پر نظر رکھتے ہیں درحقیقت یہ گناہ خفی ہے اور تو سیاہ باطن کو روشن جانتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

همچو آں کر کو ہمی پنداشت ہست / کہ نکوئی کرد و آں خود بد بدست
او نشستہ خوش کہ خدمت کردہ ام / حق ہمسایہ بجا آوردہ ام
بہر خود او آتشے افروختست / در دل رنجور خود را سوختست
فاتقوا النار التی وقدتموا / انکم فی المعصیۃ ازددتموا
گفت پیغمبر بیک صاحب ریا / صل انک لم تصل یا فتی
از برائے چارہ ایں خوف ہا / آمد اندر ہر نمازے اہدنا
کیں نمازم را میامیز اے خدا / با نماز ضالین و اہل ریا
از قیاسے کہ بکرد آں کر گزیں / صحبت دہ سالہ باطل شد بدیں
خاصہ اے خواجہ قیاس حس دوں / اندر آں وحی کہ شد از حد بروں
خواجہ پندارد کہ طاعت میکند / بیخبر کز معصیت جاں میکند
ایں قیاس خویش را رو ترک کن / کز قیاس تو شود ریشت کہن
گوش حس تو بحرف ار درخورست / دانکہ گوش عیب گیر تو کرست

جیسے[1] وہ بہرا کہ وہ یہ جانتا / کہ کیے نیکی وہ بد تھا اور برا
خوش وہ بیٹھا تھا کہ خدمت کی ادا / حق ہمسایہ ادا میں نے کیا
پر لگائی آگ تھی اپنے لیے / دل میں اس بیمار کے تا خود جلے
بھاگو تم اس آگ سے بھڑکائی جو / کیونکہ معصیت میں زیادہ اس سے
بولے[2] ایک صاحب ریا سے مصطفے / پڑھ نماز اب کہ نہ کی تو نے ادا
خوف کے بس دفع کرنے کے لیے / اہدنا آیا نمازوں میں جو ہے
ان نمازوں کو مری بار خدا / مت ملا ضالوں ریا کی تو ملا
ان قیاسوں سے کہ بہرے نے کیا / صحبت دس سال کو باطل کیا
خاصہ اے خواجہ قیاس حس کرے / اندر اس وحی کے کہ حد سے بڑھے
خواجہ یہ جانے کہ طاعت کرتا ہے / معصیت سے بیخبر جان کھوتا ہے
ان قیاسوں کو تو چھوڑ اے نیک ظن / زخم تیرا اس سے ہوتا ہے کہن
گوش حس تیرا جو سنتا حرف ہے / گوش باطن کو تو بہرا جان لے

دربیان آنکہ اول کسیکہ در مقابل نص صریح قیاس آورد ابلیس علیہ اللعنۃ بود

اس بیان میں کہ اول وہ کوئی کہ مقابل میں نص صریح قیاس لایا ابلیس علیہ اللعنۃ تھا

[1] جیسے وہ بہرا الخ یہ شعر جیسے وہ بہرا جانتا تھا کہ میں نے نیکی کی اور وہ برائی تھی اور خوش وہ بیٹھا تھا کہ میں نے خدمت ادا کی اور حق ہمسایہ ادا کیا لیکن اپنے لیے آگ لگائی تھی دل میں اس بیمار کے تا خود جلے ترجمہ بس ہے۔ وتم آگ سے کہ جو روشن کی تم نے تحقیق تم نے معصیت میں زیادتی کی یعنی اکثر مردم عبادت اور نماز ادا کرتے ہیں جنت کے لیے اور وہ درحقیقت گناہ ہے پوشیدہ جیسے اس بہرے نے بظاہر نیکی جو الی اور وہ بدی تھی پس حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ڈرو اس آگ سے کہ جو تم نے بھڑکائی ہے گناہوں سے چنانچہ اس کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] بولے ایک الخ یہ شعر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک اہل ریا سے صل انک لم تصل پڑھ تو نماز اسلیے کہ نماز تو نے نہیں پڑھی اے شخص پس خوف کے دفع کرنے کے لیے جو اہدنا یعنی ہدایت کر ہم کو جو نماز میں آیا ہے تو ان نمازوں کو میری اے خدا نمازوں ریا سے مت ملا ان قیاسوں سے کہ بہرے نے کیا دس برس کی صحبت کو باطل رکھا یعنی بہرے نے قیاس ناقص سے دس برس کی صحبت ہمسایہ کو کھو دیا خاصکر اے خواجہ حس قیاس کرے اس وحی میں کہ وہ بے حد ہے خواجہ یہ جانے کہ طاعت کرتا ہے معصیت سے وہ بیخبر ہے اور جان کھوتا ہے اے نیک ظن تو ان قیاسوں کو چھوڑ دے کہ قیاس سے تیرا زخم پرانا ہوتا ہے گوش حس جو تیرا حرف سنتا ہے گوش باطن کو تو بہرا جان لے یعنی جو تو پابند حرف وصورت ظاہری کا ہے تو باطن سے تو محروم ہے پس ان قیاسات کو تو چھوڑ دے اور راہ باطنی حاصل کر ورنہ مثل ابلیس کے تو قیاس کے سبب سے گمراہی میں پڑے گا چنانچہ اس کا حال مولانا مثالاً آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

اول آنکس کایں قیاسکہا نمود　　پیش نور از خدا ابلیس بود
گفت نار از خاک بیشک بہتر است　　من ز نار و او ز خاک اکدر است
پس قیاس فرع بر اصلش کنیم　　او ز ظلمت ما ز نور روشنیم
گفت حق نے بلکہ لا انساب شد　　زہد و تقوی فضل را محراب شد
این میراث جہان فانی ست　　کہ بانسابش بیابی جانی ست
بلکہ این میراثہاے انبیاست　　وارث این جانہاے اتقیاست
پور آں بوجہل شد مومن عیاں　　پور آں نوح نبی از گمرہاں
زادۂ خاکی منور شد چو ماہ　　زادۂ آتش توئی اے روسیاہ
ایں قیاسات تحری روز ابر　　یا بہ شب مر قبلہ را کردست جبر
لیک با خورشید و کعبہ پیش رو　　ایں قیاس و ایں تحری را مجو
کعبہ نا دیدہ مکن رو زمتاب　　از قیاس اللّٰہ اعلم بالصواب
چوں صفیرے بشنوی از مرغ حق　　ظاہرش را یاد گیری چوں سبق
وانگہے از خود قیاساتے کنی　　مر خیال محض را ذاتے کنی
اصطلاحاتیست مر ابدال را　　کہ نباشد زاں خبر عقال را
منطق الطیرے بصوت آموختی　　صد قیاس و صد ہوس افروختی
ہمچو آں رنجور دلہا از تو خست　　تو بہ پندار اصابت گشتہ مست

جس کسی نے کہ قیاس اول کیا[۱]　　نور حق کے روبرو ابلیس تھا
بولا بیشک نار اعلیٰ خاک سے　　میں ہوں ناری وہ ہے پیدا خاک سے
ہم قیاس شاخ رکھوں اصل پے　　وہ ہے ظلمت سے میں روشن نور سے
حق نے فرمایا کہ لا انساب ہے　　زہد و تقوی فضل کی محراب ہے
یہ نہیں میراث اس عالم کی ہے　　کہ نسب سے پائی بلکہ جان سے
انبیا کی بلکہ یہ میراث ہے　　متقی اس جان کے وارث بنے
بیٹا اس بوجہل کا مومن ہوا　　اور بیٹا نوح کا کافر بنا
خاک کا پتلا ہو روشن مثل ماہ　　نار سے پیدا ہے تو اے روسیاہ
یہ تحری کے قیاس ہیں ابر میں　　یا تلاش قبلہ راتوں کو کریں
بلکہ ہو خورشید و کعبہ روبرو　　یہ قیاس اسدم نہ کر اور جستجو
جان مت کعبہ کو تو اندر حجاب　　با قیاس اللّٰہ اعلم بالصواب
مرغ حق سے جو صدا کو تو سنے[۲]　　جو سبق ظاہر تو یاد اسکو کرے
بس قیاس اسوقت از خود کو کرے　　اور خیال محض کو ذاتی کہے
اصطلاحیں خاص ہیں ابدال کی　　کہ عقیلوں کو نہ اس سے آگہی
سیکھیں باتیں مرغ کی آواز سے　　سو قیاس اور سو خیال اسمیں کہے
جسطرح بیمار وہ ناخوش ہوا　　تو گمان نیک سے بشاش ہوا

[۱] جس کسی نے الخ اشعر جس کسی کہ اول قیاس کیا تھا مقابل نور حق یعنی کلام حق کے ابلیس تھا ابلیس نے کہا کہ بیشک نار اعلیٰ ہے خاک سے میں نار سے اور وہ خاک مکدر سے میں قیاس شاخ کا رکھتا ہوں اصل پر کہ وہ ظلمت سے پیدا ہے اور ذات خاص میں نور روشن ہے یعنی جسم آدم کی اصل خاک ہے اور وہ تیرہ ہے اور آتش نوردار ہے پس جیسے کہ تیرہ ہے ویسی جسم آدم تیرہ ہے وہ نوردار کے کب برابر ہو۔ گویا ابلیس نے جسم آدم کو اصل تیرہ خاک پر قیاس کر کے خود سے کمتر جانا یہ اس کا قیاس جھوٹا تھا کہ نص صریح حق فرماتا ہے حق نے فرمایا فلا انساب یعنی نہیں نسب پوچھا جائیگا اور زہد و تقوی فضل کی محراب ہے یعنی زہد و تقوی فضل خدا کا جائے حصول ہے و حسب و نسب نہیں یہ میراث اس عالم کی نہیں ہے کہ نسب سے پائے بلکہ جان سے پائے بلکہ انبیا کی یہ میراث ہے اور متقی اس کو جان سے پاتے ہیں یعنی فضل خدا میراث انبیا علیہم السلام ہے کہ متقیوں کو از راہ جان کے حاصل ہوتا ہے جیسے کہ بیٹا ابوجہل کا مومن ہوا اور بیٹا نوح علیہ السلام کا کافر ہوا خاک کا پتلا مثل ماہ کے روشن ہوا اور تو اے روسیاہ تحری کے قیاس ابر میں ہیں یا راتوں کو تلاش قبلہ کی کرتا ہے جبکہ خورشید قبلہ روبرو ہو یہ قیاس و جستجو اسدم نہ کر کعبہ کو مت جان در حجاب کے قیاس سے واللّٰہ اعلم بالصواب یعنی تحری سیاہی میں ہوتی ہے روز روشن میں عیب ہوتی ہے پس جسم انسان ایک ذرہ روشن ہے تو ریاضت کر کے ظاہر ذات حق کو دیکھ لے تو عبادت قیاس پر مثل ابلیس کے کیوں کرتا ہے چنانچہ اس قیاس کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم [۲] مرغ حق سے الخ شعر مرغ حق سے جو تو صدا کو سنے اور مثل سبق کے تو اس کو یاد کرے یعنے اس وقت تو اس کو خوب یاد کرے اور اسوقت تو قیاس خود سے کرے اور محض خیال کو ذات حق جانے یعنی تو اولیا کی باتیں سیکھ کر خیال محض کو وصول ذات مطلق کا قیاس کرتا ہے اصطلاحیں خاص ابدالوں کی ہیں کہ عقلمندوں کو اس سے آگہی نہیں ہے اور مرغ کی باتیں سیکھیں اور اس میں سو خیال اور سو قیاس کریں جیسے وہ بیمار تو ناخوش ہوا اور پھر گمان نیک سے خوش تھا یعنی اولیا کی اصطلاحیں عقلمند دنیا کے نہیں جانتے ہیں اور انکی باتیں سیکھ کر کرتے ہیں اور مثل اس بہرے کے خود قیاس نیک کہتے ہیں اور خود کو از راہ قیاس کے کامل جانتے ہیں یہ ان کی نادانی ہے چنانچہ اس کی مثال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲۔

کاتب آن وحی زاں آواز مرغ	بردہ ظنے کہ منم انباز مرغ	کاتب وحی کو صدائے مرغ سے	تھا گماں میں ہوں شریک اس مرغ کے
مرغ پرے زد مر او را کور کرد	نک فرو بردش بقعر مرگ و درد	مرغ نے پر مار اسے اندھا کیا	اور درد و مرگ کی تہ میں رکھا
ہیں بظنے یا بعکسے ہم شما	در میفتید از مقامات سما	تم گماں سے اور بس گمراہی سے	مت مقاموں سے گرو افلاک کے
گرچہ ہاروتید و ماروت و فزوں	از ہمہ بر بام نحن الصافون	ہو جو تم ہاروت و ماروت اور فزوں	چرخ پر ہو سب سے نحن الصافون
بر بدیہائے بداں رحمت کنید	بر منی و خویش بینی کم تنید	تم بدوں کے فعل پر رحمت کرو	اور خود بینی پے اپنی مت تنو
ہیں مبادا غیرت آید از کمیں	سرنگوں افتید در قعر زمیں	تا زل ب غیرت مبادا تم پے ہو	سرنگوں چاہ زمیں میں تم پڑو
ہر دو گفتند اے خدا فرماں تراست	بے اماں تو امانی خود کجاست	دونوں بولے ہم ترے محکوم ہیں	بے اماں تیری اماں کب ہو ہمیں
ایں ہمی گفتند و دلشاں می طپید	بد کجا آید ز ما نعم العبید	اسطرح کہتے مگر تھے بیقرار	کب برائی ہم سے ہو پروردگار
خار خار دو فرشتہ می نہشت	تا کہ تخم خویش بینی را نکشت	دو فرشتوں سے نہ خدشہ گیا	تخم خود بینی کا نہ جب تک اُگا
پس ہمی گفتند کاے ارکانیاں	بیخبر از پاکی روحانیاں	بس یہی کہتے تھے اے ارکانیو	بے خبر پاکی سے روحانی کے ہو
ما بریں گردوں تتقہا می تنیم	بر زمیں آئیم و شادروان زنیم	آسماں پر ہم تو خیمہ رکھتے ہیں	اور زمیں پر آئیں تو خرگہ کریں
ہر دو شاں گفتند ما را باک نیست	کز سرشت ما ز آب و خاک نیست	دونوں بولے ہم کو خوف آتا نہیں	خاک پانی سے جو ہم پیدا نہیں
عدل ورزیم و عبادت آوریم	باز ہر شب سوئے گردوں بر پریم	عدل رکھیں اور عبادت ہم کریں	اور ہر شب آسماں پر ہم اُڑیں
تا شویم اعجوبۂ دور زماں	تا نہیم اندر زمیں امن و اماں	ہم ہوں تا اک نادر اہل زماں	اور زمیں پر رکھیں ہم امن و اماں
ایں قیاس حال گردوں بر زمیں	راست ناید فرق دارد در کمیں	یہ قیاس اب آسماں کے حال کا	ٹھیک درست آئے زمیں پر ہے جدا

در بیان آنکہ حال خود و مستی خود پنہان باید داشت

بیان میں اس کے کہ حال اپنا اور مستی اپنی پوشیدہ چاہیے رکھنا

(ف) کاتب وحی الخ ۱۵ شعر صدائے مرغ خدا سے کاتب وحی کو گمان تھا کہ میں شریک اس مرغ کا ہوں مرغ نے پر مار کر اُسے اندھا کیا اور چاہ مرگ اور درد کی تہ میں اُسے غرق کیا پس تم اے ہاروت و ماروت گمان گمراہی سے مت مقامات فلک سے گرو اگرچہ تم ہاروت و ماروت بلکہ زیادہ ہو اور چرخ پر تم سب سے نحن الصافون یعنی صف باندھے ہوئے ہو تم بدونکے فعل پر رحم کرو اور اپنی خود بینی پر مت غرور کرو تا مبادا غیرت الٰہی تم پر نازل ہو اور سرنگوں چاہ زمین میں تم پڑو دونوں نے عرض کی کہ ہم تیرے محکوم ہیں بغیر تیری امان کے ہم کو کب امان ہو اسی طرح کہتے تھے لیکن بیقرار تھے کہ ہم سے برائی اے پروردگار کب ہو ان دونوں فرشتوں سے یہ خدشہ نہ گیا کہ جب تک تخم خود بینی کا نہ اُگا اور یہ کہتے ہیں کہ اے ارکانیوں تم روحانیوں سے بے خبر ہو یعنی اے فرشتو تم انسانوں سے بے خبر آسمان پر ہم تو خیمہ رکھیں اور زمین پر آئیں تو بھی پائی میں رہیں دونوں نے کہا کہ ہم کو خوف نہیں ہے کہ ہم آب و گل سے پیدا نہیں ہیں ہم عدل رکھیں اور عبادت کریں اور ہر شب آسمان پر اُڑیں تا ہم ایک نادر زمانہ ہوں اور زمین پر امن و امان رکھیں یہ قیاس آسمان کے حال کا کب زمین پر درست آئے کہ جدا ہے یعنی ہاروت و ماروت زمین پر آئے تو قیاس ان انکا حال سے برعکس اُنکے واقع ہوا پس سالک کو چاہیے کہ اپنا اظہار حال نہ کرے اور خود کو شہرت مشہور میں نہ ڈالے اگر اُسکے وبال میں گرفتار ہووے پس بہرکیف راز اپنا پوشیدہ رکھنا چاہیے چنانچہ اس کا حال مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں تا فہم ۱۲

بشنو الفاظ حکیم پردۂ / سر ہم آنجا نہ کہ بادہ خوردۂ
سلہ یہ سنو قول حکیم خوش حجاب / سر رکھو اس جا جہاں پی ہے شراب

چونکہ از میخانہ مستے ضال شد / تسخر و بازیچۂ اطفال شد
مست میخانے سے جو گمرہ ہوا / مسخرا اور کھیل لڑکوں کا بنا

می فتد او سو بسو در ہر رہے / در گوے خندش ہر ابلہے
راستوں میں ہر طرف گرتا پھرے / اور ہر اک ناداں ہنسے اُسپر ہنسے

او چنین و کودکاں اندر پیش / بیخبر از مستی و ذوق میش
اُسکے پیچھے لڑکے اور وہ مست تر / اُسکی مستی اور مے سے بےخبر

خلق اطفالند جز مست خدا / نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا
۲ طفل ہے مخلوق جز مست خدا / وہ ہے بالغ جو نہ رکھتا ہے ہوا

گفت دنیا لہو و لعب ست و شما / کودکید و راست فرماید خدا
بولا حق کہ دنیا لہو و لعب ہے / اور تم اطفال ہو اُسکے لیے

از لعب بیروں نرفتی کودکی / بے ذکات روح کے باشی ذکی
جو نہ چھوڑا کھیل لڑکے ہو ابھی / بے صفائی روح کب ہووے ذکی

چوں جماع طفل دان این شہوتے / کہ ہمی رانند اینجا اے فتے
چوں جماع لڑکوں کی اس شہوت کو جان / کہ کیا کرتے ہیں وہ اندر جہان

این جماع طفل چہ بود بازی / با جماع رستمی و غازی
یہ جماع لڑکوں کا کیا اک کھیل ہے / رستموں کی ہے جماع کے سامنے

جنگ خلقاں ہمچو جنگ کودکاں / جملہ بے معنی و بے مغز و مہاں
جنگ مخلوقات جوں لڑکوں کی جنگ / سب بے معنی ہیں اور بے نام و ننگ

جملہ با شمشیر چوبیں جنگشاں / جملہ در لا ینبغی آہنگشاں
تیغ چوبیں سے وہ سب کرتے ہیں جنگ / اُنکے لایعنی ہیں جملہ رنگ و ڈھنگ

جملہ شاں گشتہ سوارہ برنئے / کیں براق ماست یا دلدل پئے
۳ سب ہیں وہ لاٹھی کے گھوڑے پر سوار / یہ براق اب ہے ہمارا باوقار

حاملند و خود ز جہل افراشتہ / راکب و محمول رہ پنداشتہ
آپ ہیں اُسکو اُٹھائے جہل سے / اور سوار اُسپر ہیں خود کو جانتے

باش تا روزے کہ محمولان حق / اسپ تازاں بگذرند از نہ طبق
ٹھہر اک دن حق کا یہ محمول ہے / گھوڑا دوڑاتا وہ گذرے چرخ سے

یعرج الروح الیہ و الملک / من عروج الروح یہتز الفلک
عہ یعرج الروح الیہ و الملک / من عروج الروح یہتز الفلک

ہمچو طفلاں جملہ تاں دامن سوار / گوشۂ دامن گرفتہ اسپ وار
مثل لڑکوں کے ہو تم دامن سوار / گوشۂ دامن ہو پکڑے اسپ وار

سلہ یہ سنو الخ یعنی شعر تم سنو قول حکیم خوش حجاب کا اور سر رکھو اُس جا جہاں شراب پی ہے یعنی حکیم مراد حکیم سنائی علیہ الرحمۃ اور خوش حجاب سے مراد پردہ اسرار ہے اور قول حکیم سنائی سے یہ شعر ہے سہ بردار از مقام مستی پے + سر ہا نجا بنہ کہ خوردی مے + یعنی جو شراب عشق کہ مرشد سے تو نے پائی اُسی طرف متوجہ ہو اور رجوع کر مست میخانہ مرشد سے گمراہ ہوا وہ مسخرا اور کھیل لڑکوں کا بنا راہوں میں وہ ہر طرف گرتا پھرے اور ہر ایک نادان اُس پر ہنسے وہ مست اور لڑکے اُس کے پیچھے اور وہ ذوق مستی اپنی سے بےخبر یعنی جو مست اپنے مرشد سے باغی ہوا وہ پریشان حال و آوارہ جہان ہوا چنانچہ آگے اسکے حقائق مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ طفل ہے الخ یعنی شعر مخلوق طفل ہے سوائے مستان خدا کے اور وہ بالغ ہے کہ جو وہ حرص و ہوا نہیں رکھتا ہے حق نے فرمایا ہے الدنیا لہو و لعب یعنی دنیا کھیل ہے اور تم لڑکے ہو اُس کے لیے جو کھیل نہ چھوڑا وہ بھی لڑکا ہے اور بے صفائی کے روح کب ذکی ہو مانند جماع لڑکوں کے اس خواہشات کو جان کہ وہ کیا کرتے ہیں جہان میں یہ لڑکوں کا جماع ایک کھیل ہے روبرو جماع رستموں کے جنگ مخلوق کی مانند جنگ لڑکوں کے اور سب بے معنی و بے نام و ننگ ہیں لکڑی کے تیغ سے وہ سب جنگ کرتے ہیں اور اُن کے جملہ رنگ و ڈھنگ لایعنی ہیں یعنی اہل دنیا مثل لڑکوں کے لہو و لعب میں گرفتار ہیں چنانچہ اُن کے لہو و لعب کا حال آگے مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ سب ہیں الخ شعر سب ہیں لاٹھی کے گھوڑے پر سوار کہتے ہیں کہ ہمارا براق باوقار ہے اور خود تو اُس کو جہل سے اُٹھائے ہوئے ہیں اور خود کو اُس پر سوار جانتے ہیں اور خلق اس طرح لہو و لعب دنیا میں مصروف ہے تو ٹھہر کہ جس کو حق نے اُٹھایا ہے وہ گھوڑا دوڑاتا گیا چرخ سے عروج کریں گی روحیں اور فرشتے جانب حق کے اور بلند ہونے روح سے فلک لرزاں ہو مثل لڑکوں کے سب دامن پر سوار ہیں اور گوشہ دامن مثل اسپ کے پکڑے ہیں باقی اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲ عہ عروج کرینگی روحیں اور فرشتے طرف

از حق ان الظن لا یغنی رسید	مرکب ظن بر فلک ہا کے دوید	حق سے ان الظن لا یغنی ملا	کب گمان کا گھوڑا گردوں پر چلا
اغلب الظنین فی ترجیح ذا	لاتمار الشمس فی توضیحہا	اغلب الظنین فی ترجیح ذا	لاتمار الشمس فی توضیحہا
آفتاب حق چو گردد مستوی	در قیامت بر رشید و بر غوی	شمس حق کا جب برابر ہوئیگا	نیک و بد پر دن قیامت کے دلا
آنگہے بیند مرکبہائے خویش	مرکبے سازیدہ اند از پائے خویش	اُس گھڑی دیکھو گے اپنے گھوڑے کو	پاؤں کو اپنے کیا گھوڑا ہے جو
وہم و حس و فکر و ادراکات ما	ہمچو نے دان مرکب کودک ہلا	وہم و فکر و حس ہمارا جان لے	مثل لاٹھی گھوڑا جو بچوں کا ہے
علمہائے اہل دل حمال شاں	علمہائے اہل تن احمال شاں	اہل دل ہیں علم پر اپنے سوار	اہل تن پر علم ان کا ہے سوار
علم چوں بر دل زند یارے شود	علم چوں بر تن زند بارے شود	علم جو دل پر چڑھے تو یار ہو	علم جو تن پر پڑے تو بار ہو
گفت ایزد یحمل اسفارہٗ	بار باشد علم کاں نبود ز ہو	قول حق کا یحمل اسفارہٗ	بار ہووے جو نہ ہووے علم ہو
علم کاں نبود ز ہو بے واسطہ	آں نپاید ہمچو رنگ ماشطہ	علم جو بے واسطے سے ہو نہ ہو	رنگ مشاطہ سا ہو قائم نہ وہ
لیک چوں ایں بار را نیکو کشی	بار برگیرند و بخشندت خوشی	نیک جو اس بار کو ہوے اخی	وہ اٹھائے بار اور دیوے خوشی
ہیں مکش بہر خدا ایں بار علم	تا ببینی در دروں انبار علم	واسطے حق کے اٹھایا بار علم	تاکہ دیکھے دل میں خود انوار علم
تا کہ بر رہوار علم آئی سوار	آنگہاں افتد ترا از دوش بار	علم کے گھوڑے پہ تا ہووے سوار	اُس گھڑی اُترے ترے کندھے سے بار
از ہوا ہا کے رہی بے جام ہو	اے ز ہو قانع شدہ با نام ہو	تجھسے خواہش جائے کب بے جام ہو	ہووے تا قانع ہوا با نام ہو
از صفت و ز نام چہ زاید خیال	واں خیالش ہست دلال وصال	نام و صفتوں سے ہو کیا پیدا خیال	بس خیال اس کا ہو دلال وصال
دیدۂ دلال بے مدلول ہیچ	تا نباشد جادہ نبود غول ہیچ	آنکھ دلالوں کی بے مدلول ہیچ	جب تلک رستہ نہ ہووے غول ہیچ

لہ حق سے ان الظن لا یغنی مطلب یعنی تحقیق گمان نہیں غنی کرتا ہے حق سے کسی شے کے ساتھ کب گھوڑا گمان کا گردوں پر دوڑا تو جبکہ غالب ہوتا ہے گمان اُسکی ترجیح میں اور لڑائی مت کر روشنی میں شمس کے شمس حق کا جب برابر ہوگا نیک و بد پر روز قیامت کے اُس گھڑی اپنے گھوڑے کو دیکھو گے جو کہ اپنے پاؤں کو گھوڑا کیا ہے وہم و حس و فکر ہمارا جان لے مثل لاٹھی کے کہ بچے گھوڑا کرتے ہیں یعنی خلق جو لہو و لعب میں تن کے گھوڑے سے بڑھ رہی ہے بروز حشر کہ آفتاب روشن ہوگا اور سیاہی شب دنیا کی دور ہوگی اُس وقت بھلائی اور برائی ہر ایک کی کھل جائے گی اہل دل اپنے علم پر سوار ہیں اور اہل تن پر ان کا علم سوار ہے جو دل پر پہونچے یار ہو اور علم جو تن پر پہونچے تو بار ہے حق نے جو فرمایا ہے یحمل اسفارا یعنی مثل خروں کے ہیں کہ بوجھ اُٹھاتے ہیں وہ علم بار ہووے کہ جو علم ہو سے نہ ہووے جو علم ہو سے بے واسطہ نہ ہو مثل رنگ مشاطہ کے قائم نہ رہے یعنی جو کہ علم رکھتے ہیں وہ گویا گدھوں پر بوجھا لدا ہے وہ مثل زیبائش عارضی مشاطہ کے جاتا رہے گا اور جو علم کہ بے واسطے ہو سے رکھتا ہے یعنی علم لدنی اس سے نفع پہونچے گا جو کوئی اس بار کو لیوے تو حق اس کو اُٹھائے اور خوشی دیوے خدا کے واسطے یہ بار علم اُٹھاتا ہے کہ دل میں دیکھے انوار علم کے جب کہ تو علم کے گھوڑے پر سوار ہو اُس دم یہ بار تیرے کندھے سے اُترے تجھ سے خواہش کب جائے بغیر جام ہو کے اور تو ہو سے قانع ہوا ہے نام ہو پر نام و صفت سے کیا پیدا ہو خیال جو کہ خیال اُس کا دلال وصال ہے دیکھا ہے کبھی دلالوں کو بغیر مدلول کے جب تک راستہ نہ ہوگا ہیچ ہے یعنی تو نے ہو کو چھوڑا اور نام ہو پر قانع ہوا اور نام سے ایک خیال پیدا ہوتا ہے اور خیال دلال وصال ہے اور دلال بغیر مدلول کے نہیں ہوتا ہے چنانچہ اس کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ہ تحقیق گمان نہیں غنی کرتا ہے حق سے ساتھ کسی شے کے ۱۲

هیچ نام بے حقیقت دیدهٔ / یا ز کاف و لام گل گل چیدهٔ
اسم خواندی رو مسمی را بجو / مه ببالا دان نه اندر آب جو
گر ز نام و حرف خواہی بگذری / پاک کن خود را ز خود ہاں یکسری
ہمچو آہن ز آہنے بیرنگ شو / در ریاضت آئینۂ بیزنگ شو
خویش را صافی کن از اوصاف خود / تا ببینی ذات پاک صاف خود
بینی اندر دل علوم انبیا / بے کتاب و بے معید و اوستا
گفت پیغمبر کہ ہست از امتم / کہ بود ہم گوہر و ہم ہمتم
مر مرا زاں نور بیند جانشاں / کہ من ایشاں را ہمی بینم ازاں
بے صحیحین و احادیث و روات / بلکہ اندر مشرب آب حیات
سر امسینا لکردیا بداں / راز اصبحنا عرابیا بخواں
سر امسینا و اصبحنا ترا / می رساند جانب راہ خدا
ور مثالے خواہی از علم نہاں / قصہ گو از رومیان و چینیاں

بے[۱] حقیقت دیکھا تو نے نام ہے / گل چنا ہو گل کے کاف و لام سے
اسم جانا یا مسمی کے تئیں / آسماں پر مہ ہے پانی میں نہیں
گر گذرنا چاہے حرف و نام سے / پاک کر خود کو خودی کے کام سے
آہنی سے آہن بے رنگ ہو / کسب سے تو آئینہ بے رنگ ہو
اپنے اوصافوں سے اب تو صاف ہو / تاکہ دیکھے صاف اپنی ذات کو
دیکھے تو دل میں علوم انبیا / بے کتاب و بے حصول وستا
بولے پیغمبر ہے امت سے مرے / کہ جو ہم گوہر و ہم ہمت رکھے
مجھ کو دیکھے انکی جاں اس نور سے / دیکھتا میں انکو ہوں جس نور سے
بے صحیحین و حدیثات و روات / بل ہے اندر مشرب آب حیات
بھید امسینا لکردیا کو جان / بھید اصبحنا عرابیا کو مان
بھید امسینا و اصبحنا تجھے / جانب راہ خدا پہونچاتا ہے
علم باطن کی تو گر چاہے مثال / رومیوں اور چینیوں کی کہہ تو حال

قصۂ ہمسری کردن رومیاں و چینیاں در صنعت نقاشی

قصہ ہمسری کرنا رومیوں اور چینیوں کا نقاشی صنعت میں

[۱] بے حقیقت الخ ۱۲ شعر بغیر حقیقت کے تو نے نام دیکھا ہے اور گل کے کاف و لام سے گل چنا ہے پس تو اسم کو جان اور اس کے معنی کو حاصل کر کیونکہ آسمان پر ماہ ہے پانی میں نہیں ہے اگر تو حرف و نام سے گزرنا چاہے تو خود کو پاک کر خودی کے کام سے آہنی سے مثل آہن بے رنگ ہو اور کسب سے تو آئینہ بے رنگ بن اپنے وصفوں سے تو صاف ہو تاکہ دیکھے صاف اپنی ذات کو اور تو دل میں دیکھے علوم انبیا کو بے کتاب و بے بتانے استاد کے یعنی تو مسمی کی طرف رجوع کر اور اپنے دل کو مانند آئینے کے ریاضت سے صاف کر تب علوم انبیا کہ علوم لدنی ہیں بغیر کتاب و بے استاد کے تجھ پر کھلیں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امتی سے میری کہ ہم گوہر و ہم ہمت ہو میرا اُن کی جان مجھ کو دیکھے اُس نور سے کہ جس نور سے میں اُن کو دیکھتا ہے جو نور بغیر صحیحین اور روایات اور حدیثوں کے ہے بلکہ مثل شراب آب حیات کے ہے وہ نور یعنی وہ نور باطن کہ علم لدنی ہے حدیث و روایت میں نہیں ہے بلکہ پاک مشرب آب حیات میں ہے یعنی وہ نور باطن اہل طریقت میں ہے کہ سینہ بسینہ پیران طریقت میں چلا آتا ہے تو وہاں حاصل کر مثال بیان فرماتے ہیں تو بھید جان امسینا لکردیا یعنی شام کو میں کردی تھا اور بھید جان اصبحنا عرابیا کو یعنی شام کو کردی تھا صبح کو عربی تھا کہ ایک شخص ابو لوقا نام عرب میں پیدا ہوا تھا اُسکو ایک کاغذ ملا اُس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا تھا جب کہ اُس نے کسی سے پڑھوایا تو اُس کو معلوم ہوا کہ اس میں بسم اللہ لکھی تھی پس اُس کاغذ کو ایک جائے پاک میں رکھا اور شب بھر اُس کے روبرو باادب کھڑا رہا صبح کو اُس پر جذب الٰہی سے علم لدنی منکشف ہوا اُس حالت میں اُس نے بزبان عربی کہا الحمد للہ الذی : جینا لکردیا اصبحنا عرابیا یعنی شام کو میں کردی اور صبح کو عربی تھا یعنی شب بھر کے فکر و شعور میں فنا فی الرسول ہو گیے سے اُس کو کمال حاصل ہوا پس یہ طریقہ اہل باطن کا ہے اگر تو علم باطن کی مثال چاہتا ہے تو رومیوں اور چینیوں کا حال بیان کر یعنی مولانا علم لدنی کے حاصل ہونے کا طریقہ اس حکایت میں بیان فرماتے ہیں کہ بعد تصفیہ و تجلیۂ دل و جان کے علم باطن مقام عشق میں سالک کے دل پر اس طرح منکشف ہوتا ہے چنانچہ اس کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فہم من فہم ۱۲ عہ قصہ ہم ہمسری کرنا رومیوں کا اور چینیوں کا ۱۲

چینیاں گفتند ما نقاش‌تر	رومیاں گفتند ما را کرّ و فر	بولے چینی ہم ہیں نقاشی میں ورا	بولے رومی ہم کو آئیں کر و فر
گفت سلطان امتحاں خواہم دریں	کز شمایاں کیست در دعوی گزیں	بولا سلطان امتحان اب چاہیے	تا کہ جانوں تم میں کامل کون ہے
چینیاں گفتند ما خدمت کنیم	رومیاں گفتند در حکمت تنیم	چینی کہتے تھے کہ ہم خدمت میں	رومی کہتے تھے کہ ہم حکمت کریں
اہل چین و روم در بحث آمدند	رومیاں در علم واقف تر بدند	اہل چین و روم کرتے بحث تھے	رومی واقف تر تھے اندر علم کے
چینیاں گفتند یک خانہ بما	خاص بسپارید و یک آں شما	بولے چینی ایک ہم کو دو مکاں	اور دو اک خاص کر اُن کو مکاں
بود دو خانہ مقابل در بدر	زاں یکے چینی بستد رومی دگر	تھے مقابل میں مکان دو برملا	ایک چینی اور ایک رومی کا تھا
چینیاں صد رنگ از شہ خواستند	پس خزانہ باز کرد آں ارجمند	۵۲ چینیوں نے رنگ سو شہ سے لیے	پس خزانہ اپنا کھولا شاہ نے
ہر صباحے از خزینہ رنگہا	چینیاں را راتبہ بود و عطا	ہر سحر لیتے خزانہ سے تھے رنگ	چینیوں کا تھا یہ راتب بے درنگ
رومیاں گفتند نے نقش و نہ رنگ	در خور آید کار را جز دفع زنگ	رومی کہتے تھے کہ نے نقش و نہ رنگ	کام کے لائق نہیں جز دفع زنگ
در فرو بستند و صیقل می‌زدند	ہمچو گردوں سادہ و صافی شدند	بند کر دروازہ صیقل اُسکی کی	مثل گردوں کے جلا بس کو دی
از دو صد رنگی بہ بیرنگی رہیست	رنگ چوں ابرست و بیرنگی مہیست	بس ہے نیرنگی سے بیرنگی کو راہ	رنگ مثل ابر بے رنگی ہے ماہ
ہر چہ اندر ابر ضو بینی و تاب	آں ز اختر داں و ماہ و آفتاب	ابر میں جو روشنی اور تاب ہے	ہے ستاروں سے مہر و ماہ سے
چینیاں چوں از عمل فارغ شدند	از پے شادی دہلہا می‌زدند	۵۳ جبکہ چینی کام سے فارغ ہوئے	بس خوشی سے ڈھول تھے وہ کوٹتے
شہ در آمد دید آنجا نقشہا	می‌ربود آں عقل را و فہم را	شہ نے اُس جا آکے دیکھا نقش کو	عقل و ہوش اُسکے گئے حیران ہو
بعد ازاں آمد بسوئے رومیاں	پردہ را بالا کشیدند از میاں	رومیوں کی سمت بعد اُسکے گیا	درمیاں سے پردہ بالا کیا
عکس آں تصویر و آں کردارہا	زد بریں صافی شدہ دیوارہا	عکس اُن تصویروں اور کل نقش کا	جبکہ اُس دیوار صافی پہ پڑا
ہر چہ آنجا بود ایں جا بہ نمود	دیدہ را از دیدہ خانہ می‌ربود	جو کہ واں تھا اس جگہ اچھا رہا	دیدہ خانہ دیدہ سے کھنچنے لگا

سلہ ۵۱ بولے چینی الخ ۵ شعر چینیوں نے کہا کہ ہم نقاشی میں غالب ہیں اور رومیوں نے کہا کہ ہم اس میں برتر ہیں سلطان نے کہا کہ امتحان چاہیے تا جانوں تم میں کون کامل ہے چینی کہتے تھے کہ ہم خدمت کریں گے اہل چین اور روم آپس میں بحث کرتے تھے مگر رومی واقف زیادہ تھے اس علم میں چینیوں نے کہا کہ ایک مکان ہم کو دو اور دوسرا مکان رومیوں کو دیں مقابل میں دو مکان تھے ایک چینیوں نے لیا اور دوسرا رومیوں نے باقی قصہ آگے ہے فافہم ۱۲ ۵۲ چینیوں نے الخ ۵ شعر چینیوں نے سو رنگ شاہ سے لیے پس شاہ نے خزانہ اپنا کھول دیا وہ ہر صبح خزانہ سے رنگ لیتے تھے گویا چینیوں کا وظیفہ تھا اور رومی کہتے تھے کہ نقش و رنگ کا کیا کام سوائے چھیلنے زنگ کے انھوں نے دروازہ بند کیا اور اُس کی صیقل کی اور مثل گردوں کے اُس کو جلا دی اب حقائق بیان فرماتے ہیں کہ نیرنگی سے بےرنگی کو راہ ہے رنگ مثل ابر و بے رنگی مانند ماہ کے ہے یعنی وجود بشری مثل ابر ہے اور اس میں روشنی مہر و ماہ جان سے ہے آگے بیان قصہ ہے فافہم ۱۲ ۵۳ جبکہ چینی الخ ۵ شعر جب کہ چینی اپنے کام سے فارغ ہوئے پس خوشی سے ڈھول کوٹنے لگے شاہ نے آکر وہاں نقش سب کو دیکھا عقل و ہوش گئے اور حیران ہوا بعد اُس کے رومیوں کی سمت گیا اور درمیان سے پردہ اُٹھایا عکس اُن تصویروں اور کل نقش کا جب کہ اُس دیوار صاف پر پڑا جو کہ وہاں تھا اُس جگہ سے بہتر دکھائی دینے لگا دیدہ خانہ دیدہ سے کھنچنے لگا اب مولانا آگے اس کے حقایق بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ —

رومیاں آں صوفیانند اے پسر / نے زتکرار و کتاب و نے ہنر
لیک صیقل کردہ اند آں سینہ ہا / پاک از آز و حرص و بخل و کینہ ہا
آں صفائی آئینہ وصف دل است / صورت بے منتہا را قابل است
صورت بے صورت بے حد غیب / ز آئینہ دل تافت بر موسیٰ ز جیب
گرچہ ایں صورت نگنجد در فلک / نے بعرش و فرش و دریا و سمک
زانکہ محدود است و معدود است آں / آئینہ دل را نباشد حد بداں
عقل اینجا ساکت آمد یا مضل / زانکہ دل یا اوست یا خود اوست دل
عکس ہر نقشے نتابد تا ابد / جز ز دل ہم با عدد ہم بے عدد
تا ابد نو نو صور کاید برو / می نماید بے حجابے اندرو
اہل صیقل رستہ اند از بو و رنگ / ہر دمے بینند خوبی بے درنگ
نقش و قشر علم را بگذاشتند / رایت عین الیقین افراشتند
رفت فکر و روشنائی یافتند / نحر و بحر آشنائی یافتند
مرگ کیں جملہ ازو در وحشتند / میکنند آں قوم بروے ریشخند

پس وہ رومی ہیں یہ صوفی اے پسر / نے کتب پڑھنے سے نے ہر ہنر
پر کیا سینہ کو صیقل اور صفا / پاک بخل و حرص و کینہ سے کیا
وصف دل ہے وہ صفائی آئینہ / صورت بے حد کا ہے وہ قابل
صورت اک بے صورتی غیب کی / آئینہ دل سے جو موسیٰ کو ملی
گرچہ صورت فلک میں نہ سمائے / نے یہ عرش و فرش نے دریا میں آئے
کیونکہ وہ محدود اور معدود ہے / آئینہ دل کا نہیں کچھ حد یہ سمجھ
عقل یاں خاموش یا گمراہ ہو / کیونکہ دل ساتھ اسکے یا خود دل ہے وہ
عکس نقشوں کا نہ چمکے تا ابد / دل سوا کہ ہو عدد یا بے عدد
صورت نو دائم اسمیں پڑتی ہے / بے حجاب اندر وہ اسکے ہوتی ہے
اہل صیقل چھوٹے بو و رنگ سے / دیکھتے ہر دم ہیں خوبی جو کہ ہے
چھوڑا نقش علم کو اور پوست کو / پایا عین الیقین کا مغز جو
فکر چھوڑی روشنائی کو لیا / بحر و بر کی آشنائی کو لیا
مرگ کہ سب جس سے ڈرتے ہیں / اور صوفی اسکے اوپر ہنستے ہیں

۵۱ پس وہ رومی الخ ۱۲ شعر پس وہ رومی یہ صوفی صاف دل ہیں نہ کتاب پڑھنے سے اور نہ از راہ ہنر کے ہیں لیکن سینہ کو صیقل و صفا کیا اور بخل و حرص و کینہ سے پاک کیا یعنی اہل نقش و اصحاب ظاہر ہیں کہ مثل چینیوں کے علم کسبی حاصل کر کے عبادت و معمولات و طاعت ظاہری سے خود کو آراستہ و پیراستہ کیا ہے اور صوفی صافی مثل رومی کے ریاضت و مجاہدہ سے سینہ بے کینہ کو اخلاق ذمیمہ سے صاف کر کے متجلی کرتے ہیں کہ عکس علم غیبی کا پڑے چنانچہ اس کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

۵۲ وصف الخ ۱۲ شعر وصف دل وہ آئینہ کی صفائی ہے اور وہ صورت بیحد کو قبول کرنے والا ہے غیب کی بے صورتی کی ایک صورت دل کے آئینہ سے جو موسیٰ علیہ السلام کو ملی اگرچہ یہ صورت فلک میں نہیں سماتی ہے اور نہ فرش نہ عرش اور نہ دریا میں آتی ہے کیونکہ عرش و فرش محدود و معدود ہے اور آئینہ دل کا عکس نہیں رکھتا ہے عقل یہاں پر خاموش یا گمراہ ہو کیونکہ دل اس کے ساتھ ہے یا خود وہ دل ہے عکس نقش کا نہ چمکے بجز دل کے ابد تک کہ ہم عدد یا بے عدد و صورت اس میں پڑتی ہے اور بے حجاب اس میں دکھائی دیتی ہے یعنی آئینہ دل میں وہ صورت بے صورتی کی کمال انتہا دکھائی دیتی ہے کیونکہ عرش اور فرش محدود ہے پس نامحدود کیسے حدود میں سمائے بموجب حدیث شریف نہیں سماتا ہوں میں زمین و آسمان میں ولیکن سماتا ہوں میں بندۂ مومن کے قلب میں پس وہ صورت بے صورتی حق ہے کہ بجز آئینہ دل مومن کے کہیں نہیں دکھائی دیتی ہے چنانچہ اس کا حال آگے ہے فافہم ۱۲

۵۳ اہل صیقل الخ ۱۲ شعر اہل صیقل بو و رنگ سے چھوٹے اور ہر دم خوبی دیکھتے ہیں نقش و پوست علم کو چھوڑا اور عین الیقین کے مغز کو پایا یعنی جب کہ دل سالک کا صیقل ریاضت سے متجلی ہوتا ہے تو عین الیقین حاصل ہو پس علم کے نقش و پوست کو چھوڑ دیتا ہے فکر چھوڑی روشنائی کو لیا یعنی ہنگام گشت باطن کے سیر بری و بحری سالک کرتا ہے مرگ کہ سب لوگ اس سے ڈرتے اور روتے ہیں صوفی اس پر ہنستے ہیں کیونکہ وہ مرگ کو وصال یار جانتے ہیں اور غافل مرگ کو فراق یار دنیا جانتے ہیں اس واسطے ڈرتے اور رہ جاتے ہیں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲

کس نیابد بر دل ایشان ظفر	چون صدف گشتند ایشان گہر	اُن کے دل پر کب کوئی پائے ظفر	وہ ہوئے مثل صدف کے پر گہر
گرچہ نحو و فقہ را بگذاشتند	لیک محو فقر را برداشتند	گرچہ چھوڑا فقہ کو اور نحو کو	پر لیا ہے فقر کو اور محو کو
تا نقوش ہشت جنت تافتست	لوح دلشان اندر یافتست	ہشت جنت جب فلک پہ چکے ہیں	انکے لوح دل کے اندر چکے ہیں
برتر از عرش و کرسی و خلا	ساکنان مقعد صدق خدا	عرش کرسی و خلا سے ہیں سوا	رہنے والے مقعد صدق خدا
صد نشان از ند و محو مطلقند	چہ نشان بل عین دیدار حقند	سو نشان رکھتے و محو یار ہیں	کیا نشان بلکہ وہ خود دیدار ہیں

پرسیدن پیغمبر علیہ السلام مر زید را کہ امروز چونی و چگونہ برخاستی از خواب و جواب او کہ اصبحت مؤمنا حقا

دریافت کرنا پیغمبر علیہ السلام کا زید سے کہ آج تو کیسا ہے اور کیونکر تو خواب سے اٹھا اور جواب دینا اسکا کہ اصبحت مؤمنا حقا

گفت پیغمبر صباحی زید را	کیف اصبحت ای رفیق با صفا	زید کو بس صبح احمدؐ نے کہا	کیف اصبحت اے رفیق باصفا
گفت عبداً مؤمنا باز اوش گفت	کو نشان از باغ ایمان گر شگفت	بولا عبداً مؤمنا پھر یہ کہا	باغ ایماں سے نشاں کہ جو کھلا
گفت تشنہ بودہ‌ام من روزہا	شب نخفتستم ز عشق و سوزہا	بولا تشنہ چند دن سے میں تھا جو	سوز عشقی سے نہ سویا رات کو
تا ز روز و شب جدا گشتم چنان	کز اسپر بگذرد نوک سنان	رات دن سے میں جدا ایسا ہوا	کہ سناں گذرے سپر سے برملا

ف۱ اُن کے دل پر الخ یہ شعر اُن صوفیوں کے دل پر کب کوئی ظفر پائے کیونکہ وہ مثل صدف کے پر گوہر ہوتے ہیں اگرچہ انھوں نے فقہ و نحو کو چھوڑا ہے لیکن فقر و محو کو اختیار کیا ہے یعنی انھوں نے علم ظاہری اگرچہ چھوڑ دیا ہے مگر فقر و محویت کہ نتیجہ عرفان و ثمرہ عرفان ثمرہ جمیع علوم ہے حاصل کرلیا ہے اور مقام اُن کا اعلیٰ ہے جیسے نقش ہفت جنت پیدا ہیں اُن کے لوح دل میں چمکتے ہیں یعنی جیسے نقوش چینیوں کے دیوار رومیوں کے جلا میں چمکتے ہیں وہ عرش و کرسی وغیرہ سے آگے بڑھ گئے رہنے والے ہیں فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر یعنی نشستگاہ راستی میں کہ نزدیک حق قادر کے ہے سو نشان رکھتے ہیں و محو یار ہیں کیا نشان بلکہ وہ عین دیدار ہیں یعنی صوفی عرش و کرسی سے بڑھ کے قرب الٰہی میں رہتے ہیں واضح ہو کہ دائرہ کونی ہے کہ عرش سے اوپر ہے بعد دائرہ فلک کو خلا کہتے ہیں پس وہ خدا ذات مجیدہ سے ہے اور سیر سالک کی دائرہ کونی سے بڑھ کر دائرۂ ولایت صغریٰ و دائرہ ولایت کبریٰ تک ہے پس مولانا انتہائے سیر کا حال بیان فرماتے ہیں کہ وہ صوفی سو نشان رکھتے ہیں مگر محو یار ہیں اور بسبب محویت کے و عینیت کے عین دیدار ہیں یعنی جس نے ان کو دیکھا عین ذات تقدس کو دیکھا چنانچہ اس مقام کا حال مولانا مثال زید کے آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف۲ زید کو الخ یہ شعر حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح کو زید سے کہا کہ کس حال سے تو نے صبح کی اے رفیق باصفا زید نے کہا بندہ مومن بنکر فرمایا باغ ایمان جو کھلا ہے اس کا نشان بتا زید نے کہا میں جو چند دن سے تشنہ تھا تو سوز عشق سے رات کو نہ سویا رات دن سے میں ایسا جدا ہوا جیسے سپر سے سنان گذر جاتا ہے یعنی عالم باطن مجھ کو کشود ہوا باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲

کز زماں سو جملت ہا یکیست — صد ہزاراں سال و یک ساعت یکیست
کہ وہاں پہ سارے مذہب ایک ہیں — ایک ساعت سو برس سب ایک ہیں

ہست ازل او ابد را اتحاد — عقل را رہ نیست سو افتقاد
ہے ازل وہی ابد دونوں بہم — عقل کو کب ہے رسائی سوئے کم

گفت از ایں رہ کو رہ آور دی بیار — درخور فہم و عقول ایں دیار
بولا واں سے تحفہ کیا لایا ہے تو — جو موافق عقل اس عالم کے ہے

گفت خلقاں چوں ببینند آسماں — من ببینم عرش را با عرشیاں
بولا جیسے خلق دیکھے آسمان — دیکھتا ہوں عرش میں او رعرشیاں

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من — ہست پیدا ہمچو بت پیش شمن
میرے آگے جنت و دوزخ ہیں سب — برہمن کے آگے جوں بت ویں سب

یک بیک وامی شناسم خلق را — ہمچو گندم من ز جو در آسیا
خلق کو پہچانتا ہوں ظاہرا — جیسے جو گندم ہوں چکی سے جدا

کہ بہشتی کہ و بیگانہ کیست — پیش من پیدا چو مار و ماہی ست
جنتی اور دوزخی اب کون ہیں — مجھ پہ ظاہر مار و مچھلی سے ہیں

ایں زماں پیدا شدہ بر ایں گروہ — یوم تبیض و تسود وجوہ
مجکو اب ظاہر کہ یہ رکھے گروہ — یوم تبیض و تسود وجوہ

پیش ازیں ہر چند جاں عیب بود — در رحم بود و ز خلقاں غیب بود
پہلے ہر چند اس سے جان پر عیب تھی — تھی رحم میں خلق سے وہ غیب تھی

الشقی من شقی فی بطن ام — من سمات اللہ یعرف حالہم
الشقی من شقی فی بطن ام — من سمات اللہ یعرف حالہم

تن چو مادر طفل جاں را حاملہ — مرگ درد زادن ست و زلزلہ
تن ہے جوں ماں طفل جاں سے حاملہ — موت اسکی دردزہ اور زلزلہ

جملہ جانہائے گذشتہ منتظر — تا چگونہ زاید آں جان بطر
منتظر جان گذشتہ ہو رہیں — کسطرح پیدا ہوں یہ جان حزیں

زنگیاں گویند خود از ماست او — رومیاں گویند بس زیباست او
کہویں زنگی ہم میں سے گویا ہے وہ — کہویں رومی ہم میں سے زیبا ہے وہ

چوں برآید در جہان جان وجود — پس نماند اختلاف بیض و سود
جو جہاں میں پیدا ہو جان وجود — کالے گورے کا تفاوت ہو نمود

گر بود زنگی برندش زنگیاں — روم را رومی برد ہم از میاں
زنگی ہو لیجائیں اسکو زنگیاں — رومی ہو لیجائیں اسکو رومیاں

ؔ کہ وہاں پہ الخ یعنی کہ وہاں ہر کل مذہب ایک ہیں ایک ساعت اور سو برس ایک ہیں ازل و ابد دونوں باہم ایک ہیں عقل کو کب رسائی اس عالم میں ہے فرمایا وہاں سے کیا تحفہ لایا جو موافق اس عالم کے ہے عرض کی جیسے مخلوق آسمان دیکھتی ہے ویسے مجھ کو عرش و عرشیاں دکھائی دیتے ہیں واضح ہو کہ مولانا سیر باطن کا حال اس پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں کہ جب مقام عشق تخلیہ تجلیہ دل و جان سالک کو ہوتا ہے تو یہ سیر ہوتی اور اس کو کشود ہوتا ہے چنانچہ اس کشود کا حال مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲

ؔ میرے آگے الخ ۸ شعر میرے آگے سب جنت و دوزخ ہیں جیسے برہمن کے آگے بت ہوتے ہیں ظاہرا میں خلق کو پہچانتا ہوں جیسے گندم و جو چکی میں جدا جدا ہوتے ہیں اور جانتا ہوں کہ جنتی و دوزخی کون کون ہیں میرے روبرو سانپ و مچھلی کے مانند معلوم ہوتے ہیں مجھ کو یہ بات ظاہر ہے کہ یہ گروہ رکھتا ہے ترجمہ دن قیامت کے سفید و سیاہ منھ ہوں گے اس سے پہلے ہر چیز جان پر غیب تھی اور رحم میں تھی لیکن خلق سے وہ غیب میں تھی ترجمہ ضرور کہ شقی شقیوں سے شکم مادر ہی اللہ کی طرف سے پہچانتا ہوں حال ان کا تن مثل مادر کے طفل جان سے حاملہ ہے اور موت اس کی دردزہ اور زلزلہ ہے جانیں گذشتہ منتظر ہیں کہ کس طرح پیدا ہوتی ہیں یعنی مولانا مرنے جان کو اس عالم سے پیدا ہونا فرماتے ہیں فافہم۔

ؔ کہویں زنگی الخ ۳ شعر زنگی کہویں ہم میں سے ہے گویا وہ ہیں اور رومی کہویں ہم زیبا ہیں یعنی وہ یانیں گذشتہ کہ شقی و سعید اس عالم میں ہیں اور جسوں والے ان کی زنگی و رومی تعبیر کیا اس جہان کے مرنے والے کو اپنی اپنی طرف بلاتی ہیں جو اس جہان میں پیدا ہو جان وجود اور کالے گورے کا فرق ظاہر نہ ہو اگر زنگی ہو تو اسے زنگی لے جائیں اور اگر رومی ہو تو اسے [illegible] لیجائیں یعنی وہاں مرنے [illegible] یہ باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

نازد او مشکلات عالم است | آنکہ نازادہ بشناسد او کم ست
او مگر ینظر بنور اللہ بود | کاندرون پوست او را رہ بود
اصل آب نطفہ سپید ست و خوش | لیک عکس جان رومی و حبش
مید بد رنگ احسن التقویم را | تا باسفل می برد آن نیم را
یوم تبیض وتسود وجوہ | ترک و ہندو شہرہ گردد زان گروہ
فاش گردد کر تو کاہی یا کہ کوہ | ہندوئی یا ترک پیش ہر گروہ
در رحم پیدا نہ گردد ہندو ترک | چونکہ زاید بیندش زار و سترگ
این سخن پایان ندارد باز ران | تا نمایم از قطار کاروان

مشکل عالم ہے جبتک نے جنا | بے جنے جانے وہ نادر ہے دلا
وہ مگر ینظر بنور اللہ بنے | پوست کے اندر اسے جو راہ ہے
اصل نطفہ کی سفید اور ہے خوش | پر یہ عکس جان ہے رومی و حبش
رنگ دیتے ہی احسن التقویم کو | نصف کو لیجاتا ہے اسفل کو وہ
یوم تبیض وتسود وجوہ | ترک و ہندو شہرہ ہوتا اس گروہ
کوہ ہے یا کاہ ظاہر ہووے تو | اس گروہ سے ترک یا ہندو ہے تو
ترک و ہندو نے رحم میں ہوتا ہے | جب ہے پیدا نیک و بد اسکا ملے
ہے بہت یہ قصہ کیا ہوگا بیان | پھر دکھاؤں میں قطار کاروان

جواب گفتن زید رسول خدا را کہ احوال خلق بر من پوشیدہ نیست و ہمہ را می شناسم

جواب دینا زید کا رسول خدا کو کہ احوال خلق کا مجھ پر پوشیدہ نہیں اور سب کو میں پہچانتا ہوں

جملہ را چون روز رستاخیز من | فاش می بینم عیان از مرد و زن
ہین بگویم یا فرو بندم نفس | لب گزیدش مصطفی یعنی کہ بس
یا رسول اللہ بگویم سر حشر | در جہان پیدا کنم امروز نشر
ہل مرا تا پردہ ہا را بر درم | تا چو خورشیدے بتابد گوہرم
تا کسوف آید ز من خورشید را | تا نمایم نخل را و بید را

سب کو میں مانند روز حشر کے | دیکھتا ظاہر ہوں زن اور مرد سے
میں کہوں یا بند کروں اب نفس | ہونٹ چابا مصطفی نے یعنی بس
یا رسول اللہ کہدوں از حشر | اور کروں پیدا جہاں میں روز نشر
پھاڑوں پردے یہ چھوڑو یا مصطفی | چمکے مثل شمس تا گوہر مرا
مجھ سے تا خورشید کو بس گہن ہو | تا دکھاؤں اب میں نخل بید کو

سلہ مشکل عالم ہے الخ شعر اگر شقی ہو لیجائیں اُس عالم میں کہ مشکل ہے جبتک کہ ہاں پیدا نہ ہوا ہے پیدا ہوے کو جانے وہ شخص نادر ہے یعنی پہلے مرگ سے جان کو جو شقی و سعید جانے وہ شخص نادر ہے ہاں مگر وہ نور خدا کے ساتھ نظر کرنیوالا بنے کہ اُسے پوست کے اندر جو راہ ہے اصل آب نطفہ کی سفید اور خوش ہے لیکن رومی و حبشی عکس جان ہے وہ رنگ دے احسن التقویم کو یعنی بہتر خلق کو اور نصف کو لیجاتا ہے اسفل السافلین کو یعنی آب نطفہ اصل میں سفید اور سیاہی و سفیدی عکس جان ہے اور حق رنگ دیتا ہے نطفہ کو اور نصف جنت اور نصف دوزخ کو لیجاتا ہے ترجمہ دن قیامت کے سفید اور سیاہ منہ ہونگے ترک و ہندو سے گروہ ظاہر ہوگا کوہ ہے یا کاہ ہے تو ظاہر ہوگا اس گروہ سے تو ترک ہو یا ہندو ہو ترک و ہندو رحم میں نہیں ہوتا ہے جبکہ پیدا ہو تو نیک و بد اسکا دیکھے یعنی سفیدی و سیاہی رنگ کی رحم میں نہیں ہوتی ہے بعد پیدا ہونیکے معلوم ہوتی ہے اسی طرح شقاوت و سعادت زندگی دنیا میں نہیں معلوم ہوتی ہے مرنے کے بعد کھلتی ہے پس میں زندگی میں اُس شقاوت و سعادت جان کو جانتا ہوں یہ بات بعید ہے اب یہاں سے لوٹتا ہوں تا دکھاؤں قطار کاروان کو باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ سب کو الخ شعر میں سب کو مانند روز حشر کے ظاہر دیکھتا ہوں زن و مرد سے میں بیان کروں یا نفس بند کروں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہونٹ چابے یعنی بس کر یا رسول اللہ کہدوں راز حشر کو اور جہاں میں پیدا کروں روز نشر کو یا رسول اللہ آپ مجھے چھوڑ دیں تا کہ مثل شمس کے میرا جوہر چمکے تا کہ مجھ سے خورشید کو گہن ہو کہ دکھاؤں میں نخل و بید کو باقی قصہ آگے ہے فافہم ۱۲ منہ

وانمایم روز رستاخیز را	نقد را و نقد قلب آمیز را	میں دکھادوں دن قیامت ظاہرا	اور کھرے اور کھوٹے زر کو برملا
دستہا ببریدہ اصحاب شمال	وانمایم رنگ کفر و رنگ آل	کٹتے تھے ہاتھ اصحاب شمال	کردکھادوں رنگ کفر و رنگ آل
وا کشایم ہفت سوراخ نفاق	در ضیائے ماہ بے خسف محاق	کھول دوں میں ہفت سوراخ نفاق	نور مہ میں جو ہے بے گہن و محاق
وانمایم من پلاس اشقیا	بشنوانم طبل و کوس انبیا	کھول دوں اب میں نفاق اشقیا	اور سنادوں میں صدائے انبیا
دوزخ و جنات و برزخ در میان	پیش چشم کافران آرم عیان	دوزخ و جنت کے برزخ درمیاں	کافروں کو میں دکھادوں اب عیاں
وانمایم حوض کوثر را بجوش	کآب بر روشان زند بانگش بگوش	حوض کوثر کھولوں جو پرجوش ہے	منھ پہ پانی بانگ کانوں میں پڑے
وانکہ تشنہ گرد کوثر می دوند	یک بیک را نام گویم کہ کیاند	جو پیاسے گرد کوثر آتے ہیں	کون ہیں وہ کردکھادوں انکو میں
می بسایند دوششان بر دوش من	نعرہ ہاشان میرسد در گوش من	وہ برابر ہوکے میرے چلتے ہیں	کان میرے انکے نعرے سنتے ہیں
اہل جنت پیش چشمم ز اختیار	در کشیدہ یکدگر را در کنار	میرے آگے جنتی با اختیار	کھینچتے ہیں اک دوسرے کو در کنار
دست یکدیگر زیارت میکنند	وز لبان ہم بوسہ غارت میکنند	ہاتھ پر اک دوسرے کے ہوکے یار	بوسہ دیگر لوٹتے ہیں بار بار
کر شد این گوشم ز بانگ آہ آہ	از حنین و نعرہ وا حسرتاہ	کان یہ بہرے ہوئے ازبس مرے	دوزخی کے نعرہ و فریاد سے
این اشارتہاست گویم از نغول	لیک میترسم ز آزار رسول	یہ اشارے انتہا کے کہتا ہوں	پر نبی کی ناخوشی سے ڈرتا ہوں
ہمچنین میگفت سرمست و خراب	داد پیغمبر گریبانش بتاب	اسطرح کہتا تھا وہ بدمست ہو	کھینچا حضرت نے گریباں اسکے کو
گفت ہین درکش کہ اسپت گرم شد	عکس حق لا یستحی زد شرم شد	ہوگئے چپ گرم اسپ تیرا اب ہوا	عکس حق لا یستحی ڈالا ڈرا
آئینہ تو جست بیرون از غلاف	آئینہ و میزان کجا گوید خلاف	آئینہ تیرا ہوا ہے بے غلاف	آئینہ و میزان کیا کہوے خلاف
آئینہ و میزان کجا بندد نفس	بہر آزار و حیای ہیچ کس	آئینہ و میزان کہاں خاموش ہے	شرم و کلفت بہر کسی کیواسطے

لہ میں دکھادوں الخ شعر میں ظاہر دن قیامت کا دکھادوں اور کھرے کھوٹے زر کو بتادوں اصحاب شمالی ہاتھ کٹتے تھے کہ رنگ کفر و رنگ آل یعنی رنگ سیاہ و سرخ دکھادوں فائدہ اصحاب شمال انکو کہتے ہیں کہ بروز حشر نامۂ اعمال انکے الٹے ہاتھ میں دیے جائیں گے مراد منافقین سے ہے میں ہفت سوراخ نفاق کھول دوں نورمہ میں جو کہ بے گہن کے ہے یعنی بتادوں اخلاق ذمیمہ کہ حسد بخل ریا حرص و شہوت وغیرہ ہیں نور باطن میں نہ وہ گہن اور گھٹا رہتا ہے اب میں کھول دوں نفاق اشقیا اور سنادوں صدائے انبیا دوزخ و جنت کے درمیان جو برزخ ہے دکھادوں کافروں کو وہ عیاں حوض کوثر کھولوں جو پرجوش ہے تاآب منھ پر اور آواز کان میں پڑے اور جو کہ پیاسے گرد کوثر کے پھرتے ہیں وہ کون ہیں تاکہ انکو دکھادوں جو مجھ سے ہمدوش ہیں اور میرے کان انکے نعرے سنتے ہیں باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ عہ میرے آگے الخ شعر میرے سامنے جنتی اپنے اختیار سے آپس میں ملتے ہیں یا دوست ہمکنار ہوکر ایک دوسرے کے ہاتھ پر لبوں سے بوسہ دیتے ہیں بار بار اہل جنت آپس میں ملتے ہیں اور ایک دوسرے سے باہم مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں ازبس میرے کان بہرے ہوگئے نعرہ و فریاد دوزخوں سے یہ اشارے میں انتہا کے کہتا ہوں ولیکن جناب رسول اللہ کے ناخوش ہونے سے ڈرتا ہوں اسطرح وہ بدمست ہوکر کہتا تھا حضرت صلعم نے اسکا گریبان پکڑ کے کھینچا یعنی اس راز کہنے سے اسکو خاموش کردیا کہ افشاء اسرار از درست ہے اسی طور سے مرشد مرید کو بہنگام کشودگی افشائے راز سے منع کرتا ہے یہ اخفائے راز کی تعلیم ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ عہ ہوئے چپ الخ ہم شعر حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چپ تیرا اسپ گرم ہوا اور عکس حق لا یستحی یعنی نہیں حیا آتی ہے حق کو ڈالا پر خوف یعنی بظاہر حضرت نے اسکو روکا اور بباطن نہیں چاہا حق کو اس کا پرتو اُس کے دل پر ڈالا کہ وہ پرخوف ہوا آئینہ تیرا بے غلاف ہوا ہے اور آئینہ و میزان کہاں خلاف کہے اور آئینہ و میزان کہاں خاموش رہے شرم و تکلیف کے لیے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ عہ نہیں حیا آتی ہے حق کو ۱۲

آئینہ و میزان محکہای سنی — گر دو صد سالش تو خدمتہا کنی

آئینہ و میزان کسوٹی بلکہ ہے — سو برس خدمت تو گر اسکی کرے

کز برای من بپوشان راستی — بل فزون بنما و منما کاستی

واسطے میرے چھپا تو راستی — بل بتا افزونی مت بتلا کمی

اوت گوید ریش و سبلت بر مخند — آئینہ و میزان و آنگہ ریو و بند

وہ کہے تجھکو کہ داڑھی پر نہ ہنس — آئینہ و میزان سے کب ہو مکر بس

چون خدا مارا برای آن فراخت — کہ بما بتوان حقیقت را شناخت

اسلیے حق نے ہمیں پیدا کیا — کہ حقیقت ہم سے پہچانے سدا

این نباشد ما چہ ارزیم ای جوان — کے شویم آئین روی نیکوان

یہ نہ ہو ہم میں تو ہم کس کام کے — روبرو کب ہوویں خاص و عام کے

لیک درکش در بغل آئینہ را — گر تجلی کرد سینا سینہ را

لیک رکھ اندر بغل آئینہ کو — روشنی سے کر دے سینا سینہ کو

گفت آخر ہیچ گنجد در بغل — آفتاب حق و خورشید ازل

کب سماتا ہے کہا اندر بغل — آفتاب حق و خورشید ازل

ہم دغل را ہم بغل را بر درد — نے جنون ماند بہ پیش نے خرد

ہم دغل اور ہم بغل کو پھاڑ دے — نے جنون نے عقل وہ باقی رکھے

گفت یک اصبع چو بر چشمے نہی — بینی از خورشید عالم را تہی

بولے ایک انگلی جو رکھے آنکھ پے — خالی عالم دیکھے تو خورشید سے

یک سر انگشت پردۂ ماہ شد — وین نشان ساتری اللہ شد

ایک انگلی جب حجاب مہ ہوئی — ایسی ہی حق کی ہوئی پوشیدگی

تا بپوشاند جہان را نقطۂ — مہر گردد منخسف از سقطۂ

تاکہ اک نقطہ چھپائے سب جہاں — گہن میں ہو شمس لغزش سے نہاں

لب ببند و غور دریائے نگر — بحر حق را کردہ محکوم بشر

غور دریا پر نظر کر اے فتا — حق نے دریا تابع انساں کیا

ہمچو چشمۂ زنجبیل و سلسبیل — ہست در حکم بہشتی جلیل

جیسے چشمۂ زنجبیل و سلسبیل — حکم میں رکھیں بہشتی جلیل

چار جوئے جنت اندر حکم ماست — این نہ زور ما ز فرمان خداست

نہر جنت چاروں اپنے حکم میں — یہ نہ زور اپنے سے حکم حق سے ہیں

ہر کجا خواہیم داریمش روان — ہمچو سحر اندر مراد ساحران

جسجگہ چاہیں انھیں جاری کریں — جادو گر جادو پہ جوں قدرت رکھیں

سلہ آئینہ و میزان الخ۔ شعر یعنی آئینہ و میزان کسوٹی ہے گر سو برس تو اسکی خدمت کرے کہ میرے واسطے تو راستی کو چھپا بلکہ اپنی افزونی بتا اور کمی مت بتا یعنی حضرت رسول مقبول صلعم نے فرمایا کہ اس راز راستی کو تو پوشیدہ کر بلکہ اپنی بہتری و بزرگی کو بتلا اور کمی کو مت بتلا پس آئینہ و میزان باطنی کا قول آگے ہے آئینہ کہے کہ تو اپنی داڑھی پر نہ ہنس آئینہ و میزان سے کب مکر ہووے پس یعنی آئینہ و میزان تو مکر نہیں کرتا ہے اور جو تو آئینہ پر ہنستا ہے تو اپنے اوپر ہنستا ہے کیونکہ جو آئینہ میں ہے وہی دکھائی دیتا ہے پس حق نے ہم کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ حقیقت ہم سے تو پہچانے سو اگر یہ صفت ہم میں نہ ہو ہم کس کام کے ہیں اور ہم خاص و عام کے روبرو کب ہوویں گے آگے مقولہ جناب رسول مقبول صلعم کا ہے فافہم ۱۲ سلہ لیک رکھ الخ۔ شعر لیکن بغل میں تو آئینہ کو رکھ اور تجلی سے کہ طور سینا اپنے سینے کو یعنی یہ آئینہ راز باطنی کا اپنے سینے میں پوشیدہ رکھ اور تجلیات سے سینہ کو طور کر لیکن بیان نہ کر آگے جواب زید کا ہے کہا کب سماتا ہے اندر بغل کے آفتاب حق اور خورشید ازل ہم دغل اور ہم بغل کو پھاڑ دے نہ وہ جنون باقی رکھے نہ عقل۔ بولے اگر ایک انگلی آنکھ پر رکھے تو تو عالم کو خورشید سے خالی دیکھے جب ایک انگلی ماہ کا حجاب ہو گئی ایسے ہی حق کی پوشیدگی ہوئی میں اسی پر قیاس کر تاکہ اک نقطہ چھپائے سب جہان کو جیسے گہن میں لغزش سے شمس نہاں ہو دریا کا غور کرنا چپ کر دینا کیونکہ حق نے دریا کو انسان کا تابع کیا ہے واضح ہو کہ مولانا سر تشبیہ اور تنزیہ کو بیان فرماتے ہیں کہ جب سالک نقطۂ تشبیہ پر آتا ہے تو کل راز باطن کھلتا ہے اور اس نقطہ سے کل جہان چھپتا ہے پس تو اس نقطہ کو چھپا تا خاموشی ہو دریائے تنزیہ جہان جو ہوتا کرتا ہے تو اس وقت خاموش ہو جاتا ہے مگر جہاں چاہتا ہے وہاں تشبیہ اور تنزیہ کو جاری کر لیتا ہے پس تو طرف تشبیہ تنزیہ کے جا تاکہ اس راز سے باز آئے آگے مثال بیان فرماتے ہیں کہ جیسے چشمۂ زنجبیل و سلسبیل کو حکم میں رکھتے ہیں اہل جنت کی چاروں نہریں جنت کی ہمارے حکم کے زور سے نہیں ہیں حکم حق سے ہیں جس جگہ چاہیں انھیں جاری کریں جیسے جادو گر جادو پر قدرت رکھیں باقی حال اس کا آگے سب فافہم ۱۲۔

همچو این دو چشمه چشم روان	هست ز حکم دل و فرمان جان	جیسے دونوں چشم کے چشمے رواں	مانتے ہیں جان و دل کا حکم ہاں
گر بخواهد رفت سوی زهر مار	ور بخواهد رفت سوی اعتبار	چاہے گر جائے بسوے زہر مار	چاہے گر جائے بسوے اعتبار
گر بخواهد سوی محسوسات شد	ور بخواهد سوی ملبوسات شد	چاہے گر جائے طرف محسوس کے	چاہے گر جائے طرف ملبوس کے
گر بخواهد سوی کلیات راند	ور بخواهد حبس جزئیات ماند	چاہے گر جائے وہ کلیات کو	چاہے گر جائے وہ جزئیات کو
همچنین این پنج حس چون نایژه	بر مراد و امر دل شد جائزه	ایسے ہی یہ پانچوں حس مثل گلو	حکم دل پر کرتے ہیں ہر کام کو
هر طرف که دل اشارت کردشان	میرود هر پنج حس دامن کشان	جس طرف کرتا اشارہ دل انھیں	اسکے پانچوں حس پھریں فرمان میں
دست و پا در امر دل شد مبتلا	همچو اندر دست موسیٰ آن عصا	دست و پا ہیں حکم دل میں مبتلا	ہاتھ میں موسیٰ کے جیسے وہ عصا
دل بخواهد پا در آید زو برقص	یا گریزد سوی افزونی و نقص	چاہے دل تو پاؤں کرتا رقص ہے	یا پھرے خوبی کے سو نقصان سے
دل بخواهد دست آید در حساب	یا اصابع تا نویسد او کتاب	چاہے دل تو ہاتھ کرتا ہے حساب	انگلیوں سے تا کہ وہ لکھے کتاب
دست در دست نهانی مانده است	او درون تن برون بنشانده است	ہاتھ کہ دست نہانی میں چھپا	وہ ہے اندر جسم گو باہر دکھا
گر بخواهد بر عدو ماری شود	ور بخواهد بر ولی یاری شود	چاہے گر دشمن پہ وہ اک مار ہو	چاہے گر وہ ساتھ دل کے یار ہو
گر بخواهد کفچه‌ای در خوردنی	ور بخواهد همچو گرز ده منی	چاہے گر کھانے کا وہ چمچا بنے	چاہے گر وہ گرز دس من کا بنے
دل چه میگوید بدیشان ای عجب	طرفه وصلت طرفه پنهانی سبب	جانے کیا کہتا ہے دل ان سے عجب	طرفہ وصل و طرفہ پوشیدہ سبب
دل مگر مهر سلیمان یافته ست	که مهار پنج حس بر تافته ست	پائی ہے مہر سلیمان دل نے کیا	پانچ حس کی باگ ہے جو پھیرتا
پنج حسی از برون میسور او	پنج حسی از درون مامور او	پانچ حس باہر کے اس کی قید میں	پانچ حس اندر کے اسکی بھید میں
ده حس است و هفت اندام دگر	آنچه اندر گفت ناید می‌شمر	حس ہیں دس اور سات اندام دگر	گن لے جو آتے نہیں گویائی میں
چون سلیمانی دلا در مهتری	بر پری و دیو زن انگشتری	ہو سلیماں تو سکے ہے مہتری	رکھ پری و دیو پر انگشتری
گر درین ملکت بری باشی ز ریو	خاتم از دست تو نستاند سه دیو	مکر سے اس ملک میں بچتے رہو	کہ انگوٹھی تجھ سے نہ چھینے سہ دیو

سلہ یعنی دونوں الخ یعنی شعر جیسے دونوں چشمے چشم کے رواں دل کے حکم اور تابعدار جان کے ہیں اگر چاہے طرف زہر مار کے جائے اگر چاہے طرف اعتبار کے جائے اگر چاہے طرف محسوس کے چلے اور اگر چاہے تو طرف ملبوس کے چلے ایسے ہی یہ پانچوں حس مانند گلو کے حکم دل پر ہر کام کرتے ہیں جس طرف دل انھیں اشارہ کرتا ہے پانچوں اس کے حکم میں پھرتے ہیں دست و پا دل کے حکم میں مبتلا ہیں جیسے ہاتھ میں موسیٰ کے عصا ہے دل چاہے تو پاؤں رقص کرے یا نقصان سے طرف خوبی کے پھر جائے دل چاہے تو ہاتھ حساب کرتا ہے انگلیوں سے کتاب لکھتا ہے ایک ہاتھ پوشیدہ ہاتھ میں چھپا ہے وہ اندر ہے در جسم گو باہر رکھا ہے اگر وہ چاہے دشمن پر مار ہو اگر وہ چاہے دل کے ساتھ یار ہو اگر وہ چاہے کھانے کا چمچا بنے اگر وہ چاہے دس من کا گرز بنے دل جانے کیا کہتا ہے ایسے طرفہ وصل و طرفہ سبب پوشیدہ سے شعر دل نے کیا مہر سلیمان پائی ہے جو پانچ حس کی باگ پھیرتا ہے پانچ حس باہر کی اسکی قید میں ہیں اور پانچ اندر کی اسکے حکم میں ہیں حس دس ہیں اور سات اندام اور ہیں تو گن لے کہ جو کہنے میں نہیں آتے ہیں یعنی پانچ حس ظاہر کی باصرہ و سامعہ و ذائقہ و شامہ و لامسہ اور یہ پانچ حس باطن کی حس مشترک و خیال و وہم و متخیلہ و حافظہ اور سات اندام ظاہر کے سر و سینہ و پشت و دو دست و دو پا و شکم اور سات اندام باطن کے دل و جگر و دماغ و گردہ و پھیپھڑے و تلی و پتا سب کے تفصیلا بیان میں ہیں آگے مثال بیان فرماتے ہیں کہ اے دل تم مانند سلیمان علیہ السلام کے تو مہتری کہتا ہے کہ انگشتری پری اور دیو پر اس ملک میں تو مکر سے بچتا رہ کہ تجھ سے انگشتری نہ چھینے سہ دیو سہ دیو تمام دیو کا ہے کہ جو انگشتری سلیمان علیہ السلام کی چرا کر مالک تخت سلیمان علیہ السلام ہوا تھا باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

بعد ازاں عالم بگیرد اسم تو — دو جہاں محکوم تو چوں جسم تو
ور زدستت دیو خاتم را ببرد — بادشاہی فوت شد بختت بمرد
بعد ازاں یا حسرتا شد للعباد — بر شما مختوم تا یوم التناد
ور تو دیو خویشتن را منکری — از ترازو و آئینہ جان کے بری

بندہ[1] عالم میں تیرا نام ہو — مثل تن مالک وہ عالم کا ہو
گر انگوٹھی دیو لیجائے تری — پھوٹے قسمت جائے تیری سروری
بندہ یا حسرتا[ع] ہو للعباد — تجھ پہ ہو مختوم تا یوم التناد
گر تو اپنے دیو کا منکر بنے — آئینہ و میزان سے کب جان بچے

متہم کردن غلامان و خواجہ تاشان لقمان را کہ میوہ ہائے خوب خوردہ

تہمت کرنا ایک مالک کے غلاموں کا لقمان پر کہ میوہ اس نے خوب کھایا

بود لقمان پیش خواجہ خویشتن — در میان بندگانش خوار تن
می فرستاد او غلامان را بباغ — تا کہ میوہ آیدش بہر فراغ
بود لقمان در غلاماں چوں طفیل — پر معانی تیرہ صورت ہمچو لیل
آں غلاماں میوہ ہائے جمع را — خوش بخوردند از نہیب طمع را
خواجہ را گفتند لقمان خورد آں — خواجہ بر لقمان ترش گشت و گراں
چوں تفحص کرد لقمان از سبب — در عتاب خواجہ اش بکشاد لب
گفت لقمان سیدا پیش خدا — بندۂ خائن نباشد مرتضیٰ
امتحاں را کار فرما اے کیا — آب را آتش بدہ بہر نما
امتحاں کن جملہ مارا اے کریم — سیر ما در دہ تو از آب حمیم

پاس[2] اک خواجہ کے تھا لقمان غلام — سب غلاموں سے تھا بد صورت تمام
بھیجتا تھا وہ غلاموں کو باغ — تا کہ میوہ لائیں وہ بہر فراغ
ان میں لقمان اک طفیلی تھا غلام — اہل معنی در سیہ رو مثل شام
جمع میوہ کو غلاموں نے وہاں — پیٹ بھر کے طمع سے کھایا نہاں
اور خواجہ سے کہا اُن سب نے آ — کھایا لقمان نے خفا اُس پر ہوا
جب ہوا معلوم یہ لقمان کو — اس سبب خواجہ خفا ہی مجھسے تو
اُس سے لقمان نے کہا پیش خدا — بندۂ خائن کو کب جچے رجا
کر تو ہم سب کا اے خواجہ امتحاں — اور پلا پانی ہمیں تا ہو عیاں
یعنی سب کا امتحاں کر اب ذرا — پیٹ بھر کے گرم پانی تو پلا

ف[1] بندہ عالم میں الخ یہ شعر بندہ تیرا نام عالم میں ہو مثل جسم مالک دونوں عالم کا ہو اگر تیرا دیو نفس انگوٹھی ایمان کو لے جائے قسمت پھر پھوٹے اور سرداری جائے یا حسرتا للعباد یعنی افسوس ہو واسطے بندے کے اور تجھ پر مہر ہو قیامت تک اگر تو اپنے نفس کا منکر ہووے تو آئینہ و میزان سے تیری کب جان بچے یعنی اگر تو کہے کہ دیو نفس کہاں ہے تو آئینہ و میزان سے یعنی امتحان انبیا و اولیا سے تو کب بچ سکتا ہے پس تو اپنے نفس سے ہوشیار رہ کہ وہ مثل لقمان کے تجھ کو بلا میں نہ ڈالے چنانچہ اس کی مثال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف[2] پاس اک الخ ۹ شعر ایک خواجہ کے پاس لقمان غلام تھا اور سب غلاموں سے بد صورت تمام تھا وہ بھیجتا تھا سب غلاموں کو تاکہ وہ میوہ لائیں واسطے فارغ البالی کے ان میں لقمان ایک طفیلی غلام تھا اہل معنی اور سیہ رو مثل شام کے اس میوہ جمع کو غلاموں نے وہاں طمع سے پیٹ بھر کے کھایا پوشیدہ اور خواجہ سے اُن سب نے آکر کہا کہ لقمان نے کھایا اُس پر وہ خفا ہوا جب لقمان کو یہ معلوم ہوا کہ اس سبب سے مجھ سے خفا ہے اُس سے لقمان نے کہا کہ پیش خدا بندۂ خائن کو کب امید ہوگی ہم سب کا اے خواجہ تو امتحان کر اور ہم کو گرم پانی پلا تا ظاہر ہو یعنی سب کا ذرا امتحان کر اور ہم کو گرم پانی پیٹ بھر کے پلا باقی قصہ آگے ہے فافہم ۱۲ ع افسوس ہو واسطے بندے کے ۱۲

بعد ازاں ما را بصحرائے براں / تو سوار و ما پیادہ می دواں
بعدہٗ دوڑا ہمیں جنگل میں جا / تو سوار اور ہم کو دوڑا پیادہ پا

آنگہاں بنگر تو بدکردار را / صنعہائے کاشف اسرار را
دیکھ تو اُسوقت بدکردار کو / اور صنع کاشف اسرار کو

گشت ساقی خواجہ از آب حمیم / مر غلاماں او خوردند آں زبیم
گرم پانی جبکہ خواجہ نے دیا / سب غلاموں کو تو ڈر سے بس پیا

بعد ازاں میراندشاں در دشتہا / می دویدندے میاں کشتہا
بعدہٗ دوڑایا جنگل میں اُنھیں / دوڑتے تھے بلکہ وہ سب کھیت میں

قے در افتادند ایشاں از عنا / آب می آورد ز ایشاں میوہ ہا
قے اُنھیں ہونے لگی جب ظاہرا / آب نے میوہ نکالا برملا

چونکہ لقماں را درآمد قے ز ناف / می برآمد از درونش آب صاف
جبکہ لقماں کو ہوئی قے ظاہرا / صاف پانی اُسکے باطن سے گرا

حکمت لقماں چو داند ایں نمود / پس چہ باشد حکمت رب الودود
حکمت لقماں نے یہ ظاہر کیا / حکمت حق کا ہی کیا کہنا بھلا

یوم ان تبلی السرائر کلہا / بان منکم کامن لا یشتہے
عہ یوم ان تبلی السرائر کلہا / بان منکم کامن لا یشتہے

چوں سقوا ماء حمیما قطعت / جملۃ الاستار مما افضحت
چوں سقوا ماء حمیما قطعت / سہ جملۃ الاستار مما افضحت

نار ازاں آمد عذاب کافراں / کہ حجر را نار باشد امتحاں
نار اس باعث عذاب کافراں / سنگ کی جو نار ہوتی ہی امتحاں

ایں دل چوں سنگ ما را چند چند / پند گفتیم و نمی پذرفت پند
سنگدل کو میں نے ازبس پند کی / پر ہرگز میری اس نے پند لی

ریش بد را داروے بد یافت رگ / مر سر خر را سزد دندان سگ
زخم بد کی دارو ہے بد ہی الگ / گوش خر کو چاہیئے دندان سگ

الخبیثات الخبیثون حکمت ست / زشت را ہم زشت جفت و بابت ست
للخبیثات الخبیثون میں ہیں اُ / نحکل بد کا شکل بد سے ہوئے ساز

پس تو ہر جفتے کہ می خواہی بگیر / محو او باش و صفات او پذیر
جس سے جوڑا ہونا چاہے اُسکو لے / محو اس کا ہو صفات اُسکی تو لے

نور خواہی مستعد نور شو / دور خواہی خویش بین و دور شو
نور ہونا چاہے حاصل نور کر / دور ہونا چاہے خود کو دور کر

ور رہی خواہی ازیں سجن خرب / سر مکش از دوست واسجد واقترب
گر رہائی چاہے با سجن خرب / یار سے مت پھیر تو اسجد واقترب

سلہ بعدہٗ دوڑا الخ ۲ شعر اور بعدہٗ ہم کو جنگل میں دوڑا تو سوار اور ہم کو پیادہ پا اُس وقت تو دیکھ بدکردار کو اور صنعت کاشف اسرار کو باقی قصہ آگے ہے فافہم ۲، سلہ گرم پانی الخ ۲ شعر جبکہ گرم پانی دیا غلاموں کو سب نے ڈر سے پیا بعدہٗ اُن کو جنگل میں دوڑایا بلکہ وہ سب دوڑتے تھے کھیت میں جب اُن کو قے ہونے لگی ظاہرا میوہ پانی کے ساتھ نکلا برملا جبکہ لقمان کو قے ہوئی صاف پانی اُسکے شکم سے گرا لقمان کی حکمت نے تو یہ ظاہر کیا حکمت حق کا کیا کہنا بھلا یعنی حکمت لقمان سے تو وقت امتحان کے وہ بھید کھلے ہوئے بروز قیامت حکمت حق تعالےٰ سے کیوں امرِ کمروہ منکروں کا ظاہر نہ ہوگا عہ جب آیہ شریف ترجمہ جس روز کہ ظاہر کیے جاینگے خفیات وہ خفیات تم سے ظاہر ہوں گے کہ تم ظاہر ہونا نہیں چاہتے تھے جو پانی گرم دوزخیوں کو پلایا جائے گا قطع ہوں گے سب پردے ان چیزوں کے فضیحت کریں گے اُن کو آگے اس کے حقائق مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۲، سلہ نار اس الخ ۲ شعر اس باعث سے نار عذاب کافروں کی ہے کہ سنگ کی نار ہوتی ہے امتحان میں نے ازبس سنگ دل کو پند کی لیکن ہرگز اُس نے میری پند نہ لی بزبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قول حق تعالےٰ کا ہے آگے اس کی مثال ہے زخم بد کی دارو بھی بد ہے گوش خر کو دندان سگ چاہیے ترجمہ خبیث عورتیں واسطے خبیث مردوں کے چاہییں اس میں راز ہے شکل بد سے موافق ہوتا ہے جس سے جوڑا ہونا چاہیے تو اس کو لے اور محو اس کا ہو اور صفات اس کی لے اگر نور ہونا چاہیے تو حاصل نور کر اگر دور ہونا چاہے تو دور رہ اگر رہائی چاہے ہے دوزخ سے یار سے مت پھر اور سجدہ کر کہ قریب تر ہو باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ عہ جس دن کہ ظاہر کیے جائیں گے پوشیدہ کل ۱۲ عہ وہ قیض یا ب ظاہر ہونگے تم سے کہ ظاہر نہیں چاہتے ہو

سرکشاں زایں سراسر عذاب	سر بنہ واللہ اعلم بالصواب
ایں سخن پایاں ندارد خیز زید	بر براق ناطقہ بر بند قید

سرکشوں کو دیکھ پاتے ہیں عذاب	سر کو رکھ واللہ اعلم بالصواب
یہ سخن بے انتہا ہے اٹھ تو زید	اور براق گفتگو کو کر تو قید

حکایت زید با پیغمبر علیہ السلام و جواب دادن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

حکایت کرنا زید کا پیغمبر علیہ السلام سے اور جواب دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

ناطقہ چوں فاضح آمد عیب را	می دراند پردہ ہائے غیب را
غیب مطلوب حق آمد چند گاہ	ایں دہل زن را براں بربند راہ
تنگ مے ران رکش عنان مستور بہ	ہر کس از پندار خود مسرور بہ
حق ہمیخواہد کہ نومیدان او	زیں عبادت ہم نگردانند رو
ہم مشرف در عبادتہائے او	مشتغل گشتہ بطاعتہائے او
ہم بامیدی مشرف میشوند	چند روزے در رکابش میدوند
خواہد آں رحمت بتابد بر ہمہ	بر بد و نیک از عموم مرحمہ
حق ہمی خواہد کہ ہر میر و اسیر	با رجا و خوف باشند و حذیر
ایں رجا و خوف در پردہ بود	تا پس ایں پردہ پروردہ بود
چوں دریدی پردہ کو خوف و رجا	غیب را شد کر و فرے بر ملا

فاش گویائی کرے ہے عیب کو	پھاڑتی ہے پردہ ہائے غیب کو
غیب تو مطلوب حق مدت سے ہے	راہ اس غماز کی تو روک دے
روک تو گھوڑے کو اخفا خوب ہے	زعم سے ہر ایک خوش اسلوب ہے
چاہتا ہے حق کہ نا امید بھی	اس عبادت سے نہ پھیریں وہ کبھی
ہوں مشرف ان عباتوں میں بھی وہ	اور شاغل ہوں اطاعت میں جو وہ
بھی مشرف ہوتے ہیں امید سے	چند روز اس کے ہیں ہمراہ دوڑتے
چاہتا ہے کہ ہو رحمت جملہ کو	بلکہ نیک و بد پہ رحم عام ہو
چاہتا حق ہے کہ ہر شاہ و گدا	پر حذر ہوں ور با خوف و رجا
یہ رجا و خوف در پردہ ہوا	پیچھے اس پردہ کے پروردہ ہوا
جب پھٹا پردہ کہاں خوف و رجا	غیب کا بس دبدبہ ظاہر ہوا

حکایت

حکایت

لہ سرکشوں کو الخ ۲ شعر سرکشوں کو دیکھ پاتے ہیں عذاب اور رکھ سر واللہ اعلم بالصواب یہ بات بے انتہا ہے تو اٹھ زید اور براق گفتگو کو قید کر یعنی اگر تو بہتر ہونا چاہتا ہے مرشد اختیار کر انجام خیر ہو آگے قصہ زید کا ہے فافہم ۱۲ سے فاش گویائی الخ اشعر گویائی عیب کو فاش کرتی ہے اور غیب کے پردوں کو پھاڑتی ہے غیب مطلوب حق کا مدت سے ہے تو راہ اس غماز نطق کی روک باگ گھوڑے کی اخفا خوب ہے اور گمان میں ہر ایک خوش ظن ہے حق چاہتا ہے کہ ناامید بھی اس عبادت سے منہ نہ پھیر دو اُن عبادت میں بھی مشرف ہوں اور ان اطاعت میں شاغل ہوں اور بھی مشرف ہوتے ہیں اُمید سے اور چند روز اس کے ہمراہ دوڑتے ہیں حق چاہتا ہے کہ رحمت سب کو ہو بلکہ نیک بد پر رحمت عام ہو حق چاہتا ہے کہ ہر شاہ و گدا پر خوف و رجا ہو یہ رجا و خوف در پردہ ہوتا پیچھے اُس پردے کے پروردہ ہوا جب وہ پردہ پھٹا کہاں خوف و رجا اور غیب کا بس دبدبہ ظاہر ہوا یعنی پردہ خوف و رجا کا واسطے پرورش کے ہے اور جبکہ پردہ دور ہوا تو پھر خوف و رجا کہاں رہا اور دبدبہ غیب کا ظاہر ہوا یعنی وہ کسی سے نہ ڈرے گا اور سب اُس سے ڈریں گے چنانچہ اس کی مثال میں قصہ سلیمان علیہ السلام کا مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

بر لب جو بُرد ظنّے یک فتے
کہ سلیمان ست ماہی گیر ایے

گر ویست این از چہ فردست و خفی
ورنہ سیمائے سلیمانیش چیست

اندرین اندیشہ میبود او دو دل
تا سلیمان گشت شاہ مستقل

دیو رفت از ملک و تخت او گریخت
تیغ بختش خون آن شیطان بریخت

کرد در انگشت خود انگشتری
رفت اندیشہ و گمانش یکسری

وہم آن گاہست کو پوشیدہ است
این گمان خود از پے نادیدہ است

شد خیال غائب اندر سینہ زفت
چونکہ شد حاضر خیال او برفت

گر سحاب نور رتے باریدنی ست
ہم زمین تا ربے بالیدنی ست

گرچہ ہست اظہار کردن ہم کمال
می رہاند جانہا را از خیال

لیک یک در صد بود ایمان بالغیب
نیک دان و بگذر از تزویر و ریب

یؤمنون بالغیب میباید مرا
زان ببستم روزن فانی سرا

چون شگافم آسمان را در ظہور
چون بگویم ہل تری فیہا فطور

تا درین ظلمت تحری می کنند
ہر کسے رو جانبے می آورند

مدتے معکوس باشد کار ہا
شحنہ را دزد آورد بر دار ہا

تا کہ بس سلطان و عالی ہمتے
بندۂ بندہ خود آید مدتے

اک جوان کو آیا دریا پر گمان[ل]
کہ سلیمان ہے یہ ماہی گیر یاں

گر وہی ہے فرد اور مخفی ہے کیوں
ورنہ پیشانی سلیماں کی ہے کیوں

بس اسی اندیشہ میں تھا وہ دو دل
تا سلیمان شاہ ہوا پھر مستقل

دیو بھاگا اُنکے ملک تخت سے
مارا اُسکو ان کے تیغ بخت نے

پہنی جو انگشت میں انگشتری
بس گیا اسکا گمان کہتری

وہم ہے اُس دم کہ پوشیدہ ہے وہ[عہ]
یہ گمان ہے اُسکو نادیدہ ہے جو

بس خیال غائب اندر دل کے تھا
جو ہوا حاضر خیال اُس کا گیا

نور کا گر ابر برسے ہے نہیں
بھی نہیں بڑھتی ہے یہ تیرہ زمیں

گرچہ ہے اظہار کرنے میں کمال
اور جانوں سے چھڑاتا ہے خیال

لیک سو میں ایک ہو ایمان بالغیب
نیک جان اور چھوڑ تو مکر و فریب

یؤمنون[عہ] بالغیب ہمکو چاہیے
بند اس گھر کا کیا اور اس لیے

جو میں پھاڑوں آسمان یوم النشور
کیوں کہوں پھر ہل تری[عہ] فیہا فطور

تا کہ ظلمت[عہ] میں تحری کرتے ہیں
اور ہر اک جانب کو وہ ہم پھرتے ہیں

ایک مدت کام ہو برعکس حال
چور کی جا دار پر ہو کوتوال

تا کہ سلطان اور عالی ہمتاں
اپنے بندے کے ہوں بندہ اک زماں

ل اک جوان کو الخ ۵ شعر ایک جوان کو دریا پر گمان آیا کہ ماہی گیر سلیمان علیہ السلام ہے یہاں اگر وہی ہے تو تنہا و پوشیدہ کیوں ہے ورنہ پیشانی سلیمان کی کیوں ہے پس اسی اندیشے میں دو دل تھا یہانتک کہ سلیمان بادشاہ مستقل ہوا دیو ان کے ملک تخت سے بھاگا انکی تیغ بخت نے اسکو مارا جبکہ انگشت میں انگشتری پہنی وہ گمان اُس شخص کا دور ہوگیا آگے مولانا اسکے حقایق بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ عہ وہم ہے اسدم الخ ۲ شعر اُس دم تک وہم ہے کہ وہ پوشیدہ ہے اور یہ گمان اسکو جب تک ہے کہ نہیں دیکھا ہے دل میں خیال غائب تھا جبکہ حاضر ہوا وہ خیال اُسکا گیا یعنی خیال غائب کا ہوا کرتا ہے جبکہ وہ حاضر ہوتا ہے تو خیال دور ہوجاتا ہے اگر نور کا ابر برسا زمین تیرہ بھی بڑھتی نہیں ہے یعنی اگر نور شہود یقین حاصل نہ ہووے بحر العلوم آگے حقایق بیان فرماتے ہیں اگرچہ ظاہر کرنے میں کمال ہے اور جانوں کو چھڑاتا ہے خیال سے لیکن ایک ایمان بغیب کے برابر ہوتا ہے اس بات کو خوب جان اور مکر و فریب چھوڑ دے یعنی اگرچہ اظہار راز میں کمال ہے اور ہدایت لوگوں کو ہوتی ہے مگر ایک ایمان بالغیب برابر سو شہود کے ہے کیونکہ کمال ایمان بالغیب ہے نہ ایمان بعد شہود کے ہم کو یؤمنون بالغیب چاہیے اسلیے اس گھر کا دروازہ بند کیا ہے یعنی ایمان لاؤ تم غیب پر پہاڑوں آسمان کو قیامت کے دن پھر کیوں کہوں ہل تری فیہا من فطور یعنی آیا دیکھتا ہے تو اس میں نقصان یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایمان غیب میں لاؤ تم اور قیامت کے دن جب پردہ اُٹھیگا تو ایمان دیکھ کر لانا قبول نہ ہوگا پس یہ دنیا غیب ہے اس جائے غیب میں حق پر ایمان لانا مقبول ہے اور اس عالم میں کہ جائے حضور ہے ایمان درست نہیں کیونکہ دیکھ کر ایمان ہر ایک لائیگا چنانچہ اس کا حال مثال میں مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ عہ تا کہ ظلمت میں الخ ۳ شعر تا کہ ظلمت میں تحری کرتے ہیں اور ہر ایک طرف کو مردم سوئے قبلہ پھرتے ہیں ایک مدت کام برعکس ہو چور کی جگہ کوتوال دار پر ہو یعنی جان بجائے نفس امارہ کے رنج میں رہے تا کہ بادشاہ عالی ہمت ایک زمانہ تک اپنے بندے کے بندی میں ہوویں یعنی بادشاہ عقل اہل دنیا کے اپنے بندہ نفس کے مطیع رہیں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ عہ ایمان لاؤ تم غیب پر ۱۲ عہ آیا دیکھتا ہے تو اسمیں نقصان ۱۲

بندگی در غیب آید خوب وکش — حفظ غیب آید در استعباد خوش
گو که مدح شاه گوید پیش او — تا که در غیبت بود او شرم رو
قلعه داری کز کنار مملکت — دور از سلطان و سایهٔ سلطنت
پاس دارد قلعه را از دشمنان — قلعه نفروشد بمال بیکران
غائب از شه درکنار ثغرها — ہمچو حاضر او نگه دارد وفا
نزد شه بهتر بود از دیگران — که بخدمت حاضر اند و جانفشان
پس بغیبت نیم ذره حفظ کار — به که اندر حاضری آن صد هزار
طاعت و ایمان کنون محمود شد — بعد مرگ اندر عیان مردود شد
چونکه غیب و غائب و روپوش به — پس دہان بربند و لب خاموش به
ای برادر دست دار از سخن — خود خدا پیدا کند علم لدن
بس بود خورشید را رویش گواه — ای شی اعظم الشاهد آگه
نے بگویم چون قرین شد در بیان — هم خدا و هم ملک هم عالمان
یشهد الله والملک واهل العلو — انه لا رب الا من یدوم
چون گواهی داد حق که بد ملک — تا شود اندر گواهی مشترک
زانکه شعشاع حضور آفتاب — برنتابد چشم و دلهای خراب

بندگی ہوتی ہی بہتر غیب میں — حفظ غیب اچھا ہی دوری میں ہیں
کون کرتا مدح شہ کے سامنے — تاکہ غیبت میں ہو شرم زبس تمسے
قلعہ دار اک سرزمیں ملک پے — دور ہو وے سلطنت اور شاہ سے
نگہ رکھے دشمنوں سے قلعہ کو — مال بیحد سے نہ بیچے قلعہ وہ
غیبت شہ میں وہ سرحد پر سدا — مثل حاضر کے کرے ہر دم وفا
شاہ بہتر جانے اُسکو اوروں سے — خدمت شہ میں کہ جو حاضر رہے
غیب میں بس نیم ذرہ حفظ کار — بہتر اُس سے کہ حضوری میں ہزار
طاعت و ایمان اب محمود ہے — بعد مرنے کے کرے مردود ہے
جو کہ غیب اور غائب اب بہتر ہوا — کر زباں بند اور لب اے دلربا
اے برادر چھوڑ دے اب تو سخن — خود خدا پیدا کرے علم لدن
بس ہی منہ خورشید کا اپنا گواہ — اے شی اعظم الشاہد آگه
نے کہوں میں کیوں شریک اندر بیاں — ہم خدا و ہم ملک ہم عالماں
یشهد الله والملک واهل العلو — انه لا رب الا من یدوم
جب گواہی حق نے دی پھر کیا ملک — تا گواہی میں وہ ہووے مشترک
اسلیے کہ روشنی آفتاب — بس نہ دیکھے آنکھ دلہاے خراب

سلہ بندگی ہوتی الخ ۔ شعر کیونکہ بندگی غیب میں بہتر ہوتی ہے اور حفاظت غیب کی اچھی ہے دوری میں کون تعریف کرتا ہے بادشاہ کے روبرو تاکہ غیب میں بہت شرم ہے چنانچہ اس کی مثال مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ قلعہ دار الخ ۔ شعر جیسے ایک قلعہ دار سرزمین ملک میں شاہست اور بادشاہ سے دور رہو اور دشمنوں سے نگاہ رکھے قلعہ کو اور مال بیحد کے عوض قلعہ کو نہ دے اور بادشاہ کی غیبت میں وہ ہمیشہ سرحد پر مثال حاضروں کے ہر دم وفاداری کرے شاہ اُس کو بہتر جانے اوروں سے جو کہ خدمت شاہ میں حاضر ہیں غیب میں حفظ کا نیم ذرہ بہتر ہے اس سے کہ حضوری میں سو ہزار ہو ایمان اور طاعت اب محمود ہے اور بعد مرنے کے مردود ہے آگے قول جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے فہم من فہم ۱۲ سلہ جو کہ غیب الخ ۔ شعر جو کہ غیب و غائب اب بہتر معلوم ہوا لب اور زبان کو اپنی بند کر یعنی حضور فرماتے ہیں کہ اے زید ان مثالوں سے جبکہ غیب و غائب بہتر ہوا تو اپنی زبان کو راز گوئی سے بند کر چنانچہ حقایق زبان بند کرنے کے مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ اے برادر الخ ۔ شعر اے برادر چھوڑ اظہار راز الٰہی کو کہ خود خدا پیدا کرے گا علم لدنی کو کہ منہ خورشید کا خود اپنا گواہ ہے ترجمہ کون سی شے بڑی ہے گواہی اللہ سے آگے سوال مقدر مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ نے کہوں میں الخ ۔ شعر میں نہیں کہتا ہوں کہ کیوں بیان میں شریک ہیں ہم خدا و ملک و ہم علما ترجمہ گواہی دیتا ہے اللہ اور فرشتے اور علما کہ نہیں ہے پروردگار مگر وہ کہ باقی و دائم ہے جب گواہی حق نے دی پھر کس واسطے فرشتے گواہی میں شریک ہوتے ہیں آگے اس کا جواب ہے فافہم ۱۲ سلہ اس لیے کہ الخ ۔ شعر یہ شرکت اس لیے ہے کہ روشنی آفتاب کی نہیں دیکھی ہے چشم اور دل خراب نے گو مثال اس کی ہے فافہم ۱۲ عہ کون سی شے بڑی ہے گواہی اللہ سے ۱۲ عہ گواہی دیتا ہے اللہ اور فرشتے اور علما ۱۲ سلہ کہ نہیں ہے پروردگار مگر وہ کہ

چوں خفاشے کو تفت خورشید را
بر نتابد بگسلد امید را

پس ملایک را چو ماہاں باز داں
جلوہ گر خورشید را بر آسماں

کایں ضیا ما ز آفتابے یافتیم
چوں خلیفہ بر ضعیفاں تافتیم

چوں مہ نو یا سہ روزہ یا کہ بدر
مرتبہ ہر یک جدا در نور و قدر

ز اجنحہ نور ثلاث اور رباع
بر مراتب ہر ملک آں شعاع

ہمچو پر ہائے عقول انسیاں
کہ بسے فرقستشاں اندر میاں

پس قرین ہر بشر در نیک و بد
آں ملک باشد کہ مانندش بود

چشم اعمش نور خور چوں بر نتافت
اختر او را شمع شد تا رہ بیافت

کیونکہ چمگادڑ چمک خورشید کو
جو نہ دیکھے چھوڑ دے امید کو

مثل ماہوں کے فرشتے جان لے
آسماں پر جلوہ گر خورشید سے

ہم نے لی یہ روشنی خورشید سے
جوں خلیفہ چمکیں ہم مخلوق پے

بدر کے مانند ہو یا ماہ نو
مرتبہ ہر اک بقدر نور ہو

نور سے اجنحہ ثلاث و رباع
ہر ملک را مرتبہ با نور شعاع

عقل انسانوں کی مثل پر کے ہی
فرق ان کے درمیاں از بس کہے

ہر بشر کے پاس ہیں ہر حال میں
وہ فرشتے جو کہ مانند اسکے ہیں

آنکھ چندھی جو نہ خور کو پا سکے
اختر اسکی شمع ہے تا رہ ملے

گفتن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مر زید را کہ ایں سر را فاش نگہدار

فرمانا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا زید کو کہ اس سے زیادہ بھید مت ظاہر کر

گفت پیغمبر کہ اصحابی نجوم
رہرواں را شمع و شیطاں را رجوم

ہر کسے را گر بدے آں چشم و زور
کو گرفتے ز آفتاب چرخ نور

کے ستارہ حاجتستے اے ذلیل
کہ بدے بر نور خورشید او دلیل

ہیچ ماہ و اخترے حاجت نبود
کہ بود بر آفتاب حق شہود

بولے پیغمبر کہ اصحابی نجوم
سالکوں کو شمع شیطاں کو رجوم

ہر کسی کو ہوتا گر وہ چشم و زور
آفتاب چرخ سے لیتا وہ نور

ہوتی کب اختر کی حاجت اے ذلیل
کہ وہ ہو خورشید کے اوپر دلیل

ماہ اختر کی نہ حاجت اسکو ہو
کہ شہود آفتاب حق جسے ہو

۱ کیونکہ چمگادڑ الخ ۳ شعر کیونکہ چمگادڑ جو خورشید کو نہ دیکھے تو امید کو چھوڑ دے تو مثل ماہوں کے فرشتوں کو جان لے کہ آسمان پر جلوہ گر ہیں خورشید سے قول ماہوں کا آگے ہے ہم نے یہ روشنی خورشید سے لی ہے مثل خلیفہ کے ہم مخلوق پر چمکیں آگے مولانا حقایق اس کے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۲ بدر کے مانند الخ ۵ شعر منزل بدر کے یا ماہ نو کے ہو مرتبہ ہر ایک کا اس کے نور کی مقدار ہو تو جمہ نور سے صاحب بازو نور کے تین تین چار چار ہیں پس عقل انسانوں کی مثل پر کے ہے اور ان کے درمیان فرق از بس دکھائی دیتا ہے ہر ایک بشر کے پاس ہر حال میں وہ فرشتے ہیں جو ان کے مانند ہیں یعنی جیسی روح ویسے فرشتے نقل مشہور ہے جو آنکھ چندھی خورشید کو نہ پا سکے اسکے ستارے شمع ہیں کہ راہ پائی یعنی گواہی اللہ میں فرشتے و علماء سو اسطے شریک ہیں کہ جو چشم کہ خورشید حق کو نہ دیکھ سکے اولیاء اللہ کہ مثل ستاروں کے ہیں اُن کو راہ بتائیں جیسے شپرہ نور آفتاب سے محروم ہے تو انوار ستاروں سے راہ پاتے ہیں آگے تعلیم حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اسی خموشی میں فافہم ۱۲ ۳ بولے پیغمبر الخ ۴ شعر حضرت نے فرمایا کہ اصحابی کالنجوم یعنی اصحاب میرے ستارے ہیں سالکوں کو شمع اور شیطان کو رجوم یعنی تیر شہاب ثاقب ہیں اگر ہر کسی کو وہ چشم اور زور ہوتا کہ آفتاب چرخ سے نور لیتا کب حاجت ہوتی ہے اختر و ماہ کی نہ حاجت ہو کہ جس کو آفتاب حق کا شہود ہو باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

ماہ میگوید بابر و خاک و فی — من بشر بودم ولے یوحی الی
چون شما تاریک بودم در نہاد — وحی خورشیدم چنین نورے بداد
ظلمتے دارم بہ نسبت با شموس — نور دارم بہر ظلمات نفوس
زاں ضعیفم تا تو تابے آوری — کہ نہ مرد آفتاب انوری
ہمچو شہد و سرکہ درہم تافتم — تا سوے رنج جگر رہ یافتم
چوں ز علت وا رہیدی اے رہیا — سرکہ را بگذار و می خور انگبیں
تخت دل معمور شد پاک از ہوا — بروے الرحمن علی العرش استوا
حکم بر دل بعد ازیں بے واسطہ — حق کند چون یافت دل ایں رابطہ
ایں سخن پایاں ندارد زید کو — تا دہم پندش کہ رسوائی مجو
نیست حکمت گفتن ایں اسرار را — چوں قیامت میرسد اظہار را

ماہ کہتا ہی یہ ابر و خاک سے — میں بشر اک تھا ولے یوحی الی
میں تمہارے مثل تھا تاریک تن — مہر کی وحی نے دیا نور بدن
ظلمت اک رکھوں میں نسبت شمس کے — نور رکھوں بہر ظلمت نفس کے
تاب لائے تو ضعیف ہوں اسلیے — کہ نہ نور شمس کے لائق تو ہے
مثل شہد و سرکہ باہم میں ملا — تا سوے رنج جگر ہوؤں رسا
جبکہ علت سے تو فارغ ہوگیا — چھوڑ تو سرکہ کو اور بس شہد کھا
تخت دل معمور در اُس سے ہوا — اسپہ الرحمن علی العرش استوا
حکم دل پر بعدہ بے واسطہ — حق کرے جو پائے یہ دل رابطہ
یہ سخن بیحد ہی زید اب ہے کہاں — پند دوں تا ہو نہ رسوائے جہاں
ہے نہ حکمت کہنا اہل اسرار کو — کیونکہ آتا حشر ہے اظہار کو

رجوع بحکایت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رجوع طرف حکایت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زید را اکنوں نیابی کو گریخت — جست از صف نعال و نعل ریخت
تو کہ باشی زید ہم خود را نیافت — ہمچو اختر کہ برو خورشید تافت
نے ازو نقشے بیابی نے نشاں — نے کہے یابی نہ راہ کہکشاں

زید بھاگا اب تو کب پائے اُسے — وصف بشری کی جھٹا وہ قید سے
تو ہی کیا خود کو نہ پایا زید نے — جیسے اختر چھپ گیا خورشید سے
کچھ نہ پائے اُسکا تو نقش و نشاں — نے تو پائے کہ نہ راہ کہکشاں

سلہ ماہ کہتا ہی الخ یہ شعر ماہ ابر اور خاک سے کہتا ہے کہ میں ایک بشر تھا لیکن یوحی الی یعنی وحی آتی ہے میری طرف میں تمہارے مثل تھا تاریک تن آفتاب کی وحی نے دیا مجھ کو نور بدن نسبت شمس کے میں ظلمت رکھتا ہوں اور واسطے نفس کے نور رکھتا ہوں میں ضعیف ہوں اسلیے کہ تو تاب لائے کیونکہ نور شمس کے لائق نہیں ہے یعنی جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے اصحابوں کو ستارہ فرمایا ہے تو ذات حق تعالیٰ آفتاب اور حضور ماہتاب اور اولیا ستارے ہیں اگرچہ ماہتاب بظاہر ہمرنگ ستاروں کے ہے لیکن معنی نور آفتاب کا رکھتا ہے روشنی ماہ سے راہ پاتا ہے اور جو تاب ماہ کی نہیں لاتا ہے وہ روشنی ستاروں سے راہ پاتا ہے اس لیے حق تعالیٰ نے حضور کو بصورت بشر پیدا کیا ہے کہ ہر ایک اپنی جنس جان کر راہ پائے چنانچہ اس کا حال مثال میں آگے مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ مثل شہد الخ یہ شعر ہیں مثل شہد اور سرکہ کے باہم ملا ہوں تاکہ بیماری جگر میں پہونچوں جبکہ بیماری سے تو فارغ ہوا سرکہ کو چھوڑ اور شہد کو کھا یعنی میں بشریت و الٰہیت سے ملا ہوں واسطے مریضان تیرہ دل کے جبکہ تو مجھ سے ہدایت یاب ہوا میری بشریت کو نہ دیکھ اور الٰہیت سے میری نفع پا تخت دل اور حرص ال سے کس لیے دور ہوا اسپر الرحمن علی العرش استوی ہو یعنی ضرور کہ رحمن اوپر عرش کے برابر ہو یعنی دل عرش ہو کہ نزول حق تعالیٰ اُسپر فرمانا ہے بعدہ دل پر بے واسطہ حق حکم کرے جو دل کو یہ رابطہ پائے ایسے ایسے دل پر احکام الٰہی جاری ہو وینگے بات یہ بیحد ہے زید اب کہاں ہی نصیحت کروں تا کہ رسوائے عالم نہ ہو کہ حکمت نہیں ہے اس بھید کو کہنا کیونکہ حشر آتا ہے اظہار کو یعنی اے زید تو اظہار الٰہی ظاہر نہ کر کہ روز حشر خود سب کوں پر کھل جاویگا چنانچہ اسکا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ زید بھاگا الخ یہ شعر زید بھاگا اب تو اُسے کب پائے وہ صفت بشری کی قید سے چھٹا تو کیا ہے خود کو زید نے نہ پایا جیسے اختر خورشید سے چھپ گیا کچھ اسکا نقش و نشان تو نہ پائے ورنہ تو وہ پائے اور نہ راہ کہکشاں پائے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

شد حواس و نطق بے پایان ما — محو نور دانش سلطان ما
حسہا و عقلہاشان در درون — موج در موج لدینا محضرون
شب چو آمد باز وقت بار شد — انجم پنہان شدہ در کار شد
خلق عالم جملگی بیہش شوند — پردہ ہا بر رو کشند و بغنوند
صبح چون دم زد علم افراشت خور — ہر تنے از خوابگہ بر داشت سر
بیہشان او داد بر حق ہوشہا — حلقہ حلقہ حلقہ ہا در گوشہا
پاے کوبان دست افشان در ثنا — نازنازان ربنا احییتنا
آن جلود و آن عظام ریختہ — فارسان گشتہ غبار انگیختہ
جملہ آیند از عدم سوے وجود — در قیامت ہم شکور و ہم کنود
سر چہ می پیچی چہ نا دیدہ — در عدم زاول نہ سر پیچیدہ
در عدم افشردہ بودی پاے خویش — کہ مرا کہ بر کند از جاے خویش
می نبینی صنع ربانیت را — کہ کشید آن موے پیشانیت را
تا کشیدت اندرین انواع حال — کہ نبودت در گمان و در خیال
آن عدم او را ہمارہ بندہ است — کارکن دیوا سلیمان زندہ است
دیو میسازد جفان کالجواب — زہرہ نے تا دفع گوید یا جواب

پس ہمارا نطق حس بے انتہا — محو نور عقل اس شہ کا ہوا
انکی حسین اور عقلیں اندرون — موج در موج لدینا محضرون
رات آئی کام کو وقت آگیا — انجم پنہاں نے کام اپنا کیا
خلق عالم سارا اب بیہوش ہو — منہ پہ چادر ڈال کے سو جائیں وہ
ہوگئی جو صبح نکلا آفتاب — ہوگئے بیدار تن اور دفع خواب
ہوشیار اللہ بیہش کو کرے — حلقہ حلقہ حلقہ کانوں میں پڑے
ناچیں کودیں اور کریں حمد و ثنا — کہویں عارف ربنا احییتنا
وہ جو دو استخواں بکھرے جو تھے — خاک اڑانیوالے گھوڑے ہوگئے
سب یہ تن آئیں عدم سے وہ سبھی — روز محشر کو سعید اور ہم شقی
کس لیے سر پھیرے نادیدہ بنے — نے عدم میں پھیرا سر اول سے کیوں
رحم مادر میں سمیٹے پاؤں تھے — کہ نکالے مجکو کون اس جائے سے
تو نہ دیکھے صنعت اللہ نے — بال سر کے کس طرح کھینچے ترے
تجکو کھینچا ہر طرح کی حال میں — کہ نہ تھا تیرے گمان و خیال میں
ویسے ہی بندہ عدم ہے اسکا پر — ہے سلیمان زندہ دیو اکام کر
دیو کرتے تھے جفان کالجواب — اور نہ تھی بس طاقت دفع و جواب

لہ پس ہمارا الخ شعر یعنی ہمارا حس و نطق بے انتہا نور عقل شاہ میں محو ہوا انکی حسیں اور عقلیں اندرون موج در موج لدینا محضرون یعنی ہمارے ہاتھ میں حاضر ہیں یعنی حسیں اور عقلیں عارفوں کی خدا کے دست قدرت میں حاضر ہیں شب ہوئی کام کا وقت آگیا ستاروں پوشیدہ نے اپنا کام کیا یعنی شب نیا آئی اور عارفین نے کام اپنا شروع کیا خلق جہاں کی تمام بیہوش ہوئی اور منہ پر چادر ڈال کر سو گئی جبکہ صبح ہوئی آفتاب نکلا بیدار تن ہوئے اور خواب گئی حق بیہوش کو پھر ہوشیار کرے حلقہ حلقہ کانوں میں پڑے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ۵۲ ناچیں کودیں الخ شعر ناچیں کودیں اور حمد و ثنا کریں اور عارف کہیں ربنا احییتنا یعنی اے رب ہمارے تونے زندہ کیا ہم کو وہ وجود اور استخواں جو بکھرے تھے خاک اڑانے والے ہوگئے یعنی عارفوں کو بعد مردن یہ سیر و گشت حاصل ہوا اور تن کی جانب وہ سبھی آئیں روز محشر کو ہم سعید و ہم شقی کے لیے تو سر پھیرے اور نادیدہ بنے عدم میں اول سے تو نے نہیں سر پھیرا ہے رحم مادر میں سمیٹے پاؤں تھے کہ مجھ کو کون نکالتا ہے اس جا سے تو نہیں دیکھتا ہے کہ صنعت اللہ نے تیرے سر کے بال کس طرح کھینچے تجھ کو کھینچا ہر طرح کے حال میں کہ تیرے گمان و خیال میں نہ تھا یعنی حق تعالے ایسا قادر ہے کہ اس طرح عدم سے لاتا ہے اور پھر لے جاتا ہے چنانچہ اس کا حال مثال میں مولانا آگے فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵۳ ویسے ہی بندہ الخ شعر ویسے ہی بندہ عدم بھی اس کا ہے سلیمان زندہ ہے لے دیو کام کر دیو کرتے تھے جفان کالجواب یعنی پیالے مانند حوضوں کے اور طاقت دفع اور جواب کی نہ تھی یعنی اے منکر اسی طرح عدم بھی بندہ اس کا ہے پس خدا موجود ہے اے دیو منکر تو کام کرے جا جیسے دیو سلیمان علیہ السلام کا کام کرتے تھے یعنی تالاب کھودتے تھے نگین بناتے تھے یعنی تصویر گر متے تھے اس آیت مذکورہ سے واضح ہوا کہ دیو تصویریں انبیاء علیہم السلام کی حالت عبادت کی بناتے تھے کہ تا مردم اُن تصویروں کو دیکھ کر عبادت کریں پس اس وقت میں تصویریں بنانا جائز اور درست تھیں بحر العلوم ۱۲ عہ ہمارے حضرت میں حاضر ہوں ۱۲ عہ اے رب ہمارے زندہ کیا تونے ہم کو ۱۲ عہ پیالے مانند حوضوں کے ۱۲

خویش را بین چون ہمی لرزی ز بیم ۔ مر عدم را نیز لرزان بین مقیم
ور تو دست اندر مناصب میزنی ۔ ہم ز ترس ست آنکہ جانے میکنی
ہر چہ جز عشق خدائے احسن ست ۔ گر شکر خواریست آں جاں کندن ست
چیست جاں کندن سوئے مرگ آمدن ۔ دست در آب حیاتے نازدن
خلق را دو دیدہ در خاک ممات ۔ صد گماں دارند در آب حیات
جہد کن تا صد گماں گردد نود ۔ شب برو ور تو بخسپی شب رود
در شب تاریک جو آں روز را ۔ پیش کن آں عقل ظلمت سوز را
در شب بدرنگ بس نیکی بود ۔ آب حیواں جفت تاریکی بود
سر ز خفتن کے تواں برداشتن ۔ با چنیں صد تخم غفلت کاشتن
خواب مردہ لقمہ مردہ یار شد ۔ خواجہ خفت و دزد شب در کار شد
تو نمیدانی کہ خصمانت کے اند ۔ ناریاں خصم وجود خاکی اند
نار خصم آب و فرزندان اوست ۔ ہمچنانکہ آب خصم جان اوست
آب آتش را کشد زیرا کہ او ۔ خصم فرزندان آب ست و عدو
بعد ازاں ایں نار نار شہوت ست ۔ کاندرو اصل گناہ و زلت است
نار بیرونی بآبے بفسرد ۔ نار شہوت تا بدوزخ می برد

دیکھ خود کو کس طرح ڈرتا ہی تو ۔ ایسے ہی ڈرتا عدم ہی آپ کو
اور اگر منصب کو اب لیتا ہی تو ۔ خوف سے بھی جاں کنی کرتا ہے تو
جو سوائے عشق حق بہتر دکھے ۔ گر شکر کھائے تو جاں کندن کہے
جاں کنی کیا جانا ہے مرگ کے ۔ آب حیواں کو نہ لینا ہاتھ سے
خلق تکتی ہی سوئے خاک ممات ۔ سو گماں رکھتی ہی پہ آب حیات
کر تو کوشش سو گماں کم ہوویں ۔ شب کو تو چل گر تو سویا شب کٹے
تیرہ شب میں ڈھونڈھ تو اس روز کو ۔ پیشوا کر عقل ظلمت سوز کو
اس شب بدرنگ میں نیکی ملے ۔ آب حیواں خفیہ تاریکی میں ہے
کب اٹھا سکتا ہے سر کو خواب سے ۔ باوجود اسکے وہ سو غفلت رکھے
خواب مردہ لقمہ مردہ سے ملا ۔ خواجہ سویا دزد شب نے سب لیا
تو نہ جانے کون ہیں دشمن ترے ۔ خاکیوں کے ناری دشمن جسم کے
نار دشمن آب و فرزند اسکے کی ۔ جیسے آب اس سے رکھے ہی دشمنی
آب آتش کو بجھائے کیونکہ وہ ۔ آب کے فرزند کی دشمن ہے جو
بعدہ یہ نار شہوت کی ہی نار ۔ کہ گنہ کی اصل اسمیں آشکار
نار باہر کی بجھے پانی سے ہی ۔ نار شہوت سے وہ دوزخ میں پڑے

سلہ دیکھ خود کو الخ یہ شعر تو خود کو دیکھ کہ کس طرح ڈرتا ہے ایسے ہی عدم آپ کو ڈرتا ہے مثال آگے بیان فرماتے ہیں اور اگر منصب کو تو اب لیتا ہے تو خوف سے بھی جانکنی کرتا ہے جو سوائے عشق حق کے بہتر معلوم ہوتا ہے وہ شکر کھانے جان کندنی کرتا ہے جان کندنی کیا ہے جانا طرف مرگ کے اور آب حیوان کو نہ لینا ہاتھ سے یعنی سوائے عشق حق کے لینا اور عشق حاصل نہ کرنا گویا جان کندنی ہے باقی حال اس کا آگے ہے فافہم

سلہ خلق تکتی ہے الخ ۱۱ شعر خلق تکتی ہے طرف خاک ممات کے اور سو گمان اس پر رکھتی ہے آب حیات کا یعنی مخلوق لذائذ غذائے نفسانیہ کو چاہتی ہے اور اس پر گمان رکھتی ہے لذائذ روحانیہ کا یعنی عشق حقیقی کی تو کوشش کر کہ سو گمان تیرے کم ہوں شب کو چل اگر تو سوئے شب کٹے یعنی شب دنیا میں تو جہد کر اگر غافل رہا دنیا ہاتھ سے جائے تیرہ شب میں تو ڈھونڈھ اس نور کو اور پیشوا کر عقل ظلمت سوز کو یعنی دنیا میں دین کو حاصل کر تاکہ روشنی عقل کامل سے یہ ظلمت دنیا کی دور ہو اس شب بدرنگ میں تانیکی تجھے حاصل ہو کیونکہ آب حیوان تاریکی میں پوشیدہ ہے یعنی روشنی تاریکی میں ہوتی ہے پس روشنی باطن کو اس شب زنگ دنیا میں حاصل کر کب تو حجاب دنیا سے سر کو اٹھا سکتا ہے باوجودیکہ سو غفلت کو تو رکھتا ہے خواب مردہ تھی اور لقمہ مردہ سے ملا خواجہ سویا اور دزد شب سامان لے گیا یعنی ایک تو غافل تھا اور لذائذ دنیا میں پڑا اس کی مثال ایسی ہے کہ خواجہ سویا چور سامان لے گیا یعنی شیطان نور ایمان غفلت میں لے گیا تو نہیں جانتا ہے کہ تیرے دشمن کون ہیں خاکیوں کے ناری دشمن جسم کے ہیں نار دشمن آب اور اس کے فرزندوں کی ہے جیسے آب دشمن نار کا ہے آب آتش کو بجھائے کیونکہ آب کے فرزند کی وہ دشمن ہے یعنی دیو نفس دشمن جان کا ہے بعدہ یہ نار شہوت کی نار ہے کہ اصل گناہ اس میں آشکار ہے یعنی یہ نار خواہش نفسانیہ ہے نار باہر کی آب سے بجھتی ہے نار شہوت دوزخ میں لے جاتی ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

نار شہوت می نیاید اندر آب — زانکہ دارد طبع دوزخ در عذاب
نار شہوت کو بجھاتا کب ہے آب — کیونکہ رکھے طبع دوزخ کا عذاب

نار شہوت را چہ چارہ نور دین — نورکم اطفاء نار الکافرین
نار شہوت کی دوا ہے نور دین — نورکم اطفاء نار الکافرین

چہ کشد این نار را نور خدا — نور ابراہیم را ساز اوستا
کون مارے نار کو نور خدا — نور ابراہیم کو مرشد بنا

تا ز نار نفس چون نمرود تو — وارہد این جسم ہمچون عود تو
تاکہ نار نفس جوں نمرود سے — چھوٹے تیرا جسم مثل عود کے

نار پاکان را ندارد خود زیان — کے ز خاشاکے شود دریا نہان
نار پاکوں کو نہ کچھ تکلیف دے — کب خس و خاشاک سے دریا چھپے

ہر کہ تریاک خدا را بخورد — گر خورد زہرے مگویش کہ بمرد
جو کہ تریاق خدا کو کھائے ہے — زہر گر کھائے نہ وہ ہرگز مرے

خود کند رنجور را رنجور تر — وانکہ معمور ست زو معمور تر
پر کرے بیمار کو بیمار تر — اور رکھے آباد کو آباد تر

گر طبیبت گوید اے رنجور زار — از عسل پرہیز کن ہیں ہوشدار
گر طبیب تجکو کہوے اے مریض — شہد سے پرہیز کر اے حضیض

گر جوابش گوئی از جہل اے سقیم — کز چرا تو میخوری بے ترس و بیم
گر جواب اُسکے میں کہوے جہل سے — کسلیے کھاتا ہے تو بے خوف کے

گوید او در دل حکیم نکتہ دان — کج قیاسے کردہ چون ابلہان
دلمیں کہوے تجکو وہ اپنے حکیم — راہ کج رکھتا ہے یہ مرد الیم

در تو علت می فروزد ہمچو نار — ہیں مکن ہاں نار ہیزم را تو یار
تجھ میں بڑھتا ہی مرض مانند نار — مت کرے تو نار کا ہیزم کو یار

زین دو آتش خانہ ات ویران شود — قالب زندہ زو بے جان شود
تیرا گھر دو آگ سے ویران ہو — قالب زندہ ترا بے جان ہو

ور ترا نار ست ہست آن ہمچو نور — نار صحت در تن افزاید سرور
نار ہے تجھ میں اگر ہے مثل نور — نار صحت جسم میں رکھے سرور

نار صحت چون فزاید در وجود — بے زیان تن بود صد گونہ سود
نار صحت تن میں جو زیادہ ہے — نہ ضرر ہو تن کو بلکہ سو فائدے

شہوت ناری براندن کم نشد — آن بماندن کم شود بے ہیچ ہم
شہوت ناری نہ کم حرکت سے ہو — پر ہو کم رکھنے سے بے نقصان وہ

تا کہ ہیزم می نہی بر آتشے — کے بمیرد آتش از ہیزم کشے
جب تلک ہیزم رکھے تو آگ پے — آگ لکڑی ڈالنے سے کب بجھے

۱ نار شہوت الخ شعر نار شہوت کو آب کب بجھاتا ہے کیونکہ طبع دوزخ عذاب سے رکھتی ہے نار شہوت کی دوا تو نور دین ہے بموجب قول کے ترجمہ نور تمہارا بجھاتا ہے کافروں کی نار کو یعنی نار شہوت نفسانیہ بجز نور خدا کے کہ اثر پیر ہے نہیں بجھتی ہے بموجب قول مذکور کے نور خدا نار کو مارے تو نور ابراہیم کو مرشد بنا تاکہ نفس جوں نمرود سے تیرا جسم چھوٹے مثل چوب عود کے اور پاکوں کو نار کچھ تکلیف نہ دے جیسے خس و خاشاک سے کب دریا چھپتا ہے جو کوئی تریاق خدا کو کھاتا ہے اگر وہ زہر کھائے نہ ہرگز مرے لیکن بیمار کو اور بیماری زیادہ کرے اور آباد کو زیادہ آباد کرے مثال اس کی مولانا آگے بیان فرماتے ہیں تا فہم ۱۲ ۲ گر طبیب الخ ۸ شعر اے مریض اگر تجکو طبیب کہے کہ تو شہد سے پرہیز کر اگر اس کے جواب میں تو جہل سے کہے کہ بغیر خوف کے تو کس لیے کھاتا ہے تجھ کو وہ حکیم اپنے دل میں کہے کہ یہ مریض راستے کج رکھتا ہے تجھ میں مرض مانند نار کے بڑھتا ہے تو ہیزم کو یار نار کا مت کرے کہ تیرا گھر ان سے ویران ہوا اور قالب زندہ بے جان یعنی آتش مرض و حرارت شہد سے تیرا خانہ تن مردہ ہوا اگر تجھ میں نار ہے تو مانند نور کے ہے کیونکہ نار صحت جسم میں زیادہ ہے تو جسم کو ضرر نہ ہووے بلکہ سو فائدے ہو ویں شہوت ناری حرکت کرنے سے کم نہ ہو رکھنے سے وہ کم ہو بے نقصان کے یعنی نفس کاملوں کو زیادہ نفع دیتا ہے مثل حرارت صحت کے اور غافلوں کو مثل حرارت موذی کے نقصان دیتا ہے باقی حال اس کا آگے مولانا بیان فرماتے ہیں تا فہم ۳ جب تلک ہیزم الخ ا شعر جب تک تو ہیزم رکھے آتش پر تو آتش ہیزم ڈالنے سے کب بجھے باقی حال اس کا آگے ہے تا فہم ۱۲ ع ہ نور تمہارا بجھاتا ہے نار کافروں کو ۱۲۔

چونکہ ہیزم باز گیری نار مُرد زانکہ تقویٰ آب سوے نار برد
کے سیہ گردد ز آتش روے خوب کو نہد گلگونہ از تقوی القلوب

کھینچے جب ہیزم کو تو آتش بجھے کب سیہ ہو آگ سے بس روے خوب
کیونکہ تقویٰ آب آتش پر رکھے جو رکھے گلگونہ با تقوی القلوب

آتش افتادن در شہر ایام عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آگ لگنا شہر میں بعہد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آتشے اُفتاد در عہد عمرؓ ہمچو چوب خشک میخورد او حجر
در فتاد اندر بنا و خانہ ہا تا زد اندر پر مرغ و لانہ ہا
نیم شہر از شعلہ ہا آتش گرفت آب میترسید از ان و می شگفت
مشکہاے آب و سرکہ می زدند بر سر آتش کسان ہوشمند
آتش از استیزہ افزود می لہب میرسید او را مدد از صنع رب
خلق آمد جانب عمرؓ شتاب کآتش ما خود نمی میرد ز آب
گفت این آتش ز آیات خداست شعلہ از آتش بخل شماست
آب بگذارید و نان قسمت کنید بخل بگذارید اگر آن منید
خلق گفتندش کہ در بکشودہ ایم ما سخی و اہل فتوت بودہ ایم
گفت نان در رسم عادت دادہ اید از براے حق دری نکشادہ اید
بہر فخر و بہر بوش و بہر ناز نہ از براے ترس و تقویٰ و نیاز

عہد میں آتش لگی فاروقؓ کے مثل ہیزم خشک کے پتھر جلے
جلتے تھے دیوار اور در و مکاں جلتے تھے پر مرغ کے اور آشیاں
شہر آدھا آگ سے بس جل گیا پانی بس سے ڈرتا تھا اور بھاگتا
مشک سے پانی اور سرکہ ڈالتے آگ پر جو لوگ دانشمند تھے
آگ مگر تھی سعی سے تھی شعلہ زن ملتی تھی اسکو مدد از ذو المنن
خلق پاس آئی عمرؓ کے دوڑ کے کہ نہیں بجھتی یہ آتش آب سے
بولے یہ ہے آگ اسرار خدا شعلہ آتش تمہارے بخل کا
پانی چھوڑ دو اور کرو خیرات تم بخل چھوڑو مانو میری بات تم
خلق بولی کرتے ہیں خیرات ہم ہم سخاوت کرتے ہیں بخشش و کرم
بولے تم خیرات رسمی کرتے ہو تے خدا کیواسطے تم دیتے ہو
فخر جاہ و ناز کے تم واسطے نے نیاز و خوف تقویٰ کیلیے

۱ کھینچے جب الخ شعر جبکہ تو ہیزم کھینچے آتش بجھے کیونکہ تقویٰ آب آتش پر رکھتا ہے روے خوب کب آتش سے سیاہ ہو جو رکھے گلگونہ تقوی القلوب یعنی بچا اپنے دلونکو خواہشات سے یعنی آتش نفس کی ہیزم خواہشوں سے زیادہ ہوتی ہے جبکہ تو خواہشوں کو ترک کرے آتش نفس مردہ ہے کیونکہ تقویٰ آتش نفس کو مردہ کرتا ہے اور روے خوب اہل تقویٰ کا آتش نفس سے نہیں سیاہ ہوتا ہے کیونکہ آتش تقویٰ سے دفع ہوتی ہے چنانچہ مولانا مثال میں آگے ارشاد فرماتے ہیں فافہم
۲ عہد میں الخ دو شعر عہد میں عمر فاروقؓ کے آتش لگی اور سنگ جل چوب خشک کے جلتے تھے اور جلتے تھے در و دیوار اور مکان اور جلتے تھے پر مرغوں کے اور آشیانے شہر آدھا آگ سے جل گیا اور آب اس سے ڈرتا اور بھاگتا تھا مشکوں سے پانی اور سرکہ ڈالتے تھے آتش پر جو لوگ کہ دانشمند تھے آتش سعی کرنے سے اور شعلہ زن ہوتی تھی کہ اسکو مدد ملتی تھی حق سے مخلوق عمرؓ کی خدمت میں آئی دوڑ کر کہ یہ آتش آب سے نہیں بجھتی ہے فرمایا کہ یہ آتش اسرار خدا ہے اور تمہاری آتش بخل کا شعلہ ہے تم پانی چھوڑ دو اور خیرات کرو اور بخل چھوڑ دو میری بات کو مانو خلق نے کہا کہ ہم خیرات کرتے ہیں اور سخاوت کرتے ہیں نے بخشش و کرم یعنی شہر وجود میں جب آتش امراضی بخار کی لگتی ہے اور در و دیوار استخوان تن کے اُس سے جلتے ہیں آب دوا سے اور مشتعل ہوتی ہے کیونکہ وہ آتش شامت اعمال بخل سے شہروں میں لگی ہے پس صدقہ اور خیرات سے بجھتی ہے پس مولانا آتش بخل کا حال اس قصہ میں بیان فرماتے ہیں چنانچہ نتیجہ اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ ۳ بولے تم خیرات الخ ۲ شعر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم خیرات رسمی کرتے ہو خدا کے واسطے تم نہیں دیتے ہو تم فخر و جاہ اور ناز کیواسطے دیتے ہو نہ کہ نیاز و خوف اور تقویٰ کے واسطے آگے مولانا اس کے حقائق بیان فرماتے ہیں فہم من فہم ۱۲ —

مال تخم ست و بہر شورہ منہ	تیغ را در دست ہر رہزن مدہ
اہل دین را باز دان از اہل کین	ہمنشین حق بجو با او نشین
ہر کسے بر قوم خود ایثار کرد	کابلہ پندارد کہ او خود کار کرد

مال دانہ ہی نہ ہر شورہ میں بو	ہاتھ میں تلوار رہزن کے نہ دو
اہل کیں سے ڈھونڈھ اہل دین کو	دوست حق کو ڈھونڈھ اور اسکا دوست ہو
ہر کوئی بخشش کرے ہے قوم پے	جانے ابلہ ہی کہ بہتر کام ہے

خیو انداختن خصم بروے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ و انداختن آنحضرت شمشیر را از دست

تھوک ڈالنا دشمن کا اوپر روے پاک علی کرم اللہ وجہہ کے اور انکا تیغ پھینکنا ہاتھ سے

از علی آموز اخلاص عمل	شیر حق را دان منزہ از دغل
در غزا بر پہلوانے دست یافت	زود شمشیرے بر آورد و شتافت
او خیو انداخت بر روے علی	افتخار ہر نبی و ہر ولی
او خیو انداخت بر روے کہ ماہ	سجدہ آرد پیش او در سجدہ گاہ
در زمان انداخت شمشیر آن علی	کرد او اندر غزایش کاہلی
گشت حیران آن مبارز زین عمل	از نمودن عفو و رحم بے محل
گفت بر من تیغ تیز افراشتی	از چہ افگندی مرا بگذاشتی
آن چہ دیدی بہتر از پیکار من	تا شدی تو سست در اشکار من
آنچہ دیدی تا چنین خشمت نشست	تا چنین برقے نمود و باز جست

سیکھ علیؓ سے تو اخلاص عمل	شیر حق رکھتا نہیں نجل دغل
پہلوان پر غزوے میں غالب ہوئے	اور نکالی تیغ اسکو مارنے
پہلوان نے تھوکا بس سوے علیؓ	افتخار ہر نبی و ہر ولی
اسکے منھ پر تھوکا جسکو مہر و ماہ	سجدہ کرتے تھے سدا شام و پگاہ
پھینکدی اس دم علیؓ نے تیغ کو	اور رہے اندر غزا کے سست ہو
ہوگیا حیران بس وہ پہلوان	رحم و عفو بے محل انکے سے ان
بولا مجھ پر تیغ تم نے کھینچ کر	کسلیے پھینکی و چھوڑا میرا سر
دیکھا بہتر مارنے سے کیا مرے	جو ہوے تم سست میرے قتل سے
دیکھا کیا غصہ تمہارا جو گیا	یہ چمکی بجلی اسقدر ہوئی پھر فنا

لہ مال دانہ ہی الخ شعر مال تخم ہے ہر زمین شور میں نہ بو اور ہاتھ میں تلوار رہزن کے نہ دو اہل کینہ سے اہل دین کو ڈھونڈھو دوست حق کو ڈھونڈھو اور اسکا دوست ہو ہر ایک بخشش کرتا ہے اپنی قوم پر احمق جانتا ہے کہ یہ بہتر کام ہے یعنی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خیرات کھانیکو کرتے ہیں یہ مقبول نہیں ہے اور اس سے نفع بلا نہیں ہوتی ہر خاص خدا کیواسطے خیرات کرو کر دکھلاوے میں عاقل بخشش کرتے ہیں خواہشات نفسانی سے اور جانتے ہیں کہ ہم کام نیک کرتے ہیں جو کہ وہ فعل خدا کیواسطے نہیں معنی تابی سو اسیلے اثر مرتب اسکا نہیں ہوتا ہے پس جو کام تو کرے خدا کے واسطے کر اور خواہش نفسانی سے نہ کر چنانچہ اسکی مثال میں قصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ سیکھ علیؓ سے الخ یہ شعر علی کرم اللہ وجہہ سے تو سیکھ اخلاص عمل کیونکہ شیر حق نہیں کھتا ہے نجل و دغل ایک پہلوان پر غزوے میں آپ غالب ہوئے اور تلوار نکالی اسکے مارنیکو پہلوان نے تھوکا علی کی جانب کو جو افتخار ہر نبی اور ہر ولی تھے اسکے منھ پر تھوکا جسکو مہر و ماہ سجدہ کرتے ہیں صبح و شام و فتح ہے کہ موجودہ نسخوں میں ہر جگہ افتخار ہر نبی و ہر ولی لکھا ہوا ہے مگر مولانا بحر العلوم نے اس مصرع پر لکھا ہے کہ آن خیو انداخت بر روے علی - نسخے مختلف واقع است - در نسخہ قدیمہ این مصرع بعد این مصراع ہست کرد او اندر غزایش کاہلی - و در نسخہائے جدیدہ باین وش ہست افتخار ہر نبی و ہر ولی - لہذا شیخ افضل در بودن این مصراع از مولوی فلک کردہ ہیں سبب اسکے بعد تاویل کی ہے مگر میں نے ایک بہت قدیم نسخے میں دیکھا کہ بجاے نبی کے صفی ہے اور اس صورت میں پھر کسی تاویل وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے ۱۲ عبد الباری آسی سلہ پھینکدی الخ شعر اس دم حضرت علی نے تلوار پھینکدی اور اس غزا میں سست ہوگئے وہ پہلوان حیران ہوگیا رحم و عفو بے محل انکے سے پہلوان نے کہا کہ تیغ مجھ پر کسلیے کھینچکر پھینکدی اور سر کو میرے چھوڑ دیا کیا بہتر دیکھا میرے مارنے سے جو تم سست ہوگئے میرے قتل سے کیا تم نے دیکھا کہ غصہ تمہارا جاتا رہا اسقدر بجلی چمکی اور پھر فنا ہوگئی باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

آں چہ دیدی کہ مرا زاں عکس دید — در دل و جاں شعلہا آمد پدید
دیکھا کیا کہ تیری عکس دید سے — دل و جان میں میرے جو شعلے اُٹھے

آں چہ دیدی بہتر از کون و مکاں — کہ بہ از جاں بود و بخشیدیم جاں
تم نے بہتر دیکھا کیا کونین سے — جان سے بہتر تھا کہ جاں بخشی مجھے

در شجاعت شیر ربانیستی — در مروت خود کہ داند کیستی
تم شجاعت میں ہو بس شیر خدا — کون جانے ہو مروت میں ہو کیا

در مروت ابر موسائی بہ تیہ — کامد از وے خوان و نان بے شبیہ
ابر موسیٰ ہو مروت میں کہ جو — تیہ میں دیتا تھا روٹی سبکو وو

ابرہا گندم دہد کاں را بجہد — پختہ و شیریں کند مردم چو شہد
ابر گندم دے ہی پھر اسکو بجہد — پختہ و شیریں کریں سب مثل شہد

ابر موسیٰ پر رحمت بر کشاد — پختہ و شیریں بے زحمت بداد
ابر موسیٰ از رہ رحمت اُڑا — پختہ و شیریں و بے زحمت دیا

از برائے پختہ خواران کرم — رحمتش افراخت در عالم علم
سفت خوراں کرم کے واسطے — رحمت اُسکی نے علم برپا کیے

تا چہل سال آں وظیفہ واں عطا — کم نشد یک روز زاں اہل رجا
ذو برس چالیس تک جود و عطا — کم ہوئی اہل جا پر نے ذرا

تا ہم ایشاں از خسیسے خاستند — گندنا و ترہ و خس خواستند
تاکہ وہ خست سے آمادہ ہوئے — گندنا بھاجی لگے وہ چاہنے

جملگی گفتند با موسیٰ ز آز — بقل و قثا و عدس سیر و پیاز
سب نے موسیٰ سے کہا با حرص و آز — بقل و قثا و عدس لسن پیاز

زاں گدا روئی و حرص آں ز شاں — منقطع شد من و سلویٰ ز آسماں
پس گدائی حرص انکی سے سدا — چرخ سے موقوف من سلویٰ ہوا

امت احمد کہ ہستند از کرام — ہست باقی تا قیامت آں طعام
امت احمد کہ ہیں اہل کرام — تا قیامت انکا ہے باقی طعام

چوں ابیت عند ربی فاش شد — یطعم و یسقی کنایت زاں شد
جو ابیت عند ربی کھل گیا — یطعم و یسقی کنا اُس سے تھا

ہیچ بے تاویل ایں را در پذیر — تا در آید در گلو چوں شہد و شیر
اس کو بے تاویل کرے تو قبول — مثل شیر اور شہد تجکو ہو حصول

زانکہ تاویل ست وا داد عطا — چونکہ بیند آں حقیقت را خطا
کیونکہ ہی تاویل سے رد عطا — جو کہ دیکھے اس حقیقت کو خطا

آں خطا دیدن ز ضعف عقل و است — عقل کل مغز ست و عقل جزو پوست
وہ خطا دکھتی ہے ضعف عقل سے — عقل کل کا مغز جزوی پوست ہے

خویش را تاویل کن نے اخبار را — مغز را بد گوے نے گلزار را
خود کو کر تاویل تے اخبار کو — مغز کو بد جان نے گلزار کو

سلہ دیکھا کیا الخ یہ شعر کیا تم نے دیکھا کہ عکس دید تھارے سے میرے دل و جان میں شعلے اُٹھے کیا بہتر تم نے دیکھا کونین سے اور جان سے بہتر تھا کہ جان مجھے بخشی تم شجاعت میں شیر خدا ہو کون جانے کہ مروت میں کیا ہو تم مروت میں ابر موسیٰ ہو کہ جو تیہ میں سب کو روٹی دیتا تھا یعنی موسیٰ علیہ السلام جو تیہ میں قوم کے ساتھ پھنس گئے بحکم خدا ایک ابر سایہ کرتا تھا اور من سلویٰ انکو دیتا تھا پس مولانا اسطرف اشارہ فرماتے ہیں کہ ابر مردم کو گندم دیتا ہے جہد سے تا پختہ و شیریں سب کریں مثل شہد کے ابر موسیٰ از رہ رحمت ابر پختہ و شیریں و بے زحمت انکو کھانا دیا اور واسطے سفت خوروں کرم کے اسکی رحمت نے علم برپا کیے چالیس برس تک وہ جود و عطا اہل جا پر ذرا کم نہ ہوئی یہانتک کہ خست پر آمادہ ہوئے اور گندنا و بھاجی ترکاری چاہنے لگے سب لے از راہ حرص کے موسیٰ علیہ السلام سے کہا جو حسب آیہ کریمہ من بقلہا و قثائہا و فومہا و عدسہا و بصلہا یعنی بھاجی و ککڑی اور گندم او لہسن اور پیاز وغیرہ انکی حرص و گدائی سے من سلویٰ چرخ سے آنا موقوف ہوا یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ مثل ایسے ابر موسیٰ علیہ السلام کے تھے کہ غذائے باطنی آسمان سے سب کو پہونچاتے تھے چنانچہ آگے امت محمدی کا بیان ہے فافہم سلہ امت احمد الخ یہ شعر امت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ اہل کرم ہیں تا قیامت انکی غذا باقی ہے جو حسب حدیث شریف کے یہ ظاہر ہو گیا یطعم و یسقی یعنی میں نے رات گذاری نزدیک رب اپنے کے کھلاتا و پلاتا ہے مجھکو پس یہ کنایہ غذا سے ہے یعنی وہ غذا باطنی ہی کہ بطفیل حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس امت مرحومہ کو حق سے بوسیلہ علی کرم اللہ وجہہ ملتی ہے اور تا قیامت جاری ہے تو اس کو بغیر تاویل کے قبول کرے کہ مثل شیر و شہد تجکو حصول ہو کیونکہ تاویل سے عطا رد ہوتی ہے جو کہ اس نے اس حقیقت کو خطا دیکھا ہے اور وہ خطا ضعف عقل سے دکھائی دیتی ہے عقل کل مغز ہے اور عقل جزوی پوست ہے تو خود کو بدل نہ حدیث کو اپنے مغز کو بد جان نہ گلزار کو یعنی درحقیقت وہ غذا اہل امت کو ملتی ہے تو کچھ عقل ناقص اپنی سے اس میں تاویلیں نہ کر آگے رجوع بقصہ ہے فافہم ۱۲ امہ خسب گذاری میں نے نزدیک رب اپنے کے ۱۲

اے علی کہ جملہ عقل و دیدۂ	شمۂ واگو ازاں چہ دیدۂ	اے علی بالکل تو عقل و دید ہے	کچھ تو کہہ جو کچھ ہوا ظاہر تجھے
تیغ علمت جاں ما را چاک کرد	آب علمت خاک ما را پاک کرد	تیری تیغ علم نے کی جان پاک	علم نے تیری کیا تن میرا چاک
باز گو دانم کہ ایں اسرار ہوست	زانکہ بے شمشیر کشتن کار اوست	پھر کہو تا سر ہو مجھ پر کھلے	مارنا بے تیغ اس کا کام ہے
صانع بے آلہ و بے جارحہ	واہب ایں ہدیہ ہائے رابحہ	صانع بے آلہ و بے دست و پا	بے عوض دیتا ہے یہ تحفے سدا
صد ہزاراں می چشاند روح را	کہ خبر نبود دل مجروح را	سیکڑوں تحفے چکھائے روح کو	نے خبر اس سے دل مجروح کو
صد ہزاراں روح بخشد ہوش را	کہ خبر نبود دو چشم و گوش را	روح دیتا ہے ہزاروں ہوش کو	نے خبر اس سے دو چشم و گوش کو
باز گو اے باز عرش خوش شکار	تا چہ دیدی ایں زماں از کردگار	پھر کہہ اے باز شکاری عرش کے	تو نے کیا دیکھا ہے اس دم یار سے
چشم تو ادراک غیب آموختہ	چشمہائے حاضراں بر دوختہ	سیکھا تیری آنکھ نے ادراک غیب	چشم حاضر کی سلیں از راہ عیب
آں یکے ماہی ہمی بیند عیاں	واں یکے تاریک می بیند جہاں	ایک دیکھے ماہ کو یاں پر عیاں	دوسرا تاریک دیکھے ہے جہاں
واں یکے سہ ماہ می بیند بہم	ایں سہ کس بہ نشستہ یک موضع نعم	تیسرا بس تین مہ دیکھے بہم	تینوں یہ بیٹھے ہیں اک جا زد و غم
چشم ہر سہ باز و گوش ہر سہ تیز	در تو آویزاں و از من در گریز	چشم تینوں کی کھلی اور تیز ہے	تجھ سے باہم مجھ سے وہ دوری رکھے
سحر عین است ایں عجب لطف خفی	بر تو نقش گرگ و بر من یوسفی	غیب کا جادو ہے یہ لطف خفی	تجھ پہ نقش گرگ مجھ پہ یوسفی
عالم ار ہجدہ ہزار ست و فزوں	ہر نظر را نیست ایں ہجدہ زبوں	ہیجدہ عالم ہے یہ بلکہ فزوں	ہر نظر میں ہیجدہ نے ہے زبوں
باز بکشا اے علی مرتضے	اے پس سوء القضا حسن القضا	کھول یہ بھید اے علی مرتضے	اے پس سوء القضا حسن القضا
یا تو واگو آنچہ عقلت یافتست	یا بگویم آنچہ بر من تافتست	یا تو کہہ جو دیکھا تیری عقل نے	یا کہوں میں جو کہ چمکا مجھ سے ہے
از تو بر من تافت چوں داری نہاں	می فشانی نور چوں مہ بے زباں	تجھ سے مجھ پر چمکا مت رکھ تو نہاں	جیسے ڈالے نور ماہ بے زباں

سلہ اے علی الخ۔ اشعر اے علی تو بالکل عقل و دید ہے کچھ تو کہہ کہ جو تجھ کو ظاہر ہوا ہے تیری تیغ علم نے میری جان چاک کی اور تیرے علم نے میرا تن پاک کیا پھر کہو کہ بھید ہو کا مجھ پر کھلے مارنا بغیر تیغ کے اسکا کام ہے یعنی حق تعالے کہ صانع بے آلہ و بے دست و پا ہے اور بغیر عوض کے ہمیشہ تحفے دیتا ہے سیکڑوں تحفے روح کو چکھاتا ہے دل مجروح کو اس کی کچھ خبر نہیں اور ہزاروں روح ہوش کو دیتا ہے کہ چشم و گوش کو اس سے خبر نہیں پھر کہو اے باز شکاری عرش کے تو نے اس دم یار سے کیا دیکھا تیری آنکھ نے ادراک غیب کو سیکھا اور چشم حاضر کی سلیں ہیں از راہ غیبیا کے یعنی اے علیؓ تیری چشم وا ہیں دوسروں کی بند ہیں کہ راز غیب نہیں دیکھ سکتی ہیں ایک دیکھے ماہ کو عیاں دوسرا دیکھے جہان کو تاریک تیسرا دیکھے تین ماہ باہم کہ یہ تینوں اپنے چچا کے پاس ایک جا بیٹھے ہیں چشم تینوں کی تیز و کھلی ہیں وہ تجھ سے ملے ہیں اور مجھ سے دور ہیں یعنی وہ پہلوان علی کرم اللہ وجہہ سے یہ کہتا ہے کہ دنیا میں تین شخص ہیں ایک تو وہ ذات حق کو مشاہدہ کرتا ہے دوسرا محجوب ہے تیسرا تین ماہ یعنی ذات و صفات اور افعال حق کو مشاہدہ کرتا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ ایک دیکھنے والا ماہ کا مسلمان اور وہ دوسرا تیرہ جہان کا دیکھنے والا منکر ربانیت اور تیسرا تین ماہ دیکھنے والا نصاری کہ تین خدا کو مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تینوں پاس چچا کے بیٹھے ہیں یعنی ہر ایک کی دید مختلف ہے کہ کسی کو کچھ اور کسی کو کچھ دکھائی دیتا ہے اور سب کی نظر ایک سی نہیں ہے جو تم کو دکھائی دیتا ہے وہ مجھ سے دور ہے آگے جواب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے فافہم ۱۲ سلہ غیب کا الخ۔ شعر لطف حق ایک عمل پوشیدہ ہے کہ مخلصوں پر فضل اور کافروں پر قہر ہے آگے قول پہلوان کا ہے یہ اٹھارہ ہزار عالم بلکہ زیادہ ہر ایک کی نظر میں زبوں نہیں ہے اس بھید کو کھول اے مرتضے اے بعد سوء القضا حسن القضا جنکا حکم ہے نیک حکم یا تو کہہ جو تیری عقل نے دیکھا ہے یا میں کہوں کہ جو مجھ پر چمکا ہے تو پوشیدہ نہ رکھ جیسے نور ڈالے بے زبان تو ڈالتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲۔

بندۂ شہوت بتر نزدیک حق — از غلام و بندگان مسترق
بندۂ شہوت بتر پیش خدا — بندۂ مملوک سے اے باصفا

کایں بیک لفظے شود آزاد و حر — ویں بد شیریں میرد و سخت مر
لفظ اک کہنے سے یہ آزاد ہو — بس جیے خوش اور مرے سختی سے

بندۂ شہوت ندارد خود خلاص — جز بفضل ایزد و انعام خاص
بندۂ شہوت ہووے خود خلاص — بس سوا فضل حق و انعام خاص

در چہے افتادگاں کو غور نیست — واں گناہ او ست جبر و جور نیست
چاہ کے ڈوبنے کی نہیں انتہا — وہ گنہ انکا ہی ہے جور و جفا

در چہے انداخت او خود را کہ من — در خور قعرش نمی بینم رسن
چاہ میں خود کو گرائے وہ کہ جو — چاہ کے لائق رسن پائے نہ وہ

چوں گناہ او ست اے جاں چہ کنم — کو را از قعر چہ بیروں کنم
جو گنہ اسکا ہی اے جاں کیا کروں — قعر چہ سے اسکو کیسے لا سکوں

بس کنم گر ایں سخن افزوں شود — خود جگر چہ بود کہ خارا خوں شود
بس کروں گر یہ سخن ہووے فزوں — دل تو کیا بس سنگ خارا ہووے خوں

ایں جگرہا خوں شد از سختی است — غفلت و مشغولی و بدبختی است
یہ جگر پر خوں ہوا سختی سے ہے — غفلت و مشغولی و بدبختی سے ہے

خوں شود روزیکہ خوں سود نیست — خوں شو ایں قیتیکہ خوں مردود نیست
خون ہو اس دن کہ نہ خوں سے سود ہے — خوں اب ہو کہ نہ خوں مردود ہے

چوں گواہی بندگاں مقبول نیست — عدل او باشد کہ بندہ غول نیست
جو گواہی بندگان مقبول نے — عدل وہ ہووے کہ بندہ غول نے

گفت انا ارسلناک شاہد و نذر — زانکہ شد ز کون او حر ابن حر
بولا انا ارسلناک شاہد و نذر — کہ ہوا دنیا میں وہ حر ابن حر

چونکہ حرم خشم کے بندد مرا — نیست آنجا جز صفات حق مرا
جو کہ میں حر ہوں نہیں غصہ مجھے — جز صفات حق نہیں اس جا مجھے

اندر آ کازاد کردت لطف حق — زانکہ رحمت داشت بر خشمش سبق
اندر آ کہ حق نے حر تجھکو کیا — کیونکہ رحمت ہے غضب پہ سبق ہوا

اندر آ اکنوں کہ رستی از خطر — سنگ بودی کیمیا کردت گہر
اندر آ کہ چھوٹا تو خطرات سے — سنگ تھا گوہر کیا اکسیر نے

رستہ از کفر و خارستان او — چوں گلے بشگفتہ بستان ہو
کفر و خارستان سے اب تو چھوٹا — باغ ہو میں مثل گل کے تو کھلا

تو منی و من توام اے خو شتم — تو علی بودی علی را چوں کشم
تو ہی میں ہے تو میں تجھ سے خوش ہوا — تو علی تھا کیوں علی کو مارتا

سلہ بندۂ شہوت الخ۔ اشعر بندۂ شہوت کا بدتر ہے آگے خدا کے مملوک سے ایک لفظ کہنے سے بندہ مملوک آزاد ہوا اور بندہ شہوت خوش جیے اور سختی سے مرے کیونکہ بندہ شہوت آزاد نہ ہووے سوائے فضل حق و انعام خاص کے چاہ کے ڈوبنے کی انتہا نہیں کہ وہ گناہ انکا جور و جفا نہیں ہے چاہ میں خود کو وہ گرائے کہ جو چاہ کے لائق رسی نہ پائے یعنی حرص ہوائے دنیا میں وہ پڑتا ہے کہ دین اسکو نہیں ہے بس اس چاہ دنیا کی رسی ال دنیا ہے کہ حرص ہوا سے بچاتا ہے جو گناہ اسکے ہیں اے جان میں کیا کروں اور اسکو قعر چاہ سے کیسے لاؤں اگر یہ سخن فزوں ہووے تو بس کروں دل تو کیا بلکہ سنگ خارا خون ہووے یہ جگر پر خون ہوا سختی سے ہے وہ غفلت و مشغولی بدبختی سے تو اس خون سے سود نہیں ہے اب خون ہو کہ خون مردود نہیں ہے یعنی روز حشر کے کوشش کرنے سے کیا فائدہ آج کوشش کر کہ یہ رد نہیں ہے جو گواہی بندوں کی مقبول نہیں ہے وہ عدل کرنیوالا ہے کہ بندہ گمراہ نہیں ہے یعنی جو بندہ گمراہ نہیں ہے وہ صاحب عقل ہے چنانچہ اسکی مثال آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ بولا الخ ۔ شعر حق نے فرمایا انا ارسلناک شاہدا و مبشرا و نذیرا یعنی بھیجا ہم نے تجکو اے محمد صلعم گواہ بشارت دینے والا ڈرانے والا کر ہووے وہ دنیا میں حر ابن حر یعنی حق حضرت رسول مقبول صلعم کو گواہ فرماتا ہے پس اس گواہی سے حضور حر ابن حر ہیں کیونکہ از راہ حدیث آبا و اجداد حضور کا حر و طاہر ہونا ثابت ہے بس جو کہ طاہر ہے وہ تعلقات سے پاک ہیں چونکہ بعضے آبا و اجداد حضور طاہر و پاک تھے پس یہاں طہارت قلبی سے مراد ہے کہ از روئے قلب کے وہ سب طاہر تھے پس حضور کا حر ابن حر ہونا ثابت ہوا بقول بحر العلوم جو کہ میں حر ہوں مجھے غصہ نہیں ہے تو اندر آ کہ حق نے تجھے حر کیا کیونکہ رحمت حق غضب پر غالب ہے یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس پہلوان سے فرماتے ہیں کہ اب تو عارف ہوا ظاہر سے طرف بطون کے اندر آ کہ تو چھوٹا خطرات سے سنگ تھا خدا نے تجھے گوہر کیا تو کفر و خارستان تھا تجھے گوہر کیا تو کفر و خارستان سے اب چھوٹا اور گلشن میں تو مثل گل کے کھلا تو میں اور میں تو ہوں میں تجھ سے خوش ہوا تو علی تھا میں علی کو کیوں مارتا یعنی میں و تو ایک ہو گئے تھے اسواسطے میں نے تجکو نہیں مارا باقی بیان اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ بھیجا ہم نے تجکو اے محمد گواہ اور ڈرانیوالا ۱۲ ۔

معصیت کردے بہ از ہر طاعتے — آسمان پیمودہ در ساعتے
بس خجستہ معصیت کان مرد کرد — نے ز خارے بر دمد اوراق ورد
نے عمر را قصد آزار رسول — میکشیدش تا بدرگاہ قبول
نے بسحر ساحران فرعون شاں — میکشید و گشت دولت عون شاں
گر نبودے سحر شاں آں جحود — کے کشیدے شاں بفرعون عنود
کے بدیدندے عصا و معجزات — معصیت طاعت شد اے قوم عصات
ناامیدی را خدا گردن زدست — چوں گنہ مانند طاعت آمدست
چوں مبدل میکند او سیئات — عین طاعت میکند غم وشات
زیں شود مرجوم شیطان رجیم — وز حسد بشگافدش گردد دونیم
او بکوشد تا گناہے آورد — زاں گنہ ما را بچاہے آورد
چوں بہ بیند کاں گنہ شد طاعتے — گردد او را نامبارک ساعتے
اندر آ من در کشادم مر ترا — تف زدی و تحفہ دادم مر ترا
جفا گر را چنینہا میدہم — پیش پائے چپ چہ ساں سر می نہم
پس وفا گر را چہ بخشم تو بداں — گنجہا و ملکہائے جاوداں
جاودانہ بادشاہی بخششش — آنچہ اندر وہم ناید بدہمش
من چناں مردم کہ بر خونی خوم — نوش لطف من نشد در قہر نیش

ل معصیت بہتر کہے طاعت سے ہے — آسمان طاعت میں ناپا تو نے ہی
معصیت بہتر کری اس مرد نے — نے اُگا ہے برگ گل کا خار سے
نے عمر نے قصد حضرت کا کیا — کہ وہ آخر کار مقبل ہو گیا
سحر کرنے لایا فرعون ساحراں — کہ ملی دولت دان کو عیاں
گر نہ کرتے سحر اور انکار وہ — کب بلاتا انکو فرعون شاد ہو
دیکھتے کب وہ عصا اعجاز کو — معصیت طاعت ہوئی اے عاصیو
ناامیدی کو ذبح حق نے کیا — جو گنہ مانند طاعت کے ہوا
جو بدلتا ہے گناہوں کو وہ صاف — کرتا ہے طاعت وہ شیطان کے خلاف
اس سے ہے مرجوم شیطان رجیم — اور حسد سے اسکا دل ہووے دو نیم
کرتا کوشش ہے گنہ ہم سے کرائے — اور گنہ کی وجہ مجکو چہ میں لائے
دیکھتا ہے جو گنہ طاعت ہوئے — نامبارک ہووے وہ ساعت اُسے
اندر آ کھولا ہے در تیرے لیے — تھوکے تو تحفہ دیا میں نے تجھے
میں جفاگر کو جو ایسا دیتا ہوں — دوستوں کے پاے کیا کچھ پر رکھوں
بس میں کیا بخشوں وفاگر کو تو جان — گنج از حد اور ملک جاوداں
جاودانہ بادشاہی دوں اُسے — جو نہ آئے وہم میں بخشوں اُسے
میں ہوں ایسا اپنے قاتل کیلیے — لطف کو بدلا نہیں کچھ قہر سے

ل معصیت بہتر الخ دو شعر طاعت سے تو نے ناپا ہے آسمان ایک ساعت میں مرد نے معصیت بہتر کی ہے نہیں اُگا ہے برگ گل خار سے یعنی اُگا ہے گل خار سے چنانچہ گرنی سے بھلائی ہوتی ہے نہیں عمر رضی نے قصد آنحضرت کا کیا کہ وہ آخر کو مقبول ہو گئے نہیں سحر کرانے ساحروں کو فرعون لایا کہ دولت و مدد انکو ملی اگر وہ سحر و انکار نہ کرتے کب انکو فرعون خوش ہو کر بلاتا وہ کب عصا و معجزوں کو دیکھتے مگر معصیت کی طاعت ہوئی اے عاصیو ناامیدی کو تمھاری حق نے ذبح کیا جو کہ گناہ مانند طاعت کے ہوا یعنی جب گناہ کو حق تعالیٰ مثل طاعت کے قبول کرتا ہے تو ناامیدی دور کرتا ہے جبکہ حق گناہوں کو بدلتا ہے تو طاعت کرتا ہے شیطان کے خلاف اس سے مرجوم ہوتا ہے شیطان رجیم اور حسد سے ہوتا ہے دل اُس کا دو نیم کوشش کرتا ہے کہ ہم سے گناہ کرائے اور باعث گناہ کے ہمکو چاہ میں ڈالے دیکھتا ہے کہ گناہ طاعت ہوئے وہ ساعت اسکو نامبارک ہوتی ہے یعنی شیطان اسوقت پریشان ہوتا ہے کہ یہ گناہ کیوں میں نے اس سے کرائے کہ طاعت میں گنے واضح ہو افعال سب حسنہ ہیں کیونکہ خالق افعال کا حق ہے اس سبب سے کہ انسان ظہور اسماے حق ہے اور اسما سب حسنہ ہیں پس فعل بھی انکے حسنہ ہیں لیکن ذاتی و افعال ذاتی کہ مقتضی اسم ہادی کے ہیں اور بعض افعال مضلانی کے باقی ہیں اور افعال قبیحہ اُن پر صادق ہوتے ہیں جیسے ابر آفتاب پر آتا ہے اور پر تو دھندلا اسدم ما ہتاب کا پڑتا ہے جبکہ ہوا سے ابر پھٹتا ہے تو پھر پرتو روشن رہتا ہے اسی طرح افعال حسنہ بسبب نامشروع کے زیر پردہ افعال قبیحہ کے ہوتے ہیں جبکہ توبہ سے قباحت اُسکی رفع ہوجاتی ہے تو افعال حسنہ باقی رہتے ہیں پس یہ بدل سیات کا حسنات سے ہے از بحر العلوم اندر آ کہ دروازہ تیرے واسطے کھولا ہے تو تھوکے اور میں تحفہ تجھکو دوں جبکہ میں جفاگر کو ایسا دیتا ہوں تو دوستوں کو کیا کچھ دونگا پس میں وفاگر کو کیا بخشوں تو جان گنج اور ملک جاوداں بادشاہی جاودانہ اسکو دوں اور جو نہ آئے وہم میں وہ اسکو بخشوں میں ایسا ہوں کہ اپنے قاتل کیلیے لطف کو بدلا نہیں قہر سے یعنی جبکہ دشمنوں کیواسطے میں ایسی مہربانی کرتا ہوں تو دوستوں کو کیا کچھ سود و بہبود پہونچاؤں گا کہ اپنے قاتل کیلیے لطف کو قہر سے نہ بدلا چنانچہ اس کا قصہ مثال میں ہو لاتا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم۔

لیک اگر در گفت آید قرص ماہ / شب روان را زود آرد در براہ
از غلط ایمن شوند از ذہول / بانگ مہ غالب شود بر بانگ غول
ماہ بے گفتن چو باشد رہنما / چوں بگوید شد ضیا اندر ضیا
چوں تو بابی آں مدینہ علم را / چوں شعاعی آفتاب حلم را
باز باش اے باب بر جویاے باب / تا رسد از تو قشور اندر لباب
باز باش اے باب رحمت تا ابد / بارگاہ ما لہ کفواً احد
ہر ہوا و ذرہ خود منظرے ست / تا کشادہ کے شود کانجا درے ست
تا نہ بکشاید درے را دیدبان / در درون ہرگز نہ جنبد ایں گمان
چوں کشادہ شد درے حیران شود / مرغ امید و طمع پران شود
غافلے ناگہ بویراں گنج یافت / سوے ہر ویرانہ زاں پس میشتافت
تا ز درویشے نیابی تو گہر / کے گہر جوئی ز درویش دگر
سالہا گر ظن دود با پاے خویش / نگذرد ز اشکاف بینیہاے خویش
تا نہ بینی نایدت از غیب بو / غیر بینی ہیچ مے بینی بگو

لیک ع۱ گر کہنے لگے یہ قرص ماہ / جلد تر شب رو کو بتلاوے وہ راہ
بھولنے سے راہ کے بے غم رہے / بانگ مہ غالب ہو بانگ غول پے
بے کہے جو ماہ ہووے رہنما / گر کہے تو ہو ضیا اندر ضیا
تو ہے دروازہ مدینۂ علم کا / تو ہے پرتو آفتاب حلم کا
در تو کھل جویندۂ ابواب پے / تجھ سے پہونچے پوست اندر مغز کے
اے در رحمت کھلا رہ تا ابد / بارگاہ ما لہ کفواً احد
ہر ہوا و ذرہ منظر ہے عیاں / دل کا اندھا دیکھے کب وہی ہاں
تا نہیں دروازہ کھولے دیدباں / اندر اسکے کب سما ہو یہ گماں
جبکہ دروازہ کھلے حیران ہو / مرغ امید و طمع پران ہو
گنج ع۲ ویرانے میں عاقل کو ملے / سوے ہر ویرانہ اس باعث پھرے
تو نہ جبتک پائے عارف سے گہر / دوسرے عارف سے کب ڈھونڈھے گہر
اپنے ع۳ پاسے گر گماں برسوں پھرے / پرہ بینی سے نہ آگے وہ بڑھے
غیب سے بینی تلک نے آئے بو / دیکھتا ہی کچھ سوا بینی کے تو

سوال کردن آں کافر از آنحضرت کہ بر چوں من ظفر یافتی چرا از قتل من اعراض فرمودی و مرا گذاشتی

سوال کرنا کافر کا حضرت علی سے کہ تم نے مجھ پر فتح پائی تو کیوں نہیں مجھکو مارا

ع۱ لیک گر الخ ۹ شعر لیکن یہ قرص ماہ اگر بولنے لگے تو جلدی شب رو کو راہ بتلائے اور راہ بھولنے سے بے غم رہے کیونکہ بانگ ماہ کی غالب ہے بانگ غول پے بے کہے جو ماہ رہنما ہووے اگر کہے تو ضیا اندر ضیا دروازہ ہے مدینہ علم کا اور تو پرتو ہے آفتاب حلم کا یعنی پرتو مرشد سے مرید کو اتقان کلی ہوتا ہی کیونکہ کشف قلوب میں کبھی سہو کا بھی ہو جاتا ہے بسبب کثرت نفس کے اسواسطے بیان مرشد بہتر ہے کشف قلوب سے اے دروازہ کھل تو جویندہ دروازہ پر تا تجھ سے پوست پہونچے اندر مغز کے اے در رحمت تو کھلا رہ ہمیشہ طرف درگاہ اسکی کے گندہ دروازہ ایک ہے ہر ہوا اور ذرہ ایک ہے ہر ہوا اور ذرہ ایک دریچہ ہے عیاں دل کا اندھا کب دیکھے کہ وہاں در ہے جب تک نگہبان دروازہ کا نہ کھولے اندر اسکے کب گمان جا سکے یعنی ہر ایک ذرہ و ہوا ایک دروازہ ہے طرف ذات حق کے ہے مگر تیرہ دل کو وہ دکھائی نہیں دیتا جبتک مرشد اُسے نہ کھولے اور نہ گمان اسمیں جا سکتا ہے جبکہ دروازہ کھلے حیران ہو مرغ امید و طمع اُڑ جائے یعنی عاشق کھلنے دروازہ سے حیران ہو اور امید و طمع دور ہو کہ بعد حصول مقصود کے امید طمع نہیں رہتی آگے اسکی مثال بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ع۲ گنج ویرانے الخ ۲ شعر گنج ویرانہ میں عاقل کو ملے ویرانے میں اس سبب سے پھرے تو جب تک گوہر عارف سے نہ پائے دوسرے عارف سے کب گوہر ڈھونڈھے یعنی جس کو مرشد سے راز کھلا ہے وہ ہر ایک سے راز جوئی کرتا ہے آگے اسکے حقائق بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ع۳ اپنے پاسے الخ ۲ شعر اگر گمان برسوں اپنے پاس سے پھرے پرہ بینی سے آگے نہ بڑھے اگر غیب سے بو نہ آئے تو تو دیکھتا ہے سوا بینی کے کچھ بینی غیب سے بو باقی ہے اگر اپنے گمان سے بے ہدایت مرشد پرہ بینی دیکھتا ہے تو بجز بینی کے اور کچھ نہیں دکھائی دیتا ہے یعنی انوار غیبی اس پر کشوف نہیں ہوتے ہیں پس مقام دید غیب مرشد سے کھلوا اسے اور خود کوشش کتا ہو نہیں دیکھ کر نہ کرے کہ غیب میں ہرگز رسائی نہیں ہوگی چنانچہ مولانا آگے انکشاف غیب کا حال ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲

پس بگفت آں نو مسلمان ولی	از سر مستی و لذت با علیؓ	پھر یہ[1] اس نو مسلم دل نے کہا	از رہ مستی علیؓ سے برملا
کہ تو فرما اے امیر المومنیں	تا بجنبد جاں بہ تن ہمچوں جنیں	کہ تو فرما اے امیر المومنیں	جان تن میں تا پھرے مثل جنیں
ہفت اختر ہر جنیں را مدتے	میکنند از جاں بنوبت خدمتے	سات سیارے جنیں کے ہیں	جان سے کرتے ہیں نوبت خدمتیں
چونکہ وقت آید کہ جاں گیرد جنیں	آفتابش آں زماں گردد معین	وقت جب آئے جنیں میں جان پڑے	آفتاب اس دم مدد اسکی کرے
چوں جنیں را نوبت تدبیر او	از ستارہ سوئے خورشید آید او	جب جنیں پورا اثر سے انکے ہو	اختروں سے سوئے خورشید آئے وہ
آں جنیں در جنبش آید ز آفتاب	کآفتابش جاں ہمی بخشد شتاب	یہ جنیں خورشید سے جنبش کرے	کہ اسے خورشید جلدی جان دے
از دگر انجم بجز نقشے نیافت	ایں جنیں تا آفتابش بر نتافت	اختروں سے نے بجز نقش اک ملا	اس پہ تا خورشید نے تاباں ہوا
از کدامیں رہ تعلق یافت او	در رحم با آفتاب خوب رو	کون سی رہ سے تعلق پائے ہی	وہ رحم میں جلوۂ خورشید سے
از رہ پنہاں کہ دور از حس ماست	آفتاب چرخ را بس راہہاست	راہ وہ پنہاں کہ حس سے دور ہی	آفتاب چرخ وہ راہیں رکھے
آں رہے کہ زر بیابد قوت ازو	واں رہے کہ سنگ شد یاقوت ازو	راہ وہ کہ قوت انگور اس سے لے	راہ وہ کہ سنگ لعل اس سے بنے
آں رہے کہ سرخ سازد لعل را	واں رہے کہ برق بخشد نعل را	راہ وہ کہ سرخ کر دے لعل کو	راہ وہ کہ برق بخشے نعل کو
آں رہے کہ پختہ سازد میوہ را	واں رہے کہ دل دہد کالیوہ را	راہ وہ کہ پختہ میوہ کو کرے	راہ وہ کہ احمقوں کو دل وہ دے
باز گو اے باز پر افروختہ	با شہ و با ساعدش آموختہ	پھر کہو[2] اے باز روشن پر و بال	شاہ کے ہاتھوں پہ سیکھا تو نے حال
باز گو اے باز عنقا گیر شاہ	اے سپاہ اشکن بخود نہ با سپاہ	پھر کہو اے باز عنقا گیر شاہ	تو سپاہ افگن ہے نے خود با سپاہ
امت وحدے یکے و صد ہزار	باز گو اے بندہ بازت را شکار	ایک امت تو برابر سو ہزار	پھر تو کہہ یہ بندہ تیرا ہی شکار
در محل قہر ایں رحمت ز چیست	اژدہا را دست دادن کار کیست	قہر کی جا رحم کرتا کس لیے	اژدہا کو امن دیتا کس لیے

[1] پھر یہ الخ ۱۲ شعر پھر اس نو مسلم دل نے کہا از راہ مستی کے علی کرم اللہ وجہہ سے یعنی اس پہلوان کا دل پر تو علی سے مسلمان ہوگیا تھا مگر راز کشود باطن پوچھتا ہے کہ اے امیر المومنین تو فرما تاکہ جان جسم میں مثل جنین کے پھرے یعنی زندہ دلی مجھ کو حاصل ہو پس مولانا آگے مثال جنین زندہ دلی کو بیان فرماتے ہیں کہ جیسے سبع سیارہ مدتوں نوبت بہ نوبت خدمت جنین کی کرتے ہیں جبکہ وقت آئے جنین میں جان پڑے اور اس وقت آفتاب اسکی مدد کرے جبکہ جنین اثر سیاروں سے پورا بنتا ہے اختروں سے طرف خورشید کے آتا ہے یہ جنین خورشید سے جنبش کرتا ہے کہ تا خورشید سے جلدی جان دے سیاروں سے بجز نقش کے کیا ملتا ہے جب تلک خورشید اسپر نہیں چمکتا ہے یعنی نقش وجود جنین کا اثر سیاروں سے ترتیب پاتا ہے و رجان اثر خورشید سے پانچویں مہینے جنین میں آتی ہے اسی طرح پر تو مرشد سے تزکیہ نفس و تصفیہ دل ہوتا ہے اور پرتو سے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے تجلیہ روح ہوتا ہے پس جنین کون سی راہ سے تعلق پائے رحم مادر میں جلوۂ خورشید سے وہ راہ پوشیدہ کہ جس سے دور ہے وہ راہیں آفتاب چرخ رکھتا ہے راہ وہ کہ انگور اس سے غذا پاتا ہے راہ وہ کہ سنگ اس سے لعل بنتا ہے راہ وہ کہ سرخ کر دے لعل کو وہ چمک دیوے لعل کو راہ وہ کہ پختہ میوہ کو کرے راہ وہ کہ احمقوں کو دل وہ دے یعنی آفتاب چرخ یہ راہیں پوشیدہ رکھتا ہے کہ حس مردم اسکو نہیں معلوم کر سکتی ہے پس آفتاب ذات کی راہیں کب کوئی معلوم کر سکتا ہے پس اے علی وہ راہ پنہاں آفتاب حق کی مجھ کو بتا کہ جس سے دل تن میں زندہ ہوتا ہے آگے بجوع بقصد ہے فافہم ۱۲ [2] پھر کہو الخ ۱۲ شعر پھر فرما اے باز روشن پر و بال کہ حال تو نے شاہ کے ہاتھ پر کیسے سیکھا ہے پھر فرما اے باز عنقا گیر شاہ کے کہ تو سپاہ افگن ہے اور خود سپاہ نہیں رکھتا ہے تو ایک امت ہے برابر سو ہزار کے پھر فرما کہ یہ بندہ تیرا شکار قہر کی جگہ رحم کس لیے کرتا ہے اژدہے کو امن کسلیے دیتا ہے آگے جواب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے فافہم ۱۲

جواب دادن علی رضی اللہ عنہ کہ سبب شمشیر افگندن از دست چہ بود در آں حال

جواب دینا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا کہ سبب تلوار کا ہاتھ سے پھینکنے کا یہ تھا

گفت من تیغ از پے حق میزنم ۔ بندۂ حقم نہ مامور تنم
شیر حقم نیستم شیر ہوا ۔ فعل من بر دین من باشد گوا
من چو تیغم داں زنندہ آفتاب ۔ ما رمیت اذ رمیت در حراب
رخت خود را من زرہ برداشتم ۔ غیر حق را من عدم انگاشتم
من چو تیغم پر گہر ہائے وصال ۔ زندہ گردانم نہ کشتہ در قتال
سایہ ام من کد خدایم آفتاب ۔ حاجبم من نیستم او را حجاب
خوں نپوشد گوہر تیغ مرا ۔ باد از جا کے برد میغ مرا
کہ نیم کوہم ز صبر و حلم و داد ۔ کوہ را کے در رباید تند باد
آنکہ از بادے رود از جا خسیست ۔ زانکہ باد ناموافق خود بسے است
باد خشم و باد شہوت باد آز ۔ برد او را کہ نبود اہل نیاز
باد کبر و باد عجب و باد خلم ۔ برد او را کہ نبود از اہل علم
کوہم و ہستی من بنیاد اوست ۔ ور شوم چوں کاہ بادم یاد اوست
جز بیاد او نجنبد میل من ۔ نیست جز عشق احد سرخیل من

بوٹے بہر حق میں کرتا ہوں غزا ۔ بندۂ حق ہوں نہ بندہ نفس کا
شیر حق ہوں میں نہیں شیر ہوا ۔ فعل میرا میرے دین پر ہے گوا
فاعل اُسکا آفتاب اور تیغ میں ۔ ما رمیت اذ رمیت جنگ میں
ہستی اپنی کو نہ اُس رہ میں رکھا ۔ غیر حق کو میں عدم ہوں جانتا
تیغ سا ہوں وصل کا جوہر رکھوں ۔ زندہ کرتا ہوں نہ کرتا قتل ہوں
میں ہوں سایہ کدخدا خورشید ہے ۔ پردہ دار اُسکا ہوں نے دُوسکا
تیغ کا جوہر مرا خوں کب چھپائے ۔ ابر میرا کب ہوا حرکت میں لائے
کہ نہیں کوہ ہوں میں صبر و حلم سے ۔ کوہ کو آندھی نہیں لیجا سکے
جو کہ اُڑ جائے ہوا سے خس ہے وہ ۔ کیونکہ باد ناموافق بس ہے جو
حرص و غصہ اور شہوت کی ہوا ۔ لیگئی اُسکو نہ تھا جو با صفا
کبر و نخوت اور تکبر کی ہوا ۔ لیگئی اُسکو کہ جو عالم نہ تھا
میں ہوں کوہ ہستی مری اُسکی بنا ۔ گر ہوں کہ میری ہوا اُسکی ہوا
جز ہوا اُسکی نہ رغبت ہے مجھے ۔ میرا رہبر جز نہ عشق اللہ کے

سلہ بوٹے الخ ۴ شعر فرمایا کہ میں واسطے حق کے غزا کرتا ہوں خدا کا بندہ ہوں نفس کا بندہ نہیں ہوں میں شیر حق ہوں شیر ہوا نہیں ہوں میرا فعل میرے دین پر گواہ ہے فاعل اُسکا آفتاب اور میں تیغ ہوں آیۂ کریمہ ما رمیت اذ رمیت جنگ میں یعنی میں نے نہیں مارا جس وقت کہ مارا میں نے اپنی ہستی کو اس راہ میں کرنہ رکھا اور غیر حق کو عدم جانا یعنی ماسوا اللہ کو نیست و نابود جانا مثل تیغ ہوں کہ وصل کا جوہر رکھتا ہوں زندہ کرتا ہوں در قتل نہیں کرتا ہوں میں سایہ ہوں اور مالک خورشید میں اُسکا پردہ دار ہوں پردہ نہیں ہوں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ سلہ تیغ کا جوہر الخ شعر خون میرے جوہر تیغ کو کب چھپائے اور میرے ابر کو ہوا کب حرکت میں لاتی ہے یعنی جیسے خون سے جوہر تیغ پوشیدہ نہیں ہوتا ہے اسی طرح جوہر جان میرا خون تن سے نہیں چھپتا ہے اور ہوائے نفسانی ابر جان میری کو راہ راست سے کب گمراہ کرتی ہے کاہ نہیں کوہ ہوں صبر و حلم میں کوہ کو آندھی نہیں لیجا سکتی ہے جو ہوا سے اُڑ جائے وہ خس ہے کیونکہ ہوا ناموافق بہت سی ہے حرص و غصہ و شہوت کی ہوا اُسکو اُڑائے گئی کہ جو صفائی نہیں رکھتا تھا اور کبر و نخوت اور تکبر کی ہوا اُسکو لے گئی جو کہ عالم نہ تھا میں کوہ ہوں اور میری ہستی اُسکی بنا ہے اور اگر کاہ ہوں کہ ہوا لیجائے میری ہوا بھی اُسکی ہوا ہے سوا ہوا مجھ کو رغبت نہیں ہے یعنی میں ذات حق میں فنا ہوں حرص ہوا مجھ کو نہیں ہے باقی اسکا حال آگے ہے فافہم ۱۲

خشم بر شاہان شہ و ما را غلام	خشم را من بستہ ام زیر لگام	خشم شاہوں پر ہے شہ میرا غلام	میں نے باندھا خشم کو زیر لگام
تیغ حلمم گردن خشمم زدست	خشم حق بر من چو رحمت آمدست	مارا غصہ میری تیغ حلم نے	خشم حق جوں رحم آیا مجھ میں ہے
غرق نورم گرچہ شد سقفم خراب	روضہ گشتم گرچہ ہستم بو تراب	غرق نور اب ہوں میں گرچہ چھت خراب	ہوں میں گلشن ہوں گرچہ بو تراب
چون در آمد علتے اندر غزا	تیغ را دیدم نہاں کردن سزا	علت آئی جب غزا کے درمیاں	چاہیے تلوار کو کرنا نہاں
تا کہ احب للہ آید نام من	تا کہ ابغض للہ آید کام من	تا کہ حب للہ میرا نام ہو	تا کہ بغض للہ میرا کام ہو
تا کہ اعطاء للہ آید جود من	تا کہ امسک للہ آید بود من	تا کہ اعطاء للہ ہو میرا کرم	تا کہ امسک للہ ہو میرا ازم
بخل من للہ عطا للہ بس	جملہ للہ ام نیم من آن کس	بخل للہ عطا اللہ بس	ہیں میں سب للہ نہ ہوں ملک کس
و آنچہ للہ میکنم تقلید نیست	نیست تخییل و گمان جز دید نیست	کرتا ہوں للہ نہیں تقلید ہی	نے خیال و وہم بلکہ دید ہے
ز اجتہاد و از تحری رستہ ام	آستین بر دامن حق بستہ ام	اجتہاد اور میں تحری سے چھٹا	آستیں کو دامن حق پر رکھا
گر ہمی پرم ہمی بینم مطار	ور ہمی گردم ہمی بینم مدار	گر اُڑوں تو دیکھ لوں اُڑنے کی جا	گر میں دوڑوں دیکھ لوں پھرنے کی جا
ور کشم بارے بدانم تا کجا	ماہم و خورشید بینم پیشوا	گر اٹھاؤں بار جانوں اسکی جا	ماہ ہوں خورشید دیکھوں پیشوا
بیش ازین با خلق گفتن روی نیست	بحر را گنجائے اندر جوی نیست	اس سے کہنے کا سوا یارا نہیں	نہر میں گنجایش دریا نہیں
پست میگویم باندازہ عقول	عیب نبود این بود کار رسول	شمہ کہتا ہوں باندازِ عقول	یہ نہیں ہے عیب ہے کار رسول
از غرض حرم گواہی حر شنو	کہ گواہی بندگان نزد و بجو	حر غرض سے ہوں گواہی حر سنو	کہ گواہی بندگاں قابل نہ ہو
در شریعت مر گواہی بندہ را	نیست قدرے وقت دعوے قضا	اور شریعت میں گواہی بندہ کا	نے درست ہے وقت دعوی قضا
گر ہزاراں بندہ باشند گواہ	شرع نپذیرد گواہی شان بکاه	سیکڑوں بندے گواہ تیرے ہوں گر	نے گواہی انکی شرع لے مگر

سه خشم شاہوں الخ ۔ شعر شاہوں پر خشم شاہ اور میرا غلام ہے میں نے خشم کو باندھا ہے زیر لگام میری تیغ حلم نے غصہ کو مارا ہے اور خشم حق مجھ پر مثل رحمت کے آیا ہے میں غرق نور ہوں اگرچہ چھت جسم میرے کی خراب ہے میں گلشن ہوا ہوں اگرچہ بو تراب ہوں جبکہ علت درمیان غزا کے آئے تلوار کو پوشیدہ کرنا چاہیے تاکہ الحب للہ یعنی دوستی واسطے اللہ کے میرا نام ہو تاکہ البغض للہ یعنی دشمنی واسطے اللہ کے میرا کام ہو تاکہ امسک للہ یعنی بخل واسطے اللہ کے میرا ہو بخل میرا واسطے اللہ کے اور بخشش واسطے اللہ کے ہیں میں سب ہوں واسطے اللہ کے اور ملک کسی کا نہیں ہوں میں واسطے اللہ کے سب کام کرتا ہوں تقلید نہیں ہے اور نہ خیال و وہم بلکہ دید ہے یعنی کام میں کرتا ہوں واسطے اللہ کے اور وہم خیال نہیں کرتا ہوں بلکہ دیکھ کر کرتا ہوں باقی حال اسکا آگے ہے فافہم ۱۲ سه اجتہاد الخ ۔ شعر میں اجتہاد و تحری سے چھٹا اور آستین کو دامن حق پر رکھا یعنی دلیس حق بدست کا ہر [illegible] اور اجتہاد و تحری سے کہ حالت غائب میں ہوتا ہے چھٹا اگر میں اُڑوں تو اُڑنے کی جا دیکھ لوں اگر میں دوڑوں زمین کی جا دیکھ لوں اگر بار اٹھاؤں اُسکی جا جانوں [illegible] خورشید پیشوا دیکھوں اسکے سوا کہنے کی طاقت نہیں نہر میں دریا کی گنجایش نہیں میں تھوڑا سا کہتا ہوں عقل کے اندازہ سے یہ عیب نہیں ہے کہ رسول کا کام ہے یعنی مختصر راز بیان کرنا عیب میں داخل نہیں ہے کہ کام رسول کا ہے تا خلق اللہ منکر راہ راستی پر آئے باقی حال اسکا آگے ہے فافہم سه حُر غرض سے [illegible] اس شعر میں غرض سے حر ہوں گواہی حر کی سنو گواہی بندوں کی قابل نہیں اور شریعت میں گواہی بندوں کی نہیں درست ہے وقت دعوے قضا کے یعنی شریعت میں گواہی غلام کی نسبت مولیٰ کے درست نہیں الا حر یعنی آزاد غلام کی پس عبارت غلام آزاد ہے کہ قید تعلقات سے بسبب قناعت کے آزاد ہوا ہے اس واسطے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں آزاد غرض سے ہوں میری گواہی سنو اگر سیکڑوں بندے تیرے گواہ ہوں اُن کی شریعت میں گواہی نہ لیں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲ عه دوستی واسطے اللہ کے ۱۲ عه دشمنی واسطے اللہ کے ۱۲

عه بخشش واسطے اللہ کے ۱۲ عه [illegible]

گفتن پیغمبر علیہ السلام بگوش رکابدار امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کہ ہر آئینہ کشتن امیر بدست تو خواہد بود

فرمانا پیغمبر علیہ السلام کا کان میں خادم امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے کہ ضرور قتل امیر کا تیرے ہاتھ سے ہوگا

گفت پیغمبر بگوش چاکرم ۔ کو برد روزے ز گردن ایں سرم
کرد آگہ آں رسول از وحی دوست ۔ کہ ہلاکم عاقبت بر دست اوست
او ہمی گوید بکش پیشیں مرا ۔ تا نیاید از من ایں منکر خطا
من ہمی گویم چو مرگ من ز تست ۔ با قضا من چوں توانم حیلہ جست
او ہمی افتد بہ پیشم کاے کریم ۔ مر مرا کن از برائے حق دو نیم
تا نیاید بر من ایں انجام بد ۔ تا نسوزد جان من بر جان خود
من ہمی گویم برو جف القلم ۔ زیں قلم بس سرنگوں گردد علم
ہیچ بغضے نیست در جانم ز تو ۔ زانکہ ایں را من نمیدانم ز تو
آلت حقی تو فاعل دست حق ۔ چون زنم بر آلت حق طعن و دق
گفت او پس ایں قصاص از بہر چیست ۔ گفت ہم از حق و آں سر خفیست
گر کند بر فعل خود او اعتراض ۔ ز اعتراض خود بروید اندریاض
اعتراض او را رسد بر فعل خود ۔ زانکہ در قہرست و در لطف او احد
اندریں شہر حوادث میر اوست ۔ در ممالک مالک تدبیر اوست

میرے[1] چاکر سے پیمبر نے کہا ۔ کہ وہ کاٹے ایک دن یہ سر مرا
دی نبی نے وحی سے یہ آگہی ۔ کہ ہلاک اسکے ہو ہاتھوں سے علی
وہ یہ کہتا پہلے تم مارو مجھے ۔ تا نہو ایسی خطا مجھسے کبھی
میں کہوں جو موت میری تجھ سے ہی ۔ پھر قضا سے حیلہ جوئی کسلیے
عاجزی[2] سے وہ کہے کہ اے کریم ۔ واسطے حق کے تو کر مجکو دو نیم
تا نہ یہ انجام بد آوے مجھے ۔ تا نہ اپنی جان پہ جان میری جلے
میں یہی کہتا ہوں جف القلم ۔ اس قلم سے سرنگوں ہوتے علم
میری جاں میں کچھ نہ تجھ سے بغض ہے ۔ کہ نہ جانوں اسکو تیری سمت سے
تو ہی آلہ دست حق فاعل ترا ۔ حق کے آلہ پر کروں طعنہ میں کیا
بولا[3] وہ یہ ہی قصاص پھر کسلیے ۔ بولے حق سے ہے اسمیں بھید ہے
اعتراض اپنے جو فعلوں پر کرے ۔ اعتراضوں سے لگاتا باغ ہے
اعتراض اسکو ہے زیبا فعل پے ۔ کیونکہ لطف و قہر میں وہ ایک ہے
اس حوادث شہر کا وہ میر ہے ۔ ملک میں وہ مالک تدبیر ہے

[1] میرے چاکر الخ یہ شعر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چاکر سے کہا کہ وہ ایک روز میرا سر کاٹے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ وحی کے یہ خبر دی کہ اسکے ہاتھوں سے علی ہلاک ہوگا وہ کہتا تھا کہ پہلے مجھ کو مار تو یہ خطا مجھ سے سرزد نہ ہو میں کہتا تھا کہ اگر موت میری تجھ سے ہی تو پھر میں قضا سے کیوں حیلہ کروں آگے قول چاکر کا ہے فافہم ۱۲ [2] عاجزی سے الخ یہ شعر وہ چاکر عاجزی سے کہتا تھا کہ اے کریم تم خدا کیواسطے مجھے دو نیم کر دو تا نہ یہ انجام بد مجھ سے سرزد ہو نہ میری جان اپنی جان پر جلے قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا میں بھی کہتا ہوں کہ تو جاجف القلم بما ھو کائن یعنی خشک ہوئی قلم جو کہ ہوتا ہے آیندہ میں اور اس قلم سے سرنگوں علم ہوتے ہیں میری جان میں کچھ تجھ سے بغض نہیں ہے کہ اس کو تیری جانب سے نہیں جانتا ہوں تو آلہ ہے اور دست تیرا فاعل ہے حق کے آلہ پر میں طعنہ کیا کروں آگے قول چاکر کا ہے فافہم ۱۲ [3] بولا وہ الخ یہ شعر اس نے کہا کہ پھر یہ قصاص کس لیے ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ اس میں بھید اللہ کے ہیں اعتراض اپنے فعلوں پر کرے کہ اعتراضوں سے وہ باغ لگاتا ہے اعتراض اسکو زیبا ہے دل پر کیونکہ لطف اور قہر میں وہ ایک ہے اس شہر کا وہ امیر ہے ملک میں وہ مالک تدبیر ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲

آلت خود را اگر او بشکند / آن شکستہ گشتہ را نیکو کند
اپنے آلہ کو اگر خود توڑ دے / اپنے ٹوٹے کو وہ خود ہی جوڑ دے[1]

رمز ننسخ آیۃ او ننسہا / نات خیرا در عقب میدان نہا
رمز ننسخ آیۃ او ننسہا[عہ] / نات خیرا بعد اُسکے ہی کہا

ہر شریعت را کہ حق منسوخ کرد / او گیا برد و عوض آورد ورد
جس شرع کو نسخ حق نے کر دیا[2] / گھانس کاٹ اُسکے عوض گل کھدیا

شب کند منسوخ شغل روز را / ہین جمادی دان خرد افروز را
شب کرے منسوخ شغل روز کو / تو جمادی جان عقل افروز کو

باز شب منسوخ شد از نور روز / تا جمادی سوخت زان آتش فروز
رات جو منسوخ ہوئے روز سے / تا جماد ہو سوخت نار افروز سے

گرچہ ظلمت آمد آن نوم و سبات / نی درون ظلمت ست آب حیات
گرچہ ظلمت رکھتی ہی وہ خواب رات / دیکھ تو ظلمت میں ہے آب حیات

نی دران ظلمت خردہا تازہ شد / سکتۂ سرمایۂ آوازہ شد
دیکھ ظلمت میں خرد تازہ ہوئی / کہ سکوت آیا ہی پونجی قال کی

کہ ز ضدہا ضدہا آید پدید / در سویدا روشنائی آفرید
کہ ضدوں سے ہوتا ہی ضد کا ظہور / اور سویدا میں ہوا پیدا ہے نور

جنگ پیغمبر مدار صلح شد / صلح این آخر زمان زان جنگ بد
صلح کی باعث ہوئی جنگ نبی[3] / جنگ وہ آخر زماں کی صلح تھی

صد ہزاران سر برید آن دلستان / تا امان یابد سر اہل جہان
سیکڑوں کاٹے ہیں سر اُس شاہ نے / تا اماں اہل جہاں کے سر کو ہے

باغبان زان می برد شاخ مضر / تا بیابد نخل قامتہا و بر
باغباں کاٹے ہے شاخیں اسلیے / تا تنومند ہووے نخل اور پھل لگے

میکند از باغ دانا آن حشیش / تا نماید باغ و میوہ خرمیش
باغ سے کرتا صفائی گھانس کی / تا دکھائے باغ و میوہ خرمی

میکند دندان بد را آن طبیب / تا رہد از درد و بیماری حبیب
دانت دُکھے کو اکھیڑے ہی طبیب / تا کہ چھوٹے درد دنداں سے حبیب

بس زیادتہا درون نقصہاست / مر شہیدان را حیات اندر فناست
بہتری نقصان میں تو جان لے / کہ فنا میں زندگی شہدا کو ہے

چون بریدہ گشت حلق رزق خوار / یرزقون فرحین شد خوشگوار
جو بریدہ ہوئے حلق رزق خوار / یرزقون فرحین[سہ] ہی خوشگوار

حلق حیوان چون بریدہ شد بعدل / حلق انسان رست و افزاید فضل
حلق حیواں کا کٹا جو عدل سے[4] / حلق انساں کا بچا بس فضل سے

حلق انسان چون ببرید ہین ببین / تا چہ زاید کن قیاس آن را بدین
کاٹا جائے حلق گر انساں کا / کیا نتیجہ ہو قیاس کر اب ذرا

---

[1] اپنے آلہ کو الخ ۱۲ شعر اگر اپنے آلہ کو توڑ دے تو اپنے ٹوٹے کو وہ خود ہی جوڑ دے اس نے رمز کہی ہے تو ترجمہ آیۃ منسوخ کرتا ہے آیۃ کو یا مٹاتا ہے پھر لاتا ہے بہتر اُن سے آگے مثال اُسکی مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ [2] جس شرع کو الخ ۲ شعر حق نے جس شرع کو فسخ کر دیا ہے گھانس کاٹ کر اُسکے عوض گل رکھدیا شب کو منسوخ کرے شغل روز کو جان تو عقل روشن کو جمادی رات جو منسوخ ہووے روز سے تا جماد جلے آتش روشن لیعنی جب شب منسوخ کرتی ہے شغل دن کو تو عقل کے سبب جاری ہوتی ہے اور جب دن شب کو منسوخ کرتا ہے حرارت روز اس رطوبت کو جلا دیتی ہے کہ وہ جاری رہتی ہے اگرچہ خواب شب ظلمت رکھتی ہی تو ظلمت میں آب حیات ملا کر تو دیکھ کہ ظلمت میں خرد تازہ ہوتی ہے کیونکہ سکوت میں عقل زیادہ ہوتی ہے کہ ضدوں سے ضد کا ظہور ہوتا ہے اور سویدا میں نور پیدا ہوتا ہے یعنی سوید اک نقطہ سیاہ دل میں ہے اُسمیں نور باطن یا آنکھ کے تل میں نور باطن پیدا ہوتا ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [3] صلح کی باعث الخ ۔ شعر صلح کے واسطے جنگ نبی کی ہوئی وہ آخر زمانہ کی صلح تھی سیکڑوں سر اُس شاہ نے کاٹے تا اہل جہان کے سر کو امن رہے مولانا مثال آگے بیان فرماتے ہیں باغباں شاخیں اسلیے کاٹتا ہے تاکہ تنومند درخت اور پھل ہوویں باغ سے عقلمند صاف گھانس کو کرتا ہے تاکہ باغ و میوہ خرمی پائے اور طبیب دُکھے دانت کو اکھیڑتا ہے تاکہ درد دنداں سے حبیب کو نجات ہو پس تو نقصان میں بہتری کو جان لے کہ فنا میں شہدا کو زندگی ہے جو کہ حلق رزق خوار ذبح ہوا ہے تو وہ رزق پاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں چنانچہ باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ [4] حلق حیوان کا الخ ۲ شعر جو کہ حلق حیوانوں کا کٹا عدل سے تو حلق انسانوں کا بچا فضل سے اگر حلق انسان کا کاٹا جائے تو کیا نتیجہ ہو قیاس کر باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ عہ منسوخ کرتا ہے آیۃ کو یا مٹاتا ہے ۱۲ سہ لاتا ہے بہتر اُس ۱۲

حلق ثالث زاید و تیمار او	شربت حق باشد و انوار او	؎ پیدا حلق ہو میسر اس کے لیے	تو رو شربت حق کا تیماری کرے
حلق ببریده خورد شربت ولی	حلق از لا رسته مرده در بلی	کھانا شربت ہے بُریدہ حلق پر	حلق بے نفی وہ مردہ ہے بشر
بس کن ای دون همت کوته بیان	تا کی باشد حیات جان بنان	بس کر اے بے ہمت اے تقریر کو	زندگی روٹی سے کب تک تجھکو ہو
زان نداری میوه مانند بید	کابرو بردی پے نان سپید	اسلیے بے پھل ہے تو جوں بید کے	آبرو کھوئی جو روٹی کے لیے
گر ندارد صبر زین نان جان حس	کیمیا را گیر و زر گردان تو مس	صبر نان سے گر نہ ہووے جان کو	کیمیا سے زر بنا اس مس کو تو
جامه شوئی کرد خواهی ای فلان	رو مگردان از محله گازران	کپڑے دھلوانا جو چاہے اے صفا	دھوبیوں کے تو محلے سے نہ جا
گرچه نان بشکست مر روزه ترا	در شکسته بند پیچ و برتر آ	گرچہ توڑا نان نے روزہ ترا	جوڑنے والوں سے مل اے بوالہوا
چون شکسته بند آمد دست او	نیست رفو باشد یقین اشکست او	جوڑنے والا جو ہاتھ اُن کا ہوا	بس یقیں جانو کہ اب ٹوٹا جڑا
گر تو آن را بشکنی گوید بیا	تو درستش کن نداری دست و پا	توڑے تو اسکو اگر کہوے کہ آ	تو درستی کا نہ رکھے دست و پا
پس شکستن حق او باشد که او	مر شکسته گشته را داند رفو	توڑنا حق اسکا ہے کہ وہ سدا	جوڑ دیتا ہے جو ٹوٹے کو بھلا
آنکه داند دوخت او داند درید	هر چه او بفروخت نیکوتر خرید	سینا جو جانے وہ جانے پھاڑنا	وہ خریدے ہے جو جانے بیچنا
خانه اکند چو جنت ساخت او	پست کرد و بر فلک افراخت او	کھودا گھر اور مثل جنت کے کیا	پست کر کے آسماں پر لے گیا
خانه ویران کند زیر و زبر	پس بیک ساعت کند معمورتر	کرتا ہے برباد اور ویران گھر	پھر وہ اکدم میں کرے معمور تر
گر یکی سر را ببرد از بدن	صد هزاران سر بر آرد در زمن	گر بدن سے ایک سر کو کاٹ لے	سیکڑوں سر اسکے وہ پیدا کرے
گر نفرمودی قصاص او بر جنات	تا نگفتی فی القصاص آمد حیات	گر قصاص عاصی کی وہ کرتا نہ بات	تا نہ کہتا فی القصاص ہی حیات
خود کرا زهره بدی تا او ز خود	بر اسیر حکم حق تیغی زند	کسکو طاقت تھی کہ تا وہ آپ سے	حق کے قیدی کی ہی گردن مارڈے
زانکه داند هر که چشمش را گشود	کان کشنده سخرهٔ تقدیر بود	جانتے ہیں وہ کہ صاحب دید ہیں	کہ ہی قاتل تیغ تقدیر سے
هر کرا آن حکم بر سر آمدی	بر سر فرزند خود تیغی زدی	حکم جسکے سر پہ وہ جاری کرے	ذبح وہ فرزند اپنے کو کرے

؎ پیدا حلق ہوا نہ شعر تر بر حلق پیدا ہوا کہ اسکے لیے حق کا نور اور شربت غمخواری کرے یعنی انسان کے حلق کٹنے سے حلق شہدا کا پیدا ہو کہ شربت نور حق کو وہ کھا پیتے ہیں و خوشیاں کریں شربت کھاتا ہے یہ حلق لیکن جو حلق نفی نہیں وہ مردہ ہے یعنی جو قبل مرگ کے مر گیا وہ غذائے روحی پاتا ہے اور جو فنا نہیں ہوا ہے وہ مردہ ہے بس کر اے بے ہمت تو بے تقریر کو روٹی سے زندگی تجھکو ہوگی سب اسلیے تو بے ثمر ہے مانند بید کے تو نے جو آبرو دی کیونکہ اسواسطے کھوئی ہے اگر جان کو صبر روٹی سے نہ ہووے تو مس جو ہو تو زر کیمیا سے بنا یعنی مرشد میں فنا ہو کر خود کو پاک و صاف کر کپڑے دھلوانا چاہتا ہے تو دھوبیوں کے محلے سے نہ جا یعنی پاک ہونا چاہتا ہے تو خدمت مرشد سے جدا نہ ہو کہ وہ اگر دھوبی ہیں اگرچہ نان نے تیرا روزہ توڑا جوڑنے والوں سے مل لے بوالہوس جو انکا ہاتھ جوڑنے والا ہے تو یقین کر کہ ٹوٹا جڑا اگر تو توڑے اسکو وہ کہوے کہ آ تو اسکی درستی کی قدرت نہیں رکھتا تو توڑنا اسکو لائق ہے کہ وہ سدا جوڑ دیتا ہے ٹوٹے کو یعنی تو نے اگر ترک لذات دنیا کیا ہے تو جوڑ تعلق حق سے نہیں جانتا ہے مرشد کے پاس جا کہ وہ تیرے دل کو محبت لذائذ دنیوی سے توڑے و محبت الٰہی سے جوڑ دے توڑنا وہی ہے کہ جو ٹوٹے کو جوڑتا ہے سینا جو جانے وہ پھاڑنا جانتا ہے وہ خریدتا ہے جو بیچنا جانتا ہے یہ گھر کھودا اور مثل جنت کے کیا پست کر کے اوپر آسمان کے لے گیا گھر برباد اور ویران کرتا ہے اور پھر ایک دم میں آباد تر کرتا ہے یعنی خانہ تن کو مرشد برباد کر کے پھر محبت الٰہی سے آباد کرتا ہے اگر حق سے ایک سر کو کاٹے سیکڑوں سر اسکو دیوے اگر قصاص عاصی کا وہ نہ فرماتا تو نہ کہتا قصاص میں آئی حیات ہے یعنی عاصی کو قصاص میں حیات ابدی ملتی ہے کس کو طاقت ہے کہ نا دو آپ سے محرم حق کو گردن زدنی جو صاحب دید ہیں وہ جانتے ہیں کہ قابل تیغ تقدیر جسکے سر پہ حکم جاری کرے وہ شخص اپنے فرزند کو ذبح کرے یہی حال آگے ہے ختم

تو بترس و طعنه کم زن بر بدان	پیش دام حکم عجز خود بدان	ڈر تو اور طعنہ بدوں پہ مت کرے	حکم سے خود کو تو عاجز جان لے
پیش حکم حق بنه گردن زجان	تسخر و طعنه مزن بر گمرهان	حکم حق کے سامنے گردن رکھو	طعنہ گمراہوں کے اوپر مت کرو
تا که آدم بر بلیس کو شقی ست	از حقارت و زنیافت بنگریست	جس طرح آدم نے اُس ابلیس کو	بس حقارت سے اُسے دیکھا تھا جو

تعجب کردن آدم علیہ السلام از فعل ابلیس و عذر آوردن و توبہ کردن

تعجب کرنا آدم علیہ السلام کا فعل ابلیس سے اور توبہ اور عذر کرنا اُن کا

خویشتن بینی کرد آدم خود گزین	خنده زد بر کار ابلیس لعین	از رہِ خود بینی آدم دیکھ کے	بس ہنسے ابلیس کے افعال پے
بانگ بر زد غیرت حق کای صفی	تو نمی دانی ز اسرار خفی	غیرت حق نے کہا کہ اے صفی	تو نہیں جانے ہے اسرار خفی
پوستین را بازگونه گر کنم	کوه را از بیخ و از بن بر کنم	گر پلٹ دوں پوستیں کو میں ذرا	کوہ کو جڑ سے اکھیڑوں بر ملا
پردهٔ صد آدم آں دم بر درم	صد ابلیس نو مسلماں آورم	پردے سو آدم کے اسرم پھاڑ دوں	اور سو ابلیس نو مسلم کروں
گفت آدم توبه کردم زین نظر	اینچنین گستاخ نندیشم دگر	بولے آدم اس نظر سے توبہ کی	ایسی گستاخی نہ پھر ہووے کبھی
یا رب این جرات ز بنده عفو کن	توبه کردم می نگیرم زین سخن	جرم اس بندے کا یارب عفو کر	توبہ کرتا ہوں نہ ہو بار دگر
یا غیاث المستغیثین اهدنا	لا افتخار بالعلوم والغنا	یا غیاث المستغیثین اہدنا	لا افتخار بالعلوم والغنا
لا تزغ قلبا هدیت بالکرم	واصرف السوء الذی خط القلم	لا تزغ قلبا ہدیت بالکرم	واصرف السوء الذی خط القلم
بگذران از جان ما سوء القضا	وامبر ما را ز اخوان الصفا	بد قضا کو جان سے میری چھڑا	اور نہ اخوان الصفا سے کر جدا
ای خدا ای فضل تو حاجت روا	با تو یاد هیچکس نبود روا	فضل سے حاجت روا اے خدا	ساتھ تیرے یاد غیر اب کب روا
تلخ تر از فرقت تو هیچ نیست	بے پناہت غیر پیچا پیچ نیست	تلخ زیادہ کچھ نہ فرقت سے تری	بے مدد تیری ہے بس آلودگی
رخت ما هم رخت ما را راهزن	جسم ما مر جان ما را جامه کن	مال میرے مال کا ہی راہزن	جسم میرا میری جان کا جامہ کن

۶ تو بترس الخ ۲ شعر تو ڈر اور بدوں پر طعنہ نہ کر حکم حق سے آپ کو عاجز جان حکم حق کے روبرو گردن رکھو اور گمراہوں پر طعنہ نہ کرو جیسے آدم علیہ السلام نے ابلیس لعین کو حقارت سے دیکھا تھا یعنی نیک و بد حق کے اختیار میں ہیں تو کسی پر طعنہ نہ کرے حکم حق کے سوا کوئی حرکت نہیں کر سکتا ہے جیسے آدم علیہ السلام نے ابلیس کو حقیر دیکھا اور حق سے جواب پایا چنانچہ ان کا حال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۵ از رہ خود بینی الخ ۱۲ شعر خود بینی کو آدم علیہ السلام دیکھ کر ہنسے ابلیس کے افعال پر غیرت حق نے کہا کہ اے صفی اللہ تو نہیں جانتا ہے اسرار خفی کو اگر میں پلٹ دوں پوستین کو تو کوہ کو جڑ سے اکھیڑ دوں برملا یعنی اگر بھید کھول دوں تو جہان درہم برہم ہو جائے سو پردے آدم کے پھاڑ دوں اور سو ابلیس تو مسلم کر دوں آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ اس نظر سے میں نے توبہ کی ایسی گستاخی پھر نہ ہو گی اے رب جرم اس بندے کا عفو کر توبہ کرتا ہوں کہ پھر نہ کروں گا اے فریادیوں کے فریاد رس مجھ کو ہدایت کر نہیں ہے فخر مجھ کو اوپر علم کے اور غنا کے مت پھیر دل میرے کو کہ تو نے اپنے کرم سے ہدایت کی ہے اور دور کر بدی کو میری کہ قلم نے لکھی ہے قضائے بد کو میری جان سے چھڑا اور اخوان الصفا سے مت جدا کر اے خدا تیرا فضل ہے حاجت تیرے ساتھ غیر کی یاد کب روا ہے تیری فرقت سے تلخ زیادہ کچھ نہیں ہے اور بغیر تیری مدد کے آلودگی ہے مال میرے مال کا رہزن ہے جسم میرا میری جان کا جامہ کن باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲
عہ اے فریادیوں کے فریاد رس ہدایت کر مجھ کو ۱۲ عہ نہیں ہے فخر مجھکو علم و غنا سے ۱۲ سہ مت پھیر میرے دل کو ہدایت کی تو نے اپنے کرم سے ملعہ اور دور کر بدی کو مجھ سے جو کہ تو نے لکھا ۱۲

دست ما چون پای ما را میخورد ‌ بی امان تو کسی جان چون برد
ور برد جان زین خطرهای عظیم ‌ برده باشد مایهٔ ادبار و بیم
زانکه چون جان اصل جانان نبود ‌ تا ابد با خویش کورست و کبود
چون تو ندهی راه جان خود برده گیر ‌ جان که بی تو زنده باشد مرده گیر
گر تو طعنه می زنی بر بندگان ‌ مر ترا آن میرسد ای کامران
ور تو ماه و مهر را گوئی خفا ‌ ور تو سرو قد را گوئی دوتا
ور تو چرخ و عرش را گوئی حقیر ‌ ور تو کان و بحر را گوئی فقیر
آن به نسبت با کمال تو رواست ‌ ملک و اقبال و غناها مر تراست
که تو پاکی از خطر و ز نیستی ‌ نیستان را موجد و مغنیستی
آنکه رویانید داند سوختن ‌ وانکه بدرید داند دوختن
می بسوزد هر خزان مر باغ را ‌ باز رویاند گل صباغ را
کای بسوزیده برون آ تازه شو ‌ بار دیگر خوب و خوش آوازه شو
چشم نرگس کور شد بازش بساخت ‌ حلق نے بدرید و باز او را نواخت
ما چو مصنوعیم و صانع نیستیم ‌ جز زبون و جز که قانع نیستیم
ما همه نفسی و نفسی می زنیم ‌ گر نخواهی ما همه اهریمنیم
زان ز اهریمن رهیده ستیم ما ‌ که خریدی جان ما را از عمی
تو عصاکش هر کرا که زندگیست ‌ بی عصا و بی عصاکش کور چیست
غیر تو هر چه خوش ست و ناخوش ست ‌ آدمی سوزست و عین آتش ست

ہاتھ میرا کاٹے پانوں کو مرے ‌ کون جاں بے امن لیجائے ترے
اس خطر سے گر کوئی لیجائے جاں ‌ لیگیا ادبار کی پونجی تو جاں
کیونکہ جو جاں اصل جاناں نہ ہو ‌ تا ابد نابینا رکھے آپ کو
جو نہ دے راہ جاں کو تو پڑہ جاں ‌ بے ترے جو جان ہو زندہ مردہ جاں
گر تو بندوں پر کرے طعنہ زنی ‌ بس وہ زیبا ہے تجھے طعنہ زنی
مہر اور ماہ کو کہے گر تو چھپا ‌ سرو کے قد کو کہے گر تو جھکا
گر تو چرخ و عرش کو کہوے حقیر ‌ گر تو کان بحر کو کہوے فقیر
وہ ترے نسبت کمالوں کے روا ‌ ملک اقبال اور غنا ہیں سب ترا
پاک ہے تو نیستی اور خوف سے ‌ نیستوں کا موجد و مغنی تو ہے
تو وہی جس نے جلا سکتا بجز وہ ‌ جس نے پھاڑا جانتا سینا بجز وہ
بس جلائے ہر خزاں گلزار کو ‌ اور اگائے پھر گل گلنار کو
لے چلے باہر تو آ اور تازہ ہو ‌ پھر مکرر خوب و خوش آوازہ ہو
نرگس اندھی ہوئی اسے بینا کیا ‌ حلق نے کا پھاڑ اچھا کیا
ہم ہیں مصنوع و صانع ہم نہیں ‌ جز خرابی کے کہ قانع ہم نہیں
نفسی نفسی ہم پکاریں اور کہیں ‌ گر نہ چاہے تو تو ہم سب دیو ہیں
دیو سے چھوٹے ہیں ہم سب اسلیے ‌ کہ خریدا جان کو اندھے پن سے ہی
تو عصاکش اسکا جو ہی با حیات ‌ بے عصاکش کور دیدہ اہیات
غیر تیرا گو بھلا ہو یا برا ‌ آدمی سوز اور ہے شعلہ آگ کا

سله ہاتھ میرا کاٹے الخ ۱۸ شعر میرا ہاتھ میرے پاؤں کو کاٹے بغیر امن تیری کے کون جان لیجانے یعنی ہاتھ میرا میرے پاؤں کو راہ سلوک کیطرف لیجانا چاہتا ہے لیکن مانع ہے بغیر تیرے امن کے میری جان کو کون لیجاتا ہے اگر اس خطرے سے کوئی جان لیجائے تو وہ ادبار کی پونجی لیگیا ہے کیونکہ جو جان واصل جاناں نہوتا کہ وہ آپ کو نابینا رکھے یعنی جس جان کو دنیا میں وصال یار نہیں ہوتا وہ تا ابد نابینا ہے بموجب آیہ کریمہ من کان فی هذه اعمیٰ فهو فی الاخرة اعمیٰ جو کوئی دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے جو جان کو تو راہ نہ دے گئی ہوئی جان جو جان بے تیرے زندہ ہے مردہ بیجان اگر تو بندوں پر طعنہ زنی کرے وہ تجھے زیبا ہے اگر تو مہر و ماہ کو پوشیدہ کہے اور سرو کے قد کو جھکا کہے اگر تو چرخ و عرش کو حقیر کہے اور کان و بحر کو فقیر کہے تیرے بہ نسبت کمالوں کے روا ہے اور ملک و اقبال و غنا سب تیرا ہے تو پاک ہے نیستی و خوف سے اور نیستوں کو تو پیدا کرنیوالا ہے جس نے اگایا ہے وہ جلا سکتا ہے جس نے پھاڑا ہے وہ سینا جانتا ہے کہیں خزاں جلائے گلزار کو اور پھر اگائے گل سرخ کو اور کہے کہ لے چلے تو باہر آ اور تازہ ہو اور پھر مکرر خوش آوازہ ہو نرگس اندھی ہوئی ہے اسے پھر بینا کیا حلق نے کا پھاڑا اور پھر اچھا کیا یعنی تجھکو روا ہے کہ تو جو چاہے وہ کرے اور تیرے سوا کوئی نہیں کچھ کر سکتا ہے ہم مصنوع ہیں صانع نہیں ہیں اور بجز خرابی کے ہم قانع نہیں ہیں ہم نفسی نفسی کہیں اگر تو نہ چاہے ہم سب دیو ہیں اور اسلیے ہم دیو سے چھوٹے ہیں کہ جان کو تو نے بسبب اندھے پن کے خریدا ہے یعنی اے رب تو ہمارا صانع ہے اور ہم مصنوع ہیں تیرا کرم اگر ہم پر نہ ہوتا تو ہم دیو گمراہ ہوتے جو کہ زندہ ہے تو اسکا عصاکش ہے اور بغیر عصاکش کے اندھا بیکار ہے غیر تیرا گو بھلا ہو یا برا ہو مردم سوز و شعلہ نار ہے یعنی حال اسکا آگ ہے فافہم ۱۲۔

ہر کرا آتش پناہ و پشت شد	ہم مجوسی گشت و ہم زرتشت شد	آگ جس کی ہوگئی حامی ولا	وہ مجوسی اور زرتشت ہوگیا
کل شیٔ ما خلا اللہ باطل	ان فضل اللہ غیم ہاطل	کل شیٔ ما خلا اللہ باطل	ان فضل اللہ غیم باطل

بقیہ قصہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ و مسامحت و اغماض او باخونی رکابدار خویش

باقی قصہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا اور چشم پوشی اور سستی کرنا ساتھ قاتل اور خادم اپنے کے

باز رو سوے علیؓ و خونیش	وان کرم باخونی و افزونیش	پھر تو قاتل اور علیؓ کی سمت جا	اور کرم کی سو جو قاتل پر کیا
گفت دشمن را ہمی بینم بچشم	روز و شب بر وی ندارم ہیچ خشم	بولے دشمن دیکھتا ہوں آنکھ سے	رات دن نے خشم آتا ہے مجھے
زانکہ مرگم ہمچو جان خوش آمدست	مرگ من در بعث چنگ اندر زدست	کیونکہ یہ جان اجل خوش ہے مجھے	بعث سے میرے اجل ہمدست ہے
مرگ بے مرگے بود ما را حلال	برگ بے برگے بود ما را نوال	موت بے موت کے مجکو روا	بے سر و سامان ہے سامان مرا
ای بسا بے برگے ترا چون برگ شد	جان باقی یافتی و مرگ شد	تیری بے سامانی گر سامان بنے	جان باقی پاے چھوٹے موت سے
ظاہرش مرگ و بباطن زندگی	ظاہرش ابتر نہان پایندگی	اسکو ظاہر موت باطن زندگی	ظاہر ابتر اور نہاں پایندگی
از رحم زادن جنین را رفتن ست	در جہان او را ز نو بشگفتن ست	جیسا بچہ کا رحم سے موت ہے	اس جہاں میں حکم پیدائش رکھے
آنکہ مردن پیش جانش تہلکہ ست	حکم لاتلقوا بگیرد او بدست	جس کی جان کو تہلکہ ہے موت سے	حکم لاتلقوا نہ وہ حاصل کرے
چون مرا سوے اجل عشق و ہواست	نہی لاتلقوا بایدکم مراست	جو اجل سے خاص مجھکو عشق ہے	نہی لاتلقوا بایدی ہے مجھے
زانکہ نہی از دانۂ شیرین بود	دانۂ کش تلخ باشد مغز و پوست	کیونکہ نہی اک دانہ شیریں سے ہے	نہی کی کب تلخ خود حاجت رکھے
تلخ را خود نہی حاجت کے شود	تلخی و مکروہیش خود نہی اوست	تلخ جو دانہ ہے مغز و پوست سے	تلخی و مکروہی اُس کی نہی ہے

؎ آگ جسکی الخ۔ اور جسکی رحامی ہوگئی وہ مجوسی اور زرتشت ہوگیا یعنی دنیا ماسوائے اللہ ہے جسکے موافق ہوگئی وہ مجوسی اور زرتشت ہے بروایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ مجوسی اُمت کسی نبی اللہ کے ہیں مگر باغی آتش پرست ہوے زرتشت نبی کا فرگبرون کا تھا از بحر العلوم توجہ رہیئے سوائے حق کے باطل و زائل ہے تحقیق فضل حق کا برسنے والا ہے پھر تو جا طرف قاتل و علیؓ کے اور اُنکے جانب کرم کے جو قاتل پر کیا چنانچہ مولانا اُسکا حال آگے بیان فرماتے ہیں فائدہ

؎۵ بولے دشمن الخ۔ اشیر علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں دشمن کو دیکھتا ہوں اپنی آنکھ سے اور مجھکو غصہ نہیں آتا ہے کیونکہ جب شل جان کے یہ کو خوش ہے اور بعث سے میری موت ہمدست ہے یعنی اس عالم میں پیدا ہونے سے میری اجل ملی ہے کیونکہ یہاں کی مردگی و باقی پیدائش ہے بغیر موت کے مجھکو مرنا روا ہے بے سر و سامانی میرا سامان ہے اگر خلائق کے بے سامانی اگر تیرا سامان بنے لے شخص تو جان باقی پائے اور مرگ سے چھٹے اس شخص کو ظاہر موت اور باطن زندگی ہے اور ظاہر ابتری و پوشیدہ مضبوطی ہوا آگے مولانا مثال بیان فرماتے ہیں رحم سے بچے کو جینا موت ہے مگر اُس جہان میں پیدا ہوتا ہے پس جسکی جان کو موت سے تہلکہ ہے حکم لاتلقوا یعنی مت ڈالو خود کو ہلاکت میں کب حاصل ہے جو کہ مجھکو اجل سے عشق ہے نہی لاتلقوا بایدیکم مجھکو آیا ہے یعنی حق تعالے نے یہ نہی بہ نسبت عاشقوں کے فرمائی کہ جان اُسکو ہلاک کرتی ہے کہ جسکی جان کو مرنے سے خوف ہے اُنکو یہ حکم نہیں ہے کیونکہ ممانعت خواہشمند کو ہوتی ہے نہ متنفر کو کیونکہ نہی ایک دانہ شیریں ہے کب تلخی نہی کی حاجت رکھتا ہے مثال بیان فرماتے ہیں کہ جو دانہ تلخ مغز و پوست سے تلخی اور مکروہی اُسکی خود نہی ہے یعنی حکم نہی حق شیریں ہے تلخ اُسکو کب پہنچتا ہے کہ اُسکی تلخی خود نہی کرتی ہے پس طرح عاشق کو نہی مرغوب ہے کہ جسقدر منع کرتا ہے اُسکو سوزش ہوتی ہے اور غافلان تلخ کام کو حاجت نہی کی نہیں ہے کہ وہ خواہشمند نہیں ہیں پس ثابت ہوا کہ یہ نہی واسطے عاشقان حقیقی کے ہے نہ غافلان دنیا کے چنانچہ عاشقوں کا حال آگے بیان فرماتے ہیں بقول علی کرم اللہ وجہہ فافہم ۱۲۔

عہ مولانا نے اس طرف اشارہ فرمایا [illegible]

دانہ مردن مرا شیریں شدست | بل ہم احیاء پے من آمدست
اقتلونی یا ثقاتی لائما | ان فی قتلی حیوٰتی دائما
ان فی موتی حیوٰتی یا فتی | کم افارق موطنی حتیٰ متی
فرقتی لو لم تکن فی ذا السکون | لم یقل انا الیہ راجعون
راجع آں باشد کہ باز آید بشہر | سوے وحدت آید از تفریق دہر
ایں سخن پایاں ندارد چاکرم | چوں شنید آں سر رسید گشت خرم

موت[۱] کا دانہ ہوا شیریں مجھے | بل ہم احیاء ہی میرے واسطے
اقتلونی یا ثقاتی لائما | ان فی قتلی حیوٰتی دائما
ان فی موتی حیوٰتی یا فتی | کم افارق موطنی حتیٰ متی
فرقتی لو لم تکن فی ذا السکون | لم یقل انا الیہ راجعون
وہ ہے راجع کہ پھر آئے شہر کو | تفرقہ سے جانب وحدت کے ہو
یہ سخن بیحد ہے خادم نے مرے | سر جھکایا سنکے یہ سردار سے

افتادن رکابدار در پائے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کہ اے امیر مرا بکش وازیں بلیہ برہاں

گرنا خادم کا پاؤں پر امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے کہ اے امیر مجھکو مار ڈال اور اس بلا سے چھڑا

باز آمد کاے علی زودم بکش | تا نہ بینم آں دم و وقت ترش
من حلالت میکنم خونم بریز | تا نہ بیند چشم من آں رستخیز
گفت اگر ہر ذرہ ات خونی شود | خنجر اندر کف بقصد تو بود
یک سر مو از تو نتواند برید | چوں قلم بر تو چنیں خطے کشید
لیک بے غم شو شفیع تو منم | خواجہ روحم نہ مملوک تنم
پیش من ایں تن ندارد قیمتی | بے تن خویشم فتی ابن الفتی
خنجر و شمشیر شد ریحان من | مرگ تن شد بزم و نرگسدان من
آنکہ او تن را بدینساں پے کند | حرص میری و خلافت کے کند

آیا[۲] پھر کہ اے علی مجھکو تو مار | تا نہ دیکھوں میں وہ وقت نابکار
بخشتا ہوں خون اپنا میں تجھے | تا نہ مجھکو وہ قیامت پھر دکھے
بولے[۳] گر ہر ذرہ ہو قاتل ترا | اور ہر اک ہو تیرا تشنہ خون کا
اک سر مو بھی نہ کاٹے وہ تجھے | تیری نسبت جب قلم ایسا لکھے
پر رہو بے غم میں شافع تیرا ہوں | مالک جاں ہوں نہ تابع تن کا ہوں
میرے آگے ہے بدن بیقدر زر | بے بدن اپنے میں ہوں حُر ابن حُر
خنجر و شمشیر ہوئی ریحاں مجھے | مرگ ہوئی ہے بزم نرگسداں مجھے
جو[۴] کہ تن کو اس طرح ویراں کرے | وہ خلافت کی ہوس کیونکر کرے

ا؎ موت کا الخ ۔ شعر موت کا دانہ مجھکو شیریں ہوا اور میرے واسطے ہی بل ہم احیاء یعنی بلکہ وہ زندہ ہیں عاشق حقیقی کہ جنھوں نے خود کو راہ حق میں ہلاک کیا ہے وہ نزدیک حق کے زندہ ہیں ترجمہ قتل کرو مجھکو اے میرے یار صادق حالت ملامت میں تحقیق قتل میں میری ہمیشہ زندگی ہے کب تک مفارقت کروں وطن اپنے سے اگر نہ ہوتی مفارقت مجھکو اس دنیا میں خدا نہ فرماتا ترجمہ آیۃ کہ تحقیق ہم تیری طرف رجوع کرنیوالے ہیں راجع وہ ہے کہ پھر اپنے شہر کو واپس آئے تفرقہ سے جانب وحدت کے یعنی یہ آیت بھی بہ نسبت عاشقوں کے ہے کہ رجوع کرو تم اپنی اصل کیطرف از راہ عشق کے بات یہ بیحد ہے اور خادم نے یہ بھید سنکر سر جھکایا چنانچہ اس عجز کا حال آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۲؎ آیا پھر الخ ۔ شعر خادم پھر آیا کہ اے علیؓ تو مجھکو مار تا وہ وقت نالائق میں نہ دیکھوں میں تم کو اپنا خون بخشتا ہوں تاکہ وہ قیامت مجھکو نہ دکھائی دے یعنی فعل قتل تمھارا میرے ہاتھ سے سرزد نہ ہو اس سے تم مجھکو اول قتل کرو چنانچہ آگے جواب علی کرم اللہ وجہہ کا ہے فافہم ۱۲ ۳؎ بولے گر الخ ۔ شعر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر ہر ایک ذرہ تیرا قاتل اور ہر ایک تیرا تشنہ خون ہو بال برابر بھی تجھے نہ کاٹے جبکہ قلم حق تیری نسبت ایسا لکھے لیکن تو بے غم رہ میں تیرا شافع مالک جان ہوں اور تابع تن نہیں ہوں میرے آگے یہ بدن بیقدر ہے اور بغیر اپنے بدن کے حُر ابن حُر ہوں یعنی آزاد ہوں خنجر و شمشیر مجھکو گل ریحان ہے اور مرگ بزم نرگس ہے یعنی جائے عیش آگے حقایق ارشاد فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ۴؎ جو کہ تن الخ ۔ شعر جو شخص بنا تن اسطرح ویران کرے اسکو خلافت کی خواہش کیونکر ہوگی یعنی جواب ہے حضرت خوارج کو سو لا نا دیتے ہیں گو خوارج کہتے ہیں کہ جنگ صفین حضرت علیؓ نے خلافت کی طمع سے کی ہے اسکو آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲

زاں بظاہر کوشیدے جاہ و حکم / تا امیراں را نماید راہ و حکم
تا بیارایند بہر تن جامہ / تا نویسد او بہر کس نامہ
تا امیراں را دہد جانِ دگر / تا دہد نخل خلافت را ثمر
میری او بینی اندر آں جہاں / فکرت پنہانیت گردد عیاں
ہیں گمان بد مبر اے ذولباب / با خود آ واللہ اعلم بالصواب

اسلیے کرتے بظاہر جاہ و حکم / تا امیروں کو سکھائیں راہ و حکم
تا کہ خلعت کا وہ دینا سیکھ لیں / تا کہ ناموں کا وہ لکھنا سیکھ لیں
تا امیروں کو وہ اک جان اور دیں / تا خلافت کے شجر میں پھل لگیں
اس جہاں کی میری دیکھے انکی تو / فکر پنہاں تجکو ہو ظاہر نکو
یہ گمان مت کر تو اب بد اور خراب / ہوش کر واللہ اعلم بالصواب

بیان آنکہ فتح طلبیدن پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مکہ و غیرہا جہت دوستی ملک دنیا نبود چونکہ فرمود الدنیا جیفۃ و طالبہا کلاب

بیان میں اسکے کہ فتح مکہ و غیرہ چاہنا پیغمبر علیہ السلام کا بسبب دوستی ملک دنیا کے نہ تھا کیونکہ فرمایا ہے الدنیا جیفۃ و طالبہا کلاب

بہر پیغمبر کہ فتح مکہ ہم / کے بود در حب دنیا متہم
آنکہ او از مخزن ہفت آسماں / چشم دل بربست روز امتحاں
از پے نظارۂ او حور و جاں / پر شدہ آفاق ہر ہفت آسماں
قدسیاں افتادہ در خاک رہش / صد چو یوسف اوفتادہ در چہش
خویشتن آراستہ از بہر او / خود ورا پروائے غیر دوست کو
آنچناں پر گشتہ از اجلال حق / کاندر و ہم رہ نیابد آلِ حق
لا یسع فینا نبی مرسل / والملک والروح ایضا فاعقلوا
گفت ما زاغیم ہمچوں زاغ نے / مست صباغیم مست باغ نے

فتح مکہ میں نبی نے جہد کیے / متہم کب حب دنیا سے ہوئے
جسنے ساتوں آسماں کے گنج سے / چشم دل پھیری شب معراج سے
دیکھنے کو جنکے حور و جان سے / بھر گئے میدان ساتوں چرخ کے
قدسی سر رکھتے تھے انکی راہ میں / مثل یوسف گرتے انکی چاہ میں
ہوتے خود آراستہ ان کے لیے / انکو نے پروا سوائے یار کے
اسقدر انمیں بھرا اجلال حق / کہ نہ انمیں راہ پائے آل حق
لا یسع فینا نبی مرسل / والملک والروح ایضا فاعقلوا
بولے مازاغ البصر ہوں زاغ نے / مست حق کا ہوں میں مست باغ نے

ف۱ اسلیے ابتدائی شعر اور جاہ و حکم بظاہر اسلیے کرتے تھے تا کہ امیروں کو وہ راہ و حکم سکھائیں تا کہ وہ خلعت کا دینا سیکھ لیں اور ناموں کا لکھنا سیکھ لیں تا کہ امیروں کو وہ ایک جان اور دیں کہ درخت خلافت میں پھل لگیں گر تو اے منکر اس جہاں کی امیری انکی دیکھے تیرا خیال پوشیدہ ظاہر ہو یہ گمان بد خراب انکی نسبت مت کر اور ہوش کر کہ اللہ خوب جانتا ہے بھلائی کو یعنی اے منکر وہ بظاہر خلافت اور حکومت دنیا کی کرتے تھے واسطے ہدایت خلق کے نہ واسطے فوائد نفسانی کے مثل دنیاداروں غافل کے چنانچہ اسکی مثال میں قصہ فتح مکہ آگے مولانا بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ ف۲ فتح مکہ الخ شعر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ میں جو سعی کی حب دنیا سے وہ متہم کب ہو یعنی وہ سعی از راہ حب دنیا کے کب متہم تھی جنہوں نے ساتوں آسمان کے خزانوں سے چشم دل کو شب معراج میں پھیر لیا جنکے دیکھنے کو حوروں اور ارواحوں سے میدان ساتوں آسمان کے بھر گئے اور قدسی انکی راہ میں سر رکھتے تھے اور مثل یوسف علیہ السلام کے چاہ میں گرتے تھے اور آراستہ انکے لیے خود ہوتے تھے مگر انکو بجز یار کے پروا نہ تھی اسقدر ان میں جلال حق بھرا تھا کہ آل حق نے انمیں راہ نہ پائی آل سے یہاں مراد اولیا ہے چنانچہ آگے شعر اسکی تفصیل کا ہے ترجمہ نہیں سماتا ہے درمیان ہمارے نبی مرسل اور فرشتہ اور روح کوئی بھی جان لو بموجب حدیث لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل یعنی کہ ساتھ اپنے رب کے ایک وقت ہے کہ نہیں سما سکتا ہے درمیان میں اسوقت کوئی فرشتہ مقرب اور کوئی پیغمبر مرسل جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں مازاغ البصر ہوں زاغ نہیں ہوں مست حق ہوں مست باغ نہیں ہوں یعنی نہیں خواہش کی بصر میری نے سوائے حق کی جانب کے پس دنیا مردار کی کب خواہش ہو کیونکہ زاغ کو مردار کی خواہش ہوتی ہے باقی حال آگے ہے فافہم ۱۲ ف۳ تحقیق دنیا مردار ہے اور چاہنے والے اسکے کتے ہیں ۱۲

چونکہ مخزن تہلے افلاک و عقول — چون خسے آمد بچشم رسول
جو خزانے آسمان و عقل کے — مثل خس تھے نبی کے سامنے

پس چہ باشد مکہ و شام و عراق — کہ نماید او نبرد و اشتیاق
پس ہی کیا مکہ و پس شام و عراق — کہ وہ کرتے جنگ و رکھتے اشتیاق

واں گمان بردے ضمیر بد کند — کو قیاس از جہل و حرص خود کند
وہ گمان جو تیرہ دل اس پر رکھے — وہ قیاس اپنی جہالت سے کرے

آبگینہ زرد چوں سازی نقاب — زرد بینی جملہ نور آفتاب
زرد عینک جو رکھے آنکھوں پہ تو — زرد دیکھے شمس کے انوار کو

بشکن آں شیشہ کبود و زرد را — تا شناسی گرد را و مرد را
توڑ دے عینک کا شیشہ زرد تو — تاکہ پہچانے تو گرد و مرد کو

گرد فارس گرد سر افراشتہ — گرد را تو مرد حق پنداشتہ
گرد اک سوار کی جو گرد اٹھی — گرد کو تو مرد حق جانے اخی

گرد دید ابلیس و گفت ایں فرع طین — چوں فزاید بر من آتش جبین
گرد دیکھا آدم کو شیطاں نے کہا — کب مجھ ناری پہ یہ غالب ہوا

تا تو می بینی عزیزاں را بشر — دانکہ میراث بلیس ست آں نظر
جو تو جانے ہے عزیزوں کو بشر — جان ہے میراث شیطاں وہ نظر

گر نہ فرزند بلیسی اے عنید — پس بتو میراث آں سگ چوں رسید
گر نہیں تو بچہ ابلیس ہے — پہنچی کیوں میراث کتے کی تجھے

من نیم سگ شیر حقم حق پرست — شیر حق آنست کز صورت برست
سگ نہیں ہوں میں خدا کا شیر مست — شیر وہ ہے جو نہو صورت پرست

شیر دنیا جوید اشکارے و برگ — شیر مولیٰ جوید آزادی و مرگ
شیر دنیا ڈھونڈھتا ہے سیر برگ — شیر حق ڈھونڈھے ہے آزادی و مرگ

چونکہ اندر مرگ بیند صد وجود — ہمچو پروانہ بسوزاند وجود
دیکھے اندر مرگ کے جو سو وجود — مثل پروانہ جلادے وہ وجود

شد ہوائے مرگ طوق صادقاں — کہ جہوداں را بد آمد امتحاں
ہوئی ہوائے مرگ طوق صادقاں — کہ جہودوں کا تھا اس دن امتحاں

در نبی فرمود کاے قوم یہود — صادقاں را مرگ باشد نفع و سود
حق نے فرمایا کہ اے قوم یہود — صادقوں کو موت میں ہے نفع و سود

ہمچنانکہ آرزوئے سود ہست — آرزوئے مرگ دان زاں بہ است
جس طرح سے سود کی ہے آرزو — موت کی بہتر ہے اس سے آرزو

اے جہوداں بہر ناموس کساں — بگذرانید ایں تمنا بر زباں
اے جہودو شرم انساں کے لیے — چھوڑ دی تم نے تمنا جو کہ ہے

یک جہودے ایں قدر زہرہ نداشت — چوں محمد ایں علم را بر فراشت
اک جہودی کو بھی نہ طاقت رہی — مصطفیٰ نے جبکہ آیہ پڑھی

سلہ جو خزانے الخ یہ شعر جو خزانے آسمان اور عقل کے نبی کے روبرو مثل خس و خاشاک کے تھے پس مکہ و شام و عراق کیا چیز ہے کہ وہ جنگ کرتے اور اشتیاق رکھتے وہ تیرہ دل اُن پر جو گمان رکھتا ہے اپنی جہالت پر قیاس کرتا ہے یعنی اپنی خواہشات کے بموجب قیاس اُن پر کرتا ہے آگے مولانا اس قیاس کے متعلق بیان فرماتے ہیں جو تو آنکھوں پر زرد عینک رکھے تو تو شمس کو زرد دیکھے زرد شیشہ عینک کا توڑ دے کہ تا پہچانے تو گرد کو اور مرد کو یعنی شیشہ تعینات کا تو توڑ دے تاکہ تجھ کو حق ظاہر ہو یعنی تو گرد اور مرد کو پہچانے از بحر العلوم چنانچہ اس کی مثال مولانا آگے بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ گرد اک الخ یہ شعر جو گرد ایک سوار کے گرد اٹھی تو گرد کو تو مرد حق جانے گرد دیکھ کر آدم علیہ السلام کو شیطان نے کہا مجھ ناری پر یہ کب غالب ہوا جو تو عزیزان حق کو بشر جانتا ہے تو جان لے کہ وہ نظر میراث شیطان کی ہے اگر تو بچہ ابلیس نہیں ہے تو کیوں میراث کتے کی تجھ کو پہونچی آگے مقولہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے میں خدا کا شیر مست ہوں سگ نہیں شیر وہ ہے جو صورت پرست نہیں ہے شیر دنیا کا ڈھونڈھتا ہے میوہ و برگ اور شیر حق کا آزادی و مردگی اگر مرگ میں دیکھے سو وجود مثل پروانہ جلادے اپنے وجود کو مولانا آگے مثال اس کی بیان فرماتے ہیں فافہم ۱۲ سلہ ہوئی ہوائے مرگ الخ یہ شعر ہوائے مرگ طوق ہوئی صادقوں کو کہ جہودوں کو اس دن امتحان تھا حق نے فرمایا کہ اے قوم یہودی صادقوں کو مرگ سے سود و نفع ہے یعنی اشارہ طرف اس آیہ کے ہے فتمنوا الموت ان کنتم صادقین الآیہ یعنی اے یہودیو تمنا کرو تم موت کی اگر تم سچے ہو جس طرح سے سود کی آرزو ہے اس سے بڑھ کر موت کی آرزو ہے اے جہودو تم نے بسبب شرم انسانوں کے وہ تمنا چھوڑ دی کہ جو رکھتے تھے ایک یہودی کو بھی طاقت نہیں رہی تھا جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیہ کو پڑھا آگے جواب یہودیوں کا ہے فافہم ۱۲ -

گفت اگر رانند این ابر زبان / یک جہودی خود نماند در جہاں
پس جہوداں مال بردند و خراج / کہ مکن ما را تو رسوا اے سراج
جزیہ پذرفتند ومیبودند شاد / ہمچناں اللہ اعلم بالرشاد
این سخن را نیست پایانی پدید / دست با من دہ چو چشمت دوست دید
اندر آ در گلستان از مزبلہ / چونکہ در ظلمت بدیدی مشعلہ
بے توقف و تردد نہ قدم / زیں چہ بے بن سوئے باغ ارم
ہم نبردش گفت از بہر خدا / شرح کن این او بپذیرم بلا

بولے گر اسکو زباں سے ہم کہیں / نے یہودی اندر عالم کے رہیں
پس یہودوں نے دیا مال و خراج / کہ نہ کر رسوا تو ہم کو اے سراج
دینا جزیہ کر لیا ہو لاجواب / ویسی ہی اللہ اعلم بالصواب
انتہا رکھتی نہیں یہ بات تو / ہاتھ دے مجھکو جو دیکھا یار کو
لے نجاست سے گلستاں میں تو آ / جو کہ شعلہ تجھکو ظلمت میں دکھا
بے تامل رکھ تو اب جلدی قدم / قعر اس چہ سے سوئے باغ ارم
پہلواں بولا خدا کے واسطے / شرح کر سونپوں ابھی خود کو تجھے

گفتن امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ با قرین خود کہ سبب نا کشتن تو این بود مسلمان شدن او بدست حضرت ؓ

فرمانا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا پہلوان سے کہ تیرے نہ مارنے کا سبب یہ تھا اور مسلمان ہونا اسکا اُن کے ہاتھ پر

گفت امیر المومنین با آن جواں / کہ بہنگام نبرد اے پہلواں
چوں خیو انداختی بر روئے من / نفس جنبید و تبہ شد خوئے من
نیم بہر حق شد و نیمے ہوا / شرکت اندر کار حق نبود روا
تو نگاریدہ کف مولیستی / آن حقی کردہ من نیستی
نقش حق را تو بامر حق شکن / بر زجاجہ دوست سنگ دوست زن

پس کیا حضرت علیؓ نے یہ بیاں / کہ بوقت جنگ تو نے پہلواں
جو کہ میرے منہ پہ تھوکا تو نے تھا / نفس کو میرے غضب پیدا ہوا
نصف اللہ اور ہوا نصف ہوا / کار حق میں کب ہوئی شرکت روا
تو خدا کے ہاتھ کا پتلا بنا / ملک حق ہے اور نہیں میرا بنا
نقش حق کو حکم حق سے توڑ تو / مار سنگ یار شیشہ یار کو

لہ بولے الخ، شعر جہودوں نے کہا کہ اگر ہم اسکو زبان سے کہیں ایک یہودی عالم میں نہیں رہے پس یہودیوں نے مال و خراج دیا کہ ہم کو رسوا نہ کر اے شمع خدا جزیہ دینا قبول کیا لاجواب ہو کر ایسی ہی واللہ اعلم بالصواب یعنی جو کہ جہودوں نے اپنے چھپانے کے لیے حضرت کی خدمت میں اخلاص ظاہر کیا تھا اس آیۃ کے سنتے ہی عاجز ہوئے اور موت اختیار نہ کی اور موت اختیار کرنا علامت محبت الٰہی ہے یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے تو ہاتھ مجھکو دے اگر یار کو دیکھنا ہے یعنی بیعت کر اس نجاست سے گلستان میں تو آ جو کہ شعلہ تجھ کو ظلمت میں دکھائی دیا ہے یعنی تجلی تجھ کو ظلمت دنیا میں اگر ہوئی ہے بے تامل تو جلد قدم رکھ قعر چاہ سے طرف جنت کے پہلوان نے عرض کی کہ خدا کے واسطے تم شرح کرو میں ابھی اپنے کو تمہیں سونپتا ہوا چنانچہ آگے مولانا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان ارشاد فرماتے ہیں فافہم
سے پس کیا الخ، شعر پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بیان فرمایا کہ وقت جنگ تو نے اے پہلوان جو میرے منہ پر تھوکا تو میرے نفس کو غضب پیدا ہوا نصف اللہ اور نصف ہوا ہوا پس حق تعالیٰ کے کام میں کب شرکت روا ہوئی تو پتلا خدا کے ہاتھ کا بنا ہے ملک حق ہے میرا بنا نقش حق کو حکم حق سے تو توڑ اور سنگ یار شیشہ یار کو یعنی یہ جہان ملک خدا ہے پس خدا کے حکم سے اس جگہ کام کرنا چاہیے اپنی خواہش سے کام کیا تو گویا عدول حکمی کی وہ مجرم اور گنہگار ہے اسواسطے دوستان حق جو کام کرتے ہیں خدا کے حکم سے کرتے ہیں درجات پاتے ہیں باقی حال اس کا آگے ہے فافہم ۱۲۔

گبر این بشنید و نعرے زد پدید — در دل او تا که زنارش برید
گفت من تخم جفا می کاشتم — من ترا نوعے دگر پنداشتم
تو ترازوے احد خو بوده — بل زبانه هر ترازو بوده
تو تبار و اصل خویشم بوده — تو فروغ شمع کیشم بوده
من غلام آن چراغ شمع خو — که چراغت روشنی پذرفت زو
من غلام موج آن دریاے نور — که چنین گوهر برآرد در ظهور
عرضه کن بر من شهادت را که من — مر ترا دیدم سرافراز زمن
قرب پنجه کس ز قوم و خویش او — عارفانه سوے دین کردند رو
او به تیغ حلم چندین خلق را — وا خرید از تیغ چندین حلق را
تیغ حلم از تیغ آهن تیز تر — بل ز صد لشکر ظفر انگیز تر

له اسکے پیدا نور کافر کے ہوا — دل میں جو زنار اسکے تھا کٹا
بولا میں بوتا تھا بس تخم جفا — اور ہی کچھ میں تمہیں تھا جانتا
تو ترازوے احد کی خو رکھے — ہر ترازو کا تو بل شاہین ہے
میرا اصل خاندان ہے تو ولی — شمع مذہب کی تو میری روشنی
اس چراغ شمع خو کا ہوں غلام — کہ ترا روشن چراغ اس سے مدام
میں غلام اس موج دریا نور کا — جس نے ظاہر ایسے گوہر کو کیا
مجکو تو کلمہ شہادت کا بتا — کہ تجھے دیکھا ہے میں نے باوفا
قوم کے اسکے پچاس انسان نے — عارفانہ پائی دولت دین سے
اس نے تیغ حلم سے بس خلق کو — تھا بچایا تیغ سے بس حلق کو
تیغ حلم اس تیغ آہن سے ہے تیز — بلکہ سو لشکر سے زیادہ فتح خیز

خاتمہ قول دفتر اول مثنوی

خاتمہ قول دفتر اول مثنوی

اے دریغا لقمۂ دو خوردہ شد — جوشش فکرت ازاں افسردہ شد
گندمے خورشید آدم را کسوف — چون ذنب شعشاع بدرے را خسوف
اینت لطف دل کہ از یک مشت گل — ماه او چون میشود پرویں گسل

له حیف میں نے کھائیں کیوں یہ دو غذا — فکر کا جوش اس سے پژمردہ ہوا
ایک گندم شمس آدم کے گہن — بدر پر جیسے ذنب ہووے گہن
لطف دل تیرا کہ مٹھی خاک سے — ماہ اس کا کسلیے بے نور ہے

له سن کے پیدا الخ۔ اشعر یہ بات سن کے کافر کے دل میں نور پیدا ہوا اور جو زنار کہ دلمیں تھا کٹا بس کہا میں بوتا تھا تخم جفا کا اور تمہیں کچھ اور ہی جانتا تھا تو ترازوے احد کے خو کی بلکہ ہر ترازو کا شاہین ہے تو میرا اصل خاندان اور ولی ہے شمع مذہب کی تو روشنی ہے میں غلام اس چراغ کا ہوں کہ جو شمع خو ہے کہ جس سے تیرا چراغ روشن ہے اس سے مدام یعنی چراغ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم و شمع ذات حق سے مراد ہے میں غلام اس موج دریاے نور کا ہوں جسنے ایسے گوہر کو ظاہر کیا یعنی دریاے نور ذات حق اور موج رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور گوہر علی کرم اللہ وجہہ ہیں بس مجھ کو تم کلمہ شہادت تلقین کرو کہ تمھیں جسنے باوفا دیکھا اس کی قوم کے پچاس آدمیوں نے مثل عارفوں کے دولت دین پائی اس نے تیغ حلم سے بہت سی خلق کو بچایا تھا تیغ سے خلق کو تیغ حلم کی تیغ آہن سے تیز ہے بلکہ سو لشکر سے زیادہ فتح خیز ہے جسکی وجہ سے اس پہلوان کو مع پچاس کس اسکی قوم کے کفر سے پاک کر کے دار الملک اسلام میں لائے اور اگر اس کے تھو کنے سے ہلاک کرتے تو فقط وہ ایک کس مارا جاتا اس سبب سے تیغ حلم بہتر ہے تیغ آہن سے پس نبی اللہ و ولی اللہ نے حلم کو اختیار کیا ہے آگے باعث ختم دفتر اول کا بیان ہے فافہم ۱۲ ٭ ۲ حیف الخ م شرا فسوس ہیں نے یہ دو غذا میں کھائیں کہ فکر کا جوش اس سے پژمردہ ہو گیا یعنی غذا اشغال دنیا یہ غذا یعنی کو جو باہم کھایا اس واسطے جوش فکر کم ہو گیا کیونکہ وہ غذا کھانے سے ہضم کامل نہیں ہوتا ہے اسواسطے حضرت رسول مقبول صلعم نے ہمیشہ ایک غذا کھائی یعنی کام کرنا چاہیے چنانچہ اسکی مثال مولانا آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک گندم شمس آدم پر گہن لایا ہے جیسے ذنب بدر پر گہن لاتا ہے یعنی ستارۂ ذنب اس نقطہ کو کہتے ہیں کہ دونوں دائرہ فلک تقاطع کرنے سے پیدا ہوا ہے اور مہر و ماہ جب وہاں آتے ہیں گہن ہو جاتا ہے اسی طرح غذاے اشغال جسمانی مانع راہ سلوک معنی کی ہو جاتی ہے خود اعتراض کرتے ہیں کہ تیرا عجب لطف دل ہے کہ ایک مٹھی خاک سے ماہ دل کا کسلیے بے نور ہے آگے جواب اس کا ہے فافہم ۱۲۔

نان چو معنی بود خوردش سود بود | چونکہ صورت گشت انگیزد جحود
ہمچو خار سبز کاشتر می خورد | زاں خورش صد نفع و لذت می برد
چونکہ آں سبزیش رفت و خشک گشت | چوں ہماں را میخورد اشتر ز دشت
می دراند کام و لنجش اے دریغ | کانچناں ورد مربی گشت تیغ
نان چو معنی بود بود آں خار سبز | چونکہ صورت شد کنوں خشک است و گز
تو بداں عادت کہ او را پیش ازیں | خوردہ بودی اے وجود نازنیں
بر ہماں بو میخوری ایں خشک را | بعد ازاں کامیخت معنی با ثری
گشت خاک آلود و خشک و گوشت بُر | زاں گیاہ اکنوں بپرہیز اے شتر
سخت خاک آلود می آید سخن | آب تیرہ شد سر چہ بند کن
تا خدایش باز صاف و خوش کند | آنکہ تیرہ کرد ہم صافش کند
صبر آرد آرزو را نے شتاب | صبر کن و اللہ اعلم بالصواب

روٹی جو معنی تھی کھانا نفع تھا | جونہی صورت تو یہ جھگڑا اٹھا
جیسے کانٹے سبز کھاتا اونٹ ہے | اس خورش سے ہوتی لذت ہے اسے
خشک وہ جب ہو نہیں سبزی رہے | پھر جو کھائے اونٹ جنگل میں اسے
پھاڑے اسکے تالو و جبڑے کو وہ | جیسے گل و قند مل کر تیغ ہو
روٹی جو معنی تھی وہ تھی سبز خار | جونہی صورت ہے خشک اے خار دار
تو نے عادت پر کہ کھایا تھا اسے | اس سے پہلے اے وجود نیک پے
کھایا اس امید پر اس خشک کو | بعد اسکے کہ ملا مٹی سے وہ
خشک و خاک آلودگی جبکہ رکھے | اے شتر پرہیز کر اس گھانس سے
سخت خاک آلودہ آتا ہے کلام | پانی گندا ہے کر چہ کو تمام
اسکو پھر صاف و خوش کر دے خدا | جس نے گندا کر دیا کر دے صفا
صبر سے امید پائے نے شتاب | صبر کر و اللہ اعلم بالصواب

تتمہ مترجم

اب قلم کو روک تو اے یوسفی | محویت کو پہونچا عشق معنوی
تاکہ تیری بھی کسل اب دور ہو | دفتر دوم میں تا پرزور ہو
تا تجھے توفیق ایسی دے خدا | کہ تمام آخر ہو دفتر دوسرا
راہبر تیرے نے اب وقفہ کیا | روک گھوڑے کی تو باگ اپنی ذرا
کب زمانہ دیتا فرصت ہے سدا | بس غنیمت جان مانگ اسکی دعا
ختم کر اسکو تو با نام رسول | تاکہ خاص و عام کے ہووے قبول

۵۱ روٹی جو الخ ۱۱ شعر روٹی جبکہ معنی تھی اُس کے کھانے سے نفع ہوتا تھا جبکہ صورت بنی تو یہ جھگڑا اُٹھا آگے مثال اسکی ہے جیسے اونٹ خار سبز کھاتا ہے اور اس خورش سے خوش ہوتا ہے جبکہ وہ خار خشک ہوا اور سبزی نہ رہی اور پھر اونٹ سے جنگل میں کھائے اُس کے تالو اور جبڑے کو پھاڑے جیسے گل و قند مل کر تیغ ہو جاتا ہے اسی طرح روٹی جب معنی تھی خار سبز تھی جبکہ صورت بنی ایک خار خشک ہوئی تو نے اس عادت پر کہ اس کو کھایا تھا اس سے پہلے اب اُس امید پر جو اس خشک کو کھایا اس کے بعد کہ وہ مٹی سے ملا یعنی نقصان پذیر ہوا جبکہ خشکی و خاک آلودگی رکھے اے شتر پرہیز کر اُس گھانس سے سخت اور خاک آلودہ اب کلام نکلتا ہے پانی گندلا ہے چاہ کو بند کر کہ اُس کو خدا پھر صاف و خوش کر دے جس نے گندلا کر دیا ہے وہ صاف کرے گا صبر سے تو امید پائی ہے نہ شتابی سے بس صبر کر واللہ جانتا ہے اس کی خوبی یعنی اشغال جسمانی سے جو غذا کہ معنی تھی صورت پذیر ہوئی اور آب طبع گندلا ہو گیا چندے رُکنا چاہیے یعنی زیادہ رازبیان کرنے سے طبع مکدر ہو گئی بند کرنا چاہیے کہ رُکنے سے پھر صفا پذیر ہو بس دفتر اول تمام ہوا واللہ اعلم بالصواب ۱۲